جدید وقدیم تفاسیر اور دیگر علومِ اسلامیہ پر مشتمل
ذخیرۂ کتب کی روشنی میں قرآنِ مجید کی آیات کے مطالب ومعانی اور ان سے حاصل ہونے والے
درس ومسائل کا موجودہ زمانے کے تقاضوں کے مطابق انتہائی سہل بیان نیز مسلمانوں کے عقائد، دینِ اسلام
کے اوصاف وخصوصیات، اہلسنّت کے نظریات ومعمولات، عبادات، معاملات، اخلاقیات، باطنی امراض اور
معاشرتی برائیوں سے متعلق قرآن وحدیث، اقوالِ صحابہ وتابعین اور دیگر بزرگانِ دین کے ارشادات کی روشنی میں ایک جامع تفسیر
مع دو ترجموں کے

كَنْزُ الْاِيْمَان فِيْ تَرْجَمَةِ الْقُرْاٰن

از: اعلیٰ حضرت، مجددِ دین وملت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن

اور

كَنْزُ الْعِرْفَان فِيْ تَرْجَمَةِ الْقُرْاٰن

مع

صِرَاطُ الْجِنَان فِيْ تَفْسِيْرِ الْقُرْاٰن

از: شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی اَبُو الصَّالِح مُحَمَّد قَاسِم اَلْقَادِرِی مدظلہ العالی

ناشر
مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

نام کتاب : صراط الجنان فی تفسیر القرآن (جلد نہم)

مصنف : شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابو الصالح محمد قاسم القادری مدظلہ العالی

پہلی بار : صفر المظفر ۱۴۳۸ھ، نومبر 2016ء تعداد: 5000(پانچ ہزار)

ناشر : مکتبۃ المدینہ فیضان مدینہ محلّہ سوداگران پرانی سبزی منڈی باب المدینہ، کراچی

مکتبۃ المدینہ کی شاخیں

شاخ		پتہ	فون
❁……باب المدینہ (کراچی)	:	شہید مسجد، کھارادر، باب المدینہ کراچی	021-34250168
❁……مرکزالاولیاء (لاہور)	:	داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ	042-37311679
❁……سردار آباد (فیصل آباد)	:	امین پور بازار	041-2632625
❁……کشمیر	:	چوک شہیداں، میر پور	058274-37212
❁……زم زم نگر (حیدرآباد)	:	فیضانِ مدینہ، آفندی ٹاؤن	022-2620122
❁……مدینۃ الاولیاء (ملتان)	:	نزد پیپل والی مسجد، اندرون بوہڑ گیٹ	061-4511192
❁……اوکاڑہ	:	کالج روڈ بالمقابل غوثیہ مسجد، نزد تحصیل کونسل ہال	044-2550767
❁……راولپنڈی	:	فضل داد پلازہ، کمیٹی چوک، اقبال روڈ	051-5553765
❁……خان پور	:	دُرانی چوک، نہر کنارہ	068-5571686
❁……نواب شاہ	:	چکرا بازار، نزد MCB	024-44362145
❁……سکھر	:	فیضانِ مدینہ، بیراج روڈ	071-5619195
❁……گوجرانوالہ	:	فیضانِ مدینہ، شیخوپورہ موڑ، گوجرانوالہ	055-4225653
❁……پشاور	:	فیضانِ مدینہ، گلبرگ نمبر 1، النور سٹریٹ، صدر	

E.mail: ilmia@dawateislami.net
www.dawateislami.net

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر ''صراط الجنان فی تفسیر القرآن'' کا مطالعہ کرنے کی نیتیں

فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ : ''نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ'' مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔
(المعجم الکبیر للطبرانی ٦/ ١٨٥ حدیث: ٥٩٤٢)

دو مَدَنی پھول

بغیر اچّھی نیّت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔

جتنی اچّھی نیّتیں زِیادہ، اُتنا ثواب بھی زِیادہ۔

(1) ہر بار تَعَوُّذ و (2) تَسْمِیَہ سے آغاز کروں گا۔ (3) رضائے الٰہی کیلئے اس کتاب کا اوّل تا آخر مطالعہ کروں گا۔ (4) باوضو اور (5) قبلہ رُو مطالعہ کروں گا۔ (6) قرآنی آیات کی درست مخارج کے ساتھ تلاوت کروں گا۔ (7) ہر آیت کی تلاوت کے ساتھ اس کا ترجمہ اور تفسیر پڑھ کر قرآنِ کریم سمجھنے کی کوشش کرونگا اور دوسروں کو اس کی تعلیم دوں گا۔ (8) اپنی طرف سے تفسیر کرنے کے بجائے علمائے حَقّہ کی لکھی گئی تفاسیر پڑھ کر اپنے آپ کو ''اپنی رائے سے تفسیر کرنے'' کی وعید سے بچاؤں گا۔ (9) جن کاموں کے کرنے کا حکم ہے وہ کروں گا اور جن سے منع کیا گیا ہے ان سے دور رہوں گا۔ (10) اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کروں گا اور بدعقیدگی سے خود بھی بچوں گا اور دوسرے اسلامی بھائیوں کو بھی بچانے کی کوشش کروں گا۔ (11) جن پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا انعام ہوا ان کی پیروی کرتے ہوئے رضائے الٰہی پانے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ (12) جن قوموں پر عتاب ہوا ان سے عبرت لیتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے ڈروں گا۔ (13) شانِ رسالت میں نازل ہونے والی آیات پڑھ کر اس کا خوب چرچا کر کے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اپنی محبت و عقیدت میں مزید اضافہ کروں گا۔ (14) جہاں جہاں ''اللہ'' کا نام پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ اور (15) جہاں جہاں ''سرکار'' کا اِسْمِ مبارَک آئے گا وہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پڑھوں گا۔ (16) شرعی مسائل سیکھوں گا۔ (17) اگر کوئی بات سمجھ نہ آئی تو علمائے کرام سے پوچھ لوں گا۔ (18) دوسروں کو یہ تفسیر پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا۔ (19) اس کے مطالعہ کا ثواب آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ساری امت کو ایصال کروں گا۔ (20) کتابت وغیرہ میں شرعی غلطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مطّلع کروں گا۔ (ناشرین و مصنف وغیرہ کو کتابوں کی اغلاط صرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

(شیخ طریقت امیر اہلسنّت بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دَامَتْ بَرَكَاتُهُمُ الْعَالِيَه کے صراط الجنان کی پہلی جلد پر دیئے گئے تاثرات)

کچھ صِراطُ الجنان کے بارے میں......

۱۴۲۲ھ (2002ء) کی بات ہے جب مفتیِ دعوتِ اسلامی الحاج محمد فاروق مَدَنی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْغَنِی ''چل مدینہ'' کے قافلے میں ہمارے ساتھ تھے اور اِس سفرِ حج میں مجھے ان کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ بے حد کم گو، انتہائی سنجیدہ اور کثرت سے تلاوتِ قرآن کرنے والی اِس نہایت پرہیز گار شخصیت کی عَظَمت میرے دل میں گھر کر گئی۔ مکّةُ المکرَّمه زَادَهَا اللّٰهُ شَرَفًا وَّ تَعظِيْماً میں ہمارا مشورہ ہوا کہ اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَيْهِ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن کے ترجمۂ کنز الایمان کی ایک آسان سی تفسیر ہونی چاہئے جس سے کم پڑھے لکھے عوام بھی فائدہ اٹھا سکیں، اَلْحَمْدُ لِلّٰه مفتیِ دعوتِ اسلامی قُدِّسَ سِرُّهُ السَّامِی اِس بابَرَکت خدمت کے لئے بخوشی آمادہ ہوگئے۔ مُجَوَّزہ تفسیر کا نام **صِراطُ الْجِنان** (یعنی جنّتوں کا راستہ) طے ہوا۔ تبرُّکاً مکّةُ المکرَّمه زَادَهَا اللّٰهُ شَرَفًا وَّ تَعظِيْماً ہی میں اِس عظیم کام کا آغاز کر دیا گیا، افسوس! مفتیِ دعوتِ اسلامی قُدِّسَ سِرُّهُ السَّامِی کی زندگی نے ان کا ساتھ نہ دیا، 6 پاروں پر کام کر کے وہ (بروز جمعہ ۱۸ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ) پردہ فرما گئے۔

اللّٰه ربُّ العزّت کی اُن پر رَحمت ہو اور اُن کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔

اٰمِيْن بِجاهِ النَّبِيِّ الْاَمِيْن صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

چونکہ یہ کام انتہائی اہم تھا لہٰذا مَدَنی مرکز کی درخواست پر شیخ الحدیث والتَّفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابو صالح **محمد قاسم** قادری مُدَّظِلُّهُ الْعَالِی نے اس کام کا ازسرِ نو آغاز کیا۔ اگرچہ اس نئے مواد میں مفتیِ دعوتِ اسلامی کے کئے گئے کام کو شامل نہ کیا جا سکا مگر چونکہ بُنیاد انہی نے رکھی تھی اور آغاز بھی مکّةُ المکرَّمه زَادَهَا اللّٰهُ شَرَفًا وَّ تَعظِيْماً کی پُر بہار

فَضاؤں میں ہوا تھا اور ''صِراطُ الْجِنان'' نام بھی وہیں طے کیا گیا تھا لہٰذا حُصُولِ بَرَکت کیلئے یہی نام باقی رکھا گیا ہے۔

کنزالایمان اگرچہ اپنے دور کے اعتبار سے نہایت فصیح ترجمہ ہے تاہم اس کے بے شمار الفاظ ایسے ہیں جو اَب ہمارے یہاں رائج نہ رہنے کے سبب عوام کی فہم سے بالاتر ہیں لہٰذا اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے ترجمۂ قرآن کنزالایمان شریف کو مِن وعَن باقی رکھتے ہوئے اِسی سے روشنی لیکر دورِ حاضر کے تقاضے کے مطابق حضرتِ علامہ مفتی محمد قاسم صاحب مدّظلہٗ نے مَاشَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ ایک اور ترجَمے کا بھی اضافہ فرمایا، اس کا نام **کَنْزُ الْعِرفان** رکھا ہے۔ اِس کام میں دعوتِ اسلامی کی میری عزیز اور پیاری مجلس **المدینۃ العلمیہ** کے **مَدَنی عُلَما** نے بھی حصّہ لیا بالخصوص مولانا **ذُوالقرنَین** مَدَنی سَلَّمَہُ الغَنِی نے خوب معاونت فرمائی اور اس طرح صِراطُ الجِنان کی **3 پاروں** پر مشتمل پہلی جلد (دوسری، تیسری، چوتھی، پانچویں، چھٹی، ساتویں اور آٹھویں جلد کے بعد اب پارہ نمبر 25، 26 اور 27 پر مبنی نویں جلد) آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ **اللہ** تعالٰی الحاج مفتی محمد قاسم صاحب مدّظلہٗ سمیت اِس **کَنْزُ الْاِیْمَانِ فِیْ تَرْجَمَۃِ الْقُرْاٰنِ** وَ **صِرَاطُ الْجِنَانِ فِیْ تَفْسِیْرِ الْقُرْاٰنِ** کے مبارَک کام میں اپنا اپنا حصّہ ملانے والوں کو دنیا وآخرت کی خوب خوب بھلائیاں عنایت فرمائے اور تمام عاشقانِ رسول کیلئے یہ تفسیر نفع بخش بنائے۔

اٰمِین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صَلَّی اللہُ تعالٰی علٰی محمَّد

طالبِ غمِ مدینہ و بقیع ومغفرت و بے حساب جنّت الفردوس میں آقا کا پڑوس
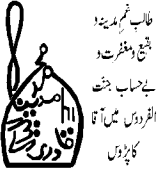
۹ جمادی الاخری ۱۴۳۴ھ

20-04-2013

فہرست

عنوان	صفحہ

(اِلَیۡهِ یُرَدُّ)

پارہ نمبر...... 25

اِلَیْهِ یُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ؕ وَ مَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَ مَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَ لَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَ یَوْمَ یُنَادِیْهِمْ اَیْنَ شُرَكَآءِیْ ۙ قَالُوْۤا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِیْدٍ ﴿ۚ۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: قیامت کے علم کا اسی پر حوالہ ہے اور کوئی پھل اپنے غلاف سے نہیں نکلتا اور نہ کسی مادہ کو پیٹ رہے اور نہ جنے مگر اس کے علم سے اور جس دن انہیں ندا فرمائے گا کہاں ہیں میرے شریک کہیں گے ہم تجھ سے کہہ چکے کہ ہم میں کوئی گواہ نہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: قیامت کے علم کا حوالہ اللہ ہی کی طرف لوٹایا جاتا ہے اور کوئی پھل اپنے غلاف سے نہیں نکلتا اور نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ وہ بچہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے اور جس دن وہ انہیں ندا فرمائے گا: میرے شریک کہاں ہیں؟ تو کہیں گے: ہم تجھ سے کہہ چکے ہیں کہ ہم میں کوئی گواہ نہیں۔

﴿اِلَیْهِ یُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ: قیامت کے علم کا حوالہ اللہ ہی کی طرف کیا جاتا ہے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں فرمایا گیا کہ ’’جو نیکی کرتا ہے وہ اپنی ذات کیلئے ہی کرتا ہے اور جو برائی کرتا ہے تو اپنے خلاف ہی وہ برا عمل کرتا ہے‘‘ اس سے مراد یہ تھی کہ ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزا قیامت کے دن ملے گی، اب گویا کہ کسی نے سوال کیا: قیامت کب واقع ہوگی؟ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا گیا: جب کسی سے قیامت کے بارے میں پوچھا جائے کہ وہ کب واقع ہوگی تو اس پر لازم ہے کہ وہ یہ جواب دے: قیامت واقع ہونے کے وقت کے بارے میں اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے اور مخلوق میں سے کوئی بھی (ازخود) اس کے وقت کے بارے نہیں جان سکتا اور جب قیامت آجائے گی تو اللہ تعالیٰ نیکوں اور گناہگاروں میں جنت و دوزخ کا فیصلہ فرما دے گا۔[1]

[1]......تفسیر کبیر، فصلت، تحت الآیۃ: ۴۷، ۹/۵۷۱، خازن، فصلت، تحت الآیۃ: ۴۷، ۴/۸۸، روح البیان، حم السجدۃ، تحت الآیۃ: ۴۷، ۸/۲۷۵، ملتقطاً۔

قیامت قائم ہونے کے وقت کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت قائم ہونے کے وقت کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، اسی کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَاؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْۚ لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؔۘ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةًؕ یَسْــٴَـلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَاؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اس کے قائم ہونے کا وقت کب ہے؟ تم فرماؤ: اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے، اسے وہی اس کے وقت پر ظاہر کرے گا، وہ آسمانوں اور زمین میں بھاری پڑ رہی ہے، تم پر وہ اچانک ہی آجائے گی۔ آپ سے ایسا پوچھتے ہیں گویا آپ اس کی خوب تحقیق کر چکے ہیں، تم فرماؤ: اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے، لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: قیامت قائم ہونے کے وقت کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونا اس بات کے مُنافی نہیں ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس وقت تک دنیا سے تشریف نہ لے گئے جب تک اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو کچھ ہو چکا، جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ آئندہ ہونے والا ہے، اس کا علم نہ عطا فرما دیا اور اسی میں سے قیامت قائم ہونے کے وقت کا علم ہے البتہ (آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے لوگوں کو بتایا اس لئے نہیں کہ) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ علم چھپانے کا حکم دیا گیا تھا (کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے اَسرار میں سے ہے)۔[2]

نوٹ: اس موضوع پر مزید تفصیل جاننے کیلئے سورۂ اَعراف کی آیت نمبر 187 کے تحت تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

﴿وَ مَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا: اور کوئی پھل اپنے غلاف سے نہیں نکلتا۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ پھل کے غلاف سے برآمد ہونے سے پہلے اس کے اَحوال کو جانتا ہے اور مادہ کے حمل کو اور اس کی ساعتوں کو اور اس کی ولادت کے وقت کو اور اس کے ناقص اور غیر ناقص، اچھے اور برے، نر اور مادہ ہونے وغیرہ سب کو جانتا ہے، لہٰذا جس طرح قیامت

1 ……اعراف: ۱۸۷.

2 ……صاوی، فصلت، تحت الآیة: ۴۷، ۵/۱۸۵۷.

کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اسی طرح ان اُمور کا علم بھی اسی کی طرف منسوب کرنا چاہئے۔

اولیاءِ کرام کی دی ہوئی خبروں پر ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں پر ایک سوال قائم ہوتا ہے کہ اولیائے کرام اور اصحابِ کشف بسا اوقات ان اُمور کی خبریں دیتے ہیں اور وہ صحیح واقع ہوتی ہیں بلکہ کبھی نجومی اور کاہن بھی ان اُمور کی خبریں دیدیتے ہیں تو پھر ان اُمور کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کیسے ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نجومیوں اور کاہنوں کی خبریں تو محض اٹکل کی باتیں ہیں جو اکثر و بیشتر غلط ہو جایا کرتی ہیں اس لئے وہ علم ہی نہیں بلکہ بے حقیقت باتیں ہیں اور اولیاءِ کرام کی خبریں بے شک صحیح ہوتی ہیں اور وہ علم سے فرماتے ہیں لیکن یہ علم ان کا ذاتی نہیں ہوتا بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتا ہے تو حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ کا ہی علم ہوا، غیر کا نہیں۔ (1)

﴿وَ یَوْمَ یُنَادِیْهِمْ: اور جس دن وہ انہیں ندا فرمائے گا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یاد کریں کہ جس دن اللہ تعالیٰ مشرکین سے فرمائے گا: تمہارے گمان اور تمہارے عقیدے میں جو میرے شریک تھے وہ کہاں ہیں؟ جنہیں تم نے دنیا میں گھڑ رکھا تھا اور انہیں تم پوجا کرتے تھے۔ اس کے جواب میں مشرکین کہیں گے: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، ہم تجھ سے کہہ چکے ہیں کہ ہم میں ایسا کوئی گواہ نہیں جو آج یہ باطل گواہی دے کہ تیرا کوئی شریک ہے، (آج) ہم سب مومن اور تیری وحدانیت کا اقرار کرنے والے ہیں۔ مشرکین یہ بات عذاب دیکھ کر کہیں گے اور اسی وجہ سے اپنے بتوں سے بیزار ہونے کا اظہار کریں گے۔ (2)

وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَ ظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِیْصٍ ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور گم گیا اُن سے جسے پہلے پوجتے تھے اور سمجھ لیے کہ اُنھیں کہیں بھاگنے کی جگہ نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جن کو وہ پہلے پوجتے تھے وہ ان سے غائب ہوگئے اور وہ سمجھ گئے کہ ان کے لئے کہیں بھاگنے

1 ……خازن، فصلت، تحت الآية: ٤٧، ٨٨/٤.

2 ……خازن، فصلت، تحت الآية: ٤٧، ٨٨/٤-٨٩، مدارك، فصلت، تحت الآية: ٤٧، ص١٠٧٨، ملتقطاً.

کی جگہ نہیں۔

﴿وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ: اور جن کو وہ پہلے پوجتے تھے وہ ان سے غائب ہوگئے۔﴾ یعنی مشرکین دنیا میں جن بتوں کی عبادت کیا کرتے تھے وہ حشر کے میدان میں نہ ان کی سفارش کریں گے اور نہ ہی ان کی مدد کریں گے تو ان کا وہاں موجود ہونا ایسے ہوگا جیسے یہ وہاں سے غائب ہیں اور مشرکین کو یقین ہو جائے گا کہ اب ان کیلئے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے اور جہنم سے کہیں بھاگ جانے کی کوئی جگہ نہیں۔[1]

لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ٘ وَ اِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَــٴُوْسٌ قَنُوْطٌ ﴿٤٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: آدمی بھلائی مانگنے سے نہیں اُکتاتا اور کوئی برائی پہنچے تو ناامید آس ٹوٹا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آدمی بھلائی مانگنے سے نہیں اُکتاتا اور اگر اسے کوئی برائی پہنچے تو بہت ناامید، بڑا مایوس ہوجاتا ہے۔

﴿لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ: آدمی بھلائی مانگنے سے نہیں اُکتاتا۔﴾ یعنی کافر انسان ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے مال، امیری اور تندرستی مانگتا رہتا ہے اور اگر اسے کوئی سختی، مصیبت اور معاش کی تنگی پہنچے تو وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے بہت ناامید اور بڑا مایوس ہوجاتا ہے۔[2]

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی کافر کا وصف ہے

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل سے مایوس ہوجانا کافر کا وصف ہے، جیسا کہ سورۂ یوسف میں ہے:

اِنَّهٗ لَا يَايْــٴَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ کی رحمت سے کافر لوگ ہی ناامید ہوتے ہیں۔

مومن کی یہ شان نہیں کہ وہ مصیبتوں، پریشانیوں اور تنگدستی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہوجائے۔

1 ......جلالين صاوى، فصلت، تحت الآية: ٤٨، ١٨٥٧/٥، روح البيان، حم السجدة، تحت الآية: ٤٨، ٢٧٦/٨، ملتقطاً.
2 ......خازن، فصلت، تحت الآية: ٤٩، ٨٩/٤، مدارك، فصلت، تحت الآية: ٤٩، ص١٠٧٨، ملتقطاً.
3 ......يوسف: ٨٧.

حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو گناہگار آدمی اللّٰہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھتا ہے وہ اس بندے سے زیادہ اللّٰہ تعالیٰ کی رحمت کے قریب ہوتا ہے جو بڑا عبادت گزار ہونے کے باوجود اللّٰہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہوتا ہے اور اللّٰہ تعالیٰ کا اطاعت گزار ہونے کے باوجود یہ امید نہیں رکھتا کہ اسے اللّٰہ تعالیٰ کی رحمت ملے گی۔[(1)]

مراد یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ سے اچھی امید رکھنی چاہیے، یہ نہیں کہ آدمی عمل کر کے یا بغیر عمل کے بے خوف ہوجائے کہ یہ جرأت ہے۔

وَلَئِنۡ اَذَقۡنٰهُ رَحۡمَةً مِّنَّا مِنۡۢ بَعۡدِ ضَرَّآءَ مَسَّتۡهُ لَيَقُوۡلَنَّ هٰذَا لِىۡ ۙ وَمَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنۡ رُّجِعۡتُ اِلٰى رَبِّىۡۤ اِنَّ لِىۡ عِنۡدَهٗ لَلۡحُسۡنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِمَا عَمِلُوۡا ۟ وَلَنُذِيۡقَنَّهُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ غَلِيۡظٍ ۝۵۰

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم اُسے کچھ اپنی رحمت کا مزہ دیں اس تکلیف کے بعد جو اُسے پہنچی تھی تو کہے گا یہ تو میری ہے اور میرے گمان میں قیامت قائم نہ ہوگی اور اگر میں رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو ضرور میرے لیے اس کے پاس بھی خوبی ہی ہے تو ضرور ہم بتادیں گے کافروں کو جو اُنھوں نے کیا اور ضرور انھیں گاڑھا عذاب چکھائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم اسے اس تکلیف کے بعد جو اسے پہنچی تھی اپنی رحمت کا مزہ چکھائیں تو ضرور کہے گا: یہ تو میرا حق ہے اور میرے گمان میں قیامت قائم نہ ہوگی اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو ضرور میرے لیے اس کے پاس بھی بھلائی ہی ہے تو ضرور ہم کافروں کو ان کے اعمال کی خبر دیں گے اور ضرور ضرور انہیں سخت عذاب چکھائیں گے۔

﴿وَلَئِنۡ اَذَقۡنٰهُ رَحۡمَةً مِّنَّا مِنۡۢ بَعۡدِ ضَرَّآءَ مَسَّتۡهُ: اور اگر ہم اسے اس تکلیف کے بعد جو اسے پہنچی تھی اپنی رحمت کا

---

(1)......مسند الفردوس، باب العين، فصل من ذوات الالف واللام، ۳/۱۵۹، الحديث: ۴۴۲۷.

مزہ چکھائیں۔ یہاں سے کافر انسان کا دوسرا حال بیان کیا جارہا ہے کہ اگر ہم اسے بیماری کے بعد صحت، سختی کے بعد سلامتی اور تنگدستی کے بعد مال و دولت عطا فرما کر اپنی رحمت کا مزہ چکھائیں تو وہ کہنے لگتا ہے کہ ''یہ تو خالص میرا حق ہے جو مجھے ملا ہے اور میں اپنے عمل کی وجہ سے اس کا مستحق ہوا ہوں اور میرے گمان میں قیامت قائم نہ ہوگی اور اگر بالفرض مسلمانوں کے کہنے کے مطابق قیامت قائم ہوئی اور میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف لوٹایا بھی گیا تو ضرور میرے لیے اس کے پاس بھی دنیا کی طرح عیش و راحت اور عزت و کرامت ہے۔ فرمایا گیا کہ اس کا یہ گمان فاسد ہے، ضرور ہم ان کے قبیح اعمال، ان اعمال کے نتائج اور جس عذاب کے وہ مستحق ہیں اس سے انہیں آگاہ کردیں گے اور ضرور ضرور انہیں انتہائی سخت عذاب چکھائیں گے۔[1]

وَ اِذَاۤ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَ نَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِیْضٍ ﴿۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ہم آدمی پر احسان کرتے ہیں تو منہ پھیر لیتا ہے اور اپنی طرف دُور ہٹ جاتا ہے اور جب اُسے تکلیف پہنچتی ہے تو چوڑی دعا والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ہم آدمی پر احسان کرتے ہیں تو منہ پھیر لیتا ہے اور اپنی طرف دور ہٹ جاتا ہے اور جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو (لمبی) چوڑی دعا (مانگنے) والا بن جاتا ہے۔

﴿وَ اِذَاۤ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ: اور جب ہم آدمی پر احسان کرتے ہیں تو منہ پھیر لیتا ہے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں کفار کے قبیح اَقوال بیان کئے گئے اور اس آیت میں ان کے قبیح اَفعال بیان کئے جارہے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جب ہم کافر انسان پر احسان کرتے ہیں تو وہ اس احسان کا شکر ادا کرنے سے منہ پھیر لیتا ہے اور اس نعمت پر اِترانے لگتا ہے اور نعمت دینے والے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کو بھول جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے تکبر کرتا ہے اور جب اسے

1 ......مدارك، فصلت، تحت الآية: ۵۰، ص۱۰۷۹، خازن، فصلت، تحت الآية: ۵۰، ۴/۸۹، ملتقطاً.

کسی قسم کی پریشانی، بیماری یا ناداری وغیرہ کی تکلیف پیش آتی ہے تو اس وقت وہ خوب لمبی چوڑی دعائیں کرتا، روتا اور گڑگڑاتا ہے اور لگاتار دعائیں مانگے جاتا ہے۔[1]

راحت میں اللہ تعالیٰ کو بھول جانا اور صرف مصیبت میں دعا کرنا کفار کا طریقہ ہے

کافر کی اس طرح کی حالت کو بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِذَاۤ اَنۡعَمۡنَا عَلَی الۡاِنۡسَانِ اَعۡرَضَ وَ نَاٰ بِجَانِبِہٖ ۚ وَ اِذَا مَسَّہُ الشَّرُّ کَانَ یَـُٔوۡسًا[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ہم انسان پر احسان کرتے ہیں تو وہ منہ پھیر لیتا ہے اور اپنی طرف سے دور ہٹ جاتا ہے اور جب اسے برائی پہنچتی ہے تو مایوس ہو جاتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ راحت کے دنوں میں اللہ تعالیٰ کو بھول جانا اور صرف مصیبت کے اَیّام میں دعا کرنا کفار کا طریقہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے کیونکہ یہاں دعا مانگنے پر عتاب نہیں کیا گیا بلکہ راحت میں دعا نہ مانگنے پر عتاب کیا گیا ہے۔ نیز یہ عمل مَصائب و آلام کے وقت مانگی جانے والی دعاؤں کے قبول نہ ہونے کا سبب بھی بن سکتا ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جسے یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ سختیوں اور مصیبتوں میں اس کی دعا قبول فرمائے تو اسے چاہئے کہ وہ صحت اور کشادگی کی حالت میں کثرت سے دعا کیا کرے۔''[3]

لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ راحت میں، آسانی میں، تنگی میں، مشکلات میں اور مَصائب و آلام کے وقت الغرض ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگا کریں اور اس سلسلے میں کافروں کی رَوِش پر چلنے سے بچیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

مصیبتوں کا سامنا تسلیم و رضا اور صبر و استقلال سے کریں

اس آیت سے اشارۃً معلوم ہوا کہ بندے پر نازل ہونے والی ہر بلا، مصیبت، نعمت، رحمت، تنگی اور آسانی

1 ......مدارك، فصلت، تحت الآية: ٥١، ص١٠٧٩، ملخصاً.

2 ......بنی اسرائيل: ٨٣.

3 ......ترمذی، كتاب الدعوات، باب ما جاء انّ دعوة المسلم مستجابة، ٥/٢٤٨، الحديث: ٣٣٩٣.

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے تو اگر بندہ مَصائب وآلام، مشکلات، تنگیوں، سختیوں اور آسانیوں وغیرہ کا سامنا تسلیم و رضا، صبر واستقلال اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کرے تو وہ ہدایت پانے والوں اور مُقرّب بندوں میں سے ہے اور اگر ان کا سامنا کفر کے ساتھ کرے اور مصیبتوں وغیرہ میں شکوہ شکایت کرنا شروع کر دے تو وہ بد بختوں، گمراہوں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہونے والوں میں سے ہے۔ [1]

لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ زندگی میں آنے والی مشکلات وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہیں اور ہر مشکل اور مصیبت میں اچھی طرح صبر کیا کریں۔ حدیثِ قُدسی میں ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''جب میں اپنے بندوں میں سے کسی بندے کی طرف اس کے بدن میں، اس کے مال میں یا اس کی اولاد میں کوئی مصیبت بھیجوں، پھر وہ اس مصیبت کا سامنا اچھی طرح صبر کرنے کے ساتھ کرے تو میں قیامت کے دن اس کے لئے میزان نصب کرنے یا اس کا نامۂ اعمال کھولنے سے حیا فرماؤں گا۔ [2]

اللہ تعالیٰ ہمیں عافِیَّت نصیب فرمائے اور اگر زندگی میں کوئی مشکل یا مصیبت آئے تو اس پر صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِیْ شِقَاقٍۭ بَعِیْدٍ ﴿۵۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ بھلا بتاؤ اگر یہ قرآن اللہ کے پاس سے ہے پھر تم اس کے منکر ہوئے تو اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو دور کی ضد میں ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: بھلا دیکھو کہ اگر یہ قرآن اللہ کے پاس سے ہو پھر تم اس کے منکر بنو تو اس سے بڑھ کر گمراہ

1 ......روح البیان، حم السجدة، تحت الآیة: ۵۱، ۸/۲۸۰، ملخصاً.

2 ......مسند شهاب قضاعی، اذا وجّهت الی عبد من عبیدی مصیبة... الخ، ۲/۳۳۰، الحدیث: ۱۴۶۲.

کون جو دور کی ضد و مخالفت میں ہے؟

﴿قُلْ:تم فرماؤ۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ مکہ مکرمہ کے کافروں سے فرما دیں: اگر یہ قرآنِ پاک اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے نازل ہوا ہے جیسا کہ میں تم سے یہی بات کہتا ہوں اور قطعی دلائل سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے، پھر تم اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا انکار کرو تو مجھے بتاؤ: اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو دور کی ضد اور حق کی مخالفت میں پڑا ہوا ہے؟[1]

سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّؕ اَوَ لَمْ یَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ابھی ہم اُنھیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود اُن کے آپے میں یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے کیا تمہارے رب کا ہر چیز پر گواہ ہونا کافی نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ابھی ہم انہیں آسمان و زمین کی وسعتوں میں اور خود ان کی ذاتوں میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان کیلئے بالکل واضح ہو جائے گا کہ بیشک وہی حق ہے اور کیا تمہارے رب کا ہر چیز پر گواہ ہونا کافی نہیں؟

﴿سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا: ابھی ہم انہیں اپنی نشانیاں دکھائیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ابھی ہم کفارِ قریش کو آسمان و زمین کی وسعتوں میں اور خود ان کی اپنی ذاتوں میں قرآن کریم کی حقّانِیّت اور اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے پر دلالت کرنے والی اپنی نشانیاں دکھائیں گے، یہاں تک کہ ان کیلئے بالکل واضح ہو جائے گا کہ بیشک قرآن ہی حق ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور اس میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے، اعمال کا حساب لئے جانے اور ان کے کفر پر انہیں سزا دیئے جانے کا جو بیان ہوا ہے وہ بھی حق ہے اور اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ کا ہر چیز پر گواہ ہونا آپ کی سچائی کے لئے انہیں کافی نہیں؟

1 ......جلالین، فصلت، تحت الآیة: ۵۲، ص۴۰۱، مدارک، فصلت، تحت الآیة: ۵۲، ص۱۰۷۹، ملتقطاً.

آفاقی نشانیوں کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ ان سے مراد سورج، چاند، ستارے، نباتات اور حیوان ہیں کیونکہ یہ سب اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت پر دلالت کرنے والے ہیں۔ حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ ان نشانیوں سے مراد گزری ہوئی اُمتوں کی اُجڑی ہوئی بستیاں ہیں جن سے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے والوں کا حال معلوم ہوتا ہے، اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ ان نشانیوں سے مشرق و مغرب کی وہ فتوحات مراد ہیں جو اللّٰہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے نیازمندوں کو عنقریب عطا فرمانے والا ہے۔

کفار کی ذات میں نشانیوں سے مراد یہ ہے کہ ان کی ہستیوں میں اللّٰہ تعالیٰ کی صَنعت اور حکمت کے لاکھوں لطائف اور بے شمار عجائبات موجود ہیں جن سے ظاہر ہے کہ ان چیزوں پر اللّٰہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی قادر نہیں، یا اس سے مراد یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے بدر میں کفار کو مغلوب کیا اور ان پر قہر نازل کر کے خود ان کے اپنے اَحوال میں اپنی نشانیوں کا مشاہدہ کرا دیا، یا اس سے مراد یہ ہے کہ مکہ مکرمہ فتح فرما کر اُن میں اپنی نشانیاں ظاہر کر دیں گے۔ [1]

اَلَاۤ اِنَّهُمۡ فِیۡ مِرۡیَةٍ مِّنۡ لِّقَآءِ رَبِّهِمۡ ؕ اَلَاۤ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیۡءٍ مُّحِیۡطٌ ﴿۵۴﴾ ع٦

ترجمۂ کنزالایمان: سنو انہیں ضرور اپنے رب سے ملنے میں شک ہے سنو وہ ہر چیز کو محیط ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: سن لو! بیشک یہ کافر اپنے رب سے ملنے کے متعلق شک میں ہیں۔ خبردار! وہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔

﴿اَلَاۤ اِنَّهُمۡ فِیۡ مِرۡیَةٍ مِّنۡ لِّقَآءِ رَبِّهِمۡ: **سن لو! بیشک یہ کافر اپنے رب سے ملنے کے متعلق شک میں ہیں۔**﴾ ارشاد فرمایا کہ سن لو! بیشک یہ کافر اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے ملنے کے بارے شک میں ہیں کیونکہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور قیامت کے قائل نہیں ہیں، اسی لئے وہ اس میں غور وفکر کرتے ہیں، نہ اس کا علم رکھتے ہیں اور نہ ہی اس سے ڈرتے ہیں بلکہ وہ ان کے نزدیک ایک باطل چیز ہے جس کی انہیں کوئی پرواہ نہیں حالانکہ قیامت ضرور واقع ہوگی اور اس کے

[1] ……روح البیان، حم السجدة، تحت الآیة: ٥٣، ٨/٢٨١، جلالین، فصلت، تحت الآیة: ٥٣، ص ٤٠١، خازن، فصلت، تحت الآیة: ٥٣، ٤/٨٩، ملتقطاً.

واقع ہونے میں کسی طرح کا کوئی شک نہیں ہے۔ انہیں خبر دار ہو جانا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے علم اور قدرت سے ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے، کوئی چیز اس کے علم کے اِحاطے سے باہر نہیں اور اس کی معلومات کی کوئی انتہا نہیں تو وہ انہیں ان کے کفر اور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے ملنے کے متعلق شک کرنے پر سزا دے گا۔[1]

شیطان آخرت کے بارے میں شک ڈال کر دھوکہ دیتا ہے

اس آیت میں بیان ہوا کہ کفار آخرت کے بارے شک میں مبتلا ہیں البتہ کچھ مسلمانوں کی عملی حالت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بھی آخرت کے بارے میں دھوکے کا شکار ہیں، جیسا کہ امام محمد غزالی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں: شیطان آخرت کے بارے میں شک ڈال کر اس کے ذریعے دھوکہ دیتا ہے اور اس کا علاج یا تو تقلیدی یقین ہے یا باطنی بصیرت و مشاہدہ ہے اور وہ لوگ جو اپنے عقائد اور زبان سے مومن ہیں، جب وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو ضائع کر دیتے ہیں، نیک اعمال کو چھوڑ دیتے ہیں اور خواہشات اور گناہوں کا لباس پہن لیتے ہیں تو اس دھوکے میں وہ بھی کفار کے ساتھ شریک ہو جاتے ہیں کیونکہ انہوں نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی البتہ مومن کا معاملہ ذرا ہلکا اور آسان ہے کیونکہ اس کا ایمان اسے دائمی عذاب سے محفوظ رکھتا ہے، لہٰذا وہ جہنم سے نکل جائیں گے اگرچہ کچھ وقت کے بعد ہو، لیکن دھوکے میں یہ بھی ہیں، انہوں نے اس بات کا اعتراف کیا کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے لیکن اس کے باوجود وہ دنیا کی طرف مائل ہوئے اور اس کو ترجیح دی اور کامیابی کے لئے محض ایمان کافی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک میں اس آدمی کو بہت بخشنے والا ہوں جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا پھر ہدایت پر رہا۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ کی رحمت نیک لوگوں کے قریب ہے۔

---

1 ......جلالین، فصلت، تحت الآیة: ٥٤، ص ٤٠١، مدارك، فصلت، تحت الآیة: ٥٤، ص ١٠٨٠، ابن کثیر، فصلت، تحت الآیة: ٥٤، ١٧١/٧، خازن، فصلت، تحت الآیة: ٥٤، ٩٠/٤، ملتقطاً.

2 ......طٰہٰ:٨٢.

3 ......اعراف:٥٦.

پھر نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: احسان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔ (1)

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ الْعَصْرِ ۙ(۱) اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۙ(۲) اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۬ۙ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: زمانے کی قسم۔ بیشک آدمی ضرور نقصان میں ہے۔ مگر جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

تو پورے قرآنِ پاک میں مغفرت کا وعدہ ایمان اور نیک اعمال سے مُنسلِک ہے صرف ایمان کے ساتھ نہیں۔ تو وہ لوگ بھی دھوکے میں ہیں جو دُنْیَوی زندگی پر مُطْمَئِن اور خوش ہیں، اس کی لذّات میں ڈوبے ہوئے اور اس سے محبت کرنے والے ہیں اور صرف دُنْیَوی لذّات کے فوت ہونے کے خوف سے موت کو ناپسند کرتے ہیں۔ (3)

اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے اور کثرت سے نیک اعمال کر کے اپنی آخرت کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

---

1 ......بخاری، کتاب الایمان، باب سؤال جبریل النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن الایمان... الخ، ۱/۳۱، الحدیث: ۵۰.

2 ......عصر: ۱-۳.

3 ......احیاء علوم الدین، کتاب ذمّ الغرور، بیان ذمّ الغرور وحقیقتہ وامثلتہ، ۳/۴۶۸-۴۶۹.

سُوْرَةُ الشُّوْرٰى

سورۂ شُوریٰ کا تعارف

مقامِ نزول

جمہور مفسرین کے نزدیک سورۂ شوریٰ مکیہ ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے ایک قول یہ مروی ہے کہ اس سورت کی چار آیتیں مدینہ طیبہ میں نازل ہوئیں، اُن میں سے پہلی آیت " **قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا** " ہے۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **5** رکوع، **53** آیتیں، **860** کلمے اور **3588** حروف ہیں۔[2]

''شوریٰ'' نام رکھنے کی وجہ

شوریٰ کا معنی ہے مشورہ، اور یہ لفظ اس سورت کی آیت نمبر 38 میں موجود ہے جس میں مسلمانوں کا یہ وصف بیان کیا گیا کہ ان کا کام ان کے باہمی مشورے سے ہوتا ہے۔ اس مناسبت سے اس کا نام ''سورۂ شوریٰ'' رکھا گیا ہے۔

سورۂ شوریٰ کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت درست ہونے، لوگوں کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزاء و سزاء ملنے کی تصدیق کرنے اور اللہ تعالیٰ کی وحی کے بارے میں کلام کیا گیا ہے۔ نیز اس میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں،

(1)......اس کی ابتداء میں بیان کیا گیا کہ جس طرح لوگوں تک اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے تمام اَنبیاء و مُرسلین عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وحی فرمائی اسی طرح اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف بھی وحی فرمائی۔

1......خازن، تفسير سورة الشورى، ٤/٩٠.

2......خازن، تفسير سورة الشورى، ٤/٩٠.

(2)...... یہ بیان کیا گیا کہ زمین و آسمان میں موجود ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور اس کی عظمت و شان یہ ہے کہ اس کی کبریائی کی ہیبت سے آسمان جیسی عظیم مخلوق پھٹنے کے قریب ہو جاتی ہے۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح کرتے ہیں اور زمین والوں کے لئے مغفرت کی دعا مانگتے ہیں اور مشرکین کے تمام اعمال اللہ تعالیٰ کے سامنے ہیں۔

(3)...... یہ بتایا گیا کہ تمام نبیوں کو ایک ہی حکم دیا گیا اور وہ یہ کہ وہ دین کو صحیح طریقے سے قائم کریں یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین پر جس طرح عمل کرنے کا فرمایا گیا ہے، بغیر کسی کمی بیشی کے اسی طرح عمل کریں۔

(4)...... نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی صداقت ظاہر ہونے کے باوجود ان کی نبوت و رسالت کا انکار کرنے والے کافروں کا رد کیا گیا اور انہیں اس قیامت کے قریب ہونے سے ڈرایا گیا جس کے جلد واقع ہونے کا مشرکین مطالبہ کرتے ہیں اور اہلِ ایمان اس سے خوفزدہ ہوتے ہیں، نیز قیامت کے دن کے ہَولناک عذابات ذکر کئے گئے تاکہ کفار کے دلوں میں ڈر پیدا ہو اور جنتی نعمتوں کے اوصاف بیان کئے گئے تاکہ نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں کو عظیم ثواب کی بشارت ملے۔

(5)...... یہ بتایا گیا کہ رزق اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے اور وہ حکمت و مَصلحت کے مطابق اپنی مخلوق کو عطا کرتا ہے۔ مزید یہ فرمایا کہ جو صرف دنیا کے لئے عمل کرتا ہے وہ آخرت کی خیر سے محروم رہے گا اور جس نے آخرت کے لئے عمل کئے تو وہ دونوں جہاں کی بھلائیاں پائے گا۔

(6)...... زمین و آسمان اور ان کے درمیان موجود تمام چیزوں کی تخلیق، ان دونوں میں ہر طرح کا تَصَرُّف کرنے پر قدرت اور سمندروں میں کشتیوں کو چلانے کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت پر استدلال کیا گیا اور یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی صَنعت کے عظیم شاہکار ہیں۔

(7)...... یہ بتایا گیا کہ دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کرنے والے وہ لوگ ہیں جو آخرت کے لئے عمل کریں، بے حیائی کے کاموں سے بچیں، بدلہ لینے پر قادر ہونے کے باوجود معاف کر دیں، اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے احکامات کی پیروی کریں، علم اور معرفت رکھنے والوں سے مشورہ کریں، ظلم اور سرکشی کرنے والوں کو سزا دیں اور مصیبت آنے پر صبر کریں وغیرہ۔

(8)...... جہنم کی ہَولناکیاں، اہلِ جہنم کا نقصان میں ہونا، عذاب دیکھ کر دنیا کی طرف لوٹ جانے کی تمنا کرنا وغیرہ چیزیں بیان کی گئیں تاکہ سب لوگ اچانک آ جانے والی قیامت سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی شریعت کی پیروی

کرنے لگ جائیں اور اللہ تعالیٰ کی دعوت کو قبول کرلیں۔

(9)......اس سورت کے آخر میں بیان کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی مَشِیَّت کے مطابق اولاد عطا کر دے اور جسے چاہے نہ عطا کرے، نیز وحی کی اَقسام اور قرآنِ پاک کی عظمت وشان بیان کی گئی کہ یہ آخری آسمانی کتاب ہے۔

سورۂ حٰمٓ السَّجدہ کے ساتھ مناسبت

سورۂ شوریٰ کی اپنے سے ماقبل سورت "حٰمٓ السَّجدہ" کے ساتھ **ایک مناسبت یہ ہے** کہ دونوں سورتوں میں کفار کے عقائد کے بارے میں بحث کی گئی ہے اور انہیں عذاب کی وعید سنائی گئی ہے نیز دونوں سورتوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت پر زمینی اور آسمانی دلائل بیان کئے گئے ہیں۔ **دوسری مناسبت یہ ہے** کہ دونوں سورتوں میں مسلمانوں کو جنت اور اس کی نعمتوں تک پہنچانے والے دینِ حق یعنی اسلام پر اِستقامت کے ساتھ قائم رہنے کی ترغیب دی گئی اور کفار کو جہنم کے ہَولناک عذابات تک پہنچانے والے عمل یعنی دینِ حق سے اِنحراف کرنے پر ڈرایا گیا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ عٓسٓقٓ ﴿۲﴾ كَذٰلِكَ يُوۡحِىۡۤ اِلَيۡكَ وَاِلَى الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكَ ۙ اللّٰهُ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یونہی وحی فرماتا ہے تمہاری طرف اور تم سے اگلوں کی طرف اللہ عزت و حکمت والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: حٰمٓ۔ عٓسٓقٓ۔ عزت و حکمت والا اللہ تمہاری طرف اور تم سے پہلے لوگوں کی طرف یونہی وحی فرماتا ہے۔

﴿حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ عٓسٓقٓ﴾ ان حروف کا تعلق حروفِ مُقَطَّعات سے ہے، ان کا معنی اور انہیں جدا جدا بیان کرنے کی حکمت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔[1]

﴿كَذٰلِكَ: یونہی۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جس طرح آپ سے پہلے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف ہم نے غیبی خبریں وحی فرمائیں اسی طرح آپ کی طرف بھی عزت و حکمت والا اللہ تعالیٰ غیبی خبریں وحی فرماتا ہے۔[2]

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بعد اب کوئی نبی نہیں بن سکتا

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو یہاں اُس کا اِس طرح ذکر ہوتا کہ یوں ہی ہم آئندہ نبیوں کی طرف بھی وحی کریں گے اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام چونکہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے پہلے کے نبی ہیں لہٰذا اب ان کا تشریف لانا اس آیت کے خلاف نہیں۔

لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِؕ وَ هُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہی بلندی و عظمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور وہی بلندی والا، عظمت والا ہے۔

﴿لَهٗ: اسی کا ہے۔﴾ یعنی زمین و آسمان میں موجود تمام چیزوں کا خالق، مالک اور انہیں جاننے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، اس کی شان بھی بلند ہے اور اس کی مِلکیّت، قدرت اور حکمت بھی عظیم ہے۔ یاد رہے کہ حقیقی عظمت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور اس کے اپنے محبوب بندوں کو جو عظمت حاصل ہے یہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہے۔[3]

---

1 ......تفسیر کبیر، الشوری، تحت الآیة: ١-٢، ٩/٥٧٥، ملخصاً.

2 ......خازن، الشوری، تحت الآیة: ٣، ٤/٩٠، مدارك، الشوری، تحت الآیة: ٣، ص ١٠٨١، ملتقطاً.

3 ......روح البیان، الشوری، تحت الآیة: ٤، ٨/٢٨٧.

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِی الْاَرْضِؕ اَلَاۤ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: قریب ہوتا ہے کہ آسمان اپنے اوپر سے شق ہوجائیں اور فرشتے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے اور زمین والوں کے لیے معافی مانگتے ہیں سن لو بے شک اللہ ہی بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: قریب ہے کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ جائیں اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور زمین والوں کے لیے معافی مانگتے ہیں۔ سن لو! بیشک اللہ ہی بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ: قریب ہے کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ جائیں۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت وہَیبت اور اس کی بلند شان کا یہ عالَم ہے کہ اس کی کبریائی کی ہیبت سے آسمان جیسی عظیم الشّان مخلوق اپنے اوپر سے پھٹنے کے قریب ہوجاتی ہے، اور فرشتے اپنے رب تعالیٰ کی حمد کے ساتھ ہر اس چیز سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں جو اس کی شان کے لائق نہیں اور وہ زمین والوں کے لیے معافی مانگتے ہیں۔

یہاں زمین والوں سے مراد اہلِ ایمان ہیں جیسا کہ ایک اور آیت میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا [1] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور مسلمانوں کی بخشش مانگتے ہیں۔

اور ایمان والوں کے لئے معافی مانگنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کافر اس لائق نہیں ہیں کہ فرشتے ان کے لئے استغفار کریں، البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ وہ کافروں کے لئے یہ دعا کریں کہ اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، انہیں ایمان کی توفیق دے کر اُن کی مغفرت فرما۔ [2]

آیت ” وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِی الْاَرْضِ “ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے 3 مسئلے معلوم ہوئے،

1 ......مومن: ۷۔

2 ......روح البیان، الشوری، تحت الآیۃ: ۵، ۸/۲۸۷، خازن، الشوری، تحت الآیۃ: ۵، ۴/۹۰، ملتقطاً۔

(1)......فرشتوں کی شفاعت برحق ہے۔

(2)......فرشتوں کو اس شفاعت کا اِذن مل چکا ہے اور آج بھی وہ مسلمانوں کی شفاعت کررہے ہیں، جب فرشتے شفاعت کررہے ہیں تو پھر حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی شفاعت میں کیسے تأمُّل ہوسکتا ہے۔

(3)...... جب اللہ تعالیٰ کسی کو کچھ دینا چاہتا ہے تو مقبول بندوں کی دعا سے بھی دیتا ہے، جیسا کہ اس آیت سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بخشنا چاہتا ہے تو فرشتوں سے کہہ دیا ہے کہ ان کے لئے بخشش مانگا کرو۔

وَالَّذِيۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِيَآءَ اللّٰهُ حَفِيۡظٌ عَلَيۡهِمۡ ۖ وَمَاۤ اَنۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِوَكِيۡلٍ ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنہوں نے اللہ کے سوا اور والی بنا رکھے ہیں وہ اللہ کی نگاہ میں ہیں اور تم اُن کے ذمہ دار نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنہوں نے اللہ کے سوا (بتوں کو) مددگار بنا رکھا ہے اللہ ان پر نگران ہے اور تم ان کے کاموں پر ذمہ دار نہیں۔

﴿وَالَّذِيۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِيَآءَ: اور جنہوں نے اللہ کے سوا مددگار بنا رکھے ہیں۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ ’’اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ کی قوم کے وہ مشرکین جو اللہ تعالیٰ کی بجائے بتوں کو پوجتے اور انہیں اپنا معبود سمجھتے ہیں، اُن کے تمام اَعمال اور اَفعال اللہ تعالیٰ کے سامنے ہیں، وہ قیامت کے دن انہیں ان کا بدلہ ضرور دے گا، اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ کی ذمہ داری بس انہیں ڈر سنانا ہے، لہٰذا آپ سے اُن کے اَفعال کا مُواخذہ نہ ہوگا، آپ انہیں رسالت کی تبلیغ کریں ان سے حساب لینا ہمارے ذمے ہے۔[1]

وَكَذٰلِكَ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنۡذِرَ اُمَّ الۡقُرٰى وَمَنۡ

[1]......تفسیر طبری، الشوری، تحت الآیة: ٦، ١١/١٢٩، خازن، الشوری، تحت الآیة: ٦، ٤/٩١، ملتقطاً۔

حَوْلَهَا وَ تُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَ فَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۝۷

ترجمۂ کنزالایمان: اور یونہی ہم نے تمہاری طرف عربی قرآن وحی بھیجا کہ تم ڈراؤ سب شہروں کی اصل مکہ والوں کو اور جتنے اس کے گرد ہیں اور تم ڈراؤ اکٹھے ہونے کے دن سے جس میں کچھ شک نہیں ایک گروہ جنت میں ہے اور ایک گروہ دوزخ میں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یونہی ہم نے تمہاری طرف عربی قرآن کی وحی بھیجی تا کہ تم مرکزی شہر اور اس کے ارد گرد رہنے والوں کو ڈر سناؤ اور تم جمع ہونے کے دن سے ڈراؤ جس میں کچھ شک نہیں۔ ایک گروہ جنت میں ہے اور ایک گروہ دوزخ میں۔

﴿وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا : اور یونہی ہم نے تمہاری طرف عربی قرآن کی وحی بھیجی۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جس طرح ہم نے آپ کی طرف یہ وحی فرمائی کہ آپ ان مشرکین کے کاموں پر ذمہ دار نہیں اسی طرح ہم نے آپ کی طرف عربی قرآن کی وحی بھیجی تا کہ آپ (بطورِ خاص) مرکزی شہر مکہ مکرمہ اور اس کے ارد گرد رہنے والوں کو ڈر سنائیں اور انہیں قیامت کے دن سے ڈرائیں جس میں اللہ تعالیٰ اَوّلین و آخرین اور آسمان و زمین والوں سب کو جمع فرمائے گا اور اس میں کچھ شک نہیں، اس دن جمع ہونے کے بعد پھر سب اس طرح علیحدہ علیحدہ ہوں گے کہ ان میں سے ایک گروہ جنت میں جائے گا اور ایک گروہ دوزخ میں داخل ہو جائے گا۔[1]

قیامت کے دن کو جمع کا دن فرمائے جانے کی وجہ

یہاں آیت میں قیامت کے دن کو ''جمع ہونے کا دن'' فرمایا گیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس دن میں اللہ تعالیٰ تمام زمین و آسمان والوں کو جمع فرمائے گا جیسا کہ دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

1 ……تفسیر کبیر، الشوری، تحت الآیۃ: ۷، ۹/۵۸۰، خازن، الشوری، تحت الآیۃ: ۷، ۴/۹۱، ملتقطاً.

یَوۡمَ یَجۡمَعُکُمۡ لِیَوۡمِ الۡجَمۡعِ[1] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** جس دن وہ جمع ہونے کے دن تمہیں اکٹھا کرے گا۔

نیز اس دن روحوں اور جسموں کو جمع کیا جائے گا، ہر عمل کرنے والے اور اس کے عمل کو جمع کیا جائے گا، ظالم اور مظلوم کو جمع کیا جائے گا اس لئے قیامت کے دن کو جمع کا دن فرمایا گیا۔[2]

حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ جنّتیوں اور جہنمیوں کے بارے میں اور ان کی تعداد جانتے ہیں

آیت کے آخر میں فرمایا گیا کہ ’’ایک گروہ جنت میں ہے اور ایک گروہ دوزخ میں‘‘ اور حدیثِ پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو یہ معلوم ہے کہ کون جنت میں جائے گا اور کون جہنم میں داخل ہوگا، جیسا کہ حضرت **عبداللہ** بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡهُ فرماتے ہیں، ایک دن رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ہمارے پاس تشریف لائے، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے دستِ مبارک میں دو کتابیں تھیں، آپ نے فرمایا: ’’کیا تم ان دو کتابوں کے بارے میں جانتے ہو؟ ہم نے عرض کی: یا رسولَ **اللہ**! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، ہم آپ کے بتائے بغیر نہیں جانتے۔ حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے دائیں ہاتھ والی کتاب کے بارے میں فرمایا: ’’یہ تمام جہان کے پالنے والے کی طرف سے ایک کتاب ہے جس میں اہلِ جنت، ان کے آباء واَجداد اور ان کے قبیلوں کے نام لکھے ہوئے ہیں، آخر میں ان کی مجموعی تعداد درج ہے اور اب ان میں کبھی بھی کوئی کمی یا زیادتی نہ ہوگی۔ پھر بائیں ہاتھ والی کتاب کے بارے میں ارشاد فرمایا ’’اس میں اہلِ جہنم، ان کے آباء واَجداد اور ان کے قبیلوں کے نام درج ہیں، آخر میں ان کی مجموعی تعداد لکھی ہوئی ہے اور اب کبھی بھی ان میں کمی یا زیادتی نہ ہوگی۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡهُمۡ نے عرض کی: یا رسولَ **اللہ**! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، اگر ہمارا انجام لکھا جا چکا ہے تو اب ہمیں عمل کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’سیدھی راہ چلو اور میانہ روی اختیار کرو کیونکہ جنّتی کا خاتمہ جنت میں جانے والوں کے اعمال پر ہوگا اگرچہ وہ (زندگی بھر) کیسا ہی عمل کرتا رہا ہو اور جہنمی کا خاتمہ جہنم میں جانے والوں کے اعمال پر ہوگا اگرچہ وہ (زندگی بھر) کیسا ہی عمل کرتا رہے، پھر رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے دونوں ہاتھوں

1 ......تغابن: ۹.

2 ......تفسیر کبیر، الشوری، تحت الآیة: ۷، ۹/۵۸۰.

سے اشارہ فرمایا اور ان کتابوں کو رکھ دیا اور فرمایا ''تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ نے بندوں کی تقدیر کو مکمل کر دیا (ان میں سے) ایک جماعت جنّتی ہے اور ایک دوزخ میں جائے گی۔[1]

حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے علم کی تابندہ دلیل

اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمام جنّتیوں اور جہنمیوں، ان کی ولدیّت، ان کے قبائل حتّٰی کہ ان کی تعداد بھی جانتے ہیں۔ مفتی احمد یار خان نعیمی رَحۡمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ فرماتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کو ہر جنّتی و دوزخی کا تفصیلی علم بخشا، ان کے باپ، دادوں، قبیلوں اور اعمال پر مُطَّلع کیا، یہ حدیث حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کے علم کی تابندہ دلیل ہے جس میں کوئی تاویل نہیں ہوسکتی۔[2]

وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمۡ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنۡ يُّدۡخِلُ مَنۡ يَّشَآءُ فِىۡ رَحۡمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمُوۡنَ مَا لَهُمۡ مِّنۡ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيۡرٍ ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ چاہتا تو ان سب کو ایک دین پر کر دیتا لیکن اللہ اپنی رحمت میں لیتا ہے جسے چاہے اور ظالموں کا نہ کوئی دوست نہ مددگار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ایک امت بنا دیتا لیکن اللہ اپنی رحمت میں داخل فرماتا ہے جسے چاہتا ہے اور ظالموں کیلئے نہ کوئی دوست ہے اور نہ مددگار۔

﴿وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمۡ اُمَّةً وَّاحِدَةً: اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ایک دین پر کر دیتا۔﴾ یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمام لوگوں کو دنیا میں ایک ہی گروہ بنا دیتا کہ سب ہدایت یافتہ ہوتے یا سبھی گمراہ ہوتے، لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی

---

1 ......ترمذی، کتاب القدر، باب ما جاء انّ اللّٰہ کتب کتاباً لاھل الجنّۃ... الخ، ٤/٥٥، الحدیث: ٢١٤٨.

2 ......مراۃ المناجیح، کتاب الایمان، باب الایمان بالقدر، الفصل الثانی، ١/١٠٣، تحت الحدیث: ٨٩۔

جنت میں داخل فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے (اس کے مستحق ہونے کی وجہ سے) عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں چاہا کہ سب کو ایک ہی گروہ بنا دے بلکہ انہیں دو گروہ بنایا اور ان دو گروہوں میں جو کافروں کا گروہ ہے اس کا کوئی دوست نہیں جو ان سے عذاب دور کر سکے اور نہ ان کا کوئی مددگار ہے جو ان سے عذاب روک سکے۔[1]

گناہگار مسلمانوں کے لئے قیامت کے دن مددگار ہوں گے

علامہ احمد صاوی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں "اس آیت میں ظالم سے مراد کفار ہیں اور جو لوگ کفر کے علاوہ دیگر گناہوں میں مشغول ہو کر اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں تو ان کے لئے مددگار ہوں گے جو ان سے عذاب دور کریں گے، کیونکہ حدیثِ پاک میں ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: "میری شفاعت میری امت میں سے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے ہے۔[2]

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِیُّ وَ هُوَ یُحْیِ الْمَوْتٰی ۫ وَ هُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۹﴾

ع ۱/۲

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اللہ کے سوا اور والی ٹھہرا لیے ہیں تو اللہ ہی والی ہے اور وہ مُردے جِلائے گا اور وہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا کافروں نے اللہ کے سوا مددگار ٹھہرا لیے ہیں تو اللہ ہی مددگار ہے اور وہ مُردوں کو زندہ کرے گا اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

﴿اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ: کیا کافروں نے اللہ کے سوا مددگار ٹھہرا لیے ہیں۔﴾ یعنی کیا کفار نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کو اپنا مددگار بنا لیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی (حقیقی) مددگار نہیں، اگر انہوں نے کسی کو اپنا مددگار

1 ...... روح البیان، الشوری، تحت الآیة: ٨، ٨/٢٩٠، خازن، الشوری، تحت الآیة: ٨، ٩١/٤، ملتقطاً.

2 ...... صاوی، الشوری، تحت الآیة: ٨، ١٨٦٤/٥، ملخصاً، ترمذی، کتاب صفة القیامة... الخ، ١١-باب منه، ١٩٨/٤، الحدیث: ٢٤٤٣.

بنانے کا ارادہ کیا ہے تو اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی اس بات کا حق دار نہیں کہ اسے مددگار بنایا جائے کیونکہ وہ مُردوں کو زندہ کرے گا اور وہ ہر شے پر قادر ہے اور جس کی یہ شان ہے وہی اس بات کا حق دار ہے کہ اسے مددگار بنایا جائے جبکہ یہ بت تو خود عاجز ہیں اور ان میں کسی طرح کی کوئی قدرت نہیں تو پھر ان کی یہ اوقات کہاں ہے کہ انہیں مددگار تسلیم کیا جائے۔ (1)

وَ مَا اخْتَلَفْتُمْ فِیْهِ مِنْ شَیْءٍ فَحُكْمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّیْ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ ﳓ وَ اِلَیْهِ اُنِیْبُ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم جس بات میں اختلاف کرو تو اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے یہ ہے اللہ میرا رب میں نے اس پر بھروسہ کیا اور میں اس کی طرف رجوع لاتا ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اور اے لوگو!) تم جس بات میں اختلاف کرو تو اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے۔ یہ اللہ میرا رب ہے، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

﴿ وَ مَا اخْتَلَفْتُمْ فِیْهِ مِنْ شَیْءٍ فَحُكْمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ: تم جس بات میں اختلاف کرو تو اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے۔﴾ اللہ تعالیٰ نے جس طرح نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اس بات سے منع فرمایا کہ وہ کفار کو ایمان قبول کرنے پر مجبور نہ کریں اسی طرح ایمان والوں کو کفار کے ساتھ اختلافات میں پڑنے سے منع فرمایا، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! تم دین کی باتوں میں سے جس بات میں کفار کے ساتھ اختلاف کرو تو ان سے یہ کہہ دو کہ اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، وہ قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔ اور اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان مشرکین سے فرما دیں کہ ''یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ میرا رب ہے جو اختلاف کرنے والوں کے درمیان فیصلہ فرمائے گا، میں نے اپنے تمام اُمور میں اسی پر بھروسہ کیا اور میں ہر کام میں اسی کی

1 ......مدارک، الشوری، تحت الآیة: ۹، ص ۱۰۸۲-۱۰۸۳، خازن، الشوری، تحت الآیة: ۹، ۹۱/۴، تفسیر کبیر، الشوری، تحت الآیة: ۹، ۵۸۱/۹، ملتقطاً.

طرف رجوع کرتا ہوں۔[1]

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ مِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًاۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِؕ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌۚ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: آسمانوں اور زمین کا بنانے والا تمہارے لیے تمہیں میں سے جوڑے بنائے اور نر و مادہ چوپائے اس سے تمہاری نسل پھیلاتا ہے اس جیسا کوئی نہیں اور وہی سنتا دیکھتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے، اس نے تمہارے لیے تم میں سے جوڑے بنائے اور چوپایوں سے جوڑے بنائے۔ اس (جوڑے) سے تمہاری نسل پھیلاتا ہے، اس جیسا کوئی نہیں اور وہی سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

﴿فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: وہ آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ زمین و آسمان اور ان کے درمیان موجود تمام چیزوں کو بنانے والا ہے اور اس نے اپنے فضل سے تم پر احسان کرتے ہوئے تمہارے لیے تمہاری جنس میں سے جوڑے بنائے اور چوپایوں سے بھی نر و مادہ کے جوڑے بنائے۔ ان جوڑوں سے وہ تمہاری نسل پھیلاتا ہے اور ان جوڑوں کو پیدا کرنے والے خالق جیسا کوئی نہیں کیونکہ وہ یکتا اور بے نیاز ہے اور وہی سننے والا، دیکھنے والا ہے۔[2]

لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾

---

1 ......تفسیر کبیر، الشوری، تحت الآیۃ: ١٠، ٥٨١/٩، خازن، الشوری، تحت الآیۃ: ١٠، ٩١/٤، تفسیر طبری، الشوری، تحت الآیۃ: ١٠، ٥٠٦/٢١، ملتقطاً۔

2 ......ابن کثیر، الشوری، تحت الآیۃ: ١١، ١٧٧/٧-١٧٨۔

ترجمۂ کنزالایمان: اُسی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کی کنجیاں روزی وسیع کرتا ہے جس کے لیے چاہے اور تنگ فرماتا ہے بے شک وہ سب کچھ جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کی مِلک ہیں، وہ جس کے لیے چاہتا ہے روزی وسیع کرتا ہے اور تنگ فرماتا ہے۔ بیشک وہ سب کچھ خوب جاننے والا ہے۔

﴿لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کے لیے ہیں۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ آسمان وزمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں خواہ وہ بارش کے خزانے ہوں یا رزق کے یا زمین سے نکلنے والے جواہرات وغیرہ کے، سب کا مالک اللّٰہ تعالیٰ ہی ہے، جبکہ بتوں کو ان میں سے کسی چیز پر کوئی مِلکِیَّت حاصل نہیں۔ اللّٰہ تعالیٰ اپنی حکمت کے مطابق جس کے لیے چاہتا ہے روزی وسیع کرتا ہے اور جس کے لئے چاہے تنگ فرماتا ہے کیونکہ وہ مالک ہے اور رزق کی چابیاں اسی کے دستِ قدرت میں ہیں، جبکہ بتوں کا حال ایسا نہیں ہے۔ بیشک اللّٰہ تعالیٰ سب کچھ خوب جاننے والا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اس کی حکمت کے مطابق کس کو مال دیا جائے اور کس کو نہ دیا جائے، جبکہ بتوں کی یہ اوقات نہیں کہ وہ ایسا کر سکیں، تو پھر ان عاجز، بے بس اور جامِد بتوں کو معبود ہونے میں اللّٰہ تعالیٰ کے برابر قرار دے دینا کس طرح روا ہوسکتا ہے؟(1)

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖۤ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰۤى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ

1 ......جلالین مع صاوی، الشوری، تحت الآیۃ: ١٢، ٥/١٨٦٥، خازن، الشوری، تحت الآیۃ: ١٢، ٤/٩٢، تفسیر کبیر، الشوری، تحت الآیۃ: ١٢، ٩/٥٨٦، ملتقطاً۔

یَجۡتَبِیۡۤ اِلَیۡهِ مَنۡ یَّشَآءُ وَ یَهۡدِیۡۤ اِلَیۡهِ مَنۡ یُّنِیۡبُ ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تمہارے لیے دین کی وہ راہ ڈالی جس کا حکم اس نے نوح کو دیا اور جو ہم نے تمہاری طرف وحی کی اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا کہ دین ٹھیک رکھو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو مشرکوں پر بہت ہی گراں ہے وہ جس کی طرف تم اُنھیں بلاتے ہو اور اللہ اپنے قریب کے لیے چن لیتا ہے جسے چاہے اور اپنی طرف راہ دیتا ہے اُسے جو رجوع لائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس نے تمہارے لیے دین کا وہی راستہ مقرر فرمایا ہے جس کی اس نے نوح کو تاکید فرمائی اور جس کی ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی اور جس کی ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو تاکید فرمائی کہ دین کو قائم رکھو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو۔ مشرکوں پر یہ دین بہت بھاری ہے جس کی طرف تم انہیں بلاتے ہو اور اللہ اپنی طرف چن لیتا ہے جسے چاہتا ہے اور جو رجوع کرتا ہے اسے اپنی طرف ہدایت دیتا ہے۔

﴿ شَرَعَ لَكُمۡ مِّنَ الدِّیۡنِ مَا وَصّٰی بِهٖ نُوۡحًا: اس نے تمہارے لیے دین کا وہی راستہ مقرر فرمایا ہے جس کی اس نے نوح کو تاکید فرمائی۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے میرے حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے صحابہ! حضرت نوح عَلَیۡهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے لے کر میرے حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تک جتنے انبیاءِ کرام عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تشریف لائے سب کے لئے ہم نے دین کا ایک ہی راستہ مقرر کیا اور اس میں وہ سب متفق ہیں، وہ راستہ یہ ہے کہ دینِ اسلام کو قائم رکھو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو۔ میں نے تمہارے لئے بھی یہی راستہ مقرر کیا ہے لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی فرمانبرداری، اُس پر اور اس کے رسولوں پر، اس کی کتابوں پر، روزِ جزا پر اور باقی تمام ضروریاتِ دین پر ایمان لانا اپنے اوپر لازم کرو کیونکہ یہ اُمور تمام انبیاءِ کرام عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی امتوں کے لئے یکساں لازم ہیں۔ [1]

خلاصہ یہ ہے کہ دین کے اصول میں تمام مسلمان خواہ وہ کسی زمانے یا کسی امت کے ہوں، یکساں ہیں اور ان میں کوئی اختلاف نہیں، البتہ احکام میں امتیں اپنے اَحوال اور خصوصیات کے اعتبار سے جداگانہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے

1 ...... تفسیر کبیر، الشوری، تحت الآیة: ۱۳، ۵۸۷/۹، مدارك، الشوری، تحت الآیة: ۱۳، ص ۱۰۸٤، ملتقطاً.

ارشاد فرمایا:

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا (1)

ترجمۂ کنزالعرفان: ہم نے تم سب کے لیے ایک ایک شریعت اور راستہ بنایا ہے۔

زیرِ تفسیر آیت میں حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا پہلے ذکر کرنے کی حکمت یہ ہے کہ آپ صاحبِ شریعت انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں سب سے پہلے نبی ہیں اور یہاں صرف ان پانچ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ذکر اس لئے فرمایا کہ ان کا رتبہ دیگر انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے بڑا ہے، یہ اُولُو االعزم ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی ایک مستقل شریعت ہے۔ (2)

﴿وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ: اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو۔﴾ اس آیت میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی امت کو بھی غلط عقائد اپنا کر دین میں پھوٹ ڈالنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ (3) اور سابقہ امتوں میں سے یا اس امت میں سے جنہوں نے اس ممانعت پر عمل نہیں کیا ان کے بارے میں اللّٰہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍؕ اِنَّمَاۤ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ (4)

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کردیے اور خود مختلف گروہ بن گئے اے حبیب! آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کا معاملہ صرف اللّٰہ کے حوالے ہے پھر وہ انہیں بتادے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔

اللّٰہ تعالٰی ہمیں صحیح عقائد اپنانے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

نوٹ: دین میں تفرقہ بازی کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے سورۂ اَنعام، آیت نمبر 159 کے تحت تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

﴿كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِیْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَیْهِ: مشرکوں پر یہ دین بہت بھاری ہے جس کی طرف تم انہیں بلاتے ہو۔﴾

1 ......مائدہ: ۴۸.

2 ......جلالین مع صاوی، الشوری، تحت الآیة: ۱۳، ۵/۱۸۶۵-۱۸۶۶.

3 ......ابو سعود، الشوری، تحت الآیة: ۱۳، ۵/۵۲۳، ملخصاً.

4 ......انعام: ۱۵۹.

یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ مشرکوں کو توحید اختیار کرنے اور بتوں کی عبادت چھوڑ دینے کی جو دعوت دیتے ہیں یہ ان پر بہت بھاری ہے اور وہ اسے بہت بعید جانتے ہیں جیسا کہ ان کی اس بات سے ظاہر ہے:

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا اس نے بہت سارے خداؤں کو ایک خدا کردیا؟ بیشک یہ ضرور بڑی عجیب بات ہے۔

اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنے دین کے لئے چن لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا اور اس کی فرمانبرداری قبول کرتا ہے اسے اپنی طرف ہدایت دیتا ہے۔(2)

وَ مَا تَفَرَّقُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِیَ بَیْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِیْبٍ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اُنھوں نے پھوٹ نہ ڈالی مگر بعد اس کے کہ اُنھیں علم آچکا تھا آپس کے حسد سے اور اگر تمہارے رب کی ایک بات گزر نہ چکی ہوتی ایک مقرر میعاد تک تو کب کا ان میں فیصلہ کردیا ہوتا اور بے شک وہ جو ان کے بعد کتاب کے وارث ہوئے وہ اس سے ایک دھوکا ڈالنے والے شک میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے پھوٹ نہ ڈالی مگر اپنے پاس علم آجانے کے بعد اپنے باہمی حسد کی وجہ سے اور اگر تمہارے رب کی طرف سے ایک مقررہ مدت تک کی بات نہ گزر چکی ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا اور بیشک وہ لوگ جو ان کے بعد کتاب کے وارث بنائے گئے وہ اس (قرآن) کے متعلق ایک دھوکا ڈالنے والے شک میں ہیں۔

﴾وَ مَا تَفَرَّقُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ: اور انہوں نے اپنے پاس علم آجانے کے بعد ہی پھوٹ ڈالی۔﴿ اس

1 ......ص: ٥.

2 ......ابو سعود، الشوری، تحت الآیة: ١٣، ٥/٥٢٤، خازن، الشوری، تحت الآیة: ١٣، ٤/٩٢، ملتقطاً.

آیت میں اہلِ کتاب کا حال بیان کیا جارہا ہے کہ انہوں نے اپنے انبیاءِ کرام عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد جو دین میں اختلاف ڈالا کہ کسی نے توحید اختیار کی اور کوئی کافر ہوگیا، وہ اس سے پہلے جان چکے تھے کہ اس طرح اختلاف کرنا اور فرقہ فرقہ ہوجانا گمراہی ہے لیکن اس کے باوجود اُنہوں نے آپس کے حسد کی وجہ سے، ریاست وناحق کی حکومت کے شوق میں اور نفسانی حَمِیَّت کے ابھارنے پر یہ سب کچھ کیا، اور اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، وہ اپنے اس عمل کی وجہ سے عذاب کے مستحق ہوچکے تھے لیکن اگر تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے قیامت کے دن تک ان سے عذاب مُؤخّر فرمانے کی بات نہ گزر چکی ہوتی تو ان کافروں پر دنیا میں عذاب نازل فرما کر ان کے اور ایمان والوں کے درمیان کب کا فیصلہ ہو چکا ہوتا۔

اس آیت کا ایک معنی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اہلِ کتاب کو جب سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی بعثت کی خبر ملی تو اس وقت انہوں نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے حسد کی وجہ سے آپس میں پھوٹ ڈالی۔[1]

﴿لَفِیۡ شَكٍّ مِّنۡهُ مُرِیۡبٍ: اس کے متعلق ایک دھوکا ڈالنے والے شک میں ہیں۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے زمانے کے یہودی اور عیسائی اپنی کتاب پر مضبوط ایمان نہیں رکھتے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ وہ یہودی اور عیسائی اس قرآن کے متعلق شک میں مبتلا ہیں جس شک نے انہیں دھوکے میں ڈالا ہوا ہے۔[2]

فَلِذٰلِكَ فَادۡعُ ۚ وَاسۡتَقِمۡ كَمَاۤ اُمِرۡتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَهُمۡ ۚ وَقُلۡ اٰمَنۡتُ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنۡ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرۡتُ لِاَعۡدِلَ بَیۡنَكُمۡ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمۡ ؕ لَنَاۤ اَعۡمَالُنَا وَلَكُمۡ اَعۡمَالُكُمۡ ؕ لَا حُجَّةَ بَیۡنَنَا وَبَیۡنَكُمۡ ؕ اَللّٰهُ یَجۡمَعُ بَیۡنَنَا ۚ وَاِلَیۡهِ الۡمَصِیۡرُ ﴿۱۵﴾

---

1 ......مدارك، الشورى، تحت الآية: ١٤، ص١٠٨٤، جلالين، الشورى، تحت الآية: ١٤، ص٤٠٢، تفسير كبير، الشورى، تحت الآية: ١٤، ٥٨٨/٩، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الشورى، تحت الآية: ١٤، ص١٠٨٤، بيضاوى، الشورى، تحت الآية: ١٤، ١٢٥/٥، خازن، الشورى، تحت الآية: ١٤، ٩٣/٤، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تو اسی لیے بلاؤ اور ثابت قدم رہو جیسا تمہیں حکم ہوا ہے اور ان کی خواہشوں پر نہ چلو اور کہو کہ میں ایمان لایا اس پر جو کوئی کتاب **اللہ** نے اتاری اور مجھے حکم ہے کہ میں تم میں انصاف کروں **اللہ** ہمارا تمہارا سب کا رب ہے ہمارے لیے ہمارا عمل اور تمہارے لیے تمہارا کیا کوئی حجت نہیں ہم میں اور تم میں **اللہ** ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کی طرف پھرنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اسی لیے بلاؤ اور ثابت قدم رہو جیسا تمہیں حکم دیا گیا ہے اور ان کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلو اور کہو کہ میں اس کتاب پر ایمان لایا جو **اللہ** نے اتاری ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔ **اللہ** ہمارا اور تمہارا سب کا رب ہے۔ ہمارے لیے ہمارا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل ہے۔ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں۔ **اللہ** ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کی طرف پھرنا ہے۔

﴿فَلِذٰلِكَ فَادْعُ: تو اسی لیے (انہیں) بلاؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، اُن کفار کے اس اختلاف اور پَراگندگی کی وجہ سے انہیں توحید اور سچے دین پر متفق ہونے کی دعوت دیں اور آپ (ان کے انکار کی وجہ سے دل تنگ نہ ہوں بلکہ) اس دین پر اور اس دین کی دعوت دینے پر ثابت قدم رہیں جیسا آپ کو **اللہ** تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا گیا ہے اور ان کی باطل خواہشوں کے پیچھے نہ چلیں اور کہیں کہ میں اُس کتاب پر ایمان لایا جو **اللہ** تعالیٰ نے اتاری ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ میں **اللہ** تعالیٰ کی تمام کتابوں پر ایمان لایا کیونکہ پھوٹ ڈالنے والے بعض کتابوں پر ایمان لاتے تھے اور بعض سے کفر کرتے تھے، جیسا کہ ایک مقام پر **اللہ** تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡفُرُوۡنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یُّفَرِّقُوۡا بَیۡنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ یَقُوۡلُوۡنَ نُؤۡمِنُ بِبَعۡضٍ وَّ نَکۡفُرُ بِبَعۡضٍ ۙ وَّ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّتَّخِذُوۡا بَیۡنَ ذٰلِكَ سَبِیۡلًا ﴿۱۵۰﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡکٰفِرُوۡنَ حَقًّا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ لوگ جو **اللہ** اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ **اللہ** اور اس کے رسولوں میں فرق کریں اور کہتے ہیں ہم کسی پر تو ایمان لاتے ہیں اور کسی کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ایمان و کفر کے بیچ میں کوئی راہ نکال لیں۔ تو یہی لوگ پکے کافر ہیں۔

---

❶......النساء: ١٥٠، ١٥١.

مزید ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ فرمادیں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان تمام چیزوں میں، تمام اَحوال میں اور ہر فیصلہ میں انصاف کروں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا اور تمہارا سب کا رب ہے اور ہم سب اس کے بندے ہیں۔ ہم سے تمہارے اعمال کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا اور نہ تم سے ہمارے اعمال کے بارے میں بازپُرس ہوگی بلکہ ہر ایک اپنے اپنے عمل کی جزا پائے گا۔ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں کیونکہ حق ظاہر ہو چکا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قیامت کے دن جمع کرے گا اور فیصلے کے لئے سب کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔ (1)

وَ الَّذِیْنَ یُحَآجُّوْنَ فِی اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِیْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ عَلَیْهِمْ غَضَبٌ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں بعد اس کے کہ مسلمان اس کی دعوت قبول کر چکے اُن کی دلیل محض بے ثبات ہے ان کے رب کے پاس اور اُن پر غضب ہے اور اُن کے لیے سخت عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ لوگ جو اللہ کے (دین کے) بارے میں جھگڑتے ہیں اس کے بعد کہ اس (دین) کو قبول کیا جاچکا ہے، ان جھگڑنے والوں کی دلیل ان کے رب کے نزدیک بے بنیاد ہے اور ان پر غضب ہے اور ان کیلئے سخت عذاب ہے۔

﴿**وَ الَّذِیْنَ یُحَآجُّوْنَ فِی اللّٰهِ:** اور وہ لوگ جو اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔﴾ اِن جھگڑنے والوں سے مراد یہودی ہیں، وہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کو پھر کفر کی طرف لوٹا دیں، اس لئے وہ مسلمانوں سے جھگڑا کرتے تھے اور ان سے کہتے تھے کہ ہمارا دین پرانا، ہماری کتاب پرانی اور ہمارے نبی پہلے آئے، اِس لئے ہم تم سے بہتر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ان جھگڑنے والوں کی اپنے دین کے حق ہونے پر ہر دلیل ان کے رب عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک بے بنیاد ہے اور ان پر ان کے کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اور ان کے لیے آخرت میں ایسا سخت عذاب ہے جس کی حقیقت انہیں معلوم نہیں۔ (2)

---

1 ......مدارك، الشورى، تحت الآية: ١٥، ص١٠٨٤-١٠٨٥، خازن، الشورى، تحت الآية: ١٥، ٩٣/٤، ملتقطاً.
2 ......مدارك، الشورى، تحت الآية: ١٦، ص١٠٨٥، روح البيان، الشورى، تحت الآية: ١٦، ٣٠١/٨، ملتقطاً.

اَللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَ الْمِیْزَانَؕ-وَ مَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِیْبٌ(۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب اتاری اور انصاف کی ترازو اور تم کیا جانو شاید قیامت قریب ہی ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ وہی ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب کو اتارا اور میزان کو اور تم کیا جانو شاید قیامت قریب ہی ہو۔

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ: اللہ وہی ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب اتاری۔﴾ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ وہی ہے جس نے حق کے ساتھ قرآنِ پاک نازل کیا جو طرح طرح کے دلائل اور اَحکام پر مشتمل ہے نیز اس نے اپنی نازل کردہ کتابوں میں عدل کا حکم دیا ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ میزان سے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذاتِ گرامی مراد ہے۔[1] کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حق و باطل کو جانچنے کا معیار ہیں۔

﴿وَ مَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِیْبٌ: اور تم کیا جانو شاید قیامت قریب ہی ہو۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے قیامت کا ذکر فرمایا تو مشرکین نے جھٹلانے کے طور پر کہا کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی اور گویا کہ فرمایا گیا ''اللہ تعالیٰ نے تمہیں عدل کرنے اور شریعت پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے لہٰذا تم قرآن پر عمل کرو اور عدل کرو اس سے پہلے کہ تم پر تمہارے حساب اور اعمال کا وزن ہونے کا دن اچانک آجائے۔[2]

دنیا کا باقی رہ جانے والا عرصہ بہت کم ہے

یاد رہے کہ اس دنیا کا جو عرصہ کچھ گزر چکا ہے اس کے مقابلے میں وہ عرصہ بہت کم ہے جو اس دنیا کا باقی رہ گیا

1 ......مدارك، الشورى، تحت الآية: ١٧، ص١٠٨٥، روح البيان، الشورى، تحت الآية: ١٧، ٣٠٢/٨، ملتقطاً.
2 ......خازن، الشورى، تحت الآية: ١٧، ٩٣/٤، مدارك، الشورى، تحت الآية: ١٧، ص١٠٨٥، ملتقطاً.

ہے، جیسا کہ حضرت عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے بارے میں مروی ہے کہ آپ عرفات کے مقام میں ٹھہرے ہوئے تھے، جب سورج غروب ہونے لگا تو آپ نے اس کی طرف دیکھا کہ وہ ڈھال کی مانند ہے، یہ دیکھ کر آپ بہت شدید روئے اور ’’اَللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ‘‘ سے لے کر ’’اَلْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ‘‘ تک آیات تلاوت فرمائیں۔ آپ کے غلام نے عرض کی ’’اے ابو عبد الرحمٰن! میں آپ کے ساتھ کئی مرتبہ کھڑا ہوا ہوں لیکن کبھی آپ نے اس طرح نہیں کیا (آج آپ اتنا کیوں رو رہے ہیں) آپ نے فرمایا ’’مجھے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یاد آ گئے، وہ اسی جگہ کھڑے تھے اور ارشاد فرمایا ’’اے لوگو! تمہاری اس دنیا میں سے جو گزر چکا ہے اس کے مقابلے میں جو باقی ہے وہ اس طرح ہے کہ جو وقت آج کے دن گزر چکا ہے اور جو باقی ہے۔ [1]

اور حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’دنیا (کے جانے) اور آخرت (کے آنے) کی مثال اس کپڑے کی طرح ہے جو شروع سے آخر تک پھٹ گیا ہو اور آخر میں ایک دھاگے سے لٹک کر رہ گیا ہو، عنقریب وہ دھاگہ بھی ٹوٹ جائے گا۔ [2]

اور حضرت عبد اللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اللّٰہ تعالیٰ نے (ابتداء سے لے کر انتہاء تک) پوری دنیا کو تھوڑا بنایا اور اب اس میں سے جو باقی بچا ہے وہ تھوڑے سے بھی تھوڑا ہے اور باقی رہ جانے والے کی مثال اس حوض کی طرح ہے جس کا صاف پانی پی لیا گیا ہو اور (اس کی تہ میں موجود) گدلا پانی باقی رہ گیا ہو۔ [3]

علامہ عبد الرؤف مناوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس کی شرح میں فرماتے ہیں: یعنی دنیا کی مثال اس بڑے تالاب کی طرح ہے جو پانی سے بھرا ہوا ہو اور اسے انسانوں اور جانوروں کے پانی پینے کے لئے بنایا گیا ہو، پھر پانی پینے والوں کی کثرت کی وجہ سے اس کا پانی کم ہونا شروع ہو جائے یہاں تک کہ اس کی تہ میں کیچڑ ہی باقی بچے جس میں جانور لوٹ پوٹ ہوتے ہوں، تو عقلمند انسان کو چاہئے کہ وہ دنیا پر مُطْمَئِن نہ ہو اور نہ ہی یہ بات واضح ہو جانے کے بعد دنیا سے دھوکہ

1 ......مستدرك، كتاب التفسير، تفسير سورة حم عسق، اسباب نزول هاروت وماروت... الخ، ۲۳۳/۳، الحديث: ۳۷۰۸.

2 ......حلية الاولياء، ذكر تابعي التابعين، الفضيل بن عياض، ۱۳۸/۸، الحديث: ۱۱۶۳۰.

3 ......مستدرك، كتاب الرقاق، تمثيل آخر للدنيا، ۴۵۶/۵، الحديث: ۷۹۷۴.

کھائے کہ یہ بہت جلد زائل ہو جانے والی ہے اور اس کا اچھا حصہ گزر چکا ہے اور موت ضرور آنے والی ہے۔ (1)

اور حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جن چیزوں (میں مبتلا ہونے) کا میں اپنی امت پر خوف کرتا ہوں ان میں سے زیادہ خوفناک نفسانی خواہش اور لمبی امید ہے۔ نفسانی خواہش بندے کو حق سے روک دیتی ہے اور لمبی امید آخرت کو بھلا دیتی ہے اور یہ دنیا کوچ کر کے جا رہی ہے اور یہ آخرت کوچ کر کے آ رہی ہے۔ ان دونوں میں سے ہر ایک کے طلبگار ہیں، اگر تم یہ کر سکو کہ دنیا کے طلبگار نہ بنو تو ایسا ہی کرو، کیونکہ تم آج عمل کرنے کی جگہ میں ہو جہاں حساب نہیں (اس لئے جو چاہو عمل کر لو) جبکہ کل تم آخرت کے گھر میں ہو گے جہاں عمل نہ ہو گا (بلکہ اعمال کا حساب دینا ہو گا)۔ (2)

حضرت شداد بن اوس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ فرماتے ہیں: ایک دن نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ’’آگاہ رہو کہ دنیا موجودہ سامان ہے جس سے نیک اور بد سبھی کھاتے ہیں۔ آگاہ رہو کہ آخرت سچا وعدہ ہے جس میں قدرت والا بادشاہ فیصلہ فرمائے گا۔ خبردار! ساری راحت اپنے کناروں سمیت جنت میں ہے اور پوری مصیبت اپنے کناروں سمیت جہنم کی آگ میں ہے۔ خبردار! تم اللّٰہ سے ڈرتے ہوئے نیک عمل کیا کرو (کہ نہ معلوم یہ عمل قبول ہوں یا نہ ہوں) اور یاد رکھو! تم پر تمہارے اعمال پیش کیے جائیں گے تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے وہ اسے دیکھ لے گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے وہ اسے دیکھ لے گا۔ (3)

اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم اس باقی رہ جانے والے عرصے کو غنیمت جانتے ہوئے فوری طور پر اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دیئے ہوئے احکامات پر عمل پیرا ہو جائیں اور جن چیزوں سے ہمیں منع کیا گیا ہے ان سے باز آ جائیں اور دنیا کی قلیل زندگی سے دھوکہ کھا کر اپنی آخرت کی نہ ختم ہونے والی زندگی کو خراب نہ کر لیں۔ اللّٰہ تعالیٰ ہمیں نیک اعمال میں جلدی کرنے اور تاخیر کی آفت سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

یَسۡتَعۡجِلُ بِهَا الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مُشۡفِقُوۡنَ مِنۡهَا ۙ

1 ......فیض القدیر، حرف الهمزة، ٢/٢٧٩، تحت الحدیث: ١٧١٠، ملخصاً.

2 ......شعب الایمان، الحادی والسبعون من شعب الایمان... الخ، ٧/٣٧٠، الحدیث: ١٠٦١٦.

3 ......سنن الکبری للبیهقی، کتاب الجمعة، باب کیف یستحبّ ان تکون الخطبة، ٣/٣٠٦، الحدیث: ٥٨٠٨.

وَ يَعۡلَمُوۡنَ اَنَّهَا الۡحَقُّ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الَّذِيۡنَ يُمَارُوۡنَ فِى السَّاعَةِ لَفِىۡ ضَلٰلٍۭ بَعِيۡدٍ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس کی جلدی مچا رہے ہیں وہ جو اس پر ایمان نہیں رکھتے اور جنھیں اس پر ایمان ہے وہ اس سے ڈر رہے ہیں اور جانتے ہیں کہ بے شک وہ حق ہے سنتے ہو بے شک جو قیامت میں شک کرتے ہیں ضرور دُور کی گمراہی میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: قیامت کی جلدی مچا رہے ہیں وہ جو اس پر ایمان نہیں رکھتے اور جو ایمان والے ہیں وہ اس سے ڈر رہے ہیں اور جانتے ہیں کہ بیشک وہ حق ہے۔ سن لو! بیشک قیامت کے بارے میں شک کرنے والے ضرور دُور کی گمراہی میں ہیں۔

﴿یَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهَا: قیامت کی جلدی مچا رہے ہیں وہ جو اس پر ایمان نہیں رکھتے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ قیامت پر ایمان نہ لانے والے اس کے قائم ہونے کی جلدی مچا رہے ہیں کیونکہ وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ قیامت قائم ہونے والی ہی نہیں، اسی لئے وہ مذاق اڑانے کے طور پر جلدی مچاتے ہیں اور ایمان والے ثواب ملنے کی توقُّع کے باوجود قیامت سے ڈر رہے ہیں اور اس کی ہَولناکیوں سے کانپ رہے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ بیشک قیامت حق ہے اور اس کے آنے میں کوئی شک نہیں اسی لئے وہ اس کی تیاری کر رہے ہیں اور اس دن کے لئے نیک اعمال کرنے میں مصروف ہیں۔ سن لو! بیشک قیامت کے بارے میں شک کرنے والے ضرور دور کی گمراہی میں ہیں کیونکہ قیامت قائم کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کوئی بعید نہیں۔ (1)

قیامت پر ایمان رکھنے والے کو چاہئے کہ وہ نیک اعمال کر کے اس دن کی تیاری کرنے میں مصروف رہے۔ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مکانِ عالیشان میں

1 ......مدارك، الشورى، تحت الآية: ١٨، ص١٠٨٥، ابن كثير، الشورى، تحت الآية: ١٨، ١٨٠/٧، خازن، الشورى، تحت الآية: ١٨، ٩٣/٤، ملتقطاً.

آپ کے پاس تھا تو ایک شخص نے سوال کیا: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، قیامت کب آئے گی؟ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک وہ ضرور قائم ہوگی تو تم نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ اس شخص نے عرض کی: میں نے بہت زیادہ نیک عمل تو نہیں کئے البتہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے محبت رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا ''بے شک تم انہی کے ساتھ ہوگے جن سے تم محبت رکھتے ہو اور تمہیں وہی ثواب ملے گا جس کی تم امید رکھتے ہو۔[1]

اس حدیثِ پاک سے بھی معلوم ہوا کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے سوال کرنے والے شخص کو قیامت کے وقت کے بارے میں نہیں بتایا بلکہ اسے قیامت کے دن کی تیاری کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

اَللّٰهُ لَطِیۡفٌۢ بِعِبَادِهٖ یَرۡزُقُ مَنۡ یَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الۡقَوِیُّ الۡعَزِیۡزُ ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ اپنے بندوں پر لطف فرماتا ہے جسے چاہے روزی دیتا ہے اور وہی قوت و عزت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ اپنے بندوں پر لطف فرمانے والا ہے، جسے چاہتا ہے روزی دیتا ہے اور وہی قوت والا، عزت والا ہے۔

﴿ اَللّٰهُ لَطِیۡفٌۢ بِعِبَادِهٖ: اللہ اپنے بندوں پر لطف فرمانے والا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بے شمار احسانات کرتا ہے اور اس کے احسانات کے دائرے میں نیک اور بد سبھی داخل ہیں حتّٰی کہ بندے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہوں میں مشغول رہتے ہیں اس کے باوجود وہ انہیں بھوک سے ہلاک نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی حکمت کے تقاضوں کے مطابق روزی دیتا ہے اور وسعتِ عیش عطا فرماتا ہے اور اس میں مؤمن اور کافر سبھی داخل ہیں۔[2]

رزق کی وسعت اور تنگی حکمت کے مطابق ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو زیادہ اور بعض کو کم رزق عطا فرماتا ہے اور اس وسعت

---

1 ......مسند امام احمد، مسند انس بن مالك رضی اللہ عنه، ٤/٤٥٠، الحديث: ١٣٣٦١.

2 ......خازن، الشورى، تحت الآية: ١٩، ٤/٩٣-٩٤.

اور تنگی میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار حکمتیں ہیں۔اسی سورت میں ایک اور مقام پر اس کی ایک حکمت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ لَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَ لٰكِنْ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر اللہ اپنے سب بندوں کیلئے رزق وسیع کر دیتا تو ضرور وہ زمین میں فساد پھیلاتے لیکن اللہ اندازہ سے جتنا چاہتا ہے اتارتا ہے، بیشک وہ اپنے بندوں سے خبردار (ہے، انہیں) دیکھ رہا ہے۔

اور حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بعض مؤمن بندے ایسے ہیں کہ مالداری اُن کے ایمان کی قوت کا باعث ہے اگر میں انہیں فقیر محتاج کر دوں تو اُن کے عقیدے فاسد ہو جائیں اور بعض بندے ایسے ہیں کہ تنگی اور محتاجی ان کے ایمان کی قوت کا باعث ہے، اگر میں انہیں غنی مالدار کر دوں تو اُن کے عقیدے خراب ہو جائیں۔ (2)

لہٰذا جسے رزق میں تنگی کا سامنا ہے وہ یہ نہ سوچے کہ فلاں شخص کو اتنا مال ملا ہے، فلاں کو اتنی دولت عطا ہوئی ہے جبکہ میں رزق کے معاملے میں تنگیوں کا سامنا کر رہا ہوں بلکہ اسے اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ رزق تھوڑا ملنے میں میری ہی بھلائی ہوگی کیونکہ جس چیز میں میری بھلائی ہے اسے میرا رب عَزَّوَجَلَّ بہتر جانتا ہے اور چونکہ رزق دینے والا بھی وہی ہے اس لئے اس کی بارگاہ سے مجھے دوسروں کے مقابلے میں کم رزق ملنے میں یقیناً میری دنیا اور آخرت کا بھلا ہوگا اور اسی میں میرے ایمان کی قیمتی ترین دولت کی حفاظت کا سامان ہوگا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ دولت ملنے کے بعد میرا دل بدل جائے اور میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں مبتلا ہو کر اپنے ایمان کی دولت ضائع کر بیٹھوں اور قیامت کے دن جہنم کے دردناک عذاب میں ہمیشہ کے لئے مبتلا ہو جاؤں۔ ایسا کرنے سے اِنْ شَآءَ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ پریشان دماغ کو راحت اور بے چین دل کو سکون نصیب ہوگا۔

مَنْ كَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِیْ حَرْثِهٖ ۚ وَ مَنْ كَانَ یُرِیْدُ

---

1 ......شوریٰ:٢٧.

2 ......تاریخ بغداد، حرف الالف من آباء الابراهیمین، ٣٠٤٤-ابراهیم بن احمد بن الحسن... الخ، ٦/١٤-١٥.

حَرۡثَ الدُّنۡيَا نُؤۡتِهٖ مِنۡهَا وَ مَا لَهٗ فِی الۡاٰخِرَةِ مِنۡ نَّصِيۡبٍ ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جو آخرت کی کھیتی چاہے ہم اس کے لیے اس کی کھیتی بڑھائیں اور جو دنیا کی کھیتی چاہے ہم اسے اس میں سے کچھ دیں گے اور آخرت میں اُس کا کچھ حصہ نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو آخرت کی کھیتی چاہتا ہے تو ہم اس کے لیے اس کی کھیتی میں اضافہ کردیتے ہیں اور جو دنیا کی کھیتی چاہتا ہے تو ہم اسے اس میں سے کچھ دیدیتے ہیں اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔

﴿مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ حَرۡثَ الۡاٰخِرَةِ: جو آخرت کی کھیتی چاہتا ہے۔﴾ اس آیت میں اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے عمل کرنے والوں اور ان لوگوں کا حال بیان کیا گیا ہے جو اپنے اعمال کے ذریعے دُنْیَوی وجاہت اور سازو سامان کے خواہش مند ہیں۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جسے اپنی نماز، روزہ اور دیگر اعمال سے آخرت کا نفع مقصود ہو تو ہم اسے نیکیوں کی توفیق دے کر، اس کے لئے نیک اعمال اور اطاعت گزاری کی راہیں آسان کر کے اور اس کی نیکیوں کا ثواب دس گُنا سے لے کر سات سو گُنا تک بلکہ اس سے بھی زیادہ جتنا ہم چاہیں بڑھا کر اس کے اُخروی نفع میں اضافہ کر دیتے ہیں اور جس کا عمل محض دنیا حاصل کرنے کے لئے ہو اور وہ آخرت پر ایمان نہ رکھتا ہو تو ہم اسے دنیا میں سے اُتنا دے دیتے ہیں جتنا ہم نے دنیا میں اس کے لئے مقدّر کیا ہے اور آخرت کی نعمتوں میں اس کا کچھ حصہ نہیں کیونکہ اس نے آخرت کے لئے عمل کیا ہی نہیں۔ (1)

نیک اعمال سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے طلبگار اور دنیا کے طلبگار کا حال

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والے عمل کرے اور ان اعمال سے صرف اپنے خالق و مالک کی رضا حاصل کرنے کی نیت کرے تو اسے اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی نوازتا ہے اور آخرت میں بھی اس پر اپنے لطف و کرم کی بارش فرمائے گا اور وہ شخص جو اپنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقہ و خیرات اور دیگر نیک اعمال سے اللہ تعالیٰ کی رضا

(1)......جلالین مع صاوی، الشوری، تحت الآیة: ۲۰، ۵/۱۸۶۹-۱۸۷۰، خازن، الشوری، تحت الآیة: ۲۰، ۴/۹۴، مدارك، الشوری، تحت الآیة: ۲۰، ص۱۰۸۶، ملتقطاً۔

حاصل کرنے کی نیت نہ کرے بلکہ ان اعمال کے ذریعے دنیا میں مال ودولت، عزت وشہرت اور اپنی واہ واہ چاہے تو دنیا میں اسے صرف اتنا ہی ملے گا جتنا اس کے نصیب میں لکھا ہے اور آخرت میں ان اعمال کے ثواب سے اسے محروم کردیا جائے گا۔ اسی سے متعلق یہاں تین اَحادیث بھی ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جوشخص (صرف) دنیا کی فکر میں رہتا ہے تو اللّٰہ تعالٰی اس کے معاملے کو پَراگندہ کردیتا ہے اور اس کی تنگ دستی کو اس کی آنکھوں کے سامنے کردیتا ہے اور اسے دنیا سے صرف اتنا ہی حصہ ملتا ہے جتنا اس کے لئے (پہلے سے) لکھ دیا گیا ہے اور جوشخص آخرت کا قصد کرتا ہے تو اللّٰہ تعالٰی اس کے معاملے کو اکٹھا کردیتا ہے اور اس کی مالداری کو اس کے دل میں رکھ دیتا ہے اور دنیا اس کے پاس خاک آلود ہو کر آتی ہے۔[1]

(2)......حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے اپنی تمام فکروں کو صرف ایک فکر بنادیا اور وہ آخرت کی فکر ہے تو اللّٰہ تعالٰی اسے اس کی دنیا کی فکر کے لئے کافی ہے اور جس کی فکریں دنیا کے اَحوال میں مشغول رہیں تو اللّٰہ تعالٰی کو اس کی پرواہ نہیں ہوگی کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہورہا ہے۔[2]

(3)......حضرت جارود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے آخرت کے عمل کے بدلے دنیا طلب کی تو اس کا چہرہ بگاڑ دیا جائے گا، اس کا ذکر مٹا دیا جائے گا اور جہنم میں اس کا نام لکھ دیا جائے گا۔[3]

اللّٰہ تعالٰی ہمیں اپنی رضا حاصل کرنے کے لئے نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اَمۡ لَهُمۡ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوۡا لَهُمۡ مِّنَ الدِّيۡنِ مَا لَمۡ يَاۡذَنۡۢ بِهِ اللّٰهُ ؕ وَلَوۡلَا كَلِمَةُ الۡفَصۡلِ لَقُضِىَ بَيۡنَهُمۡ ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيۡنَ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۲۱﴾

1 ......ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الهمّ بالدنيا، ٤/٤٢٤، الحديث: ٤١٠٥.
2 ......ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الهمّ بالدنيا، ٤/٤٢٥، الحديث: ٤١٠٦.
3 ......معجم الكبير، الجارود بن عمرو بن المعلى... الخ، ٢/٢٦٨، الحديث: ٢١٢٨.

ترجمۂ کنزالایمان: یاان کے لیے کچھ شریک ہیں جنھوں نے ان کے لیے وہ دین نکال دیا ہے کہ اللہ نے اس کی اجازت نہ دی اور اگر ایک فیصلہ کا وعدہ نہ ہوتا تو یہیں ان میں فیصلہ کردیا جاتا اور بیشک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ کافروں کے کچھ ساتھی ہیں جنہوں نے ان کے لیے دین کا وہ راستہ مقرر کردیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی اور اگر فیصلہ کرنے کی بات (طے) نہ ہوتی تو (یہیں) ان میں فیصلہ کردیا جاتا اور بیشک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

﴿ **اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا: یاان کے لیے کچھ شریک ہیں۔** ﴾ دنیا اور آخرت کے اعمال کے بارے میں ایک قانون بیان کرنے کے بعد اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے وہ چیز بیان فرمائی ہے جو بدبختی اور گمراہی کی بنیاد ہے۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کفارِ مکہ اُس دین کو قبول نہیں کرتے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقرر فرمایا ہے بلکہ کافروں کے کچھ ساتھی ہیں، شَیاطین وغیرہ جنہوں نے ان کے لیے کُفریَّہ دینوں میں سے وہ دین انہیں پیش کیا ہے جو شرک اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے کے انکار پر مشتمل ہے اور یہ دین اللہ تعالیٰ کے دین کے خلاف ہے اور کفار اسی دین کو قبول کئے ہوئے ہیں جس کا انجام تو یہ ہے کہ اگر فیصلہ کرنے کی بات طے نہ ہوتی اور جزا کے لئے قیامت کا دن مُعَیَّن نہ فرما دیا گیا ہوتا تو یہیں ایمان والوں اور کفار میں فیصلہ کردیا جاتا اور دنیا ہی میں جھٹلانے والوں کو عذاب میں گرفتار کردیا جاتا اور بیشک آخرت میں ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ یاد رہے کہ اس آیت میں ظالموں سے مراد کافر ہیں۔ (1)

تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿٢٢﴾

---

1 ......تفسیر کبیر، الشوری، تحت الآیة: ۲۱، ۹/۵۹۲، جلالین، الشوری، تحت الآیة: ۲۱، ص۴۰۳، مدارك، الشوری، تحت الآیة: ۲۱، ص۱۰۸٦، خازن، الشوری، تحت الآیة: ۲۱، ۴/۹۴، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تم ظالموں کو دیکھو گے کہ اپنی کمائیوں سے سہمے ہوئے ہوں گے اور وہ ان پر پڑ کر رہیں گی اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہ جنت کی پھلواریوں میں ہیں ان کے لیے ان کے رب کے پاس ہیں جو چاہیں یہی بڑا فضل ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم ظالموں کو دیکھو گے کہ اپنے کمائے ہوئے اعمال سے ڈر رہے ہوں گے اور ان کی کمائیاں ان پر پڑ کر رہیں گی اور ایمان لانے والے اور اچھے اعمال کرنے والے جنتوں کے پھولوں سے بھرے ہوئے باغات میں ہوں گے۔ان کے لیے ان کے رب کے پاس وہ تمام چیزیں ہوں گی جو وہ چاہیں گے، یہی بڑا فضل ہے۔

﴿ تَرَى الظّٰلِمِیْنَ: تم ظالموں کو دیکھو گے۔ ﴾ اس آیت میں قیامت کے دن عذاب کے حق داروں اور ثواب پانے والوں کا حال بیان کیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ تم قیامت کے دن ظالموں کو اس حال میں دیکھو گے کہ وہ اس اندیشے سے اپنے کفر اور خبیث اعمال سے ڈر رہے ہوں گے کہ اب انہیں ان اعمال کی سزا ملنے والی ہے۔یہ چاہے ڈریں یا نہ ڈریں، ان کے اعمال کا وبال ان پر ضرور پڑ کر رہے گا اور یہ اس سے کسی طرح بچ نہیں سکتے اور ایمان لانے والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں کا حال یہ ہوگا کہ وہ جنتوں کے نعمتوں سے بھرے ہوئے باغات میں ہوں گے کیونکہ وہ جنت کے سب سے زیادہ پاکیزہ مقام ہیں۔ان کے لیے ان کے رب عَزَّوَجَلَّ کے پاس وہ تمام چیزیں ہوں گی جو وہ چاہیں گے اور تھوڑے عمل پر یہی بڑا فضل ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ فاسق و فاجر مسلمان بھی (اپنے اعمال کی سزا پانے کے بعد یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا کے بغیر ہی بخش دیئے جانے کے بعد) جنت میں جائیں گے البتہ وہاں ان کے مقام میں فرق ہوگا کہ اچھے اعمال کرنے والے مسلمان پھولوں سے بھرے ہوئے باغات میں ہوں گے اور ان کے علاوہ مسلمان جنت کے دیگر حصوں میں ہوں گے۔[1]

ذٰلِكَ الَّذِیْ یُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ

[1] ……تفسیر کبیر، الشوری، تحت الآیة: ٢٢، ٥٩٣/٩، مدارک، الشوری، تحت الآیة: ٢٢، ص١٠٨٦، ملتقطاً۔

قُلْ لَّاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰىؕ وَ مَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِیْهَا حُسْنًاؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ہے وہ جس کی خوشخبری دیتا ہے اللہ اپنے بندوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت اور جو نیک کام کرے ہم اس کے لیے اس میں اور خوبی بڑھائیں بے شک اللہ بخشنے والا قدر فرمانے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہی ہے وہ جس کی اللہ اپنے ایمان والے اور اچھے اعمال کرنے والے بندوں کو خوشخبری دیتا ہے۔ تم فرماؤ: میں اس پر تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا مگر قرابت کی محبت اور جو نیک کام کرے ہم اس کے لیے اس میں اور خوبی بڑھادیں گے، بیشک اللہ بخشنے والا، قدر فرمانے والا ہے۔

﴿قُلْ لَّاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا: تم فرماؤ میں اس پر تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ فرمادیں کہ اے لوگو، میں رسالت کی تبلیغ پر تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا، (جیسے دوسرے کسی نبی نے تبلیغِ دین پر کوئی معاوضہ نہیں مانگا۔) اس کے بعد جداگانہ طور پر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے کفار کو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ پر ظلم وستم کرنے سے باز رکھنے کیلئے فرمایا کہ تمہیں کم از کم میرے ساتھ اپنی قرابتداری یعنی رشتے داری کا خیال کرنا چاہیے، یعنی چونکہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قبیلہ قریش سے تعلق رکھتے ہیں اور کفارِ مکہ بھی اپنی مختلف شاخوں کے اعتبار سے قریش سے تعلق رکھتے تھے تو انہیں کہا گیا کہ اگر تم ایمان قبول نہیں بھی کرتے تو کم از کم رشتے داری کا لحاظ کرتے ہوئے ایذاء رسانی سے تو باز رہو۔

﴿وَ مَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَةً: اور جو نیک کام کرے۔﴾ آیت کے اس حصے میں نیک کام کرنے والوں کو بشارت دی جارہی ہے کہ جو نیک کام کرے گا تو ہم اسے اس جیسے مزید نیک کام کرنے اور ان میں اخلاص کی توفیق عطا کرکے اس کے لیے نیک کام میں مزید خوبی بڑھادیں گے، بیشک اللہ تعالیٰ گناہگاروں کو بخشنے والا اور اپنے اطاعت گزاروں کی قدر فرمانے

والا ہے۔[1]

اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا ۚ فَاِنۡ یَّشَاِ اللّٰهُ یَخۡتِمۡ عَلٰی قَلۡبِكَ ؕ وَ یَمۡحُ اللّٰهُ الۡبَاطِلَ وَ یُحِقُّ الۡحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یا یہ کہتے ہیں کہ انھوں نے اللہ پر جھوٹ باندھ لیا اور اللہ چاہے تو تمہارے دل پر اپنی رحمت و حفاظت کی مہر فرمادے اور مٹاتا ہے باطل کو اور حق کو ثابت فرماتا ہے اپنی باتوں سے بےشک وہ دلوں کی باتیں جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ یہ کافر کہتے ہیں: اس نے اللہ پر جھوٹ گھڑلیا ہے اور اگر اللہ چاہے تو تمہارے دل پر (صبر کی) مہر لگادے اور اللہ باطل کو مٹاتا ہے اور اپنی باتوں کے ذریعے حق کو ثابت فرماتا ہے۔ بیشک وہ دلوں کی باتیں جانتا ہے۔

﴿اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا: بلکہ یہ کافر کہتے ہیں: اس نے اللہ پر جھوٹ گھڑلیا ہے۔﴾ اس سے پہلے آیت نمبر3 میں بیان ہوا کہ قرآنِ مجید وہ کلام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی طرف وحی فرمایا ہے اور اب یہاں سے قرآنِ مجید کے بارے میں کافروں کا ایک اعتراض ذکر کیا جارہا ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں کفارِ مکہ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے نبوت کا دعویٰ کرکے اور قرآنِ کریم کو اللہ تعالیٰ کی کتاب بتا کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑلیا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا گیا کہ کافروں کا یہ قول بہتان ہے کیونکہ اے نبی! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، اگر وہ چاہتا تو آپ کے دل پر مہر لگادیتا یعنی اگر بالفرض آپ جھوٹی بات گھڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے تو اللہ تعالیٰ ضرور آپ کے دل پر مہر لگادیتا (جس سے قرآن آپ کے سینے سے سَلب ہوجاتا اور جب اللہ تعالیٰ نے ایسی مہر نہیں لگائی تو معلوم ہوا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہیں باندھا بلکہ کفار یہ دعویٰ کرنے میں جھوٹے ہیں) یونہی اللہ تعالیٰ کا دستور یہ ہے کہ وہ باطل کو مٹادیتا اور حق کو اپنے کلام سے ثابت فرماتا ہے، تو اگر بالفرض آپ

1 ......روح البیان، الشوری، تحت الآیة: ۲۳، ۸/۳۱۲.

جھوٹے ہوتے تو اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور رسوا کر دیتا اور باطل کا پردہ فاش کر دیتا لیکن معاملہ اس کے برخلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قوت اور مدد کے ساتھ آپ کی تائید فرمائی ہے تو یقیناً آپ سچے ہیں اور اس سے بھی معلوم ہوا کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جھوٹے نہیں اور اللہ تعالیٰ پر بہتان لگانے والے ہرگز نہیں ہیں، البتہ کافر جھوٹے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ تو دلوں تک کی باتیں جانتا ہے، تو اسے کافروں کے عقائد، اَقوال اور اَحوال سب کی خبر ہے اور وہ انہیں اس کی خوب سزا دے گا۔[1]

وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ یَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ وَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جو اپنے بندوں سے توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

﴿وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ: اور وہی ہے جو اپنے بندوں سے توبہ قبول فرماتا ہے۔﴾ اس آیت میں فرمایا گیا کہ جو لوگ اپنے کفر اور بداعمالیوں سے توبہ کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمالے گا کیونکہ اس کی شان یہ ہے کہ وہ ہر گناہگار کی توبہ قبول فرماتا ہے اگرچہ اس کا گناہ کتنا ہی بڑا ہو اور اس توبہ کی برکت سے اس کے گناہوں سے درگزر فرماتا اور اسے معاف فرما دیتا ہے اور اے لوگو! جو کچھ تم کرتے ہو اسے اللہ تعالیٰ جانتا ہے تو وہ تمہارے نیک اعمال پر تمہیں ثواب اور برے اعمال پر سزا دے گا۔

یاد رہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی رحمت اور فضل ہے کہ وہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا اور ان کے گناہوں

1 ......تفسیر کبیر، الشوری، تحت الآیة: ۲۴، ۹/۵۹۶-۵۹۷، البحر المحیط، الشوری، تحت الآیة: ۲۴، ۷/۴۹۴، ملتقطاً.

سے درگزر فرماتا ہے اور اس آیت میں توبہ کی قبولیّت کا مُژدہ سنا کر گناہ کرنے والوں کو اپنے گناہوں سے توبہ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اَلَمْ یَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ یَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللّٰہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور خود صدقات (اپنے دستِ قدرت میں) لیتا ہے اور یہ کہ اللّٰہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

اور حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اللّٰہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر اس سے بھی زیادہ راضی ہوتا ہے جیسے کوئی آدمی پُرخطر منزل پر ٹھہرے اور اس کے پاس سواری ہو جس کے اوپر کھانے پینے کی چیزیں ہوں چنانچہ وہ اپنا سر رکھ کر سو جاتا ہے اور جب بیدار ہوتا ہے تو اس کی سواری کہیں جا چکی ہوتی ہے، پھر گرمی اور پیاس کی شدت اسے تڑپاتی ہے یا جو اللّٰہ تعالیٰ چاہے (اس کے ساتھ ہوتا ہے)۔ پھر اس نے کہا میں اپنی جگہ کی طرف لوٹ جاتا ہوں چنانچہ وہ لوٹ آتا اور پھر سو جاتا ہے، جب (بیدار ہو کر) سر اٹھاتا ہے تو اس کی سواری پاس ہوتی ہے (تو وہ اس پر خوش ہوتا ہے)۔[2]

اور مسلمانوں کو سچی توبہ کرنے کا حکم دیتے ہوئے اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًاؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ یُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللّٰہ کی طرف ایسی توبہ کرو جس کے بعد گناہ کی طرف لوٹنا نہ ہو قریب ہے کہ تمہارا رب تمہاری برائیاں تم سے مٹادے اور تمہیں ان باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ اگر اس سے کوئی گناہ ہو جائے تو وہ اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سچی توبہ کرے، علماء فرماتے ہیں کہ ہر ایک گناہ سے توبہ واجب ہے اور توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی بدی اور معصیت سے باز آ جائے اور جو گناہ اس

1 ......توبہ:١٠٤.

2 ......بخاری، کتاب الدعوات، باب التوبة، ٤/١٩٠، الحدیث: ٦٣٠٨.

3 ......تحریم:٨.

سے صادر ہوا اس پر نادم ہو اور ہمیشہ گناہ سے بچے رہنے کا پختہ ارادہ کرے اور اگر گناہ میں کسی بندے کی حق تلفی بھی تھی تو اس حق سے شرعی طریقے سے بَرِیُّ الذِّمَّہ ہو جائے۔[1]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''سچی توبہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے وہ نفیس شے بنائی ہے کہ ہر گناہ کے اِزالہ کو کافی ووافی ہے۔کوئی گناہ ایسا نہیں کہ سچی توبہ کے بعد باقی رہے یہاں تک کہ شرک وکفر (بھی باقی نہیں رہتے)۔ سچی توبہ کے یہ معنی ہیں کہ گناہ پر اس لئے کہ وہ اس کے رب عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی تھی نادم وپریشان ہو کر فوراً چھوڑ دے اور آئندہ کبھی اس گناہ کے پاس نہ جانے کا سچے دل سے پورا عزم کرے، جو چارۂ کار اس کی تلافی کا اپنے ہاتھ میں ہو بجالائے مثلاً نماز روزے کے ترک یا غصب، سَرِقہ (یعنی چوری)، رشوت، رِبا (یعنی سود) سے توبہ کی تو صرف آئندہ کے لئے ان جرائم کا چھوڑ دینا ہی کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی ضرور ہے کہ جو نماز روزے ناغہ کئے ان کی قضا کرے، جو مال جس جس سے چھینا، چُرایا، رشوت، سود میں لیا انہیں اور وہ نہ رہے ہوں تو ان کے وارثوں کو واپس کردے یا معاف کرائے، پتا نہ چلے تو اتنا مال تَصَدُّق کردے اور دل میں نیت رکھے کہ وہ لوگ جب ملے اگر تَصَدُّق پر راضی نہ ہوئے اپنے پاس سے انہیں پھیر دوں گا۔[2] سود میں لئے گئے مال کے بارے میں یہ بھی اجازت ہوتی ہے کہ جس سے لیا ہے اسے دینے کی بجائے ابتداء میں ہی صدقہ کردے یعنی سود دینے والے کو لوٹانا ہی ضروری نہیں ہوتا۔[3]

﴿وَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ: اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔﴾ اگر ہم عمل کرتے وقت یہ سوچ لیا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ظاہری اور پوشیدہ ہر عمل کو جانتا ہے اور وہ ہمارے تمام کاموں کو دیکھ رہا ہے تو امید ہے کہ کبھی گناہ کرنے کی ہمت نہ کریں۔اسی سے متعلق ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ [4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم جو چاہو کرتے رہو، بیشک اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

---

1 ......خازن، الشوری، تحت الآية: ٢٥، ٤/٩٦.

2 ......فتاویٰ رضویہ، کتاب الحظر والاباحۃ، اعتقادیات وسیر، ۲۱/۱۲۱-۱۲۲۔

3 ......توبہ سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ''توبہ کی روایات وحکایات'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

4 ......حم السجدہ: ٤٠.

یَعۡلَمُ خَآىِٕنَةَ الۡاَعۡیُنِ وَمَا تُخۡفِی الصُّدُوۡرُ (1) ترجمۂکنزُالعِرفان: اللہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور اسے بھی جو سینے چھپاتے ہیں۔

حضرت شعیب حریفیش رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ بندوں سے بے نیاز ہے، وہ انہیں اپنی اطاعت اور (توحید و رسالت پر) ایمان لانے کا حکم دیتا ہے اور ان کے لئے کفر و شرک پر راضی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ نہ اسے بندوں کی اطاعت وعبادت نفع پہنچاتی ہے اور نہ ہی ان کی نافرمانی سے کوئی نقصان ہوتا ہے اور اے گنہگار انسان! اس نے تجھے اپنی فرمانبرداری کا حکم محض اس لئے دیا اور اپنی نافرمانی سے اس لئے منع فرماتا ہے تاکہ تجھے تیرے یقین کی آنکھ سے اپنی قدرت کا مشاہدہ کرائے اور تیرے لئے تیرے دین اور دنیا کا معاملہ واضح فرما دے، لہٰذا تو ہر وقت اس کی طرف متوجہ رہ، اس سے ڈر اور اس کی نافرمانی سے بچتا رہ۔ اگر تو اسے نہیں دیکھ سکتا تو اس بات پر یقین رکھ کہ وہ تو تجھے یقیناً دیکھ رہا ہے۔ نمازوں کی پابندی کر جن کا اس نے تجھے تاکیدی حکم دیا ہے اور سحری کے وقت عاجزی و اِنکساری سے اس کی بارگاہ میں کھڑا ہو، بے شک وہ تجھ پر اپنی روشن نعمتیں نچھاور فرمائے گا اور تجھے تیرے مقصود تک پہنچا کر تجھ پر احسان فرمائے گا۔ کیا اس نے ماں کے پیٹ کے اندھیروں میں تیری حفاظت نہیں کی اور وہاں اپنے لطف و کرم سے تجھے خوراک مہیا نہیں کی؟...... کیا اس نے تجھے کمزور پیدا کر کے، پھر رزق فراہم کر کے تجھے قوی نہیں کیا؟...... کیا اس نے تیری پیدائش اور پرورش اچھی طرح نہ کی؟...... کیا اس نے تجھے عزت نہیں بخشی اور تیرے ٹھکانے کو معزز نہیں بنایا؟...... کیا تجھے ہدایت اور تقویٰ جیسی عظیم دولت کا اِلہام نہیں فرمایا؟...... کیا تجھے عقل دے کر ایمان کی طرف تیری رہنمائی نہیں فرمائی؟...... کیا اس نے تجھے اپنی نعمتیں عطا نہیں فرمائیں؟...... کیا اس نے تجھے اپنی فرمانبرداری کا حکم نہیں دیا اور اس کی تاکید نہیں کی اور کیا اس نے تجھے اپنی نافرمانی سے نہیں ڈرایا اور اس سے منع نہیں کیا؟...... کیا اس نے تجھے ندا دے کر اپنے درِ رحمت پر نہیں بلایا؟...... کیا اس نے سحری کے وقت تجھے اپنے مکرم خطاب سے بیدار نہیں کیا اور تجھ سے راز کی باتیں نہ کیں؟...... کیا اس نے تجھ سے آخرت میں کامیابی اور جزا کا وعدہ نہیں فرمایا؟...... کیا تو نے سوال کیا اور دعا کی تو اس نے تیرے سوال کا جواب نہیں دیا اور تیری دعا قبول نہیں کی؟...... جب تو نے مصیبتوں میں مدد مانگی تو کیا اس نے تیری مدد نہیں فرمائی اور تجھے نجات عطا نہیں کی؟...... اور جب تو نے اس کی نافرمانی کی تو کیا اس نے اپنے حلم سے تیری

1 ......مومن: ۱۹.

پردہ پوشی نہیں فرمائی اور تجھے اپنی رحمت سے نہیں ڈھانپا؟......کیا تو نے کئی مرتبہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے غضب کو دعوت نہیں دی لیکن پھر بھی اس نے تجھے راضی رکھا؟......تو کیا تجھے یہ زیب دیتا ہے کہ تو گناہوں اور نافرمانیوں سے اس کا سامنا کرے؟ وہ تجھ پر اپنا رزق کشادہ کرتا ہے لیکن تو اس کی نافرمانی میں اضافہ کرتا ہے۔تو لوگوں سے تو چھپ سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپ سکے گا۔وہ (تیرے اعمال پر) گواہ اور تجھے دیکھ رہا ہے،تو کب تک تو اپنی گمراہی اور خواہشات کے سمندر میں غرق رہے گا؟ اگر تو نجات چاہتا ہے تو ندامت کی کشتی پر سوار ہو جا اور اپنے مولیٰ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں سچی توبہ کر کے فائدہ اٹھا۔اپنے آپ کو اخلاص کے ساحل پر ڈال دے تو وہ تجھے نجات اور خلاصی عطا فرما دے گا۔(1)

اللہ تعالیٰ ہمیں توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے،امین۔

وَ یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ یَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖؕ وَ الْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ﴿۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور دعا قبول فرماتا ہے اُن کی جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور انھیں اپنے فضل سے اور انعام دیتا ہے اور کافروں کے لیے سخت عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ایمان والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں کی دعا قبول فرماتا ہے اور انہیں اپنے فضل سے زیادہ عطا فرماتا ہے اور کافروں کے لیے سخت عذاب ہے۔

﴿وَ یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: اور ایمان والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں کی دعا قبول فرماتا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی دعائیں قبول فرماتا ہے جو ایمان لائیں اور اچھے اعمال کریں اور اپنے فضل سے لوگوں کی طلب سے بڑھ کر انہیں عطا فرماتا ہے اور کافروں کے لیے سخت عذاب ہے۔(2)

1 ......الروض الفائق، المجلس الحادی والاربعون فی مناقب الصالحین رضی اللہ عنہم اجمعین، ص۲۲۲.

2 ......مدارك، الشوری، تحت الآیة: ۲۶، ص۱۰۸۸.

معلوم ہوا کہ مقبول بندوں کی دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اچھے اعمال دعا کی قبولیت میں بہت معاون ہیں۔اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو اچھے اعمال کرنے کی بجائے ہر وقت برے اعمال کرنے میں مصروف رہتے ہیں،اس کے باوجود ان کی زبانیں اس شکوہ سے تر نظر آتی ہیں کہ ہماری دعا قبول نہیں ہوتی،انہیں چاہئے کہ اگر دعا قبول کروانی ہے تو برے اعمال چھوڑ کر نیک اعمال کرنے میں مصروف ہو جائیں اِنْ شَآءَ اللہ ان کی دعاؤں کی قبولیت بھی ظاہر ہوگی۔حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے،نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’ایک شخص طویل سفر کرے،اس کے بال اُلجھے اور کپڑے گرد میں اَٹے ہوئے ہوں،وہ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف پھیلائے اور اے میرے رب!اے میرے رب!کہے اور اس کا کھانا حرام سے اور پینا حرام سے اور پہننا حرام سے اور پرورش پائی حرام سے،تو اس کی دعا کہاں قبول ہوگی۔(1)

کسی نے حضرت ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے دریافت کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ ہم اللہ تعالٰی سے دعائیں کرتے ہیں لیکن وہ قبول نہیں ہوتیں؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا’’اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے تمہیں جس کام کا حکم دیا ہے تم وہ نہیں کرتے۔(2)

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَلٰكِنْ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر اللہ اپنے سب بندوں کا رزق وسیع کر دیتا تو ضرور زمین میں فساد پھیلاتے لیکن وہ اندازہ سے اُتارتا ہے جتنا چاہے بے شک وہ اپنے بندوں سے خبردار ہے اُنھیں دیکھتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر اللہ اپنے سب بندوں کیلئے رزق وسیع کر دیتا تو ضرور وہ زمین میں فساد پھیلاتے لیکن اللہ

1 ......مسلم، کتاب الزکاۃ، باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیّب وتربیتھا، ص۵۰۶، الحدیث: ۶۵(۱۰۱۵).

2 ......مدارک، الشوری، تحت الآیۃ: ۲۶، ص۱۰۸۸.

اندازہ سے جتنا چاہتا ہے اتارتا ہے، بیشک وہ اپنے بندوں سے خبردار (ہے، انہیں) دیکھ رہا ہے۔

﴿وَلَوۡ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزۡقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوۡا فِی الۡاَرۡضِ: اور اگر اللہ اپنے سب بندوں کیلئے رزق وسیع کر دیتا تو ضرور زمین میں فساد پھیلاتے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو غریب اور بعض کو مالدار بنانے کی حکمت بیان فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کیلئے رزق وسیع کر دیتا تو وہ ضرور زمین میں فساد پھیلاتے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں کا رزق ایک جیسا کر دے تو یہ بھی ہوسکتا تھا کہ لوگ مال کے نشے میں ڈوب کر سرکشی کے کام کرتے اور یہ بھی صورت ہوسکتی تھی کہ جب کوئی کسی کا محتاج نہ ہوگا تو ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنا ناممکن ہو جائے گا جیسے کوئی گندگی صاف کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا، کوئی سامان اٹھانے پر راضی نہ ہوگا، کوئی تعمیراتی کاموں میں محنت مزدوری نہیں کرے گا، یوں نظامِ عالَم میں جو بگاڑ پیدا ہوگا اسے ہر عقلمند با آسانی سمجھ سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے افعال حکمتوں اور مصلحتوں سے خالی نہیں

ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ فرماتے ہیں: ’’اگرچہ بندوں کی بہتری اور فائدے کے لئے اَفعال کرنا اللہ تعالیٰ پر واجب نہیں، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے اَفعال حکمتوں اور مَصلحتوں سے خالی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے حال کو جانتا ہے کہ اگر اس پر دنیا کا رزق وسیع کر دیا تو یہ وسعت بندے کے اعمال کو فاسد کر دے گی، اس لئے اس پر رزق تنگ کر دینے میں ہی اسی کی مَصلحت اور بہتری ہے، لہٰذا کسی پر رزق تنگ کر دینے میں اس کی توہین نہیں اور نہ ہی کسی پر رزق کشادہ کر دینا اس کی فضیلت ہے۔ مزید فرماتے ہیں ’’تمام معاملات اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت پر مَوقوف ہیں، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور وہ اپنے کسی فعل پر جواب دِہ نہیں کیونکہ وہ علی الاطلاق مالک ہے۔‘‘[1]

امیری، غریبی، بیماری اور تندرستی کی ایک بڑی حکمت

ہم معاشرے میں دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگ امیر، کچھ لوگ غریب، کچھ بیمار اور کچھ تندرست ہیں، اس میں یقیناً اللہ تعالیٰ کی بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہیں، یہاں لوگوں کے احوال میں اس فرق کی ایک بہت بڑی حکمت ملاحظہ ہو، چنانچہ

1 ......قرطبی، الشوری، تحت الآیۃ: ۲۷، ۸/۲۱، الجزء السادس عشر، ملخصاً.

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’ اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے ’’ بے شک میرے بعض مومن بندے ایسے ہیں کہ ان کے ایمان کی بھلائی مالداری میں ہے، اگر میں انہیں فقیر کر دوں تو اس کی وجہ سے ان کا ایمان خراب ہو جائے گا۔ بے شک میرے بعض مومن بندے ایسے ہیں کہ ان کے ایمان کی بھلائی فقیری میں ہے، اگر میں انہیں مالدار بنا دوں تو اس کی وجہ سے ان کا ایمان خراب ہو جائے گا۔ بے شک میرے بعض مومن بندے ایسے ہیں کہ ان کے ایمان کی بھلائی صحت مند رہنے میں ہے، اگر میں انہیں بیمار کر دوں تو اس بنا پر ان کا ایمان خراب ہو جائے گا۔ بے شک میرے بعض مومن بندے ایسے ہیں کہ ان کی ایمان کی بھلائی بیمار رہنے میں ہے، اگر میں انہیں صحت عطا کر دوں تو اس کی وجہ سے ان کا ایمان خراب ہو جائے گا۔ میں اپنے علم سے اپنے بندوں کے معاملات کا انتظام فرماتا ہوں، بے شک میں علیم و خبیر ہوں۔ [1]

اسی طرح کی ایک حدیث پاک آیت نمبر 17 کی تفسیر میں بھی گزر چکی ہے، ان اَحادیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ لوگوں کی امیری، غریبی، بیماری اور تندرستی حکمت کے عین مطابق ہے اور اُخروی اعتبار سے بہت بڑے فائدے کی حامل ہے لہٰذا جسے اللہ تعالٰی نے دولت عطا کی اسے چاہئے کہ وہ اس دولت کو اللہ تعالٰی کی اطاعت و فرمانبرداری میں خرچ کرے۔ جسے اللہ تعالٰی نے غریب رکھا اسے چاہئے کہ وہ اپنی غربت اور تنگدستی پر اللہ تعالٰی کا شکر ادا کرے اور اسی کی بارگاہ سے صبر کرنے کی توفیق مانگے اور آسانی طلب کرتا رہے۔ جو تندرست ہے وہ اس نعمت کو غنیمت جانے اور اپنی جسمانی صحت سے اللہ تعالٰی کی اطاعت و عبادت زیادہ کرنے کا فائدہ اٹھائے، اور جو بیمار ہے وہ بیماری کو اپنے حق میں مصیبت نہ سمجھے بلکہ یہ ذہن بنائے کہ اس بیماری کے ذریعے میری خطائیں معاف ہو رہی ہیں اور میرے ایمان کو تباہی سے بچایا جا رہا ہے اور یہ دونوں چیزیں آخرت کی نہ ختم ہونے والی زندگی میں بہت کام آنے والی ہیں۔ اس سے اِنۡ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ دل اور دماغ کو راحت نصیب ہوگی۔

وَهُوَ الَّذِیۡ یُنَزِّلُ الۡغَیۡثَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا قَنَطُوۡا وَ یَنۡشُرُ رَحۡمَتَهٗ ؕ وَ هُوَ الۡوَلِیُّ الۡحَمِیۡدُ ﴿۲۸﴾

1 ......حلية الاولياء، الحسين بن يحي الحسيني، ٨/٣٥٥، الحديث: ١٢٤٨٥.

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے کہ مینہ اُتارتا ہے اُن کے ناامید ہونے پر اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے اور وہی کام بنانے والا ہے سب خوبیوں سراہا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جو لوگوں کے ناامید ہونے کے بعد بارش اتارتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے اور وہی کام بنانے والا، تعریف کے لائق ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِیۡ یُنَزِّلُ الۡغَیۡثَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا قَنَطُوۡا: اور وہی ہے جو لوگوں کے ناامید ہونے کے بعد بارش اتارتا ہے۔﴾ یعنی اے لوگو! اللہ وہی ہے جو تمہارے بارش آنے سے ناامید ہونے کے بعد آسمان سے بارش نازل فرما کر تمہیں سیراب کرتا ہے اور بارش سے نفع دیتا اور قحط دور فرماتا ہے، وہی اپنے فضل اور احسان سے تمہارے کام بنانے والا ہے اور تمہیں نعمتیں عطا فرمانے میں تعریف کے لائق ہے اور اس کے فرمانبردار بندے اسی کی تعریف کرتے ہیں۔[1]

وَمِنۡ اٰیٰتِهٖ خَلۡقُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَثَّ فِیۡهِمَا مِنۡ دَآبَّةٍ ؕ وَهُوَ عَلٰی جَمۡعِهِمۡ اِذَا یَشَآءُ قَدِیۡرٌ ﴿۲۹﴾

رکوع ۳

ترجمۂ کنزالایمان: اور اُس کی نشانیوں سے ہے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور جو چلنے والے ان میں پھیلائے اور وہ ان کے اکٹھا کرنے پر جب چاہے قادر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور ان میں جو جاندار اس نے پھیلائے ہیں سب اس کی نشانیوں میں سے ہیں اور وہ ان سب کو اکٹھا کرنے پر جب چاہے قادر ہے۔

﴿وَمِنۡ اٰیٰتِهٖ: اور اس کی نشانیوں سے ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کے دلائل اور اس کی قدرت کے عجائبات میں سے زمین و آسمان کی پیدائش ہے، کیونکہ یہ دونوں اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے اپنے خالق کی قدرت اور

[1] ……تفسیر طبری، الشوری، تحت الآیة: ۲۸، ۱۱/۱۴۹، مدارك، الشوری، تحت الآیة: ۲۸، ص۱۰۸۸، ملتقطاً.

کمالات پر دلالت کرتے ہیں۔ان نشانیوں کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَفَلَمْ یَنْظُرُوْۤا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَیْفَ بَنَیْنٰهَا وَ زَیَّنّٰهَا وَ مَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ۝۶ وَ الْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَ اَلْقَیْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ وَ اَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِیْجٍ۝۷ۙ تَبْصِرَةً وَّ ذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہ دیکھا ہم نے اسے کیسے بنایا اور سجایا اور اس میں کہیں کوئی شگاف نہیں۔ اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس میں بڑے بڑے پہاڑ ڈالے اور اس میں ہر بارونق جوڑا اگایا۔ ہر رجوع کرنے والے بندے کیلئے بصیرت اور نصیحت کیلئے۔

مزید ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو زمین پر چلنے والے انسان اور دیگر جاندار پیدا فرمائے ہیں یہ سب بھی اس کی قدرت اور وحدانیّت کی نشانیوں میں سے ہیں اور اللہ تعالیٰ جب اور جس وقت چاہے ان سب کو حشر کے لئے اکٹھا کرنے پر قادر ہے۔ [2]

وَ مَاۤ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ وَ یَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍؕ۝۳۰

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا اور بہت کچھ تو معاف فرمادیتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ تمہارے ہاتھوں کے کمائے ہوئے اعمال کی وجہ سے ہے اور بہت کچھ تو وہ معاف فرمادیتا ہے۔

﴿وَ مَاۤ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ: اور تمہیں جو مصیبت پہنچی۔﴾ اس آیت میں ان مُکَلَّف مومنین سے خطاب ہے جن سے گناہ سرزد ہوتے ہیں اور مراد یہ ہے کہ دنیا میں جو تکلیفیں اور مصیبتیں مومنین کو پہنچتی ہیں اکثر اُن کا سبب ان کے گناہ ہوتے ہیں، اُن تکلیفوں کو اللہ تعالیٰ اُن کے گناہوں کا کفارہ کر دیتا ہے اور کبھی مومن کی تکلیف اس کے درجات کی بلندی کے

---

1 ......سورة ق:٦-٨.

2 ......جلالين مع صاوى، الشورى، تحت الآية: ٢٩، ٥/١٨٧٤، ملخصاً.

لئے ہوتی ہے۔

مصیبتیں آنے کا ایک سبب
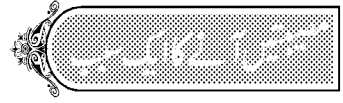
اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر آنے والی مصیبتوں کا ایک سبب ان کا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہ کرنا ہے، اگر یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہیں تو مصیبتوں سے بچ سکتے ہیں، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ’’(اے لوگو!) تمہارا رب عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے ’’اگر میرے بندے میری اطاعت کریں تو میں انہیں رات میں بارش سے سیراب کروں گا، دن میں ان پر سورج کو طلوع کروں گا اور انہیں کڑک کی آواز تک نہ سناؤں گا۔[1]

نیز انہیں چاہئے کہ ان پر اپنے ہی اعمال کی وجہ سے جو مصیبتیں آتی ہیں ان میں بے صبری اور شکوہ شکایت کا مظاہرہ نہ کریں بلکہ انہیں اپنے گناہوں کا کفارہ سمجھتے ہوئے صبر و شکر سے کام لیں، ترغیب کے لئے یہاں گناہوں کی وجہ سے آنے والی مصیبتوں سے متعلق اور ان مصیبتوں کے گناہوں کا کفارہ ہونے کے بارے میں 5 اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’بندے کو جو چھوٹی یا بڑی مصیبت پہنچتی ہے وہ کسی گناہ کی وجہ سے پہنچتی ہے اور جو گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے وہ اس سے بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ پھر رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ آیت تلاوت فرمائی **’’وَمَاۤ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍ‘‘**۔[2]

(2)......حضرت ثوبان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’نیک کاموں سے عمر بڑھتی ہے، دعا تقدیر کو ٹال دیتی ہے اور بے شک آدمی اپنے کسی گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔[3]

(3)......حضرت حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’لکڑی کی خراش لگنا، قدم کا ٹھوکر کھانا اور رگ کا پھڑکنا کسی گناہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور جو گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے

1......مسند امام احمد، مسند ابی ہریرۃ رضی اللّٰہ عنہ، ۳/۲۸۱، الحدیث: ۸۷۱٦.

2......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الشوری... الخ، ۵/۱٦۹، الحدیث: ۳۲٦۳.

3......ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العقوبات، ٤/۳٦۹، الحدیث: ٤۰۲۲.

وہ اس سے کہیں زیادہ ہوتے ہیں۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ”وَمَاۤ اَصَابَكُمۡ مِّنۡ مُّصِیۡبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتۡ اَیۡدِیۡكُمۡ وَیَعۡفُوۡا عَنۡ كَثِیۡرٍ“۔[1]

(4)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡهَا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”مومن کو کانٹا چبھنے یا اس سے بڑی کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس کی وجہ سے اللّٰہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے یا اس کی ایک خطا مٹا دیتا ہے۔[2]

(5)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡهُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”مومن کی بیماری اس کے گناہوں کے لئے کفارہ ہوتی ہے۔[3]

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں اپنی اطاعت میں مصروف رہنے اور گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، مشکلات اور مصائب سے ہماری حفاظت فرمائے اور آنے والی مشکلات پر صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔
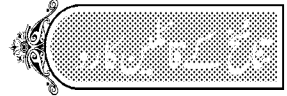
یاد رہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام جو کہ گناہوں سے پاک ہیں اور چھوٹے بچے جو کہ مُکَلَّف نہیں ہیں، ان سے اس آیت میں خطاب نہیں کیا گیا، اور بعض گمراہ فرقے جو تناسُخ یعنی روح کے ایک بدن سے دوسرے بدن میں جانے کے قائل ہیں وہ اس آیت سے اِستدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ چھوٹے بچوں کو جو تکلیف پہنچتی ہے وہ ان کے گناہوں کا نتیجہ ہو اور ابھی تک چونکہ اُن سے کوئی گناہ ہوا نہیں تو لازم آیا کہ اس زندگی سے پہلے کوئی اور زندگی ہوگی جس میں گناہ ہوئے ہوں گے۔ ان کا اس آیت سے اپنے باطل مذہب پر اِستدلال باطل ہے کیونکہ بچے اس کلام کے مُخاطَب ہی نہیں جیسا کہ عام طور پر تمام خطابات عقلمند اور بالغ حضرات کو ہی ہوتے ہیں۔[4]

نیز بالفرض اگر ان لوگوں کی بات کو ایک لمحے کے لئے تسلیم کر لیں تو ان سے سوال ہے کہ بچوں کو تکالیف تو

1......كنز العمال، كتاب الاخلاق، قسم الافعال، الصبر على البلايا مطلقاً، ٢/٣٠٤، الجزء الثالث، الحديث: ٨٦٦٦.

2......مسلم، كتاب البرّ والصلة والآداب، باب ثواب المؤمن فيما يصيبه... الخ، ص١٣٩١، الحديث: ٤٧(٢٥٧٢).

3......شعب الايمان، السبعون من شعب الايمان ... الخ، فصل في ذكر ما في الاوجاع و الامراض ... الخ، ٧/١٥٨، الحديث: ٩٨٣٥.

4......خزائن العرفان، الشوریٰ، تحت الآیۃ: ٣٠، ص٨٩٥، ملخصاً۔

یقینی طور پر آتی ہی ہیں خواہ وہ ان لوگوں کے عقیدے کے مطابق ساتواں جنم ہو یا پہلا، تو سوال یہ ہے کہ بچوں کے پہلے جنم میں جو تکلیفیں آتی ہیں وہ کون سے گناہوں کی وجہ سے ہوتی ہیں؟ کیونکہ اس سے پہلے تو کوئی جنم ان کے عقیدے کے مطابق بھی نہیں گزرا ہوتا۔

وَمَآ اَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِيۡنَ فِى الۡاَرۡضِ ۖۚ وَمَا لَـكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيۡرٍ ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم زمین میں قابو سے نہیں نکل سکتے اور نہ اللہ کے مقابل تمہارا کوئی دوست نہ مددگار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم زمین میں (اللہ کو) بے بس نہیں کرسکتے اور نہ اللہ کے مقابلے میں تمہارا کوئی دوست ہے اور نہ مددگار۔

﴿ وَمَآ اَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِيۡنَ فِى الۡاَرۡضِ : اور تم زمین میں (اللہ کو) بے بس نہیں کرسکتے۔﴾ یعنی جو مصیبتیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے نصیب میں لکھ دی ہیں تم ان سے کہیں بھاگ نہیں سکتے اور نہ ہی ان سے بچ سکتے ہو اور نہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تمہارا کوئی دوست ہے اور نہ مددگار کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف تمہیں مصیبت اور تکلیف سے بچا سکے۔[1]

یاد رہے کہ اس آیت میں دعائیں داخل نہیں کیونکہ دعا اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کبھی کچھ نہیں کرتی بلکہ اس کی مرضی کے موافق کرتی ہے اور دعا کے نتیجے میں خود خداوندِ قدوس ہی رحمت فرماتا ہے، یونہی اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندوں کا معاملہ ہے کہ ان کی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ تقدیر بدل دیتا اور بلائیں ٹال دیتا ہے۔ حضرت سلمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تقدیر کو دعا ہی بدل سکتی ہے اور نیکی ہی سے عمر بڑھتی ہے۔''[2]

1 ......مدارک، الشوری، تحت الآیۃ: ۳۱، ص۱۰۹۰.

2 ......ترمذی، کتاب القدر، باب ما جاء لا یردّ القدر الّا الدعاء، ۴/۵۴، الحدیث: ۲۱۴۶.

وَ مِنْ اٰیٰتِهِ الْجَوَارِ فِی الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۳۲﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور اُس کی نشانیوں سے ہیں دریا میں چلنے والیاں جیسے پہاڑیاں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور سمندر میں چلنے والی پہاڑوں جیسی کشتیاں اس کی نشانیوں میں سے ہیں۔

﴿وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ: اور اس کی نشانیوں سے ہیں۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ سمندر میں چلنے والی پہاڑوں جیسی بڑی بڑی کشتیاں اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کے دلائل اور اس کی قدرت، عظمت اور حکمت کی نشانیوں میں سے ہیں کہ بادبانی کشتیاں ہوا کے ذریعے چلتی اور رکتی ہیں اور ان ہواؤں کو چلانے اور روکنے پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی قدرت نہیں رکھتا اور یہ قدرت والے معبود کے وجود کی دلیل ہے، اور اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ یہ کشتیاں انتہائی وزنی ہوتی ہیں لیکن اپنے بھرپور وزن کے باوجود ڈوبتی نہیں بلکہ پانی کی سطح پر تیرتی جاتی ہیں۔ ان کشتیوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں پر عظیم انعامات کی معرفت بھی حاصل ہوتی ہے، جیسے ان کشتیوں کے ذریعے زمین کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک سامان کی نقل و حمل سے تجارت کے عظیم فوائد حاصل ہوتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے۔ (1)

اِنْ یَّشَاْ یُسْكِنِ الرِّیْحَ فَیَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰی ظَهْرِهٖؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۳﴾ۙ اَوْ یُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَ یَعْفُ عَنْ كَثِیْرٍ ﴿۳۴﴾ۙ وَّ یَعْلَمَ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَاؕ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِیْصٍ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ چاہے تو ہوا تھمادے کہ اس کی پیٹھ پر ٹھہری رہ جائیں بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں ہر بڑے صابر شاکر کو۔ یا اُنھیں تباہ کردے لوگوں کے گناہوں کے سبب اور بہت کچھ معاف فرمادے۔ اور جان جائیں وہ

(1) روح البیان، الشوری، تحت الآیة: ۳۲، ۸/۳۲۴، تفسیر کبیر، الشوری، تحت الآیة: ۳۲، ۹/۶۰۲، ملتقطاً.

جو ہماری آیتوں میں جھگڑتے ہیں کہ اُنھیں کہیں بھاگنے کی جگہ نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر وہ چاہے تو ہوا کو روک دے تو کشتیاں سمندر کی پشت پرٹھہری رہ جائیں، بیشک اس میں ضرور ہر بڑے صبر کرنے والے، شکر کرنے والے کیلئے نشانیاں ہیں۔ یا (اگر اللہ چاہے تو) ان کشتیوں کو لوگوں کے گناہوں کے سبب تباہ کردے اور بہت سے گناہوں سے درگزر فرمادے۔ اور ہماری آیتوں میں جھگڑنے والے جان جائیں کہ ان کیلئے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔

﴿اِنۡ یَّشَاۡ یُسۡكِنِ الرِّیۡحَ: اگر وہ چاہے تو ہوا کو روک دے۔﴾ اس آیت اوراس کے بعدوالی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس ہوا کو روک دے جو کشتیوں کو چلاتی ہے تو تمام کشتیاں سمندر کی پشت پر ٹھہری رہ جائیں اور چل ہی نہ پائیں، یا اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو مخالف سمت سے ہوا بھیج کر بعض کشتیوں کو اس میں سوار لوگوں کے گناہوں کے سبب غرق کردے اور بہت سے لوگوں کے گناہوں سے درگزر فرمادے کہ اُن پر عذاب نہ کرے اور انہیں ڈوبنے سے محفوظ رکھے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق کشتیوں کے چلنے اور رکنے میں ضرور ہر بڑے صبر کرنے والے، شکر کرنے والے کیلئے نشانیاں ہیں۔

یہاں صابر شاکر سے مخلص مومن مراد ہے جو سختی و تکلیف میں صبر کرتا ہے اور راحت و عیش میں شکر اور مقصد یہ ہے کہ مومن بندے پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے دلائل سے کسی طرح غافل نہ ہو کیونکہ مومن بندہ یا تو سختی اور تکلیف میں مبتلاء ہوگا یا راحت و عیش میں ہوگا، لہٰذا اسے چاہئے کہ اگر اس پر سختی اور تکلیف آئے تو وہ صبر کرے اور نعمتیں ملیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ (1)

یہاں آیت کی مناسبت سے شکر کے 15 فضائل ملاحظہ ہوں:

(1)......شکر ادا کرتے ہوئے کھانے والے کا اجر صبر کرتے ہوئے روزہ رکھنے والے کی طرح ہے۔ (2)

---

(1)......روح البيان، الشورى، تحت الآية: ٣٣، ٨ / ٣٢٤، تفسير كبير، الشورى، تحت الآية: ٣٣، ٩ / ٦٠٢، خازن، الشورى، تحت الآية: ٣٣، ٤ / ٩٨، مدارك، الشورى، تحت الآية: ٣٣، ص ١٠٩٠، ملتقطاً.

(2)......مستدرك، كتاب الاطعمة، الطاعم الشاكر مثل الصائم الصابر، ٥ / ١٨٨، الحديث ٧٢٧٧.

(2)......اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو اس کا صلہ دے گا۔[1]

(3)......شکر کرنے سے بندہ عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔[2]

(4)......شکر کرنے سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔[3]

(5)......اللہ تعالیٰ اپنی حمد وشکر کئے جانے کو پسند فرماتا ہے۔[4]

(6)......شکر کرنے والا دل بندے کے ایمان پر مدد گار ہے۔[5]

(7)......شکر گزار دل دین ودنیا کے اُمور پر مدد گار ہے۔[6]

(8)......عطا پر شکر کرنا اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخل ہونے کا سبب ہے۔[7]

(9)......وہ خیر جس میں کوئی شر نہیں، عافِیَّت کے ساتھ شکر کرنا ہے۔[8]

(10)......آسانی میں شکر کرنے والا زاہد ہے۔[9]

(11)......شکر ایمان کا نصف حصہ ہے۔[10]

(12)......اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا دنیا کی تمام نعمتوں سے بہتر ہے۔[11]

(13)......قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے افضل ترین بندے وہ ہوں گے جو بہت شکر گزار رہوں گے۔[12]

(14)......شکر ادا کرنے سے بندہ زوالِ نعمت سے بچ جاتا ہے۔[13]

(15)......جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو ان کی عمر دراز کر دیتا اور انہیں شکر کا الہام

1......ال عمران:۱۴۴.

2......النساء:۱۴۷.

3......سورۃ ابراھیم:۷.

4......معجم الکبیر، الاسود بن شریع المجاشعی، ۲۸۳/۱، الحدیث: ۸۲۵.

5......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ التوبۃ، ۶۵/۵، الحدیث: ۳۱۰۵.

6......شعب الایمان، الثالث والثلاثون من شعب الایمان... الخ، ۱۰۴/۴، الحدیث: ۴۴۳۰.

7......شعب الایمان، الثالث والثلاثون من شعب الایمان... الخ، ۱۰۵/۴، الحدیث: ۴۴۳۲.

8......شعب الایمان، الثالث والثلاثون من شعب الایمان... الخ، ۱۰۶/۴، روایت نمبر: ۴۴۳۶.

9......شعب الایمان، الثالث والثلاثون من شعب الایمان... الخ، ۱۰۶/۴، روایت نمبر: ۴۴۳۸.

10......شعب الایمان، الثالث والثلاثون من شعب الایمان... الخ، ۱۰۹/۴، روایت نمبر: ۴۴۴۸.

11......ابن عساکر، محمد بن عبد اللہ بن محمد بن عبید اللہ بن ھمام... الخ، ۱۶/۵۴.

12......معجم الکبیر، عبد الرحمن بن مورق العجلی عن مطرف، ۱۲۴/۱۸، الحدیث: ۲۵۴.

13......مسند الفردوس، باب الحاء، ۱۵۵/۲، الحدیث: ۲۷۸۳.

فرماتا ہے۔[1]

اللہ تعالٰی ہمیں ہر حال میں اپنا شکر ادا کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿وَيَعۡلَمَ الَّذِيۡنَ يُجَادِلُوۡنَ فِيۡٓ اٰيٰتِنَا: اور ہماری آیتوں میں جھگڑنے والے جان جائیں۔﴾ یعنی اگر اللہ تعالٰی چاہے تو لوگوں کو سمندر میں غرق کر دے اور قرآنِ پاک کو جھٹلانے والے جان جائیں کہ ان کیلئے اللہ تعالٰی کی گرفت اور اس کے عذاب سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔[2]

فَمَآ اُوۡتِيۡتُمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ فَمَتَاعُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ۚ وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ خَيۡرٌ وَّ اَبۡقٰى لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَلٰى رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُوۡنَ ۚ﴿۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تمہیں جو کچھ ملا ہے وہ جیتی دنیا میں برتنے کا ہے اور وہ جو اللہ کے پاس ہے بہتر ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ان کے لیے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو (اے لوگو!) تمہیں جو کچھ دیا گیا ہے وہ دنیوی زندگی کا سازوسامان ہے اور وہ جو اللہ کے پاس ہے وہ ایمان والوں اور اپنے رب پر بھروسہ کرنے والوں کیلئے بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

﴿فَمَآ اُوۡتِيۡتُمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ: تو تمہیں جو کچھ دیا گیا ہے۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنا سارا مال اللہ تعالٰی کی راہ میں صدقہ کر دیا، اس پر عرب کے لوگوں نے آپ رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ کو ملامت کی تو اللہ تعالٰی نے آپ کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! تمہیں جو کچھ دُنْیَوی مال وَاَسباب دیا گیا ہے وہ آخرت کا زادِراہ نہیں بلکہ صرف چند روز کی دُنْیَوی زندگی کا سازوسامان ہے اور یہ ہمیشہ باقی نہیں رہے گا، جبکہ جو اجر و ثواب اللہ تعالٰی کے پاس ہے وہ ایمان والوں اور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ پر بھروسہ کرنے والوں کیلئے بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔[3]

---

1 ......مسند الفردوس، باب الالف، ١/٢٤٦، الحديث: ٩٥٣.

2 ......جلالين، الشورى، تحت الآية: ٣٥، ص٤٠٤، خازن، الشورى، تحت الآية: ٣٥، ٤/٩٨، ملتقطاً.

3 ......مدارك، الشورى، تحت الآية: ٣٦، ص١٠٩٠، جلالين، الشورى، تحت الآية: ٣٦، ص٤٠٤، ملتقطاً.

[illegible]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دُنْیَوی مال و دولت، شان وشوکت اور ساز و سامان کے مقابلے میں اُخروی اجر و ثواب ہی بہتر ہے اور ہر مسلمان کو اسی کے حصول کی کوشش کرنی چاہیے۔ چنانچہ اس سے متعلق ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰى ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (اے لوگو!) جو کچھ چیز تمہیں دی گئی ہے تو وہ دنیوی زندگی کا ساز وسامان اور اس کی زینت ہے اور جو (ثواب) اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے تو کیا تم سمجھتے نہیں؟

اور ارشاد فرمایا:

زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ الْبَنِیْنَ وَ الْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَیْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَیْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: لوگوں کے لئے ان کی خواہشات کی محبت کو آراستہ کر دیا گیا یعنی عورتوں اور بیٹوں اور سونے چاندی کے جمع کئے ہوئے ڈھیروں اور نشان لگائے گئے گھوڑوں اور مویشیوں اور کھیتیوں کو (ان کے لئے آراستہ کر دیا گیا۔) یہ سب دنیوی زندگی کا ساز وسامان ہے اور صرف اللہ کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔ (اے حبیب!) تم فرماؤ، کیا میں تمہیں ان چیزوں سے بہتر چیز بتادوں؟ (سنو، وہ یہ ہے کہ) پرہیزگاروں کے لئے ان کے رب کے پاس جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور (ان کیلئے) پاکیزہ بیویاں اور اللہ کی خوشنودی ہے اور اللہ بندوں کو دیکھ رہا ہے۔

---

1 ......قصص: ۶۰.

2 ......ال عمران: ۱۴، ۱۵.

اوراُخروی ثواب اورانعامات حاصل کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے ارشادفرمایا:

لِمِثْلِ هٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ [1] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** ایسی ہی کامیابی کے لیےعمل کرنے والوں کوعمل کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اُخروی نعمتوں کی اہمیت کو سمجھنے اوران نعمتوں کو حاصل کرنے کے لئے بھرپور کوششیں کرنے کی توفیق عطا فرمائے،اٰمین۔

وَ الَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓىٕرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ وَ اِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ یَغْفِرُوْنَ ۚ(۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں اور جب غصہ آئے معاف کر دیتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (ان کیلئے) جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کرتے ہیں اور جب انہیں غصہ آئے تو معاف کر دیتے ہیں۔

﴿وَ الَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓىٕرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ: اور جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کرتے ہیں۔﴾ یعنی اجر وثواب ان کیلئے بھی ہے جو کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے اِجتناب کرتے ہیں۔ کبیرہ گناہ وہ ہے جس کے کرنے پر دنیا میں حد جاری ہو جیسے قتل، زنا اور چوری وغیرہ یا اس پر آخرت میں عذاب کی وعید ہو جیسے غیبت، چغل خوری، خود پسندی اور ریاکاری وغیرہ۔ بے حیائی کے کاموں سے وہ تمام کام اور باتیں مراد ہیں جو معیوب اور قبیح ہوں۔ [2]

کبیرہ گناہوں سے بچنے کا ثواب

اس آیت میں کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچنے والوں کے لئے قیامت کے دن اجر وثواب

1 ......صافات:۶۱.

2 ......روح البیان، الشوری، تحت الآیة: ۳۷، ۳۲۸/۸، خازن، الشوری، تحت الآیة: ۳۷، ۹۸/۴، ملخصاً.

کی بشارت سنائی گئی ہے۔کبیرہ گناہوں سے بچنے والوں کے بارے میں ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنۡ تَجۡتَنِبُوۡا کَبَآئِرَ مَا تُنۡهَوۡنَ عَنۡهُ نُکَفِّرۡ عَنۡکُمۡ سَیِّاٰتِکُمۡ وَ نُدۡخِلۡکُمۡ مُّدۡخَلًا کَرِیۡمًا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو جن سے تمہیں منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے دوسرے گناہ بخش دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کریں گے۔

اور حضرت ابو ایوب انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا، نماز قائم کی، زکوٰۃ ادا کی، رمضان کے روزے رکھے اور کبیرہ گناہوں سے بچتا رہا تو اس کے لئے جنت ہے۔ایک شخص نے عرض کی: (یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ)، کبیرہ گناہ کیا ہیں؟ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، کسی مسلمان کو (ناحق) قتل کرنا اور کفار سے جنگ کے دن میدان سے فرار ہونا۔ [2]

اور بے حیائی کے کاموں سے بچنے والوں کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّذِیۡنَ یَجۡتَنِبُوۡنَ کَبٰٓئِرَ الۡاِثۡمِ وَ الۡفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الۡمَغۡفِرَۃِ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہ کے پاس گئے اور رک گئے بیشک تمہارے رب کی مغفرت وسیع ہے۔

اور حضرت سہل بن سعد ساعدی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو مجھے اس چیز کی ضمانت دے جو دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے (یعنی شرمگاہ) اور جو دونوں جبڑوں کے درمیان ہے (یعنی زبان) تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ [4]

اللہ تعالیٰ ہمیں کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

نوٹ: کبیرہ گناہوں سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کیلئے سورۂ نساء، آیت نمبر 31 کے تحت تفسیر ملاحظہ

---

1 ......النساء: ۳۱.

2 ......مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث ابی ایوب الانصاری رضی اللّٰہ تعالی عنه، ۱۳۲/۹، الحدیث: ۲۳۵۶۵.

3 ......النجم: ۳۲.

4 ......بخاری، کتاب المحاربین من اهل الکفر والرّدة، باب فضل من ترک الفواحش، ۳۳۷/۴، الحدیث: ۶۸۰۷.

فرمائیں اور تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ''اَلزَّوَاجِر لِاِقْتِرَافِ الْكَبَائِر'' کا مطالعہ فرمائیں۔[1]

﴿وَ اِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ یَغْفِرُوْنَ: اور جب انہیں غصہ آئے تو معاف کردیتے ہیں۔﴾ اس آیت میں کسی پر غصہ آنے کی صورت میں معاف کر دینے والے کو بھی اجر و ثواب کی بشارت دی گئی ہے۔ علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب غصہ آئے تو اس وقت درگزر کرنا اور بُردباری کا مظاہرہ کرنا اَخلاقی اچھائیوں میں سے ہے لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ درگزر کرنے سے کسی واجب میں خَلَل واقع نہ ہو اور اگر کسی واجب میں خَلَل واقع ہو تو غضب کا اظہار کرنا ضروری ہے جیسے کوئی اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کسی کام کو کرے تو اس وقت درگزر سے کام نہیں لیا جائے گا بلکہ اس پر غصہ کرنا واجب ہے۔ (مراد یہ کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر دل میں ناراضگی کا آنا ضروری ہے، یہ ضروری نہیں کہ گناہ کے مُرتکِب پر اظہار بھی کیا جائے۔ اس کا دار و مدار موقع محل کی مناسبت پر ہے۔)[2]

غصہ آنے پر معاف کر دینے کی فضیلت

غصہ آنے پر معاف کر دینے کی فضیلت بکثرت اَحادیث میں بھی بیان ہوئی ہے، چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو شخص اپنے غصے کو نافذ کرنے پر قادر ہونے کے باوجود غصہ پی جائے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے تمام مخلوق کے سامنے بلائے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے اختیار دے گا کہ حورِ عین میں سے جو حور وہ چاہے لے لے۔[3]

اور حضرت حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص نے غصہ ضبط کر کے اس کا گھونٹ پیا یا جس نے مصیبت کے وقت صبر کا گھونٹ پیا، اللہ تعالیٰ کو اس گھونٹ سے زیادہ کوئی گھونٹ پسند نہیں اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے جس شخص کی آنکھ نے آنسو کا قطرہ گرایا اور خون کا وہ قطرہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں گرا اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو کوئی قطرہ پسند نہیں۔[4]

---

1 ......اس کتاب کا اردو ترجمہ بنام ''جہنم میں لے جانے والے اعمال'' مکتبۃ المدینہ سے شائع ہو چکا ہے، وہاں سے ہدیۃً حاصل کر کے اس کا مطالعہ فرمائیں۔

2 ......صاوی، الشوری، تحت الآیة: ۳۷، ۱۸۷۸/۵.

3 ......ابو داؤد، کتاب الادب، باب من کظم غیظاً، ۳۲۵/۴، الحدیث: ۴۷۷۷.

4 ...... کتاب الجامع فی آخر المصنف، باب الغضب والغیظ وما جاء فیه، ۱۹۵/۱۰، الحدیث: ۲۰۴۵۷.

غصہ آنے کا بنیادی سبب اور اس کا علاج

غصہ آنے کا بنیادی سبب یہ ہے کہ جب انسان کسی اور سے کوئی بات کرتا یا اسے کوئی کام کرنے کا کہتا ہے اور وہ بات نہیں مانتا یا وہ کام نہیں کرتا تو غصہ آجاتا ہے، ایسی حالت میں انسان کو چاہئے کہ وہ ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے معاف کردے یا ایسے اَسباب اختیار کرے جن سے غصہ ٹھنڈا ہو جائے اور دل و دماغ کو تسکین حاصل ہو، ترغیب کے لئے یہاں غصہ ٹھنڈا کرنے کے 3 طریقے ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡهُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ہم سے ارشاد فرمایا: ’’جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے، اگر اس کا غصہ چلا جائے تو ٹھیک ورنہ اسے چاہئے کہ لیٹ جائے۔[1]

(2)......حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡهُمَا سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے چاہئے کہ خاموش ہو جائے۔[2]

علامہ ابنِ رجب حنبلی رَحۡمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیۡهِ فرماتے ہیں ’’یہ غصے کا بہت بڑا علاج ہے کیونکہ غصہ کرنے والے سے غصے کی حالت میں ایسی بات صادر ہو جاتی ہے جس پر اسے غصہ ختم ہونے کے بعد بہت زیادہ ندامت اٹھانی پڑتی ہے، جیسے غصے کی حالت میں گالی وغیرہ دے دینا جس کا نقصان بہت زیادہ ہے، تو جب وہ خاموش ہو جائے گا تو اسے اس کے کسی شر کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔[3]

(3)......حضرت عطیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡهُ سے روایت ہے، حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’بیشک غصہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ کو پانی کے ذریعے ہی بجھایا جاسکتا ہے، لہٰذا جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے وضو کر لینا چاہئے۔[4]

---

1 ......ابو داؤد، کتاب الادب، باب ما یقال عند الغضب، ٤/٣٢٧، الحدیث: ٤٧٨٣.

2 ......مسند امام احمد، مسند عبد الله بن العباس... الخ، ١/٥١٥، الحدیث: ٢١٣٦.

3 ......جامع العلوم و الحکم، الحدیث السادس عشر، ص١٨٤.

4 ......ابو داؤد، کتاب الادب، باب ما یقال عند الغضب، ٤/٣٢٧، الحدیث: ٤٧٨٤.

اللہ تعالیٰ ہمیں غصہ کرنے سے بچنے اور غصہ آجانے کی صورت میں معاف کردینے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔[1]

وَ الَّذِيۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِرَبِّهِمۡ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۖ وَ اَمۡرُهُمۡ شُوۡرٰى بَيۡنَهُمۡ ۖ وَ مِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ ۚ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جنھوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور نماز قائم رکھی اور ان کا کام ان کے آپس کے مشورے سے ہے اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (ان کے لیے) جنہوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور نماز قائم رکھی اور ان کا کام ان کے باہمی مشورے سے (ہوتا) ہے اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

﴿وَالَّذِيۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِرَبِّهِمۡ: اور وہ جنہوں نے اپنے رب کا حکم مانا۔﴾ یعنی اجر وثواب ان لوگوں کے لئے بھی ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کا اقرار اور اس کی عبادت کرکے اپنے رب کا حکم مانا اور پابندی کے ساتھ نماز پڑھتے رہے اور جب انہیں کوئی کام درپیش ہو تو وہ ان کے باہمی مشورہ سے ہوتا ہے اور وہ ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت انصار کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زبانِ اَقدس سے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی دعوت قبول کرکے ایمان اور طاعت کو اختیار کیا۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہجرت سے پہلے ان پر بارہ نقیب مقرر فرمائے، ان انصار کے اوصاف میں سے یہ بھی ہے کہ وہ تمام شرائط وآداب کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں اور جب انہیں کوئی اہم معاملہ درپیش ہو تو پہلے آپس میں مشورہ کرتے ہیں پھر وہ کام سرانجام دیتے ہیں، اس میں وہ جلد بازی اور اپنی من مرضی نہیں کرتے اور وہ ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔[2]

---

1 ......غصہ اور عَفْو ودرگزر سے متعلق اہم معلومات حاصل کرنے کے لئے امیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کے ان رسائل ''غصے کا علاج'' اور ''عفو ودرگزر کے فضائل'' کا مطالعہ فرمائیں۔

2 ......جلالین مع صاوی، الشوری، تحت الآیۃ: ۳۸، ۵/۱۸۷۸-۱۸۷۹، روح البیان، الشوری، تحت الآیۃ: ۳۸، ۸/۳۳۱، ملتقطاً۔

اس آیت میں انصار کا ایک وصف یہ بیان ہوا ہے کہ وہ تمام شرائط و آداب کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔ نماز کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’قیامت کے دن بندے سے سب سے پہلے جس عمل کا حساب ہوگا وہ نماز ہے، اگر یہ عمل صحیح ہوا تو کامیابی اور نجات ہے اور اگر یہ ٹھیک نہ ہوا تو وہ ناکام ہوا اور اس نے نقصان اٹھایا۔ اگر فرض نماز میں کچھ کمی رہ گئی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ’’کیا میرے بندے کے پاس کوئی نفل ہے، پھر اس سے فرض کی کمی پوری کی جائے گی، پھر تمام اعمال کا یہی حال ہوگا۔[1]

اور ایک وصف یہ بیان ہوا ہے کہ وہ باہمی مشورے سے اپنے کام کرتے ہیں۔ مشورے کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بھی اِجتہادی اُمور میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡھُمۡ سے مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَشَاوِرۡهُمۡ فِی الۡاَمۡرِ[2] **ترجمۂ کنزالعرفان:** اور کاموں میں ان سے مشورہ لیتے رہو۔

اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وصالِ ظاہری کے بعد صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡھُمۡ بھی دینی اور دُنْیَوی اہم اُمور باہمی مشورے سے طے کیا کرتے تھے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جب تمہارے حاکم اچھے لوگ ہوں، تمہارے مالدار سخی لوگ اور تمہارے کام باہمی مشورے سے طے ہوں تو زمین کا ظاہر اس کے باطن سے تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اور جب تمہارے حاکم شریر لوگ ہوں، تمہارے مالدار بخیل ہوں اور تمہارے معاملات عورتوں کے سپرد ہوں تو اس وقت زمین کا پیٹ تمہارے لئے اس کے ظاہر سے زیادہ بہتر ہے۔[3]

اور حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے فرمایا: جو قوم مشورہ کرتی ہے وہ صحیح راہ پر پہنچتی ہے۔[4]

---

1 ......ترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ما جاء انّ اوّل یحاسب به العبد... الخ، ۱/۴۲۱، الحدیث: ۴۱۳.

2 ......ال عمران: ۱۵۹.

3 ......ترمذی، کتاب الفتن، ۷۸-باب، ۴/۱۱۸، الحدیث: ۲۲۷۳.

4 ......مدارك، الشوری، تحت الآیة: ۳۸، ص ۱۰۹۰.

اور ایک وصف یہ بیان ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق میں سے کچھ راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔

اس سے مراد تمام قسم کے صدقات ہیں، حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا اور بندہ جب صدقہ دینے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے تو وہ سائل کے ہاتھ میں جانے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں آجاتا ہے اور جو بندہ بلاضرورت سوال کا دروازہ کھولتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر فقر کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ [1]

اللہ تعالیٰ ہمیں پابندی کے ساتھ نماز ادا کرنے، اپنے اہم کاموں میں صحیح مشورہ دینے والوں سے مشورہ کرنے اور صدقہ وخیرات کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَالَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَہُمُ الۡبَغۡیُ ہُمۡ یَنۡتَصِرُوۡنَ ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ کہ جب انہیں بغاوت پہنچے بدلہ لیتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (ان کے لیے) جنہیں جب کوئی زیادتی پہنچے تو وہ (انصاف کے ساتھ) بدلہ لیتے ہیں۔

﴿وَالَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَہُمُ الۡبَغۡیُ: اور وہ کہ جنہیں جب کوئی زیادتی پہنچے۔﴾ یعنی اجر وثواب ان کیلئے بھی ہے کہ جن پر کوئی ظلم کرے تو وہ اس سے انصاف کے ساتھ بدلہ لیتے ہیں اور بدلہ لینے میں حد سے تجاوُز نہیں کرتے۔

ابنِ زید کا قول ہے کہ مومن دو طرح کے ہیں ایک وہ جو ظلم کو معاف کرتے ہیں۔ پہلی آیت میں اُن کا ذکر فرمایا گیا۔ دوسرے وہ جو ظالم سے بدلہ لیتے ہیں، ان کا اس آیت میں ذکر ہے۔

اور حضرت عطا رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ یہ وہ مومنین ہیں جنہیں کفار نے مکہ مکرمہ سے نکالا اور اُن پر ظلم کیا پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سر زمین میں تَسلُّط دیا اور اُنہوں نے ظالموں سے بدلہ لیا۔ [2]

---

1 ......معجم الکبیر، وما اسند عبد اللّٰہ بن عباس رضی اللّٰہ عنہما، مقسم عن ابن عباس، ۱۱/۳۲۰، الحدیث: ۱۲۱۵۰.

2 ......مدارک، الشوری، تحت الآیۃ: ۳۹، ص۱۰۹۱، خازن، الشوری، تحت الآیۃ: ۳۹، ۴/۹۸-۹۹، ملتقطاً.

ظالم سے بدلہ لینے کی بجائے معاف کر دینا بہتر ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ظالم سے بدلہ لینا جائز ہے اور اس سے اتنا ہی بدلہ لیا جائے گا جتنا اس نے ظلم کیا لیکن بدلہ لینے پر قدرت کے باوجود معاف کر دینا بہت بہتر ہے۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مبارک زندگی میں اس کی بہت ساری مثالیں موجود ہیں، ان میں سے 4 مثالیں درج ذیل ہیں،

(1)......صلحِ حُدَیْبِیَہ کے سال جبلِ تنعیم کی طرف سے اسّی افراد کا گروہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو شہید کرنے کے ارادے سے آیا، جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان پر غلبہ پالیا تو انتقام پر قدرت کے باوجود ان پر احسان کرتے ہوئے چھوڑ دیا۔

(2)......غورث بن حارث جس نے نیند کی حالت میں سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر وار کرنے کی کوشش کی، لیکن حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بیدار ہو گئے اور جب اس کی تلوار آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قبضے میں آ گئی اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو بلا کر اس کے ارادے سے باخبر بھی کر دیا تو قدرت کے باوجود آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسے معاف کر دیا۔

(3)......لبید بن عاصم جس نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر جادو کیا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس سے بدلہ لینے کی قدرت کے باوجود معاف کر دیا۔

(4)......مرحب یہودی کی بہن زینب جس نے زہر لگی ران بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں بھیجی، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی ذات کی وجہ سے اس سے کوئی بدلہ نہ لیا لیکن جب حضرت بشر بن براء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس زہر کے اثر کی وجہ سے انتقال کر گئے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس عورت پر شرعی سزا جاری کی۔[1]

وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ۝۴۰

---

❶......تفسیر ابن کثیر، الشوری، تحت الآیة: ۳۹، ۷/۱۹۳-۱۹۴.

ترجمۂ کنزالایمان: اور بُرائی کا بدلہ اُسی کی برابر برائی ہے تو جس نے معاف کیا اور کام سنوارا تو اس کا اجر اللہ پر ہے بے شک وہ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور برائی کا بدلہ اس کے برابر برائی ہے تو جس نے معاف کیا اور کام سنوارا تو اس کا اجر اللہ پر ہے، بیشک وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

﴿وَ جَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا: اور برائی کا بدلہ اس کے برابر برائی ہے۔﴾ اس کا معنی یہ ہے کہ بدلہ جرم کے برابر ہونا چاہیے اور اس میں زیادتی نہ ہو، اور بدلے کو برائی سے صورۃً مشابہ ہونے کی وجہ سے مجازی طور پر برائی کہا جاتا ہے کیونکہ جس کو وہ بدلہ دیا جائے اسے برا معلوم ہوتا ہے اور بدلے کو برائی کے ساتھ تعبیر کرنے میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اگرچہ بدلہ لینا جائز ہے لیکن معاف کر دینا اس سے بہتر ہے۔[1]

﴿فَمَنْ عَفَا: تو جس نے معاف کیا۔﴾ یعنی جس نے ظالم کو معاف کر دیا اور معافی کے ذریعے اپنے اور ظالم کے مابین معاملے کی اصلاح کی تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو ظلم کی ابتداء کرتے ہیں یا بدلہ لینے میں حد سے تجاوُز کرتے ہیں۔[2]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ برائی کے برابر بدلہ لینا اگرچہ جائز ہے لیکن بدلہ نہ لینا اور معاف کر دینا افضل ہے۔ ترغیب کے لئے یہاں ظالم کو معاف کر دینے کے دو فضائل ملاحظہ ہوں،

(1)...... نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''قیامت کے دن عرش کے درمیانی حصے سے ایک مُنادی اعلان کرے گا ''اے لوگو! سنو، جس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے اسے چاہئے کہ وہ کھڑا ہو جائے، تو اس شخص کے علاوہ اور کوئی کھڑا نہ ہوگا جس نے (دنیا میں) اپنے بھائی کا جرم معاف کیا تھا۔[3]

(2)...... حضرت اُبَی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

1 ......مدارك، الشورى، تحت الآية: ٤٠، ص١٠٩١، خازن، الشورى، تحت الآية: ٤٠، ٩٩/٤، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الشورى، تحت الآية: ٤٠، ص١٠٩١.

3 ......ابن عساكر، ذكر من اسمه ربيعة، ٢١٥٩-الربيع بن يونس بن محمد بن كيسان... الخ، ٨٧/١٨.

’’جسے یہ پسند ہو کہ اس کے لئے (جنت میں) محل بنایا جائے اور اس کے درجات بلند کئے جائیں تو اسے چاہئے کہ جو اس پر ظلم کرے اسے معاف کر دیا کرے، جو اسے محروم کرے اسے عطا کیا کرے اور جو اس سے تعلق توڑے تو اس کے ساتھ صلہ رحمی کیا کرے۔(1)

یاد رہے کہ ظالم سے بدلہ لینا ایک فطرتی تقاضا ہے اور شریعت نے اس کی اجازت بھی دی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ کسی نے تھپڑ مارا تو اسے دو تھپڑ مارے جائیں، کسی نے سر پھاڑا تو اس کے سر کے ساتھ ساتھ اس کے جسم کو بھی ادھیڑ کر رکھ دیا جائے، کسی نے بازو توڑا تو اس کے بازو کو جسم سے ہی اتار دیا جائے، کسی نے ٹانگ توڑی تو اس کی ٹانگ ہی کاٹ دی جائے، کسی نے قتل کر دیا تو اس کے پورے خاندان کو ہی موت کی نیند سلا دیا جائے بلکہ جتنا اس پر ظلم ہوا اتنا ہی بدلہ لینے کی اجازت ہے اس سے زیادہ بدلہ ہرگز نہیں لے سکتا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ كَتَبْنَا عَلَیْهِمْ فِیْهَاۤ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَ الْعَیْنَ بِالْعَیْنِ وَ الْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَ الْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَ السِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَ الْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ وَ مَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزالعرفان: اور ہم نے تورات میں ان پر لازم کر دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت (کا قصاص لیا جائے گا) اور تمام زخموں کا قصاص ہوگا پھر جو دل کی خوشی سے (خود کو) قصاص کے لئے پیش کر دے تو یہ اس کا کفارہ بن جائے گا اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

اس آیت میں اگرچہ یہودیوں پر قصاص کے اَحکام بیان ہوئے لیکن چونکہ ہمیں اُن کے ترک کرنے کا حکم نہیں دیا گیا اس لئے ہم پر بھی یہی اَحکام لازم ہیں، لہٰذا بدلہ لینے میں اس کی حد سے ہرگز تجاوُز نہ کیا جائے بلکہ کوشش یہی کی جائے کہ جس نے ظلم کیا اسے معاف کر دیا جائے تاکہ آخرت میں کثیر اجر و ثواب حاصل ہو نیز جہاں بدلہ لینا بھی ہے وہاں بھی حاکمِ وقت کے ذریعے لیا جائے گا، نہ یہ کہ خود ہی قاضی بن گئے اور خود ہی جلاّد

1 ......مستدرك، كتاب التفسير، تفسير سورة آل عمران، شرح آية: كنتم خير امّة... الخ، ۱۲/۳، الحديث: ۳۲۱۵.
2 ......مائده: ۴۵.

وَلَمَنِ انۡتَصَرَ بَعۡدَ ظُلۡمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَیۡهِمۡ مِّنۡ سَبِیۡلٍؕ ﴿٤١﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک جس نے اپنی مظلومی پر بدلہ لیا اُن پر کچھ مواخذہ کی راہ نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بے شک جس نے اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا بدلہ لیا ان کی پکڑ کی کوئی راہ نہیں۔

﴿وَلَمَنِ انۡتَصَرَ بَعۡدَ ظُلۡمِهٖ: **اور بے شک جس نے اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا بدلہ لیا۔**﴾ یعنی جنہوں نے ظالم کے ظلم کے بعد اس سے اپنی مظلومی کا بدلہ لیا ان پر کوئی سزا نہیں کیونکہ انہوں نے وہ کام کیا ہے جو ان کے لئے جائز تھا۔[1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مظلوم کا ظالم سے بدلہ لینا ظلم نہیں اور نہ ہی اس پر سزا ہے، لیکن یہ یاد رہے کہ جن ظلموں کی سزا دینے کا اختیار صرف حاکمِ اسلام کے پاس ہے ان کی سزا کوئی اور از خود نہیں دے سکتا۔ جیسے قاتل سے قصاص لینا وغیرہ۔

اِنَّمَا السَّبِیۡلُ عَلَی الَّذِیۡنَ یَظۡلِمُوۡنَ النَّاسَ وَیَبۡغُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ بِغَیۡرِ الۡحَقِّؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿٤٢﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مواخذہ تو اُنھیں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی پھیلاتے ہیں اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: گرفت صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی پھیلاتے ہیں، ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

[1] ......روح البیان، الشوری، تحت الآیۃ: ٤١، ٣٣٦/٨.

﴿اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ: گرفت صرف ان لوگوں پر ہے جولوگوں پرظلم کرتے ہیں۔﴾ یعنی گرفت صرف ان لوگوں پر ہے جو ابتداءً لوگوں پرظلم کرتے ہیں اور تکبُّر اور گناہوں کا اِرتکاب کر کے اور فساد برپا کر کے زمین میں ناحق سرکشی پھیلاتے ہیں، ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔[1]

ظلم کی قسمیں

یادرہے کہ ظلم کی دو قسمیں ہیں (1) شخصی ظلم۔ (2) قومی ظلم۔ آیت کے اس حصے "یَظْلِمُوْنَ النَّاسَ" میں شخصی ظلم مراد ہے جیسے کسی کو مارنا، گالی دینا، مال مار لینا، اور آیت کے اس حصے "وَ یَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ" میں قومی ظلم مراد ہے، جیسے ملک وقوم سے غداری اور بادشاہِ اسلام سے بغاوت وغیرہ۔ دونوں قسم کے ظالموں سے بدلہ لینا چاہیے، لیکن پہلے ظالم کو معافی دے دینا حسنِ اَخلاق ہے اور دوسرے ظالم کو بلا وجہ معافی دینا سخت ظلم ہے، اسے عبرتناک سزا دینی چاہیے تاکہ آئندہ کوئی ایسا نہ کرے۔ یہ آیتِ کریمہ ملکی انتظامات، حُکّام کے فیصلوں اور معاملات کی جامع آیت ہے۔

وَ لَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿٤٣﴾ ع

ع ٤ ٥

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک جس نے صبر کیا اور بخش دیا تو یہ ضرور ہمت کے کام ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک جس نے صبر کیا اور معاف کردیا تو یہ ضرور ہمت والے کاموں میں سے ہے۔

﴿وَ لَمَنْ صَبَرَ: اور بیشک جس نے صبر کیا۔﴾ یعنی جس نے اپنے مجرم کے ظلم اور ایذا پر صبر کیا اور اپنے ذاتی معاملات میں بدلہ لینے کی بجائے اسے معاف کردیا تو یہ ضرور ہمت والے کاموں میں سے ہے کہ اس میں نفس سے مقابلہ ہے کیونکہ اپنے مجرم سے بدلہ لینے کا نفس تقاضا کرتا ہے لہٰذا اسے مغلوب کرنا بہادری ہے۔

ظلم پر صبر کرنے کا فضائل

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر ظالم سے بدلہ نہ لینے میں کوئی شرعی قباحت نہ ہو تو ظلم پر صبر کرلینا اور ظالم کو معاف کردینا زیادہ بہتر ہے۔ ظلم پر صبر کرنے سے متعلق ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

1 ......مدارك، الشورى، تحت الآية: ٤٢، ص١٠٩١، خازن، الشورى، تحت الآية: ٤٢، ٩٩/٤، ملتقطاً.

وَ اِنۡ عَاقَبۡتُمۡ فَعَاقِبُوۡا بِمِثۡلِ مَا عُوۡقِبۡتُمۡ بِهٖ ؕ وَلَئِنۡ صَبَرۡتُمۡ لَهُوَ خَيۡرٌ لِّلصّٰبِرِيۡنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تم (کسی کو) سزا دینے لگو تو ایسی ہی سزا دو جیسی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہو اور اگر تم صبر کرو تو بیشک صبر والوں کیلئے صبر سب سے بہتر ہے۔

اور حضرت کبشہ انماری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''مظلوم جب ظلم پر صبر کرتا ہے تو اللّٰہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھا دیتا ہے۔ [2]

اور حضرت عمرو بن شعیب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جب اللّٰہ تعالیٰ مخلوق کو جمع فرمائے گا تو ایک مُنادی ندا کرے گا: فضل والے کہاں ہیں؟ تو کچھ لوگ کھڑے ہوں گے اور ان کی تعداد بہت کم ہو گی۔ جب یہ جلدی سے جنت کی طرف بڑھیں گے تو فرشتے ان سے ملاقات کریں گے اور کہیں گے: ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم تیزی سے جنت کی طرف جا رہے ہو، تم کون ہو؟ وہ جواب دیں گے: ہم فضل والے ہیں۔ فرشتے کہیں گے: تمہارا فضل کیا ہے؟ وہ جواب دیں گے جب ہم پر ظلم کیا جاتا تھا تو ہم صبر کرتے تھے اور جب ہم سے برائی کا برتاؤ کیا جاتا تھا تو اسے برداشت کرتے تھے۔ پھر ان سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ اور اچھے عمل والوں کا ثواب کتنا اچھا ہے۔ [3]

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں ظالموں کے ظلم اور شریروں کے شر سے محفوظ فرمائے، اور ظلم ہونے کی صورت میں صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ وَّلِيٍّ مِّنۡۢ بَعۡدِهٖ ؕ وَتَرَى الظّٰلِمِيۡنَ لَمَّا رَاَوُا الۡعَذَابَ يَقُوۡلُوۡنَ هَلۡ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنۡ سَبِيۡلٍ ۚ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جسے اللّٰہ گمراہ کرے اُس کا کوئی رفیق نہیں اللّٰہ کے مقابل اور تم ظالموں کو دیکھو گے کہ جب

---

[1] ……نحل: ١٢٦.

[2] ……ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء مثل الدنیا مثل اربعة نفر، ٤/١٤٥، الحدیث: ٢٣٣٢.

[3] ……الترغیب والترھیب، کتاب الادب وغیرہ، الترغیب فی الرفق والاناة والحلم، ٣/٢٨١، الحدیث: ١٨.

عذاب دیکھیں گے کہیں گے کیا واپس جانے کا کوئی راستہ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جسے اللہ گمراہ کرے تو اس کے بعد اس کیلئے کوئی مددگار نہیں اور تم ظالموں کو دیکھو گے کہ جب وہ عذاب دیکھیں گے تو کہیں گے: کیا واپس جانے کا کوئی راستہ ہے؟

﴿وَ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ: اور جسے اللہ گمراہ کرے۔﴾ یعنی جس کی بدعملیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس میں گمراہی پیدا کر دے تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اس کیلئے کوئی مددگار نہیں کہ اُسے عذاب سے بچا سکے اور تم قیامت کے دن کفر اور گناہوں کا ارتکاب کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والوں کو اس حال میں دیکھو گے کہ وہ عذاب دیکھ کر کہیں گے: کیا دنیا میں واپس جانے کا کوئی راستہ ہے تاکہ وہاں جا کر ایمان لے آئیں؟[1]

وَ تَرٰىهُمْ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا خٰشِعِیْنَ مِنَ الذُّلِّ یَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِیٍّؕ وَ قَالَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِؕ اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ فِیْ عَذَابٍ مُّقِیْمٍ ﴿۴۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم اُنھیں دیکھو گے کہ آگ پر پیش کئے جاتے ہیں ذلت سے دبے لچے چھپی نگاہوں دیکھتے ہیں اور ایمان والے کہیں گے بے شک ہار میں وہ ہیں جو اپنی جانیں اور اپنے گھر والے ہار بیٹھے قیامت کے دن سنتے ہو بے شک ظالم ہمیشہ کے عذاب میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم انہیں دیکھو گے کہ انہیں اس حال میں آگ پر پیش کیا جائے گا کہ ذلت کے مارے جھکے ہوئے ہوں گے، چھپی نگاہوں سے دیکھ رہے ہوں گے اور ایمان والے کہیں گے: بیشک نقصان والے وہی ہیں جنہوں نے اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن نقصان میں ڈالا۔ خبردار! بیشک ظالم ہمیشہ کے عذاب میں ہیں۔

---

1 ......روح البیان، الشوری، تحت الآیة: ٤٤، ٨/٣٣٧-٣٣٨، ملخصاً.

﴿وَ تَرٰىهُمْ: اور تم انہیں دیکھو گے۔﴾ یعنی جب ظالموں کو آگ پر پیش کیا جائے گا تو اس وقت تم انہیں اس حال میں دیکھو گے کہ وہ ذلت و خوف کے باعث جہنم کی آگ کو ایسی چھپی نگاہوں سے دیکھیں گے جیسے قتل کا ملزم اپنے قتل کے وقت تلوار کو دیکھتا ہے کہ یہ اب مجھ پر چلنے والی ہے اور جب ایمان والے کفار کا یہ حال دیکھیں گے تو کہیں گے: بیشک نقصان اٹھانے والے وہی ہیں جو اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن ہار بیٹھے۔ اپنی جانوں کو ہارنا تو یہ ہے کہ وہ کفر اختیار کر کے جہنم کے دائمی عذاب میں گرفتار ہوئے اور گھر والوں کو ہارنا یہ ہے کہ ایمان لانے کی صورت میں جنت کی جو حوریں اُن کے لئے نامزد تھیں ان سے وہ محروم ہو گئے۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ خبردار! بیشک ظالم یعنی کافر ہمیشہ کے عذاب میں ہیں۔ (1)

وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اُن کے کوئی دوست نہ ہوئے کہ اللہ کے مقابل اُن کی مدد کرتے اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کے لیے کہیں راستہ نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان کیلئے دوست نہ ہوں گے جو اللہ کے مقابلے میں ان کی مدد کریں اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کے لئے کوئی راستہ نہیں۔

﴿وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ: اور ان کیلئے دوست نہ ہوں گے۔﴾ یعنی جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کافروں کو عذاب دے گا تو اس وقت ان کے کوئی دوست نہ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ان کی مدد کریں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے عذاب سے بچا سکیں، اور جسے اللہ تعالیٰ دنیا میں حق کے راستے سے بھٹکا دے تو اس کے لئے

1 ......مدارك، الشورى، تحت الآية: ٤٥، ص١٠٩٢، جلالين، الشورى، تحت الآية: ٤٥، ص٤٠٤-٤٠٥، خازن، الشورى، تحت الآية: ٤٥، ٩٩/٤، ملتقطاً.

ایسا کوئی راستہ نہیں جو اسے دنیا میں حق تک اور آخرت میں جنت تک پہنچا سکے، کیونکہ کسی کو ہدایت دے دینا یا اس میں گمراہی پیدا کر دینا اللّٰہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی کے اختیار میں نہیں۔ (1)

اِسْتَجِیْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ یَّوْمَىٕذٍ وَّ مَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِیْرٍ(۴۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اپنے رب کا حکم مانو اس دن کے آنے سے پہلے جو اللّٰہ کی طرف سے ٹلنے والا نہیں اس دن تمہیں کوئی پناہ نہ ہوگی اور نہ تمہیں انکار کرتے بنے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دن کے آنے سے پہلے اپنے رب کا حکم مان لو جو اللّٰہ کی طرف سے ٹلنے والا نہیں۔ اس دن تمہارے لئے کوئی پناہ نہ ہوگی اور نہ تمہارے لئے انکار کرنا ممکن ہوگا۔

﴿اِسْتَجِیْبُوْا لِرَبِّكُمْ: اپنے رب کا حکم مان لو۔﴾ اس سے پہلی آیات میں وعدہ اور وعید بیان کرنے کے بعد اب اس آیت میں وہ چیز بیان کی جارہی ہے جو مقصودِ اصلی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! وہ دن جو اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے ٹلنے والا نہیں، اس کے آنے سے پہلے پہلے تم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے داعی کا حکم مان لو اور محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لے آؤ نیز تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے جو کچھ یہ لائے ہیں اس میں ان کی فرمانبرداری کرلو۔ اے لوگو! (یاد رکھو، جب وہ دن آئے گا تو) اس دن تمہارے لئے کوئی جائے پناہ نہ ہوگی کہ جس میں پناہ لے کر تم اپنے دُنْیَوی کفر کی بنا پر نازل ہونے والے اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکو اور نہ تمہارے لئے اپنے کفر و شرک اور گناہوں سے انکار کرنا ممکن ہوگا، الغرض! اس دن رہائی کی کوئی صورت نہیں، نہ عذاب سے بچ سکو گے اور نہ اپنے ان قبیح اَعمال کا انکار کر سکو گے جو تمہارے اعمال ناموں میں درج ہیں۔ آیت میں جس دن کا ذکر ہوا اس سے موت کا دن یا قیامت کا دن مراد ہے۔ (2)

1 ……تفسیر طبری، الشوری، تحت الآیۃ: ۴۶، ۱۱/۱۶۰، خازن، الشوری، تحت الآیۃ: ۴۶، ۴/۹۹، ملتقطاً.

2 ……تفسیر کبیر، الشوری، تحت الآیۃ: ۴۷، ۹/۶۰۸-۶۰۹، تفسیر طبری، الشوری، تحت الآیۃ: ۴۷، ۱۱/۱۶۰، خازن، الشوری، تحت الآیۃ: ۴۷، ۴/۹۹-۱۰۰، مدارک، الشوری، تحت الآیۃ: ۴۷، ص۱۰۹۲، ملتقطاً.

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہم اپنی آخرت کو سنوارنے کے لئے جو کچھ کرسکتے ہیں وہ اسی دنیا کی زندگی میں کرنا ہوگا، موت کے وقت اور قیامت کا دن آنے کے بعد نیک اعمال کرنے کا کوئی موقع ہاتھ میں نہ رہے گا۔ ایک اور مقام پر اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْۚ-وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ وَ اَنَّهٗۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللّٰہ اوراس کے رسول کی بارگاہ میں حاضر ہوجاؤ جب وہ تمہیں اس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں زندگی دیتی ہے اور جان لو کہ اللّٰہ کا حکم آدمی اوراس کے دل کے درمیان حائل ہوجاتا ہے اور یہ کہ اسی کی طرف تمہیں اٹھایا جائے گا۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

لِلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰىؔؕ-وَ الَّذِیْنَ لَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖؕ-اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ﳔ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُؕ-وَ بِئْسَ الْمِهَادُ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا انہیں کے لیے بھلائی ہے اور جنہوں نے اس کا حکم نہ مانا (ان کا حال یہ ہوگا کہ) اگر زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اور اس جیسا اور اِس کے ساتھ ہوتا تو اپنی جان چھڑانے کو دے دیتے۔ ان کے لئے برا حساب ہوگا اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

لہٰذا ہمیں چاہئے کہ اپنی سانسوں کو غنیمت جانتے ہوئے اپنی آخرت کے بھلے کے لئے جو ہوسکتا ہے وہ کرلیں ورنہ موت سر پہ آگئی تو پچھتانے کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِۚ-وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللّٰہ کے ذکر سے غافل نہ کردے اور جو

(1) ……انفال: ۲۴۔ (2) ……رعد: ۱۸۔

فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹﴾ وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنِیْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِیْبٍۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰﴾ وَ لَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَاؕ وَ اللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ [1]

ایسا کرے گا تو وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔ اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے اس وقت سے پہلے پہلے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرلو کہ تم میں کسی کو موت آئے تو کہنے لگے، اے میرے رب! تو نے مجھے تھوڑی مدت تک کیوں مہلت نہ دی کہ میں صدقہ دیتا اور صالحین میں سے ہوجاتا۔ اور ہرگز اللہ کسی جان کو مہلت نہ دے گا جب اس کا وعدہ آجائے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِۙ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّاؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآىٕلُهَاؕ وَ مِنْ وَّرَآىٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَاۤ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَىٕذٍ وَّ لَا یَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فِیْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَۚ ﴿۱۰۳﴾ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَ هُمْ فِیْهَا كٰلِحُوْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آتی ہے تو کہتا ہے کہ اے میرے رب! مجھے واپس لوٹا دے۔ جس دنیا کو میں نے چھوڑ دیا ہے شاید اب میں اس میں کچھ نیک عمل کرلوں۔ ہرگز نہیں! یہ تو ایک بات ہے جو وہ کہہ رہا ہے اور ان کے آگے ایک رکاوٹ ہے اس دن تک جس دن وہ اٹھائے جائیں گے۔ تو جب صُور میں پھونک ماری جائے گی تو نہ ان کے درمیان رشتے رہیں گے اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھیں گے۔ تو جن کے پلڑے بھاری ہوں گے تو وہی کامیاب ہونے والے ہوں گے۔ اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو یہ وہی ہوں گے جنہوں نے اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا، (وہ) ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ ان کے چہروں کو آگ جلادے گی اور وہ اس میں منہ چڑائے ہوں گے۔

1 ......منافقون: ۹۔۱۱.

2 ......مومنون: ۹۹۔۱۰۴.

اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی بھرپور تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے ،اٰمین۔

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًاؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُؕ وَ اِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَاۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اگر وہ منہ پھیریں تو ہم نے تمہیں ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا تم پر تو نہیں مگر پہنچا دینا اور جب ہم آدمی کو اپنی طرف سے کسی رحمت کا مزہ دیتے ہیں اس پر خوش ہو جاتا ہے اور اگر انھیں کوئی برائی پہنچے بدلہ اس کا جو اُن کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو انسان بڑا ناشکرا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اگر وہ منہ پھیریں تو ہم نے تمہیں ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا تم پر صرف تبلیغ کی ذمے داری ہے اور جب ہم آدمی کو اپنی طرف سے کسی رحمت کا مزہ دیتے ہیں تو وہ اس پر خوش ہو جاتا ہے اور اگر انہیں ان کے ہاتھوں کے آگے بھیجے ہوئے اعمال کی وجہ سے کوئی برائی پہنچے تو انسان بڑا ناشکرا ہے۔

﴿فَاِنْ اَعْرَضُوْا: تو اگر وہ منہ پھیریں۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کے دینِ اسلام کی دعوت دینے کے باوجود اگر وہ مشرکین ایمان لانے اور آپ کی اطاعت کرنے سے منہ پھیر رہے ہیں تو آپ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں، کیونکہ ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا کہ آپ پر ان کے اعمال کی حفاظت لازم ہو، آپ پر صرف رسالت کی تبلیغ کی ذمے داری ہے اور وہ آپ نے ادا کر دی۔ (1)

﴿وَ اِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً: جب ہم آدمی کو اپنی طرف سے کسی رحمت کا مزہ دیتے ہیں۔﴾ آیت کے اس

(1)......تفسیر طبری، الشوری، تحت الآیۃ: ۴۸، ۱۱/۱۶۱، خازن، الشوری، تحت الآیۃ: ۴۸، ۴/۱۰۰، جلالین، الشوری، تحت الآیۃ: ۴۸، ص۴۰۵، ملتقطاً۔

حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ہم آدمی کو اپنی طرف سے کسی رحمت کا مزہ دیتے ہیں خواہ وہ دولت وثروت ہو یا صحت و عافیّت، امن وسلامتی ہو یا مقام ومرتبہ تو وہ اس پر خوشی میں اِترانے اور فخر کرنے لگ جاتا ہے اور اگر انہیں ان کی نافرمانیوں اور مَعصِیَتوں کی وجہ سے کوئی برائی پہنچے یا اور کوئی مصیبت و بلا جیسے قحط، بیماری اور تنگ دستی وغیرہ رُونُما ہو تو انسان بڑا ناشکرا ہو جاتا ہے اور ان مصیبتوں کو دیکھ کر نعمتوں کو بھول جاتا ہے۔[1]

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُؕ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾ اَوْ یُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًاۚ وَ یَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًاؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ ﴿۵۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت پیدا کرتا ہے جو چاہے جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے۔ یا دونوں ملا دے بیٹے اور بیٹیاں اور جسے چاہے بانجھ کر دے بے شک وہ علم و قدرت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کے لیے ہے۔ وہ جو چاہے پیدا کرے۔ جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے۔ یا بیٹے اور بیٹیاں دونوں ملا دے اور جسے چاہے بانجھ کر دے، بیشک وہ علم والا، قدرت والا ہے۔

﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کے لیے ہے۔﴾ یعنی آسمانوں اور زمین کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے، وہ ان میں جیسا چاہتا ہے تَصَرُّف فرماتا ہے اور اس میں کوئی دخل دینے اور اِعتراض کرنے کی مجال نہیں رکھتا۔[2]

1 ...... خازن، الشوری، تحت الآیة: ٤٨، ٤/١٠٠، مدارك، الشوری، تحت الآیة: ٤٨، ص١٠٩٢، ملتقطاً.

2 ...... روح البیان، الشوری، تحت الآیة: ٤٩، ٨/٣٤٢، خازن، الشوری، تحت الآیة: ٤٩، ٤/١٠٠، ملتقطاً.

[illegible]

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: یہ بیان فرمانے سے مقصود یہ ہے کہ کوئی انسان اپنی مِلکِیَّت میں موجود مال اور عزت وشہرت کی وجہ سے مغرور نہ ہو، کیونکہ جب اسے اس بات کا یقین ہوگا کہ ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے اور جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے یہ اس پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہے تو اس صورت میں وہ مزید اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی فرمانبرداری کی طرف مائل ہوگا اور جب اس کا اعتقاد یہ ہوگا کہ اس کے پاس جو نعمتیں ہیں وہ اس کی عقلمندی اور کوشش کی وجہ سے حاصل ہوئی ہیں تو وہ اپنے نفس پر غرور کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے دور ہو جائے گا۔[1]

﴿یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا: جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے۔﴾ آیت کے اس حصے اور اس کے بعد والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے عالَم میں اپنے تَصَرُّف اور اپنی نعمت کو تقسیم کرنے کی صورتیں بیان فرمائی ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ وہ جسے چاہے صرف بیٹیاں عطا فرمائے اور بیٹا نہ دے اور جسے چاہے صرف بیٹے دے اور بیٹیاں نہ دے اور جسے چاہے بیٹے اور بیٹیاں دونوں ملا کر دے اور جسے چاہے بانجھ کر دے کہ اس کے ہاں اولاد ہی نہ ہو۔ وہ مالک ہے، اپنی نعمت کو جس طرح چاہے تقسیم کرے اور جسے جو چاہے دے۔ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں بھی کئی صورتیں پائی جاتی ہیں، جیسا کہ حضرت لوط اور حضرت شعیب عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ہاں صرف بیٹیاں تھیں، کوئی بیٹا نہ تھا جبکہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ہاں صرف بیٹے تھے، کوئی بیٹی نہیں تھی اور انبیاء کے سردار، حبیبِ خدا، محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اللہ تعالیٰ نے چار (یا تین) فرزند عطا فرمائے اور چار صاحب زادیاں عطا فرمائیں۔

[illegible]

ان آیات سے معلوم ہوا کہ کسی کے ہاں صرف بیٹے پیدا کرنے، کسی کے ہاں صرف بیٹیاں پیدا کرنے اور کسی کے ہاں بیٹے اور بیٹیاں دونوں پیدا کرنے کا اختیار اور قدرت صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، کسی عورت کے بس میں یہ بات نہیں کہ وہ اپنے ہاں بیٹا یا بیٹی جو چاہے پیدا کر لے، اور جب یہ بات روشن دن سے بھی زیادہ واضح ہے تو بیٹی پیدا ہونے پر عورت کو مَشقِ سِتم بنانا، اسے طرح طرح کی اَذِیَّتیں دینا، بات بات پہ طعنوں کے نشتر چبھونا، آئے دن ذلیل کرتے رہنا، صرف بیٹیاں پیدا ہونے پر اسے منحوس سمجھنا اور طلاق دے دینا، قتل کی دھمکیاں دینا بلکہ بعض اوقات قتل

1 ...... تفسیر کبیر، الشوری، تحت الآیۃ: ۴۹، ۹/۶۰۹.

ہی کرڈالنا، یہ اس مجبور اور بے بس کے ساتھ کہاں کا انصاف ہے،افسوس! ہمارے آج کے معاشرے میں مسلمانوں نے اُس طرزِ عمل کو اپنایا ہوا ہے جو دراصل کفار کا طریقہ تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِیْمٌ ﴿۵۸﴾ یَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَیُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ یَدُسُّهٗ فِی التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان میں کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غصے سے بھرا ہوتا ہے۔ اس بشارت کی برائی کے سبب لوگوں سے چھپا پھرتا ہے۔ کیا اسے ذلت کے ساتھ رکھے گا یا اسے مٹی میں دبا دے گا؟ خبردار! یہ کتنا برا فیصلہ کررہے ہیں۔

افسوس! اسلام نے عورت کو جس آگ سے نکالا آج کے لوگ اسے پھر سے اسی میں جھونک رہے ہیں۔ اسلام نے کفار کے چھینے ہوئے جو حق عورت کو واپس دلائے آج کے مسلمان وہی حق چھیننے میں لگے ہوئے ہیں۔ اسلام نے عورت کو ذلت و رسوائی کی چکی سے نکال کر معاشرے میں جو عزت اور مقام عطا کیا، آج کے مسلمان دوبارہ اسے اسی چکی میں پسنے کے لئے دھکیل رہے ہیں اور شاید انہی بدعملیوں کا نتیجہ ہے کہ آج اسلام کے دشمن عورت کے حقوق کی آڑ میں مسلمانوں کے اسی کردار کو دنیا کے سامنے پیش کر کے دینِ اسلام جیسے امن کے علمبردار مذہب کو ہی دہشت گرد مذہب ثابت کرنے پر تُلے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِهٖ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِیٌّ حَكِیْمٌ ﴿۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کسی آدمی کو نہیں پہنچتا کہ اللہ اس سے کلام فرمائے مگر وحی کے طور پر یا یوں کہ وہ بشر پردۂ عظمت کے اُدھر ہو یا کوئی فرشتہ بھیجے کہ وہ اس کے حکم سے وحی کرے جو وہ چاہے بے شک وہ بلندی و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کسی آدمی کیلئے ممکن نہیں کہ اللہ اس سے کلام فرمائے مگر وحی کے طور پر یا (یوں کہ وہ آدمی عظمت

[1] ......سورة النحل: ٥٨، ٥٩.

کے) پردے کے پیچھے ہو یا (یہ کہ) اللّٰہ کوئی فرشتہ بھیجے تو وہ فرشتہ اس کے حکم سے وحی پہنچائے جو اللّٰہ چاہے۔ بیشک وہ بلندی والا ، حکمت والا ہے۔

﴿ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا : اور کسی آدمی کیلئے ممکن نہیں کہ اللّٰہ اس سے کلام فرمائے مگر وحی کے طور پر۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللّٰہ تعالٰی نے اپنی قدرت اور علم وحکمت کے کمال کو بیان فرمایا اور اس آیت میں اللّٰہ تعالٰی نے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وحی کرنے اور ان سے کلام کرنے کی صورتیں بیان فرمائی ہیں ۔[1]

آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں کسی آدمی کیلئے ممکن نہیں کہ اللّٰہ تعالٰی اس سے کلام فرمائے البتہ تین صورتیں ایسی ہیں جن میں کسی فردِ بشر سے کلام ممکن ہے۔

(1)......وحی کے طور پر۔ یعنی اللّٰہ تعالٰی کسی واسطہ کے بغیر اس کے دل میں اِلقا فرما کر اور بیداری میں یا خواب میں اِلہام کر کے کلام فرمائے ۔ اس صورت میں وحی کا پہنچنا فرشتے اور سماعت کے واسطے کے بغیر ہے اور آیت میں ”**اِلَّا وَحْيًا**“ سے یہی مراد ہے ۔ نیز اس میں یہ قید بھی نہیں کہ اس حال میں جس کی طرف وحی کی گئی ہو وہ کلام فرمانے والے کو دیکھتا ہو یا نہ دیکھتا ہو۔

امام مجاہد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے منقول ہے کہ اللّٰہ تعالٰی نے حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سینۂ مبارک میں زبور کی وحی فرمائی ۔ اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو فرزند ذبح کرنے کی خواب میں وحی فرمائی اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے معراج میں اسی طرح کی وحی فرمائی جس کا ”**فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى**“ میں بیان ہے ۔ یہ سب اسی قسم میں داخل ہیں ، انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے خواب حق ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے خواب وحی ہیں ۔

(2)......وہ آدمی عظمت کے پردے کے پیچھے ہو۔ یعنی رسول پسِ پردہ اللّٰہ تعالٰی کا کلام سنے ، وحی کے اس طریقے میں بھی کوئی واسطہ نہیں لیکن سننے والے کو اس حال میں کلام فرمانے والے کا دیدار نہیں ہوتا ۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اسی طرح کے کلام سے مشرف فرمائے گئے ۔

شانِ نزول : یہودیوں نے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا تھا کہ اگر آپ نبی ہیں تو اللّٰہ تعالٰی

[1]......تفسیر کبیر، الشوری، تحت الآیۃ: ٥١، ٦١١/٩ .

سے کلام کرتے وقت اس کو کیوں نہیں دیکھتے جیسا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام دیکھتے تھے؟ حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جواب دیا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نہیں دیکھتے تھے بلکہ صرف کلام سنتے تھے، اس پر اللّٰہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

یہاں یہ مسئلہ یاد رکھیں کہ اللّٰہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کے لئے کوئی ایسا پردہ ہو جیسا جسمانیات کے لئے ہوتا ہے اور آیت میں مذکور پردہ سے مراد سننے والے کا دنیا میں دیدار نہ کرسکنا ہے۔

(3)......اللّٰہ تعالیٰ کوئی فرشتہ بھیجے تو وہ فرشتہ اللّٰہ تعالیٰ کے حکم سے وحی پہنچائے جو اللّٰہ تعالیٰ چاہے۔ وحی کے اس طریقے میں رسول کی طرف وحی پہنچنے میں فرشتے کا واسطہ ہے۔[1]

﴿اِنَّهٗ عَلِیٌّ حَكِیْمٌ: بیشک وہ بلندی والا، حکمت والا ہے۔﴾ یعنی بے شک اللّٰہ تعالیٰ مخلوق کی صفات سے بلند اور پاک ہے اور وہ اپنے تمام اَفعال میں حکمت والا ہے، یہی وجہ ہے کہ کبھی وہ اِلقاء اور اِلہام کے ذریعے اور کبھی اپنا کلام سنا کر بغیر واسطے کے کلام کرتا ہے اور کبھی فرشتوں کے واسطے سے کلام فرماتا ہے۔[2]

وَ كَذٰلِكَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَاؕ مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِیْمَانُ وَ لٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَاؕ وَ اِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍۙ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِؕ اَلَاۤ اِلَى اللّٰهِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ۠﴿۵۳﴾

ع ۱۰ / ۵

ترجمۂ کنزالایمان: اور یونہی ہم نے تمہیں وحی بھیجی ایک جانفزا چیز اپنے حکم سے اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ احکامِ شرع کی تفصیل ہاں ہم نے اُسے نور کیا جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں سے جسے چاہتے ہیں اور بے شک

1......تفسیر کبیر، الشوری، تحت الآیۃ: ۵۱، ۹/۶۱۱، مدارک، الشوری، تحت الآیۃ: ۵۱، ص۱۰۹۳، ابو سعود، الشوری، تحت الآیۃ: ۵۱، ۵/۵۳۴، ملتقطاً۔

2......تفسیر کبیر، الشوری، تحت الآیۃ: ۵۱، ۹/۶۱۴۔

تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو۔اللہ کی راہ کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں سنتے ہو سب کام اللہ ہی کی طرف پھرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: اور یونہی ہم نے تمہاری طرف اپنے حکم سے روح (قرآن) کی وحی بھیجی۔اس سے پہلے نہ تم کتاب کو جانتے تھے نہ شریعت کے احکام کی تفصیل کو۔لیکن ہم نے قرآن کو نور کیا جس سے ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں راہ دکھاتے ہیں اور بیشک تم ضرور سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتے ہو۔اس اللہ کے راستے کی طرف (کہ) جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں سب اسی کا ہے۔سن لو! سب کام اللہ ہی کی طرف پھرتے ہیں۔

﴿وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا: اور یونہی ہم نے تمہاری طرف اپنے حکم سے روح (قرآن) کی وحی بھیجی۔﴾ انبیاءِ کرام عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وحی کی صورتیں بیان فرمانے کے بعد اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جس طرح ہم نے اپنے تمام رسولوں عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وحی فرمائی یونہی ہم نے اپنے حکم سے آپ کی طرف قرآنِ پاک کی وحی بھیجی جو کہ دلوں میں زندگی پیدا کرتا ہے ورنہ ہمارے بتانے سے پہلے نہ تم کتاب کو جانتے تھے اور نہ شریعت کے احکام کی تفصیل کو جانتے تھے، لیکن ہم نے قرآن کو نور کیا جس سے ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں راہ دکھاتے ہیں اور بیشک تم ضرور سیدھے راستے یعنی دینِ اسلام کی طرف رہنمائی کرتے ہو۔ (1)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن ایمان کی جان ہے کہ اس کی تلاوت اور فہم سے ایمان میں جان پڑ جاتی ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن سے سب ہدایت نہیں پاتے بلکہ وہ ہی ہدایت پاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے اور اللہ تعالیٰ کے اِذن سے حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہدایت دیتے ہیں۔

﴿صِرَاطِ اللّٰهِ: اللہ کے راستے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اس اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں کے لئے مقرر فرمائے ہوئے راستے کی طرف رہنمائی کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں موجود تمام چیزوں کا مالک ہے، سن لو! آخرت میں مخلوق کے سب کام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف پھریں گے تو وہ نیک انسان کو ثواب اور گناہگار کو سزا دے گا۔ (2)

---

1 ……تفسیر کبیر، الشوری، تحت الآیة: ۵۲، ۹/۶۱۴-۶۱۵، خازن، الشوری، تحت الآیة: ۵۲، ۴/۱۰۱، ملتقطاً.

2 ……خازن، الشوری، تحت الآیة: ۵۳، ۴/۱۰۱.

سُوۡرَۃُ الزُّخۡرُف

سورۂ زخرف کا تعارف

سورۂ زُخْرُف مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

اس سورت میں **7** رکوع، **89** آیتیں اور **3400** حروف ہیں۔[2]

زخرف نام رکھنے کی وجہ

زُخْرُف کا معنی ہے ’’سونا‘‘ نیز کسی چیز کے حسن کا کمال بھی زُخْرُف کہلاتا ہے، اور اس سورت کی آیت نمبر **35** میں کلمہ **’’وَزُخْرُفًا‘‘** مذکور ہے، اس کی مناسبت سے اس سورت کا نام ’’سورۂ زُخْرُف‘‘ رکھا گیا ہے۔

سورۂ زخرف کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت پر ایمان لانے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اللہ تعالیٰ کا رسول ہونے، قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہونے، قیامت کے دن مُردوں کو دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزاء وسزا ملنے پر کلام کیا گیا ہے، اور اس سورت میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں،

(1)......اس سورت کی ابتداء میں بتایا گیا کہ قرآنِ مجید عربی زبان میں اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اسے عربی زبان میں نازل کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اَوّلین مُخاطَب یعنی عرب والے اس کے معانی اور اَحکام کو سمجھ سکیں۔

(2)......انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا مذاق اڑانے والی سابقہ امتوں کا انجام بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب

---

1 ......خازن، تفسیر سورة الزخرف، ١٠١/٤.

2 ......خازن، تفسیر سورة الزخرف، ١٠١/٤.

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کفار کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیَّتوں پر تسلی دی اور کفارِ مکہ کو ڈرایا کہ اگر یہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ان کا انجام بھی سابقہ لوگوں جیسا ہوسکتا ہے۔

(3)......اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرنے والی چند چیزیں بیان کی گئیں اور یہ بتایا گیا کہ کفار کی جہالت اور بیوقوفی کا یہ حال ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا خالق ماننے کے باوجود بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔

(4)......کفارِ مکہ فرشتوں کی عبادت کرتے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے اس پر ان کا شدید رد کیا گیا اور بیٹیوں کے معاملے میں ان کا اپنا حال بیان کیا گیا کہ جب ان میں سے کسی کو بیٹی پیدا ہونے کے بارے میں بتایا جائے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا اور وہ غم و غصے میں بھرا رہتا ہے اور یہ بتایا گیا کہ فرشتوں کی عبادت کرنے کے معاملے میں ان کے پاس کوئی عقلی اور نقلی دلیل نہیں ہے بلکہ یہ صرف اپنے باپ دادا کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ایسا کر رہے ہیں اور یہی حال ان سے پہلے کفار کا تھا کہ ان کے پاس بھی اپنے باپ دادا کی اندھی پیروی کے علاوہ شرک کی کوئی اور دلیل نہ تھی۔

(5)......حضرت ابراہیم عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم، حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم اور حضرت عیسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم کے واقعات بیان فرمائے تاکہ کفارِ مکہ ان قوموں کے اعمال کے نتائج سن کر عبرت اور نصیحت حاصل کریں اور اس کے ساتھ ساتھ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر وحی نازل ہونے کے بارے میں کفار کے اعتراضات کا جواب دیا گیا۔

(6)...... یہ بیان کیا گیا کہ دنیا کے ساز و سامان اور زیب و زینت کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی قدر نہیں اور آخرت کی نعمتیں پرہیزگاروں کے لئے ہیں۔

(7)...... یہ بتایا گیا کہ جو قرآن کی ہدایتوں سے منہ پھیرے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی پکڑ سے بے خوف ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتا ہے جو دنیا میں اس کے ساتھ رہتا ہے، اسے نیک کاموں سے روکتا اور حرام کاموں میں مبتلا کرتا ہے اور وہ شخص گمراہ ہونے کے باوجود یہ سمجھتا رہتا ہے کہ وہ ہدایت یافتہ ہے، نیز آخرت میں بھی وہ شیطان اس کا ساتھی ہوگا اور اس وقت وہ شخص شیطان کے ساتھ پر حسرت و افسوس کا اظہار کرے گا لیکن اس کا اسے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

(8)......کفارِ مکہ کے ایمان قبول نہ کرنے پر حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دی گئی اور بتایا گیا کہ یہ لوگ دل

کے بہرے اور اندھے ہیں جس کی وجہ سے یہ ایمان نہیں لائیں گے، اس لئے آپ کفار کی سرکشی پر رنجیدہ نہ ہوں بلکہ قرآنِ پاک کو مضبوطی سے تھامے رکھیں اور اس کے احکامات پر عمل کرتے رہیں۔

(9)...... یہ بتایا گیا کہ مُتّقی مسلمانوں کے علاوہ دیگر لوگ قیامت کے دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے اور فرمانبردار مسلمان اس دن بے خوف ہوں گے اور انہیں نیک اعمال کے صدقے میں جنت کی عظیم الشّان نعمتیں ملیں گی جبکہ کافر ہمیشہ کے لئے جہنم کے عذاب میں رہیں گے اور جہنم میں ان کا چیخنا چلّانا اور فریادیں کرنا انہیں کوئی فائدہ نہ دے گا۔

(10)......اس سورت کے آخر میں نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے خلاف دارُ النَّدْوَہ میں تیار کی گئی کفارِ مکہ کی سازش کا ذکر کیا گیا۔

سورۂ شوریٰ کے ساتھ مناسبت

سورۂ زُخْرُف کی اپنے سے ماقبل سورت ''شوریٰ'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ شوریٰ کی ابتداء اور آخر میں قرآنِ پاک کا وصف بیان کیا گیا اور سورۂ زُخْرُف کی ابتداء بھی قرآنِ مجید کے وصف کے بیان سے ہوئی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

حٰمٓ ﴿۱﴾ وَ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۳﴾ مع ۱۱

ترجمۂ کنزالایمان: روشن کتاب کی قسم۔ ہم نے اُسے عربی قرآن اتارا کہ تم سمجھو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: حٰمٓ۔ روشن کتاب کی قسم۔ ہم نے اسے عربی قرآن اتارا تا کہ تم سمجھو۔

﴿وَالْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ: روشن کتاب کی قسم۔﴾ اس آیت اوراس کے بعدوالی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ روشن کتاب قرآنِ پاک کی قسم، جس نے ہدایت اور گمراہی کی راہیں جدا جدا اور واضح کر دیں اور اُمت کی تمام شرعی ضروریات کو بیان فرما دیا۔ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں اتارا تا کہ اے عرب والو! تم اس کے معانی اور اَحکام کو سمجھ سکو۔ [1]

عربی زبان کی فضیلت

یادر ہے کہ قرآنِ پاک کے سوا کوئی آسمانی کتاب عربی زبان میں نہ آئی کیونکہ عرب میں حضرت اسماعیل عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے علاوہ اور کوئی نبی تشریف نہ لائے، اس سے معلوم ہوا کہ عربی زبان تمام زبانوں سے اشرف ہے کہ اس زبان میں قرآنِ پاک آیا، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زبان عربی تھی، مرنے کے بعد سب کی زبان عربی ہو جاتی ہے، عربی میں ہی قبر اور قیامت کا حساب ہوگا اور اہلِ جنت کی زبان عربی ہوگی۔

وَ اِنَّهٗ فِیْۤ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَیْنَا لَعَلِیٌّ حَكِیْمٌ ؕ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک وہ اصل کتاب میں ہمارے پاس ضرور بلندی وحکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک وہ ہمارے پاس اصل کتاب میں یقیناً بلندی والا، حکمت والا ہے۔

﴿وَ اِنَّهٗ فِیْۤ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَیْنَا: اور بیشک وہ ہمارے پاس اصل کتاب میں ہے۔﴾ یعنی بے شک قرآن پاک ہمارے پاس سب کتابوں کی بنیاد لوحِ محفوظ میں موجود ہے اور اے اہلِ مکہ! تم اگر چہ قرآنِ پاک کو جھٹلاتے رہو (لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا) کیونکہ ہمارے نزدیک اس کی شان بہت بلند ہے اور یہ تمام کتابوں سے اشرف واعلیٰ ہے کیونکہ سب اس جیسی کتاب لانے سے عاجز ہیں اور یہ حکمت والا کلام ہے۔ [2]

1 ......خازن، الزخرف، تحت الآية: ۲-۳، ۴/۱۰۱.

2 ......خازن، الزخرف، تحت الآية: ۴، ۴/۱۰۱، مدارك، الزخرف، تحت الآية: ۴، ص ۱۰۹۵، ملتقطاً.

اَفَنَضۡرِبُ عَنۡكُمُ الذِّكۡرَ صَفۡحًا اَنۡ كُنۡتُمۡ قَوۡمًا مُّسۡرِفِیۡنَ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا ہم تم سے ذکر کا پہلو پھیر دیں اس پر کہ تم لوگ حد سے بڑھنے والے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا ہم تم سے قرآن کا نزول اس لئے روک دیں کہ تم لوگ حد سے بڑھنے والے ہو؟

﴿**اَفَنَضۡرِبُ عَنۡكُمُ الذِّكۡرَ صَفۡحًا: تو کیا ہم تم سے قرآن کا نزول روک دیں۔**﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے کفارِ مکہ! تمہارے کفر میں حد سے بڑھنے کی وجہ سے کیا ہم تمہیں بیکار چھوڑ دیں اور تمہاری طرف سے وحیِ قرآن کا رخ پھیر دیں اور تمہیں حکم اور ممانعت کچھ نہ کریں، (یہ تمہاری بھول ہے) ہم ایسا نہیں کریں گے۔

حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنۡهُ نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر اس وقت یہ قرآنِ پاک اٹھالیا جاتا جب اس اُمت کے پہلے لوگوں نے اس سے اِعراض کیا تھا، تو وہ سب ہلاک ہوجاتے لیکن اللّٰه تعالٰی نے اپنی رحمت و کرم سے اس قرآن کا نزول جاری رکھا۔ (1)

قربِ قیامت میں قرآن اٹھالیا جائے گا

یاد رہے کہ جب قیامت قریب ہوگی تو اس وقت قرآنِ پاک اٹھالیا جائے گا، جیسا کہ حضرت عبد اللّٰه بن عمر رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنۡهُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ حجرِ اَسۡوَد اور قرآنِ پاک کو اٹھا نہ لیا جائے۔ (2)

وَكَمۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ نَّبِیٍّ فِی الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۶﴾ وَمَا یَاۡتِیۡهِمۡ مِّنۡ نَّبِیٍّ اِلَّا كَانُوۡا بِهٖ یَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ﴿۷﴾ فَاَهۡلَكۡنَاۤ اَشَدَّ مِنۡهُمۡ بَطۡشًا وَّ مَضٰی مَثَلُ

❶......خازن، الزخرف، تحت الآية: ۵، ۱۰۱/۴.

❷......الجامع الصغير، حرف لا، ص۵۸۳، الحديث: ۹۸۵۲.

الۡاَوَّلِیۡنَ ⑧

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے کتنے ہی غیب بتانے والے (نبی) اگلوں میں بھیجے۔ اور اُن کے پاس جو غیب بتانے والا (نبی) آیا اس کی ہنسی ہی بنایا کئے۔ تو ہم نے وہ ہلاک کردیئے جو اُن سے بھی پکڑ میں سخت تھے اور اگلوں کا حال گزر چکا ہے۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: اور ہم نے کتنے ہی نبی پہلے لوگوں میں بھیجے۔ اوران کے پاس جو نبی آیا وہ اس کا مذاق ہی اڑاتے تھے۔ تو ہم نے اِن سے زیادہ قوت والوں کو ہلاک کردیا اور پہلے لوگوں کا حال گزر چکا ہے۔

﴿وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِیٍّ فِی الْاَوَّلِیْنَ: اور ہم نے کتنے ہی نبی پہلے لوگوں میں بھیجے۔﴾ اس آیت اوراس کے بعدوالی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ’’ہم نے پہلے لوگوں میں کتنے ہی نبی بھیجے لیکن ان کا حال یہ تھا کہ ان کے پاس جو بھی نبی تشریف لایا وہ اس کا مذاق ہی اڑاتے تھے جیسا کہ آپ کی قوم کے لوگ کرتے ہیں، تو ہم نے ان موجودہ کافروں سے زیادہ قوت والوں اور ہر طرح کی طاقت رکھنے والوں کو ہلاک کردیا، اس لئے آپ کی امت کے لوگ جو سابقہ کفار کی چال چل رہے ہیں، اُنہیں ڈر جانا چاہیے کہ کہیں اُن کا بھی وہی انجام نہ ہو جو سابقہ کافروں کا ہوا کہ یہ بھی انہی کی طرح ذلت و رسوائی کی سزاؤں سے ہلاک نہ کردیئے جائیں۔ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کفار کی طرف سے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا مذاق اُڑانے کا عمل کوئی آج کا نہیں بلکہ شروع سے ہی ایسا ہوتا چلا آرہا ہے، لہٰذا آپ اپنی قوم کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیَّتوں پر صبر فرمائیں جیسا کہ آپ سے پہلے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوموں کی اَذِیَّتوں پر صبر فرمایا۔[1]

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِیْزُ الْعَلِیْمُ ⑨

1 ......خازن، الزخرف، تحت الآية: ٦-٨، ١٠٢/٤، صاوی، الزخرف، تحت الآية: ٦-٨، ١٨٨٦/٥، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تم اُن سے پوچھو کہ آسمان اور زمین کس نے بنائے تو ضرور کہیں گے اُنھیں بنایا اس عزت والے علم والے نے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمان اور زمین کس نے بنائے ؟ تو ضرور کہیں گے: انہیں عزت والے، علم والے نے بنایا۔

﴿وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ: اور اگر تم ان سے پوچھو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر آپ ان مشرکین سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کس نے بنائے ہیں؟ تو وہ ضرور اقرار کریں گے کہ آسمان اور زمین کو اللّٰہ تعالیٰ نے بنایا اور وہ یہ بھی اقرار کریں گے کہ اللّٰہ تعالیٰ عزت و علم والا ہے، اس اقرار کے باوجود ان کا بتوں کی عبادت کرنا اور دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنا کیسی انتہا درجہ کی جہالت ہے۔ (1)

الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۚ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا کیا اور تمہارے لیے اس میں راستے کیے کہ تم راہ پاؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا کیا اور تمہارے لیے اس میں راستے بنائے تاکہ تم راہ پاؤ۔

﴿اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا: جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا کیا۔﴾ اس آیت سے اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے اظہار کے لئے اپنی مصنوعات کا ذکر فرمایا اور اپنے اوصاف و شان کا اظہار کیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ عزت و علم والا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا (جو کہ پھیلاوے اور ٹھہرے ہوئے ہونے میں بستر کی طرح ہے) اگر اللّٰہ تعالیٰ چاہتا تو اسے مُتَحَرِّک بنا دیتا لیکن اس صورت میں کوئی چیز اس پر نہ ٹھہرتی اور زمین سے نفع اٹھانا

1 ......خازن، الزخرف، تحت الآیة: ۹، ۴/۱۰۲.

ممکن نہ رہتا تو یہ اس کی رحمت ہے کہ اس نے زمین کو ہموار اور ساکن بنایا، اور اس نے تمہارے لیے اس زمین میں راستے بنائے تاکہ تم دینی اور دُنْیَوی اُمور کے لئے سفر کے دوران اپنی منزل تک پہنچنے کی راہ پاؤ، اور اگر وہ چاہتا تو زمین کو اس طرح بند بنا دیتا کہ اس میں کوئی راستہ ہی نہ چھوڑتا، اگر ایسا ہو جاتا تو اس صورت میں تمہارے لئے سفر کرنا ہی ممکن نہ رہتا جیسا کہ بعض جگہ پہاڑ ہونے کی وجہ سے راستہ بند ہو جاتا ہے اور (زمینی) سفر ممکن نہیں رہتا۔[1]

وَالَّذِیۡ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنۡشَرۡنَا بِہٖ بَلۡدَۃً مَّیۡتًا ۚ کَذٰلِکَ تُخۡرَجُوۡنَ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جس نے آسمان سے پانی اُتارا ایک اندازے سے تو ہم نے اس سے ایک مردہ شہر زندہ فرما دیا یونہی تم نکالے جاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جس نے ایک اندازے سے آسمان سے پانی اتارا تو ہم نے اس سے ایک مردہ شہر کو زندہ فرما دیا۔ یونہی تم نکالے جاؤ گے۔

﴿وَالَّذِیۡ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ: اور وہ جس نے ایک اندازے سے آسمان سے پانی اتارا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ عزت وعلم والا اللہ عَزَّوَجَلَّ وہی ہے جس نے تمہاری حاجتوں کی مقدار ایک اندازے سے آسمان سے پانی اتارا، وہ نہ اتنا کم ہے کہ اس سے تمہاری حاجتیں پوری نہ ہوں اور نہ اتنا زیادہ ہے کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کی طرح تمہیں ہلاک کر دے۔ ہم نے اس بارش سے نباتات سے خالی ایک شہر کو سرسبز فرما دیا اور جس طرح بارش سے مردہ شہر کو زندہ فرمایا یونہی تم اپنی قبروں سے زندہ کر کے نکالے جاؤ گے کیونکہ جو زمین کو بنجر ہو جانے کے بعد پانی کے ذریعے دوبارہ سرسبز و شاداب کرنے پر قادر ہے تو وہ مخلوق کو اس کی موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔[2]

---

1 ......خازن، الزخرف، تحت الآیۃ: ۱۰، ۴/۱۰۲، صاوی، الزخرف، تحت الآیۃ: ۱۰، ۵/۱۸۸۷، ملتقطاً.

2 ......خازن، الزخرف، تحت الآیۃ: ۱۱، ۴/۱۰۲، جلالین مع صاوی، الزخرف، تحت الآیۃ: ۱۱، ۵/۱۸۸۷، ملتقطاً.

وَ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ كُلَّهَا وَ جَعَلَ لَكُمۡ مِّنَ الۡفُلۡكِ وَ الۡاَنۡعَامِ مَا تَرۡكَبُوۡنَ ﴿۱۲﴾ لِتَسۡتَوٗا عَلٰی ظُهُوۡرِهٖ ثُمَّ تَذۡكُرُوۡا نِعۡمَةَ رَبِّكُمۡ اِذَا اسۡتَوَیۡتُمۡ عَلَیۡهِ وَ تَقُوۡلُوۡا سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقۡرِنِیۡنَ ﴿۱۳﴾ وَ اِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس نے سب جوڑے بنائے اور تمہارے لیے کشتیوں اور چوپایوں سے سواریاں بنائیں۔ کہ تم ان کی پیٹھوں پر ٹھیک بیٹھو پھر اپنے رب کی نعمت یاد کرو جب اس پر ٹھیک بیٹھ لو اور یوں کہو پاکی ہے اُسے جس نے اس سواری کو ہمارے بس میں کر دیا اور یہ ہمارے بُوتے کی نہ تھی۔ اور بے شک ہمیں اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جس نے تمام جوڑوں کو پیدا کیا اور تمہارے لیے کشتیوں اور چوپایوں کی سواریاں بنائیں۔ تاکہ تم ان کی پیٹھوں پر سیدھے ہوکر بیٹھو پھر جب اس پر سیدھے ہوکر بیٹھ جاؤ تو اپنے رب کا احسان یاد کرو اور یوں کہو: پاک ہے وہ جس نے اس سواری کو ہمارے قابو میں کر دیا اور ہم اسے قابو کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ اور بیشک ہم اپنے رب کی طرف ہی پلٹنے والے ہیں۔

﴿وَالَّذِیۡ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ: اور جس نے تمام جوڑوں کو پیدا کیا۔﴾ یعنی عزت و علم والا اللہ عَزَّوَجَلَّ وہی ہے جس نے مخلوق کی تمام اَقسام کے جوڑے بنائے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ''اس سے مراد یہ ہے کہ تمام اَنواع کے جوڑے بنائے جیسے میٹھا اور نمکین، سفید اور سیاہ، مُذَکَّر اور مُؤنَّث وغیرہ۔ (1)

﴿وَجَعَلَ لَكُمۡ مِّنَ الۡفُلۡكِ وَالۡاَنۡعَامِ مَا تَرۡكَبُوۡنَ: اور تمہارے لیے کشتیوں اور چوپایوں کی سواریاں بنائیں۔﴾ آیت کے اس حصے اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اور تمہارے لیے کشتیوں اور چوپایوں کی سواریاں

(1)......روح البیان، الزخرف، تحت الآیۃ: ۱۲، ۸/۳۵۵.

بنائیں تاکہ تم خشکی اور تری کے سفر میں کشتیوں کی پشت اور چوپایوں کی پیٹھوں پر سیدھے ہو کر بیٹھو، پھر جب اس سواری پر سیدھے ہو کر بیٹھ جاؤ تو دل میں اپنے رب کا احسان یاد کرو اور اپنی زبان سے یوں کہو: وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر عیب سے پاک ہے جس نے اس سواری کو ہمارے قابو میں کر دیا اور ہم اسے قابو کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے اور بیشک ہم آخر کار اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف ہی پلٹنے والے ہیں۔[1]

سواری پر سوار ہوتے وقت کی دعائیں

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ حضور اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جب سفر میں تشریف لے جاتے تو اپنی اونٹنی پر سوار ہوتے وقت پہلے تین بار اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھتے، پھر یہ آیت پڑھتے ’’سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ﴿۱۳﴾ وَ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ‘‘۔ (اور اس کے بعد یہ دعائیں پڑھتے)۔ ’’اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْاَلُکَ فِی سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی وَ مِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهٗ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَ الْخَلِيْفَةُ فِی الْاَهْلِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَ كَاٰبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَهْلِ‘‘ اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو ان دعاؤں کے ساتھ مزید یہ پڑھتے ’’آيِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ‘‘۔[2]

اور حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا، میری امت میں سے جو شخص کشتی میں سوار ہوتے وقت یہ پڑھ لے تو وہ ڈوبنے سے محفوظ رہے گا: ’’بِسْمِ اللّٰهِ الْمَلِکِ وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَ الْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ السَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی عَمَّا يُشْرِكُوْنَ٥ بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرَاهَا وَ مُرْسَاهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ‘‘۔[3]

وَ جَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ۧ

---

[1] ……خازن، الزخرف، تحت الآية: ۱۲-۱۴، ۴/۱۰۲، جلالين مع صاوی، الزخرف، تحت الآية: ۱۲-۱۴، ۵/۱۸۸۸، ملتقطاً.

[2] ……مسلم، کتاب الحج، باب ما يقول اذا رکب الی سفر الحجّ وغيره، ص ۷۰۰، الحديث: ۴۲۵(۱۳۴۲).

[3] ……معجم الاوسط، باب الميم، من اسمه: محمد، ۴/۳۲۹، الحديث: ۶۱۳۶.

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کے لیے اس کے بندوں میں سے ٹکڑا ٹھہرایا بے شک آدمی کُھلا ناشکرا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں نے اللہ کیلئے اس کے بندوں میں سے ٹکڑا (اولاد) قرار دیا۔ بیشک آدمی کھلا ناشکرا ہے۔

﴿وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا: اور کافروں نے اللہ کیلئے اس کے بندوں میں سے ٹکڑا (اولاد) قرار دیا۔﴾ یعنی کفار نے اس اقرار کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ آسمان وزمین کا خالق ہے، یہ ستم کیا کہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بتایا اور چونکہ اولاد صاحبِ اولاد کا جز ہوتی ہے، تو ظالموں نے اللہ تعالیٰ کے لئے جز قرار دے کر کیسا عظیم جرم کیا ہے، بیشک جو آدمی ایسی باتوں کا قائل ہے اس کا کفر ظاہر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا کفر ہے اور کفر سب سے بڑی ناشکری ہے۔ [1]

اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا یَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّ اَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِیْنَ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اس نے اپنے لیے اپنی مخلوق میں سے بیٹیاں لیں اور تمہیں بیٹوں کے ساتھ خاص کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا اس نے اپنے لیے اپنی مخلوق میں سے بیٹیاں لیں اور تمہیں بیٹوں کے ساتھ خاص کیا؟

﴿اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا یَخْلُقُ بَنٰتٍ: کیا اس نے اپنے لیے اپنی مخلوق میں سے بیٹیاں لیں۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے سرے سے اولاد محال ہونے کے باوجود اگر بالفرض اس کے لئے اولاد مان لی جائے تو کیا اس نے اپنے لیے اپنی مخلوق میں سے بیٹیاں لیں اور تمہیں خاص طور پر بیٹوں سے نوازا؟ حالانکہ تم بیٹیوں کو بیٹوں سے کم تر سمجھتے ہو تو کیا اس نے کم تر چیز اپنے لئے رکھی اور اعلیٰ چیز تمہیں عطا کی؟ تم کیسے جاہل ہو!

وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِیْمٌ ﴿۱۷﴾

---

[1] ......مدارك، الزخرف، تحت الآية: ۱۵، ص۱۰۹۷، جلالين، الزخرف، تحت الآية: ۱۵، ص۴۰۶، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب اُن میں کسی کو خوشخبری دی جائے اُس چیز کی جس کا وصف رحمٰن کے لیے بتا چکا ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہے اور غم کھایا کرے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان میں کسی کو اس چیز کی خوشخبری سنائی جائے جس کے ساتھ اس نے رحمٰن کو متصف کیا ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غم و غصے میں بھرا رہتا ہے۔

﴿وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا : اور جب ان میں کسی کو اس چیز کی خوشخبری سنائی جائے جس کے ساتھ اس نے رحمٰن کو متصف کیا ہے۔﴾ یعنی کفار جو کہ اولاد سے پاک رب تعالیٰ کے لئے بیٹیاں ثابت کر رہے ہیں، بیٹیوں سے نفرت میں ان کا اپنا حال یہ ہے کہ جب ان میں سے کسی کو خوشخبری سنائی جائے کہ تیرے گھر میں بیٹی پیدا ہوئی ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غم و غصے میں بھرا رہتا ہے۔ جب یہ اپنے لئے بیٹیوں کو اس قدر ناگوار سمجھتے ہیں تو اس خدائے پاک کے لئے بیٹیاں بتاتے ہوئے انہیں شرم نہیں آتی۔[1]

بیٹیوں سے نفرت کرنا اور ان کی پیدائش سے گھبرانا کفار کا طریقہ ہے

کفار کا اپنی بیٹیوں سے نفرت کا حال بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِیْمٌ ۚ(۵۸) یَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَیُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ یَدُسُّهٗ فِی التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان میں کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غصے سے بھرا ہوتا ہے۔ اس بشارت کی برائی کے سبب لوگوں سے چھپا پھرتا ہے۔ کیا اسے ذلت کے ساتھ رکھے گا یا اسے مٹی میں دبا دے گا؟ خبردار! یہ کتنا برا فیصلہ کر رہے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ لڑکیوں کی پیدائش سے گھبرانا کافروں کا طریقہ ہے لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ بیٹی پیدا ہونے پر گھبرانے کی بجائے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور جس عورت کے ہاں پہلی اولاد بیٹی ہو اسے منحوس نہ سمجھیں

---

1 ......خازن، الزخرف، تحت الآیۃ: ۱۷، ۴/۱۰۳، ملتقطاً.

2 ......سورۃ النحل: ۵۸، ۵۹.

کیونکہ ایسی عورت برکت والی ہوتی ہے، جیسا کہ حضرت واثلہ بن اسقع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''عورت کی برکت یہ ہے کہ اس سے پہلی بار بیٹی پیدا ہو۔''[1]

اَوَمَنْ یُّنَشَّؤُا فِی الْحِلْیَةِ وَهُوَ فِی الْخِصَامِ غَیْرُ مُبِیْنٍ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیا وہ جو گہنے میں پروان چڑھے اور بحث میں صاف بات نہ کرے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا وہ جس کی زیور میں پرورش کی جاتی ہے اور وہ بحث میں صاف بات کرنے والی بھی نہیں ہوتی۔

﴿اَوَمَنْ یُّنَشَّؤُا فِی الْحِلْیَةِ: اور کیا وہ جس کی زیور میں پرورش کی جاتی ہے۔﴾ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ اولاد سے پاک ہے اور جب کفار نے اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں بتا کر اس کی اولاد ثابت کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی عقل اور فہم کے مطابق کلام فرماتے ہوئے ان کے اس نظریے کو رد فرمایا اور اس آیت میں عورت کے اندر پائے جانے والے دو نقص بیان فرما کر کفار کی کم عقلی اور جہالت کو واضح فرمایا کہ جس میں دیگر خوبیوں کے ساتھ ساتھ ایسے نقص بھی ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی اولاد کس طرح ہو سکتی ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی اولاد قرار دینا کیسی جہالت ہے۔ اس آیت میں عورت کے جو دو نقص بیان کئے گئے وہ یہ ہیں۔

(1)......زیور میں پرورش پانا۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ عورت چاہے کتنی ہی خوبصورت کیوں نہ ہو لیکن اس میں بچپن سے لے کر جوانی بلکہ بڑھاپے تک زیورات سے آراستہ ہونے کی خواہش اور طلب ضرور پائی جاتی ہے اور اس کے بغیر وہ اپنے حسن کے متعلق احساسِ کمتری محسوس کرتی رہتی ہے اور یہ بات نزاکت کی علامت ہے جو ایک اعتبار سے تو خوبی ہے لیکن ایک اعتبار سے نقص بھی ہے۔

(2)...... بحث کے دوران اپنا موقف صاف بیان نہ کر سکنا۔ اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ جس طرح بہت سے مرد ذہین ہوتے ہیں اور بحث کے دوران اپنا موقف انتہائی اچھے انداز میں پیش کر سکتے ہیں جبکہ بعض مردوں میں ذہانت کی کمی اور اپنا موقف اچھے انداز میں پیش کرنے کی خوبی نہیں ہوتی اسی طرح بعض عورتیں بھی انتہائی ذہین ہوتی

[1]......ابن عساكر، ذكر من اسمه: العلاء، ۵۴۷۳-العلاء بن كثير ابو سعيد، ۲۲۵/۴۷.

ہیں اور بحث کے دوران اپنا مَوقِف بڑے اچھے انداز میں بیان کرسکتی ہیں البتہ عورتوں کی کثیر تعداد ایسی ہے جو اس خوبی سے آراستہ نہیں، بلکہ عموماً جذبات سے جلد مغلوب ہو کر یا سختی کے مقامات پر اپنی بات صحیح طریقے سے نہیں کر پاتی لہٰذا مجموعی اعتبار سے دیکھا جائے تو بحث کے دوران اپنا مَوقِف صاف اور واضح طور پر بیان نہ کر پانا بھی عورت کا ایک نقص ہے۔

وَ جَعَلُوا الْمَلٰٓىٕكَةَ الَّذِیْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًاؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَ یُسْــٴَـلُوْنَ ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہوں نے فرشتوں کو کہ رحمٰن کے بندے ہیں عورتیں ٹھہرایا کیا ان کے بناتے وقت یہ حاضر تھے اب لکھ لی جائے گی اُن کی گواہی اور ان سے جواب طلب ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے فرشتوں کو عورتیں ٹھہرایا جو کہ رحمٰن کے بندے ہیں۔ کیا یہ کفار ان کے بناتے وقت موجود تھے؟ اب ان کی گواہی لکھ لی جائے گی اور ان سے جواب طلب ہوگا۔

﴿وَ جَعَلُوا الْمَلٰٓىٕكَةَ الَّذِیْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا: اور انہوں نے فرشتوں کو عورتیں ٹھہرایا جو کہ رحمٰن کے بندے ہیں۔﴾ آیت کے اس حصے اور اس سے اوپر والی آیات کا حاصل یہ ہے کہ بے دینوں نے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بتا کر اس طرح کفر کا اِرتکاب کیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کی اور اس چیز کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جسے وہ خود بہت ہی حقیر سمجھتے ہیں اور اپنے لئے گوارا نہیں کرتے۔ اس کے بعد کفار کا رد فرمایا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہرگز نہیں بلکہ وہ اس کے بندے ہیں اور فرشتوں کا مُذَکَّر یا مُؤَنَّث ہونا ایسی چیز تو ہے نہیں جس پر کوئی عقلی دلیل قائم ہو سکے اور اس حوالے سے اُن کے پاس کوئی خبر بھی نہیں آئی جسے وہ نقلی دلیل قرار دے سکیں، تو جو کفار ان کو مُؤَنَّث قرار دیتے ہیں اُن کا ذریعۂ علم کیا ہے؟ کیا وہ فرشتوں کی پیدائش کے وقت موجود تھے اور اُنہوں نے مشاہدہ کرلیا ہے؟ جب یہ بھی نہیں تو انہیں مُؤَنَّث کہنا محض جاہلانہ اور گمراہی کی بات ہے۔ (1)

1 ......مدارك، الزّخرف، تحت الآية: ١٥-١٩، ص١٠٩٧، ملخصاً.

﴿ سَتُكۡتَبُ شَهَادَتُهُمۡ: اب ان کی گواہی لکھ لی جائے گی۔ ﴾ جب کفار نے فرشتوں کو اللّٰہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہا تو سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کفار سے دریافت فرمایا کہ تم فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کس طرح کہتے ہو اور تمہارا ذریعۂ علم کیا ہے؟ اُنہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا سے سنا ہے اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ سچے تھے۔ اس گواہی کے بارے میں اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کفار کی یہ گواہی لکھ لی جائے گی اور آخرت میں ان سے اس کا جواب طلب ہوگا اور اس پر انہیں سزا دی جائے گی۔ (1)

وَقَالُوۡا لَوۡ شَآءَ الرَّحۡمٰنُ مَا عَبَدۡنٰهُمۡ ؕ مَا لَهُمۡ بِذٰلِكَ مِنۡ عِلۡمٍ ۗ اِنۡ هُمۡ اِلَّا يَخۡرُصُوۡنَ ؕ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے اگر رحمٰن چاہتا ہم اُنہیں نہ پوجتے اُنہیں اس کی حقیقت کچھ معلوم نہیں یونہی اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے کہا: اگر رحمٰن چاہتا تو ہم ان (فرشتوں) کی عبادت نہ کرتے۔ انہیں درحقیقت اس کا کچھ علم ہی نہیں۔ وہ صرف جھوٹ بول رہے ہیں۔

﴿ وَقَالُوۡا لَوۡ شَآءَ الرَّحۡمٰنُ مَا عَبَدۡنٰهُمۡ: اور انہوں نے کہا: اگر رحمٰن چاہتا تو ہم ان (فرشتوں) کی عبادت نہ کرتے۔ ﴾ فرشتوں کی عبادت کرنے والے کفار نے کہا کہ اگر رحمٰن چاہتا تو ہم ان فرشتوں کی عبادت نہ کرتے۔ اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر فرشتوں کی عبادت کرنے سے اللّٰہ تعالیٰ راضی نہ ہوتا تو ہم پر عذاب نازل کرتا اور جب عذاب نہیں آیا تو ہم سمجھتے ہیں کہ وہ یہی چاہتا ہے، یہ اُنہوں نے ایسی باطل بات کہی جس سے لازم آتا ہے کہ دنیا میں ہونے والے تمام جرموں سے اللّٰہ تعالیٰ راضی ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ اُن کے اس نظریے کی تکذیب کرتے ہوئے فرماتا ہے: ''انہیں درحقیقت اللّٰہ تعالیٰ کی رضا کا کچھ علم ہی نہیں اور وہ صرف جھوٹ بول رہے ہیں۔ (2)

1 ......خازن، الزّخرف، تحت الآية: ١٩، ١٠٣/٤.

2 ......خازن، الزّخرف، تحت الآية: ٢٠، ١٠٣/٤-١٠٤، روح البيان، الزّخرف، تحت الآية: ٢٠، ٣٦٠/٨، ملتقطاً.

اللہ تعالیٰ کی مشیت اور رضا میں فرق ہے

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت اور رضا میں بہت فرق ہے،اس کائنات میں ہونے والی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت اور اس کے ارادے سے ہوتی ہے لیکن ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے راضی ہو اور ہر چیز کے کرنے کا اللہ تعالیٰ حکم فرمائے ،اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہرگز نہیں کہ وہ کفر اور گناہ سے راضی ہو،لہٰذا کفر اور گناہ کرنے والا یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ تعالیٰ میرے ان اعمال سے راضی ہے یا میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے کفر اور گناہ میں مصروف ہوں۔اللہ تعالیٰ نے انسان کے سامنے سعادت اور بدبختی دونوں کے راستے واضح فرما دیئے ہیں اور اسے محض مجبور اور بے بس نہیں بنایا بلکہ ان راستوں میں سے کسی ایک راستے پر چلنے کا اسے اختیار بھی دے دیا ہے،اب انسان کی اپنی مرضی ہے کہ وہ جس راستے کو چاہے اختیار کرے۔

اَمْ اٰتَیْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یا اس سے قبل ہم نے اُنہیں کوئی کتاب دی ہے جسے وہ تھامے ہوئے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا کیا اس سے قبل ہم نے انہیں کوئی کتاب دی ہے جسے وہ مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں؟

﴿اَمْ اٰتَیْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ: یا کیا اس سے قبل ہم نے انہیں کوئی کتاب دی ہے۔﴾ یعنی کیا فرشتوں کی عبادت میں اللہ تعالیٰ کی رضا سمجھنے والوں کو ہم نے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر نازل ہونے والے قرآن سے پہلے کوئی کتاب دی ہے جسے وہ مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں اور اس میں غیرِ خدا کی عبادت کرنے کی اجازت دی گئی ہے جسے وہ آپ کے سامنے دلیل کے طور پر پیش کر رہے ہیں؟ ایسا بھی نہیں کیونکہ عرب شریف میں قرآنِ کریم کے سوا کوئی اللہ تعالیٰ کی کتاب نہ آئی،اور کسی کتابِ الٰہی میں کفر کی اجازت ہو سکتی بھی نہیں ، یہ باطل ہے اور اُن لوگوں کے پاس اس کے سوا بھی کوئی حجت نہیں ہے۔(1)

1 ......تفسیر طبری، الزّخرف، تحت الآیة: ۲۱، ۱۱/۱۷۶، خازن، الزّخرف، تحت الآیة: ۲۱، ۴/۱۰۴، ملتقطاً.

بَلۡ قَالُوۡۤا اِنَّا وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤی اُمَّۃٍ وَّ اِنَّا عَلٰۤی اٰثٰرِہِمۡ مُّہۡتَدُوۡنَ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ بولے ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم ان کی لکیر پر چل رہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ انہوں نے کہا: ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم ان کے نقشِ قدم پر ہی راہ پانے والے ہیں۔

﴿بَلۡ قَالُوۡۤا اِنَّا وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤی اُمَّۃٍ: بلکہ انہوں نے کہا: ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا۔﴾ یعنی ان کے پاس کوئی عقلی یا نقلی دلیل نہیں ہے بلکہ وہ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ فرشتوں کی عبادت کرنے کی ان کے پاس صرف یہ دلیل ہے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم آنکھیں بند کر کے بے سوچے سمجھے ان کی پیروی کرتے ہیں۔[1]

شریعت کے مقابلے میں باپ دادا کے رسم و رواج کی پابندی کرنا بدترین جرم ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ شریعت کے مقابلے میں باپ داداؤں کے رسم ورواج کی پابندی کرنا بدترین جرم ہے جیسے آج کل بعض مسلمان شادی بیاہ یا مرگ کے موقع پر ناجائز رسومات صرف اپنے پرانے باپ داداؤں کی پیروی میں مضبوط پکڑے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ كَذٰلِكَ مَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ فِیۡ قَرۡیَۃٍ مِّنۡ نَّذِیۡرٍ اِلَّا قَالَ مُتۡرَفُوۡہَاۤ ۙ اِنَّا وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤی اُمَّۃٍ وَّ اِنَّا عَلٰۤی اٰثٰرِہِمۡ مُّقۡتَدُوۡنَ ﴿۲۳﴾ قٰلَ اَوَ لَوۡ جِئۡتُكُمۡ بِاَہۡدٰی مِمَّا وَجَدۡتُّمۡ عَلَیۡہِ اٰبَآءَكُمۡ ؕ قَالُوۡۤا اِنَّا بِمَاۤ

1 ......ابو سعود، الزّخرف، تحت الآیۃ: ۲۲، ۵/۵٤۰، خازن، الزّخرف، تحت الآیۃ: ۲۲، ٤/۱۰٤، ملتقطاً.

اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ كٰفِرُوۡنَ ﴿۲۴﴾ فَانۡتَقَمۡنَا مِنۡهُمۡ فَانۡظُرۡ كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۲۵﴾

ع ۱۰ / ۸ النصف ۲

ترجمۂ کنزالایمان: اور ایسے ہی ہم نے تم سے پہلے جب کسی شہر میں کوئی ڈر سنانے والا بھیجا وہاں کے آسودوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم ان کی لکیر کے پیچھے ہیں۔ نبی نے فرمایا اور کیا جب بھی کہ میں تمہارے پاس وہ لاؤں جو سیدھی راہ ہو اس سے جس پر تمہارے باپ دادا تھے بولے جو کچھ تم لے کر بھیجے گئے ہم اُسے نہیں مانتے۔ تو ہم نے اُن سے بدلہ لیا تو دیکھو جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور ایسے ہی ہم نے تم سے پہلے جب کسی شہر میں کوئی ڈر سنانے والا بھیجا تو وہاں کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم ان کے نقشِ قدم کی ہی پیروی کرنے والے ہیں۔ نبی نے فرمایا: کیا اگرچہ میں تمہارے پاس اس سے بہتر دین لے آؤں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ انہوں نے کہا: جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں۔ تو ہم نے ان سے بدلہ لیا تو دیکھو جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟

﴿وَكَذٰلِكَ: اور ایسے ہی۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ''اے پیارے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اپنے باپ دادا کی اندھی پیروی کے علاوہ شرک کی کوئی اور دلیل نہ دے سکنا صرف آپ کی قوم کے کفار کا ہی خاصہ نہیں بلکہ ہم نے آپ سے پہلے جب کسی شہر میں اللہ تعالٰی کے عذاب سے کوئی ڈر سنانے والا بھیجا تو وہاں کے خوشحال مالداروں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم ان کے نقشِ قدم کی ہی پیروی کرنے والے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ باپ دادا کی اندھے بن کر پیروی کرنا کفار کا پرانا مرض ہے اور انہیں اتنی تمیز نہیں کہ کسی کی پیروی کرنے کے لئے یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ وہ خود سیدھی راہ پر ہو، چنانچہ جب کسی نبی سے فرمایا گیا کہ اپنی قوم کے کفار سے کہیں: کیا تم اپنے

باپ دادا کے دین پر ہی چلو گے اگرچہ میں تمہارے پاس اس سے بہتر دین لے آؤں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے؟ تو انہوں نے اس بات کے جواب میں کہا: جس دین کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں اگرچہ تمہارا دین حق وصواب ہو، مگر ہم اپنے باپ دادا کا دین چھوڑنے والے نہیں چاہے وہ کیسا ہی ہو، اس پر اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: ''جب یہ اپنے شرک پر ہی ڈٹے رہے تو ہم نے رسولوں کے نہ ماننے والوں اور اُنہیں جھٹلانے والوں سے بدلہ لیا تو اے کافرو! تم دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟۔[1]
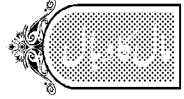
خوش حال اور مالدار کفار کے طرزِ عمل سے معلوم ہوا کہ مال ودولت کی کثرت، دنیا کی رنگینیوں اور عیش ونشاط کی وجہ سے انسان اپنی آخرت کے معاملے میں غفلت کا شکار ہو جاتا ہے اور اس کی نگاہوں میں اللہ تعالٰی کے نیک بندوں کی وقعت اور ان کی بات کی اہمیت بہت کم ہو جاتی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''ان لوگوں کا کیا حال ہے جو دولت مندوں کی عزت کرتے ہیں اور عبادت گزاروں کو حقیر سمجھتے ہیں، قرآنِ پاک کی ان آیات پر تو عمل کرتے ہیں جو ان کی خواہشات کے موافق ہوں لیکن خواہشات کے خلاف آیتوں کو چھوڑ دیتے ہیں تو اس صورت میں وہ قرآن کی بعض آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور بعض آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ اس چیز کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو انہیں محنت کے بغیر حاصل ہو جائے گی اور وہ ان کی تقدیر اور ان کے حصے کا رزق ہے جبکہ اس چیز کو حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے جس میں محنت کرنی پڑتی ہے۔[2] اللہ تعالٰی ہم سب کو مال کے وبال سے محفوظ فرمائے، امین۔

وَ اِذۡ قَالَ اِبۡرٰهِیۡمُ لِاَبِیۡهِ وَ قَوۡمِهٖۤ اِنَّنِیۡ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۲۶﴾ اِلَّا الَّذِیۡ فَطَرَنِیۡ فَاِنَّهٗ سَیَهۡدِیۡنِ ﴿۲۷﴾

---

1 ......خازن، الزّخرف، تحت الآیة: ۲۳-۲۵، ۱۰۴/۴، مدارك، الزّخرف، تحت الآیة: ۲۳-۲۵، ص۱۰۹۸-۱۰۹۹، روح البیان، الزّخرف، تحت الآیة: ۲۳-۲۵، ۳۶۱/۸-۳۶۲، ملتقطاً.

2 ......معجم الکبیر، ومن مسند عبد اللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ عنه، ۱۹۳/۱۰، الحدیث: ۱۰۴۳۲.

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا میں بیزار ہوں تمہارے معبودوں سے۔ سوا اس کے جس نے مجھے پیدا کیا کہ ضرور وہ بہت جلد مجھے راہ دے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا: میں تمہارے معبودوں سے بیزار ہوں۔ مگر وہ جس نے مجھے پیدا کیا تو ضرور وہ جلد مجھے راستہ دکھائے گا۔

﴿وَ اِذۡ قَالَ اِبۡرٰهِیۡمُ: اور جب ابراہیم نے فرمایا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں کفار کے بارے میں بیان ہوا کہ ان کے پاس اپنے شرک کے جواز کی دلیل صرف اپنے آباء و اَجداد کی پیروی ہے اور اس آیت سے اہلِ عرب کے جدِ اعلیٰ، حضرتِ ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حالات بیان کئے گئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ سب جھوٹے معبودوں کی عبادت کرنے سے انکار کر دیا اور وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور صرف اسی کی عبادت پر قائم رہے تاکہ اہلِ عرب اپنے جدِ اعلیٰ کے دین کی طرف لوٹ آئیں کیونکہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان کے آباء میں سب سے زیادہ مُعزّز ہیں اور وہ سب ان سے محبت کرتے ہیں تو جس طرح انہوں نے بتوں کی عبادت کرنے میں اپنے آباء کی پیروی نہیں کی تو اسی طرح انہیں بھی چاہئے کہ وہ (بت پرستی کرنے میں) اپنے قریبی آباء و اَجداد کی پیروی چھوڑ دینے میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پیروی کریں اور دینِ حق کی اتباع کرنے کی طرف لوٹ آئیں۔

اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جو کفار اپنے آباء و اَجداد کی پیروی پر اَڑے ہوئے ہیں، انہیں وہ وقت یاد دلائیں جب ان کے جدِ اعلیٰ، حضرتِ ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آگ سے نکلنے کے بعد بت پرستی سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے اپنے عُرفی باپ یعنی چچا آزر اور اپنی قوم سے فرمایا: میں تمہارے معبودوں سے بیزار ہوں اور میں صرف اس کی عبادت کرتا ہوں جس نے مجھے پیدا کیا تو ضرور وہ جلد مجھے میری ہجرت گاہ کی طرف راستہ دکھائے گا جہاں جا کر میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کر سکوں۔ [1]

وَ جَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِیَةً فِیۡ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمۡ یَرۡجِعُوۡنَ ﴿۲۸﴾

[1] ......تفسیر کبیر، الزّخرف، تحت الآیة: ۲۶-۲۷، ۹/۶۲۸-۶۲۹، البحر المحیط، الزّخرف، تحت الآیة: ۲۶-۲۷، ۸/۱۳، ابو سعود، الزّخرف، تحت الآیة: ۲۶-۲۷، ۵/۵۴۰-۵۴۱، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور اُسے اپنی نسل میں باقی کلام رکھا کہ کہیں وہ باز آئیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ابراہیم نے اس کلمہ کو اپنی نسل میں باقی رہنے والا کلمہ بنادیا تاکہ وہ رجوع کریں۔

﴿وَ جَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ: اور ابراہیم نے اس کو اپنی نسل میں باقی رہنے والا کلمہ بنادیا۔﴾ یعنی حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے توحید کا جو کلمہ فرمایا تھا کہ **میں تمہارے معبودوں سے بیزار ہوں سوائے اس کے جس نے مجھے پیدا کیا،** آپ نے اسے اپنی نسل میں باقی رہنے والا کلمہ بنادیا چنانچہ آپ کی اولاد میں توحید کا اقرار کرنے والے اور توحید کی دعوت دینے والے ہمیشہ رہیں گے، آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اسے باقی رہنے والا کلمہ اس لئے بنایا تاکہ ان کی نسل میں سے جو شرک کرے وہ توحید کی دعوت دینے والے کی بات سن کر شرک سے باز آجائے اور اس توحید کے کلمہ کی طرف لوٹ آئے اور دینِ حق قبول کرلے۔ (1)

حضرت صدرُ الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں ''یہاں حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ذکر فرمانے میں تنبیہ ہے کہ اے اہلِ مکہ! اگر تمہیں اپنے باپ دادا کا اِتباع (یعنی پیروی) کرنا ہی ہے تو تمہارے آباء میں جو سب سے بہتر ہیں (یعنی) حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، ان کا اتباع کرو اور شرک چھوڑ دو اور یہ بھی دیکھو کہ انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم کو راہِ راست پر نہیں پایا تو ان سے بیزاری کا اعلان فرمادیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو باپ دادا راہِ راست پر ہوں دینِ حق رکھتے ہوں ان کا اتباع کیا جائے اور جو باطل پر ہوں، گمراہی میں ہوں ان کے طریقہ سے بیزاری کا اعلان کیا جائے۔ (2)

بَلْ مَتَّعْتُ هٰۤؤُلَآءِ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَ رَسُوْلٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲۹﴾ وَ لَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّ اِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَ قَالُوْا لَوْ لَا

(1) ......مدارك، الزّخرف، تحت الآية: ۲۸، ص۱۰۹۹.

(2) ......خزائن العرفان، الزخرف، تحت الآیۃ: ۲۸، ص۹۰۳۔

نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ میں نے اُنہیں اور ان کے باپ دادا کو دنیا کے فائدے دیئے یہاں تک کہ اُن کے پاس حق اور صاف بتانے والا رسول تشریف لایا۔ اور جب اُن کے پاس حق آیا بولے یہ جادو ہے اور ہم اس کے منکر ہیں۔ اور بولے کیوں نہ اُتارا گیا یہ قرآن ان دو شہروں کے کسی بڑے آدمی پر۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بلکہ میں نے انہیں اور ان کے باپ دادا کو دنیا کے فائدے دیئے یہاں تک کہ ان کے پاس حق اور صاف بتانے والا رسول تشریف لایا۔ اور جب ان کے پاس حق آیا تو کہنے لگے: یہ جادو ہے اور بیشک ہم اس کے منکر ہیں۔ اور کہنے لگے: ان دو شہروں میں رہنے والوں میں سے کسی بڑے آدمی پر یہ قرآن کیوں نہ اتارا گیا؟

﴿بَلْ مَتَّعْتُ هٰۤؤُلَآءِ وَ اٰبَآءَهُمْ: بلکہ میں نے انہیں اور ان کے باپ دادا کو دنیا کے فائدے دیئے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی نسل کے لوگوں سے جو امید کی تھی وہ پوری نہ ہوئی بلکہ میں نے ابراہیم کی نسل میں سے اِن کفارِ مکہ کو اور ان کے باپ دادا کو دنیا کے فائدے دیئے کہ انہیں لمبی عمریں عطا فرمائیں اور ان کے کفر کے باعث ان پر عذاب نازل کرنے میں جلدی نہ کی، یہاں تک کہ ان کے پاس قرآنِ پاک اور صاف بتانے والے رسول، اَنبیاء کے سردار صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ روشن ترین آیات و معجزات کے ساتھ رونق افروز ہوئے اور آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ان کے سامنے شرعی اَحکام واضح طور پر بیان فرمائے۔ ہمارے اس انعام کا حق یہ تھا کہ وہ لوگ اس رسولِ مُکَرَّم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرتے لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا بلکہ جب ان کے پاس قرآن آیا تو اس کے بارے کہنے لگے کہ یہ تو جادو ہے اور ہم اس کے منکر ہیں جبکہ رسولُ اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں کہنے لگے کہ ان پر قرآن کیوں اترا؟ ان دو شہروں مکہ اور طائف میں رہنے والوں میں سے کسی بڑے آدمی جو مال و دولت اور غلاموں کی کثرت رکھتا ہو اس پر یہ قرآن کیوں نہ اتارا گیا؟ اس بڑے آدمی سے مراد مکہ مکرمہ میں ولید بن مغیرہ اور طائف میں عروہ بن مسعود ثقفی ہے۔ (1)

1 ......روح البیان، الزّخرف، تحت الآیۃ: ۲۹-۳۱، ۸/۳۶۴-۳۶۵، خازن، الزّخرف، تحت الآیۃ: ۲۹-۳۱، ۴/۱۰۴، ملتقطاً۔

اَهُمۡ یَقۡسِمُوۡنَ رَحۡمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَیۡنَهُمۡ مَّعِیۡشَتَهُمۡ فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا وَ رَفَعۡنَا بَعۡضَهُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعۡضُهُمۡ بَعۡضًا سُخۡرِیًّا ؕ وَ رَحۡمَتُ رَبِّكَ خَیۡرٌ مِّمَّا یَجۡمَعُوۡنَ ﴿۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تمہارے رب کی رحمت وہ بانٹتے ہیں ہم نے اُن میں ان کی زیست کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا اور اُن میں ایک دوسرے پر درجوں بلندی دی کہ ان میں ایک دوسرے کی ہنسی بنائے اور تمہارے رب کی رحمت ان کی جمع جتھا سے بہتر۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: کیا تمہارے رب کی رحمت وہ بانٹتے ہیں؟ دنیا کی زندگی میں ان کے درمیان ان کی روزی (بھی) ہم نے ہی تقسیم کی ہے اور ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر کئی درجے بلند کیا ہے تاکہ ان میں ایک دوسرے کو اپنا خادم بنائے اور تمہارے رب کی رحمت اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کررہے ہیں۔

﴿اَهُمۡ یَقۡسِمُوۡنَ رَحۡمَتَ رَبِّكَ: کیا تمہارے رب کی رحمت وہ بانٹتے ہیں؟﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کفار کا رد کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کی رحمت وہ کفار بانٹتے ہیں کہ ان کی خواہش کے مطابق رسول بنایا جائے اور کیا نبوت کی کنجیاں ان کے ہاتھ میں ہیں کہ وہ جس کو چاہیں دے دیں؟ جب ایسا ہرگز نہیں ہے تو یہ کس قدر جاہلانہ بات کہتے ہیں، انہیں ذرا غور کرنا چاہئے کہ دنیا کی زندگی میں ان کے درمیان ان کی روزی بھی ہم نے ہی تقسیم کی ہے اور ان میں سے کسی کو مالدار اور کسی کو فقیر، کسی کو مالک اور کسی کو غلام، کسی کو طاقتور اور کسی کو کمزور ہم نے ہی بنایا ہے، مخلوق میں کوئی ہمارے حکم کو بدلنے اور ہماری تقدیر سے باہر نکلنے کی قدرت نہیں رکھتا، تو جب دنیا جیسی قلیل چیز میں کسی کو اعتراض کرنے کی مجال نہیں تو نبوت جیسے منصبِ عالی میں کیا کسی کو دَم مارنے کا موقع ہے؟ ہم جسے چاہتے ہیں غنی کرتے ہیں، جسے چاہتے ہیں مخدوم بناتے ہیں، جسے چاہتے ہیں خادم بناتے ہیں، جسے

چاہتے ہیں نبی بناتے ہیں، جسے چاہتے ہیں امتی بناتے ہیں، کیا کوئی اپنی قابلیت سے امیر ہوجاتا ہے؟ ہرگز نہیں، بلکہ یہ ہماری عطا ہے اور جسے ہم چاہیں امیر کریں۔ ہم نے مال ودولت میں لوگوں کو ایک جیسا نہیں کیا تاکہ ایک دوسرے سے مال کے ذریعے خدمت لے اور دنیا کا نظام مضبوط ہو، غریب کو ذریعۂ معاش ہاتھ آئے اور مالدار کو کام کرنے والے اَفراد مُہَیّا ہوں، تو اس پر کون اعتراض کرسکتا ہے کہ فلاں کو مالدار اور فلاں کو فقیر کیوں کیا اور جب دُنْیَوی اُمور میں کوئی شخص دَم نہیں مار سکتا تو نبوت جیسے رتبۂ عالی میں کسی کو کیا تابِ سخن اور اعتراض کا کیا حق ہے، اُس کی مرضی جس کو چاہے نبوت سے سرفراز فرمائے۔ اور اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کی رحمت یعنی جنت اس مال ودولت سے بہتر ہے جو کفار دنیا میں جمع کرکے رکھتے ہیں۔ (1)

نبوت عطا فرمانے کا اختیار صرف خدا کے پاس ہے اور اس نے اپنے اختیار سے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو آخری نبی بنادیا ہے اور اس کا قرآن میں اعلان بھی فرمادیا لہٰذا اب کوئی دوسرا شخص نبوت کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔

وَلَوۡلَاۤ اَنۡ يَّكُوۡنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلۡنَا لِمَنۡ يَّكۡفُرُ بِالرَّحۡمٰنِ لِبُيُوۡتِهِمۡ سُقُفًا مِّنۡ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيۡهَا يَظۡهَرُوۡنَ ۝٣٣ وَلِبُيُوۡتِهِمۡ اَبۡوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيۡهَا يَتَّكِـُٔوۡنَ ۝٣٤ وَزُخۡرُفًا ؕ وَاِنۡ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ؕ وَالۡاٰخِرَةُ عِنۡدَ رَبِّكَ لِلۡمُتَّقِيۡنَ ۝٣٥

رکوع ۳

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر یہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک دین پر ہوجائیں تو ہم ضرور رحمٰن کے منکروں کے لیے چاندی کی چھتیں اور سیڑھیاں بناتے جن پر چڑھتے۔ اور ان کے گھروں کے لیے چاندی کے دروازے اور چاندی کے تخت جن پر تکیہ لگاتے۔ اور طرح طرح کی آرائش اور یہ جو کچھ ہے جیتی دنیا ہی کا اسباب ہے اور آخرت تمہارے رب کے پاس پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

1 ......خازن، الزّخرف، تحت الآية: ٣٢، ٤/١٠٤-١٠٥.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اوراگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ (کافروں کی) ایک جماعت ہوجائیں گے تو ہم ضرور رحمٰن کے منکروں کے لیے ان کے گھروں کی چھتیں اور سیڑھیاں چاندی کی بنادیتے جن پر وہ چڑھتے۔ اوران کے گھروں کے لیے (چاندی کے) دروازے اورتخت بنادیتے جن پر وہ تکیہ لگاتے۔ اور (یہ چیزیں ان کیلئے) سونا (بھی بنادیتے) اور یہ جو کچھ ہے سب دنیاوی زندگی ہی کا سامان ہے اورآخرت تمہارے رب کے پاس پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

﴿وَلَوۡلَاۤ اَنۡ یَّکُوۡنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً: اوراگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ (کافروں کی) ایک جماعت ہوجائیں گے۔**﴾** اس آیت اوراس کے بعدوالی دوآیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اگراس بات کالحاظ نہ ہوتا کہ کافروں کے مال ودولت کی کثرت اورعیش وعشرت کی بہتات دیکھ کرسب لوگ کافر ہوجائیں گے تو ہم ضرور کافروں کواتنا سونا چاندی دیدیتے کہ وہ انہیں پہننے کے علاوہ ان سے اپنے گھروں کی چھتیں اورسیڑھیاں بناتے جن پر وہ چڑھتے اوروہ اپنے گھروں کے لئے چاندی کے دروازے بناتے اور بیٹھنے کے لئے چاندی کے تخت بناتے جن پر ٹیک لگا کر بیٹھتے اوروہ طرح طرح کی آرائش کرتے، کیونکہ دنیااوراس کے سامان کی ہمارے نزدیک کچھ قدر نہیں، یہ بہت جلدزائل ہونے والا ہے اور یہ جو کچھ ہے سب دُنْیَوی زندگی ہی کا سامان ہے جس سے انسان بہت تھوڑا عرصہ فائدہ اٹھاسکے گا اورآخرت تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کے پاس ان پرہیزگاروں کے لیے ہے جنہیں دنیا کی چاہت نہیں۔ [1]

کفار کے مال و دولت اور عیش و عشرت دیکھ کر مسلمانوں کا حال

اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ کافروں کے مال و دولت اور عیش وعشرت کی بہتات دیکھ کر لوگ کافر ہوسکتے ہیں۔ اس کی صداقت آج کھلی آنکھوں سے دیکھی جاسکتی ہے، گوکہ ابھی کافروں کا مال ودولت اور عیش وعشرت اس مقام تک نہیں پہنچا کہ وہ چاندی سے اپنے گھروں کی تعمیرات شروع کردیں لیکن اس وقت جو کچھ ان کے پاس موجود ہے اس کی چمک دمک دیکھ کر کچھ مسلمان اپنا دین چھوڑ چکے ہیں، کچھ اس کی تیاری میں ہیں اور کچھ مسلمان کہلانے والوں کا حال یہ ہے کہ وہ کافروں کی دُنْیَوی ترقی دیکھ کر دینِ اسلام سے ناراض دکھائی دیتے اورخود پر کافروں کے طور طریقے مُسلَّط کئے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالٰی مسلمانوں کو ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے۔ یادرہے کہ دنیا کا عیش

1 ......خازن، الزّخرف، تحت الآیۃ: ۳۳-۳۵، ۴/۱۰۵.

وعشرت اور اس کا ساز وسامان عارضی ہے جو کہ ایک دن ضرور ختم ہو جائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِعْلَمُوْۤا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِیْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِؕ كَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَكُوْنُ حُطٰمًاؕ وَ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیْدٌۙ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌؕ وَ مَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ[1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جان لو کہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل کوداور زینت اور آپس میں فخر وغرور کرنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنا ہے۔ (دنیا کی زندگی ایسی ہے) جیسے وہ بارش جس کا اُگایا ہوا سبزہ کسانوں کو اچھا لگتا ہے پھر وہ سبزہ سوکھ جاتا ہے تو تم اسے زرد دیکھتے ہو پھر وہ پامال کیا ہوا (بے کار) ہو جاتا ہے اور آخرت میں سخت عذاب (بھی) ہے اور اللہ کی طرف سے بخشش اور اس کی رضا (بھی ہے) اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِیْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَیُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۝ وَ اِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَیْهَا صَعِیْدًا جُرُزًا[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے زمین پر موجود چیزوں کو زمین کیلئے زینت بنایا تا کہ ہم انہیں آزمائیں کہ ان میں عمل کے اعتبار سے کون اچھا ہے۔ اور بیشک جو کچھ زمین پر ہے (قیامت کے دن) ہم اسے خشک میدان بنادیں گے (جس پر کوئی رونق نہیں ہوتی۔)

لہٰذا مسلمانوں کو دنیا کے عیش عشرت اور مال و دولت کی طرف راغب نہیں ہونا چاہئے بلکہ اسے اپنے حق میں ایک آزمائش یقین کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے بخشش ومغفرت کا پروانہ پانے کے لئے ایک سے بڑھ کر ایک کوشش کرنی چاہئے، جیسا کہ دنیا کی فنائیَّت بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

سَابِقُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِۙ اُعِدَّتْ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف ایک دوسرے سے آگے بڑھ جاؤ جس کی چوڑائی

1 ......حدید: ۲۰.

2 ...... کہف: ۷،۸.

لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِيۡمِ [1]

آسمان وزمین کی وسعت کی طرح ہے۔اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لانے والوں کیلئے تیار کی گئی ہے، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اور اس پر اِستقامت پانے کے لئے اس حقیقت کو اپنے پیشِ نظر رکھنا چاہئے کہ دنیا کا جتنا ساز وسامان اور جتنی عیش وعشرت ہے، اس سب کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مچھر کے پر جتنی بھی حیثیت نہیں، جیسا کہ حضرت سہل بن سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا مچھر کے پر کے برابر بھی قدر رکھتی تو کافر کو اس سے ایک گھونٹ پانی نہ دیتا۔[2]

اور حضرت مُستَورِد بن شداد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنے نیاز مندوں کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف لے جارہے تھے، راستہ میں ایک مردہ بکری دیکھی تو ارشاد فرمایا: ’’تم دیکھ رہے ہو کہ اس کے مالکوں نے اسے بہت بے قدری سے پھینک دیا، دنیا کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنی بھی قدر نہیں جتنی بکری والوں کے نزدیک اس مری ہوئی بکری کی ہو۔[3]

اور جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دنیا کی یہ حیثیت ہے تو دنیا کا مال ودولت اور عیش وعشرت نہ ملنے پر کسی مسلمان کو غمزدہ نہیں ہونا چاہئے بلکہ اسے شکر کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس چیز سے بچالیا جس کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی حیثیت نہیں۔حضرت قتادہ بن نعمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے پر کرم فرماتا ہے تو اُسے دنیا سے ایسا بچاتا ہے جیسا تم اپنے بیمار کو پانی سے بچاتے ہو۔[4]

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔[5]

---

1 ......حدید: ٢١.

2 ......ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی ھوان الدّنیا علی اللّٰہ، ٤/١٤٣، الحدیث: ٢٣٢٧.

3 ......ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی ھوان الدّنیا علی اللّٰہ، ٤/١٤٤، الحدیث: ٢٣٢٨.

4 ......ترمذی، کتاب الطّب، باب ما جاء فی الحمیة، ٤/٤، الحدیث: ٢٠٤٤.

5 ......مسلم، کتاب الزھد والرقائق، ص١٥٨٢، الحدیث: ١(٢٩٥٦).

اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا کی حیثیت اور حقیقت سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور کافروں کے مال و دولت کی چمک سے مُتأثّر ہونے کی بجائے دینِ اسلام کے دیئے ہوئے اَحکام اور تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے ہمیں اپنی دنیا و آخرت دونوں کو بہتر بنانے کی توفیق عطا فرمائے ،اٰمین۔

وَ مَنۡ یَّعۡشُ عَنۡ ذِكۡرِ الرَّحۡمٰنِ نُقَیِّضۡ لَهٗ شَیۡطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِیۡنٌ ﴿۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جسے رَتُوندآئے رحمٰن کے ذکر سے ہم اس پر ایک شیطان تعینات کریں کہ وہ اس کا ساتھی رہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو رحمٰن کے ذکر سے منہ پھیرے تو ہم اس پر ایک شیطان مقرر کردیتے ہیں تو وہ اس کا ساتھی رہتا ہے۔

﴿وَمَنۡ یَّعۡشُ عَنۡ ذِكۡرِ الرَّحۡمٰنِ: اور جو رحمٰن کے ذکر سے منہ پھیرے۔﴾ اس آیت کی **ایک تفسیر** یہ ہے کہ جو قرآنِ پاک سے اس طرح اندھا بن جائے کہ نہ اس کی ہدایتوں کو دیکھے اور نہ ان سے فائدہ اٹھائے تو ہم اس پر ایک شیطان مقرر کردیتے ہیں اور وہ شیطان دنیا میں بھی اندھا بننے والے کا ساتھی رہتا ہے کہ اسے حلال کاموں سے روکتا اور حرام کاموں کی ترغیب دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے منع کرتا اور اس کی نافرمانی کرنے کا حکم دیتا ہے اور آخرت میں بھی اس کا ساتھی ہوگا۔(1)

دوسری تفسیر یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اس طرح اِعراض کرے کہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بے خوف ہو جائے اور اس کے عذاب سے نہ ڈرے تو ہم اس پر ایک شیطان مقرر کردیتے ہیں جو اسے گمراہ کرتا رہتا ہے اور وہ اس شیطان کا ساتھی بن جاتا ہے۔(2)

تیسری تفسیر یہ ہے کہ جو دُنْیَوی زندگی کی لذّتوں اور آسائشوں میں زیادہ مشغولیّت اور اس کی فانی نعمتوں اور نفسانی خواہشات میں اِنہماک کی وجہ سے قرآن سے منہ پھیرے تو ہم اس پر ایک شیطان مقرر کردیتے ہیں اور وہ

(1)......صاوی، الزّخرف، تحت الآیۃ: ٣٦، ٥/١٨٩٤-١٨٩٥، ملتقطاً.

(2)......تفسیر طبری، الزّخرف، تحت الآیۃ: ٣٦، ١١/١٨٨.

شیطان اس کے ساتھ ہی رہتا ہے اوراس کے دل میں وسوسے ڈال کر اسے گمراہ کرتا رہتا ہے۔[1]

قرآن سے منہ پھیرنے والے کا ساتھی شیطان

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن سے منہ پھیرنے والے کافر کا شیطان ساتھی بنا دیا جاتا ہے اور شیطان کو کافروں کا ساتھی بنانے سے متعلق ایک اور مقام پر اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ قَیَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَیَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ فِیْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِیْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے کافروں کیلئے کچھ ساتھی مقرر کر دیئے تو انہوں نے ان کیلئے ان کے آگے اوران کے پیچھے کو خوبصورت بنا دیا۔ان پر بات پوری ہوگئی جوان سے پہلے گزرے ہوئے جنوں اور انسانوں کے گروہوں پر ثابت ہو چکی ہے۔ بیشک وہ نقصان اٹھانے والے تھے۔

اور حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جب اللّٰہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ شَر کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کی موت سے ایک سال پہلے اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتا ہے تو وہ جب بھی کسی نیک کام کو دیکھتا ہے وہ اسے برا معلوم ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ اس پر عمل نہیں کرتا اور جب بھی وہ کسی برے کام کو دیکھتا ہے تو وہ اسے اچھا معلوم ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ اس پر عمل کر لیتا ہے۔[3]

البتہ یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ زیرِ تفسیر آیت میں جہاں کفار کے لئے وعید ہے وہیں ہمارے معاشرے کے ان مسلمانوں کے لئے بھی بڑی عبرت ہے جو دنیا کی زیب و زینت، اس کی چمک دمک اور مال و دولت کے حصول میں حد درجہ مصروفیّت کی وجہ سے قرآنِ پاک کی تلاوت کرنے، اسے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے سے محروم ہیں۔ اللّٰہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے اور قرآنِ مجید سے تعلق قائم رکھا رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

یاد رہے کہ زیرِ تفسیر آیت میں جس شیطان کا ذکر ہے یہ اس شیطان کے علاوہ ہے جس کا ذکر درج ذیل حدیثِ پاک میں ہے، چنانچہ

1 ......ابو سعود، الزّخرف، تحت الآية: ٣٦، ٥/٥٤٣.

2 ......حم السجده: ٢٥.

3 ......مسندالفردوس، باب الالف، ١/٢٤٥، الحديث: ٩٤٨.

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’تم میں سے ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان اور ایک فرشتہ مُسَلَّط کر دیا گیا ہے۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡھُمۡ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کے ساتھ بھی؟ ارشاد فرمایا: ’’میرے ساتھ بھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس شیطان کے مقابلے میں میری مدد فرمائی اور وہ مسلمان ہو گیا، اب وہ مجھے اچھی بات کے علاوہ کوئی بات نہیں کہتا۔ [1]

برا ساتھی اللہ کا عذاب ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ برا ساتھی اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے اور اچھا ساتھی نصیب ہونا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ اچھے اور برے ساتھی کے بارے میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اچھے اور برے ہم نشین کی مثال ایسے ہے جیسے مشک اٹھانے والا اور بھٹی پھونکنے والا۔ ان میں سے جو مشک اٹھائے ہوئے ہے (اس کے ساتھ رہنے کا فائدہ یہ ہے کہ) وہ تجھے اس میں سے دے گا یا تو اس سے خرید لے گا یا تجھے مشک کی خوشبو پہنچے گی اور جو بھٹی پھونکنے والا ہے (اس کے ساتھ رہنے کا نقصان یہ ہے کہ) وہ تیرے کپڑے جلا دے گا یا تجھے بُری بو پہنچے گی۔ [2]

اور حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجۡھَہُ الۡکَرِیۡم نے فرمایا: فاجر سے بھائی چارہ نہ کر کہ وہ اپنے فعل کو تیرے لیے مُزَیَّن کرے گا اور یہ چاہے گا کہ تو بھی اس جیسا ہو جائے اور اپنی بدترین خصلت کو اچھا کر کے دکھائے گا، تیرے پاس اس کا آنا جانا عیب اور ننگ ہے اور (اسی طرح) اَحمق سے بھی بھائی چارہ نہ کر کہ وہ اپنے آپ کو مشقت میں ڈال دے گا اور تجھے کچھ نفع نہیں پہنچائے گا اور کبھی یہ ہوگا کہ تجھے نفع پہنچانا چاہے گا مگر ہوگا یہ کہ نقصان پہنچا دے گا، اس کی خاموشی بولنے سے بہتر ہے، اس کی دوری نزدیکی سے بہتر ہے اور موت زندگی سے بہتر اور جھوٹے سے بھی بھائی چارہ نہ کر کہ اس کے ساتھ میل جول تجھے نفع نہ دے گا، وہ تیری بات دوسروں تک پہنچائے گا اور دوسروں کی تیرے پاس لائے گا اور اگر تو سچ بولے گا جب بھی وہ سچ نہیں بولے گا۔ [3]

اللہ تعالیٰ دنیا میں ہمیں اچھے اور نیک ساتھی عطا فرمائے اور برے ساتھیوں سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

---

1 ......مسلم، کتاب صفة القیامة والجنة والنار، باب تحریش الشیطان... الخ، ص۱۵۱۲، الحدیث: ۶۹(۲۸۱۴).

2 ......بخاری، کتاب الذبائح والصید... الخ، باب المسک، ۵۶۷/۳، الحدیث: ۵۵۳۴.

3 ......ابن عساکر، حرف الطاء فی آباء من اسمه علیّ، علیّ بن ابی طالب... الخ، ۵۱۶/۴۲.

وَ اِنَّهُمۡ لَيَصُدُّوۡنَهُمۡ عَنِ السَّبِيۡلِ وَ يَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ ﴿٣٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک وہ شیاطین ان کوراہ سے روکتے ہیں اور سمجھتے یہ ہیں کہ وہ راہ پر ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک وہ شیاطین ان کوراستے سے روکتے ہیں اور وہ یہ سمجھتے رہتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔

﴿وَ اِنَّهُمۡ لَيَصُدُّوۡنَهُمۡ عَنِ السَّبِيۡلِ: اور بیشک وہ شیاطین ان کوراستے سے روکتے ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بیشک وہ شَیاطین قرآنِ پاک سے منہ موڑنے والوں کواس راستے سے روکتے ہیں جس کی طرف قرآن بلاتا ہے اور ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ گمراہ ہونے کے باوجود یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔[1] تو جس کی گمراہی کا یہ حال ہو اس کے راہِ راست پر آنے کی کیا امید کی جاسکتی ہے۔

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيۡتَ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَكَ بُعۡدَ الۡمَشۡرِقَيۡنِ فَبِئۡسَ الۡقَرِيۡنُ ﴿٣٨﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہاں تک کہ جب کافر ہمارے پاس آئے گا اپنے شیطان سے کہے گا ہائے کسی طرح مجھ میں تجھ میں پورب پچھم کا فاصلہ ہوتا تو کیا ہی بُرا ساتھی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہاں تک کہ جب وہ کافر ہمارے پاس آئے گا تو (اپنے ساتھی شیطان سے) کہے گا: اے کاش! میرے اور تیرے درمیان مشرق ومغرب کے برابر دوری ہوجائے تو (تُو) کتنا ہی برا ساتھی ہے۔

﴿حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا: یہاں تک کہ جب وہ کافر ہمارے پاس آئے گا۔﴾ یعنی قرآن سے منہ پھیرنے والے کفار، شیطان کے ساتھی ہوں گے یہاں تک کہ جب قیامت کے دن ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی شیطان کے ساتھ ہمارے پاس

---

1 ......ابو سعود، الزّخرف، تحت الآیۃ: ٣٧، ٥/٥٤٣، ملخصاً.

آئے گا تو وہ شیطان کو مُخاطَب کر کے کہے گا: اے میرے ساتھی! اے کاش! میرے اور تیرے درمیان اتنی دوری ہو جائے جتنی مشرق و مغرب کے درمیان دوری ہے کہ جس طرح وہ اکٹھے نہیں ہو سکتے اور نہ ہی ایک دوسرے کے قریب ہو سکتے ہیں اسی طرح ہم بھی اکٹھے نہ ہوں اور نہ ہی ایک دوسرے کے قریب ہوں اور تو میرا کتنا ہی برا ساتھی ہے۔ (1)

حضرت سعید جریری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ قیامت کے دن جب کافر کو اس کی قبر سے اٹھایا جائے گا تو شیطان اس کا ہاتھ تھام لے گا، وہ شیطان اس کے ساتھ ہی رہے گا یہاں تک کہ اللّٰہ تعالٰی دونوں کو جہنم میں جانے کا حکم فرما دے گا، اس وقت کافر کہے گا: اے کاش! میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کے برابر دوری ہو جائے تو تُو کتنا ہی برا ساتھی ہے۔ (2)

وَ لَنْ یَّنْفَعَكُمُ الْیَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِی الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہرگز تمہارا اس سے بھلا نہ ہوگا آج جبکہ تم نے ظلم کیا کہ تم سب عذاب میں شریک ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آج ہرگز تمہیں یہ چیز نفع نہیں دے گی کہ تم سب عذاب میں شریک ہو جبکہ تم نے ظلم کیا۔

﴿وَ لَنْ یَّنْفَعَكُمُ الْیَوْمَ: اور آج ہرگز تمہیں یہ چیز نفع نہیں دے گی۔﴾ اس آیت کی **ایک تفسیر** یہ ہے کہ اے دنیا میں اللّٰہ تعالٰی کے ذکر سے غفلت کرنے والو! تمہارا یہ حسرت و افسوس کرنا آج ہرگز تمہیں نفع نہیں دے گا کیونکہ آج ظاہر اور ثابت ہوگیا کہ دنیا میں شرک کر کے تم نے اپنے اوپر ظلم کیا، اب تم اور تمہارے ساتھی شَیاطین سب اسی طرح عذاب میں شریک ہیں جیسے دنیا میں اکٹھے تھے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ اے کافرو! تمہارا اور تمہارے ساتھی شیطانوں کا عذاب میں اکٹھے ہونا آج تمہیں ہرگز نفع نہیں دے گا اور نہ ہی تم سے کچھ عذاب ہلکا کیا جائے گا کیونکہ کفار اور ان کے شیطانوں میں سے ہر ایک کے لئے اپنا اپنا عذاب کا وافر حصہ ہے۔ (3)

1 ......جلالین مع صاوی، الزّخرف، تحت الآیۃ: ۳۸، ۵/۱۸۹۵-۱۸۹۶.

2 ......تفسیر طبری، الزّخرف، تحت الآیۃ: ۳۸، ۱۱/۱۸۹.

3 ......خازن، الزّخرف، تحت الآیۃ: ۳۹، ۴/۱۰۶، جلالین، الزّخرف، تحت الآیۃ: ۳۹، ص۴۰۸، ملتقطاً.

اَفَاَنۡتَ تُسۡمِعُ الصُّمَّ اَوۡ تَهۡدِی الۡعُمۡیَ وَ مَنۡ كَانَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا تم بہروں کو سناؤ گے یا اندھوں کو راہ دکھاؤ گے اور انہیں جو کھلی گمراہی میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا تم بہروں کو سناؤ گے یا اندھوں کو راہ دکھاؤ گے اور انہیں جو کھلی گمراہی میں ہیں؟

﴿اَفَاَنۡتَ تُسۡمِعُ الصُّمَّ: تو کیا تم بہروں کو سناؤ گے؟﴾ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنی قوم کو دین کی دعوت دینے میں بہت کوشش فرماتے لیکن کفارِ مکہ اسلام قبول کرنے کی بجائے اپنے کفر اور سرکشی میں مزید ہٹ دھرم ہو رہے تھے، ان کی ہٹ دھرمی دیکھ کر نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَفسُردہ ہو جاتے تھے، اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ کفار آپ سے اور آپ کے دین سے نفرت کرنے میں اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ جب وہ قرآن سنتے ہیں تو بہروں کی طرح ہو جاتے ہیں اور جب آپ کے معجزات دیکھتے ہیں تو وہ اندھوں کی طرح ہو جاتے ہیں، ان کے اندھا اور بہرہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ وہ کھلی گمراہی میں ہیں، لہٰذا آپ ان دل کے بہروں کو نہیں سنا سکتے کیونکہ وہ قرآن سن کر اسے قبول کرنے والے کان ہی نہیں رکھتے اور آپ ان دل کے اندھوں کو ہدایت کی راہ نہیں دکھا سکتے کیونکہ یہ حق بات دیکھنے والی آنکھ ہی سے محروم ہیں اور آپ ان لوگوں کو سنا اور دکھا نہیں سکتے جو کھلی گمراہی میں ہیں کیونکہ ان کے نصیب میں ایمان نہیں۔ (1)

فَاِمَّا نَذۡهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنۡهُمۡ مُّنۡتَقِمُوۡنَ ﴿۴۱﴾ اَوۡ نُرِیَنَّكَ الَّذِیۡ وَعَدۡنٰهُمۡ فَاِنَّا عَلَیۡهِمۡ مُّقۡتَدِرُوۡنَ ﴿۴۲﴾

1 ......تفسیر کبیر، الزّخرف، تحت الآیة: ٤٠، ٦٣٤/٩، مدارك، الزّخرف، تحت الآیة: ٤٠، ص ١١٠١، خازن، الزّخرف، تحت الآیة: ٤٠، ١٠٦/٤، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تو اگر ہم تمہیں لے جائیں تو ان سے ہم ضرور بدلہ لیں گے۔ یا تمہیں دکھا دیں جس کا انہیں ہم نے وعدہ دیا ہے تو ہم اُن پر بڑی قدرت والے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اگر ہم تمہیں لے جائیں تو ان سے ہم ضرور بدلہ لیں گے۔ یا ہم تمہیں دکھا دیں جس کا انہیں ہم نے وعدہ دیا ہے تو ہم ان پر بڑی قدرت والے ہیں۔

﴿فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ: تو اگر ہم تمہیں لے جائیں۔﴾ اس سے پہلی آیت میں بیان فرمایا کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دعوت دل کے بہروں اور اندھوں پر اثر نہیں کرتی جبکہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں کفار کے لئے دنیا اور آخرت کے عذاب کی وعید بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر ہم کفارِ مکہ کو عذاب دینے سے پہلے آپ کو وفات دے دیں تو آپ کے بعد ہم ان سے ضرور بدلہ لیں گے یا آپ کی زندگی میں ہی ان پر ہونے والا وہ عذاب آپ کو دکھا دیں گے جس کا انہیں ہم نے وعدہ دیا ہے کیونکہ ہم جب چاہیں انہیں عذاب دینے پر بڑی قدرت رکھنے والے ہیں۔ (1)

فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِیْۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو مضبوط تھامے رہو اُسے جو تمہاری طرف وحی کی گئی بیشک تم سیدھی راہ پر ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اسے مضبوطی سے تھامے رکھو جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے بیشک تم سیدھی راہ پر ہو۔

﴿فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِیْۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ: تو اسے مضبوطی سے تھامے رکھو جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے۔﴾ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ (کفار کی سرکشی پر رنجیدہ نہ ہوں بلکہ) ہماری کتاب قرآنِ پاک کو مضبوطی سے تھامے رکھیں اور اس کے احکامات پر عمل

1 ......تفسیر کبیر، الزّخرف، تحت الآیة: ۴۱-۴۲، ۹/۶۳۴، خازن، الزّخرف، تحت الآیة: ۴۱-۴۲، ۴/۱۰۶، مدارک، الزّخرف، تحت الآیة: ۴۱-۴۲، ص۱۱۰۱، ملتقطاً.

کرتے رہیں بے شک آپ اس دین پر ہیں جس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں۔[1]

قرآنِ مجید میں اور مقامات پر بھی نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو قرآنِ پاک کے احکامات کی پیروی کرتے رہنے کا حکم دیا گیا اور آپ کے سیدھی راہ پر ہونے کے بارے میں بیان فرمایا گیا ہے، چنانچہ ایک مقام پر اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِتَّبِعۡ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ ۚ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۚ وَ اَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِکِیۡنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم اس وحی کی پیروی کرو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے بھیجی گئی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔

اور حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سیدھی راہ پر ہونے کے بارے میں ارشاد فرمایا:

اِنَّکَ لَعَلٰی ہُدًی مُّسۡتَقِیۡمٍ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک تم سیدھی راہ پر ہو۔

اور حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نہ صرف خود سیدھے راستے پر ہیں بلکہ سیدھے راستے کے راہنما بھی ہیں، چنانچہ اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ اِنَّکَ لَتَہۡدِیۡۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ[4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک تم ضرور سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتے ہو۔

وَ اِنَّہٗ لَذِکۡرٌ لَّکَ وَ لِقَوۡمِکَ ۚ وَ سَوۡفَ تُسۡـَٔلُوۡنَ ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک وہ شرف ہے تمہارے لیے اور تمہاری قوم کے لیے اور عنقریب تم سے پوچھا جائے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (اے حبیب!) بیشک یہ قرآن تمہارے اور تمہاری قوم کیلئے شرف و بزرگی ہے اور (اے لوگو!)

1......تفسیر کبیر، الزّخرف، تحت الآیۃ: ۴۳، ۹/۶۳۴، مدارک، الزّخرف، تحت الآیۃ: ۴۳، ص۱۱۰۱، ملتقطاً.

2......انعام:۱۰۶.

3......حج:۶۷.

4......شوریٰ:۵۲.

عنقریب تم سے پوچھا جائے گا۔

﴿ وَ اِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَ لِقَوْمِكَ: اور بیشک یہ قرآن تمہارے اور تمہاری قوم کیلئے شرف و بزرگی ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ قرآن آپ کے لئے بطورِ خاص عظیم شرف کا سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت اور حکمت عطا فرمائی اور عمومی طور پر آپ کی امت کے لئے بھی عظمت کا سبب ہے کہ انہیں اس سے ہدایت فرمائی اور اے لوگو! عنقریب قیامت کے دن تم سے پوچھا جائے گا کہ تم نے قرآن کا کیا حق ادا کیا، اس کی کیا تعظیم کی اور اس نعمت کا کیا شکر بجالائے۔[1]

مسلمانوں کی عظمت، ناموری اور ذلت و زوال

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآنِ مجید وہ عظیم الشّان کتاب ہے جو اس امت کی عظمت، نامْوَری اور چرچے کا ذریعہ ہے، اسی طرح ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ كِتٰبًا فِیْهِ ذِكْرُكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک کتاب نازل فرمائی جس میں تمہارا چرچا ہے۔ تو کیا تمہیں عقل نہیں؟

اس کے ذریعے عظمت اور نامْوَری اسی صورت حاصل ہوسکتی ہے جب کہ اس کے اَحکام اور اس کی تعلیمات پر عمل کیا جائے، اگر تاریخ پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت روشن دن سے بھی زیادہ واضح نظر آئے گی کہ دینِ اسلام کے ابتدائی سالوں میں مسلمانوں کو دنیا میں جو عظمت ملی، دنیا جہاں میں ان کا سکہ چلا اور دبدبہ بیٹھا اور ہر طرف ان کی نیک نامی کا جو چرچا ہوا، اس کا بنیادی سبب قرآنِ مجید سے والہانہ وابَستگی، اس کے احکامات اور تعلیمات کو اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھنا اور مشکل ترین حالات میں بھی ان پر عمل پیرا رہنا تھا اور فی زمانہ مسلمان دنیا بھر میں جس ذلت و رسوائی کا شکار نظر آرہے ہیں اس کی بہت بڑی وجہ قرآنِ مجید سے ان کی وابَستگی ختم ہوجانا، اس کے احکامات کی پرواہ نہ کرنا اور ان پر عمل چھوڑ دینا ہے، بلکہ قرآنِ کریم سے ان کی دوری کا یہ حال ہے کہ مسلمانوں کی ایک تعداد کو قرآنِ مجید کے دیئے

---

1 ......مدارك، الزّخرف، تحت الآية: ٤٤، ص ١١٠١، ملتقطاً.

2 ......انبیاء: ۱۰.

ہوئے احکامات اور اس کی روشن تعلیمات کی خبر تک نہیں ہے حتّٰی کہ صرف قرآنِ مجید کا عربی متن پڑھنے کا کہا جائے تو وہ تک انہیں صحیح پڑھنا نہیں آتا، گھروں میں ہفتوں اور مہینوں قرآنِ مجید سنہری کپڑوں میں ملبوس پڑا رہتا ہے اور موقع ملنے پر اس سے گرد وغیرہ کی تہ صاف کر کے دوبارہ اسی مقام پر رکھ دیا جاتا ہے۔ اے کاش!

درسِ قرآں ہم نے نہ بھلایا ہوتا یہ زمانہ نہ زمانے نے دکھایا ہوتا

دیکھے ہیں یہ دن اپنی ہی غفلت کی بدولت شکوہ ہے زمانے کا نہ قسمت سے گلہ

فریاد ہے اے کشتیِ اُمت کے نگہباں بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

اس آیتِ مبارکہ کو سامنے رکھتے ہوئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنی حالت پر غور کر لے کہ اس نے قرآنِ مجید کا کتنا حق ادا کیا، قرآن کی کیا تعظیم کی، اس نعمت کا کتنا شکر بجالایا اور اس کے احکامات اور تعلیمات پر کس قدر عمل کیا۔

وَسْــَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَاۤ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً یُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور اُن سے پوچھو جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے کیا ہم نے رحمٰن کے سوا کچھ اور خدا ٹھہرائے جن کو پوجا ہو۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جو ہم نے تم سے پہلے اپنے رسول بھیجے ان سے پوچھو کہ کیا ہم نے رحمٰن کے سوا کچھ اور معبود مقرر کئے ہیں جن کی عبادت کی جائے۔

﴿وَسْــَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا: اور جو ہم نے تم سے پہلے اپنے رسول بھیجے ان سے پوچھو۔﴾ بعض مفسرین نے فرمایا کہ رسولوں عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے سوال کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اُن کے اَدیان اور ان کی ملتوں کو تلاش کرو کہ کیا کہیں بھی اور کسی بھی نبی کی اُمت میں بت پرستی روا رکھی گئی ہے؟ اور اکثر مفسرین نے اس کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ اہلِ کتاب میں سے جو لوگ ایمان لائے ان سے دریافت کرو کہ کیا کبھی کسی نبی نے غَیْرُ اللّٰه کی عبادت کی اجازت

دی تا کہ مشرکین پر ثابت ہوجائے کہ مخلوق پرستی نہ کسی رسول نے بتائی اور نہ کسی کتاب میں آئی ۔اس میں کوئی شک ہی نہیں کہ تمام اَنبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام توحید کی دعوت دیتے آئے اور سب نے مخلوق پرستی کی ممانعت فرمائی ،اور تمام اَنبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے توحید کی دعوت دیتے رہنے کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ[1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہر امت میں ہم نے ایک رسول بھیجا کہ (اے لوگو!) اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے بچو۔

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰیٰتِنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَاۡىٕهٖ فَقَالَ اِنِّیْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۶﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰیٰتِنَاۤ اِذَا هُمْ مِّنْهَا یَضْحَكُوْنَ ﴿۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا تو اس نے فرمایا بیشک میں اس کا رسول ہوں جو سارے جہاں کا مالک ہے۔ پھر جب وہ اُن کے پاس ہماری نشانیاں لایا جبھی وہ ان پر ہنسنے لگے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا تو موسیٰ نے فرمایا: بیشک میں اس کا رسول ہوں جو سارے جہان کا مالک ہے۔ پھر جب وہ ان کے پاس ہماری نشانیاں لایا تو جبھی وہ ان پر ہنسنے لگے۔

﴿وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰیٰتِنَا: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا۔﴾ اس مقام پر حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ دوبارہ بیان کرنے سے مقصود کفارِ قریش کی گفتگو کی وجہ سے پہنچنے والی تکلیف پر تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دینا ہے کہ آپ کے ساتھ آپ کی قوم نے جیسا سلوک کیا کہ مال کی کمی اور معاشرے میں ان

[1] ......نحل: ۳۶.

کی نظر میں مقام نہ ہونے پر عار دلایا، ویسا سلوک حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ عَلَیۡهِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم نے بھی ان کے ساتھ کیا تھا، انبیاءِ کرام عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ کفار کی یہ رَوِش کوئی آج کی نہیں بلکہ بہت پرانی ہے۔ چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیۡهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا تا کہ آپ انہیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرنے اور صرف اسی کی عبادت کرنے کی دعوت دیں۔ جب حضرت موسیٰ عَلَیۡهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان کے پاس پہنچے تو فرمایا: بیشک میں اس کا رسول ہوں جو سارے جہان کا مالک ہے۔ آپ عَلَیۡهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بات سن کر انہوں نے مطالبہ کیا کہ ہمیں کوئی ایسی نشانی دکھائیں جس سے یہ ثابت ہو جائے کہ آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ جب حضرت موسیٰ عَلَیۡهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عصا اور ید بیضا، ایسی وہ نشانیاں دکھائیں جو آپ کی رسالت پر دلالت کرتی تھیں تو وہ ان نشانیوں میں غور و فکر کرنے کی بجائے الٹا ہنسنے اور مذاق اڑانے لگ گئے اور انہیں جادو بتانے لگے۔(1)

وَمَا نُرِیۡهِمۡ مِّنۡ اٰیَةٍ اِلَّا هِیَ اَکۡبَرُ مِنۡ اُخۡتِهَا ۫ وَاَخَذۡنٰهُمۡ بِالۡعَذَابِ لَعَلَّهُمۡ یَرۡجِعُوۡنَ ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم انہیں جو نشانی دکھاتے وہ پہلے سے بڑی ہوتی اور ہم نے اُنہیں مصیبت میں گرفتار کیا کہ وہ باز آئیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم انہیں جو نشانی دکھاتے وہ اپنی مثل (پہلی نشانی) سے بڑی ہی ہوتی اور ہم نے انہیں مصیبت میں گرفتار کیا تا کہ وہ باز آجائیں۔

﴿وَمَا نُرِیۡهِمۡ مِّنۡ اٰیَةٍ اِلَّا هِیَ اَکۡبَرُ مِنۡ اُخۡتِهَا: اور ہم انہیں جو نشانی دکھاتے وہ اپنی مثل (پہلی نشانی) سے بڑی ہی

---

1 ......صاوی، الزّخرف، تحت الآیة: ۴۶-۴۷، ۵/۱۸۹۷-۱۸۹۸، ابن کثیر، الزّخرف، تحت الآیة: ۴۶-۴۷، ۷/۲۱۱، مدارك، الزّخرف، تحت الآیة: ۴۶-۴۷، ص۱۱۰۲، ملتقطاً.

ہوتی۔﴾یعنی ہر ایک نشانی اپنی خصوصیت میں دوسری سے بڑھ چڑھ کر تھی، مراد یہ ہے کہ ایک سے ایک اعلیٰ تھی۔

﴿وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ: اور ہم نے انہیں مصیبت میں گرفتار کیا۔﴾ یعنی جب فرعون اور اس کی قوم نے سرکشی کی تو ہم نے انہیں مصیبت میں گرفتار کیا تاکہ وہ اپنی حرکتوں سے باز آجائیں اور کفر چھوڑ کر ایمان کو اختیار کرلیں۔ یہ عذاب قحط سالی، طوفان اور ٹڈی وغیرہ سے کئے گئے، یہ سب حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی نشانیاں تھیں جو اُن کی نبوت پر دلالت کرتی تھیں اور ان میں ایک سے ایک بلند و بالا تھی۔ [1]

نوٹ: اس عذاب کی تفصیل جاننے کے لئے سورۂ اَعراف کی آیت نمبر 133 کے تحت تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

وَقَالُوۡا یٰۤاَیُّهَ السّٰحِرُ ادۡعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنۡدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهۡتَدُوۡنَ ﴿۴۹﴾ فَلَمَّا كَشَفۡنَا عَنۡهُمُ الۡعَذَابَ اِذَا هُمۡ یَنۡكُثُوۡنَ ﴿۵۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے کہ اے جادوگر ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کر اس عہد کے سبب جو اس کا تیرے پاس ہے بیشک ہم ہدایت پر آئیں گے۔ پھر جب ہم نے اُن سے وہ مصیبت ٹال دی جبھی وہ عہد توڑ گئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے کہا: اے جادو کے علم والے! ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کر، اُس عہد کے سبب جو اس نے تم سے کیا ہے۔ بیشک ہم ہدایت پر آجائیں گے۔ پھر جب ہم نے ان سے وہ مصیبت ٹال دی تو اسی وقت انہوں نے عہد توڑ دیا۔

﴿وَقَالُوۡا: اور انہوں نے کہا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب فرعون اور اس کی قوم نے عذاب دیکھا تو انہوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سے کہا ''اے جادو کے علم والے!'' یہ کلمہ اُن کے عرف اور مُحاورہ میں بہت تعظیم و تکریم کا تھا، وہ لوگ عالم، ماہر، حاذِق، اور کامل کو جادوگر کہا کرتے تھے اور اس کا سبب یہ تھا کہ اُن کی نظر میں جادو کی بہت عظمت تھی اور وہ اسے قابلِ تعریف وصف سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے اِلتجا کے وقت حضرت موسیٰ عَلَیْهِ

[1] ......خازن، الزّخرف، تحت الآیة: ۴۸، ۴/۱۰۷.

الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کواس کلمہ سے ندا کی اور کہا: تم سے جو تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ نے عہد کیا ہے کہ تمہاری دعا مقبول ہے اور ایمان لانے والوں اور ہدایت قبول کرنے والوں پر سے اللّٰہ تعالیٰ عذاب اٹھالے گا، اس عہد کے سبب ہمارے لیے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے دعا کرو کہ ہم سے یہ عذاب دور کردے، بیشک ہم ہدایت پر آجائیں گے اور ایمان قبول کرلیں گے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام نے دعا کی تو اُن پر سے عذاب اٹھالیا گیا، جب اللّٰہ تعالیٰ نے ان سے وہ مصیبت ٹال دی تو اسی وقت انہوں نے اپنا عہد توڑ دیا اور ایمان قبول کرنے کی بجائے اپنے کفر پر ہی اَڑے رہے۔[1]

نوٹ: یہ واقعہ سورۂ اَعراف کی آیت نمبر 134 اور 135 میں گزر چکا ہے۔

وَنَادٰى فِرۡعَوۡنُ فِىۡ قَوۡمِهٖ قَالَ يٰقَوۡمِ اَلَيۡسَ لِىۡ مُلۡكُ مِصۡرَ وَهٰذِهِ الۡاَنۡهٰرُ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِىۡ ۚ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ؕ﴿۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور فرعون اپنی قوم میں پکارا کہ اے میری قوم کیا میرے لیے مصر کی سلطنت نہیں اور یہ نہریں کہ میرے نیچے بہتی ہیں تو کیا تم دیکھتے نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور فرعون نے اپنی قوم میں اعلان کرکے کہا: اے میری قوم! کیا مصر کی بادشاہت میری نہیں ہے اور یہ نہریں جو میرے نیچے بہتی ہیں؟ تو کیا تم دیکھتے نہیں؟

﴿وَنَادٰى فِرۡعَوۡنُ فِىۡ قَوۡمِهٖ قَالَ: اور فرعون نے اپنی قوم میں اعلان کرکے کہا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں فرعون اور حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کے مابین ہونے والا معاملہ بیان کیا گیا اور اس آیت سے فرعون اور اس کی قوم کے مابین ہونے والا معاملہ ذکر کیا جارہا ہے۔ چنانچہ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ فرعون نے اپنی قوم میں بڑے فخر کے ساتھ اعلان کرکے کہا: اے میری قوم! کیا مصر کی بادشاہت اور میرے محل کے نیچے بہنے والی دریائے نیل سے نکلی ہوئی بڑی بڑی نہریں میری نہیں ہیں؟ تو کیا تم میری عظمت وقوت اور شان وسَطْوَت دیکھتے نہیں؟

1 ......خازن، الزّخرف، تحت الآية: ٤٩، ٤/١٠٧، مدارك، الزّخرف، تحت الآية: ٤٩، ص١١٠٢، ملتقطاً.

اللہ تعالٰی کی عجیب شان ہے کہ خلیفہ ہارون رشید نے جب یہ آیت پڑھی اور مصر کی حکومت پر فرعون کا غرور دیکھا تو کہا ''میں وہ مصر اپنے ایک ادنیٰ غلام کو دے دوں گا، چنانچہ اُنہوں نے ملکِ مصر خصیب کو دے دیا جو اُن کا غلام تھا اور وضو کرانے کی خدمت پر مامور تھا۔ (1)

اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌ ﳔ وَّ لَا یَكَادُ یُبِیْنُ ﴿۵۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یا میں بہتر ہوں اس سے کہ ذلیل ہے اور بات صاف کرتا معلوم نہیں ہوتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا میں اس سے بہتر ہوں جو معمولی سا آدمی ہے اور صاف طریقے سے باتیں کرتا معلوم نہیں ہوتا۔

﴿ اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ هٰذَا: یا میں اس سے بہتر ہوں۔﴾ فرعون نے کہا کہ کیا تمہارے نزدیک ثابت ہو گیا اور تم نے سمجھ لیا کہ میں اس سے بہتر ہوں جو کمزور اور حقیر سا آدمی ہے اور جو اپنی بات بھی صاف طریقے سے بیان کرتا معلوم نہیں ہوتا۔

یہ اس ملعون نے جھوٹ کہا کیونکہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا سے اللہ تعالٰی نے زبانِ اَقدس کی وہ گرہ زائل کر دی تھی لیکن فرعونی اپنے پہلے ہی خیال میں تھے۔ (2)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اپنے آپ کو نبی سے اعلیٰ کہنا یا نبی کو ذلت کے الفاظ سے یاد کرنا فرعونی کفر ہے۔

فَلَوْ لَاۤ اُلْقِیَ عَلَیْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓىٕكَةُ مُقْتَرِنِیْنَ ﴿۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس پر کیوں نہ ڈالے گئے سونے کے کنگن یا اس کے ساتھ فرشتے آتے کہ اس کے پاس رہتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اگر یہ رسول ہے) تو اس پر سونے کے کنگن کیوں نہ ڈالے گئے؟ یا اس کے ساتھ قطار بنا کر فرشتے آتے؟

1 ......تفسیر کبیر، الزّخرف، تحت الآیة: ٥١، ٩ / ٦٣٧، خازن، الزّخرف، تحت الآیة: ٥١، ٤/١٠٧، مدارك، الزّخرف، تحت الآیة: ٥١، ص١١٠٢-١١٠٣، ملتقطاً.

2 ......روح البیان، الزّخرف، تحت الآیة: ٥٢، ٨/٣٧٨.

﴿ فَلَوْ لَاۤ اُلْقِیَ عَلَیْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ : تو اس پر سونے کے کنگن کیوں نہ ڈالے گئے؟﴾ فرعون نے کہا کہ اگر حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سچے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسا سردار بنایا ہے جس کی اطاعت واجب ہے تو انہیں سونے کا کنگن کیوں نہیں پہنایا گیا۔ فرعون نے یہ بات اپنے زمانے کے دستور کے مطابق کہی کہ اس زمانے میں جس کسی کو سردار بنایا جاتا تھا تو اسے سونے کے کنگن اور سونے کا طوق پہنایا جاتا تھا۔ فرعون نے مزید یہ کہا کہ رسالت کے دعویٰ میں سچے ہونے کی گواہی دینے کیلئے اس کے ساتھ قطار بنا کر فرشتے کیوں نہیں آتے؟[1]

فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اس نے اپنی قوم کو کم عقل کرلیا تو وہ اس کے کہنے پر چلے بیشک وہ بے حکم لوگ تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو فرعون نے اپنی قوم کو بیوقوف بنالیا تو وہ اس کے کہنے پر چل پڑے بیشک وہ نافرمان لوگ تھے۔

﴿ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ : تو فرعون نے اپنی قوم کو بیوقوف بنالیا۔﴾ یعنی فرعون نے اس طرح کی چکنی چپڑی باتیں کر کے ان جاہلوں کی عقل ماردی اور انہیں بہلا پھسلا لیا تو وہ اس کے کہنے پر چل پڑے اور وہ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب کرنے لگے۔ بے شک وہ نافرمان لوگ تھے کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول کی اطاعت کرنے کی بجائے فرعون جیسے جاہل اور سرکش کی پیروی کی۔[2]

فَلَمَّاۤ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿ۙ۵۵﴾ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّ مَثَلًا لِّلْاٰخِرِیْنَ ﴿۵۶﴾ؒ

ع ۱۱ / ۵

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب اُنہوں نے وہ کیا جس پر ہمارا غضب ان پر آیا ہم نے ان سے بدلہ لیا تو ہم نے ان سب

1 ......خازن، الزّخرف، تحت الآیة: ۵۳، ۴/۱۰۸۔

2 ......خازن، الزّخرف، تحت الآیة: ۵۴، ۴/۱۰۸، تفسیر کبیر، الزّخرف، تحت الآیة: ۵۴، ۹/۶۳۸، ملتقطاً۔

کوڈبودیا۔ اُنہیں ہم نے کردیا اگلی داستان اور کہاوت پچھلوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: پھر جب انہوں نے ہمیں ناراض کیا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا تو ہم نے ان سب کو غرق کردیا۔ تو ہم نے انہیں اگلی داستان کردیا اور بعد والوں کیلئے مثال بنادیا۔

﴿فَلَمَّاۤ اٰسَفُوْنَا: پھر جب انہوں نے ہمیں ناراض کیا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب فرعون اور اس کی قوم نے اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو ناراض کردیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے جرموں کی سزا میں سب کو غرق کردیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ماضی کی عبرتناک داستان بنادیا اور بعد والوں کے لئے مثال بنادیا تاکہ بعد والے اُن کے حال اور انجام سے نصیحت وعبرت حاصل کریں۔[1]

مال ودولت اور منصب والوں کے لئے عبرت کا مقام

ان آیات میں بیان کئے گئے واقعے میں ان لوگوں کے لئے بڑی عبرت اور نصیحت ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے مال ودولت سے نوازا، معاشرے میں مقام ومرتبہ عطا کیا اور حکومت وسلطنت سے سرفراز کیا لیکن وہ ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرنے اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری اختیار کرنے کی بجائے اس کی ناشکری کرنے میں اور گناہوں میں مشغول رہ کر مسلسل اس کی نافرمانیوں میں مصروف ہیں۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَلَمَّا نَسُوۡا مَا ذُكِّرُوۡا بِهٖ فَتَحۡنَا عَلَيۡهِمۡ اَبۡوَابَ كُلِّ شَىۡءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوۡا بِمَاۤ اُوۡتُوۡۤا اَخَذۡنٰهُمۡ بَغۡتَةً فَاِذَا هُمۡ مُّبۡلِسُوۡنَ ۝۴۴ فَقُطِعَ دَابِرُ الۡقَوۡمِ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا ؕ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ [2]

ترجمۂ کنزالعِرفان: پھر جب انہوں نے ان نصیحتوں کو بھلادیا جو انہیں کی گئی تھیں تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب وہ اس پر خوش ہوگئے جو انہیں دی گئی تو ہم نے اچانک انہیں پکڑ لیا پس اب وہ مایوس ہیں۔ پس ظالموں کی جڑ کاٹ دی گئی اور تمام خوبیاں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔

---

1 ......خازن، الزّخرف، تحت الآية: ٥٥، ٤/١٠٨.

2 ......انعام: ٤٤، ٤٥.

اور حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جب تم یہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اس کی پسند کی تمام چیزیں عطا کر رہا ہے لیکن اس بندے کا حال یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر قائم ہے تو یہ اس کے حق میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل ہے۔ [1]

اور حضرت عمر بن ذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’اے گناہگارو! اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کے باوجود جو مسلسل حِلم فرما رہا ہے تم اس کی وجہ سے گناہوں پر اور جَری نہ ہو جاؤ اور اس کی ناراضی سے ڈرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَلَمَّاۤ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب انہوں نے ہمیں ناراض کیا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا۔ [2]

اللہ تعالیٰ مال و دولت اور منصب و مرتبے کی وجہ سے پیدا ہونے والی سرکشی اور اس کی آفات سے ہمیں محفوظ فرمائے، اٰمین۔

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْیَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ یَصِدُّوْنَ ﴿۵۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ابنِ مریم کی مثال بیان کی جائے جبھی تمہاری قوم اُس سے ہنسنے لگتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ابنِ مریم کی مثال بیان کی جاتی ہے تو جبھی تمہاری قوم اس سے ہنسنے لگتی ہے۔

﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْیَمَ مَثَلًا: اور جب ابنِ مریم کی مثال بیان کی جاتی ہے۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے قریش کے سامنے یہ آیت ’’**وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ**‘‘ پڑھی، جس کے معنی یہ ہیں کہ اے مشرکین! تم اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن چیزوں کو تم پوجتے ہو سب جہنم کا ایندھن ہے۔ یہ سن کر مشرکین کو بہت غصہ آیا اور ابنِ زبعری کہنے لگا: اے محمد! (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کیا یہ خاص ہمارے

---

1 ......معجم الاوسط، باب الواو، من اسمه ولید، ٤٢٢/٦، الحدیث: ٩٢٧٢.

2 ......شعب الایمان،السابع والاربعون من شعب الایمان..الخ،فصل فی الطبع علی القلب..الخ،٤٤٧/٥،الحدیث:٧٢٢٧.

اور ہمارے معبودوں ہی کے لئے ہے یا ہر اُمت اور گروہ کے لئے ہے؟ سرورِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ یہ تمہارے اور تمہارے معبودوں کے لئے بھی ہے اور سب اُمتوں کے لئے بھی ہے۔ اس پر ابنِ زبعری نے کہا کہ آپ کے نزدیک حضرت عیسیٰ بن مریم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نبی ہیں اور آپ اُن کی اور اُن کی والدہ کی تعریف کرتے ہیں اور آپ کو معلوم ہے عیسائی ان دونوں کو پوجتے ہیں اور حضرت عزیر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور فرشتے بھی پوجے جاتے ہیں یعنی یہودی وغیرہ ان کو پوجتے ہیں تو اگر یہ حضرات (مَعاذَاللہ) جہنم میں ہوں تو ہم اس بات پر راضی ہیں کہ ہم اور ہمارے معبود بھی ان کے ساتھ ہوں اور یہ کہہ کر کفار خوب ہنسے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اِنَّ الَّذِیۡنَ سَبَقَتۡ لَهُمۡ مِّنَّا الۡحُسۡنٰۤی ۙ اُولٰٓئِکَ عَنۡهَا مُبۡعَدُوۡنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جن کے لیے ہمارا بھلائی کا وعدہ پہلے سے ہو چکا ہے وہ جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔

اور یہ آیت نازل ہوئی " وَلَمَّا ضُرِبَ ابۡنُ مَرۡیَمَ مَثَلًا اِذَا قَوۡمُکَ مِنۡهُ یَصِدُّوۡنَ " جس کا مطلب یہ ہے کہ جب ابنِ زبعری نے اپنے معبودوں کے لئے حضرت عیسیٰ بن مریم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مثال بیان کی اور حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے جھگڑا کیا کہ عیسائی انہیں پوجتے ہیں تو کفارِ قریش اُس کی اِس بات پر ہنسنے لگے۔ (2)

وَقَالُوۡۤا ءَاٰلِهَتُنَا خَیۡرٌ اَمۡ هُوَ ؕ مَا ضَرَبُوۡهُ لَکَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلۡ هُمۡ قَوۡمٌ خَصِمُوۡنَ ﴿۵۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کہتے ہیں کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ انہوں نے تم سے یہ نہ کہی مگر ناحق جھگڑے کو بلکہ وہ ہیں ہی جھگڑالو لوگ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کہتے ہیں: کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ (عیسیٰ؟) انہوں نے یہ مثال تم سے صرف جھگڑا کرنے

(1) ......انبیاء: ۱۰۱.

(2) ......مدارک، الزّخرف، تحت الآیۃ: ۵۷، ص۱۱۰۳-۱۱۰۴.

کیلئے بیان کی ہے، بلکہ وہ جھگڑنے والے لوگ ہیں۔

﴿وَقَالُوۡٓا: اور کہتے ہیں۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کی قوم کے مشرکین کہتے ہیں کہ کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ آپ کے نزدیک حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بہتر ہیں تو اگر (مَعَاذَاللہ) وہ جہنم میں ہوئے تو ہمارے معبود یعنی بت بھی جہنم میں چلے جائیں ہمیں کچھ پروانہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، انہوں نے یہ مثال حق اور باطل میں فرق کرنے کے لئے بیان نہیں کی بلکہ صرف آپ سے جھگڑا کرنے کیلئے بیان کی ہے حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ انہوں نے جو کچھ کہا وہ باطل ہے اور اس آیتِ کریمہ ''اِنَّكُمۡ وَمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ'' سے صرف بت مراد ہیں حضرت عیسیٰ، حضرت عزیر اور فرشتے عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مراد نہیں لئے جاسکتے۔

ابنِ زبعری عرب کا رہنے والا تھا اور عربی زبان جاننے والا تھا، یہ بات اسے بہت اچھی طرح معلوم تھی کہ ''مَا تَعۡبُدُوۡنَ'' میں جو ''مَا'' ہے اس کے معنی چیز کے ہیں اور اس سے وہ چیزیں مراد ہوتی ہیں جن میں عقل نہ ہو، لیکن اس کے باوجود اس کا عربی زبان کے اصول سے جاہل بن کر حضرت عیسیٰ، حضرت عزیر اور فرشتوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اس میں داخل کرنا کٹ حجتی اور جہل پروری ہے۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا بلکہ وہ جھگڑنے والے اور باطل کے درپے ہونے والے لوگ ہیں۔[1]

صرف جھگڑا کرنے کیلئے بحث مباحثہ شروع کر دینا کفار کا طریقہ ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حق و باطل میں فرق بیان کرنے کی بجائے صرف جھگڑا کرنے کے لئے بحث مُباحثہ شروع کر دینا کفار کا طریقہ ہے۔ حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو قوم بھی ہدایت پانے کے بعد گمراہ ہوئی وہ باطل جھگڑوں میں مبتلا ہونے کی وجہ سے ہوئی، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''مَا ضَرَبُوۡهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلۡ هُمۡ قَوۡمٌ خَصِمُوۡنَ''۔[2]

کفار کے طریقے اور اس حدیثِ پاک کو سامنے رکھتے ہوئے ان حضرات کو اپنے طرزِ عمل پر غور کرنے کی شدید

1 ......مدارك، الزّخرف، تحت الآية: ٥٨، ص ١١٠٤، ملخصاً.

2 ......ترمذی، كتاب التفسير، باب ومن سورة الزّخرف، ١٧٠/٥، الحديث: ٣٢٦٤.

حاجت ہے جو شرعی مسائل سے جاہل اوران کی حکمتوں سے ناواقف ہونے، یاان کا علم رکھنے کے باوجود جان بوجھ کر سوشل، پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا پر ان کے بارے شرعی تقاضوں کے برخلاف بحث مُباحثہ کرنا اور شریعت کے مسائل کو اپنی ناقص عقل کے ترازو پر تول کر ان کے حق اور ناحق ہونے کا فیصلہ کرنا شروع کر دیتے ہیں اور عقائد وعبادات و معاملات وغیرہا پر احمقانہ بحثوں کی وجہ سے یہ چیزیں ایک مذاق بن کر رہ گئی ہیں اور یہ ان کی انہی جاہلانہ بحثوں کا نتیجہ ہے کہ آج عام مسلمانوں میں شریعت کے احکام کی وقعت ختم ہوتی، ان پر عمل سے دوری اور گمراہی سے قربت بڑھتی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے، امین۔

اِنۡ هُوَ اِلَّا عَبۡدٌ اَنۡعَمۡنَا عَلَیۡهِ وَ جَعَلۡنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ﴿۵۹﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: وہ تو نہیں مگر ایک بندہ جس پر ہم نے احسان فرمایا اور اسے ہم نے بنی اسرائیل کے لیے عجیب نمونہ بنایا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: عیسیٰ تو نہیں ہے مگر ایک بندہ جس پر ہم نے احسان فرمایا ہے اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لیے ایک عجیب نمونہ بنایا۔

﴿اِنۡ هُوَ اِلَّا عَبۡدٌ: عیسیٰ تو نہیں ہے مگر ایک بندہ۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ عَلَیۡهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں فرمایا کہ وہ (نہ خدا ہے اور نہ خدا کے بیٹے، بلکہ خالص) اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں جن پر ہم نے نبوت عطا فرما کر احسان فرمایا ہے اور ہم نے اسے بغیر باپ کے پیدا کر کے بنی اسرائیل کے لیے اپنی قدرت کا ایک عجیب نمونہ بنایا ہے۔[1]

آیت ''اِنۡ هُوَ اِلَّا عَبۡدٌ'' سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے تین باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......اس آیت میں ان عیسائیوں کا بھی رد ہے جو حضرت عیسیٰ عَلَیۡهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو خدا یا خدا کا بیٹا مانتے ہیں اور ان یہودیوں کا بھی رد ہے جو آپ عَلَیۡهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نبوت کے منکر ہیں۔

---

[1]......خازن، الزّخرف، تحت الآیۃ: ۵۹، ۴/۱۰۸-۱۰۹.

(2)......مقبول بندوں کی طرف داری اور تعریف کرنا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔

(3)......اگر کسی محبوب بندے کو لوگ خدا بھی مان لیں تو ان لوگوں کی تردید میں اس مقبول بندے کی توہین نہ کی جائے بلکہ اس کی عظمت کو باقی رکھا جائے۔

وَ لَوۡ نَشَآءُ لَجَعَلۡنَا مِنۡكُمۡ مَّلٰٓئِكَةً فِی الۡاَرۡضِ یَخۡلُفُوۡنَ ﴿۶۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم چاہتے تو زمین میں تمہارے بدلے فرشتے بساتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم چاہتے تو زمین میں تمہارے بدلے فرشتے بسادیتے۔

﴿وَ لَوۡ نَشَآءُ: اور اگر ہم چاہتے۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ اے کفارِ قریش! ہم تم سے اور تمہاری عبادت سے بے نیاز ہیں، اگر ہم چاہتے تو تمہیں ہلاک کر کے زمین میں تمہارے بدلے فرشتے بسادیتے جو تمہارے بعد آباد رہتے اور ہماری عبادت واطاعت کرتے اور فرشتوں کے آسمانوں پر رہنے میں کوئی ایسی فضیلت نہیں ہے کہ ان کی عبادت کی جائے یا یہ کہا جائے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں (تو پھر تم کیوں ان کی عبادت کرتے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے ہو)۔[1]

وَ اِنَّهٗ لَعِلۡمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمۡتَرُنَّ بِهَا وَ اتَّبِعُوۡنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ ﴿۶۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک عیسیٰ قیامت کی خبر ہے تو ہرگز قیامت میں شک نہ کرنا اور میرے پیرو ہونا یہ سیدھی راہ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک عیسیٰ ضرور قیامت کی ایک خبر ہے تو ہرگز قیامت میں شک نہ کرنا اور میری پیروی کرنا۔ یہ سیدھا راستہ ہے۔

---

1 ......جلالین مع صاوی، الزّخرف، تحت الآیة: ۶۰، ۱۹۰۱/۵، قرطبی، الزّخرف، تحت الآیة: ۶۰، ۷۶/۸، الجزء السادس عشر، ملتقطاً.

﴿وَ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ: اور بیشک عیسیٰ ضرور قیامت کی ایک خبر ہے۔﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرمایا کہ آپ فرمادیں: ''حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا آسمان سے دوبارہ زمین پر تشریف لانا قیامت کی علامات میں سے ہے، تو اے لوگو! ہرگز قیامت کے آنے میں شک نہ کرنا اور میری ہدایت اور شریعت کی پیروی کرنا، یہ سیدھا راستہ ہے جس کی میں تمہیں دعوت دے رہا ہوں۔[1]

قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام زمین پر تشریف لائیں گے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا قیامت کے قریب آسمان سے زمین پر تشریف لانا برحق ہے کیونکہ ان کا آنا قیامت کی علامت ہے، لیکن یہ یاد رہے آپ کا وہ آنا سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی امت کا نبی بن کر نہیں بلکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے امتی ہونے کی حیثیت سے ہوگا۔ یہاں حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے آسمان سے نازل ہونے کے بارے میں 3 اَحادیث بھی ملاحظہ ہوں،

(1)...... حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، قریب ہے کہ تم میں حضرت ابنِ مریم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نازل ہوں گے جو انصاف پسند ہوں گے، صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ مَوقوف کردیں گے اور مال اتنا بڑھ جائے گا کہ لینے والا کوئی نہ ہوگا۔[2]

(2)...... حضرت نواس بن سمعان کلابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' (دجال ظاہر ہونے کے بعد) اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بھیجے گا تو وہ جامع مسجد دمشق کے سفید مشرقی مینارے پر اس حال میں اتریں گے کہ انہوں نے ہلکے زرد رنگ کے دو حُلّے پہنے ہوں گے اور انہوں نے دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوں گے، جب آپ سر نیچا کریں گے تو پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوں گے اور جب آپ سر اٹھائیں گے تو موتیوں کی طرح سفید چاندی کے دانے جھڑ رہے ہوں گے۔[3]

---

1 ......مدارك، الزّخرف، تحت الآية: ٦١، ص ١١٠٤، ملخصاً.

2 ......بخاری، كتاب البيوع، باب قتل الخنزير، ٢/ ٥٠، الحديث: ٢٢٢٢.

3 ......مسلم ، كتاب الفتن و اشراط الساعة ، باب ذكر الدجال و صفته و ما معه، ص١٥٦٨، الحديث: ١١٠(٢١٣٧)، ابو داؤد، اول كتاب الملاحم، باب ذكر خروج الدجال، ٤/ ١٥٧، الحديث: ٤٣٢١.

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’میرے اور حضرت عیسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے درمیان کوئی نبی نہیں اور وہ (قیامت کے قریب آسمان سے) نازل ہوں گے، جب تم انہیں دیکھو گے تو پہچان لو گے، ان کا رنگ سرخی آمیز سفید ہوگا، قد درمیانہ ہوگا، وہ ہلکے زرد رنگ کے حُلّے پہنے ہوئے ہوں گے، ان پر تری نہیں ہوگی لیکن گویا ان کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوں گے، وہ اسلام پر لوگوں سے قتال کریں گے، صلیب توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جِزیہ مَوقوف کر دیں گے، اللّٰہ تعالیٰ ان کے زمانے میں اسلام کے سوا باقی تمام مذاہب کو مٹا دے گا، حضرت عیسیٰ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مسیح دجال کو ہلاک کریں گے، چالیس سال زمین میں قیام کرنے کے بعد وفات پائیں گے اور مسلمان ان کی نمازِ جنازہ پڑھیں گے۔[1]

قیامت کی 10 علامات

قیامت کی ایک علامت اس آیت میں بیان ہوئی اور چند علامات اس حدیثِ پاک میں بیان ہوئی ہیں۔ چنانچہ حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ فرماتے ہیں، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہمارے پاس اس دوران تشریف لائے جب ہم آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’تم کیا باتیں کر رہے تھے۔ ہم نے عرض کی: ہم قیامت کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ ارشاد فرمایا ’’اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک تم اس کے بارے میں دس نشانیاں نہ دیکھ لو (1) دھواں (2) دجال (3) دابۃ الارض، (ایک عجیب و غریب شکل وصورت کا جانور) (4) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا (5) حضرت عیسیٰ بن مریم کا نزول (6) یاجوج ماجوج (7) مشرق میں زمین دھنسنا (8) مغرب میں زمین دھنسنا (9) جزیرۂ عرب میں زمین دھنسنا (10) یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو ہَنکا کر میدانِ محشر کی طرف لے آئے گی۔[2]

وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيۡطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ ﴿٦٢﴾

---

1 ......ابو داؤد، اول کتاب الملاحم، باب ذکر خروج الدجال، ۱۵۸/٤، الحدیث: ٤٣٢٤.

2 ......مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعة، باب فی الآیات التی تکون قبل الساعة، ص ۱۵۵۱، الحدیث: ٣٩(٢٩٠١).

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہرگز شیطان تمہیں نہ روک دے بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہرگز شیطان تمہیں نہ روکے بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

﴿وَلَا یَصُدَّنَّكُمُ الشَّیْطٰنُ: اور ہرگز شیطان تمہیں نہ روکے۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہرگز شیطان تمہیں شریعت کی پیروی کرنے سے یا قیامت کا یقین رکھنے سے یا اللہ تعالیٰ کے دین پر قائم رہنے سے نہ روک دے، بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور اس کی عداوت اس سے ظاہر ہے کہ اس کی وجہ سے تمہارے والد حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جنت سے (زمین پر) تشریف لے جانا پڑا اور ان کے جسم سے نور کا لباس اتار لیا گیا پھر وہ تمہارا دوست کیسے ہوسکتا ہے؟[1]

شیطان انسان کا کھلا دشمن

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں کئی مقامات پر شیطان کی عداوت اور دشمنی کی پہچان کروائی ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ لوگ شیطان کے دشمن ہونے پر ایمان لائیں اور اس کے شر سے بچنے کی کوشش کریں، چنانچہ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک شیطان لوگوں کے درمیان فساد ڈال دیتا ہے۔ بیشک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۶۸﴾ اِنَّمَا یَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور شیطان کے راستوں پر نہ چلو، بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ وہ تمہیں صرف برائی اور بے حیائی کا حکم دے گا اور یہ (حکم دے گا) کہ تم اللہ کے بارے میں وہ کچھ کہو جو خود تمہیں معلوم نہیں۔

---

1 ......مدارك، الزّخرف، تحت الآية: ٦٢، ص١١٠٤-١١٠٥، خازن، الزّخرف، تحت الآية: ٦٢، ١٠٩/٤، ملتقطاً.

2 ......بنی اسرائیل: ٥٣.

3 ......سوره بقره: ١٦٨، ١٦٩.

اورارشادفرماتاہے:

اِنَّ الشَّیۡطٰنَ لَكُمۡ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوۡهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا یَدۡعُوۡا حِزۡبَهٗ لِیَكُوۡنُوۡا مِنۡ اَصۡحٰبِ السَّعِیۡرِ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن سمجھو، وہ تو اپنے گروہ کو اسی لیے بلاتا ہے تاکہ وہ بھی دوزخیوں میں سے ہوجائیں۔

اورارشادفرماتاہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا ادۡخُلُوۡا فِی السِّلۡمِ كَآفَّةً ۪ وَّلَا تَتَّبِعُوۡا خُطُوٰتِ الشَّیۡطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ ﴿۲۰۸﴾ فَاِنۡ زَلَلۡتُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡكُمُ الۡبَیِّنٰتُ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِیۡزٌ حَكِیۡمٌ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اور اگر تم اپنے پاس روشن دلائل آجانے کے بعد بھی لغزش کھاؤ تو جان لو کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

لہٰذا ہر انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے اس خبیث ترین اور انتہائی خطرناک دشمن کو پہچاننے اور اس کے واروں سے بچنے اور اس دشمن کو خود سے دور کرنے کی بھرپور کوشش کرے۔

سَرورِ دیں لیجے اپنے ناتوانوں کی خبر ... نفس و شیطاں سیّدا کب تک دباتے جائیں گے

تم ہو حفیظ و مُغیث کیا ہے وہ دشمن خبیث ... تم ہو تو پھر خوف کیا تم پہ کروڑوں درود

وَلَمَّا جَآءَ عِیۡسٰی بِالۡبَیِّنٰتِ قَالَ قَدۡ جِئۡتُكُمۡ بِالۡحِكۡمَةِ وَلِاُبَیِّنَ لَكُمۡ بَعۡضَ الَّذِیۡ تَخۡتَلِفُوۡنَ فِیۡهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیۡعُوۡنِ ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّیۡ وَرَبُّكُمۡ فَاعۡبُدُوۡهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ ﴿۶۴﴾

---

1 ......فاطر:٦.

2 ......سورہ بقرہ:٢٠٨، ٢٠٩.

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب عیسیٰ روشن نشانیاں لایا اس نے فرمایا میں تمہارے پاس حکمت لے کر آیا اور اس لیے میں تم سے بیان کردوں بعض وہ باتیں جن میں تم اختلاف رکھتے ہو تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔ بیشک اللہ میرا رب اور تمہارا رب تو اسے پوجو یہ سیدھی راہ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب عیسیٰ روشن نشانیاں لایا تو اس نے فرمایا: میں تمہارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں اور میں اس لئے (آیا ہوں) تاکہ میں تم سے بعض وہ باتیں بیان کردوں جن میں تم اختلاف رکھتے ہو تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔ بیشک اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے تو اس کی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔

﴿وَلَمَّا جَآءَ عِیْسٰى بِالْبَیِّنٰتِ: اور جب عیسیٰ روشن نشانیاں لایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام معجزات لے کر آئے تو انہوں نے فرمایا: ''میں تمہارے پاس نبوت اور انجیل کے احکام لے کر آیا ہوں تاکہ تم ان احکام پر عمل کرو اور میں اس لئے آیا ہوں تاکہ میں تم سے توریت کے احکام میں سے وہ تمام باتیں بیان کردوں جن میں تم اختلاف رکھتے ہو، لہٰذا تم میری مخالفت کرنے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو احکام تمہیں پہنچا رہا ہوں ان میں میرا حکم مانو کیونکہ میری اطاعت حق کی اطاعت ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے تو تم صرف اسی کی عبادت کرو اور اس کی وحدانیّت کا اقرار کرو، یہ سیدھا راستہ ہے کہ اس پر چلنے والا گمراہ نہیں ہوسکتا۔[1]

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَیْنِهِمْۚ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ یَوْمٍ اَلِیْمٍ ﴿٦٥﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر وہ گروہ آپس میں مختلف ہوگئے تو ظالموں کی خرابی ہے ایک دردناک دن کے عذاب سے۔

---

1 ......جلالین، الزّخرف، تحت الآیۃ: ٦٣-٦٤، ص٤٠٩، روح البیان، الزّخرف، تحت الآیۃ: ٦٣-٦٤، ٨/٣٨٥-٣٨٦، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر وہ گروہ آپس میں مختلف ہوگئے تو ظالموں کیلئے ایک دردناک دن کے عذاب کی خرابی ہے۔

﴿فَاخۡتَلَفَ الۡاَحۡزَابُ مِنۡۢ بَيۡنِهِمۡ: پھر وہ گروہ آپس میں مختلف ہوگئے۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے عیسائیوں کے شرک بیان فرمائے ہیں، چنانچہ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد عیسائیوں کے مختلف گروہ بن گئے، ان میں سے کسی نے کہا کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام خدا تھے، کسی نے کہا کہ خدا کے بیٹے تھے اور کسی نے کہا کہ تین خداؤں میں سے تیسرے تھے۔ الغرض عیسائیوں کے یعقوبی، نسطوری، ملکانی اور شمعونی فرقے بن گئے۔ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جنہوں نے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں کفر کی باتیں کہیں، ان ظالموں کیلئے قیامت کے دردناک دن کے عذاب کی ہلاکت ہے۔[1]

هَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنۡ تَاۡتِيَهُمۡ بَغۡتَةً وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ﴿٦٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کاہے کے انتظار میں ہیں مگر قیامت کے کہ اُن پر اچانک آجائے اور اُنہیں خبر نہ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ قیامت ہی کا انتظار کررہے ہیں کہ ان پر اچانک آجائے اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔

﴿هَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا السَّاعَةَ: وہ قیامت ہی کا انتظار کررہے ہیں۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ وہ لوگ جو حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں مختلف فرقے بن گئے اور ان کے متعلق باطل باتیں کہہ رہے ہیں (ان کے حال سے یہی نظر آرہا ہے کہ) وہ اس وقت کا انتظار کررہے ہیں جس میں قیامت اچانک قائم ہوجائے گی اور انہیں اس کے آنے کی خبر بھی نہ ہوگی۔ **دوسری تفسیر** یہ ہے کہ کفارِ مکہ (کے طرزِ عمل سے یہی نظر آتا ہے کہ) قیامت کے آنے کا ہی انتظار کررہے ہیں کہ ان پر اچانک آجائے اور انہیں دُنْیَوی کام کاج میں مشغولیّت کی وجہ سے اس کے آنے کی خبر بھی نہ ہو۔[2]

[illegible]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت اچانک آئے گی اور یاد رہے کہ بڑی قیامت سے پہلے ایک چھوٹی قیامت

---

1 ……جلالین، الزّخرف، تحت الآیۃ: ٦٥، ص٤٠٩، مدارک، الزّخرف، تحت الآیۃ: ٦٥، ص١١٠٥، ملتقطاً۔

2 ……تفسیر طبری، الزّخرف، تحت الآیۃ: ٦٦، ١١/٢٠٨، جلالین، الزّخرف، تحت الآیۃ: ٦٦، ص٤٠٩، مدارک، الزّخرف، تحت الآیۃ: ٦٦، ص١١٠٥، ملتقطاً۔

ہے، یہ بھی اچانک ہی آئے گی اور یہ قیامت ''موت'' ہے، لہٰذا ہر عقلمند انسان کو چاہئے کہ وہ چھوٹی قیامت قائم ہونے سے پہلے پہلے بھی گناہوں کو چھوڑ دے اور اپنے سابقہ تمام گناہوں اور جُرموں سے سچی توبہ کر کے نیک اعمال کرنے میں مصروف ہوجائے، اَحادیث میں بھی اس کی بہت ترغیب دی گئی ہے، چنانچہ

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کو موت آ گئی تو بے شک اس کی قیامت قائم ہوگئی تو تم اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور ہر گھڑی اس سے مغفرت طلب کرتے رہو۔ [1]

اور حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جب رات کے دو تہائی حصے گزر جاتے تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اٹھتے اور فرماتے: ''اے لوگو! اللّٰہ تعالیٰ کا ذکر کرو، اللّٰہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ تھر تھرا دینے والی چیز آ پہنچی، اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی۔ موت اپنے اندر موجود تکالیف کے ساتھ آ پہنچی ہے، موت اپنے اندر موجود تکالیف کے ساتھ آ پہنچی ہے۔ [2]

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں گناہوں سے سچی توبہ کرنے اور نیک اعمال میں مصروف رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اَلۡاَخِلَّآءُ یَوۡمَئِذٍۭ بَعۡضُہُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۶۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوجائیں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔

﴿ اَلۡاَخِلَّآءُ یَوۡمَئِذٍۭ بَعۡضُہُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ: اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوجائیں گے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں قیامت کا ذکر ہوا، اب اس آیت سے قیامت کے بعض اَحوال بیان کئے جارہے ہیں۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں جو دوستی کفر اور مَعصِیَت کی بنا پر تھی وہ قیامت کے دن دشمنی میں بدل جائے گی جبکہ دینی دوستی اور وہ محبت

1 ......مسند الفردوس، باب الالف، ١/٢٨٥، الحديث: ١١١٧.

2 ......ترمذی، کتاب صفة القيامة... الخ، ٢٣-باب، ٤/٢٠٧، الحديث: ٢٤٦٥.

جو اللہ تعالٰی کے لئے تھی دشمنی میں تبدیل نہ ہوگی بلکہ باقی رہے گی۔[1]

حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے، آپ نے فرمایا: دو دوست مومن ہیں اور دو دوست کافر۔ مومن دوستوں میں ایک مرجاتا ہے تو بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتا ہے: یارب! عَزَّوَجَلَّ، فلاں مجھے تیری اور تیرے رسول کی فرمانبرداری کرنے کا اور نیکی کرنے کا حکم کرتا تھا اور مجھے برائی سے روکتا تھا اور یہ خبر دیتا تھا کہ مجھے تیرے حضور حاضر ہونا ہے، یارب! عَزَّوَجَلَّ، اسے میرے بعد گمراہ نہ کرنا اور اسے ایسی ہدایت دے جیسی ہدایت مجھے عطا فرمائی اور اس کا ایسا اِکرام کر جیسا میرا اِکرام فرمایا۔ جب اس کا مومن دوست مرجاتا ہے تو اللہ تعالٰی دونوں کو جمع کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ تم میں ہر ایک دوسرے کی تعریف کرے، تو ہر ایک کہتا ہے کہ یہ اچھا بھائی ہے، اچھا دوست ہے، اچھا رفیق ہے۔ اور دو کافر دوستوں میں سے جب ایک مرجاتا ہے تو دعا کرتا ہے: یارب! عَزَّوَجَلَّ، فلاں مجھے تیری اور تیرے رسول کی فرماں برداری سے منع کرتا تھا اور بدی کا حکم دیتا تھا، نیکی سے روکتا تھا اور یہ خبر دیتا تھا کہ مجھے تیرے حضور حاضر نہیں ہونا، تو اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ تم میں سے ہر ایک دوسرے کی تعریف کرے تو ان میں سے ایک دوسرے کو بُرا بھائی، بُرا دوست اور بُرا رفیق کہتا ہے۔[2]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی کی رضا کی خاطر ایمان والوں کی آپس میں محبت اور دوستی قیامت کے دن کام آئے گی، لہٰذا اہلِ حق کا انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اللہ تعالٰی کے اولیاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ سے محبت اور عقیدت رکھنا انہیں ضرور نفع دے گا۔ صحیح بخاری میں حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کی، یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، قیامت کب ہوگی؟ ارشاد فرمایا: تُو نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے عرض کی، اس کے لیے میں نے کوئی تیاری نہیں کی، صرف اتنی بات ہے کہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ اور رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے محبت رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا ''تو ان کے ساتھ ہے جن سے تجھے محبت ہے۔ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ کہتے ہیں کہ اسلام کے بعد مسلمانوں کو جتنی اس کلمہ سے خوشی ہوئی، ایسی خوشی میں نے کبھی

1 ......تفسیر کبیر، الزّخرف، تحت الآیة: ٦٧، ٦٤١/٩، جلالین، الزّخرف، تحت الآیة: ٦٧، ص٤٠٩، ملتقطاً.

2 ......خازن، الزّخرف، تحت الآیة: ٦٧، ١٠٩/٤-١١٠.

نہیں دیکھی۔[1]

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ نیک اور پرہیزگار بندوں کو اپنا دوست بنائے اور ان سے محبت رکھے تاکہ آخرت میں ان کی دوستی اور محبت کام آئے۔

اللہ کی رضا کے لئے ایک دوسرے سے محبت رکھنے کے فضائل

جو مسلمان اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں، ان کے اَحادیث میں بہت فضائل بیان ہوئے ہیں، ترغیب کے لئے یہاں چار اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ’’جو لوگ میری وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں اور آپس میں ملتے جلتے ہیں اور مال خرچ کرتے ہیں، ان سے میری محبت واجب ہو گئی۔[2]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا: ’’وہ لوگ کہاں ہیں جو میرے جلال کی وجہ سے آپس میں محبت رکھتے تھے، آج میں ان کو اپنے (عرش کے) سایہ میں رکھوں گا، آج میرے (عرش کے) سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں۔[3]

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اگر دو شخصوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے باہم محبت کی اور ایک مشرق میں ہے، دوسرا مغرب میں، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دونوں کو جمع کر دے گا اور فرمائے گا: ’’یہی وہ ہے جس سے تو نے میرے لیے محبت کی تھی۔[4]

(4)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جنت میں یاقوت کے ستون ہیں ان پر زَبَرْجَد کے بالاخانے ہیں، وہ ایسے روشن ہیں جیسے چمکدار ستارے۔ لوگوں

---

1 ......بخاری، کتاب فضائل اصحاب النّبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، باب مناقب عمر بن الخطاب ... الخ، ۲ / ۵۲۷، الحدیث: ۳۶۸۸، مشکاۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب الحب فی اللّٰہ ومن اللّٰہ، الفصل الاول، ۲/ ۲۱۸، الحدیث: ۵۰۰۹.

2 ......مؤطا امام مالک، کتاب الشعر، باب ما جاء فی المتحابین فی اللّٰہ، ۲/ ۴۳۹، الحدیث: ۱۸۲۸.

3 ......مسلم، کتاب البرّ والصلۃ والاداب، باب فی فضل الحب فی اللّٰہ، ص۱۳۸۸، الحدیث: ۳۷(۲۵۶۶).

4 ......شعب الایمان، الحادی والستون من شعب الایمان...الخ، قصۃ ابراھیم فی المعانقۃ...الخ، ۶/ ۴۹۲، الحدیث: ۹۰۲۲.

نے عرض کی، یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، ان میں کون رہے گا؟ فرمایا: ’’وہ لوگ جو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے آپس میں محبت رکھتے ہیں، ایک جگہ بیٹھتے ہیں، آپس میں ملتے ہیں۔ (1)

یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ وَ لَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ كَانُوْا مُسْلِمِیْنَ ﴿۶۹﴾ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴿۷۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان سے فرمایا جائے گا اے میرے بندو آج نہ تم پر خوف نہ تم کو غم ہو۔ وہ جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور مسلمان تھے۔ داخل ہو جنت میں تم اور تمہاری بیبیاں تمہاری خاطریں ہوتیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (ان سے فرمایا جائے گا) اے میرے بندو! آج نہ تم پر خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو گے۔ وہ جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور وہ فرمانبردار تھے۔ تم اور تمہاری بیویاں جنت میں داخل ہوجائیں اور تمہیں خوش کیا جائے گا۔

﴿یٰعِبَادِ: اے میرے بندو!﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ دینی دوستی اور اللّٰہ تعالٰی کی خاطر محبت رکھنے والوں کی تعظیم اور ان کے دل خوش کرنے کے لئے ان سے فرمایا جائے گا ’’اے میرے بندو! آج نہ تم پر خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو گے اور میرے بندے وہ ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور وہ فرمانبردار تھے، ان سے کہا جائے گا کہ تم اور تمہاری مومنہ بیویاں جنت میں داخل ہو جائیں اور جنت میں تمہارا اکرام ہوگا، نعمتیں دی جائیں گی اور ایسے خوش کئے جاؤ گے کہ تمہارے چہروں پر خوشی کے آثار نمودار ہوں گے۔ (2)

مقاتل نے کہا کہ ’’حشر کے میدان میں ایک مُنادی یہ اعلان فرمائے گا ’’ یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ ‘‘ یعنی اے میرے بندو! آج تم پر کوئی خوف نہیں ہے۔ تو تمام اہلِ محشر اپنے سروں کو اٹھالیں گے۔ پھر وہ مُنادی فرمائے گا

1 ......شعب الایمان، الحادی والستون من شعب الایمان...الخ، قصة ابراهیم فی المعانقة...الخ، ۶/۴۸۷، الحدیث: ۹۰۰۲.

2 ......ابو سعود، الزّخرف، تحت الآیة: ۶۸-۷۰، ۵/۵۵۰، ملخصاً.

"اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ كَانُوْا مُسْلِمِیْنَ" یعنی میرے بندے وہ ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور وہ فرمانبردار تھے۔ یہ سن کر مسلمانوں کے علاوہ تمام مذاہب والے اپنے سروں کو جھکا لیں گے۔

اور حضرت حارث محاسبی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن مُنادی اعلان فرمائے گا" یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ وَ لَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ" تو تمام لوگ اپنے سروں کو اٹھالیں گے اور کہیں گے: ہم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ پھر دوسری بار مُنادی فرمائے گا" اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ كَانُوْا مُسْلِمِیْنَ" تو تمام کفار اپنے سروں کو جھکا لیں گے جبکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کا اقرار کرنے والے اپنے سر اٹھائے رکھیں گے۔ پھر تیسری بار مُنادی فرمائے گا" اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ" تو کبیرہ گناہ کرنے والے اپنے سروں کو جھکا لیں گے جبکہ مُتّقی لوگ اسی طرح اپنے سر اٹھائے رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق ان سے خوف اور غم دور کر دے گا کیونکہ وہ اکرمُ الاکرمین ہے، وہ اپنے اولیاء کو شرمندہ نہیں ہونے دے گا۔ [1]

یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّ اَكْوَابٍ ۚ وَ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْهِ الْاَنْفُسُ وَ تَلَذُّ الْاَعْیُنُ ۚ وَ اَنْتُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ۚ وَ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْۤ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان پر دورہ ہوگا سونے کے پیالوں اور جاموں کا اور اس میں جو جی چاہے اور جس سے آنکھ کو لذت پہنچے اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔ اور یہ ہے وہ جنت جس کے تم وارث کئے گئے اپنے اعمال سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان پر سونے کی تھالیوں اور جاموں کے دَور ہوں گے اور جنت میں وہ تمام چیزیں ہوں گی جن کی ان کے دل خواہش کریں گے اور جن سے آنکھوں کو لذت ملے گی اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔ اور یہی وہ جنت ہے

1 ......تفسیر قرطبی، الزّخرف، تحت الآیة: ۶۸، ۸/۸۰-۸۱، الجزء السادس عشر.

جس کا تمہارے اعمال کے صدقے تمہیں وارث بنایا گیا ہے۔

﴿ یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّ اَكْوَابٍ: ان پر سونے کی تھالیوں اور جاموں کے دور ہوں گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد مومن بندوں پر کھانے سے بھری سونے کی تھالیوں اور شراب سے لبریز جاموں کے دَور ہوں گے اور جنت میں ان کے لئے مختلف اَقسام کی وہ تمام چیزیں ہوں گی جن کی ان کے دل خواہش کریں گے اور جن سے آنکھوں کو لذّت ملے گی اور تم جنت میں ہمیشہ رہو گے اور یہی وہ جنت ہے جس کا تمہارے دُنْیَوی نیک اعمال کے صدقے تمہیں وارث بنایا گیا ہے۔[1]

جنت کی ان عظیم نعمتوں کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِاٰنِیَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّ اَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِیْرَاۡ ﴿۱۵﴾ قَوَارِیْرَاۡ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِیْرًا ﴿۱۶﴾ وَ یُسْقَوْنَ فِیْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِیْلًا ﴿۱۷﴾ عَیْنًا فِیْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِیْلًا ﴿۱۸﴾ وَ یَطُوْفُ عَلَیْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَیْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴿۱۹﴾ وَ اِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّ مُلْكًا كَبِیْرًا ﴿۲۰﴾ عٰلِیَهُمْ ثِیَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّ اِسْتَبْرَقٌ٘ وَّ حُلُّوْۤا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَ سَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿۲۱﴾ اِنَّ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان پر چاندی کے برتنوں اور گلاسوں کے دَور ہوں گے جو شیشے کی طرح ہوں گے۔ چاندی کے شفاف شیشے جنہیں پلانے والوں نے پورے اندازہ سے (بھر کر) رکھا ہوگا۔ اور جنت میں انہیں ایسے جام پلائے جائیں گے جس میں زنجبیل ملا ہوا ہوگا۔ زنجبیل جنت میں ایک چشمہ ہے جس کا نام سلسبیل رکھا جاتا ہے۔ اور ان کے آس پاس ہمیشہ رہنے والے لڑکے (خدمت کیلئے) پھریں گے جب تو انہیں دیکھے گا تو تو انہیں بکھرے ہوئے موتی سمجھے گا۔ اور جب تو وہاں دیکھے گا تو نعمتیں اور بہت بڑی سلطنت دیکھے گا۔ ان پر باریک اور موٹے ریشم کے سبز کپڑے ہوں

1 ......روح البیان، الزّخرف، تحت الآیة: ۷۱-۷۲، ۸/۳۸۹-۳۹۲.

هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّ كَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا (1)

گے اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا رب انہیں پاکیزہ شراب پلائے گا۔ (ان سے فرمایا جائے گا) بیشک یہ تمہارا صلہ ہے اور تمہاری محنت کی قدر کی گئی ہے۔

اور حضرت بریدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے پوچھا: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا جنت میں گھوڑے ہوں گے؟ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اگر اللّٰہ تعالیٰ نے تمہیں جنت میں داخل کیا تو تم اس میں سرخ یاقوت کے جس گھوڑے پر سوار ہونا چاہو گے (ہو جاؤ گے) اور جنت میں (تم جہاں چاہو گے) وہ تمہیں اڑا کر لے جائے گا۔ ایک اور آدمی نے پوچھا: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا جنت میں اونٹ ہوں گے؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسے وہ جواب نہ دیا جو پہلے شخص کو دیا تھا بلکہ ارشاد فرمایا ''اگر اللّٰہ تعالیٰ تمہیں جنت میں لے جائے تو جو کچھ تمہارا جی چاہے گا اور جس چیز سے تمہاری آنکھوں کو لذت ملے گی تمہیں وہی کچھ ملے گا۔ (2)

جنت میں داخلہ اللّٰہ تعالیٰ کے فضل سے ہوگا

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جنت میں داخلہ اللّٰہ تعالیٰ کے فضل سے ہوگا اور اس کے درجات کی تقسیم نیک اعمال کے مطابق ہوگی۔ حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تم اللّٰہ تعالیٰ کے معاف فرمانے سے پل صراط پار کرو گے، اللّٰہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت میں داخل ہو گے اور تمہارے اعمال کے مطابق (جنت کے) درجات تم میں تقسیم کئے جائیں گے۔ (3)

﴿ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْۤ اُوْرِثْتُمُوْهَا: اور یہی وہ جنت ہے جس کا تمہیں وارث بنایا گیا ہے۔﴾ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تم میں سے ہر شخص کا ایک گھر جنت میں اور ایک گھر جہنم میں ہے، کافر جہنم میں مومن کے گھر کا وارث بن جاتا ہے اور مومن جنت میں کافر کے گھر کا وارث

1 ......دھر: ۱۵۔۲۲.

2 ......ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ما جاء فی صفة خیل الجنة، ۴/۲۴۳، الحدیث: ۲۵۵۲.

3 ......در منثور، الزّخرف، تحت الآیة: ۷۲، ۷/۳۹۴.

بن جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا یہی معنی ہے۔[1]

لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تمہارے لیے اس میں بہت میوے ہیں کہ ان میں سے کھاؤ۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تمہارے لیے اس میں کثرت سے پھل ہیں جن میں سے تم کھاتے رہو گے۔

﴿لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ: تمہارے لیے اس میں کثرت سے پھل ہیں۔﴾ یعنی تمہارے لئے جنت میں کھانے اور شراب کے علاوہ طرح طرح کے بے شمار پھل ہوں گے جن میں سے تم کھاتے رہو گے۔[2]

جنت کے پھلوں کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور پھل میوے جو جنتی پسند کریں گے۔

اور ارشاد فرمایا:

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآىٕمٌ وَّ ظِلُّهَا ؕ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا[4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس جنت کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس کے نیچے نہریں جاری ہیں، اس کے پھل اور اس کا سایہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ یہ پرہیزگاروں کا انجام ہے۔

اور حضرت ثوبان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اگر اہلِ جنت میں سے کوئی شخص جنتی درخت سے ایک پھل لے گا تو درخت میں اس کی جگہ دو پھل نمودار ہو جائیں گے۔[5]

1 ......ابن ابی حاتم، الزّخرف، تحت الآية: ۷۲، ۱۰/۳۲۸۶.

2 ......روح البیان، الزّخرف، تحت الآية: ۷۳، ۸/۳۹۲.

3 ......واقعہ: ۲۰.

4 ......رعد: ۳۵.

5 ......مسند البزار، مسند ابی الدرداء رضی اللہ عنہ، ۱۰/۱۲۳، الحدیث: ۴۱۸۷.

معلوم ہوا کہ جنت کے درخت سدابہار پھل دار ہیں، ان کی زیب وزینت میں فرق نہیں آتا۔

اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۷۴﴾ لَا یُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَ هُمْ فِیْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَ مَا ظَلَمْنٰهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۷۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک مجرم جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ وہ کبھی ان پر سے ہلکا نہ پڑے گا اور وہ اس میں بے آس رہیں گے۔ اور ہم نے ان پر کچھ ظلم نہ کیا ہاں وہ خود ہی ظالم تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک مجرم جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ وہ کبھی ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا اور وہ اس میں مایوس پڑے رہیں گے۔ اور ہم نے ان پر کچھ ظلم نہ کیا، ہاں وہ خود ہی ظالم تھے۔

﴿ **اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ: بیشک مجرم۔** ﴾ ایمان والے متقی لوگوں کے لئے جنت کے انعامات ذکر فرمانے کے بعد یہاں سے کفار کے لئے جہنم کی سزا بیان کی جارہی ہے۔ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک کافر جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں کہ جیسے گناہ گار مسلمانوں کا عذاب ختم ہو جائے گا ویسے ان کا عذاب کبھی ختم نہ ہو گا۔ وہ عذاب ان سے کبھی ہلکا کیا جائے گا اور نہ ہی اس میں کمی کی جائے گی، وہ اس میں نجات، راحت اور سزا میں کمی سے مایوس پڑے رہیں گے اور یہ عذاب دے کر ہم نے ان پر کچھ ظلم نہیں کیا، ہاں وہ خود ہی ظالم تھے کہ سرکشی و نافرمانی کر کے اس حال کو پہنچے ہیں۔[1]

کفار کے لئے بیان کی گئی سزاؤں میں مسلمانوں کے لئے بھی عبرت

یاد رہے کہ کفار کے لئے بیان کی گئی سزاؤں میں جہاں ان کے لئے وعید ہے وہیں ان میں مسلمانوں کے لئے بھی عبرت اور نصیحت ہے کیونکہ اس بات میں اگرچہ کوئی شک نہیں کہ ہم فی الوقت مسلمان ہیں، لیکن ہم میں سے کسی کے پاس اس بات کی بھی کوئی ضمانت نہیں کہ وہ مرتے دم تک مسلمان ہی رہے گا کیونکہ جس طرح بے شمار کفار خوش قسمتی

[1]......روح البیان، الزّخرف، تحت الآیة: ٧٤-٧٦، ٨/٣٩٣.

سے مسلمان ہوجاتے ہیں اُسی طرح بہت سے بدنصیب مسلمانوں کا بھی ایمان سے پھر جانا ثابت ہے۔جیسا کہ حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا: ’’اولادِ آدم مختلف طبقات پر پیدا کی گئی ان میں سے بعض مومن پیدا ہوئے حالتِ ایمان پر زندہ رہے اور مومن ہی مریں گے، بعض کافر پیدا ہوئے حالتِ کفر پر زندہ رہے اور کافر ہی مریں گے، جبکہ بعض مومن پیدا ہوئے مومنانہ زندگی گزاری اور حالتِ کفر پر رخصت ہوئے، بعض کافر پیدا ہوئے، کافر زندہ رہے اور مومن ہوکر مریں گے۔[1]

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے مروی ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا: ’’ان فتنوں سے پہلے نیک اعمال کے سلسلے میں جلدی کرو! جو تاریک رات کے حصوں کی طرح ہوں گے۔ ایک آدمی صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر ہوگا اور شام کو مومن ہوگا اور صبح کافر ہوگا۔ نیز اپنے دین کو دنیاوی ساز وسامان کے بدلے فروخت کردے گا۔[2]

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت شاہ امام احمد رضا خان رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ فرماتے ہیں ’’علمائے کرام فرماتے ہیں: ’’جس کو سَلبِ ایمان کا خوف نہ ہو مرتے وقت اس کا ایمان سَلب ہوجانے کا اندیشہ ہے۔[3]

اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے اور ہمیں اپنے ایمان کی حفاظت کی فکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

نوٹ: ایمان کی حفاظت کے بارے میں اور جن کلمات سے ایمان ضائع ہوجاتا ہے ان کی تفصیل جاننے کے لئے ’’کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب‘‘ کتاب کا مطالعہ کرنا بہت فائدہ مند ہے۔

وَنَادَوۡا یٰمٰلِكُ لِیَقۡضِ عَلَیۡنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمۡ مّٰكِثُوۡنَ ﴿۷۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ پکاریں گے اے مالک تیرا رب ہمیں تمام کر چکے وہ فرمائے گا تمہیں تو ٹھہرنا ہے۔

1 ......ترمذی، کتاب الفتن، باب ما اخبر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اصحابہ... الخ، ۴/۸۱، الحدیث: ۲۱۹۸.

2 ......مسلم، کتاب الایمان، باب الحثّ علی المبادرة بالاعمال... الخ، ص۷۳، الحدیث: ۱۸۶(۱۱۸).

3 ......ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، حصہ چہارم، ص۴۹۵۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ پکاریں گے: اے مالک! تیرا رب ہمارا کام تمام کردے۔ وہ داروغہ فرمائے گا: تمہیں تو ٹھہرنا ہے۔

﴿وَنَادَوۡا: اور وہ پکاریں گے۔﴾ کفار جہنم کے داروغہ کو پکار کر کہیں گے: اے مالک! اپنے رب سے دعا کریں کہ وہ ہمیں موت دے کر ہمارا کام پورا کر دے تا کہ ہمیں اس عذاب سے راحت نصیب ہو۔ (ایک قول کے مطابق) حضرت مالک عَلَیْہِ السَّلَام ایک ہزار سال بعد جواب دیں گے اور فرمائیں گے تم عذاب میں ہمیشہ ٹھہرنے والے ہو اور تم موت سے اور نہ کسی اور طرح کبھی بھی اس سے رہائی نہ پاؤ گے۔[1]

حضرت مالک عَلَیْہِ السَّلَام کا جواب سن کر کفار اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے:

قَالُوۡا رَبَّنَا غَلَبَتۡ عَلَيۡنَا شِقۡوَتُنَا وَكُنَّا قَوۡمًا ضَآلِّيۡنَ ﴿١٠٦﴾ رَبَّنَاۤ اَخۡرِجۡنَا مِنۡهَا فَاِنۡ عُدۡنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوۡنَ ﴿١٠٧﴾ قَالَ اخۡسَـُٔوۡا فِيۡهَا وَلَا تُكَلِّمُوۡنِ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم پر ہماری بدبختی غالب آئی اور ہم گمراہ لوگ تھے۔ اے ہمارے رب! ہمیں دوزخ سے نکال دے پھر اگر ہم ویسے ہی کریں تو بیشک ہم ظالم ہوں گے۔ اللہ فرمائے گا: دھتکارے ہوئے جہنم میں پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔

اس کے بعد وہ گدھے کی طرح چیختے چلّاتے رہیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَاَمَّا الَّذِيۡنَ شَقُوۡا فَفِى النَّارِ لَهُمۡ فِيۡهَا زَفِيۡرٌ وَّشَهِيۡقٌ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جو بدبخت ہوں گے وہ تو دوزخ میں ہوں گے، وہ اس میں گدھے کی طرح چلائیں گے۔

لَقَدۡ جِئۡنٰكُمۡ بِالۡحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَكُمۡ لِلۡحَقِّ كٰرِهُوۡنَ ﴿٧٨﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم تمہارے پاس حق لائے مگر تم میں اکثر کو حق ناگوار ہے۔

1 ……روح البیان، الزّخرف، تحت الآیۃ: ۷۷، ۸/۳۹۳۔

2 ……مومنون: ۱۰۶-۱۰۸۔

3 ……ھود: ۱۰۶۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم تمہارے پاس حق لائے مگر تم میں اکثر حق کو ناپسند کرنے والے تھے۔

﴿**لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ: بیشک ہم تمہارے پاس حق لائے۔**﴾ اس آیت میں **ایک احتمال** یہ ہے کہ یہ جہنمی کفار کے ساتھ حضرت مالک عَلَیْهِ السَّلَام کے کلام کا حصہ ہے۔ اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہے ’’تم ہمیشہ جہنم میں اس لئے رہو گے کہ بیشک ہم تمہارے پاس انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ذریعے دینِ حق لائے تھے مگر تم سب اپنی نفسانی خواہشات کے مخالف ہونے کی وجہ سے دینِ حق کو ناپسند کرنے والے تھے۔ **دوسرا احتمال** یہ ہے کہ اس آیت میں **اللہ** تعالیٰ نے مکہ میں رہنے والے کفار سے خطاب فرمایا ہے۔ اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہے ’’اے کفارِ مکہ! بے شک ہم تمہارے پاس اپنے رسول کی معرفت سچا دین لائے مگر تم میں سے تھوڑے اَفراد اس پر ایمان لائے جبکہ اکثر لوگ بغض اور نفرت کی وجہ سے اس سچے دین کو ناپسند کرنے والے ہیں۔[1]

دینی چیزوں سے کراہت کا اظہار کفار کا کام ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دینی چیزوں سے کراہت اور ناگواری کا اظہار کرنا کفار کا کام ہے۔ اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو مسلمان کہلانے کے باوجود اسلام کے شَعائر کو ناپسند کرتے ہیں اور اسلام کے احکامات پر عمل کرنے والے کو بُری نظر سے دیکھتے، اس کا مذاق اڑاتے اور اسلامی احکام پر عمل کرنے سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ **اللہ** تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت نصیب فرمائے، اٰمین۔

اَمْ اَبْرَمُوْۤا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ؔ

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اُنہوں نے اپنے خیال میں کوئی کام پکا کرلیا ہے تو ہم اپنا کام پکا کرنے والے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا انہوں نے کام پکا کرلیا ہے؟ تو ہم بھی (اپنا کام) پکا کرنے والے ہیں۔

﴿**اَمْ اَبْرَمُوْۤا اَمْرًا: کیا انہوں نے کام پکا کرلیا ہے؟**﴾ یعنی کیا کفارِ مکہ نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے خلاف

[1]......جلالین مع صاوی، الزّخرف، تحت الآیة: ۷۸، ۵/۱۹۰۴، ملخصاً.

سازش کرنے اور دھوکے سے انہیں ایذا پہنچانے کا کام پکا کرلیا ہے اور درحقیقت ایسا ہی تھا کہ قریش دارُ النَّدْ وَہ میں جمع ہوکر حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ایذا پہنچانے کے لئے حیلے سوچتے تھے۔ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''تو ہم بھی اپنے نبی کی حفاظت اور ان کے مُنکروں کی بربادی کا کام پکا کرنے والے ہیں۔''[1]

کفارِ قریش نے دارُ النَّدْ وَہ میں جمع ہوکر تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خلاف جو سازش تیار کی اس کی تفصیل اس آیت میں ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ ؕ وَ یَمْكُرُوْنَ وَ یَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے حبیب! یاد کرو جب کافروں نے تمہارے خلاف سازش کی کہ تمہیں باندھ دیں یا تمہیں شہید کردیں یا تمہیں نکال دیں اور وہ اپنی سازشیں کررہے تھے اور اللّٰہ اپنی خفیہ تدبیر فرما رہا تھا اور اللّٰہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر فرمانے والا ہے۔

اَمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ ؕ بَلٰى وَ رُسُلُنَا لَدَیْهِمْ یَكْتُبُوْنَ ﴿۸۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اس گھمنڈ میں ہیں کہ ہم ان کی آہستہ بات اور ان کی مَشْوَرت نہیں سنتے ہاں کیوں نہیں اور ہمارے فرشتے ان کے پاس لکھ رہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کی آہستہ بات اور ان کی خفیہ مشاورت نہیں سنتے؟ ہاں، کیوں نہیں؟ اور ہمارے فرشتے ان کے پاس لکھ رہے ہیں۔

---

1 ......مدارك، الزّخرف، تحت الآية: ۷۹، ص۱۱۰٦، ملخصاً.

2 ......انفال: ۳۰.

﴿ اَمۡ یَحۡسَبُوۡنَ اَنَّا لَا نَسۡمَعُ سِرَّهُمۡ وَ نَجۡوٰىهُمۡ : کیاوہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کی آہستہ بات اوران کی خفیہ مشاورت نہیں سنتے ؟﴾ یعنی کیا کفار یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کی آہستہ بات اوران کی خفیہ مُشاوَرت نہیں سنتے ؟ ہاں، کیوں نہیں؟ ہم ضرور سنتے ہیں اور پوشیدہ ظاہر ہر بات جانتے ہیں، ہم سے کچھ نہیں چھپ سکتا اور ہمارے فرشتے ان کے پاس ان کے تمام اَقوال اور اَفعال کولکھ رہے ہیں، اس میں ان کی آہستہ باتیں اورخفیہ مشاورتیں سب شامل ہیں اور جب کوئی خفیہ بات فرشتوں سے پوشیدہ نہیں تو ظاہری و باطنی تمام چیزوں کو جاننے والے رب تعالیٰ سے کیسے چھپ سکتی ہے۔[1]

[illegible]

اس آیت میں ان لوگوں کے لئے بھی نصیحت ہے جولوگوں کے سامنے گناہ کرتے ہوئے تو خوف محسوس کرتے ہیں لیکن تنہائی میں گناہ کرتے ہوئے اس رب تعالیٰ سے نہیں ڈرتے جوان کے ظاہر کوبھی جانتا ہے اوران کے باطن سے بھی خبردار ہے۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’جس نے لوگوں سے تو اپنے گناہوں کو چھپایا اور اس ذات کے سامنے ظاہر کیا جس سے کوئی خفیہ چیز پوشیدہ نہیں تو اس نے اپنے نزدیک اس ذات کو دیکھنے والوں میں سب سے ہلکا سمجھا اور یہ منافقت کی نشانی ہے۔[2]

قُلۡ اِنۡ کَانَ لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الۡعٰبِدِیۡنَ ﴿۸۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ بفرضِ مُحال رحمٰن کے کوئی بچہ ہوتا تو سب سے پہلے میں پوجتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: (ایک ناممکن بات کوفرض کر کے کہتا ہوں کہ) اگر رحمٰن کے کوئی بیٹا ہوتا تو سب سے پہلے میں (اس کی) عبادت کرنے والا ہوتا۔

﴿ قُلۡ : تم فرماؤ۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ فرمائیں کہ میں ایک ناممکن بات کوفرض کر کے کہتا ہوں کہ اگر رحمٰن کا کوئی بیٹا ہوتا تو سب سے پہلے میں اس کی عبادت کرنے والا ہوتا لیکن اس کا کوئی بیٹا نہیں

1 ......روح البیان، الزّخرف، تحت الآیۃ: ۸۰، ۸/۳۹۵۔

2 ......مدارک، الزّخرف، تحت الآیۃ: ۸۰، ص۱۱۰۶۔

کیونکہ اس کے لئے اولاد ہی محال ہے۔اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ نضر بن حارث نے کہا تھا: فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں،اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔جب یہ آیت نازل ہوئی تو نضر کہنے لگا:تم دیکھو قرآن میں میری تصدیق آ گئی ہے۔ولید نے اس سے کہا: تیری تصدیق نہیں ہوئی بلکہ اس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ رحمٰن کی اولا دنہیں ہے۔[1]

سُبۡحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ رَبِّ الۡعَرۡشِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ ﴿۸۲﴾ فَذَرۡهُمۡ يَخُوۡضُوۡا وَيَلۡعَبُوۡا حَتّٰى يُلٰقُوۡا يَوۡمَهُمُ الَّذِىۡ يُوۡعَدُوۡنَ ﴿۸۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پاکی ہے آسمانوں اور زمین کے رب کو عرش کے رب کو ان باتوں سے جو یہ بناتے ہیں۔تو تم انہیں چھوڑو کہ بیہودہ باتیں کریں اور کھیلیں یہاں تک کہ اپنے اُس دن کو پائیں جس کا اُن سے وعدہ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آسمانوں اور زمین کا رب،عرش کا مالک ان باتوں سے پاک ہے جو کافر بیان کرتے ہیں۔تو تم انہیں چھوڑ دو کہ بیہودہ باتیں کریں اور کھیلیں یہاں تک کہ اپنے اس دن کو پائیں جس کا ان سے وعدہ کیا جارہا ہے۔

﴿**فَذَرۡهُمۡ: تو تم انہیں چھوڑ دو۔**﴾ یعنی اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں نے کفار کا نظریہ باطل ہونے پر قطعی دلیل بیان کر دی لیکن وہ اس کی طرف توجہ نہیں دیتے کیونکہ وہ مال،منصب اور حکومت کی طلب میں ڈوبے ہوئے ہیں،اس لئے آپ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں کہ جس لَغْو اور باطل کام میں لگے ہوئے ہیں اسی میں پڑے رہیں، یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن کو پالیں جس میں انہیں عذاب دینے کا وعدہ کیا گیا ہے اور وہ قیامت کا دن ہے۔[2]

وَهُوَ الَّذِىۡ فِى السَّمَآءِ اِلٰـهٌ وَّفِى الۡاَرۡضِ اِلٰـهٌ ؕ وَهُوَ الۡحَكِيۡمُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۸۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی آسمان والوں کا خدا اور زمین والوں کا خدا اور وہی حکمت و علم والا ہے۔

---

1 ......مدارك، الزّخرف، تحت الآية: ۸۱، ص۱۱۰۷.

2 ......تفسير كبير، الزّخرف، تحت الآية: ۸۳، ۹/۶۴۷.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی آسمان والوں کا معبود ہے اور زمین والوں کا معبود ہے اور وہی حکمت والا، علم والا ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِیۡ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ: اور وہی آسمان والوں کا معبود ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ وہی ہے جو آسمان والوں کا معبود ہے اور زمین والوں کا معبود ہے، اس کے علاوہ اور کوئی چیز معبود ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی، لہٰذا جو آسمان اور زمین والوں کا معبود ہے تم صرف اسی کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، وہ اپنی مخلوق کے معاملات کا انتظام فرمانے میں حکمت والا ہے اور ان کی ضروریات سے باخبر ہے۔[1]

وَتَبٰرَكَ الَّذِیۡ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَیۡنَهُمَا ۚ وَعِنۡدَهٗ عِلۡمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَیۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۸۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بڑی برکت والا ہے وہ کہ اسی کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور اسی کے پاس ہے قیامت کا علم اور تمہیں اسی کی طرف پھرنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ (اللہ) بڑی برکت والا ہے جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کی بادشاہی ہے اور قیامت کا علم اسی کے پاس ہے اور تمہیں اس کی طرف پھرنا ہے۔

﴿وَتَبٰرَكَ: اور وہ بڑی برکت والا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ وہ اللہ بڑی برکت والا ہے جس کے لئے ساتوں آسمانوں، زمینوں اور ان کے درمیان تمام چیزوں کی بادشاہی ہے، ان سب پر اس کا حکم جاری ہے اور ان سب میں اس کی قضا نافذ ہے تو جسے ان کی بادشاہی حاصل ہے اور جس کا حکم ان میں نافذ ہے اس کا کوئی شریک کس طرح ہوسکتا ہے اور اس وقت کا علم بھی اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جس میں قیامت قائم ہوگی اور مخلوق اپنی قبروں سے حساب کے مقام پر جمع کی جائے گی اور اے لوگو! تم مرنے کے بعد اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور وہ نیک لوگوں کو ان کے نیک اعمال کی جزاء اور

[1] ......تفسیر طبری، الزّخرف، تحت الآیۃ: ۸۴، ۱۱/۲۱۷-۲۱۸۔

برے لوگوں کو ان کے برے اعمال کی سزا دے گا۔[1]

وَ لَا یَمۡلِكُ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنۡ شَهِدَ بِالۡحَقِّ وَ هُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جن کو یہ اللّٰہ کے سوا پوجتے ہیں شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے ہاں شفاعت کا اختیار اُنہیں ہے جو حق کی گواہی دیں اور علم رکھیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کفار جن کو اللّٰہ کے سوا پوجتے ہیں وہ شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے۔ ہاں (شفاعت کا اختیار انہیں ہے) جو حق کی گواہی دیں اور علم رکھیں۔

﴿وَ لَا یَمۡلِكُ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهِ الشَّفَاعَةَ: اور کفار جن کو اللّٰہ کے سوا پوجتے ہیں وہ شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے۔﴾ اس آیت کی **ایک تفسیر** یہ ہے کہ کفار اللّٰہ تعالیٰ کے علاوہ جن فرشتوں اور حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر عَلَیۡهِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عبادت کرتے ہیں وہ صرف انہی کی شفاعت کریں گے جو زبان سے اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دیں اور دل سے اس گواہی کا علم رکھیں۔ **دوسری تفسیر** یہ ہے کہ کفار یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کے معبودان کی شفاعت کریں گے حالانکہ وہ تمام چیزیں جن کی کفار اللّٰہ تعالیٰ کے علاوہ عبادت کرتے ہیں ان میں سے کوئی چیز بھی شفاعت کا اختیار نہیں رکھتی البتہ شفاعت کا اختیار انہیں ہے جو اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دیں اور دل سے اس بات کا علم رکھیں کہ اللّٰہ تعالیٰ ان کا رب ہے، ایسے مقبول بندے ایمان داروں کی شفاعت کریں گے۔[2]

وَ لَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَهُمۡ لَیَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى یُؤۡفَكُوۡنَ ﴿۸۷﴾

---

1 ......تفسیر طبری، الزّخرف، تحت الآیة: ۸۵، ۱۱/۲۱۸.

2 ......تفسیر کبیر، الزّخرف، تحت الآیة: ۸۶، ۹/۶۴۸، مدارك، الزّخرف، تحت الآیة: ۸۶، ص۱۱۰۷، جلالین، الزّخرف، تحت الآیة: ۸۶، ص۴۱۰، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تم اُن سے پوچھو کہ انہیں کس نے پیدا کیا تو ضرور کہیں گے اللّٰہ نے تو کہاں اوندھے جاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تم ان سے پوچھو: انہیں کس نے پیدا کیا؟ تو ضرور کہیں گے: ''اللّٰہ نے'' تو کہاں اوندھے جاتے ہیں؟

﴿وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ: اور اگر تم ان سے پوچھو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، اگر آپ ان مشرکین سے پوچھیں کہ انہیں کس نے پیدا کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے: اللّٰہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور یہ اقرار کریں گے کہ جہان کا خالق اللّٰہ تعالیٰ ہے، تو اس اقرار کے باوجود یہ اللّٰہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی عبادت کیسے کرتے ہیں اور اس کی توحید اور عبادت سے کس طرح پھرتے ہیں؟[1]

وَ قِیۡلِهٖ یٰرَبِّ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوۡمٌ لَّا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۸۸﴾ فَاصۡفَحۡ عَنۡهُمۡ وَ قُلۡ سَلٰمٌ ؕ فَسَوۡفَ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۹﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: مجھے رسول کے اس کہنے کی قسم کہ اے میرے رب یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔ تو اُن سے درگزر کرو اور فرماؤ بس سلام ہے کہ آگے جان جائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: رسول کے اس کہنے کی قسم کہ اے میرے رب! یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔ تو ان سے درگزر کرو اور فرماؤ: بس سلام ہے تو عنقریب جان جائیں گے۔

﴿وَ قِیۡلِهٖ: رسول کے اس کہنے کی قسم!﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''مجھے اپنے حبیب محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی اس بات کی قسم کہ اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، تو نے مجھے ان مشرکین کو عذاب سے ڈرانے کا حکم دیا اور ان کی طرف رسول بنا کر بھیجا تا کہ میں انہیں تیری طرف بلاؤں لیکن میرے

[1] ......خازن، الزّخرف، تحت الآیة: ۸۷، ۴/۱۱۱.

ع ۲۲ / ۱۳ وقف لازم

ڈرانے اور دعوت دینے کے باوجود یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جواب دیا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ان کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیّتوں سے درگُزر کرو اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو اور ان سے فرماؤ کہ تمہیں دور ہی سے سلام ہے، ہم تمہیں چھوڑتے ہیں اور تم سے امن میں رہنا چاہتے ہیں۔ عنقریب یہ لوگ اپنا انجام جان جائیں گے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قولِ مبارک کی قسم یاد فرمائی، اس میں حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اِکرام اور حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دعا و اِلتجا کی تعظیم کا اظہار ہے۔ یاد رہے کہ یہ حکم جہاد کا حکم نازل ہونے سے پہلے دیا گیا تھا۔[1]

[1]......تفسیر طبری، الزّخرف، تحت الآیة: ٨٨-٨٩، ١١/٢١٩-٢٢٠، مدارک، الزّخرف، تحت الآیة: ٨٨-٨٩، ص١١٠٨، خازن، الزّخرف، تحت الآیة: ٨٨-٨٩، ٤/١١١-١١٢، ملتقطاً.

سُوْرَۃُ الدُّخَان

سورۂ دُخان کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ دُخان مکۂ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ [1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس میں **3** رکوع، **59** آیتیں، **346** کلمے اور **1431** حروف ہیں۔ [2]

’’دُخان ‘‘نام رکھنے کی وجہ

عربی میں دھوئیں کو ’’دُخان‘‘ کہتے ہیں، اور اس سورت کی آیت نمبر 10 میں دھوئیں کا ذکر ہے، اس مناسبت سے اس سورت کو سورۂ دُخان‘‘ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

سورۂ دُخان کے فضائل

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس نے رات کے وقت سورۂ حٰمٓ دُخان کی تلاوت کی تو وہ اس حال میں صبح کرے گا کہ اس کے لئے ستر ہزار فرشتے استغفار کر رہے ہوں گے۔‘‘ [3]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس نے جمعہ کی رات میں سورۂ حٰمٓ دُخان پڑھی اسے بخش دیا جائے گا۔‘‘ [4]

(3)......حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس

---

1 ......خازن، تفسير سورة الدخان، ٤/١١٢.

2 ......خازن، تفسير سورة الدخان، ٤/١١٢.

3 ......ترمذی، كتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فضل حم الدخان، ٤/٤٠٦، الحديث: ٢٨٩٧.

4 ......ترمذی، كتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فضل حم الدخان، ٤/٤٠٧، الحديث: ٢٨٩٨.

نے جمعہ کی رات یا جمعہ کے دن میں سورۂ حٰمٓ دُخان پڑھی تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔‘‘[1]

سورۂ دُخان کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون توحید و رسالت اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزاء ملنے کا بیان ہے اور اس سورت میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں

(1)......اس سورت کی ابتداء میں یہ بیان کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کو شبِ قدر میں نازل کیا ہے اور اس رات میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمام اہم کام فرشتوں کے درمیان تقسیم کر دیئے جاتے ہیں اور یہ بتایا گیا کہ کفارِ مکہ قرآنِ مجید کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں اور جس دن انہیں عذاب دیا جائے گا تو اس دن وہ عذاب دور کئے جانے کی فریاد کریں گے اور ایمان قبول کرنے کا اقرار کریں گے اور ان کا حال یہ ہے کہ اگر ان سے عذاب دور کر دیا جائے تو بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے کیونکہ یہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے واضح معجزات دیکھ کر ایمان نہیں لائے تو اب کہاں لائیں گے اور یہی حال ان سے پہلے کفار کا تھا کہ وہ بھی روشن نشانیاں دیکھنے کے باوجود اپنے کفر پر قائم رہے، اور اس کی مثال کے طور پر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور فرعون کا واقعہ بیان کیا گیا، فرعون اور اس کی قوم کا دردناک انجام بتایا گیا تا کہ کفارِ مکہ اس سے عبرت حاصل کریں۔

(2)......کفارِ مکہ نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کیا تو تُبَّع نامی بادشاہ کی قوم اور ان سے پہلی قوموں جیسے عاد اور ثمود کا انجام بیان کر کے ان کا رد کیا گیا۔

(3)......کفارِ مکہ کے سامنے قیامت کے دن کی ہولناکیاں بیان کی گئیں اور اس دن ہونے والے حساب اور ملنے والے عذاب اور جہنمی کھانے زقوم کے بارے میں بتایا گیا اور سورت کے آخر میں نیک لوگوں کا ٹھکانہ اور برے لوگوں کا ٹھکانہ بتایا گیا تا کہ نیک لوگ خوش ہو جائیں اور برے لوگ دردناک عذاب سے ڈر جائیں اور اپنے برے افعال سے باز آجائیں۔

سورۂ زُخْرُف کے ساتھ مناسبت

سورۂ دُخان کی اپنے سے ماقبل سورت ’’زُخْرُف‘‘ کے ساتھ ایک مناسبت یہ ہے کہ دونوں سورتوں کے شروع

---

1 ......معجم الکبیر، صدی بن العجلان ابوامامۃ الباھلی... الخ، فضال بن جبیر عن ابی امامۃ، ٨/٢٦٤، الحدیث: ٨٠٢٦.

میں قرآنِ مجید کی عظمت وشان بیان ہوئی ہے اور دوسری مناسبت یہ ہے کہ سورۂ زُخْرُف کے آخر میں اس دن کا ذکر کیا گیا جس میں کفارِ مکہ کو عذاب دیئے جانے کا وعدہ کیا گیا ہے اور سورۂ دُخان میں اس دن کا وصف بیان ہوا ہے کہ اس دن آسمان ایک ظاہر دھواں لائے گا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

حٰمٓ ۚ ﴿۱﴾ وَ الۡكِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ۙ﴿۲﴾ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنۡذِرِیۡنَ ﴿۳﴾

مع ۱۲

ترجمۂ کنزالایمان: قسم اس روشن کتاب کی۔ بیشک ہم نے اُسے برکت والی رات میں اُتارا بیشک ہم ڈر سنانے والے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: حٰمٓ۔ اس روشن کتاب کی قسم۔ بیشک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا، بیشک ہم ڈر سنانے والے ہیں۔

﴿حٰمٓ﴾ یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

﴿وَ الۡكِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ: اس روشن کتاب کی قسم۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اس قرآنِ پاک کی قسم! جو حلال اور حرام وغیرہ ان احکام کو بیان فرمانے والا ہے جن کی لوگوں کو حاجت اور ضرورت ہے، بیشک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا کیونکہ ہماری شان یہ ہے کہ ہم اپنے عذاب کا ڈر سنانے والے ہیں۔

اکثر مفسرین کے نزدیک برکت والی رات سے شبِ قدر مراد ہے اور بعض مفسرین اس سے شبِ براءت مراد لیتے ہیں۔اس رات میں مکمل قرآنِ پاک لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا کی طرف اتارا گیا، پھر وہاں سے حضرت جبریل عَلَیْهِ السَّلَام 23 سال کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا لے کر نازل ہوئے اور اسے برکت والی رات اس لئے فرمایا گیا کہ اس میں قرآنِ پاک نازل ہوا اور ہمیشہ اس رات میں خیر و برکت نازل ہوتی ہے اور دعائیں (خصوصیت کے ساتھ) قبول کی جاتی ہیں۔

جن کثیر علماء کے نزدیک یہاں آیت میں برکت والی رات سے شبِ قدر مراد ہے، ان کی دلیل یہ آیاتِ مبارکہ ہیں،

(1)......اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ[1] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** بیشک ہم نے اس قرآن کو شبِ قدر میں نازل کیا۔

اس آیت میں ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے شبِ قدر میں قرآنِ مجید کو نازل فرمایا اور یہاں ارشاد فرمایا گیا کہ ”اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ“ یعنی بیشک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا۔اسی لئے ضروری ہے کہ شبِ قدر اور مبارک رات سے ایک ہی رات مراد ہوتا کہ قرآنِ مجید کی آیات میں تضاد لازم نہ آئے۔

(2)......اور ارشاد فرمایا:

شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡاٰنُ[2] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔

اس آیت میں فرمایا گیا کہ قرآنِ مجید کو رمضان کے مہینے میں نازل کیا گیا اور یہاں یوں ارشاد فرمایا کہ ”اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ“ یعنی بیشک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا۔تو ضروری ہوا کہ یہ رات بھی رمضان کے مہینے میں واقع ہو اور جس شخص نے بھی یہ کہا ہے کہ مبارک رات رمضان کے مہینے میں واقع ہے اس نے یہی کہا کہ مبارک رات شبِ قدر ہے۔[3]

1 ......قدر:١.

2 ......بقرہ:١٨٥.

3 ......تفسیر کبیر، الدخان، تحت الآیۃ: ٣، ٩/٦٥٢، خازن، الدخان، تحت الآیۃ: ٣، ٤/١١٢، مدارك، الدخان، تحت الآیۃ: ٣، ص١١٠٩، ابو سعود، الدخان، تحت الآیۃ: ٤، ٥/٥٥٤، ملتقطاً.

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کہ برکت والی رات کے بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد شبِ براءت ہے، اس مناسبت سے یہاں شبِ براءت کے دو فضائل ملاحظہ ہوں

(1)......اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ چار راتوں میں بھلائیوں کے دروازے کھول دیتا ہے: (1) بقر عید کی رات (2) عید الفطر کی رات (3) شعبان کی پندرہویں رات کہ اس رات میں مرنے والوں کے نام اور لوگوں کا رزق اور (اِس سال) حج کرنے والوں کے نام لکھے جاتے ہیں (4) عرفہ کی رات اذانِ (فجر) تک۔''[1]

(2)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میرے پاس جبریل آئے اور کہا یہ شعبان کی پندرہویں رات ہے اس میں اللہ تعالیٰ جہنم سے اتنے لوگوں کو آزاد فرماتا ہے جتنے بنی کلب کی بکریوں کے بال ہیں مگر کافر اور عداوت والے اور رشتہ کاٹنے والے اور (تکبر کی وجہ سے) کپڑا لٹکانے والے اور والدین کی نافرمانی کرنے والے اور شراب کے عادی کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرماتا۔[2]

فِيۡهَا يُفۡرَقُ كُلُّ اَمۡرٍ حَكِيۡمٍ ۙ﴿۴﴾ اَمۡرًا مِّنۡ عِنۡدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرۡسِلِيۡنَ ۚ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس میں بانٹ دیا جاتا ہے ہر حکمت والا کام۔ ہمارے پاس کے حکم سے بیشک ہم بھیجنے والے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس رات میں ہر حکمت والا کام بانٹ دیا جاتا ہے۔ ہمارے پاس کے حکم سے، بیشک ہم ہی بھیجنے والے ہیں۔

﴿فِيۡهَا يُفۡرَقُ: اس رات میں بانٹ دیا جاتا ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اس برکت والی رات میں سال بھر میں ہونے والا ہر حکمت والا کام جیسے رزق، زندگی، موت اور دیگر احکام ان فرشتوں کے درمیان

1 ......در منثور، الدخان، تحت الآية: ٤، ٧/٢ ٤٠.

2 ......شعب الايمان، الباب الثالث و العشرون من شعب الايمان ... الخ، ما جاء في ليلة النصف من شعبان، ٣ / ٣٨٣، الحديث: ٣٨٣٧.

بانٹ دیئے جاتے ہیں جو انہیں سرانجام دیتے ہیں اور یہ تقسیم ہمارے حکم سے ہوتی ہے۔ بیشک ہم ہی سَیِّدُ المرسلین محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان سے پہلے انبیاء عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بھیجنے والے ہیں۔[1]

یاد رہے کہ کئی احادیث میں بیان ہوا ہے کہ 15 شعبان کی رات لوگوں کے اُمور کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے، جیسا کہ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہَا فرماتی ہیں، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ’’کیا تم جانتی ہو اس رات یعنی پندرہویں شعبان میں کیا ہے؟ میں نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اس میں کیا ہے؟ ارشاد فرمایا ’’اس رات میں اس سال پیدا ہونے والے تمام بچے لکھ دیئے جاتے ہیں اور اس سال مرنے والے سارے انسان لکھ دیئے جاتے ہیں اور اس رات میں ان کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں اور ان کے رزق اتارے جاتے ہیں۔‘‘[2]

ان احادیث اور اس آیت میں مطابقت یہ ہے کہ فیصلہ 15 شعبان کی رات ہوتا ہے اور شبِ قدر میں وہ فیصلہ ان فرشتوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے جنہوں نے اس فیصلے کے مطابق عمل کرنا ہوتا ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا فرماتے ہیں ’’لوگوں کے اُمور کا فیصلہ نصف شعبان کی رات کر دیا جاتا ہے اور شبِ قدر میں یہ فیصلہ ان فرشتوں کے سپرد کر دیا جاتا ہے جو ان اُمور کو سرانجام دیں گے۔‘‘[3]

رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ۙ﴿۶﴾ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ مَا بَیۡنَهُمَا ۘ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّوۡقِنِیۡنَ ﴿۷﴾

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: تمہارے رب کی طرف سے رحمت بیشک وہی سنتا جانتا ہے۔ وہ جو رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اگر تمہیں یقین ہو۔

---

1 ......جلالین، الدخان، تحت الآیۃ: ٤-٥، ص ٤١٠، روح البیان، الدخان، تحت الآیۃ: ٤-٥، ٨/٤٠٤، ملتقطاً.

2 ......مشکوۃ المصابیح، کتاب الصلاۃ، باب قیام شھر رمضان، الفصل الثالث، ١/٢٥٤، الحدیث: ١٣٠٥.

3 ......بغوی، الدخان، تحت الآیۃ: ٤، ٤/١٣٣.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمہارے رب کی طرف سے رحمت ہے، بیشک وہی سننے والا، جاننے والا ہے۔ وہ جو رب ہے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا، اگر تم یقین رکھنے والے ہو۔

﴿رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ: **تمہارے رب کی طرف سے رحمت۔**﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کا اترنا اور رسولوں کی تشریف آوری تمہارے اس رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے بندوں پر رحمت ہے جو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے، بیشک وہی ان کی باتوں کو سننے والا اور ان کے کاموں اور احوال کو جاننے والا ہے۔ اے کفارِ مکہ! اگر تمہیں اس بات کا یقین ہو کہ **اللہ** تعالیٰ ہی آسمان و زمین کا رب ہے تو اس بات پر بھی یقین کرلو کہ محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ **اللہ** تعالیٰ کے رسول ہیں۔ [1]

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحۡیٖ وَ یُمِیۡتُ ؕ رَبُّكُمۡ وَ رَبُّ اٰبَآىِٕكُمُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۸﴾ بَلۡ هُمۡ فِیۡ شَكٍّ یَّلۡعَبُوۡنَ ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں وہ جلائے اور مارے تمہارا رب اور تمہارے اگلے باپ دادا کا رب۔ بلکہ وہ شک میں پڑے کھیل رہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے، وہ تمہارا رب اور تمہارے اگلے باپ دادا کا رب ہے۔ بلکہ وہ کافر شک میں پڑے کھیل رہے ہیں۔

﴿لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ: **اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔**﴾ یعنی اے لوگو! زمین و آسمان اور ان کے درمیان موجود تمام چیزوں کے رب کے علاوہ تمہارا اور کوئی معبود نہیں، لہٰذا تم اس کے علاوہ اور کسی کی عبادت نہ کرو کیونکہ **اللہ** تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ **اللہ** تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے زندگی دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے موت دیتا ہے، وہ تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے گزرے ہوئے باپ دادا کا بھی رب ہے، جس کی ایسی شان ہے صرف وہی رب

1 ......مدارك، الدخان، تحت الآية: ٦-٧، ص ١١١٠، جلالين، الدخان، تحت الآية: ٦-٧، ص ٤١١، ملتقطاً.

ہونے اور عبادت کئے جانے کے لائق ہے۔ (1)

﴿بَلْ هُمْ: بلکہ وہ کافر۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے جو دلائل ذکر کئے گئے ان کا تقاضا تو یہ تھا کہ کفار اس کی وحدانیت کو مان لیتے لیکن یہ پھر بھی نہیں مانتے بلکہ وہ اس کی طرف سے شک میں پڑے اور دنیا کے کھیل کود میں مصروف ہیں اور انہیں اپنی آخرت کی کوئی فکر ہی نہیں۔

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ﴿١٠﴾ يَّغْشَى النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١١﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو تم اس دن کے منتظر رہو جب آسمان ایک ظاہر دھواں لائے گا۔ کہ لوگوں کو ڈھانپ لے گا یہ ہے دردناک عذاب۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو تم اس دن کے منتظر رہو جب آسمان ایک ظاہر دھواں لائے گا۔ جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا۔ یہ ایک دردناک عذاب ہے۔

﴿فَارْتَقِبْ: تو تم منتظر رہو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف سے اسلام کی دعوت ملنے پر کفارِ قریش آپ کو جھٹلاتے، آپ کی نافرمانی کرتے اور آپ کا مذاق اڑاتے، اس بنا پر رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کے خلاف دعا کی کہ ''یا رب! انہیں ایسے سات سالہ قحط کی مصیبت میں مبتلا کر جیسے سات سال کا قحط حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانے میں بھیجا تھا۔'' یہ دعا قبول ہوئی اور سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرمایا گیا ''اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کافروں کیلئے اس دن کے منتظر رہو جب آسمان ایک ظاہر دھواں لائے گا جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا۔'' چنانچہ قریش پر قحط سالی آئی اور یہاں تک اس کی شدت ہوئی کہ وہ لوگ مردار کھا گئے اور بھوک سے اس حال کو پہنچ گئے کہ جب اوپر کو

1 ......تفسیر طبری، الدخان، تحت الآیۃ: ۸، ۱۱/۲۲۴.

نظر اٹھاتے اور آسمان کی طرف دیکھتے تو ان کو دھواں ہی دھواں معلوم ہوتا، یعنی ایک تو کمزوری کی وجہ سے انہیں نگاہوں کے سامنے اندھیرا محسوس ہوتا اور دوسرا قحط سے زمین خشک ہوگئی، اس سے خاک اڑنے لگی اور غبار نے ہوا کو ایسا گدلا کر دیا کہ انہیں آسمان دھوئیں کی طرح محسوس ہوتا۔ اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں دھوئیں سے مراد وہ دھواں ہے جو قیامت کی علامات میں سے ہے اور قیامت کے قریب ظاہر ہوگا، اس سے مشرق و مغرب بھر جائیں گے، چالیس دن اور رات رہے گا، اس سے مومن کی حالت تو ایسے ہوجائے گی جیسے زکام ہو جائے جبکہ کافر مدہوش ہو جائیں گے، ان کے نتھنوں، کانوں اور بدن کے سوراخوں سے دھواں نکلے گا۔ (1)

رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس دن کہیں گے اے ہمارے رب ہم پر سے عذاب کھول دے ہم ایمان لاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اس دن کہیں گے) اے ہمارے رب! ہم سے عذاب دور کردے، ہم ایمان لاتے ہیں۔

﴿ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ: اے ہمارے رب! ہم سے عذاب دور کردے۔﴾ یعنی جس دن وہ دھواں لوگوں کو ڈھانپ لے گا اس دن وہ کہیں گے: یہ ایک دردناک عذاب ہے، اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، ہم سے عذاب دور کردے، ہم ایمان لاتے ہیں اور تیرے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اور قرآن پاک کی تصدیق کرتے ہیں، چنانچہ اس قحط سالی سے تنگ آ کر ابوسفیان حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ دعا فرمائیں اگر قحط دور ہوگیا تو ہم آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لے آئیں گے۔ (2)

اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ﴿۱۴﴾

وقف لازم

1 ……خازن، الدخان، تحت الآية: ١٠-١١، ٤/١١٣، جمل، الدخان، تحت الآية: ١٠-١١، ٧/١١٨-١١٩، ملتقطاً.

2 ……تفسير كبير، الدخان، تحت الآية: ١٢، ٩/٦٥٧، روح المعاني، الدخان، تحت الآية: ١٢، ١٣/١٦٤، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: کہاں سے ہوانہیں نصیحت ماننا حالانکہ ان کے پاس صاف بیان فرمانے والا رسول تشریف لاچکا۔ پھراس سے روگرداں ہوئے اور بولے سکھایا ہوا دیوانہ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کیلئے نصیحت ماننا کہاں ہوگا؟ حالانکہ ان کے پاس صاف بیان فرمانے والا رسول تشریف لاچکا۔ پھر وہ اس سے منہ پھیر گئے اور کہنے لگے: یہ تو سکھایا ہوا ایک دیوانہ ہے۔

﴿اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى: ان کیلئے نصیحت ماننا کہاں ہوگا؟﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ان سے عذاب دور کر دیا جائے تو بھی یہ کہاں ایمان لائیں گے حالانکہ یہ اس سے بڑی بڑی وہ علامات دیکھ چکے ہیں جن سے نصیحت حاصل کر کے ایمان قبول کر سکتے تھے اور وہ علامات یہ ہیں کہ ان کے پاس ایک عظیم الشّان رسول تشریف لایا اور اس نے ان کے سامنے روشن آیات اور ایسے مضبوط معجزات کے ذریعے حق کے راستوں کو واضح کیا کہ انہیں دیکھ کر پہاڑ بھی اپنی جگہ سے سَرک جائیں لیکن میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف سے پیش کی گئی روشن آیات اور مضبوط معجزات دیکھ کر بھی یہ لوگ ان سے منہ پھیر گئے اور صرف منہ پھیرنے کو ہی کافی نہیں سمجھا بلکہ ان کے متعلق یہ اِفتراء بھی کرنے لگے کہ یہ تو کسی آدمی کی طرف سے سکھایا ہوا ہے اور دیوانہ ہے جسے وحی کی غشی طاری ہونے کے وقت جنات یہ کلمات تلقین کر جاتے ہیں۔ (1)

قرآنِ پاک کی حقانیت پر کفار کا حال

قرآنِ مجید کی حقانیت دیکھ کر کفار بہت زیادہ بوکھلا گئے تھے، اسی وجہ سے وہ قرآنِ کریم سے لوگوں کو بہکانے کیلئے کبھی کچھ کہتے اور کبھی کچھ، جیسے کبھی وہ یہ دعویٰ کرتے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کسی آدمی نے سکھایا ہے، جیسا کہ سورۂ نحل میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا یُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم جانتے ہیں کہ وہ کافر کہتے ہیں: اس نبی کو ایک آدمی سکھاتا ہے۔

---

1 ......ابو سعود، الدخان، تحت الآية: ١٣-١٤، ٥/٥٥٦، تفسير كبير، الدخان، تحت الآية: ١٣-١٤، ٩/٦٥٧-٦٥٨، ملتقطاً.

پھر ان کفار کا رد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لِسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْهِ اَعْجَمِیٌّ وَّ هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس آدمی کی طرف یہ منسوب کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ قرآن روشن عربی زبان میں ہے۔

کبھی یہ کہتے کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے اسے اپنی طرف سے بنالیا ہے، جیسا کہ سورۂ فرقان میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفْكُ ﹰافْتَرٰىهُ وَ اَعَانَهٗ عَلَیْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں نے کہا: یہ قرآن تو صرف ایک بڑا جھوٹ ہے جو انہوں نے خود بنالیا ہے اور اس پر دوسرے لوگوں نے (بھی) ان کی مدد کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّ زُوْرًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو بیشک وہ (کافر) ظلم اور جھوٹ پر آگئے ہیں۔

اور کبھی یہ دعویٰ کرتے کہ قرآن پہلے لوگوں کی کہانیوں پر مشتمل ایک کتاب ہے۔ جیسا کہ سورۂ فرقان ہی میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ قَالُوْۤا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِیَ تُمْلٰى عَلَیْهِ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں نے کہا: (یہ قرآن) پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جو اس (نبی) نے کسی سے لکھوالی ہیں تو یہی ان پر صبح و شام پڑھی جاتی ہیں۔

اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِیْلًا اِنَّكُمْ عَآىِٕدُوْنَ ﴿۱۵﴾

وقف لازم

1 ......نحل: ١٠٣.

2 ......فرقان: ٤.

3 ......فرقان: ٥.

ترجمۂ کنزالایمان: ہم کچھ دنوں کو عذاب کھولے دیتے ہیں تم پھر وہی کرو گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم کچھ دنوں کیلئے عذاب دور کرنے والے ہیں ۔ بیشک تم پھر لوٹنے والے ہو۔

﴿اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِیْلًا: ہم کچھ دنوں کیلئے عذاب دور کرنے والے ہیں۔﴾ اس آیت میں کفارِ مکہ سے فرمایا جا رہا ہے کہ جیسے ہی ہم تم سے کچھ دنوں کے لئے عذاب دور کردیں گے تم پھر اسی شرک کی طرف لوٹ جاؤ گے جس پر اس سے پہلے قائم تھے۔ اس سے مقصود یہ تنبیہ کرنا ہے کہ وہ لوگ اپنے عہد کو پورا نہیں کریں گے کیونکہ ان کا حال یہ ہے کہ جب کسی مصیبت کی وجہ عاجز ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑگڑاتے ہیں اور جب ان کا خوف اور مصیبت دور ہو جاتی ہے تو اپنے کفر اور آباء واَجداد کی اندھی پیروی کی طرف پلٹ جاتے ہیں۔ (1)

چنانچہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے صدقے ان کی مصیبت دور ہو جانے کے بعد ایسا ہی ہوا کہ وہ لوگ ایمان نہ لائے اور اپنے شرک و کفر پر ہی قائم رہے۔

یَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰىۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ﴿١٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن ہم سب سے بڑی پکڑ پکڑیں گے بیشک ہم بدلہ لینے والے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دن کو یاد کرو جب ہم سب سے بڑی پکڑ پکڑیں گے۔ بیشک ہم بدلہ لینے والے ہیں۔

﴿یَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى: اس دن کو یاد کرو جب ہم سب سے بڑی پکڑ پکڑیں گے۔﴾ یعنی اے مشرکو! اگر میں تم پر نازل ہونے والا وہ عذاب دور کر دوں جس نے تمہیں بے حال کر دیا ہے، اس کے بعد پھر تم کفر کی طرف لوٹ جاؤ اور اپنے رب سے کیا ہوا عہد توڑ دو تو میں تم سے اس دن بدلہ لوں گا جب تمہیں بڑی پکڑ کے ساتھ پکڑوں گا۔ اس دن سے مراد قیامت کا دن ہے یا غزوۂ بدر کا دن مراد ہے۔ (2)

1 ......تفسیر کبیر، الدخان، تحت الآیة: ١٥، ٩/٦٥٨، ملخصاً.

2 ......تفسیر طبری، الدخان، تحت الآیة: ١٦، ١١/٢٣٠، مدارك، الدخان، تحت الآیة: ١٦، ص ١١١١، ملتقطاً.

وَ لَقَدۡ فَتَنَّا قَبۡلَهُمۡ قَوۡمَ فِرۡعَوۡنَ وَ جَآءَهُمۡ رَسُوۡلٌ كَرِيۡمٌ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے ان سے پہلے فرعون کی قوم کو جانچا اور اُن کے پاس ایک معزز رسول تشریف لایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے ان سے پہلے فرعون کی قوم کو جانچا اور ان کے پاس ایک معزز رسول تشریف لایا۔

﴿وَ لَقَدۡ فَتَنَّا قَبۡلَهُمۡ قَوۡمَ فِرۡعَوۡنَ: اور بیشک ہم نے ان سے پہلے فرعون کی قوم کو جانچا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ کفارِ مکہ اپنے کفر پر ہی قائم ہیں اور اس آیت سے بیان فرمایا کہ ان سے پہلے جو کفار گزرے ہیں ان کا طریقہ بھی یہی رہا تھا۔ چنانچہ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے مشرکینِ مکہ سے پہلے فرعون کی قوم کو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ذریعے آزمائش میں مبتلا کیا تا کہ وہ ایمان لے آئیں اور ان کا چھپا ہوا حال ظاہر ہو جائے لیکن انہوں نے ایمان کے مقابلے میں کفر کو ہی اختیار کیا۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے مشرکینِ مکہ سے پہلے فرعون کی قوم کو مہلت دے کر اور ان پر رزق وسیع کر کے انہیں آزمائش میں مبتلا کیا تا کہ ان کا چھپا ہوا حال ظاہر ہو جائے اور ان کے پاس ایک معزز رسول حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تشریف لائے۔ (1)

اَنۡ اَدُّوۡۤا اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰهِ ؕ اِنِّیۡ لَكُمۡ رَسُوۡلٌ اَمِیۡنٌ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہ اللہ کے بندوں کو مجھے سپرد کردو بیشک میں تمہارے لیے امانت والا رسول ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اور کہا) کہ اللہ کے بندوں کو میرے حوالے کردو۔ بیشک میں تمہارے لیے امانت والا رسول ہوں۔

﴿اَنۡ اَدُّوۡۤا اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰهِ: کہ اللہ کے بندوں کو میرے حوالے کردو۔﴾ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فرعون کے

---

1 ……تفسير كبير، الدخان، تحت الآية: ١٧، ٩/ ٦٥٩، روح البيان، الدخان، تحت الآية: ١٧، ٨/ ٤٠٩، مدارك، الدخان، تحت الآية: ١٧، ص١١١١، ملتقطاً.

پاس آئے تو اس سے فرمایا: بنی اسرائیل کو میرے حوالے کردو اور تم جو شدتیں اور سختیاں ان پر کرتے ہو اس سے انہیں رہائی دو، بیشک میں تمہارے لیے وحی پر امانت والا، رسول ہوں۔

نوٹ: حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ واقعہ سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر **47** میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔

وَّ اَنۡ لَّا تَعۡلُوۡا عَلَی اللّٰہِ ۚ اِنِّیۡۤ اٰتِیۡکُمۡ بِسُلۡطٰنٍ مُّبِیۡنٍ ﴿ۚ۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کے مقابل سرکشی نہ کرو میں تمہارے پاس ایک روشن سند لاتا ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کہ اللہ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو۔ بیشک میں تمہارے پاس روشن دلیل لاتا ہوں۔

﴿ وَ اَنۡ لَّا تَعۡلُوۡا عَلَی اللّٰہِ: اور یہ کہ اللہ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرعون سے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی وحی، اس کے رسول اور اس کے بندوں کی توہین کر کے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو، بیشک میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے معجزات کی صورت میں اپنی نبوت اور رسالت کی سچائی کی روشن دلیل لاتا ہوں جس کا انکار کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ [1]

وَ اِنِّیۡ عُذۡتُ بِرَبِّیۡ وَ رَبِّکُمۡ اَنۡ تَرۡجُمُوۡنِ ﴿۫۲۰﴾ وَ اِنۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا لِیۡ فَاعۡتَزِلُوۡنِ ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں پناہ لیتا ہوں اپنے رب اور تمہارے رب کی اس سے کہ تم مجھے سنگسار کرو۔ اور اگر تم میرا یقین نہ لاؤ تو مجھ سے کنارے ہو جاؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میں نے اس بات سے اپنے رب اور تمہارے رب کی پناہ لی کہ تم مجھے سنگسار کرو۔ اور اگر تم

1 ......روح البیان، الدخان، تحت الآیة: ۱۹، ۸/۴۱۰، مدارك، الدخان، تحت الآیة: ۱۹، ص ۱۱۱۱، ملتقطاً.

مجھ پر یقین نہ کرو تو مجھ سے الگ ہو جاؤ۔

﴿وَ اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَ رَبِّكُمْ: اور میں نے اپنے رب اور تمہارے رب کی پناہ لی۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ فرمایا تو فرعونیوں نے آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قتل کی دھمکی دی اور کہا کہ ہم تمہیں سنگسار کردیں گے۔ اس پر آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''میرا توکل اور اعتماد اس پر ہے جو میرا رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، مجھے تمہاری دھمکی کی کچھ پروا نہیں، اللہ تعالیٰ مجھے بچانے والا ہے اور اگر تم میری تصدیق نہیں کرتے تو مجھ سے الگ ہو جاؤ اور مجھے ایذا پہنچانے کی کوشش نہ کرو۔[1]

فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اُس نے اپنے رب سے دعا کی کہ یہ مجرم لوگ ہیں۔ ہم نے حکم فرمایا کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے نکل ضرور تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ یہ مجرم لوگ ہیں۔ تو (ہم نے فرمایا کہ) میرے بندوں کو راتوں رات لے کر نکل جاؤ، ضرور تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔

﴿فَدَعَا رَبَّهٗ: تو اس نے اپنے رب سے دعا کی۔﴾ فرعون اور اس کی قوم نے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اس بات کو بھی نہ مانا اور انہیں جھٹلایا تو حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یہ قبطی مشرک لوگ ہیں اور اپنے کفر پر قائم ہیں اور تو ان کا حال بہتر جانتا ہے، اس لئے جس چیز کے وہ مستحق ہیں تو ان کے ساتھ وہ فرما۔[2]

﴿فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا: تو میرے بندوں کو راتوں رات لے کر نکل جاؤ۔﴾ جب حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمالی اور انہیں حکم فرمایا کہ جب دشمن غافل ہو تو بنی اسرائیل کو راتوں رات لے کر مصر سے نکل جاؤ، جب فرعون کو تمہارے نکل جانے کی خبر ملے گی تو وہ اپنے لشکروں کے ساتھ تمہارا پیچھا کرے گا تا کہ

1 ......مدارك، الدخان، تحت الآية: ٢٠-٢١، ص ١١١١، جلالين، الدخان، تحت الآية: ٢٠-٢١، ص ٤١١، ملتقطاً.
2 ......جلالين، الدخان، تحت الآية: ٢٢، ص ٤١١، روح البيان، الدخان، تحت الآية: ٢٢، ٤١١/٨، ملتقطاً.

تمہیں قتل کردے، چنانچہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام روانہ ہوئے اور دریا پر پہنچ کر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عصا مارا تو دریا میں بارہ خشک راستے پیدا ہوگئے اور آپ بنی اسرائیل کے ساتھ دریا میں سے گزر گئے۔ (1)

وَاتۡرُكِ الۡبَحۡرَ رَهۡوًا ؕ اِنَّهُمۡ جُنۡدٌ مُّغۡرَقُوۡنَ ﴿۲۴﴾ كَمۡ تَرَكُوۡا مِنۡ جَنّٰتٍ وَّعُيُوۡنٍ ۙ﴿۲۵﴾ وَّزُرُوۡعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيۡمٍ ۙ﴿۲۶﴾ وَّنَعۡمَةٍ كَانُوۡا فِيۡهَا فٰكِهِيۡنَ ۙ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور دریا کو یونہی جگہ جگہ سے کھلا چھوڑ دے بیشک وہ لشکر ڈبویا جائے گا۔ کتنے چھوڑ گئے باغ اور چشمے۔ اور کھیت اور عمدہ مکانات۔ اور نعمتیں جن میں فارغُ البال تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور دریا کو جگہ جگہ سے کھلا ہوا چھوڑ دو بیشک وہ لشکر غرق کردیا جائے گا۔ وہ کتنے باغ اور چشمے چھوڑ گئے۔ اور کھیت اور عمدہ مکانات۔ اور نعمتیں جن میں وہ عیش کرنے والے تھے۔

﴿وَاتۡرُكِ الۡبَحۡرَ رَهۡوًا: اور دریا کو جگہ جگہ سے کھلا ہوا چھوڑ دو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پیچھے فرعون اور اس کا لشکر آ رہا تھا، اس پر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے چاہا کہ پھر عصا مار کر دریا کو ملا دیں تاکہ فرعون اس میں سے گزر نہ سکے تو آپ کو حکم ہوا: دریا کو جگہ جگہ سے گزرنے کیلئے کھلا ہوا چھوڑ دو تاکہ فرعونی ان راستوں سے دریا میں داخل ہوجائیں، بیشک وہ لشکر غرق کردیا جائے گا۔ یہ حکم سن کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اطمینان ہوگیا اور جب فرعون اور اس کے لشکر دریا میں داخل ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے دریا کے پانی کو ملا دیا جس سے وہ سب غرق ہوگئے اور وہ کتنے باغ، چشمے، کھیت، آراستہ و پیراستہ عمدہ مکانات، اور وہ نعمتیں جن میں وہ عیش کرنے والے تھے، چھوڑ گئے الغرض ان کا تمام مال و متاع اور سامان یہیں رہ گیا۔ (2)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو فرعونیوں کی موت کے وقت، جگہ اور کیفیت

1 ......روح البيان، الدخان، تحت الآية: ٢٣، ٨/٤١١.

2 ......مدارك، الدخان، تحت الآية: ٢٤-٢٧، ص١١١٢، جلالين، الدخان، تحت الآية: ٢٤-٢٧، ص٤١١، روح البيان، الدخان، تحت الآية: ٢٤-٢٧، ٨/٤١١-٤١٢، ملتقطاً.

سے مُطّلع فرما دیا تھا اور یہ سب چیزیں ان پانچ علوم میں سے ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے، معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو علومِ خمسہ سے بھی نوازتا ہے۔

كَذٰلِكَ ۖ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿٢٨﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے یونہی کیا اور ان کا وارث دوسری قوم کو کر دیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم نے یونہی کیا اور ان چیزوں کا دوسری قوم کو وارث بنا دیا۔

﴿ كَذٰلِكَ : ہم نے یونہی کیا۔﴾ یعنی ہم نے فرعون اور اس کی قوم کے ساتھ اسی طرح کیا کہ ان کا تمام مال ومتاع سلب کر لیا اور ان چیزوں کا دوسری قوم یعنی بنی اسرائیل کو وارث بنا دیا جو ان کے ہم مذہب تھے نہ رشتہ دار اور نہ دوست تھے۔[1]

آیت ”كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا“ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں،

(1)......کفار کی بستیوں اور ان کے مکانات میں رہنا منع نہیں، ہاں جہاں عذابِ الٰہی آیا ہو وہاں رہنا منع ہے اور چونکہ فرعون کی قوم پر مصر میں عذاب نہ آیا بلکہ انہیں وہاں سے نکال کر دریا میں غرق کیا گیا لہٰذا مصر میں رہنا درست ہوا۔

(2)......فرعون اور اس کی قوم کی ہلاکت کے بعد مصر میں خود بنی اسرائیل آباد ہوئے تھے۔ اس کی تائید قرآنِ پاک کی ان آیات سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ حضرت موسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم سے فرمایا:

عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عنقریب تمہارا رب تمہارے دشمنوں کو ہلاک کر دے گا اور تمہیں زمین میں جانشین بنا دے گا پھر وہ دیکھے گا کہ تم کیسے کام کرتے ہو۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

---

1 ......روح البيان، الدخان، تحت الآية: ٢٨، ٨/٤١٢، ملخصاً.

2 ......اعراف: ١٢٩.

وَاَوۡرَثۡنَا الۡقَوۡمَ الَّذِيۡنَ كَانُوۡا يُسۡتَضۡعَفُوۡنَ مَشَارِقَ الۡاَرۡضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِىۡ بٰرَكۡنَا فِيۡهَا ؕ وَتَمَّتۡ كَلِمَتُ رَبِّكَ الۡحُسۡنٰى عَلٰى بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ ۙ بِمَا صَبَرُوۡا ؕ وَدَمَّرۡنَا مَا كَانَ يَصۡنَعُ فِرۡعَوۡنُ وَقَوۡمُهٗ وَمَا كَانُوۡا يَعۡرِشُوۡنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے اس قوم کو جسے دبایا گیا تھا اُس زمین کے مشرقوں اور مغربوں کا مالک بنادیا جس میں ہم نے برکت رکھی تھی اور بنی اسرائیل پر ان کے صبر کے بدلے میں تیرے رب کا اچھا وعدہ پورا ہوگیا اور ہم نے وہ سب تعمیرات برباد کردیں جو فرعون اور اس کی قوم بناتی تھی اور وہ عمارتیں جنہیں وہ بلند کرتے تھے۔

فَمَا بَكَتۡ عَلَيۡهِمُ السَّمَآءُ وَالۡاَرۡضُ وَمَا كَانُوۡا مُنۡظَرِيۡنَ ﴿۲۹﴾

ع ۱ ۲۹ ۱۴

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان پر آسمان اور زمین نہ روئے اور انہیں مہلت نہ دی گئی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ان پر آسمان اور زمین نہ روئے اور انہیں مہلت نہ دی گئی۔

﴿ فَمَا بَكَتۡ عَلَيۡهِمُ السَّمَآءُ وَالۡاَرۡضُ: تو ان پر آسمان اور زمین نہ روئے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ فرعون اور اس کی قوم پر آسمان اور زمین نہ روئے کیونکہ وہ ایماندار نہ تھے اور انہیں عذاب میں گرفتار کرنے کے بعد توبہ وغیرہ کے لئے مہلت نہ دی گئی۔ [2]

مومن کی موت پر آسمان و زمین روتے ہیں

یاد رہے کہ جب کسی مومن کا انتقال ہوتا ہے تو اس پر آسمان و زمین روتے ہیں جیسا کہ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’ہر مومن کے لئے دو دروازے ہیں، ایک سے اعمال اوپر کی طرف چڑھتے ہیں اور دوسرے سے اس کا رزق اترتا ہے۔ جب وہ مرتا ہے تو دونوں اس پر روتے ہیں۔ اور اللّٰہ تعالیٰ کے اس فرمان ’’ فَمَا بَكَتۡ عَلَيۡهِمُ السَّمَآءُ وَالۡاَرۡضُ وَمَا كَانُوۡا مُنۡظَرِيۡنَ ‘‘ میں یہی

---

1 ......اعراف: ۱۳۷.

2 ......مدارك، الدخان، تحت الآية: ۲۹، ص ۱۱۱۲، خازن، الدخان، تحت الآية: ۲۹، ۴/۱۱۴، ملتقطاً.

مذکور ہے۔‘‘[1]

اور امام مجاہد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے کہا گیا کہ کیا مومن کی موت پر آسمان وزمین روتے ہیں؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: زمین اس بندے پر کیوں نہ روئے جو زمین کو اپنے رکوع وسجود سے آباد رکھتا تھا اور آسمان اس بندے پر کیوں نہ روئے جس کی تسبیح وتکبیر آسمان میں پہنچتی تھی۔[2]

بعض مفسرین کے نزدیک زمین وآسمان خود نہیں روتے بلکہ یہاں ان کے رونے سے مراد آسمان اور زمین والوں کا رونا ہے جیسا کہ حضرت حسن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا قول ہے کہ (زمین وآسمان کے رونے سے مراد یہ ہے کہ) آسمان والے اور زمین والے روتے ہیں۔[3]

وَلَقَدۡ نَجَّيۡنَا بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ مِنَ الۡعَذَابِ الۡمُهِيۡنِ ۙ﴿۳۰﴾ مِنۡ فِرۡعَوۡنَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الۡمُسۡرِفِيۡنَ ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے بنی اسرائیل کو ذلت کے عذاب سے نجات بخشی۔ فرعون سے بیشک وہ متکبر حد سے بڑھنے والوں میں سے تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے بنی اسرائیل کو رسوا کن عذاب سے نجات بخشی۔ فرعون سے، بیشک وہ متکبر، حد سے بڑھنے والوں میں سے تھا۔

﴿وَلَقَدۡ نَجَّيۡنَا بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ: اور بیشک ہم نے بنی اسرائیل کو نجات بخشی۔﴾ اس سے پہلی آیات میں فرعون کی ہلاکت کی کیفیت بیان کی گئی اور ان آیات میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی قوم پر کئے گئے احسانات کی کیفیت بیان کی جارہی ہے۔ چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بے شک ہم نے بنی اسرائیل

1 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة الدخان، ٥/١٧١، الحدیث: ٣٢٦٦.

2 ......خازن، الدخان، تحت الآیة: ٢٩، ٤/١١٤.

3 ......مدارك، الدخان، تحت الآیة: ٢٩، ص١١١٢.

کواس رُسوا کُن عذاب سے نجات بخشی جوانہیں فرعون کی طرف سے غلامی، مشقت سے بھر پور خدمتوں، محنتوں اوراولاد کے قتل کیے جانے کی صورت میں پہنچتا تھا۔ بیشک فرعون متکبراور حد سے بڑھنے والوں میں سے تھا۔ (1)

وَ لَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۲﴾ وَ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰیٰتِ مَا فِیْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِیْنٌ ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے اُنہیں دانستہ چن لیا اس زمانہ والوں سے۔ اور ہم نے اُنہیں وہ نشانیاں عطا فرمائیں جن میں صریح انعام تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے انہیں جانتے ہوئے اس زمانے والوں پر چن لیا۔ اور ہم نے انہیں وہ نشانیاں عطا فرمائیں جن میں واضح انعام تھا۔

﴿وَ لَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ: اور بیشک ہم نے انہیں جانتے ہوئے چن لیا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ (بنی اسرائیل پر ہم نے ایک احسان یہ کیا کہ) ہم نے اپنے علم کی بنا پر بنی اسرائیل کو اس زمانے میں تمام جہان والوں پر چُن لیا۔ (2)

یاد رہے کہ اس آیت سے یہ لازم نہیں آتا کہ بنی اسرائیل حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت سے بھی افضل ہیں کیونکہ بنی اسرائیل کا افضل ہونا اپنے زمانے کے اعتبار سے ہے۔

﴿وَ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰیٰتِ: اور ہم نے انہیں نشانیاں عطا فرمائیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ (بنی اسرائیل پر ہم نے ایک احسان یہ کیا کہ) ہم نے انہیں وہ نشانیاں عطا فرمائیں جن میں واضح انعام تھا جیسے ان کے لئے دریا میں خشک راستے بنائے، بادل کو سائبان کیا، مَنّ وسَلوٰی اتارا اور اس کے علاوہ اور نعمتیں دیں۔ (3)

1 ......تفسیر کبیر، الدخان، تحت الآیة: ٣٠-٣١، ٩/٦٦١، روح البیان، الدخان، تحت الآیة: ٣٠-٣١، ٨/٤١٤، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الدخان، تحت الآیة: ٣٢، ص١١١٢.

3 ......خازن، الدخان، تحت الآیة: ٣٣، ٤/١١٥.

اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَیَقُوۡلُوۡنَ ﴿۳۴﴾ اِنۡ هِیَ اِلَّا مَوۡتَتُنَا الۡاُوۡلٰی وَ مَا نَحۡنُ بِمُنۡشَرِیۡنَ ﴿۳۵﴾ فَاۡتُوۡا بِاٰبَآئِنَاۤ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک یہ کہتے ہیں۔ وہ تو نہیں مگر ہمارا ایک دفعہ کا مرنا اور ہم اٹھائے نہ جائیں گے۔ تو ہمارے باپ دادا کو لے آؤ اگر تم سچے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک یہ (کفارِ مکہ) ضرور کہتے ہیں۔ بیشک موت تو صرف ہماری پہلی موت ہی ہے اور ہم اٹھائے نہ جائیں گے۔ اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو لے آؤ۔

﴿اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَیَقُوۡلُوۡنَ: بیشک یہ ضرور کہتے ہیں۔﴾ یہاں سے دوبارہ کفارِ مکہ کے بارے میں کلام شروع ہو رہا ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ ضرور کہتے ہیں کہ اس زندگانی کے بعد ایک موت کے علاوہ ہمارے لئے اور کوئی حال اور زندگی باقی نہیں۔ اس سے ان کا مقصود موت کے بعد زندہ کئے جانے کا انکار کرنا تھا جس کو اگلے جملے میں واضح کر دیا کہ ہم موت کے بعد دوبارہ کبھی زندہ کر کے اٹھائے نہیں جائیں گے، اگر تم اس بات میں سچے ہو کہ ہم مرنے کے بعد زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے تو ہمارے باپ دادا کو دوباہ زندہ کر کے لے آؤ۔

کفارِ مکہ نے یہ سوال کیا تھا کہ اگر موت کے بعد کسی کا زندہ ہونا ممکن ہو تو قُصَیّ بن کلاب کو زندہ کر دو اور یہ ان کی جاہلانہ بات تھی کیونکہ جس کام کے لئے وقت مُعَیَّن ہو اس کا اس وقت سے پہلے وجود میں نہ آنا اس کے ناممکن ہونے کی دلیل نہیں ہوتا اور نہ اس کا انکار صحیح ہوتا ہے، جیسے اگر کوئی شخص کسی نئے اُگے ہوئے درخت یا پودے کو کہے کہ اس میں سے اب پھل نکالو ورنہ ہم نہیں مانیں گے کہ اس درخت سے پھل نکل سکتا ہے تو اس کو جاہل قرار دیا جائے گا اور اس کا انکار محض حماقت یا جھگڑا ہوگا۔ (1)

1 ......تفسیر کبیر، الدخان، تحت الآیۃ: ٣٤-٣٦، ٩/٦٦٢، روح البیان، الدخان، تحت الآیۃ: ٣٤-٣٦، ٨/٤١٦-٤١٧، ملتقطاً.

اَهُمْ خَیْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍۙ وَّ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْؕ اَهْلَكْنٰهُمْ٘ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِیْنَ(۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا وہ بہتر ہیں یا تُبّع کی قوم اور جوان سے پہلے تھے ہم نے انہیں ہلاک کردیا بیشک وہ مجرم لوگ تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا وہ بہتر ہیں یا تبع (نامی بادشاہ) کی قوم اوران سے پہلے والے لوگ؟ ہم نے انہیں ہلاک کردیا بیشک وہ مجرم لوگ تھے۔

﴿اَهُمْ خَیْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ: کیا وہ بہتر ہیں یا تبع کی قوم۔﴾ اس آیت میں کفارِقریش کا رد کیا گیا ہے کہ کیا طاقت وقوت اور شان وشوکت میں کفارِمکہ بہتر ہیں یا تُبَّع نامی بادشاہ کی قوم اوران سے پہلے والے لوگ جیسے عاد اور ثمود وغیرہ جو کہ کافر امتوں میں سے تھے؟ ان لوگوں کا انجام یہ ہوا کہ ہم نے انہیں ان کے کفر کے باعث ہلاک کردیا، بیشک وہ کافر مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کے منکر لوگ تھے جس کی وجہ سے عذاب کے حقدار ٹھہرے۔ جب یہ کفارِمکہ سے زیادہ طاقت وقوت رکھنے کے باوجود کفر کی وجہ سے ہلاک ہوگئے تو کفارِمکہ جو کہ کفر میں ان کے شریک ہیں، انہیں ہلاک کرنا کونسا دشوار کام ہے، حالانکہ یہ تو ان کے مقابلے میں انتہائی کمزور ہیں۔

یاد رہے کہ اس آیت میں جس تُبَّع کا ذکر ہے یہ تُبَّع حِمْیَری تھے، یہ خود مومن اور یمن کے بادشاہ تھے لیکن ان کی قوم کافر تھی جو کہ انتہائی طاقت وقوت اور شان وشوکت کی مالک تھی اوران کی تعداد بھی بہت کثیر تھی۔[1]

حضرت سہل بن سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تُبَّع کو برا بھلا نہ کہو کیونکہ وہ اسلام قبول کر چکے تھے۔''[2]

اسی تُبَّع نے مدینہ منورہ بسایا، اس تُبَّع نے حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو غائبانہ خط لکھ کر لوگوں کو سپرد

1 ......روح البيان، الدخان، تحت الآية: ٣٧، ٨ /٤١٨، خازن، الدخان، تحت الآية: ٣٧، ٤/١١٥، مدارك، الدخان، تحت الآية: ٣٧، ص١١١٣، ملتقطاً.

2 ......معجم الكبير، سهل بن سعد الساعدي، ابو زرعة عمرو بن جابر الحضرمي عن سهل بن سعد، ٦/٢٠٣، الحديث: ٦٠٣١.

کیا تھا، کہ جب حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جلوہ گر ہوں تو میرا یہ خط پیش کر دیا جائے، چنانچہ حضرت ابو ایوب انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے مکان میں جب حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف فرما ہوئے تو حضرت ابو یعلٰی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے وہ خط پیش کیا۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے نہ بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے کھیل کے طور پر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو کھیل کے طور پر نہیں بنایا۔

﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ: اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو کھیل کے طور پر نہیں بنایا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو ایسے ہی کھیل کے طور پر بے مقصد نہیں بنایا کیونکہ اگر مرنے کے بعد اٹھنا اور حساب و ثواب نہ ہو تو مخلوق کی پیدائش محض فنا کے لئے ہوگی اور یہ عبث و لعب ہے، تو اس دلیل سے ثابت ہوا کہ اس دنیوی زندگی کے بعد اخروی زندگی ضرور ہے جس میں اعمال کا حساب ہوگا اور ان کی جزا ملے گی۔[1]

مَا خَلَقْنٰهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے اُنہیں نہ بنایا مگر حق کے ساتھ لیکن ان میں اکثر جانتے نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم نے انہیں حق کے ساتھ ہی بنایا لیکن ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں۔

﴿مَا خَلَقْنٰهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ: ہم نے انہیں حق کے ساتھ ہی بنایا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ

1 ......مدارك، الدخان، تحت الآية: ٣٨، ص١١١٣، بيضاوى، الدخان، تحت الآية: ٣٨، ١٦٣/٥، ملتقطاً.

ان کے درمیان ہے سب کو حق کے ساتھ ہی بنایا تا کہ لوگوں کو فرمانبرداری کرنے پر ثواب دیں اور نافرمانی کرنے پر عذاب کریں لیکن کفارِ مکہ میں سے اکثر لوگ غفلت اور غور و فکر نہ کرنے کے باعث جانتے نہیں کہ آسمان و زمین پیدا کرنے کی حکمت یہ ہے اور حکیم کا کوئی فعل بیکار نہیں ہوتا۔ (1)

اِنَّ یَوۡمَ الۡفَصۡلِ مِیۡقَاتُهُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۴۰﴾ یَوۡمَ لَا یُغۡنِیۡ مَوۡلًی عَنۡ مَّوۡلًی شَیۡـًٔا وَّ لَا هُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ ﴿۴۱﴾ اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ﴿۴۲﴾

ع ٢ ١٣ ١٥

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک فیصلہ کا دن ان سب کی میعاد ہے۔ جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ ان کی مدد ہوگی۔ مگر جس پر اللہ رحم کرے بیشک وہی عزت والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک فیصلے کا دن ان سب کا مقرر کیا ہوا وقت ہے۔ جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔ مگر جس پر اللہ مہربانی فرمائے، بیشک وہی عزت والا، مہربان ہے۔

﴿اِنَّ یَوۡمَ الۡفَصۡلِ: بیشک فیصلے کا دن۔﴾ یعنی قیامت کا دن جس میں اللہ تبارَکَ وَتَعَالٰی اپنے بندوں میں فیصلہ فرمائے گا، وہ ان سب کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کیلئے مقرر کیا ہوا وقت ہے اور اس دن اللہ تعالیٰ اگلوں پچھلوں سب کو ان کے اعمال کی جزا دے گا۔ (2)

﴿یَوۡمَ لَا یُغۡنِیۡ مَوۡلًی عَنۡ مَّوۡلًی شَیۡـًٔا: جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کا دن ایسا ہے کہ اس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا اور رشتے داری اور محبت نفع نہ دے گی اور نہ ان کافروں کی مدد کی جائے گی البتہ مومنین اللہ تعالیٰ کے اذن سے ایک دوسرے کی شفاعت کریں گے۔ بے شک وہی اللہ عَزَّوَجَلَّ عزت والا اور اپنے دشمنوں سے انتقام لینے میں غلبے والا ہے

1 ......خازن، الدخان، تحت الآیة: ٣٩، ٤/١١٦، روح البیان، الدخان، تحت الآیة: ٣٩، ٨/٤٢٣، ملتقطاً.

2 ......خازن، الدخان، تحت الآیة: ٤٠، ٤/١١٦، مدارك، الدخان، تحت الآیة: ٤٠، ص١١١٣، ملتقطاً.

اور اپنے دوستوں یعنی ایمان والوں پر مہربان ہے۔[1]

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوۡمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الۡاَثِیۡمِ ﴿۴۴﴾ کَالۡمُهۡلِ یَغۡلِیۡ فِی الۡبُطُوۡنِ ﴿۴۵﴾ کَغَلۡیِ الۡحَمِیۡمِ ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک تھوہڑ کا پیڑ۔ گنہگاروں کی خوراک ہے۔ گلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹوں میں جوش مارے۔ جیسا کھولتا پانی جوش مارے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک زقوم کا درخت۔ گنہگار کی خوراک ہے۔ گلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹوں میں جوش مارتا ہوگا۔ جیسا کھولتا ہوا پانی جوش مارتا ہے۔

﴿اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوۡمِ : بیشک زقوم کا درخت۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک جہنم کا کانٹے دار اور انتہائی کڑوا زقوم نام کا درخت بڑے گناہگار یعنی کافر کی خوراک ہے اور جہنمی زقوم کی کیفیت یہ ہے کہ گلے ہوئے تانبے کی طرح کفار کے پیٹوں میں ایسے جوش مارتا ہوگا جیسے کھولتا ہوا پانی جوش مارتا ہے۔[2]

زقوم نامی درخت کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخۡرُجُ فِیۡۤ اَصۡلِ الۡجَحِیۡمِ ﴿۶۴﴾ طَلۡعُهَا کَاَنَّهٗ رُءُوۡسُ الشَّیٰطِیۡنِ ﴿۶۵﴾ فَاِنَّهُمۡ لَاٰکِلُوۡنَ مِنۡهَا فَمَالِـُٔوۡنَ مِنۡهَا الۡبُطُوۡنَ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ ایک درخت ہے جو جہنم کی جڑ میں سے نکلتا ہے۔ اس کا شگوفہ ایسے ہے جیسے شیطانوں کے سر ہوں۔ پھر بیشک وہ اس میں سے کھائیں گے پھر اس سے پیٹ بھریں گے۔

1 ......خازن، الدخان، تحت الآیة: ٤١-٤٢، ١١٦/٤، جمل، الدخان، تحت الآیة: ٤١-٤٢، ١٣٠/٧، ملتقطاً.

2 ......ابو سعود، الدخان، تحت الآیة: ٤٣-٤٦، ٥/٥٦٠، جلالین، الدخان، تحت الآیة: ٤٣-٤٦، ص٤١٢، ملتقطاً.

3 ......صافات: ٦٤-٦٦.

اور ارشاد فرمایا:

ثُمَّ اِنَّكُمۡ اَيُّهَا الضَّآلُّوۡنَ الۡمُكَذِّبُوۡنَ ﴿۵۱﴾ لَاٰكِلُوۡنَ مِنۡ شَجَرٍ مِّنۡ زَقُّوۡمٍ ﴿۵۲﴾ فَمَالِـُٔوۡنَ مِنۡهَا الۡبُطُوۡنَ ﴿۵۳﴾ فَشٰرِبُوۡنَ عَلَيۡهِ مِنَ الۡحَمِيۡمِ ﴿۵۴﴾ فَشٰرِبُوۡنَ شُرۡبَ الۡهِيۡمِ ﴿۵۵﴾ هٰذَا نُزُلُهُمۡ يَوۡمَ الدِّيۡنِ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھراے گمراہو، جھٹلانے والو! بیشک تم ضرور زقوم (نام) کے درخت میں سے کھاؤ گے۔ پھر تم اس سے پیٹ بھرو گے۔ پھر اس پر کھولتا ہوا پانی پیو گے۔ تو ایسے پیو گے جیسے سخت پیاسے اونٹ پیتے ہیں۔ انصاف کے دن یہ ان کی مہمانی ہے۔

اور حضرت **عبد اللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡهُمَا سے روایت ہے، **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اگر زقوم کا ایک قطرہ دنیا میں ٹپکا دیا جائے تو دنیا والوں کی زندگانی خراب ہو جائے تو اس شخص کا کیا حال ہو گا جس کا کھانا ہی یہ ہو گا۔''(2)

اللّٰہ تعالٰی ہمارا ایمان سلامت رکھے اور ہمیں جہنم کے اس بدترین عذاب سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

خُذُوۡهُ فَاعۡتِلُوۡهُ اِلٰى سَوَآءِ الۡجَحِيۡمِ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ صُبُّوۡا فَوۡقَ رَاۡسِهٖ مِنۡ عَذَابِ الۡحَمِيۡمِ ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اسے پکڑو ٹھیک بھڑکتی آگ کی طرف بزور گھسیٹتے لے جاؤ۔ پھر اس کے سر کے اوپر کھولتے پانی کا عذاب ڈالو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اسے پکڑو پھر سختی کے ساتھ اسے بھڑکتی آگ کے درمیان کی طرف گھسیٹتے لے جاؤ۔ پھر اس کے سر کے اوپر کھولتے پانی کا عذاب ڈالو۔

﴿خُذُوۡهُ: اسے پکڑو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ (حساب وکتاب کے بعد) جہنم کے فرشتوں

---

1 ......واقعه: ٥١-٥٦.

2 ......ترمذی، کتاب صفة جهنّم، باب ما جاء فی صفة شراب اهل النّار، ٢٦٣/٤، الحدیث: ٢٥٩٤.

کو حکم دیا جائے گا کہ اس گناہگار کو پکڑو، پھر سختی کے ساتھ اسے بھڑکتی آگ کے درمیان کی طرف گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ، پھر اس کے سر کے اوپر کھولتا ہوا پانی ڈالو تاکہ اس کی شدت سے اسے عذاب پہنچے۔[1]

نوٹ: جہنم کے کھولتے ہوئے پانی کی کیفیت کے بارے میں جاننے کے لئے سورۂ حج کی آیت نمبر 19 اور 20 کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴿٤٩﴾ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴿٥٠﴾

ترجمۂ کنزالایمان: چکھ ہاں ہاں تو ہی بڑا عزت والا کرم والا ہے۔ بیشک یہ ہے وہ جس میں تم شبہ کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: چکھ۔ تو تو بڑا عزت والا، کرم والا ہے۔ بیشک یہ وہ ہے جس میں تم شک کرتے تھے۔

﴿ذُقْ: چکھ۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب اس جہنمی کے سر پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا تو اس وقت اس کی تذلیل اور توہین کرتے ہوئے اس سے کہا جائے گا: اس ذلت اور اِہانت والے عذاب کو چکھ، تو اپنے گمان میں اپنی قوم کے نزدیک بڑا عزت والا کرم والا ہے، تو یہ تیری تعظیم ہو رہی ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں: ابو جہل نے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا: مکہ کے ان دو پہاڑوں کے درمیان مجھ سے زیادہ عزت والا اور کرم والا کوئی نہیں تو خدا کی قسم! آپ اور آپ کا رب میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اس کے لئے وعید کے طور پر یہ آیت نازل ہوئی اور اسے عذاب کے وقت یہ طعنہ دیا جائے گا۔

اگلی آیت میں فرمایا گیا کہ کفار سے یہ بھی کہا جائے گا: بیشک جو عذاب تم دیکھ رہے ہو یہ وہ عذاب ہے جس میں تم شک کرتے تھے اور اس پر ایمان نہیں لاتے تھے۔[2]

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ﴿٥١﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿٥٢﴾ يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿٥٣﴾ كَذٰلِكَ ۫ وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿٥٤﴾

[1] ......جلالين، الدخان، تحت الآية: ٤٧-٤٨، ص٤١٢، مدارك، الدخان، تحت الآية: ٤٧-٤٨، ص١١١٤، ملتقطاً.

[2] ......روح البيان، الدخان، تحت الآية: ٤٩-٥٠، ٨/٤٢٨، خازن، الدخان، تحت الآية: ٤٩-٥٠، ٤/١١٦، ملتقطاً.

يَدۡعُوۡنَ فِيۡهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيۡنَ ﴿۵۵﴾ لَا يَذُوۡقُوۡنَ فِيۡهَا الۡمَوۡتَ اِلَّا الۡمَوۡتَةَ الۡاُوۡلٰى ۚ وَوَقٰهُمۡ عَذَابَ الۡجَحِيۡمِ ﴿۵۶﴾ فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّكَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ﴿۵۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ڈر والے امان کی جگہ میں ہیں ۔ باغوں اور چشموں میں ۔ پہنیں گے کریب اور قنا دیز آمنے سامنے ۔ یونہی ہے اور ہم نے انہیں بیاہ دیا نہایت سیاہ اور روشن بڑی آنکھوں والیوں سے ۔ اس میں ہر قسم کا میوہ مانگیں گے امن وامان سے ۔ اس میں پہلی موت کے سوا پھر موت نہ چکھیں گے اور اللہ نے اُنہیں آگ کے عذاب سے بچالیا ۔ تمہارے ربّ کے فضل سے یہی بڑی کامیابی ہے ۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک ڈر والے امن والی جگہ میں ہوں گے ۔ باغوں اور چشموں میں ۔ باریک اور موٹے ریشم کے لباس پہنیں گے ، ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں گے ۔ یونہی ہوگا اور نہایت سیاہ اور روشن بڑی آنکھوں والی عورتوں سے ہم نے ان کا نکاح کر دیا ۔ وہ جنت میں بے خوف ہو کر ہر قسم کا پھل میوہ مانگیں گے ۔ اس میں پہلی موت کے سوا پھر موت کا ذائقہ نہ چکھیں گے اور اللہ نے انہیں آگ کے عذاب سے بچالیا ۔ تمہارے رب کے فضل سے ، یہی بڑی کامیابی ہے ۔

﴿ اِنَّ الۡمُتَّقِيۡنَ : بیشک ڈرنے والے ۔ ﴾ اس سے پہلی آیات میں کفار کے لئے وعید کا بیان ہوا اور یہاں سے پرہیز گاروں کے ساتھ کئے گئے وعدہ کا بیان ہو رہا ہے ۔ اس آیت اور اس کے بعد والی چھ آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک کفر اور گناہ کرنے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ایسی جگہ میں ہوں گے جہاں انہیں آفات سے امن نصیب ہوگا اور انہیں اس امن والی جگہ کے چھوٹ جانے کا کوئی خوف نہ ہوگا بلکہ یقین ہوگا کہ وہ وہیں رہیں گے ، وہ اس جگہ ہوں گے جہاں باغ اور بہنے والے چشمے ہوں گے ، وہاں وہ باریک اور موٹے ریشم کے لباس پہنیں گے اور وہ اپنی مجلسوں میں ایک دوسرے کے آمنے سامنے اس طرح ہوں گے کہ کسی کی پشت کسی کی طرف نہ ہوگی ۔ جنتی اسی طرح ہمیشہ دل پسند نعمتوں میں رہیں گے اور نہایت سیاہ اور روشن بڑی آنکھوں والی خوبصورت عورتوں سے ہم ان کی شادی کریں گے ۔ وہ جنت

میں اس طرح بے خوف ہو کر اپنے جنتی خادموں کو میوے حاضر کرنے کا حکم دیں گے کہ انہیں کسی قسم کا اندیشہ ہی نہ ہوگا، نہ میوے کم ہونے کا، نہ ختم ہو جانے کا، نہ نقصان پہنچانے کا، نہ اور کوئی اندیشہ ہوگا۔ وہ دنیا میں واقع ہونے والی پہلی موت کے سوا جنت میں پھر موت کا ذائقہ نہ چکھیں گے اور اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، اللّٰه تعالیٰ نے آپ کے رب کے فضل سے انہیں آگ کے عذاب سے بچا لیا اور اس سے نجات عطا فرمائی، یہی بڑی کامیابی ہے۔[1]

فَاِنَّمَا يَسَّرۡنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمۡ يَتَذَكَّرُوۡنَ ﴿٥٨﴾ فَارۡتَقِبۡ اِنَّهُمۡ مُّرۡتَقِبُوۡنَ ﴿٥٩﴾

ع ۳ / ۱۷ / ۱۲

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے اس قرآن کو تمہاری زبان میں آسان کیا کہ وہ سمجھیں۔ تو تم انتظار کرو وہ بھی کسی انتظار میں ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تو ہم نے اس قرآن کو تمہاری زبان میں آسان کر دیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ تو تم انتظار کرو، بیشک وہ بھی انتظار کر رہے ہیں۔

﴿ فَاِنَّمَا يَسَّرۡنٰهُ بِلِسَانِكَ: تو ہم نے اس قرآن کو تمہاری زبان میں آسان کر دیا۔ ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان عربی میں نازل فرما کر اس لئے آسان کر دیا تاکہ آپ کی قوم کے لوگ اسے سمجھیں اور اس سے نصیحت حاصل کریں اور اس کے احکامات پر عمل کریں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو آپ ان کی ہلاکت اور ان پر آنے والے عذاب کا انتظار کریں، بے شک وہ بھی آپ کی وفات کا انتظار کر رہے ہیں۔[2]

---

1 ......روح البيان، الدخان، تحت الآية: ٥١-٥٧، ٨/٤٢٨-٤٣١، جلالين، الدخان، تحت الآية: ٥١-٥٧، ص٤١٢، مدارك، الدخان، تحت الآية: ٥١-٥٧، ص١١١٤-١١١٥، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، الدخان، تحت الآية: ٥٨-٥٩، ٨/٤٣٣، خازن، الدخان، تحت الآية: ٥٨-٥٩، ٤/١١٧، ملتقطاً.

سُورَۃُ الجَاثِیَۃ

سورۂ جاثیہ کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ جاثیہ اس آیت "**قُلۡ لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا یَغۡفِرُوۡا**" کے علاوہ مکیہ ہے۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **4** رکوع، **37** آیتیں، **488** کلمے، اور **2191** حروف ہیں۔[2]

"جاثیہ" نام رکھے جانے کی وجہ

جاثیہ کا معنی ہے زانو کے بل گرا ہوا، اور اس سورت کی آیت نمبر 28 میں بیان کیا گیا کہ قیامت کی ہولناکیوں کی شدت سے ہر امت زانو کے بل گری ہوگی، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ جاثیہ رکھا گیا۔

سورۂ جاثیہ کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانے، حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کی تصدیق کرنے، قرآنِ مجید کو اللہ تعالیٰ کا کلام تسلیم کرنے، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزاء وسزا ملنے کا اعتراف کرنے کی دعوت دی گئی ہے، اور اس سورت میں یہ چیزیں بیان ہوئی ہیں۔

(1)......اس سورت کی بتداء میں بتایا گیا کہ آسمانوں اور زمینوں میں، انسانوں کی تخلیق اور جانوروں میں، رات اور دن کی تبدیلیوں میں، آسمان سے بارش نازل کر کے بنجر زمین کو سرسبز وشاداب کرنے میں اور ہواؤں کی گردش میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت کی نشانیاں موجود ہیں تو ان نشانیوں کو جھٹلا کر مشرکین کونسی بات پر ایمان لائیں گے۔

(2)......قرآنِ مجید کی آیتیں سن کر ایمان لانے سے تکبر کرنے والے، اپنے کفر پر قائم رہنے والے اور قرآنِ مجید کی

1......جلالین، سورة الجاثية، ص٤١٣.

2......خازن، تفسير سورة الجاثية، ٤/١١٧.

آیتوں کا مذاق اڑانے والے اور اس کی ہدایت کو نہ ماننے والے کو جہنم کے دردناک عذاب کی وعید سنائی گئی۔

(3)......اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور وفکر کرنے کی دعوت دی گئی، مسلمانوں کی اخلاقی تربیت فرمائی گئی اور یہ بتایا گیا کہ جو نیک کام کرتا ہے تو اس کا فائدہ اسی کی ذات کو ہو گا اور جو برے کام کرتا ہے تو ان کاموں کا وبال بھی اسی پر ہے۔

(4)......بنی اسرائیل کو عطا کی جانے والی نعمتیں بیان کی گئیں اور یہ بتایا گیا کہ تورات میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دین، حلال وحرام کے بیان اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری کے معاملے کی روشن دلیلیں دیں لیکن انہوں نے سیِّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی جلوہ افروزی کے بعد اپنے منصب اور ریاست ختم ہو جانے کے اندیشے کی وجہ سے آپ کے ساتھ حسد کیا اور دشمنی مول لی اور علم کے باوجود آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کے بارے میں اختلاف کیا۔

(5)......برے کام کرنے والوں کو بتایا گیا کہ وہ اچھے کام کرنے والوں جیسے نہیں اور ان کی زندگی اور موت برابر نہیں ہے، نیز کفار کے احوال اور ان کے گروہوں کے برے افعال بیان فرمائے گئے اور مُردوں کو دوبارہ زندہ کئے جانے پر دلائل دیئے گئے۔

(6)......اس سورت کے آخر میں قیامت کے دن کی ہولناکیاں بیان کی گئیں نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں اور کفار کے انجام کے بارے میں بتایا گیا اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی بیان کی گئی۔

سورۂ دخان کے ساتھ مناسبت

سورۂ جاثیہ کی اپنے سے ماقبل سورت ''دخان'' کے ساتھ **ایک مناسبت** یہ ہے کہ سورۂ دخان کے آخر میں قرآنِ پاک کا تعارف بیان کیا گیا اور سورۂ جاثیہ کی ابتداء میں بھی قرآنِ مجید کا تعارف بیان ہوا۔ **دوسری مناسبت** یہ ہے کہ دونوں سورتوں میں کائنات کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر استدلال کیا گیا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کتاب کا اُتارنا ہے اللہ عزت و حکمت والے کی طرف سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: حٰمٓ۔ کتاب کا اتارنا اس اللہ کی طرف سے ہے جو عزت والا، حکمت والا ہے۔

﴿حٰمٓ﴾ یہ حروفِ مقطّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

﴿تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ: کتاب کا اتارنا۔﴾ یعنی بندوں میں سب سے عظیم ہستی پر سب سے اعلیٰ کتاب قرآنِ پاک کو نازل کرنا اس اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے جو عزت و حکمت والا ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن حق اور سچ ہے، یہ اپنی مثل لانے سے عاجز کر دینے والا اور غالب ہے، کامل حکمتوں پر مشتمل ہے، شعر، کہانت اور رستم و اسفندیار کے قصوں کی طرح نہیں ہے، کیونکہ اسے نازل فرمانے والا تمام ممکنات پر قادر ہے، تمام معلومات کا علم رکھنے والا ہے، تمام حاجتوں سے بے پرواہ اور بے نیاز ہے اور جس کی یہ شان ہو اس سے کسی بے کار اور باطل فعل کا صادر ہونا ناممکن اور محال ہے۔(1)

اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک آسمانوں اور زمین میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ایمان والوں کے لیے آسمانوں اور زمین میں نشانیاں ہیں۔

---

1 ......صاوی، الجاثیة، تحت الآیة: ۲، ۵/۱۹۲۰، روح البیان، الجاثیة، تحت الآیة: ۲، ۸/۴۳۴، تفسیر کبیر، الجاثیة، تحت الآیة: ۲، ۹/۶۶۸، ملتقطاً.

﴿اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ: بیشک آسمانوں اور زمین میں نشانیاں ہیں۔﴾ اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے کائنات میں موجود اپنی وحدانیت اور قدرت پر دلالت کرنے والی مختلف نشانیاں بیان فرمائی ہیں اور ان لوگوں کے بارے میں بتایا ہے جو ان نشانیوں سے حقیقی طور پر فائدہ اٹھاتے ہیں اور جنہیں یہ نشانیاں مفید ہوسکتی ہیں، چنانچہ یہاں ارشاد فرمایا کہ بیشک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور ان میں جو قدرت کے آثار پیدا کئے گئے ہیں جیسے ستارے، پہاڑ اور دریا وغیرہ، ان میں ایمان والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی وحدانیت پر دلالت کرنے والی نشانیاں موجود ہیں۔ یاد رہے کہ آسمان، زمین اور ان میں موجود چیزیں اگرچہ تمام لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت کی نشانیاں ہیں لیکن چونکہ ان نشانیوں سے نفع صرف مومن اٹھاتے ہیں کہ وہ مخلوق سے اس کے خالق اور بنی ہوئی چیزوں سے اس کے بنانے والے پر استدلال کرتے اور اس کی وحدانیت پر ایمان لاتے ہیں، اس لئے یہاں خصوصیت کے ساتھ صرف انہیں کا ذکر فرمایا گیا۔[1]

وَ فِیْ خَلْقِكُمْ وَ مَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہاری پیدائش میں اور جو جو جانور وہ پھیلاتا ہے ان میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہاری پیدائش میں اور جو جانور وہ (زمین میں) پھیلاتا ہے ان میں یقین کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

﴿وَ فِیْ خَلْقِكُمْ: اور تمہاری پیدائش میں۔﴾ یعنی اے لوگو! جس طرح تمہیں پیدا کیا گیا کہ پہلے تم نطفہ کی صورت میں تھے، پھر اسے خون بنایا گیا، پھر اس خون کو جما دیا گیا، پھر جمے ہوئے خون کو گوشت کا ٹکڑا بنا دیا گیا یہاں تک کہ اسی ٹکڑے سے ذات اور بشری صفات میں کامل انسان بنا دیا گیا، یونہی زمین کے مختلف حصوں میں پھیلائے گئے جانور جو کہ جدا جدا شکل وصورت والے، الگ الگ اوصاف اور مزاج رکھنے والے ہیں اور ان کی جنسیں بھی مختلف ہیں، ان سب میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت پر دلالت کرنے والی نشانیاں ہیں کیونکہ انسانوں اور جانوروں میں مُعَیَّن

1 ......روح البیان، الجاثیة، تحت الآیة: ٣، ٨/٤٣٥، جلالین، الجاثیة، تحت الآیة: ٣، ص٤١٣، ملتقطاً.

شکل، مُعَیَّن وصف اور مُعَیَّن اعضاء کا ہونا، یونہی ان کا عمر کے ایک حصے سے دوسرے حصے میں اور ایک حال سے دوسرے حال میں داخل ہونا کسی قادر، مختار اور واحد ہستی کے وجود اور تصرّف کے بغیر ممکن نہیں اور یہ نشانیاں ان لوگوں کے لئے ہیں جو یقین کرنے والے ہیں۔ (1)

وَ اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّهَارِ وَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ رِّزۡقٍ فَاَحۡیَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا وَ تَصۡرِیۡفِ الرِّیٰحِ اٰیٰتٌ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور رات اور دن کی تبدیلیوں میں اور اس میں کہ اللہ نے آسمان سے روزی کا سبب مینہ اُتارا تو اس سے زمین کو اس کے مرے پیچھے زندہ کیا اور ہواؤں کی گردش میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور رات اور دن کی تبدیلیوں میں اور اس میں جو اللہ نے آسمان سے رزق کا سبب بارش اتاری تو اس سے زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کیا اور ہواؤں کی گردش میں عقل مندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

﴿وَ اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّهَارِ: اور رات اور دن کی تبدیلیوں میں۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ رات اور دن کی تبدیلیوں میں کہ ان میں سے ایک جاتا ہے تو دوسرا آجاتا ہے، کبھی رات چھوٹی ہوتی ہے اور دن بڑا اور کبھی دن چھوٹا ہوتا ہے تو رات بڑی، کبھی یہ گرم ہوتے ہیں اور کبھی سرد، رات اندھیری ہوتی ہے اور دن روشن، اسی طرح آسمان کی جانب سے **اللہ تعالٰی** جو بندوں کی روزی کا سبب یعنی بارش کا پانی نازل فرماتا ہے اور اس سے خشک اور بنجر زمین کو سیراب کر کے اسے سرسبز و شاداب بنا دیتا ہے، یونہی ہواؤں کی جو گردش ہے کہ کبھی جنوب کی طرف چلتی ہیں اور کبھی شمال کی طرف، کبھی مشرق اور کبھی مغرب کی طرف چلتی ہیں، کبھی گرم چلتی ہیں کبھی سرد، کبھی نفع پہنچاتی ہیں تو کبھی نقصان، ان سب چیزوں اور ان کے

(1)......تفسیر کبیر، الجاثیۃ، تحت الآیۃ: ۴، ۹/۶۷۰، روح البیان، الجاثیۃ، تحت الآیۃ: ۴، ۸/۴۳۵، ملتقطاً۔

احوال میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت پر دلالت کرنے والی نشانیاں ہیں کیونکہ یہ سب کسی قادر، مختار، واحد، حکمت والی اور مہربان ہستی کے وجود اور تصرف کے بغیر ممکن نہیں اور یہ نشانیاں ان لوگوں کے لئے ہیں جو عقل مند ہیں۔ (1)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل جاننے کی نیت سے سائنس اور ریاضی کا علم حاصل کرنا عبادت ہے۔

یہاں کائنات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت پر دلالت کرنے والی مختلف نشانیاں بیان فرمانے کے بعد ایک جگہ فرمایا ''**ایمان والوں کے لیے نشانیاں ہیں**'' دوسری جگہ ارشاد فرمایا ''**یقین کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں**'' اور تیسری جگہ ارشاد فرمایا ''**عقل مندوں کے لئے نشانیاں ہیں**'' اس کے بارے میں امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں: میرے گمان کے مطابق اس ترتیب کا سبب یہ ہوسکتا ہے کہ اگر تم ایمان والے ہو تو ان دلائل کو سمجھ جاؤ گے اور اگر تم فی الحال مومن نہیں بلکہ حق اور یقین کے طلبگار ہو تو ان دلائل کو سمجھو اور اگر تم نہ ایمان والے ہو اور نہ یقین کرنے والے، لیکن کم از کم عقلِ سلیم رکھنے والوں میں سے ہو تو ان دلائل کی معرفت حاصل کرنے کی خوب کوشش کرو۔ (2)

تِلْكَ اٰیٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَ اٰیٰتِهٖ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ اللہ کی آیتیں ہیں کہ ہم تم پر حق کے ساتھ پڑھتے ہیں پھر اللہ اور اس کی آیتوں کو چھوڑ کر کونسی بات پر ایمان لائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم تم پر حق کے ساتھ پڑھتے ہیں پھر لوگ اللہ اور اس کی آیتوں کو چھوڑ کر کون سی بات پر ایمان لائیں گے؟

1 ......تفسیر کبیر، الجاثیة، تحت الآیة: ۵، ۹/۶۷۰، روح البیان، الجاثیة، تحت الآیة: ۵، ۸/۴۳۶، ملتقطاً.

2 ......تفسیر کبیر، الجاثیة، تحت الآیة: ۵، ۹/۶۷۱.

﴿تِلْكَ اٰیٰتُ اللّٰهِ: یہ اللہ کی آیتیں ہیں۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے سامنے اپنی قدرت کے یہ دلائل بیان فرمائے ہیں اور یہ دلائل جھوٹ اور باطل پر مشتمل نہیں بلکہ ہم آپ کو حق کے ساتھ ان کی خبر دیتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ اور اس کے بیان کئے ہوئے دلائل کو جھٹلا کر مشرکین کونسی بات پر ایمان لائیں گے۔

یاد رہے کہ یہ آیتِ مبارکہ حدیثِ پاک کا انکار کرنے والوں کی دلیل ہرگز نہیں بن سکتی کیونکہ یہاں ''حدیث'' سے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا فرمان مراد نہیں بلکہ کفار کی اپنی باتیں مراد ہیں، اگر یہاں ''حدیث'' سے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا فرمان مراد لیا جائے تو یہ آیت اُن تمام آیات کے خلاف ہوگی جن میں رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، نیز یہ ویسے بھی جہالت ہوگی کہ حدیث کا لفظ یہاں اپنے لغوی معنٰی کے اعتبار سے بیان ہوا تو اسے فنِ حدیث کی اصطلاح پر کیسے مُنْطَبِق کیا جا سکتا ہے۔

وَیْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِیْمٍۙ(۷) یَّسْمَعُ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَیْهِ ثُمَّ یُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْهَاۚ-فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ(۸)

ترجمۂ کنزالایمان: خرابی ہے ہر بڑے بہتان ہائے گنہگار کے لیے۔ اللہ کی آیتوں کو سنتا ہے کہ اس پر پڑھی جاتی ہیں پھر ہٹ پر جمتا ہے غرور کرتا گویا انہیں سُنا ہی نہیں تو اُسے خوش خبری سناؤ درد ناک عذاب کی۔

ترجمۂ کنزالعرفان: ہر بڑے بہتان باندھنے والے، گنہگار کے لئے خرابی ہے۔ (جو) اللہ کی آیتوں کو سنتا ہے کہ اس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں پھر تکبر کرتے ہوئے ضد پر ڈٹ جاتا ہے گویا اس نے ان آیتوں کو سنا ہی نہیں تو ایسے کو درد ناک عذاب کی خوشخبری سناؤ۔

﴿وَیْلٌ: خرابی ہے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں بیان فرمایا گیا کہ کافر اللہ تعالیٰ اور اس کی آیتوں کو چھوڑ کر کون سی بات پر ایمان لائیں گے، اور جب وہ ایمان نہ لائے تو اس آیت سے ان کے لئے بہت بڑی وعید بیان کی جا رہی ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر بڑے بہتان باندھنے والے، گنہگار کے لئے خرابی ہے اور یہ وہ

شخص ہے جس کے سامنے قرآن کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ انہیں سن کر ایمان لانے سے تکبر کرتے ہوئے اپنے کفر پر اصرار کرتا ہے اور وہ ایسا بن جاتا ہے گویا اس نے ان آیتوں کو سنا ہی نہیں، تو اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ایسے شخص کو قیامت کے دن جہنم کے دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔

مفسرین نے اس آیتِ مبارکہ کا شانِ نزول یہ بھی بیان کیا ہے کہ نَضر بن حارِث عجمی لوگوں (جیسے رستم اور اسفندیار) کے قصے کہانیاں سنا کر لوگوں کو قرآنِ پاک سننے سے روکتا تھا، اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

یاد رہے کہ اس آیت کا نزول اگرچہ نَضر بن حارِث کے لئے ہے لیکن اس وعید میں ہر وہ شخص داخل ہے جو دین کو نقصان پہنچائے اور ایمان لانے اور قرآن سننے سے تکبر کرے۔ (1)

وَ اِذَا عَلِمَ مِنْ اٰیٰتِنَا شَیْــٴًـا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ﴿۹﴾ مِنْ وَّرَآىٕهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَ لَا یُغْنِیْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَیْــٴًـا وَّ لَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۰﴾ هٰذَا هُدًى ۚ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِیْمٌ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ہماری آیتوں میں سے کسی پر اطلاع پائے اس کی ہنسی بناتا ہے اُن کے لیے خواری کا عذاب۔ اُن کے پیچھے جہنم ہے اور اُنھیں کچھ کام نہ دے گا ان کا کمایا ہوا اور نہ وہ جو اللہ کے سوا حمایتی ٹھہرا رکھے تھے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ یہ راہ دکھانا ہے اور جنھوں نے اپنے رب کی آیتوں کو نہ مانا اُن کے لیے دردناک عذاب میں سے سخت تر عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جب اسے ہماری آیتوں میں سے کسی کا علم ہوتا ہے تو اسے ہنسی بنالیتا ہے، ان کیلئے ذلیل کردینے

(1) ......تفسیر طبری، الجاثیة، تحت الآیة: ۷-۸، ۱۱/۲۵۴، مدارک، الجاثیة، تحت الآیة: ۷-۸، ص۱۱۱۷، ملتقطاً.

والا عذاب ہے۔ان کے پیچھے جہنم ہے اور ان کا کمایا ہوا مال انہیں کچھ کام نہ دے گا اور نہ وہ جنہیں اللّٰہ کے سوا انہوں نے مددگار بنا رکھا ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ یہ عظیم ہدایت ہے اور جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کو نہ مانا ان کے لیے سخت تر عذاب میں سے دردناک عذاب ہے۔

﴿وَ اِذَا عَلِمَ مِنْ اٰیٰتِنَا شَیْــٴًـا: اور جب اسے ہماری آیتوں میں سے کسی کا علم ہوتا ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اس بڑے بہتان باندھنے والے، گنہگار کا حال یہ ہے کہ جب اس تک ہماری کوئی آیت پہنچے اور اسے پتا چل جائے کہ یہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر نازل ہونے والی آیت ہے تو وہ اس کا مذاق اڑانے لگتا ہے اور صرف اس آیت کا مذاق اڑانے تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ پورے قرآن کا مذاق اڑانے لگتا ہے۔ ایسے لوگوں کیلئے ذلیل و رسوا کر دینے والا عذاب ہے اور اس کا انجام موت کے بعد بالآخر جہنم ہے اور ان کا کمایا ہوا وہ مال انہیں کچھ کام نہ دے گا جس پر وہ بہت نازاں ہیں اور اللّٰہ تعالٰی کو چھوڑ کر جن بتوں کی پوجا کرتے ہیں وہ بھی انہیں کچھ کام نہ دیں گے اور ان کے لیے ایسا بڑا عذاب ہے جس کی حقیقت انہیں معلوم نہیں۔ [1]

﴿هٰذَا هُدًى: یہ عظیم ہدایت ہے۔﴾ یعنی یہ قرآن ہدایت میں کمال کو پہنچا ہوا ہے تو گویا کہ یہ عظیم ہدایت ہے اور وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کو نہ مانا تو ان کے لیے سخت تر عذاب میں سے دردناک عذاب ہے۔ [2]

اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ ہے جس نے تمہارے بس میں دریا کر دیا کہ اس میں اس کے حکم سے کشتیاں چلیں اور اس لیے کہ اس کا فضل تلاش کرو اور اس لیے کہ حق مانو۔

---

1 ......جمل، الجاثیۃ، تحت الآیۃ: ۹-۱۰، ۷/۱۳۹، روح البیان، الجاثیۃ، تحت الآیۃ: ۹-۱۰، ۸/۴۳۸-۴۳۹، ملتقطاً.

2 ......روح البیان، الجاثیۃ، تحت الآیۃ: ۱۱، ۸/۴۳۹.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ وہی ہے جس نے دریا کوتمہارے تابع کردیا تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکرگزار بن جاؤ۔

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ: اللہ وہی ہے جس نے دریا کوتمہارے تابع کردیا۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دریاؤں کی تسخیر کے ذریعے اپنی وحدانیت اور قدرت پر استدلال فرمایا، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! معبود ہونا اسی کے لائق اور شایانِ شان ہے جس نے دریا کوتمہارے تابع کردیا اور اس تابع کرنے میں حکمتیں یہ ہیں کہ اس کے حکم سے دریا میں کشتیاں چلیں اور تم دریائی سفر کے ذریعے تجارت کرکے اور دریاؤں میں غوطہ زنی کے ذریعے موتی وغیرہ نکال کر اس کا فضل تلاش کرو اور تم اللہ تعالیٰ کی نعمت وکرم اور فضل واحسان کا شکر ادا کرکے اس کا حق مانو، لہٰذا تم صرف اسی کی عبادت کرو اور جس کام کا اس نے تمہیں حکم دیا ہے وہ کرو اور جس سے منع کیا ہے اس سے باز آجاؤ۔[1]

وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارے لیے کام میں لگائے جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں اپنے حکم سے بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو کچھ آسمان میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب اپنی طرف سے تمہارے کام میں لگادیا، بے شک اس میں سوچنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

﴿وَ سَخَّرَ لَكُمْ: اور تمہارے کام میں لگادیا۔﴾ یعنی اے لوگو! جو کچھ آسمان میں ہے جیسے سورج چاند اور ستارے اور جو کچھ زمین میں ہے جیسے جانور، درخت، پہاڑ اور کشتیاں وغیرہ سب کا سب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور رحمت سے تمہارے

1 ......تفسیر طبری، الجاثیة، تحت الآیة: ١٢، ١١/٢٥٥، روح البیان، الجاثیة، تحت الآیة: ١٢، ٨/٤٣٩-٤٤٠، ملتقطاً.

فائدے اور مصلحت کے لئے کام میں لگا دیا ہے، لہٰذا تم اسی کی حمد کرو، اسی کی عبادت کرو اور صرف اسے ہی معبود مانو کیونکہ تمہیں یہ نعمتیں دینے میں اس کا کوئی شریک نہیں بلکہ تم پر اتنے سارے انعامات کرنے میں وہ یکتا ہے۔ بے شک اِس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت پر ان لوگوں کے لئے عظیم الشّان نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی صنعتوں میں غور وفکر کرتے ہیں اور ان دلائل میں غور کر کے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔[1]

اللہ تعالیٰ کی ذات میں غوروفکر کرنا منع ہے

یہاں ایک بات ذہن نشین رکھیں کہ غوروفکر اللہ تعالیٰ کی ذات میں نہیں کرنا چاہئے بلکہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزوں میں کرنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں غوروفکر کرنا بعض اوقات کفر تک پہنچا دیتا ہے کیونکہ وہ انسانی عقل سے ماوراء ہے جبکہ اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں میں غوروفکر کرنا ایمان کی سعادتوں سے سرفراز کر دیتا ہے، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غوروفکر کرو اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں غوروفکر نہ کرو۔[2]

اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''شیطان تم میں سے کسی ایک کے پاس آ کر کہتا ہے: آسمان کو کس نے پیدا کیا؟ زمین کو کس نے پیدا کیا؟ وہ جواب دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔ پھر شیطان سوال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا؟ جب تم میں سے کوئی ایک ایسا سوال سنے تو کہہ دے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لایا۔[3]

قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰهِ لِیَجْزِیَ قَوْمًۢا بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ایمان والوں سے فرماؤ درگزریں اُن سے جو اللہ کے دنوں کی امید نہیں رکھتے تا کہ اللہ ایک

1 ......تفسیر طبری، الجاثیة، تحت الآیة: ۱۳، ۱۱/۲۵۵-۲۵۶، روح البیان، الجاثیة، تحت الآیة: ۱۳، ۸/۴۴۰، ملتقطاً.

2 ......معجم الاوسط، باب المیم، من اسمه: محمد، ۴/۳۸۳، الحدیث: ۶۳۱۹.

3 ......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه: احمد، ۱/۵۱۴، الحدیث: ۱۸۹۶.

قوم کواس کی کمائی کا بدلہ دے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم ایمان والوں سے فرماؤ کہ ان لوگوں سے درگزر کریں جو اللہ کے دنوں کی امید نہیں رکھتے تا کہ اللہ ایک قوم کو ان کی کمائی کا بدلہ دے۔

﴿قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: تم ایمان والوں سے فرماؤ۔﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت، قدرت اور حکمت کے دلائل بیان فرمانے کے بعد اس آیت سے مسلمانوں کی اخلاقی تربیت فرمائی ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے دنوں سے مراد وہ دن ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی مدد کے لئے مقرر فرمائے ہیں یا ان دنوں سے وہ واقعات مراد ہیں جن میں وہ اپنے دشمنوں کی پکڑ فرماتا ہے اور ان دنوں کی امید نہ رکھنے والوں سے مراد کفار ہیں۔

آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ کفار سے جو ایذا پہنچے اور ان کے کلمات جو تکلیف پہنچائیں مسلمان ان سے درگزر کریں اور ان سے جھگڑا نہ کریں تا کہ اللہ تعالیٰ اس قوم کو ان کے احسانات کا بدلہ دے جنہوں نے دشمنوں کی طرف سے ملنے والی اذیتوں پر صبر کیا۔

اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں کئی قول ہیں، ان میں سے 3 درج ذیل ہیں۔

(1)......غزوۂ بنی مُصْطَلِق میں مسلمان بِیر مُرَیْسِیع پر اُترے، یہ ایک کنواں تھا، عبداللہ بن اُبَی منافق نے اپنے غلام کو پانی کے لئے بھیجا اور وہ دیر سے واپس آیا تو اس نے غلام سے سبب دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کنوئیں کے کنارے پر بیٹھے تھے، جب تک نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اور حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی مَشکیں نہ بھر گئیں اس وقت تک انہوں نے کسی کو پانی بھرنے نہ دیا۔ یہ سن کر اس بدبخت نے ان حضرات کی شان میں گستاخانہ کلمے کہے۔ حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ تلوار لے کر تیار ہوئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس شانِ نزول کے مطابق یہ آیت مدنی ہوگی۔

(2)......مقاتل کا قول ہے کہ قبیلۂ بنی غِفار کے ایک شخص نے مکہ مکرمہ میں حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو گالی دی تو آپ نے اسے پکڑنے کا ارادہ کیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(3)......جب آیت ”مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا“ نازل ہوئی تو فِنْحَاص یہودی نے کہا کہ محمد (صَلَّی

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کا رب محتاج ہو گیا۔ (مَعَاذَ اللّٰہ تَعَالٰی) اس کی یہ بات سن کر حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے تلوار کھینچی اور اس کی تلاش میں نکلے، لیکن حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے آدمی بھیج کر انہیں واپس بلوالیا۔[1]

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْهَا ۫ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝۱۵

ترجمۂ کنزالایمان: جو بھلا کام کرے تو اپنے لیے اور بُرا کرے تو اپنے بُرے کو پھر اپنے رب کی طرف پھیرے جاؤ گے۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: جو نیک کام کرے تو اپنی ذات کیلئے (ہی کرتا ہے) اور جو برائی کرے تو وہ اسی پر ہے پھر تم اپنے رب کی طرف ہی لوٹائے جاؤ گے۔

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ: جو نیک کام کرے تو اپنی ذات کیلئے۔﴾ یعنی جو شخص ایسے نیک کام کرے جن سے اللّٰہ تعالٰی کی رضا حاصل کرنا مقصود ہو تو وہ اپنی ذات کیلئے ہی کرتا ہے کہ ان نیک اعمال کا فائدہ اور ثواب اسے ہی ملے گا اور جو برے کام کرے تو اس کا وبال بھی اسی پر ہے کہ وہی اپنے برے کاموں کا نقصان اور عذاب برداشت کرے گا، پھر تم مرنے کے بعد اپنے اس رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف ہی لوٹائے جاؤ گے جو تمہارے تمام اُمور کا مالک ہے، وہ نیکوں اور بدوں کو اُن کے اعمال کی جزا دے گا لہٰذا تم اس ملاقات کی تیاری کرو۔[2]

ہر شخص اپنے اعمال اور انجام پر غور کرے

اس آیت میں نیک اعمال کرنے کی ترغیب بھی دی گئی ہے اور برے اعمال کرنے سے ڈرایا بھی گیا ہے لہٰذا ہر ایک کو چاہئے کہ وہ اپنے اعمال اور ان کے انجام پر غور کرے، اگر کوئی نفس و شیطان کے بہکاوے میں آکر برے اعمال میں مصروف تو اسے چاہئے کہ برے اعمال سے سچی توبہ کر کے نیک اعمال شروع کر دے تاکہ ان کی سزا سے بچ سکے اور جو برے اعمال سے بچتے ہوئے نیک اعمال میں مشغول ہو تو اسے چاہئے کہ مزید نیک اعمال کرے تاکہ آخرت

1 ……تفسیر کبیر، الجاثیۃ، تحت الآیۃ: ۱۴، ۹/۶۷۳-۶۷۴، مدارك، الجاثیۃ، تحت الآیۃ: ۱۴، ص۱۱۱۸، جلالین، الجاثیۃ، تحت الآیۃ: ۱۴، ص۴۱۳، ملتقطاً.

2 ……روح البیان، الجاثیۃ، تحت الآیۃ: ۱۵، ۸/۴۴۲.

کا توشہ زیادہ سے زیادہ جمع ہو جائے۔ نیکی کا فائدہ اور گناہ کا نقصان نیکی اور گناہ کرنے والے کو ہونے کے بارے میں ایک اور مقام پر اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۟ وَ اِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر تم بھلائی کرو گے تو تم اپنے لئے ہی بہتر کرو گے اور اگر تم برا کرو گے تو تمہاری جانوں کیلئے ہی ہوگا۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس نے کفر کیا تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہے اور جو اچھا کام کریں وہ اپنے ہی کے لئے تیاری کررہے ہیں۔

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکومت اور نبوت عطا فرمائی اور ہم نے اُنھیں ستھری روزیاں دیں اور اُنھیں اُن کے زمانہ والوں پر فضیلت بخشی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکومت اور نبوت عطا فرمائی اور ہم نے انہیں ستھری روزیاں دیں اور انہیں ان کے زمانے والوں پر فضیلت بخشی۔

﴿وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ: اور بیشک ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب عطا فرمائی۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ

1 ......بنی اسرائیل:۷.

2 ......روم:٤٤.

نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی قوم کے کفر پر غمزدہ نہ ہوں اور (اپنی تسلی کے لئے بنی اسرائیل کے حالات میں غور فرمائیں کہ) ہم نے بنی اسرائیل کو تورات عطا فرمائی، انہیں حکومت دی اور ان میں بکثرت انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پیدا کر کے نبوت کی عظیم نعمت سے سرفراز کیا، ہم نے انہیں فرعون اور اس کی قوم کے مال و دولت اور شہروں کا مالک کر کے اور ان پر مَنّ و سلویٰ نازل فرما کر وُسعت کے ساتھ حلال رزق عطا فرمایا اور انہیں ان کے زمانے میں جہان والوں پر فضیلت بخشی لیکن انہوں نے ان نعمتوں کا شکرادا نہیں کیا۔[1]

وَ اٰتَیْنٰهُمْ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِۚ فَمَا اخْتَلَفُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُۙ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْؕ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اُنھیں اس کام کی روشن دلیلیں دیں تو اُنھوں نے اختلاف نہ کیا مگر بعد اس کے کہ علم اُن کے پاس آچکا آپس کے حسد سے بے شک تمہارا رب قیامت کے دن اُن میں فیصلہ کردے گا جس بات میں اختلاف کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے انہیں اس کام کی روشن دلیلیں دیں تو انہوں نے اپنے پاس علم آجانے کے بعد ہی آپس کے حسد کی وجہ سے اختلاف کیا تھا۔ بیشک تمہارا رب قیامت کے دن ان کے درمیان اس بات کا فیصلہ کردے گا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔

﴿وَ اٰتَیْنٰهُمْ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ: اور ہم نے انہیں اس معاملے کی روشن دلیلیں دیں۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللّٰہ تعالٰی نے بنی اسرائیل کو تورات میں دین اور حلال و حرام کے بیان نیز تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی

1 ......صاوی، الجاثیة، تحت الآیة: ١٦، ٥/١٩٢٣-١٩٢٤، خازن، الجاثیة، تحت الآیة: ١٦، ٤/١١٩، ملتقطاً.

تشریف آوری کے معاملے کی روشن دلیلیں دیں لیکن انہوں نے سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی جلوہ افروزی کے بعد اپنے منصب اور ریاست ختم ہوجانے کے اندیشے کی وجہ سے آپ کے ساتھ حسد کیا اور دشمنی مول لی اور اپنے پاس علم آجانے کے بعد رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت پر پہلے سے متفق ہونے کے باوجود آپ کی بعثت کے بارے میں اختلاف کیا حالانکہ علم اختلاف زائل کرنے کا سبب ہوتا ہے اور یہاں ان لوگوں کے لئے اختلاف کا سبب ہوا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا مقصود علم نہ تھا بلکہ اُن کا مقصود منصب و ریاست کی طلب تھی اسی لئے انہوں نے اختلاف کیا۔ آخر میں اللّٰہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کا رب قیامت کے دن بنی اسرائیل کے درمیان اس بات کا فیصلہ کردے گا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔[1]

علماء میں حسد پیدا ہونے کا نقصان

اس آیت سے معلوم ہوا کہ علم اختلافات کو زائل کرنے والا اور جھگڑے مٹانے والا ہے لیکن جب عالم میں حسد پیدا ہوجائے تو علم اختلافات کو زائل کرنے اور جھگڑے مٹانے کی بجائے بڑھا دیتا ہے۔ افسوس! ہمارے زمانے میں بھی علماء کی ایک تعداد ایسی ہے جو باطنی گناہوں کا یا تو علم ہی نہیں رکھتے اور یا پھر علم رکھنے کے باوجود ایک دوسرے سے اختلافات اور آپس میں انتشار کا شکار ہیں اور اس کا بنیادی سبب ایک دوسرے سے حسد کرنا ہے۔ علماء کے باہمی حسد کی وجہ بیان کرتے ہوئے امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''ایک عالم دوسرے عالم سے تو حسد کرتا ہے لیکن کسی عبادت گزار سے حسد نہیں کرتا اسی طرح ایک عبادت گزار دوسرے عبادت گزار سے تو حسد کرتا ہے لیکن عالم سے حسد نہیں کرتا۔ مزید فرماتے ہیں ''وعظ کرنے والا جتنا کسی دوسرے وعظ کرنے والے سے حسد کرتا ہے اتنا کسی فقیہ یا حکیم سے حسد نہیں کرتا کیونکہ ان دونوں کے درمیان ایک مقصد پر جھگڑا ہوتا ہے تو ان حسدوں کی اصل وجہ اور دشمنی کی بنیاد کسی ایک غرض پر اکٹھا ہونا ہے اور ایک غرض پر وہ دو آدمی جمع نہیں ہوتے جو ایک دوسرے سے دور ہوں بلکہ ان کے درمیان کسی قسم کی مناسبت ضروری ہے اسی لئے ان دو آدمیوں کے درمیان حسد ہوتا ہے۔[2]

اور حسد کی وجہ سے فی زمانہ علماء کا باہمی حال یہ نظر آتا ہے جس کی نشاندہی اس حدیث پاک میں کی گئی ہے۔

---

1 ...... خازن، الجاثیة، تحت الآیة: ۱۷، ۱۱۹/٤، جلالین مع صاوی، الجاثیة، تحت الآیة: ۱۷، ١٩٢٤/٥، ملتقطاً.

2 ...... احیاء علوم الدین، کتاب ذمّ الغضب والحقد والحسد، القول فی ذمّ الحسد... الخ، بیان السبب فی کثرة الحسد... الخ، ۲٤۰/۳.

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’میری امت پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ فقہاء ایک دوسرے سے حسد کریں گے اور ایک دوسرے سے اس طرح لڑائی کیا کریں گے جیسے جنگلی بکرے ایک دوسرے سے لڑتے ہیں۔ (1)

اللہ تعالٰی اہلِ علم حضرات کو اپنا اصلی مقصد سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

ثُمَّ جَعَلۡنٰکَ عَلٰی شَرِیۡعَۃٍ مِّنَ الۡاَمۡرِ فَاتَّبِعۡہَا وَ لَا تَتَّبِعۡ اَہۡوَآءَ الَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۸﴾ اِنَّہُمۡ لَنۡ یُّغۡنُوۡا عَنۡکَ مِنَ اللّٰہِ شَیۡـًٔا ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِیۡنَ بَعۡضُہُمۡ اَوۡلِیَآءُ بَعۡضٍ ۚ وَ اللّٰہُ وَلِیُّ الۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ہم نے اس کام کے عمدہ راستہ پر تمہیں کیا تو اسی راہ چلو اور نادانوں کی خواہشوں کا ساتھ نہ دو۔ بے شک وہ اللہ کے مقابل تمہیں کچھ کام نہ دیں گے اور بے شک ظالم ایک دوسرے کے دوست ہیں اور ڈر والوں کا دوست اللہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر ہم نے آپ کو اس معاملہ (یعنی دین) کے عمدہ راستے پر رکھا تو تم اسی راستے پر چلو اور نادانوں کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلنا۔ بیشک وہ اللہ کے مقابلے میں تمہیں کچھ کام نہ دیں گے اور بیشک ظالم ایک دوسرے کے دوست ہیں اور اللہ پرہیزگاروں کا دوست ہے۔

﴿ثُمَّ جَعَلۡنٰکَ عَلٰی شَرِیۡعَۃٍ مِّنَ الۡاَمۡرِ: پھر ہم نے آپ کو (دین کے) معاملے میں عمدہ راستے پر رکھا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے بنی اسرائیل کے بعد آپ کو دین کے معاملے میں عمدہ راستے (یعنی اسلام) پر رکھا لہٰذا آپ اسی راستے پر چلیں اور اس کے احکامات نافذ کریں اور قریش کے نادان سردار جو آپ کو اپنے دین کی دعوت دیتے ہیں ان کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلنا کیونکہ وہ آپ کو اللہ تعالٰی

1 ......تاریخ بغداد، ذکر من اسمہ عبد الرحمن، ۵۴۴۷-عبد الرحمن بن ابراهیم بن محمد بن یحی... الخ، ۱۰/۳۰۱.

کے مقابلے میں کچھ کام نہ دیں گے اور بے شک کافر صرف دنیا میں ایک دوسرے کے دوست ہیں جبکہ آخرت میں ان کا کوئی دوست نہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے مومنین کا دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ دوست ہے اور آخرت میں بھی وہی دوست ہے۔ (1)

هٰذَا بَصَآىِٕرُ لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ لوگوں کی آنکھیں کھولنا ہے اور ایمان والوں کے لیے ہدایت و رحمت۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ قرآن لوگوں کیلئے آنکھیں کھول دینے والی نشانیاں ہیں اور یقین رکھنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

﴿هٰذَا بَصَآىِٕرُ لِلنَّاسِ: یہ لوگوں کیلئے آنکھیں کھول دینے والی نشانیاں ہیں۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ کی طرف جو کتاب نازل فرمائی یہ اللہ تعالیٰ کے ان احکامات پر مشتمل ہے جو قیامت تک رہیں گے اور اس میں تمام لوگوں کے لئے وہ دلائل اور نشانیاں موجود ہیں جن کی انہیں دین کے احکام میں ضرورت ہے، جو شخص اس کے احکامات پر عمل کرتا ہے تو یہ اسے جنت کی طرف ہدایت دیتا ہے اور جو اس پر صحیح طریقے سے ایمان لاتا ہے یہ اس کے لئے رحمت ہے اور دنیا و آخرت میں اسے عذاب سے بچاتا ہے۔ (2)

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ﴿۲۱﴾ع

ترجمۂ کنزالایمان: کیا جنھوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اُنھیں ان جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ ان کی اُن کی زندگی اور موت برابر ہو جائے کیا ہی بُرا حکم لگاتے ہیں۔

ع ۲ ۱۸

1 ......روح البیان، الجاثیة، تحت الآیة: ۱۸-۱۹، ۸/۴۴۴، خازن، الجاثیة، تحت الآیة: ۱۸-۱۹، ۴/۱۱۹، ملتقطاً.

2 ......تفسیر منیر، الجاثیة، تحت الآیة: ۲۰، ۱۳/۲۷۱، الجزء الخامس والعشرون.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا جن لوگوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان جیسا کردیں گے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کئے (کیا) ان کی زندگی اور موت برابر ہوگی؟ وہ کیا ہی برا حکم لگاتے ہیں۔

﴾ اَلَّذِیۡنَ اجۡتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ: کیا جن لوگوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا۔﴿ مکہ کے مشرکین کی ایک جماعت نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ اگر تمہاری بات حق ہو اور مرنے کے بعد اٹھنا ہو تو بھی ہم ہی افضل رہیں گے جیسا کہ دنیا میں ہم تم سے بہتر رہے۔ ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ جو لوگ کفر اور گناہوں میں مصروف ہیں کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کئے، کیا ایمانداروں اور کافروں کی موت اور زندگی برابر ہو جائے گی؟ ایسا ہرگز نہیں ہوگا کیونکہ ایماندار زندگی میں نیکیوں پر قائم رہے اور کافر بدیوں میں ڈوبے رہے تو ان دونوں کی زندگی برابر نہ ہوئی اور ایسے ہی ان کی موت بھی یکساں نہیں کیونکہ مومن کی موت بشارت اور رحمت و کرامت پر ہوتی ہے جبکہ کافر کی موت رحمت سے مایوسی اور ندامت پر ہوتی ہے اور کافر اپنے آپ کو مومنین کے برابر سمجھ کر کتنا برا حکم لگا رہے ہیں حالانکہ مومنین تو قیامت کے دن اعلیٰ جنتوں میں عزت و کرامت اور عیش و راحت پائیں گے اور کفار جہنم کے سب سے نچلے طبقوں میں ذلّت و اِہانت کے ساتھ سخت ترین عذاب میں مبتلا ہوں گے۔[1]

مومن اور کافر کی زندگی ایک جیسی نہیں

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مومن اور کافر کی زندگی ایک جیسی نہیں اسی طرح دونوں کی موت میں بھی فرق ہے، اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو نہ صرف خود اپنی صورت، سیرت اور زندگی کافروں کی طرح بنائے ہوئے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی صورت و سیرت میں کفار کی طرح ہونے کی دعوت دینے میں مصروف ہیں، حالانکہ کسی مسلمان کی یہ شان نہیں کہ وہ صورت اور سیرت میں کفار کی طرح بنے بلکہ مسلمان کی شان تو یہ ہے کہ صورت اور سیرت میں کفار سے ممتاز رہے۔ اسی مناسبت سے یہاں ہم چند وہ اعمال بیان کرتے ہیں جن سے مسلمانوں اور کفار میں فرق کیا جاتا ہے۔

(1)......نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے منع کرنا مسلمانوں کا کام ہے جبکہ برائی کی دعوت دینا اور نیکی سے منع کرنا کافروں اور منافقوں کا کام ہے، جیسا کہ منافقین کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

---

1 ......خازن، الجاثية، تحت الآية: ۲۱، ۴/۱۱۹-۱۲۰، مدارك، الجاثية، تحت الآية: ۲۱، ص۱۱۱۹-۱۱۲۰، ملتقطاً.

اَلۡمُنٰفِقُوۡنَ وَ الۡمُنٰفِقٰتُ بَعۡضُہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡضٍ ۘ یَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمُنۡکَرِ وَ یَنۡہَوۡنَ عَنِ الۡمَعۡرُوۡفِ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک ہی ہیں، برائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے منع کرتے ہیں۔

اور مسلمانوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتُ بَعۡضُہُمۡ اَوۡلِیَآءُ بَعۡضٍ ۘ یَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ یَنۡہَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں۔

(2)......نماز ادا کرنا مسلمانوں کا کام ہے اور نماز ترک کرنا مشرکوں کا سا کام ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ لَا تَکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور نماز قائم رکھو اور مشرکوں میں سے نہ ہونا۔

اور حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''انسان اور اس کے کفر و شرک کے درمیان فرق نماز نہ پڑھنا ہے۔ [4]

(3)......مسلمان داڑھیاں بڑھاتے اور مونچھیں پست رکھتے ہیں جبکہ مشرکین اس کے برعکس کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''مشرکین کی مخالفت کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کم کردو۔ [5]

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''مونچھیں کم کراؤ اور داڑھیاں چھوڑ دو اور مجوسیوں کی مخالفت کرو۔ [6]

اللہ تعالیٰ ہمیں صورت اور سیرت میں کفار سے ممتاز رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

---

1 ......توبہ:٦٧.

2 ......توبہ:٧١.

3 ......روم:٣١.

4 ......مسلم، کتاب الایمان، باب بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترك الصلاۃ، ص٥٧، الحدیث: ١٣٤(٨٢).

5 ......بخاری، کتاب اللباس، باب تقلیم الاظفار، ٤/٧٥، الحدیث: ٥٨٩٢.

6 ......مسلم، کتاب الطھارۃ، باب خصال الفطرۃ، ص١٥٤، الحدیث: ٥٥(٢٦٠).

وَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَ لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ بنایا اور اس لیے کہ ہر جان اپنے کئے کا بدلہ پائے اور اُن پر ظلم نہ ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللّٰہ نے آسمان اور زمین کو حق کے ساتھ بنایا اور تا کہ ہر جان کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے اور ان پر ظلم نہیں ہوگا۔

﴿وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ: اور اللّٰہ نے آسمان اور زمین کو حق کے ساتھ بنایا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو حق کے ساتھ با مقصد بنایا تا کہ یہ تخلیق اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی وحدانیت پر دلالت کرے اور تا کہ ہر جان کو اس کی نیکی اور بدی کا بدلہ دیا جائے اور ان پر ثواب کی کمی یا عذاب کی زیادتی کے ساتھ ظلم نہیں ہوگا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اِس عالَم کی پیدائش سے عدل اور رحمت کا اظہار کرنا مقصود ہے اور یہ پوری طرح قیامت ہی میں ہوسکتا ہے کہ اہلِ حق اور اہلِ باطل میں امتیاز کامل ہو، مخلص مومن جنت کے درجات میں ہوں اور نافرمان کافر جہنم کے دَرَکات میں ہوں۔[1]

یاد رہے کہ قیامت کے دن بعض مجرموں کو معافی دے دینا اور اطاعت گزاروں کو ان کے عمل سے زیادہ ثواب عطا فرما دینا اللّٰہ تعالیٰ کا رحم وکرم ہے، جبکہ بعض لوگوں کے اعمال ضبط ہو جانا ان کے اپنے قصور کی وجہ سے ہوگا نہ کہ یہ ان پر اللّٰہ تعالیٰ کا ظلم ہوگا کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ ظلم کرنے سے پاک ہے۔

---

1 ......جلالين، الجاثية، تحت الآية: ٢٢، ص٤١٤، روح البيان، الجاثية، تحت الآية: ٢٢، ٨/٤٤٧، خازن، الجاثية، تحت الآية: ٢٢، ٤/١٢٠، ملتقطاً.

اَفَرَءَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلۡمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمۡعِهٖ وَ قَلۡبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنۡ یَّهۡدِیۡهِ مِنۡۢ بَعۡدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بھلا دیکھوتو وہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرا لیا اور اللہ نے اُسے باوصف علم کے گمراہ کیا اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈالا تو اللہ کے بعد اُسے کون راہ دکھائے تو کیا تم دھیان نہیں کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بھلا دیکھوتو وہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنالیا اور اللہ نے اسے علم کے باوجود گمراہ کردیا اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تو اللہ کے بعد اسے کون راہ دکھائے گا؟ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟

﴿اَفَرَءَیۡتَ: بھلا دیکھوتو۔﴾ اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے کفار کے احوال اور ان کے گروہوں کے برے افعال بیان فرمائے ہیں۔ مشرکین کا یہ حال تھا کہ وہ پتھر، سونے اور چاندی وغیرہ کو پوجتے تھے، جب کوئی چیز انہیں پہلی چیز سے اچھی معلوم ہوتی تھی تو پہلی کو توڑ کر پھینک دیتے اور دوسری چیز کو پوجنے لگتے۔ چنانچہ کفار کی اسی حرکت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ذرا اس شخص کا حال تو دیکھو جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنالیا اور اپنی خواہش کے تابع ہوگیا کہ جسے نفس نے چاہا اسے پوجنے لگا اور اللہ تعالیٰ نے اسے علم کے باوجود گمراہ کردیا کہ اس گمراہ نے حق کو جان پہچان کر بے راہ روی اختیار کی۔

مفسّرین نے علم کے باوجود گمراہ کرنے کے یہ معنی بھی بیان کئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے انجامِ کار اور اس کے شقی ہونے کو جانتے ہوئے اُسے گمراہ کیا، یعنی اللہ تعالیٰ پہلے سے جانتا تھا کہ یہ اپنے اختیار سے حق کے راستے سے

ہٹے ہو گا اور گمراہی اختیار کرے گا اس لئے اسے گمراہ کر دیا۔

اور ارشاد فرمایا کہ نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے والے کے کان اور دل پر مہر لگادی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تو اس کی وجہ سے اس نے ہدایت و نصیحت کو نہ سنا، نہ سمجھا اور نہ ہی راہِ حق کو دیکھا، تو اللہ تعالٰی کے گمراہ کرنے کے بعد اب اسے کوئی راہ نہیں دکھا سکتا، تو اے لوگو! کیا تم اس سے نصیحت حاصل نہیں کرتے؟[1]

نفسانی خواہشات کی پیروی دنیا اور آخرت کے لئے بہت نقصان دہ ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نفسانی خواہشات کی پیروی دنیا اور آخرت دونوں کے لئے بہت نقصان دہ ہے۔

نفسانی خواہشات کی پیروی کی مذمت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنۡ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيۡرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اللہ کی طرف سے ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَتَّبِعِ الۡهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيۡنَ يَضِلُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِيۡدٌۢ بِمَا نَسُوۡا يَوۡمَ الۡحِسَابِ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور نفس کی خواہش کے پیچھے نہ چلنا ورنہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی بیشک وہ جو اللہ کی راہ سے بہکتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اس بنا پر کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تُطِعۡ مَنۡ اَغۡفَلۡنَا قَلۡبَهٗ عَنۡ ذِكۡرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمۡرُهٗ فُرُطًا[4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس کی بات نہ مان جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔

---

1 ......خازن، الجاثية، تحت الآية: ٢٣، ٤/١٢٠، مدارك، الجاثية، تحت الآية: ٢٣، ص ١١٢٠، ملتقطاً.

2 ......قصص: ٥٠.

3 ......ص: ٢٦.

4 ...... كهف: ٢٨.

کثیر احادیث میں بھی نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے کی بہت مذمت بیان کی گئی ہے،ان میں سے یہاں 5 احادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت اَنَس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تین چیزیں ہلاکت میں ڈالنے والی ہیں۔ (1) وہ بخل جس کی اطاعت کی جائے۔ (2) وہ نفسانی خواہشات جن کی پیروی کی جائے۔ (3) آدمی کا اپنے آپ کو اچھا سمجھنا۔[1]

(2)......حضرت عبداللّٰہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش میرے لائے ہوئے (دین) کے تابع نہ ہوجائے۔[2]

(3)......حضرت شَدّاد بن اَوس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے جبکہ عاجز وہ ہے جو اپنی خواہشات کے پیچھے لگا رہے اور اللّٰہ تعالیٰ سے امید رکھے۔[3]

(4)......حضرت ابو ثَعْلَبَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تم پر اچھی باتوں کا حکم دینا اور بری باتوں سے روکنا بھی ضروری ہے یہاں تک کہ جب تم بخل کرنے والے کی اطاعت، نفسانی خواہشات کی پیروی، دنیا سے پیار اور ہر صاحبِ رائے کو اپنی رائے اچھی سمجھنے والا دیکھو تو تم پر اپنی فکر کرنا لازم ہے۔[4]

(5)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جب اللّٰہ تعالیٰ نے جنت پیدا کی تو حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمایا'' جاؤ اسے دیکھو۔ وہ گئے، اسے اور جو نعمتیں اس میں جنتیوں کے لیے اللّٰہ تعالیٰ نے تیار کی ہیں انہیں دیکھا، پھر آئے اور عرض کی: یارب! تیری عزت کی قسم، جو (اس کے بارے میں) سنے گا وہ اس میں داخل ہوگا۔ پھر اللّٰہ تعالیٰ نے اسے مَشَقَّتوں سے گھیر دیا اور فرمایا'' اے جبریل! جاؤ اسے

1 ......شعب الایمان، الحادی عشر من شعب الایمان... الخ، ١/٤٧١، الحدیث: ٧٤٥.

2 ......شرح السنه، کتاب الایمان، باب ردّ البدع والاھواء، ١/١٨٥، الحدیث: ١٠٤.

3 ......ترمذی، کتاب صفة القیامة والرقائق والورع، ٢٥-باب، ٤/٢٠٧، الحدیث: ٢٤٦٧.

4 ......ابو داؤد، کتاب الملاحم، باب الامر والنھی، ٤/١٦٤، الحدیث: ٤٣٤١.

دیکھ کر آؤ۔ وہ گئے اور اسے دیکھا، پھر آئے اور عرض کی: یارب! تیری عزت کی قسم، مجھے خطرہ ہے کہ جنت میں کوئی داخل نہ ہوسکے گا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آگ پیدا کی تو فرمایا ''اے جبریل! جاؤ اور اسے دیکھو۔ وہ گئے اور اسے دیکھا، پھر آئے اور عرض کی: یارب! تیری عزت کی قسم، جو اس کے بارے میں سنے گا وہ اس میں داخل نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے لذّتوں سے گھیر دیا، پھر فرمایا ''اے جبریل! اسے دیکھو۔ وہ گئے اور اسے دیکھ کر عرض کی: یارب! تیری عزت کی قسم مجھے خطرہ ہے کہ اس میں داخل ہوئے بغیر کوئی نہ بچے گا۔[1]

اللہ تعالیٰ ہمیں نفسانی خواہشات کی پیروی سے بچنے اور قرآن و حدیث کے احکامات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَقَالُوۡا مَا هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنۡیَا نَمُوۡتُ وَنَحۡیَا وَمَا یُهۡلِكُنَاۤ اِلَّا الدَّهۡرُ ۚ وَمَا لَهُمۡ بِذٰلِكَ مِنۡ عِلۡمٍ ۚ اِنۡ هُمۡ اِلَّا یَظُنُّوۡنَ ﴿٢٤﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے وہ تو نہیں مگر یہی ہماری دنیا کی زندگی مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں ہلاک نہیں کرتا مگر زمانہ اور اُنھیں اس کا علم نہیں وہ تو نرے گمان دوڑاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: اور انہوں نے کہا: زندگی تو صرف ہماری دنیاوی زندگی ہی ہے، ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں زمانہ ہی ہلاک کرتا ہے اور انہیں اس کا کچھ علم نہیں، وہ صرف گمان دوڑاتے ہیں۔

﴿وَقَالُوۡا: اور انہوں نے کہا۔﴾ مرنے کے بعد زندہ ہونے کا انکار کرنے والوں کو جب دوسری مرتبہ زندہ کئے جانے کا وعدہ سنایا گیا تو انہوں نے اپنی انتہائی سرکشی اور گمراہی کی بنا پر کہا کہ دنیا کی جو زندگی ہم گزار رہے ہیں اس کے علاوہ اور کوئی زندگی نہیں، ہم میں سے بعض مرتے ہیں اور بعض پیدا ہوتے ہیں اور ہمیں صرف دن اور رات کا آنا جانا ہی ہلاک کرتا ہے۔ مشرکین مرنے کے معاملے میں زمانے کو ہی مؤثّر مانتے تھے جبکہ ملک الموت عَلَیۡهِ السَّلَام کا اور اللہ تعالیٰ کے

[1] ......ابو داؤد، کتاب السنّة، باب فی خلق الجنّة والنار، ٣١٢/٤، الحدیث: ٤٧٤٤.

حکم سے روحیں قبض کئے جانے کا انکار کرتے تھے اور ہر مصیبت کو دَہر اور زمانے کی طرف منسوب کرتے تھے، اس لئے انہوں نے یہ کہا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وہ یہ بات علم اور یقین کی بنا پر نہیں کہتے بلکہ واقع کے برخلاف صرف گمان دوڑاتے ہیں۔ [1]

زمانے کو برا کہنا منع ہے

یہاں ایک مسئلہ یاد رکھیں کہ مصیبتوں اور تکلیفوں کو زمانے کی طرف منسوب کرنا اور ناگوار مصیبتیں آنے پر زمانے کو برا کہنا ممنوع ہے کیونکہ احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ’’آدم کی اولاد زمانے کو گالیاں دیتی ہے جبکہ زمانہ (کا خالق) میں ہوں، رات اور دن میرے قبضے میں ہیں۔ [2]

یہی آج کل کے دہریوں کی حالت ہے جو دَہر یعنی زمانے کی طرف ہی سب کچھ منسوب کرتے ہیں اور خدا کا انکار کرتے ہیں، اگرچہ انہیں آج تک اس بات کی کوئی دلیل نہیں ملی کہ اگر کوئی خالق نہیں ہے تو مخلوق کیسے وجود میں آ گئی؟ دہریے ابھی تک بے معنیٰ وفضول تھیوریاں پیش کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ قیامت تک دنیا کے وجود میں آنے کی کوئی توجیہ نہیں کر سکتے جب تک کہ خالقِ حقیقی کے وُجود کو تسلیم نہیں کریں گے۔

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآىٕنَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب اُن پر ہماری روشن آیتیں پڑھی جائیں تو بس اُن کی حجت یہی ہوتی ہے کہ کہتے ہیں ہمارے باپ دادا کو لے آ ؤ تم اگر سچے ہو۔

---

1 ......روح البیان، الجاثیۃ، تحت الآیۃ: ۲۴، ۸/۴۴۹، مدارک، الجاثیۃ، تحت الآیۃ: ۲۴، ص ۱۱۲۰، ملتقطاً.

2 ......بخاری، کتاب الادب، باب لا تسبّوا الدھر، ۴/۱۵۰، الحدیث: ۶۱۸۱.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان پر ہماری روشن آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کی (جوابی) دلیل صرف یہ ہوتی ہے کہ کہتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو لے آؤ۔

﴿وَ اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ: اور جب ان پر ہماری روشن آیتیں پڑھی جاتی ہیں۔﴾ یعنی جب ان مشرکین کے سامنے قرآنِ پاک کی وہ آیتیں پڑھی جاتی ہیں جن میں اس بات کی دلیلیں مذکور ہیں کہ اللّٰہ تعالیٰ مخلوق کو ان کی موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے اور وہ کفار اُن دلیلوں کا جواب دینے سے عاجز ہو جاتے ہیں تو ان کی جوابی دلیل صرف یہ ہوتی ہے کہ اگر تم مُردوں کو دوبارہ زندہ کئے جانے کی بات میں سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو زندہ کر کے لے آؤ تا کہ ہم دوبارہ زندہ ہونے پر یقین کر لیں۔ (1)

قُلِ اللّٰہُ یُحۡیِیۡکُمۡ ثُمَّ یُمِیۡتُکُمۡ ثُمَّ یَجۡمَعُکُمۡ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۶﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اللّٰہ تمہیں جلاتا ہے پھر تم کو مارے گا پھر تم سب کو اکٹھا کرے گا قیامت کے دن جس میں کوئی شک نہیں لیکن بہت آدمی نہیں جانتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اللّٰہ تمہیں زندگی دیتا ہے پھر وہ تمہیں مارے گا پھر تم سب کو قیامت کے دن اکٹھا کرے گا جس میں کوئی شک نہیں، لیکن بہت آدمی نہیں جانتے۔

﴿قُلۡ: تم فرماؤ۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان لوگوں سے فرما دیں کہ تم پہلے بے جان نطفہ تھے، اس کے بعد اللّٰہ تعالیٰ نے تمہیں زندگی دی، پھر وہ تمہاری عمریں پوری ہونے کے وقت تمہیں مارے گا، پھر تم سب کو زندہ کر کے قیامت کے دن اکٹھا کرے گا جس میں کوئی شک نہیں، تو جو پروردگار عَزَّوَجَلَّ ایسی قدرت والا ہے وہ تمہارے

1 ......مدارك، الجاثية، تحت الآية: ۲۵، ص ۱۱۲۰، خازن، الجاثية، تحت الآية: ۲۵، ۴/۱۲۰-۱۲۱، ملتقطاً.

باپ دادا کو زندہ کرنے پر بھی یقیناً قادر ہے، وہ سب کو زندہ کرے گا، لیکن بہت سے آدمی اس بات کو نہیں جانتے کہ اللّٰہ تعالیٰ مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے اور ان کا نہ جاننا اس وجہ سے ہے کہ وہ زندہ کئے جانے کے دلائل کی طرف مائل نہیں ہوتے اور نہ ہی ان میں غور کرتے ہیں۔[1]

وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یَوْمَىٕذٍ یَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ(۲۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت اور جس دن قیامت قائم ہوگی باطل والوں کی اس دن ہار ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللّٰہ ہی کے لیے ہے اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن باطل والے خسارہ پائیں گے۔

﴿وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: اور آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللّٰہ ہی کے لیے ہے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ وہ پہلی بار زندہ کرنے پر قادر ہے اور دوسری بار بھی زندہ کرنے پر قادر ہے، اور اس آیت میں زندہ کرنے کی قدرت ہونے پر اللّٰہ تعالیٰ نے ایک عام فہم دلیل بیان فرمائی کہ آسمانوں اور زمین کی تمام ممکن چیزوں پر اللّٰہ تعالیٰ قادر ہے اور جب تمام ممکن چیزوں میں اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت ثابت ہے اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ مرنے کے بعد زندگی مل جانا ممکن ہے کیونکہ اگر زندگی ملنا ممکن نہ ہوتو پہلی بار بھی زندگی نہ ملتی تو اس سے ثابت ہو گیا کہ اللّٰہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔[2]

﴿وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ: اور جس دن قیامت قائم ہوگی۔﴾ حشر و نشر کے ممکن ہونے کو بیان کرنے کے بعد اللّٰہ تعالیٰ

1 ......مدارك، الجاثية، تحت الآية: ٢٦، ص ١١٢١، جلالين، الجاثية، تحت الآية: ٢٦، ص ٤١٥، ملتقطاً.

2 ......تفسير كبير، الجاثية، تحت الآية: ٢٧، ٩/٦٨٠.

نے آیت کے اس حصے سے قیامت کے احوال کی تفصیل بیان فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن جہنمی ہونے کی صورت میں کافروں کا نقصان میں ہونا ظاہر ہو جائے گا۔[1]

وَ تَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم ہر گروہ کو دیکھو گے زانو کے بل گرے ہوئے ہر گروہ اپنے نامۂ اعمال کی طرف بلایا جائے گا آج تمہیں تمہارے کئے کا بدلہ دیا جائے گا۔ ہمارا یہ نوشتہ تم پر حق بولتا ہے ہم لکھتے رہے تھے جو تم نے کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم ہر گروہ کو زانو کے بل گرے ہوئے دیکھو گے، ہر گروہ اپنے نامۂ اعمال کی طرف بلایا جائے گا (اور کہا جائے گا کہ) آج تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ یہ ہمارا لکھا ہوا ہے جو تم پر حق بولتا ہے، بیشک ہم لکھتے رہے تھے جو تم کیا کرتے تھے۔

﴿وَ تَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً: اور تم ہر گروہ کو زانو کے بل گرے ہوئے دیکھو گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، تم قیامت کے دن یہ منظر بھی دیکھو گے کہ ہر دین والے زانو کے بل گرے ہوئے ہوں گے کیونکہ وہ خوفزدہ ہوں گے اور اپنے اعمال کے بارے میں سوالات کئے جانے اور حساب لئے جانے کی وجہ سے بے چین ہوں گے، ہر دین والا اپنے اعمال نامے کی طرف بلایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ آج تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا، یہ وہ (اعمال نامہ) ہے جسے لکھنے کا ہم نے فرشتوں کو حکم دیا تھا، یہ کسی کمی زیادتی کے بغیر تمہارے خلاف تمہارے عملوں کی گواہی دے گا، بیشک ہم نے فرشتوں کو تمہارے عمل لکھنے کا حکم دیا تھا تو

[1] ……تفسیر کبیر، الجاثیة، تحت الآیة: ۲۷، ۹/۶۸۰، جلالین، الجاثیة، تحت الآیة: ۲۷، ص۴۱۵، ملتقطاً.

گویا کہ تمہارے اعمال ہم ہی لکھ رہے تھے۔[1]

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِیْ رَحْمَتِهٖؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کا رب انہیں اپنی رحمت میں لے گا یہی کھلی کامیابی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے ان کا رب انہیں اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا۔ یہی کھلی کامیابی ہے۔

﴿فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: تو وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن اطاعت گزاروں کا انجام بیان فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ جو دنیا میں ایمان لائے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کیا اور کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں ٹھہرایا اور جن کاموں کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا وہ کام کئے اور جن کاموں سے منع کیا ان سے رک گئے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت کے صدقے جنت میں داخل فرمائے گا اور قیامت کے دن یہی بڑی کامیابی ہے۔[2]

[illegible]

اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن جہنم سے نجات مل جانا اور جنت میں داخلہ نصیب ہو جانا ہی حقیقی طور پر بڑی کامیابی ہے، لہٰذا ہر شخص کو چاہئے کہ وہ دنیا کی ناپائیدار کامیابی حاصل کرنے کے مقابلے میں آخرت کی ہمیشہ رہنے والی کامیابی حاصل کرنے کی زیادہ کوشش کرے، جیسا کہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۶۰﴾ لِمِثْلِ هٰذَا **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** بیشک یہی بڑی کامیابی ہے۔ ایسی ہی

---

1 ......جلالین، الجاثیة، تحت الآیة: ۲۸-۲۹، ص ۴۱۵، روح البیان، الجاثیة، تحت الآیة: ۲۸-۲۹، ۸/۴۵۳-۴۵۴، تفسیر کبیر، الجاثیة، تحت الآیة: ۲۸-۲۹، ۹/۶۸۱، ملتقطاً۔

2 ......تفسیر کبیر، الجاثیة، تحت الآیة: ۳۰، ۹/۶۸۱، تفسیر طبری، الجاثیة، تحت الآیة: ۳۰، ۱۱/۲۶۷، ملتقطاً۔

فَلْیَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ[1] کامیابی کے لیےعمل کرنے والوں کوعمل کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں آخرت میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے بھرپور کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائے ،امین۔

آیت ”وَ اَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ“ سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں،

(1)......جب تک اللہ تعالیٰ کی رحمت کسی شخص کی دستگیری نہ کرے اس وقت تک کوئی شخص محض اپنی نیکیوں کی وجہ سے جنتی نہیں ہوسکتا۔

(2)......ایمان کے ساتھ تقویٰ بھی ضروری ہے اور کوئی شخص نیک اعمال سے بے پرواہ نہیں ہوسکتا۔

وَ اَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ۫ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰى عَلَیْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو کافر ہوئے ان سے فرمایا جائے گا کیا نہ تھا کہ میری آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو تم تکبر کرتے تھے اور تم مجرم لوگ تھے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جو کافر ہوئے (ان سے فرمایا جائے گا) کیا تمہارے سامنے میری آیتیں نہ پڑھی جاتی تھیں تو تم تکبر کرتے تھے اور تم مجرم لوگ تھے۔

﴿وَ اَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: اور جو کافر ہوئے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کیا اور اسے یکتا معبود نہ مانا ان سے قیامت کے دن فرمایا جائے گا ”کیا دنیا میں تمہارے سامنے میری آیتیں نہ پڑھی جاتی تھیں؟ (ضرور پڑھی جاتی تھیں) لیکن تم انہیں سننے،ان پر ایمان لانے اور حق بات قبول کرنے سے تکبر کرتے تھے اور تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والے، گناہوں میں مشغول رہنے والے، قیامت کی تصدیق نہ کرنے والے، ثواب اور سزا

[1]......صافات:۶۰،۶۱.

پر ایمان نہ لانے والے لوگ تھے۔ (1)

مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس آیت میں ان کفار کا ذکر ہے جن تک نبی کی تعلیم پہنچی اور انہوں نے قبول نہ کی لیکن وہ لوگ جو فَتْرَت کے زمانہ میں گزر گئے اگر مُوَحِّد (یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو ماننے والے) تھے تو نجات پائیں گے، اگر مشرک تھے تو پکڑے جائیں گے مگر ان سے یہ سوال نہ ہوگا کیونکہ ان تک آیاتِ الٰہیہ پہنچی ہی نہیں۔ (2)

وَ اِذَا قِیۡلَ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقٌّ وَّ السَّاعَۃُ لَا رَیۡبَ فِیۡہَا قُلۡتُمۡ مَّا نَدۡرِیۡ مَا السَّاعَۃُ ۙ اِنۡ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّ مَا نَحۡنُ بِمُسۡتَیۡقِنِیۡنَ ﴿۳۲﴾ وَ بَدَا لَہُمۡ سَیِّاٰتُ مَا عَمِلُوۡا وَ حَاقَ بِہِمۡ مَّا کَانُوۡا بِہٖ یَسۡتَہۡزِءُوۡنَ ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب کہا جاتا بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں شک نہیں تم کہتے ہم نہیں جانتے قیامت کیا چیز ہے ہمیں تو یونہی کچھ گمان سا ہوتا ہے اور ہمیں یقین نہیں۔ اور اُن پر کھل گئیں ان کے کاموں کی بُرائیاں اور اُنھیں گھیر لیا اس عذاب نے جس کی ہنسی بناتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب کہا جاتا کہ بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں تو تم کہتے تھے: ہم نہیں جانتے، قیامت کیا چیز ہے؟ ہمیں تو یونہی کچھ گمان سا ہوتا ہے اور ہمیں یقین نہیں ہے۔ اور ان کیلئے ان کے اعمال کی برائیاں کھل جائیں گی اور انہیں وہی عذاب گھیر لے گا جس کی وہ ہنسی اڑاتے تھے۔

﴿وَ اِذَا قِیۡلَ: اور جب کہا جاتا۔﴾ یعنی اس وقت ان کفار سے یہ بھی کہا جائے گا ''جب تم سے کہا جاتا کہ بیشک اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ سچا ہے جو اس نے اپنے بندوں سے کیا کہ وہ مرنے کے بعد زندہ کئے جائیں اور اپنی قبروں سے اٹھائے جائیں

1 ......تفسیر طبری، الجاثیة، تحت الآیة: ۳۱، ۱۱/۲۶۸، تفسیر کبیر، الجاثیة، تحت الآیة: ۳۱، ۹/۶۸۱، ملتقطاً.

2 ......نور العرفان، الجاثیۃ، تحت الآیۃ: ۳۱، ص۸۰۰۔

گے اور قیامت، جس کے بارے میں انہیں خبر دی گئی کہ اللہ تعالیٰ اسے بندوں کے حشر کے لئے قائم فرمائے گا اور اس دن انہیں حساب کے لئے جمع کرے گا، اس کے آنے میں کوئی شک نہیں تو تم اللہ تعالیٰ کے وعدے کو جھٹلاتے ہوئے اور اس کی قدرت کا انکار کرتے ہوئے کہتے تھے: ہم نہیں جانتے، قیامت کیا چیز ہے؟ اور کہتے تھے کہ ہمیں تو یونہی قیامت آنے کا کچھ گمان سا ہوتا ہے لیکن ہمیں اس کے آنے کا یقین نہیں ہے۔ [1] اس سے معلوم ہوا کہ عقائد کے معاملے میں بے یقینی کی کیفیت تباہ کُن ہوتی ہے۔

﴿وَبَدَا لَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا: اوران کیلئے ان کے اعمال کی برائیاں کھل گئیں۔﴾ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ آخرت میں کفار کے سامنے ان کے دنیا میں کئے ہوئے برے اعمال انتہائی بری شکلوں میں ظاہر ہوں گے اور ان پر وہی عذاب اتر پڑے گا اور انہیں گھیر لے گا جس کی دنیا میں ہنسی اڑاتے تھے۔ [2]

وَقِیْلَ الْیَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِیْتُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور فرمایا جائے گا آج ہم تمہیں چھوڑ دیں گے جیسے تم اپنے اس دن کے ملنے کو بھولے ہوئے تھے اور تمہارا ٹھکانا آگ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور فرمایا جائے گا: آج ہم تمہیں چھوڑ دیں گے جیسے تم نے اپنے اس دن کے ملنے کو بھلایا ہوا تھا اور تمہارا ٹھکانہ آگ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔

﴿وَقِیْلَ: اور فرمایا جائے گا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ان کافروں سے قیامت کے دن فرمایا جائے گا: آج ہم تمہیں جہنم کے عذاب میں اسی طرح چھوڑ دیں گے جس طرح تم نے دنیا میں ایمان قبول کرنے اور اس دن کی ملاقات کے لئے عمل

1 ......تفسیر طبری، الجاثیة، تحت الآیة: ٣٢، ١١/٢٦٨.

2 ......روح البیان، الجاثیة، تحت الآیة: ٣٣، ٨/٤٥٨، جلالین، الجاثیة، تحت الآیة: ٣٣، ص٤١٥، ملتقطاً.

کرنے کو چھوڑا ہوا تھا، تمہارا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں جو تمہیں اس عذاب سے بچا سکے۔ (1)

ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّ غَرَّتْكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۚ فَالْیَوْمَ لَا یُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَ لَا هُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ اس لیے کہ تم نے اللّٰہ کی آیتوں کا ٹھٹا بنایا اور دنیا کی زندگی نے تمہیں فریب دیا تو آج نہ وہ آگ سے نکالے جائیں اور نہ اُن سے کوئی منانا چاہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ اس لیے ہے کہ تم نے اللّٰہ کی آیتوں کا ٹھٹھا مذاق بنایا اور دنیا کی زندگی نے تمہیں فریب دیا تو آج نہ وہ آگ سے نکالے جائیں اور نہ ان سے اللّٰہ کو راضی کرنے کا مطالبہ ہوگا۔

﴿ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا: یہ اس لیے ہے کہ تم نے اللّٰہ کی آیتوں کا ٹھٹھا مذاق بنایا۔﴾ یعنی تمہیں یہ سزا اس لیے دی گئی ہے کہ تم نے دنیا میں اللّٰہ تعالیٰ کی آیتوں کا ٹھٹّھا مذاق بنایا اور دنیا کی زندگی نے تمہیں فریب دیا کہ تم اس کے عاشق ہو گئے اور تم نے مرنے کے بعد اٹھنے اور حساب ہونے کا انکار کر دیا تو آج نہ وہ آگ سے نکالے جائیں گے اور نہ ہی اب ان سے یہ مطلوب ہے کہ وہ توبہ کر کے اور ایمان و طاعت اختیار کر کے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو راضی کریں کیونکہ اس دن کوئی عذر اور توبہ قبول نہیں۔ (2)

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ رَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۶﴾ وَ لَهُ الْكِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ۪ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۠ ﴿۳۷﴾

ع ٢٠ - ٤

ترجمۂ کنزالایمان: تو اللّٰہ ہی کے لیے سب خوبیاں ہیں آسمانوں کا رب اور زمین کا رب اور سارے جہاں کا رب۔

1 ......خازن، الجاثية، تحت الآية: ٣٤، ٤/١٢١، جلالين، الجاثية، تحت الآية: ٣٤، ص٤١٥، ملتقطاً.

2 ......خازن، الجاثية، تحت الآية: ٣٥، ٤/١٢١، مدارك، الجاثية، تحت الآية: ٣٥، ص١١٢٢، ملتقطاً.

اور اسی کے لیے بڑائی ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہی عزت وحکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اللہ ہی کے لئے سب خوبیاں ہیں جو آسمانوں کا رب اور زمین کا رب، سارے جہان کا رب ہے۔ اور آسمانوں اور زمین میں اسی کے لئے بڑائی ہے اور وہی عزت والا، حکمت والا ہے۔

﴿**فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ** :**تو اللہ ہی کے لئے سب خوبیاں ہیں۔**﴾ اس کا معنی یہ ہے کہ تم اس اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد بیان کرو جو تمہارا رب ہے، آسمانوں اور زمینوں میں موجود تمام چیزوں کا اور سارے جہاں کا رب ہے کیونکہ جس کی ربوبیت ایسی عام ہو تو اس کی حمد وثنا کرنا ہر اس چیز پر لازم ہے جس کا وہ رب ہے۔[1]

﴿**وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ** :**اسی کے لئے بڑائی ہے۔**﴾ یعنی اللہ تعالٰی کی بڑائی بیان کرو کیونکہ آسمانوں اور زمین میں اس کی عظمت، قدرت، سلطنت اور بڑائی کے آثار ظاہر ہیں اور وہی عزت والا، حکمت والا ہے۔[2]

1 ......مدارك، الجاثية، تحت الآية: ٣٦، ص١١٢٢.

2 ......مدارك، الجاثية، تحت الآية: ٣٧، ص١١٢٢، روح البيان، الجاثية، تحت الآية: ٣٧، ٤٥٩/٨، ملتقطاً.

چھبیسواں پارہ
(حٰمٓ)
www.dawateislami.net

سُوْرَةُ الْأَحْقَاف

سورۂ احقاف کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ اَحقاف مکیہ ہے، البتہ بعض مفسرین کے نزدیک اس کی چند آیتیں مدنی ہیں اور وہ ’’**قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ**‘‘ اور ’’**فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ**‘‘ اور ’’**وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ**‘‘ سے لے کر ’’**اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ**‘‘ تک تین آیتیں ہیں۔ [1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **4** رکوع، **35** آیتیں، **644** کلمے اور **2595** حروف ہیں۔ [2]

’’اَحقاف‘‘ نام رکھنے کی وجہ

اَحقاف یمن کی اس سرزمین کا نام ہے جہاں قومِ عاد آباد تھی، اور اس سورت کی آیت نمبر **21** سے سرزمینِ اَحقاف میں رہنے والی اس قوم کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام ’’سورۂ اَحقاف‘‘ رکھا گیا۔

سورۂ احقاف کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں توحید، رسالت، وحی، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور اعمال کی جزاء ملنے کے بارے میں کلام کیا گیا ہے اور اس سورت میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں،

(1)......ابتداء میں اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور قیامت سے متعلق دلائل دیئے گئے، بتوں کی پوجا کرنے والے مشرکین کی مذمت بیان کی گئی، قرآنِ مجید اور رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کے بارے میں

---

1 ......جلالین مع جمل، سورة الاحقاف، ١٥٣/٧.

2 ......خازن، تفسير سورة الاحقاف، ١٢٢/٤.

کفار کے شُبہات کا جواب دیا گیا۔

(2)......اللہ تعالٰی کی وحدانیّت کو ماننے والے، اس کے دین پر ثابت قدم رہنے والے، والدین کی اطاعت کرنے والے اوران کے ساتھ بھلائی کرنے والے کی جزاء بیان کی گئی کہ یہ جنّتی ہے اوراللہ تعالٰی کے ساتھ کفر کرنے والے، والدین کی نافرمانی کرنے والے، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے والے کی سزا بیان کی گئی کہ یہ جہنمی ہے۔

(3)......حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اوران کی قوم عاد کا واقعہ بیان کیا گیا کہ اس قوم کے لوگ اپنی طاقت وقوت کی وجہ سے سرکش ہوگئے اور بتوں کی پوجا کرنے پر قائم رہے تو اللہ تعالٰی نے آندھی کے عذاب کے ذریعے انہیں نیست نابُود کردیا اوراس واقعے کو بیان کرنے سے مقصود کفارِ مکہ کو حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تکذیب کرنے سے ڈرانا ہے کہ اگر وہ اپنی اسی ہٹ دھرمی پر قائم رہے تو ان کا انجام بھی قومِ عاد جیسا ہوسکتا ہے۔

(4)......قرآنِ پاک کی آیات سن کر ایمان قبول کرنے والی جنوں کی ایک جماعت کا ذکر کیا گیا اور یہ بتایا گیا کہ انہوں نے اپنی قوم کو حضورپُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانے کی دعوت دی اورانہیں بتایا کہ جو ان پر ایمان نہیں لائے گا وہ کھلی گمراہی میں ہے۔

(5)......اس سورت کے آخر میں مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر اللہ تعالٰی کی قدرت کی دلیل دی گئی اور یہ بتایا گیا کہ کفار بہر صورت جہنم کا عذاب پائیں گے اور اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تلقین کی کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، صبر کرو جیسے ہمت والے رسولوں نے صبر کیا اوران کافروں کے لیے عذاب طلب کرنے میں جلدی نہ کرو۔

سورۂ جاثیہ کے ساتھ مناسبت

سورۂ اَحقاف کی اپنے سے ماقبل سورت ’’جاثیہ‘‘ کے ساتھ ایک مناسبت یہ ہے کہ دونوں سورتوں کی ابتداء میں قرآنِ مجید کا تعارف بیان کیا گیا۔ دوسری مناسبت یہ ہے کہ سورۂ جاثیہ کے آخر میں شرک کرنے پر مشرکین کی سرزَنش کی گئی اور سورۂ اَحقاف کی ابتداء میں بھی شرک کرنے پر ان کی سرزَنش کی گئی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا ہے۔

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ تَنۡزِيۡلُ الۡكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَكِيۡمِ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ کتاب اُتارنا ہے اللّٰہ عزت وحکمت والے کی طرف سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: حٰمٓ۔ کتاب کا نازل فرمانا اللّٰہ کی طرف سے ہے جو عزت والا، حکمت والا ہے۔

﴿حٰمٓ﴾ یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللّٰہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

﴿تَنۡزِيۡلُ الۡكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ: کتاب کا نازل فرمانا اللّٰہ کی طرف سے ہے۔﴾ یعنی قرآنِ مجید کو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی طرف سے نہیں بنایا اور نہ ہی کسی انسان اور جن سے اسے نقل کیا ہے بلکہ یہ قرآن اس اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو اپنی سَلْطَنَت میں عزت اور غلبے والا اور اپنی صَنعَت میں حکمت والا ہے۔[1]

اس آیت سے قرآنِ کریم کی چار خوبیاں معلوم ہوئیں،

(1)......قرآنِ عظیم کسی انسان یا جن کا کلام نہیں بلکہ یہ اللّٰہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

(2)......قرآنِ مجید حق اور سچ ہے کیونکہ اسے اللّٰہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اور اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنۡ اَصۡدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيۡلًا [2] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور اللّٰہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے؟

(3)......قرآنِ کریم اپنی عبارت اور معنی دونوں کے اعتبار سے تمام کتابوں پر غالب ہے کیونکہ اس کتاب کو نازل

1......جلالین مع صاوی، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۲، ۵/۱۹۳۱۔

2......النساء: ۱۲۲۔

فرمانے والے کی شان یہ ہے کہ وہ عزت والا اور غلبے والا ہے اور قرآن کلامِ الٰہی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔
(4)......قرآنِ حکیم انتہاء کو پہنچی ہوئی حکمت پر مشتمل ہے کیونکہ یہ حکمت والے رب تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔

مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّىؕ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَمَّاۤ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے نہ بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے مگر حق کے ساتھ اور ایک مقرر میعاد پر اور کافر اس چیز سے کہ ڈرائے گئے منہ پھیرے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب حق کے ساتھ ہی اور ایک مقررہ مدت تک (کیلئے) بنایا اور کافر اس چیز سے منہ پھیرے ہیں جس سے انہیں ڈرایا گیا ہے۔

﴿مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ: ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب حق کے ساتھ بنایا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب حق کے ساتھ ہی بنایا تا کہ وہ ہماری قدرت، وحدانیّت، کمال کی باقی صفات، اور ہر نقص و عیب سے پاک ہونے پر دلالت کریں کیونکہ تخلیق کے ذریعے حق کی پہچان ہوتی ہے اور ہر صَنعت اپنے بنانے والے کے وجود اور اس کے کمال کی صفت کے ساتھ مُتَّصف ہونے پر دلالت کرتی ہے، نیز انہیں ہمیشہ باقی رہنے کے لئے نہیں بنایا بلکہ ایک مقررہ مدت تک کیلئے بنایا ہے اور وہ مقررہ مدت قیامت کا دن ہے جس کے آجانے پر آسمان اور زمین فنا ہو جائیں گے اور جس چیز سے کفار کو ڈرایا گیا ہے وہ اس پر ایمان لانے سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ اس چیز سے مراد عذاب ہے، یا اس سے قیامت کے دن کی وحشت مراد ہے، یا اس سے قرآنِ پاک مراد ہے جو کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کا حساب لئے جانے کا خوف دلاتا ہے۔[1]

(1)......جلالین مع صاوی، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۳، ۵/۱۹۳۱، خازن، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۳، ۴/۱۲۲، مدارک، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۳، ص۱۱۲۳، ملتقطاً۔

اس آیت سے 5 باتیں معلوم ہوئیں،

(1)......اس آیت سے ثابت ہوا کہ اس جہان کا ایک خدا ہے اور یہ وہ ہے جس کی قدرت کے آثار آسمانوں اور زمین میں کئی طرح سے ظاہر ہیں۔

(2)......اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو عَبَث ، بے کار اور بے فائدہ نہیں بنایا بلکہ ہر چیز کو کسی نہ کسی حکمت سے بنایا ہے۔

(3)......تمام مخلوقات کو پیدا فرمائے جانے کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ ان کے ذریعے لوگ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کریں اور اس کی قدرت و وحدانیّت پر ایمان لائیں۔

(4)......مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانا اور قیامت کا واقع ہونا حق ہے کیونکہ اگر قیامت قائم نہ ہو تو ظالموں سے مظلوموں کا حق لینا رہ جائے گا اور اطاعت گزار مومنین ثواب کے بغیر اور کافر عذاب کے بغیر رہ جائیں گے اور یہ اس حقیقت کے خلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب حق کے ساتھ ہی بنایا ہے۔

(5)......اس جہان کو اس لئے پیدا نہیں کیا گیا کہ یہ ہمیشہ کے لئے باقی رہے بلکہ اسے ایک مخصوص مدت تک مُکَلَّف لوگوں کے لئے عمل کرنے کا مقام بنایا ہے تاکہ وہ یہاں نیک عمل کر کے آخرت میں اس کی اچھی جزا پائیں، لہٰذا ہر شخص کو اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ اس سے کیا مطلوب ہے اور اسے کس لئے پیدا کیا گیا ہے۔[1]

قُلْ اَرَءَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِیْ مَا ذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِی السَّمٰوٰتِؕ-اِیْتُوْنِیْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَاۤ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ(۴)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو وہ جو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو مجھے دکھاؤ انہوں نے زمین کا کون سا ذرّہ بنایا یا

1 ......تفسیر کبیر، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۳، ۱۰/۵-۶، روح البیان، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۳، ۸/۴۶۱-۴۶۲، ملتقطاً.

آسمان میں اُن کا کوئی حصّہ ہے میرے پاس لاؤ اس سے پہلی کوئی کتاب یا کچھ بچا کھچا علم اگر تم سچے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: بھلا بتاؤ تو کہ اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو، مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین کا کون سا ذرہ بنایا ہے یا آسمانوں میں ان کا کوئی حصہ ہے؟ میرے پاس اس سے پہلے کی کوئی کتاب یا کچھ بچا کھچا علم ہی لے آؤ اگر تم سچے ہو۔

﴿قُلْ اَرَءَیْتُمْ: تم فرماؤ: بھلا بتاؤ۔﴾ اس آیت میں بتوں وغیرہ کی پوجا کرنے والوں کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ کافروں سے فرمادیں: اللہ تعالیٰ کی بجائے جن بتوں وغیرہ کی تم عبادت کرتے ہو، اگر وہ حقیقی معبود ہیں تو اس کی دلیل کے طور پر مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین کا کون سا ذرہ بنایا ہے یا آسمانوں کو پیدا کرنے میں ان کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی شرکت ہے جس کی وجہ سے تمہیں یہ وہم ہوا کہ یہ معبود ہونے کا کوئی حق رکھتے ہیں؟ اور اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو کہ خدا کا کوئی شریک ہے جس کی عبادت کرنے کا اس نے تمہیں حکم دیا ہے تو اس کی دلیل کے طور پر میرے پاس اس قرآن سے پہلے کی نازل شدہ کوئی کتاب لے آؤ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ قرآنِ مجید توحید کے حق ہونے اور شرک کے باطل ہونے کو بیان فرماتا ہے اور اس سے پہلے جو کتاب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی اس میں بھی یہی بیان ہے، تو تم اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں سے کوئی ایک کتاب تو ایسی لے آؤ جس میں تمہارے دِین یعنی بت پرستی کی شہادت ہو، یا اگر تم کتاب نہیں لاسکتے تو کوئی ایسا مُستَنَد مضمون ہی لے آؤ جو پہلے لوگوں سے منقول ہوتا چلا آرہا ہو اور اس میں اس بات کی گواہی موجود ہو کہ تمہارے معبود عبادت کے مستحق ہیں اور جب تمہارے پاس نہ کوئی عقلی دلیل موجود ہے نہ نقلی تو تم کس بنیاد پر بتوں کی عبادت کرتے ہو۔ (1)

وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَهٗۤ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآىٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝۵

---

1 ……روح البيان، الاحقاف، تحت الآية: ٤، ٨/٤٦٣-٤٦٤، مدارك، الاحقاف، تحت الآية: ٤، ص١١٢٣، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اللہ کے سوا ایسوں کو پوجے جو قیامت تک اس کی نہ سُنیں اور انہیں ان کی پوجا کی خبر تک نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اللہ کے سوا ان بتوں کی عبادت کرے جو قیامت تک اس کی نہ سنیں گے اور وہ ان کی پوجا سے بے خبر ہیں۔

﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ: اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اللہ کے سوا ان بتوں کی عبادت کرے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں بتوں کی عبادت کا باطل ہونا بیان کیا گیا اور اس کی ایک دلیل یہ بیان کی گئی کہ بتوں کو کسی طرح کی کوئی قدرت حاصل نہیں اور اس آیت میں بتوں کی عبادت باطل ہونے کی ایک اور دلیل بیان کی جارہی ہے کہ یہ پکارنے والوں کی پکار نہیں سن سکتے اور محتاجوں کی حاجات سمجھ نہیں سکتے، چنانچہ فرمایا گیا کہ مشرکین اپنے ہاتھوں سے بتوں کو بناتے ہیں اور پھر انہیں خدا مان کر ان کی عبادت شروع کر دیتے ہیں حالانکہ ان کی حالت یہ ہے کہ اگر یہ مشرکین قیامت تک بتوں کو پکارتے رہیں تو وہ ان کی پکار سن نہیں سکتے اور نہ ہی ان کو اپنے پُجاریوں کی پوجا کی خبر ہے کیونکہ یہ جَمادا ور بے جان ہیں جس کی وجہ سے نہ سن سکتے ہیں نہ سمجھ سکتے ہیں اور اس آدمی سے زیادہ گمراہ اور کوئی نہیں جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عاجز اور بے بس بتوں کی پوجا کرتا ہے اور ان سے ایسی چیزیں مانگتا ہے جو وہ قیامت تک نہیں دے سکتے، نیز جو وہ کہہ رہا ہے اس سے بت غافل ہیں، نہ سنتے ہیں، نہ دیکھتے ہیں، نہ پکڑتے ہیں کیونکہ وہ بے جان پتھر ہیں جو بالکل بہرے اور فہم کی صلاحیت سے عاری ہیں۔ (1)

وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِیْنَ ﴿٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب لوگوں کا حشر ہوگا وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان سے منکر ہو جائیں گے۔

(1) ...... تفسیر کبیر، الاحقاف، تحت الآیة: ٥، ١٠/٧-٨، خازن، الاحقاف، تحت الآیة: ٥، ٤/١٢٢، ابن کثیر، الاحقاف، تحت الآیة: ٥، ٧/٢٥٣، ملتقطاً۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب لوگوں کا حشر ہوگا تو وہ بت ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت سے منکر ہو جائیں گے۔

﴿وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ: اور جب لوگوں کا حشر ہوگا۔﴾ یعنی دنیا میں تو بتوں کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے پکارنے والوں کی پکار سننے اور سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے اور قیامت کے دن ان کا حال یہ ہوگا کہ اس دن جب قبروں سے نکالنے کے بعد لوگوں کو جمع کیا جائے گا تو وہ بت اپنے پُجاریوں کے دشمن ہوں گے اور انہیں نفع کی بجائے نقصان پہنچائیں گے اور ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور کہیں گے: ہم نے انہیں اپنی عبادت کی دعوت نہیں دی، درحقیقت یہ اپنی خواہشوں کے پَرَستار تھے۔ (یعنی اپنی مرضی سے جس کو چاہا خدا قرار دیدیا اور اس کی پوجا شروع کر دی تو یہ حقیقت میں اپنی خواہش کی پوجا ہوئی۔)[1]

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْۙ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌؕ(۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب اُن پر پڑھی جائیں ہماری روشن آیتیں تو کافر اپنے پاس آئے ہوئے حق کو کہتے ہیں یہ کھلا جادو ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان کے سامنے ہماری روشن آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کافر اپنے پاس آئے ہوئے حق کے بارے میں کہتے ہیں: یہ کھلا جادو ہے۔

﴿وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ: اور جب ان کے سامنے ہماری روشن آیتیں پڑھی جاتی ہیں۔﴾ اس سے پہلی آیات میں توحید کے حق ہونے اور بتوں کی عبادت باطل ہونے کے بارے میں بیان کیا گیا اور اب یہاں سے قرآنِ مجید کے بارے کفار کی گفتگو ذکر کی جارہی ہے، چنانچہ اس آیت میں فرمایا گیا کہ جب اہلِ مکہ کے سامنے قرآنِ مجید کی روشن آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان میں سے کافر لوگ غور وفکر کئے اور اچھی طرح سنے بغیر قرآن شریف کے بارے میں

1 ......مدارك، الاحقاف، تحت الآية: ٦، ص١١٢٣-١١٢٤، صاوی، الاحقاف، تحت الآية: ٦، ١٩٣٢/٥، ملتقطاً.

کہتے ہیں: یہ ایسا کھلا جادو ہے جس کے جادو ہونے میں کوئی شُبہ نہیں (ان کی یہ بات باطل ہونے کی صریح دلیل یہ ہے کہ جادو وہ چیز ہے جس کی نظیر ممکن ہے اور قرآنِ مجید کی نظیر ممکن ہی نہیں، لہٰذا قرآن جادو ہرگز نہیں ہے)۔[1]

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُؕ قُلْ اِنِ افْتَرَیْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِیْ مِنَ اللّٰهِ شَیْــٴًـاؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِیْضُوْنَ فِیْهِؕ كَفٰى بِهٖ شَهِیْدًۢا بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْؕ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا کہتے ہیں انہوں نے اسے جی سے بنایا تم فرماؤ اگر میں نے اسے جی سے بنالیا ہوگا تو تم اللہ کے سامنے میرا کچھ اختیار نہیں رکھتے وہ خوب جانتا ہے جن باتوں میں تم مشغول ہو اور وہ کافی ہے میرے اور تمہارے درمیان گواہ اور وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اس (نبی) نے خود ہی قرآن بنالیا ہے۔ تم فرماؤ: اگر میں نے اسے خود ہی بنایا ہوگا تو تم اللہ کے سامنے میرے لئے کسی چیز کے مالک نہیں ہو۔ وہ خوب جانتا ہے جن باتوں میں تم مشغول ہو اور میرے اور تمہارے درمیان وہ کافی گواہ ہے اور وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ: بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اس (نبی) نے خود ہی قرآن بنالیا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ کفارِ مکہ کا قرآنِ مجید کو جادو کہنا ایک طرف، وہ تو اس سے بھی بدتر بات یہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے خود ہی قرآن بنالیا اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کردیا ہے۔ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرما دیں کہ اگر بالفرض میں اپنی طرف سے قرآن بنا کر اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کردیتا تو یہ اللہ تعالیٰ پر اِفتراء ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا دستور یہ ہے کہ وہ ایسے اِفتراء کرنے والے کو جلد سزا میں گرفتار کرتا ہے اور تمہیں تو یہ قدرت حاصل ہی نہیں کہ تم کسی کو اس کی سزا سے بچا سکو یا کسی سے اس کے عذاب کو دور کرسکو، تو یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ پر اِفتراء

[1] ……جلالين، الاحقاف، تحت الآية: ٧، ص٤١٦، مدارك، الاحقاف، تحت الآية: ٧، ص١١٢٤، ملتقطاً.

کرکے خود کو اس کے عذاب کے لئے پیش کر دیتا، (نیز تم جانتے ہو کہ مجھے کسی طرح کی کوئی سزا نہیں دی گئی، تو یہ بھی اس بات کی دلیل ہے میں اپنی رسالت کے دعوے میں جھوٹا نہیں ہوں اور نہ ہی میں نے اپنی طرف سے قرآن بنایا ہے اور جب میں سچا ہوں اور قرآن اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہے تو یاد رکھو!) اللہ تعالیٰ ان باتوں کو خوب جانتا ہے جن میں تم مشغول ہو اور تم جو کچھ قرآنِ پاک کے بارے کہتے ہو وہ بھی اسے اچھی طرح معلوم ہے تو وہ تمہیں اس کی سزا دے گا اور یاد رکھو! میرے اور تمہارے درمیان سچ اور جھوٹ کا فیصلہ کرنے کے لئے گواہ کے طور پر اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے، (لہٰذا اگر بالفرض میں جھوٹا ہوا تو وہ مجھے فوری عذاب دے گا اور اگر تم جھوٹے ہوئے تو وہ تمہیں فوری یا کچھ عرصے بعد عذاب دے گا۔) پھر انہیں توبہ کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ ان سب باتوں کے باوجود اگر تم اپنے کفر سے رجوع کرکے توبہ کرلو تو وہ تمہاری توبہ قبول فرما کر تمہیں معاف فرما دے گا، تمہیں بخش دے گا اور تم پر رحم فرمائے گا کیونکہ اس کی شان یہ ہے کہ وہ بخشنے والا مہربان ہے۔[1]

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَ مَاۤ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَ لَا بِكُمْؕ اِنْ اَتَّبِـعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ وَ مَاۤ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ میں کوئی انوکھا رسول نہیں اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا میں تو اسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی ہوتی ہے اور میں نہیں مگر صاف ڈر سنانے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا؟ میں تو اسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی ہوتی ہے اور میں تو صرف صاف ڈر سنانے والا ہوں۔

﴿**قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ: تم فرماؤ: میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں۔**﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر نت نئے اعتراضات کرنا کفارِ مکہ کا معمول تھا، چنانچہ کبھی وہ کہتے کہ کوئی بشر کیسے رسول

1 ......تفسیر کبیر، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۸، ۱۰/ ۸، خازن، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۸، ٤/ ۱۲۳، مدارك، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۸، ص ۱۱۲٤، ابن کثیر، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۸، ۷/۲۵۳-۲۵٤، ملتقطاً۔

ہوسکتا ہے؟ رسول تو کسی فرشتے کو ہونا چاہیے، کبھی کہتے کہ آپ تو ہماری طرح کھاتے پیتے ہیں، ہماری طرح بازاروں میں گھومتے پھرتے ہیں، آپ کیسے رسول ہو سکتے ہیں؟ کبھی کہتے: آپ کے پاس نہ مال و دولت ہے اور نہ ہی کوئی اثر ورسوخ ہے۔ ان سب باتوں کا جواب اس آیتِ مبارکہ میں دیا گیا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرما دیں: میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں بلکہ مجھ سے پہلے بھی رسول آ چکے ہیں، وہ بھی انسان ہی تھے اور وہ بھی کھاتے پیتے تھے اور یہ چیزیں جس طرح ان کی نبوت پر اعتراض کا باعث نہ تھیں اسی طرح میری نبوت پر بھی اعتراض کا باعث نہیں ہیں تو تم ایسے فضول شُبہات کی وجہ سے کیوں نبوت کا انکار کرتے ہو؟

دوسری تفسیر یہ ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کفارِ مکہ عجیب معجزات دکھانے اور عناد کی وجہ سے غیب کی خبریں دینے کا مطالبہ کیا کرتے تھے۔ اس پر حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حکم دیا گیا کہ آپ کفارِ مکہ سے فرما دیں کہ میں انسانوں کی طرف پہلا رسول نہیں ہوں بلکہ مجھ سے پہلے بھی بہت سے رسول تشریف لا چکے ہیں اور وہ سب اللّٰہ تعالیٰ کے بندوں کو اس کی وحدانیّت اور عبادت کی طرف بلاتے تھے اور میں اس کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف بلانے والا نہیں ہوں بلکہ میں بھی اخلاص کے ساتھ اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیّت پر ایمان لانے اور سچے دل کے ساتھ اس کی عبادت کرنے کی طرف بلاتا ہوں اور مجھے اَخلاقی اچھائیوں کو پورا کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے اور میں بھی اس چیز پر (ذاتی) قدرت نہیں رکھتا جس پر مجھ سے پہلے رسول (ذاتی) قدرت نہیں رکھتے تھے، تو پھر میں تمہیں تمہارا مطلوبہ ہر معجزہ کس طرح دکھا سکتا ہوں اور تمہاری پوچھی گئی ہر غیب کی خبر کس طرح دے سکتا ہوں کیونکہ مجھ سے پہلے رسول وہی معجزات دکھایا کرتے تھے جو اللّٰہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائے تھے اور اپنی قوم کو وہی خبریں دیا کرتے تھے جو اللّٰہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی تھیں اور جب میں نے پچھلے رسولوں سے کوئی انوکھا طریقہ اختیار نہیں کیا تو پھر تم میری نبوت کا انکار کیوں کرتے ہو؟[1]

﴿وَمَاۤ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ: اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا؟﴾ آیت کے اس حصے کے بارے میں مفسرین نے جو کلام فرمایا ہے اس میں سے چار چیزیں یہاں درج کی جاتی ہیں،

1 ......تفسیر کبیر، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۹، ۱۰/۹، خازن، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۹، ۴/۱۲۳، روح البیان، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۹، ۸/۴۶۷، ملتقطاً۔

(1)...... یہ آیت منسوخ ہے۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہاں دو صورتیں ہیں، پہلی صورت یہ کہ اگر اس آیت کے یہ معنی ہوں ''قیامت میں جو میرے اور تمہارے ساتھ کیا جائے گا وہ مجھے معلوم نہیں۔'' تو یہ آیت سورۂ فتح کی آیت نمبر 2 اور 5 سے منسوخ ہے، جیسا کہ حضرت عکرمہ اور حضرت حسن بصری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں: اسے سورۂ فتح کی اس آیت " اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًاۙ(۱) لِّیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ...الآیۃ " نے منسوخ کر دیا ہے۔[1]

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: آیت کریمہ " وَ مَاۤ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَ لَا بِكُمْ " کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیات "لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ" اور "لِیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ...الآیۃ " نازل فرمائیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بتا دیا کہ وہ آپ کے ساتھ اور ایمان والوں کے ساتھ (آخرت میں) کیا معاملہ فرمائے گا۔[2]

اس کی تفصیل اس حدیثِ پاک میں ہے، چنانچہ حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حُدَیْبِیَہ سے واپسی کے وقت نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر یہ آیت نازل ہوئی:

لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تاکہ اللہ تمہارے صدقے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے گناہ بخش دے۔

تو حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے زمین پر موجود تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ پھر نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے سامنے اسی آیت کی تلاوت فرمائی تو انہوں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کو مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے تو بیان فرما دیا کہ وہ آپ کے ساتھ کیا کرے گا، اب (یہ معلوم نہیں کہ) ہمارے ساتھ کیا کیا جائے گا، تو تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر یہ آیت نازل ہوئی:

لِیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تاکہ وہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو ان باغوں میں داخل فرما دے جن کے نیچے نہریں

---

1 ...... تفسیر طبری، الاحقاف، تحت الآیۃ: ٩، ١١/٢٧٦.

2 ...... در منثور، الاحقاف، تحت الآیۃ: ٩، ٧/٤٣٥.

3 ...... فتح: ٢.

يُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا [1]

بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے اور تاکہ اللہ ان کی برائیاں ان سے مٹادے، اور یہ اللہ کے یہاں بڑی کامیابی ہے۔ [2]

علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مشرک خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ لات وعُزّٰی کی قسم! اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہمارا اور محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کا یکساں حال ہے، انہیں ہم پر کچھ بھی فضیلت نہیں، اگر یہ قرآن ان کا اپنا بنایا ہوا نہ ہوتا تو ان کو بھیجنے والا انہیں ضرور خبر دیتا کہ وہ ان کے ساتھ کیا کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تاکہ اللہ تمہارے صدقے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے گناہ بخش دے۔

صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، حضور کو مبارک ہو، آپ کو تو معلوم ہوگیا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا، اب یہ انتظار ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ کیا کرے گا؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ [4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تاکہ وہ ایمان والے مَردوں اور ایمان والی عورتوں کو ان باغوں میں داخل فرمادے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

اور یہ آیت نازل ہوئی:

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا [5]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ایمان والوں کو خوشخبری دیدو کہ ان کے لیے اللہ کا بڑا فضل ہے۔

---

1 ......فتح: ٥.

2 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة الفتح، ٥/١٧٦، الحدیث: ٣٢٧٤.

3 ......فتح: ٢.

4 ......فتح: ٥.

5 ......احزاب: ٤٧.

تو اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ اور مومنین کے ساتھ کیا کرے گا۔[1]

دوسری صورت یہ ہے کہ آخرت کا حال تو حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اپنا بھی معلوم ہے، مومنین کا بھی اور جھٹلانے والوں کا بھی، اور اس آیت کے معنی یہ ہیں ''دنیا میں کیا کیا جائے گا، یہ معلوم نہیں'' اگر آیت کے یہ معنی لئے جائیں تو بھی یہ آیت **منسوخ** ہے، کیونکہ **اللہ** تعالیٰ نے حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ بھی بتا دیا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ[2] **ترجمۂ کنزُالعِرفان**: تا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کردے۔

اور ارشاد فرمایا:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ[3] **ترجمۂ کنزُالعِرفان**: اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ انہیں عذاب دے جب تک اے حبیب! تم ان میں تشریف فرما ہو۔[4]

یہاں اس آیت کے منسوخ ہونے کے بارے میں جو تفصیل بیان کی اسے دوسرے انداز میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا یہ فرمانا'' **وَمَاۤ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ** '' قرآنِ مجید کا نزول مکمل ہونے سے پہلے کی بات ہے، اس لئے یہاں فی الحال جاننے کی نفی ہے۔ آئندہ اس کا علم حاصل نہ ہونے کی نفی نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: یہ آیت اسلام کے ابتدائی دور میں، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مومنین اور کفار کا انجام بیان کئے جانے سے پہلے نازل ہوئی، ورنہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس وقت تک دنیا سے تشریف نہ لے گئے یہاں تک کہ **اللہ** تعالیٰ نے انہیں قرآنِ مجید میں اِجمالی اور تفصیلی طور پر وہ سب کچھ بتا دیا جو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مومنین اور کفار کے ساتھ کیا جائے گا۔[5]

---

1 ......خازن، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۹، ۱۲۳/۴.

2 ......توبہ: ۳۳.

3 ......انفال: ۳۳.

4 ......خازن، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۹، ۱۲۳/۴، **خزائن العرفان، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۹، ص ۹۲۴۔**

5 ......صاوی، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۹، ۱۹۳۳/۵-۱۹۳۴.

(2)...... یہاں ذاتی طور پر جاننے کی نفی کی گئی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ نفی دائمی اور اَبدی ہے، لیکن اس سے **اللہ تعالٰی** کے بتانے سے ہر چیز کے جاننے کی نفی نہیں ہوتی۔ جیسا کہ علامہ نظام الدّین حسن بن محمد نیشا پوری رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: آیت کے اس حصے میں اپنی ذات سے جاننے کی نفی ہے وحی کے ذریعے جاننے کی نفی نہیں ہے۔[1]

صدرُ الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: **اللہ تعالٰی** نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو حضور کے ساتھ اور حضور کی امت کے ساتھ پیش آنے والے اُمور پر مُطَّلع فرما دیا خواہ وہ دنیا کے ہوں یا آخرت کے اور اگر دِرایَت بمعنی اِدراک بِالقیاس یعنی عقل سے جاننے کے معنی میں لیا جائے تو مضمون اور بھی زیادہ صاف ہے اور آیت کا اس کے بعد والا جملہ اس کا مُؤیِّد ہے۔[2]

(3)...... یہاں تفصیلی دِرایَت کی نفی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ **اللہ تعالٰی** ہمیشہ ہمیشہ سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور مومنین پر فضل وثواب کی خِلعَتوں کی نوازش کرتا رہے گا اور حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دشمنوں پر ذلت وعذاب کے تازیانے اور کوڑے برساتا رہے گا اور یہ سب کے سب غیر مُتناہی ہیں یعنی ان کی کوئی انتہاء نہیں، اور غیر مُتناہی کی تفصیلات کا اِحاطہ **اللہ تعالٰی** کا علم ہی کر سکتا ہے۔

علامہ نیشا پوری رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اسی آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں: تفصیلی دِرایَت حاصل نہیں ہے۔[3]

اور علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں: ممکن ہے کہ یہاں جس چیز کی نفی کی گئی ہے وہ تفصیلی دِرایَت ہو، یعنی مجھے اِجمالی طور پر تو معلوم ہے لیکن میں تمام تفصیلات کے ساتھ یہ نہیں جانتا کہ دنیا اور آخرت میں میرے اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا کیونکہ مجھے (ذاتی طور پر) غیب کا علم حاصل نہیں۔

آپ رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ مزید فرماتے ہیں: اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مُبَلِّغ (یعنی بندوں تک اللہ تعالٰی کا پیغام پہنچا دینے والا) بنا کر بھیجا گیا ہے اور کسی کو ہدایت دے دینا نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذمہ داری نہیں بلکہ **اللہ تعالٰی** جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ غیبوں کا ذاتی علم **اللہ تعالٰی** کے ساتھ خاص ہے جبکہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاءِ عظام رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کا غیبی خبریں دینا وحی، اِلہام

1 ......غرائب القرآن ورغائب الفرقان، الاحقاف، تحت الآية: ٩، ٦/١١٨.

2 ......خزائن العرفان، الاحقاف، تحت الآیۃ: ٩، ص٩٢٤۔

3 ......غرائب القرآن ورغائب الفرقان، الاحقاف، تحت الآية: ٩، ٦/١١٨.

اور اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے واسطے سے ہے۔[1]

(4)...... یہاں دِرایَت کی نفی ہے،علم کی نہیں۔ دِرایَت کا معنی قیاس کے ذریعے جاننا ہے یعنی خبر کی بجائے آدمی اپنی عقل سے جانتا ہو اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے اُخروی اَحوال کو اپنے عقلی قیاس سے نہیں جانا بلکہ اللّٰہ تعالیٰ کے بتانے سے جانا۔ یہ معنی اوپر دوسری تاویل میں خزائن العرفان کے حوالے سے ضمنی طور پر بھی موجود ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ان کے ساتھ اور آپ کی امت کے ساتھ پیش آنے والے اُمور پر مُطَّلع فرمادیا ہے خواہ وہ دنیا کے اُمور ہوں یا آخرت کے اور حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ غیب کا ذاتی علم نہیں رکھتے اور جو کچھ جانتے ہیں وہ اللّٰہ تعالیٰ کی تعلیم سے جانتے ہیں۔

نوٹ: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اپنی کتاب ''اِنْبَاءُ الْحَی اَنَّ کَلَامَہُ الْمَصُوْنُ تِبْیَانٌ لِکُلِّ شَیْءٍ'' (قرآنِ مجید ہر چیز کا روشن بیان ہے) میں اسی آیت کو ذکر کر کے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے علمِ غیب کی نفی پر بطورِ دلیل یہ آیت پیش کرنے والوں کا رد فرمایا اور اس آیت میں مذکور نفی ''مَاۤ اَدْرِیْ: میں نہیں جانتا'' کے 10 جوابات ارشاد فرمائے ہیں، ان کی معلومات حاصل کرنے کے لئے مذکورہ بالا کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ كَفَرْتُمْ بِهٖ وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَ اسْتَكْبَرْتُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۠ ﴿۱۰﴾

ع ۱

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ بھلا دیکھو تو اگر وہ قرآن اللّٰہ کے پاس سے ہو اور تم نے اس کا انکار کیا اور بنی اسرائیل کا ایک گواہ اس پر گواہی دے چکا تو وہ ایمان لایا اور تم نے تکبر کیا بیشک اللّٰہ راہ نہیں دیتا ظالموں کو۔

[1]......روح البیان، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۹، ۸/۴۶۷-۴۶۸.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: بھلا دیکھو اگر وہ قرآن **اللّٰہ** کے پاس سے ہو اور تم اس کا انکار کرو اور بنی اسرائیل کا ایک گواہ اس پر گواہی دے چکا ہے تو وہ ایمان لایا اور تم نے تکبر کیا۔ بیشک **اللّٰہ** ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

﴿قُلْ اَرَءَیْتُمْ: تم فرماؤ: بھلا دیکھو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ فرمادیں کہ اے کافرو! میری طرف جس قرآن کی وحی کی جاتی ہے اگر وہ حقیقت میں **اللّٰہ** تعالیٰ کی طرف سے ہو اور تمہارا حال یہ ہو کہ تم اس کا انکار کر رہے ہو جبکہ بنی اسرائیل کا ایک گواہ اس پر گواہی دے چکا ہو کہ وہ قرآن **اللّٰہ** تعالیٰ کی طرف سے ہے، پھر وہ گواہ تو ایمان لے آیا اور تم نے ایمان لانے سے تکبر کیا تو مجھے بتاؤ کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ کیا ایسی صورت میں تم ظالم نہیں ہو؟ (یقیناً اس صورت میں تم نے ایمان نہ لاکر اپنی جانوں پر ظلم کیا اور) بے شک **اللّٰہ** تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔[1]

بنی اسرائیل کے گواہ سے مراد کون ہے؟

جمہور مفسرین کے نزدیک اس آیت میں بنی اسرائیل کے گواہ سے مراد حضرت **عبد اللّٰہ** بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں، اسی لئے کہا گیا ہے کہ یہ آیت مدنی ہے کیونکہ حضرت **عبد اللّٰہ** بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مدینہ منورہ میں ایمان لائے۔[2]

آپ کے ایمان لانے سے متعلق حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جب حضرت **عبد اللّٰہ** بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سنا کہ رسولُ **اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مدینہ منورہ میں تشریف لے آئے ہیں تو وہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: میں آپ سے تین ایسی چیزوں کے بارے میں سوال کروں گا جن کو نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ **(1)** قیامت کی پہلی علامت کیا ہے؟ **(2)** اہلِ جنت کا پہلا کھانا کون سا ہوگا؟ **(3)** بچہ اپنے باپ یا ماں کے کیسے مشابہ ہوتا ہے؟ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کی پہلی نشانی ایک آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب تک جمع کرے گی اور اہلِ جنت کا پہلا کھانا مچھلی کی کلیجی کا ٹکڑا ہوگا اور جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب آجائے تو وہ بچہ کی شبیہ اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آجائے تو وہ

---

1 ......خازن، الاحقاف، تحت الآیۃ: ١٠، ٤/١٢٤، روح البیان، الاحقاف، تحت الآیۃ: ١٠، ٨/٤٦٩، ملتقطاً۔

2 ......مدارک، الاحقاف، تحت الآیۃ: ١٠، ص١١٢٥۔

بچہ کی شبیہ اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔حضرت عبداللّٰہ بن سلام نے (یہ سن کر) کہا: ''اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللّٰہ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللّٰہ تعالٰی کے رسول ہیں۔یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بے شک یہودی بہت بہتان تراش قوم ہے، اگر ان کو میرے اسلام کا آپ کے اُن سے پوچھنے سے پہلے علم ہوگیا تو وہ مجھ پر بہتان لگائیں گے۔پھر یہودی آئے تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان سے سوال کیا''تم میں عبداللّٰہ کیسے ہیں؟انہوں نے کہا: وہ ہم میں سب سے بہتر ہیں، ان کے والد بھی ہم میں سب سے بہتر تھے، وہ ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کے بیٹے ہیں۔ارشاد فرمایا: ''اگر عبداللّٰہ بن سلام مسلمان ہوجائیں تو تم کیا کہو گے؟انہوں نے کہا: اللّٰہ تعالٰی ان کو اس سے اپنی پناہ میں رکھے۔ پھر حضرت عبداللّٰہ بن سلام باہر نکلے اور کہا:''اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہ'' تو یہودیوں نے کہا: وہ ہم میں سب سے بُرے ہیں، سب سے بُرے شخص کے بیٹے ہیں اور ان کی برائیاں بیان کیں۔ حضرت عبداللّٰہ بن سلام نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مجھے اسی چیز کا خدشہ تھا۔[1]

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَیْرًا مَّا سَبَقُوْنَاۤ اِلَیْهِؕ وَ اِذْ لَمْ یَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَیَقُوْلُوْنَ هٰذَاۤ اِفْكٌ قَدِیْمٌ(۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافروں نے مسلمانوں کو کہا اگر اس میں کچھ بھلائی ہوتی تو یہ ہم سے آگے اس تک نہ پہنچ جاتے اور جب انہیں اس کی ہدایت نہ ہوئی تو اب کہیں گے کہ یہ پرانا بہتان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافروں نے مسلمانوں کے متعلق کہا: اگر اس (اسلام) میں کچھ بھلائی ہوتی تو یہ مسلمان اس کی طرف ہم سے سبقت نہ لے جاتے اور جب ان کہنے والوں کو اس قرآن سے ہدایت نہ ملی تو اب کہیں گے کہ یہ ایک پرانا گھڑا ہوا جھوٹ ہے۔

---

1 ......بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله: من کان عدوًّا لجبریل، ۳/۱۶۶، الحدیث: ۴۴۸۰.

﴿وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: اور کافروں نے کہا۔﴾ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر ایمان لانے والوں میں غریب لوگ سرِ فہرست تھے جیسے حضرت عمار، حضرت صُہیب اور حضرت **عبداللہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ وغیرہ، کفارِ مکہ نے ان کے بارے میں کہا کہ اگر اُس قرآن اور دین میں کچھ بھلائی ہوتی جو محمد (مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) لے کر آئے ہیں تو یہ غریب مسلمان ہم سے پہلے اسلام قبول نہ کر لیتے۔ **اللہ** تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب یہ بات کہنے والوں کو اس قرآن سے اُس طرح ہدایت نہ ملی جس طرح ایمان والوں کو ملی ہے تو یہ صرف اسی بات پر اِکتفا نہیں کریں گے بلکہ عناد کی وجہ سے قرآنِ مجید کے بارے میں اب کہیں گے کہ یہ قرآن ایک پرانا گھڑا ہوا جھوٹ ہے۔[1]

وَ مِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّ رَحْمَةًؕ-وَ هٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِیًّا لِّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ﳓ وَ بُشْرٰى لِلْمُحْسِنِیْنَ(۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب ہے پیشوا اور مہربانی اور یہ کتاب ہے تصدیق فرماتی عربی زبان میں کہ ظالموں کو ڈر سنائے اور نیکوں کو بشارت۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب پیشوا اور رحمت تھی اور یہ (قرآن) عربی زبان میں ہوتے ہوئے تصدیق کرنے والی ایک کتاب ہے تاکہ ظالموں کو ڈرائے اور نیکوں کیلئے بشارت ہو۔

﴿وَ مِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّ رَحْمَةً: اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب پیشوا اور رحمت تھی۔﴾ اس سے پہلی آیت میں کفار کا ایک اعتراض ذکر ہوا کہ اگر اس قرآن میں کوئی بھلائی ہوتی تو ہم غریب لوگوں سے پہلے ایمان لے آتے، یہاں اس اعتراض کا رد کیا جا رہا ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار کی یہ بات کس طرح درست ہو سکتی ہے حالانکہ قرآنِ مجید سے پہلے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر تورات کا نازل ہونا اور اس کتاب کا **اللہ** تعالیٰ کے دین کی پیروی کرنے والوں کا پیشوا ہونا اور اس پر ایمان لانے والوں اور اس کے تقاضوں کے مطابق عمل کرنے والوں کے

[1] ......مدارك، الاحقاف، تحت الآية: ١١، ص١١٢٥، روح البيان، الاحقاف، تحت الآية: ١١، ٨/٤٧٠، ملتقطاً.

لئے رحمت ہونا انہیں خود تسلیم ہے اور یہ قرآن جس کے بارے میں کفارِ مکہ ایسی بیہودہ گفتگو کرتے ہیں، اس کی شان تو یہ ہے کہ یہ عربی زبان میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی کتاب اور تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ایک کتاب ہے جو اس لئے نازل ہوئی ہے تا کہ ظالموں کو ڈرائے اور نیکوں کیلئے بشارت کا ذریعہ ہو۔[1]

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَۚ(۱۳) اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ(۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللّٰہ ہے پھر ثابت قدم رہے نہ ان پر خوف نہ ان کو غم۔ وہ جنت والے ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے ان کے اعمال کا انعام۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جنہوں نے کہا ہمارا رب اللّٰہ ہے پھر ثابت قدم رہے تو نہ ان پر خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ وہ جنت والے ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے، انہیں ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا: بیشک جنہوں نے کہا ہمارا رب اللّٰہ ہے پھر ثابت قدم رہے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں توحید اور نبوت کے دلائل بیان ہوئے، منکروں کے شُبہات ذکر کر کے ان کا جواب دیا گیا اور اب یہاں سے توحید ورسالت پر ایمان لانے اور اس پر ثابت قدم رہنے والوں کی جزا بیان کی جارہی ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک وہ لوگ جنہوں نے کہا: ہمارا رب اللّٰہ ہے، پھر وہ اللّٰہ تعالیٰ کی توحید اور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شریعت پر آخری دم تک ثابت قدم رہے، تو قیامت میں نہ ان پر خوف ہے اور نہ وہ موت کے وقت غمگین ہوں گے اور ان اوصاف کے حامل افراد جنت والے ہیں اور یہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے

[1] ......روح البیان، الاحقاف، تحت الآیۃ: ١٢، ٨/٤٧١.

اور انہیں ان کے نیک اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ [1]

وَ وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسٰنًاؕ-حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًاؕ-وَ حَمْلُهٗ وَ فِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًاؕ-حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ بَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةًۙ-قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰى وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ﱂ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَ اِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ(۱۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے آدمی کو حکم کیا کہ اپنے ماں باپ سے بھلائی کرے اس کی ماں نے اُسے پیٹ میں رکھا تکلیف سے اور جنی اس کو تکلیف سے اور اُسے اٹھائے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینہ میں ہے یہاں تک کہ جب اپنے زور کو پہنچا اور چالیس برس کا ہوا عرض کی اے میرے رب میرے دل میں ڈال کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی اور میں وہ کام کروں جو تجھے پسند آئے اور میرے لیے میری اولاد میں صلاح رکھ میں تیری طرف رجوع لایا اور میں مسلمان ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے آدمی کو حکم دیا کہ اپنے ماں باپ سے بھلائی کرے، اس کی ماں نے اسے پیٹ میں مشقت سے رکھا اور مشقت سے اس کو جنا اور اس کے حمل اور اس کے دودھ چھڑانے کی مدت تیس مہینے ہے یہاں تک کہ جب وہ اپنی کامل قوت کی عمر کو پہنچا اور چالیس سال کا ہوگیا تو اس نے عرض کی: اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر فرمائی ہے اور میں وہ کام کروں جس سے تو راضی ہوجائے

1 ......تفسیر کبیر، الاحقاف، تحت الآیۃ: ١٣-١٤، ١٠/١٣-١٤، مدارک، الاحقاف، تحت الآیۃ: ١٣-١٤، ص١١٢٦، روح البیان، الاحقاف، تحت الآیۃ: ١٣-١٤، ٨/٤٧٢، ملتقطاً۔

اور میرے لیے میری اولاد میں نیکی رکھ، میں نے تیری طرف رجوع کیا اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

﴿وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسٰنًا: اور ہم نے آدمی کو حکم دیا کہ اپنے ماں باپ سے بھلائی کرے۔﴾ آیت کے اس حصے میں بندوں کو اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک اور بھلائی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس حصہ کی تفسیر اور اس سے متعلق تفصیل، سورۂ عنکبوت آیت نمبر 8 اور سورۂ لقمان آیت نمبر 14 کے تحت گزر چکی ہے، اسے وہاں سے ملاحظہ فرمائیں۔

﴿وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا: اور اس کے حمل اور اس کے دودھ چھڑانے کی مدت تیس مہینے ہے۔﴾ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے کیونکہ جب دودھ چھڑانے کی مدت دو سال یعنی چوبیس مہینے ہوئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَ الْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ كَامِلَیْنِ[1] — ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔

تو حمل کے لئے چھ ماہ باقی رہے۔ یہی قول امام ابو یوسف اور امام محمد رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِمَا کا ہے اور حضرت امام اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ کے نزدیک اس آیت سے رضاعت کی مدت ڈھائی سال ثابت ہوتی ہے۔

نوٹ: اس مسئلے کی تفصیل دلائل کے ساتھ اصول کی کتابوں میں مذکور ہے، ان کی معلومات حاصل کرنے کے لئے علماءِ کرام ان کی طرف رجوع فرمائیں اور عوامُ النّاس صحیح العقیدہ مفتیانِ کرام کی طرف رجوع فرمائیں۔

﴿حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً: یہاں تک کہ جب وہ اپنی کامل قوت کی عمر کو پہنچا اور چالیس سال کا ہو گیا۔﴾ یعنی جب وہ آدمی اپنی کامل قوت کی عمر کو پہنچا اور چالیس سال کا ہو گیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے دینِ اسلام عطا کر کے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر فرمائی ہے اور مجھے وہ کام کرنے کی توفیق دے جس سے تو راضی ہو جائے اور میرے لیے میری اولاد کو نیک بنا دے اور نیکی ان میں راسخ فرما دے، میں نے تمام اُمور میں تیری طرف رجوع کیا اور میں اخلاص کے ساتھ ایمان لانے والے مسلمانوں میں سے ہوں۔[2]

1 ......بقرہ: ۲۳۳.

2 ......روح البیان، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۱۵، ۸/۴۷۴-۴۷۵، بیضاوی، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۱۵، ۵/۱۸۰-۱۸۱، ملتقطاً.

أُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ نَتَقَبَّلُ عَنۡهُمۡ اَحۡسَنَ مَا عَمِلُوۡا وَ نَتَجَاوَزُ عَنۡ سَيِّاٰتِهِمۡ فِيۡۤ اَصۡحٰبِ الۡجَنَّةِ ؕ وَعۡدَ الصِّدۡقِ الَّذِيۡ كَانُوۡا يُوۡعَدُوۡنَ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ہیں وہ جن کی نیکیاں ہم قبول فرمائیں گے اور ان کی تقصیروں سے درگزر فرمائیں گے جنت والوں میں سچا وعدہ جو اُنہیں دیا جاتا تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہی وہ لوگ ہیں جن کے اچھے اعمال ہم قبول فرمائیں گے اور ان کی خطاؤں سے درگزر فرمائیں گے، یہ لوگ جنت والوں میں سے ہوں گے۔ یہ سچا وعدہ ہے جو اِن سے کیا جاتا تھا۔

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ نَتَقَبَّلُ عَنۡهُمۡ اَحۡسَنَ مَا عَمِلُوۡا: یہی وہ لوگ ہیں جن کے اچھے اعمال ہم قبول فرمائیں گے۔﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اس سے پہلی آیت میں بیان کئے گئے وصف کے حامل وہ لوگ ہیں جن کے دنیا میں کئے ہوئے اچھے اعمال قبول فرما کر ہم ان پر ثواب دیں گے اور ان کی خطاؤں سے درگُزر فرما کر ان سے کوئی مُواخذہ نہیں فرمائیں گے، یہ لوگ جنت والوں میں سے ہیں، یہ سچا وعدہ ہے جو دنیا میں ان سے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زبانِ مبارک سے کیا جاتا تھا۔[1]

وَ الَّذِيۡ قَالَ لِوَالِدَيۡهِ اُفٍّ لَّكُمَاۤ اَتَعِدٰنِنِيۡۤ اَنۡ اُخۡرَجَ وَ قَدۡ خَلَتِ الۡقُرُوۡنُ مِنۡ قَبۡلِيۡ ۚ وَهُمَا يَسۡتَغِيۡثٰنِ اللّٰهَ وَيۡلَكَ اٰمِنۡ ۖ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ

[1] ......جلالین مع صاوی، الاحقاف، تحت الآیۃ: ١٦، ٥/١٩٣٧، تفسیر کبیر، الاحقاف، تحت الآیۃ: ١٦، ١٠/٢٠-٢١، خازن، الاحقاف، تحت الآیۃ: ١٦، ٤/١٢٦، ملتقطاً۔

حَقٌّ ۚۖ فَيَقُولُ مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جس نے اپنے ماں باپ سے کہا اُف تم سے دل پک گیا کیا مجھے یہ وعدہ دیتے ہو کہ پھر زندہ کیا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے سنگتیں گزر چکیں اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کرتے ہیں تیری خرابی ہو ایمان لا بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو کہتا ہے یہ تو نہیں مگر اگلوں کی کہانیاں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور وہ جس نے اپنے ماں باپ سے کہا: تمہارے لئے اُف (تم سے دل بیزار ہوگیا ہے) کیا مجھے ڈراتے ہو کہ میں نکالا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے کئی زمانے گزر چکے ہیں اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کرتے ہیں، (اور بیٹے سے کہتے ہیں) تیری خرابی ہو، ایمان لے آ، بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو وہ کہتا ہے یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔

﴿وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ: اور وہ جس نے اپنے ماں باپ سے کہا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والے بیٹے کا وصف بیان ہوا اور اس آیت میں اپنے والدین کے نافرمان بیٹے کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ شخص جسے اس کے والدین نے ایمان کی دعوت دی تو اس نے اپنے ماں باپ سے کہا: اُف تم سے دل بیزار ہوگیا ہے، کیا تم مجھے یہ وعدہ دیتے ہو کہ میں مرنے کے بعد قبر سے زندہ کر کے نکالا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے کئی زمانوں کے لوگ گزر چکے ہیں، ان میں سے تو کوئی مر کر زندہ نہ ہوا۔ اس کے مقابلے میں ماں باپ کا حال یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فریاد کرتے ہیں کہ وہ ان کے بیٹے کی مدد فرمائے اور اسے ایمان کی توفیق دے اور بیٹے سے کہتے ہیں: اے بیٹے! تیری خرابی ہو، تو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر ایمان لے آ، بیشک اللہ تعالیٰ نے مُردے زندہ کرنے کا جو وعدہ فرمایا وہ سچا ہے، لیکن بیٹا انہیں جھٹلاتے ہوئے کہتا ہے کہ جسے تم اللہ تعالیٰ کا وعدہ کہہ رہے ہو اس کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جنہیں کتابوں میں لکھ دیا گیا ہے۔

اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ فِیْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ

مِنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِیْنَ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ وہ ہیں جن پر بات ثابت ہوچکی ان گروہوں میں جو ان سے پہلے گزرے جن اور آدمی بیشک وہ زیاں کار تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ وہ لوگ ہیں جن پر بات ثابت ہوچکی ہے (یہ) جنوں اور انسانوں کے ان گروہوں میں (شامل) ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں، بیشک وہ نقصان اٹھانے والے تھے۔

﴿اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ: یہ وہ لوگ ہیں جن پر بات ثابت ہوچکی ہے۔**﴾** یعنی یہ باطل باتیں کہنے والے وہ لوگ ہیں جن پر جہنم میں داخل کئے جانے کی بات ثابت ہوچکی ہے اور یہ اپنے رب کے احکام سے سرکشی کرنے اور رسولوں کو جھٹلانے والے جنوں اور انسانوں کے ان گروہوں میں شامل ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں، بیشک وہ ہدایت کے بدلے گمراہی اور نعمتوں کے بدلے عذاب کو اختیار کرکے نقصان اٹھانے والے تھے۔ (1)

قیامت کے دن کافر اولاد اپنے مومن والدین کے ساتھ نہ ہوگی

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن کافر اولاد اپنے مومن ماں باپ کے ساتھ نہ ہوگی بلکہ کفار کے ساتھ ہوگی، کیونکہ یہاں فرمایا گیا کہ یہ اولاد پچھلے جن و اِنس کفار میں شامل ہوگی۔ قیامت میں ایمانی رشتہ مُعتبر ہوگا نہ کہ محض خونی رشتہ، جیسے کنعان اگرچہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا نسبی بیٹا تھا مگر رہا کفار کے ساتھ، انہیں کے ساتھ ہلاک ہوا اور انہیں کے ساتھ جہنم میں جائے گا کیونکہ اس نے ایمان قبول نہیں کیا تھا۔ یاد رہے کہ مومن اولاد اور مومن والدین کو ایک دوسرے سے فائدہ پہنچے گا۔ والدین کے نیک اعمال سے ان کی اولاد کو فائدہ پہنچنے کے بارے میں یہ آیت ملاحظہ ہو، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ اتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ مَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی (جس) اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی تو ہم ان

1 ……روح البیان، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۱۸، ۸/۴۷۷، تفسیر طبری، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۱۸، ۱۱/۲۸۸، ملتقطاً۔

مِّنْ شَیْءٍ[1] کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے اور اُن (والدین) کے عمل میں کچھ کمی نہ کریں گے۔

اولاد کے نیک اعمال سے ان کے والدین کو فائدہ پہنچنے کے بارے میں یہ حدیث ملاحظہ ہو۔حضرت معاذ جہنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو قرآن پڑھے اور اس کے اَحکام پر عمل کرے تو قیامت کے دن اس کے ماں باپ کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی روشنی سے اچھی ہوگی جو دنیا میں تمہارے گھروں میں چمکتا ہے،تو خود اس شخص کے بارے تمہارا کیا خیال ہے جس نے اس پر عمل کیا۔[2]

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہر ایک کے لیے اپنے اپنے عمل کے درجے ہیں اور تاکہ اللہ ان کے کام انہیں پورے بھر دے اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور سب کے لیے ان کے اعمال کے سبب درجات ہیں اور تاکہ اللہ انہیں ان کے اعمال کا پورا بدلہ دے اور ان پر ظلم نہیں ہوگا۔

﴿وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا: اور سب کے لیے ان کے اعمال کے سبب درجات ہیں۔﴾ یعنی مومن اور کافر میں سے ہر ایک کے لئے قیامت کے دن مَنازل اور مَراتب ہیں اور یہ ان کے دنیا میں کئے ہوئے اچھے اور برے اعمال کے سبب ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو ان کی فرمانبرداری اور کافروں کو ان کی نافرمانی کی پوری جزا دے کیونکہ قیامت کے دن کسی پر زیادتی نہیں ہوگی۔[3]

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ

1 ……طور: ٢١.

2 ……ابو داؤد، کتاب الوتر، باب فی ثواب قراءة القرآن، ٢/ ١٠٠، الحديث: ١٤٥٣.

3 ……جلالين، الاحقاف، تحت الآية: ١٩، ص٤١٧، البحر المحيط، الاحقاف، تحت الآية: ١٩، ٨/ ٦٢، ملتقطاً.

الدُّنۡیَا وَ اسۡتَمۡتَعۡتُمۡ بِهَا ۚ فَالۡیَوۡمَ تُجۡزَوۡنَ عَذَابَ الۡهُوۡنِ بِمَا كُنۡتُمۡ تَسۡتَكۡبِرُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ بِغَیۡرِ الۡحَقِّ وَ بِمَا كُنۡتُمۡ تَفۡسُقُوۡنَ ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن کافر آگ پر پیش کیے جائیں گے اُن سے فرمایا جائے گا تم اپنے حصّہ کی پاک چیزیں اپنی دنیا ہی کی زندگی میں فنا کرچکے اور انہیں برت چکے تو آج تمہیں ذلت کا عذاب بدلہ دیا جائے گا سزا اس کی کہ تم زمین میں ناحق تکبر کرتے تھے اور سزا اس کی کہ حکم عدولی کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جس دن کافر آگ پر پیش کیے جائیں گے (تو کہا جائے گا) تم اپنے حصے کی پاک چیزیں اپنی دنیا ہی کی زندگی میں فنا کرچکے اور ان سے فائدہ اٹھا چکے تو آج تمہیں ذلت کے عذاب کا بدلہ دیا جائے گا کیونکہ تم زمین میں ناحق تکبر کرتے تھے اور اس لیے کہ تم نافرمانی کرتے تھے۔

﴿وَ یَوۡمَ یُعۡرَضُ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا عَلَی النَّارِ: اور جس دن کافر آگ پر پیش کیے جائیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جس دن کافر جہنم کی آگ پر پیش کیے جائیں گے تو اس وقت ان سے فرمایا جائے گا: تم لذّتوں میں مشغول ہو کر اپنے حصے کی پاک چیزیں اپنی دنیا ہی کی زندگی میں فنا کرچکے اور ان سے فائدہ اٹھا چکے، اس لئے یہاں آخرت میں تمہارا کوئی حصہ باقی نہ رہا جسے تم لے سکو، تو تم جو دنیا میں ایمان قبول کرنے سے ناحق تکبر کرتے تھے اور احکامات کو ترک کرکے اور ممنوعات کا اِرتکاب کرکے نافرمانی کیا کرتے تھے اس کے بدلے میں آج تمہیں ذلیل اور رسوا کردینے والا عذاب دیا جائے گا۔ (1)

اُخروی ثواب میں اضافے کی خاطر دُنیوی لذّتیں ترک کر دینا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دُنْیَوی لذتوں اور عیش وعشرت کو اختیار کرنے پر کفار کی مذمت اور انہیں ملامت فرمائی ہے، اسی لئے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمۡ اور امت کے دیگر

(1) ……صاوی، الاحقاف، تحت الآیة: ٢٠، ١٩٣٩/٥-١٩٤٠، روح البیان، الاحقاف، تحت الآیة: ٢٠، ٤٧٩/٨، ملتقطاً۔

نیک لوگ دنیا کے عیش وعشرت اوراس کی لذتوں سے کنارہ کش رہتے تھے اورزہدوقناعت والی زندگی گزارنے کوترجیح دیتے تھے تاکہ آخرت میں ان کا ثواب زیادہ ہو۔[1] یہاں اسی سے متعلق دو رِوایات ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے کاشانۂ اَقدس میں دیکھا تو خدا کی قسم! مجھے تین کھالوں کے سوا کچھ نظر نہ آیا، میں نے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں عرض کی: آپ اللّٰہ تعالیٰ سے دعا کیجئے آپ کی امت پر وسعت فرمائے کیونکہ اس نے ایران اور روم کے لئے وسعت کر کے انہیں دنیا عطا فرمائی ہے حالانکہ وہ اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے۔ حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اے ابنِ خطاب! کیا تمہیں اس میں شک ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے حصے کی پاک چیزیں دنیا میں ہی جلد دے دی گئی ہیں۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میرے لئے مغفرت کی دعا فرما دیجئے۔[2]

(2)......حضرت سالم بن عبد اللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ہمیں بھی زندگی کی لذّتیں حاصل کرنے کی خواہش ہوتی ہے اور ہم بھی یہ حکم دینا چاہتے ہیں کہ ہمارے لئے چھوٹی بکری بھونی جائے، میدے کی روٹی اور مشکیزے میں نبیذ بنائی جائے، یہاں تک کہ جب گوشت چکور (یعنی تیتر کی مثل پہاڑی پرندے کے گوشت) کی طرح (نرم) ہو جائے تو اسے کھائیں اور نبیذ پئیں، لیکن (ہم ایسا نہیں کرتے بلکہ) ہم یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ پاکیزہ چیزوں کو آخرت کے لئے بچا لیں کیونکہ ہم نے اللّٰہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سن رکھا ہے:

اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم اپنے حصے کی پاک چیزیں اپنی دنیا ہی کی زندگی میں فنا کر چکے۔[3]

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں بھی اُخروی ثواب میں اضافے کی خاطر دنیا کی لذّتوں اور اس کے عیش وعشرت کو ترک کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

---

1 ......الوسیط، الاحقاف، تحت الآیۃ: ٢٠، ٤/١١٠.

2 ......بخاری، کتاب المظالم والغصب، باب الغرفۃ والعلیۃ... الخ، ٢/١٣٣، الحدیث: ٢٤٦٨.

3 ......حلیۃ الاولیاء، عمر بن الخطاب، ١/٨٥، الحدیث: ١١٨.

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی زاہدانہ زندگی

حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ **اللّٰہ** تعالیٰ کی عطا سے ہر چیز کے مالک ہیں اور آپ جیسی چاہتے ویسی شاہانہ زندگی بسر فرما سکتے تھے لیکن آپ نے اس زندگی پر قدرت واختیار کے باوجود زُہد وقناعت سے بھر پور اور دنیا کے عیش وعشرت سے دور رہتے ہوئے زندگی بسر فرمائی اور آپ کی صحبت سے فیض یافتہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے بھی اسی طرح زندگی بسر کرنے کو ترجیح دی، یہاں ان کی زاہدانہ زندگی کے مزید 6 واقعات ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’**اللّٰہ** تعالیٰ نے مجھ پر یہ معاملہ پیش فرمایا کہ میرے لیے مکہ کی وادی سونے کی بنا دے، میں نے عرض کی: اے میرے رب! (عَزَّوَجَلَّ) نہیں، میں ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں گا اور ایک دن بھوکا رہوں گا، پھر جب میں بھوکا رہوں گا تو تجھ سے فریاد کروں گا اور تجھے یاد کروں گا اور جب میں سیر ہو کر کھاؤں گا تو میں تیرا شکر ادا کروں گا اور تیری حمد کروں گا۔[1]

(2)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: پورا پورا مہینہ گزر جاتا تھا مگر گھر میں آگ نہ جلتی تھی، محض چند کھجوروں اور پانی پر گزارہ کیا جاتا تھا۔[2]

(3)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت سیدہ فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے (جو کی) روٹی کا ایک ٹکڑا نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں پیش کیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’یہ پہلا کھانا ہے جو تین دن کے بعد تمہارے والد کے منہ میں داخل ہوا ہے۔[3]

(4)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی وفات تک آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اہلِ بیت نے کبھی جو کی روٹی بھی دو دن مُتواتر نہ کھائی۔[4]

(5)......حضرت ابوطلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ہم نے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھا کر آپ کو پیٹ پر بندھے ہوئے پتھر دکھائے تو رسولُ **اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

1......ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء فی الکفاف والصبر علیه، ١٥٥/٤، الحدیث: ٢٣٥٤.

2......بخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم... الخ، ٢٣٦/٤، الحدیث: ٦٤٥٨.

3......معجم الکبیر، ومما اسند انس بن مالك رضی اللّٰہ عنه، ٢٥٨/١، الحدیث: ٧٥٠.

4......مسلم، کتاب الزهد والرقائق، ص١٥٨٨، الحدیث: ٢٢(٢٩٧٠).

وَسَلَّمَ نے اپنے پیٹ پر بندھے ہوئے دو پتھر دکھائے۔[1]

(6)......جب حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ملکِ شام میں گئے تو ان کے لیے ایسا لذیذ کھانا تیار کیا گیا کہ اس سے پہلے اتنا لذیذ کھانا دیکھا نہیں گیا تھا، حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: یہ کھانا ہمارے لئے ہے تو ان محتاج مسلمانوں کے لیے کیا تھا جو اس حال میں فوت ہوگئے کہ انہوں نے جَو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی؟ حضرت خالد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: ان کے لیے جنت ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور آپ نے فرمایا: کاش! ہمارے لیے دنیا کا حصہ چند لکڑیاں ہوتیں، وہ محتاج مسلمان اپنے حصے میں جنت لے گئے، ہم میں اور ان میں بہت فرق ہے۔[2]

کائنات کی ان مُقدّس ہستیوں کے زُہد و قناعت کا صدقہ اللہ تعالٰی ہمیں بھی زہد و قناعت کی عظیم دولت عطا فرمائے، اٰمین۔

[illegible]

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ بزرگانِ دین کے زُہد و قناعت اور دُنْیَوی لذّتوں سے کنارہ کشی کے واقعات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ نفس کو جائز خواہشات کے لئے بھی کھلی چھٹی نہیں دینی چاہئے اور نہ ہی یہ ہونا چاہئے کہ اس کی ہر حال میں پیروی کی جائے، بندہ جس قدر خواہشات کو پورا کرتا ہے اسی قدر اسے اس بات کا ڈر بھی ہونا چاہئے کہ کہیں قیامت کے دن اس سے یہ نہ کہہ دیا جائے:

اَذْهَبْتُمْ طَیِّبٰتِكُمْ فِیْ حَیَاتِكُمُ الدُّنْیَا وَ اسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم اپنے حصے کی پاک چیزیں اپنی دنیا ہی کی زندگی میں فنا کر چکے اور ان سے فائدہ اٹھا چکے۔

اور جس قدر بندہ اپنے نفس کو مجاہدات میں ڈالے گا اور خواہش کو چھوڑے گا اسی قدر آخرت میں من پسند چیزوں سے نفع اٹھائے گا۔[3]

---

1 ......ترمذی، کتاب الزهد، باب ماجاء فی معیشة اصحاب النبیّ صلی اللّٰه علیه وسلم، ٤/١٦٤، الحدیث: ٢٣٧٨.

2 ......قرطبی، الاحقاف، تحت الآیة: ٢٠، ٨/١٤٦، الجزء السادس عشر.

3 ......احیاء علوم الدین، کتاب کسر الشهوتین، بیان طریق الریاضة فی کسر شهوات البطن، ٣/١١٨.

[illegible]

یادر ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ کی دی ہوئی لذیذ اور پسندیدہ حلال چیزوں کو حاصل کرنا اور ان سے نفع اٹھانا گناہ نہیں کیونکہ شریعت میں حلال اور طیب چیز کے حصول اور اس سے نفع اٹھانے کی اجازت دی گئی ہے اور نہ ہی ان چیزوں کا استعمال جائز اور حلال سمجھتے ہوئے انہیں ترک کرنا قابلِ مذمت ہے بلکہ مذموم یہ ہے کہ بندہ اللّٰہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھائے اور ان کا شکر ادا نہ کرے، یا حرام ذریعے سے حاصل کر کے انہیں استعمال کرے، یا حلال چیزوں کی بجائے حرام چیزوں سے فائدہ اٹھائے، لہٰذا بعض بزرگانِ دین کا حلال وطیب، لذیذ اور عمدہ چیزوں کو استعمال کرنا مذموم نہیں کیونکہ وہ شریعت کی دی ہوئی اجازت پر عمل کر رہے ہوتے ہیں، اسی طرح بعض بزرگانِ دین کا ان چیزوں کے استعمال سے گریز کرنا بھی مذموم نہیں کیونکہ وہ ان کے ساتھ حرام جیسا سلوک نہیں کرتے بلکہ ان کا استعمال جائز وحلال سمجھتے ہوئے اپنے نفس کی اصلاح کے لئے ایسا کرتے ہیں، البتہ ان لوگوں کا طرزِ عمل ضرور مذموم ہے جو اللّٰہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں سے فائدہ اٹھانا اپنے اوپر حرام قرار دیتے ہوئے ان سے بچتے ہیں۔ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا ﳲ وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ(۱۶۸) اِنَّمَا یَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَ الْفَحْشَآءِ وَ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! جو کچھ زمین میں حلال پاکیزہ ہے اس میں سے کھاؤ اور شیطان کے راستوں پر نہ چلو، بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ وہ تمہیں صرف برائی اور بے حیائی کا حکم دے گا اور یہ (حکم دے گا) کہ تم اللّٰہ کے بارے میں وہ کچھ کہو جو خود تمہیں معلوم نہیں۔

اور ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں کھاؤ اور اللّٰہ کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

---

1 ……بقرہ: ١٦٨، ١٦٩۔

2 ……بقرہ: ١٧٢۔

اور ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْاؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ(۸۷) وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا۪ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ قرار دو جنہیں اللہ نے تمہارے لئے حلال فرمایا ہے اور حد سے نہ بڑھو۔ بیشک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو ناپسند فرماتا ہے۔ اور جو کچھ تمہیں اللہ نے حلال پاکیزہ رزق دیا ہے اس میں سے کھاؤ اور اس اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھنے والے ہو۔

اور ارشاد فرمایا:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِؕ قُلْ هِیَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا خَالِصَةً یَّوْمَ الْقِیٰمَةِؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اللہ کی اس زینت کو کس نے حرام کیا جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا فرمائی ہے؟ اور پاکیزہ رزق کو (کس نے حرام کیا؟) تم فرماؤ: یہ دنیا میں ایمان والوں کے لئے ہے، قیامت میں تو خاص انہی کے لئے ہوگا۔ ہم اسی طرح علم والوں کے لئے تفصیل سے آیات بیان کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں شریعت کے اَحکام اور مَقاصد کو سمجھنے اور اِعتدال کی راہ پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے اٰمین۔

وَ اذْكُرْ اَخَا عَادٍؕ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَ قَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖۤ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ

---

1 ...... مائدہ: ۸۷، ۸۸۔

2 ...... اعراف: ۳۲۔

عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۲۱﴾ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَاۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو عاد کے ہم قوم کو جب اس نے ان کو سرزمینِ احقاف میں ڈرایا اور بیشک اس سے پہلے ڈرسنانے والے گزر چکے اور اس کے بعد آئے کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پُوجو بیشک مجھے تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ بولے کیا تم اس لیے آئے کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے پھیر دو تو ہم پر لاؤ جس کا ہمیں وعدہ دیتے ہو اگر تم سچے ہو۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور عاد کے ہم قوم کو یاد کرو جب اس نے اپنی قوم کو سرزمینِ احقاف میں ڈرایا اور بیشک اس سے پہلے اور اس کے بعد کئی ڈرسنانے والے گزر چکے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، بیشک مجھے تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ انہوں نے کہا: کیا تم اس لیے آئے ہو کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے پھیر دو، اگر تم سچے ہو تو ہم پر لے آؤ جس کی تم ہمیں وعیدیں سناتے ہو۔

﴿وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ: اور عاد کے ہم قوم کو یاد کرو۔﴾ اس سے پہلی آیات میں توحید اور نبوت کو ثابت کرنے کے لئے مختلف دلائل بیان کئے گئے اور کفارِ مکہ کا حال یہ تھا کہ وہ دُنْیَوی لذّتوں میں ڈوبے ہوئے اور انہیں حاصل کرنے میں مشغول ہونے کی بنا پر ان دلائل سے منہ پھیرتے اور ان کی طرف کوئی توجہ نہ کیا کرتے تھے، اس لئے یہاں سے قومِ عاد کے بارے میں بیان کیا گیا کہ وہ مال، قوت اور وجاہت میں کفارِ مکہ سے بڑھ کر تھے اور جب وہ اپنے کفر و سرکشی پر قائم رہے تو اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب مُسلَّط کر دیا۔ اس واقعے کو ذکر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ کفارِ مکہ اس سے عبرت پکڑیں اور اپنے غرور و تکبُّر کو چھوڑ کر دینِ اسلام کو قبول کر لیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: اے پیارے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ کفارِ مکہ کے سامنے حضرت ہود عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا وہ واقعہ بیان کریں جب انہوں نے اَحقاف کی سرزمین میں بسنے والی اپنی قوم کو ایمان نہ لانے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا اور یہ ایسی لازمی اور

صحیح بات ہے کہ حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے پہلے اور ان کے بعد بہت سے عذابِ الٰہی کا ڈر سنانے والے پیغمبر گزر چکے ہیں۔ حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، بیشک مجھے ڈر ہے کہ کہیں تمہارے شرک اور توحید سے اِعراض کرنے کی وجہ سے تم پر ایک بڑے دن کا عذاب نہ آجائے۔ (اگر تم اس سے بچنا چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لے آؤ اور صرف اسی کی عبادت کرو۔)[1]

﴿قَالُوْا: انہوں نے کہا۔﴾ قوم نے حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جواب دیا: کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم سے ہمارے بتوں کی پوجا چھڑا کر ہمیں اپنے دین کی طرف پھیر دو، ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا اور تم نے ہمیں جو عذاب کی وعید سنائی ہے، اس میں اگر تم سچے ہو تو ہم پر وہ عذاب لے آؤ۔[2]

قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ وَ اُبَلِّغُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَ لٰكِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس نے فرمایا اس کی خبر تو اللہ ہی کے پاس ہے میں تو تمہیں اپنے رب کے پیام پہونچاتا ہوں ہاں ہاں میری دانست میں تم نرے جاہل لوگ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: فرمایا: علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور میں تمہیں اسی چیز کی تبلیغ کرتا ہوں جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے لیکن میں تمہیں ایک جاہل قوم سمجھتا ہوں۔

﴿قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ: فرمایا: علم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔﴾ حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی قوم کے جواب میں ارشاد فرمایا: عذاب نازل ہونے کا وقت مجھے معلوم نہیں کیونکہ اس کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور جب عذاب کا مقررہ وقت آئے گا تو وہی اسے نازل فرمائے گا اور میرا یہ کام نہیں ہے کہ میں اس معاملے میں کوئی دخل دوں بلکہ میری

1 ......تفسیر کبیر، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۲۱، ۲۴/۱۰، روح البیان، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۲۱، ۴۸۰/۸-۴۸۱، ملتقطاً.

2 ......روح البیان، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۲۲، ۴۸۱/۸.

ذمہ داری یہ ہے کہ مجھے جو احکام دے کر بھیجا گیا ہے وہ تم تک پہنچا دوں، اس لئے تمہیں تبلیغ کر کے میں تو اپنی ذمہ داری پوری کر رہا ہوں لیکن تم میرے حساب سے جاہل لوگ ہو کیونکہ تم اس چیز کا مطالبہ کر رہے ہو جو میرے دائرۂ اختیار میں ہے ہی نہیں (اور یہ بھی تمہاری جہالت ہے کہ ایک طرف توحید کا انکار کر رہے ہو اور دوسری طرف اپنے ہی منہ سے مصیبت و بلا مانگ رہے ہو)۔ (1)

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِیَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِیْحٌ فِیْهَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۲۴﴾ۙ

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب انہوں نے عذاب کو دیکھا بادل کی طرح آسمان کے کنارے میں پھیلا ہوا اُن کی وادیوں کی طرف آتا بولے یہ بادل ہے کہ ہم پر برسے گا بلکہ یہ تو وہ ہے جس کی تم جلدی مچاتے تھے ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب انہوں نے اسے (یعنی عذاب کو) بادل کی صورت میں پھیلا ہوا اپنی وادیوں کی طرف آتا ہوا دیکھا تو کہنے لگے: یہ ہمیں بارش دینے والا بادل ہے۔ (کہا گیا کہ نہیں) بلکہ یہ تو وہ ہے جس کی تم نے جلدی مچائی تھی، یہ ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔

﴿فَلَمَّا رَاَوْهُ: پھر جب انہوں نے عذاب کو دیکھا۔﴾ جب قومِ عاد نے کسی طرح حق کو قبول نہ کیا تو ان سے جس عذاب کا وعدہ کیا گیا تھا وہ آ گیا، اس کی صورت یہ ہوئی کہ کچھ عرصہ ان کے علاقوں میں بارش نہ ہوئی، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ایک سیاہ بادل چلایا جس میں ان پر آنے والا عذاب تھا اور جب انہوں نے عذاب کو بادل کی طرح آسمان کے کنارے میں پھیلا ہوا اپنی وادیوں کی طرف آتے ہوئے دیکھا تو وہ لوگ خوش ہو گئے اور کہنے لگے: یہ ہمیں بارش دینے والا بادل ہے۔ حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا: یہ برسنے والا بادل نہیں ہے بلکہ یہ تو وہ عذاب ہے جس کی تم جلدی

1 ……روح البیان، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۲۳، ۸/۴۸۱.

مچا رہے تھے، اس بادل میں ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔ [1]

تُدَمِّرُ كُلَّ شَیْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا یُرٰۤى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْقَوْمَ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہر چیز کو تباہ کرڈالتی ہے اپنے رب کے حکم سے تو صبح رہ گئے کہ نظر نہ آتے تھے مگر ان کے سُونے مکان ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں مجرموں کو۔

ترجمۂ کنزالعرفان: یہ اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو تباہ کردیتی ہے تو صبح کو ان کی ایسی حالت تھی کہ ان کے خالی مکان ہی نظر آرہے تھے۔ ہم مجرموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔

﴿تُدَمِّرُ كُلَّ شَیْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا: اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو تباہ کردیتی ہے۔﴾ یعنی اس آندھی کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے ہر چیز کو تباہ کردیتی ہے، چنانچہ اس آندھی کے عذاب نے قومِ عاد کے مَردوں، عورتوں، چھوٹوں، بڑوں سب کو ہلاک کردیا، ان کے اَموال آسمان و زمین کے درمیان اُڑتے پھرتے تھے اور ان کی چیزیں پارہ پارہ ہوگئیں اور صبح کے وقت ایسی حالت تھی کہ وہاں ان کے خالی مکان ہی نظر آرہے تھے۔ آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ ہم مجرموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں جیسی ہم نے قومِ عاد کو دی، اس لئے کفارِ مکہ کو بھی اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ اگر وہ اپنے کفر و عناد پر قائم رہے تو اللہ تعالیٰ ان پر بھی قومِ عاد جیسی آندھی بھیج سکتا ہے۔ [2]

وَ لَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِیْمَاۤ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِیْهِ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّ اَبْصَارًا وَّ اَفْـٕدَةً ﳲ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَ لَاۤ اَبْصَارُهُمْ وَ لَاۤ اَفْـٕدَتُهُمْ مِّنْ

1 ...... تفسیر کبیر، الاحقاف، تحت الآية: ۲٤، ۱۰/۲۵، روح البیان، الاحقاف، تحت الآية: ۲٤، ۸/٤۸۲، مدارك، الاحقاف، تحت الآية: ۲٤، ص۱۱۲۸-۱۱۲۹، ملتقطاً.

2 ...... جلالین، الاحقاف، تحت الآية: ۲۵، ص٤۱۸، روح البیان، الاحقاف، تحت الآية: ۲۵، ۸/٤۸۲-٤۸۳، ملتقطاً.

شَیْءٍ اِذْ كَانُوْا یَجْحَدُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ۠ ﴿۲۶﴾

ع ۳

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے انہیں وہ مقدور دیئے تھے جو تم کو نہ دیئے اور اُن کے لیے کان اور آنکھ اور دل بنائے تو ان کے کان اور آنکھیں اور دل کچھ کام نہ آئے جبکہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور انہیں گھیر لیا اس عذاب نے جس کی ہنسی بناتے تھے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور بیشک ہم نے ان کو ان چیزوں میں قدرت دی تھی جن میں (اے اہلِ مکہ) تمہیں قدرت نہیں دی اور ان کے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے دل ان کے کچھ کام نہ آئے جبکہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور انہیں اس عذاب نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔

﴿وَ لَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِیْمَاۤ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِیْهِ: اور بیشک ہم نے ان کو ان چیزوں میں قدرت دی تھی جن میں تمہیں قدرت نہیں دی۔﴾ کفارِ مکہ کو عذاب سے ڈرانے کے بعد یہاں سے قومِ عاد کی ان پر برتری بیان کر کے انہیں نصیحت کی جارہی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا گیا: اے اہلِ مکہ! بیشک ہم نے قومِ عاد کو ان چیزوں میں قدرت دی تھی جن میں تمہیں قدرت نہیں دی، جیسے وہ جسمانی قوت، مال کی کثرت اور عمر لمبی ہونے میں تم سے زیادہ تھے، لیکن اس قوت کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات نہ پاسکے تو پھر غور کرو کہ تمہارا کیا حال ہوگا؟ مزید یہ کہ ہم نے قومِ عاد پر نعمتوں کے دروازے کھولے، انہیں کان، آنکھیں اور دل عطا کئے تاکہ وہ ان اَعضاء کو دین کے کام میں لائیں مگر انہوں نے ان خداداد نعمتوں سے دین کا کام ہی نہیں لیا بلکہ ان کے ذریعے صرف دنیا اور اس کی لذّتیں طلب کرنے میں لگے رہے، تو ان کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے میں ان کے کچھ کام نہ آئے اور وہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اس لئے انہیں اس عذاب نے گھیر لیا جس کے جلد نازل ہونے کا مطالبہ کر کے وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے، تو اے اہلِ مکہ! جب قومِ عاد نے اپنی دنیا پر غرور کیا اور حجت و دلیل کو قبول کرنے سے اِعراض کیا تو ان پر

اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو گیا اور ان کی قوت و کثرت ان کے کچھ کام نہ آئی اور تم تو ان کے مقابلے میں کمزور اور عاجز ہو اس لئے تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے زیادہ ڈرنا چاہئے۔[1]

وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَ صَرَّفْنَا الْاٰیٰتِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَوْ لَا نَصَرَهُمُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ؕ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَ ذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَ مَا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے ہلاک کردیں تمہارے آس پاس کی بستیاں اور طرح طرح کی نشانیاں لائے کہ وہ باز آئیں۔ تو کیوں نہ مدد کی ان کی جن کو انہوں نے اللہ کے سوا قرب حاصل کرنے کو خدا ٹھہرا رکھا تھا بلکہ وہ اُن سے گم گئے اور یہ اُن کا بہتان و افترا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (اے اہلِ مکہ!) بیشک ہم نے تمہارے آس پاس کی بستیوں کو ہلاک کردیا اور بار بار نشانیاں لائے تاکہ وہ باز آجائیں۔ تو جن بتوں کو قرب حاصل کرنے کیلئے اللہ کے سوا معبود بنا رکھا تھا انہوں نے ان کافروں کی مدد کیوں نہیں کی بلکہ وہ ان سے گم گئے اور یہ ان کا بہتان تھا اور جو وہ گھڑتے رہتے تھے۔

﴿وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى: اور بیشک ہم نے تمہارے آس پاس کی بستیوں کو ہلاک کردیا۔﴾ یہاں سے قومِ عاد اور ثمود وغیرہ کی اجڑی ہوئی بستیوں، ان کی تباہی اور ان میں رہنے والوں کی ہلاکت کے سبب کی طرف اشارہ کر کے کفارِ مکہ کو تنبیہ کی جارہی ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے اہلِ مکہ! تمہارے آس پاس عاد اور ثمود وغیرہ کی اجڑی ہوئی بستیاں موجود ہیں اور جب تم یمن اور شام کا سفر کرتے ہو تو راستے میں ان تباہ شدہ بستیوں کو دیکھتے ہو، کبھی تم نے ان کی تباہی و بربادی کا سبب تلاش کیا ہے کہ آخر کس وجہ سے وہ بستیاں تباہ ہو گئیں

1 ......خازن، الاحقاف، تحت الآية: ٢٦، ٤ /١٢٨-١٢٩، روح البيان، الاحقاف، تحت الآية: ٢٦، ٨ /٤٨٣-٤٨٤، تفسير كبير، الاحقاف، تحت الآية: ٢٦، ١٠ /٢٦، ملتقطاً.

اوران میں بسنے والے لوگ تم سے زیادہ طاقتور اور مالدار ہونے کے باوجود ہلاک ہوکر عبرت کا نشان بن گئے؟ تو سنو! ان کی تباہی و بربادی اور ہلاکت کی وجہ یہ تھی کہ جب وہاں کے لوگوں کو اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے انبیاءِ کرام عَلَیۡھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیّت پر ایمان لانے، صرف اسی کی عبادت کرنے اور اپنی نبوت پر ایمان لانے کی دعوت دی تو ان لوگوں نے اس دعوت کو قبول نہ کیا اور ان کی ہٹ دھرمی کا حال یہ تھا کہ انبیاءِ کرام عَلَیۡھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان کے سامنے اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیّت اور اپنی صداقت پر دلالت کرنے والی نشانیاں بار بار پیش کیں، سابقہ امتوں کی بربادی کے عبرت ناک واقعات ان کے سامنے بیان کئے تاکہ وہ اپنے کفر اور مَعصِیَت سے باز آجائیں، لیکن وہ کسی صورت اس سے باز نہ آئے اور کفر و مَعصِیَت ہی کو اختیار کیا تو اس کی وجہ سے ان کا انجام یہ ہوا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے انہیں اپنے عذاب سے ہلاک کر دیا، تو اب تم بتاؤ کہ اللّٰہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن بتوں کو ان کافروں نے اپنا معبود بنا رکھا تھا اور ان کے بارے میں یہ کہتے تھے کہ ان بتوں کو پوجنے سے اللّٰہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے، اُن بتوں نے اِن کافروں کی مدد کیوں نہیں کی اور انہیں اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے کیوں نہیں بچایا؟ بلکہ اس وقت تو یوں ہوا کہ ان بتوں کا عاجز اور بے بس ہونا پوری طرح ظاہر ہو گیا اور عذاب نازل ہوتے وقت وہ ان کے کچھ کام نہ آئے اور یاد رکھو کہ وہ جو بتوں کو اپنا معبود کہتے اور بت پرستی کو اللّٰہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ٹھہراتے تھے، یہ ان کا بہتان اور اِفتراء تھا، حقیقت میں ایسا ہرگز نہیں ہے، لہٰذا اب تم بھی اپنے حال پر غور کرلو اور اپنے طرزِ عمل کو درست کرلو ورنہ تمہارا انجام بھی ان کی طرح ہوگا۔

یاد رہے کہ اللّٰہ تعالیٰ کے دشمنوں کو اپنا شفیع، مددگار اور اللّٰہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہونے کا ذریعہ سمجھنا کفر ہے جبکہ اللّٰہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کو اللّٰہ تعالیٰ کی عطا سے مددگار اور شفیع ماننا اور انہیں اللّٰہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہونے کا ذریعہ سمجھنا عین ایمان ہے، جیسے بت کی طرف سجدہ کرنا کفر ہے اور کعبہ کی طرف سجدہ کرنا ایمان ہے، لہٰذا اس عظیم فرق کو پسِ پُشت ڈال کر یہ آیت اللّٰہ تعالیٰ کے کسی نبی عَلَیۡہِ السَّلَام اور ولی پر چسپاں کرنا اور اسے ان کے اللّٰہ تعالیٰ کی عطا سے مددگار اور شفیع نہ ہونے کی دلیل بنانا جہالت کی انتہاء ہے۔

وَ اِذۡ صَرَفۡنَاۤ اِلَیۡکَ نَفَرًا مِّنَ الۡجِنِّ یَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ ۚ فَلَمَّا

حَضَرُوْهُ قَالُوْۤا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِیْنَ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا یٰقَوْمَنَاۤ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ یَهْدِیْۤ اِلَى الْحَقِّ وَ اِلٰى طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۳۰﴾ یٰقَوْمَنَاۤ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ وَ اٰمِنُوْا بِهٖ یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ یُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۳۱﴾ وَ مَنْ لَّا یُجِبْ دَاعِیَ اللّٰهِ فَلَیْسَ بِمُعْجِزٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَیْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءُ ؕ اُولٰٓىٕكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جبکہ ہم نے تمہاری طرف کتنے جِنّ پھیرے کان لگا کر قرآن سنتے پھر جب وہاں حاضر ہوئے آپس میں بولے خاموش رہو پھر جب پڑھنا ہو چکا اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے پلٹے۔ بولے اے ہماری قوم ہم نے ایک کتاب سُنی کہ موسیٰ کے بعد اُتاری گئی اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی حق اور سیدھی راہ دکھاتی۔ اے ہماری قوم اللہ کے منادی کی بات مانو اور اس پر ایمان لاؤ کہ وہ تمہارے کچھ گناہ بخش دے اور تمہیں دردناک عذاب سے بچالے۔ اور جو اللہ کے منادی کی بات نہ مانے وہ زمین میں قابو سے نکل کر جانے والا نہیں اور اللہ کے سامنے اس کا کوئی مددگار نہیں وہ کھلی گمراہی میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (اے حبیب! یاد کرو) جب ہم نے تمہاری طرف جنوں کی ایک جماعت پھیری جو کان لگا کر قرآن سنتی تھی پھر جب وہ نبی کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپس میں کہنے لگے: خاموش رہو (اور سنو) پھر جب تلاوت ختم ہوگئی تو وہ اپنی قوم کی طرف ڈراتے ہوئے پلٹ گئے۔ کہنے لگے: اے ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے وہ پہلی کتابوں کی تصدیق فرماتی ہے، حق اور سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اے

ہماری قوم! اللہ کے منادی کی بات مانو اور اس پر ایمان لاؤ وہ تمہارے گناہوں میں سے بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے بچالے گا۔ اور جو اللہ کے بلانے والے کی بات نہ مانے تو وہ زمین میں قابو سے نکل کر جانے والا نہیں ہے اور اللہ کے سامنے اس کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ وہ کھلی گمراہی میں ہیں۔

﴿وَ اِذْ صَرَفْنَاۤ اِلَیْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ: اور جب ہم نے تمہاری طرف جنوں کی ایک جماعت پھیری۔﴾ اس سے پہلی آیات میں کفارِ مکہ کے سامنے سابقہ امتوں کے حالات اور ان کا انجام بیان ہوا اور اب یہاں سے ان کے سامنے جنوں کے ایمان لانے کا واقعہ بیان کر کے انہیں شرم و عار دلائی جا رہی ہے چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کفارِ مکہ کے سامنے اس وقت کا واقعہ بیان کیجئے جب ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو آپ کی طرف بھیج دیا جس کا حال یہ تھا کہ وہ غور سے قرآن سنتی تھی، پھر جب وہ قرآنِ مجید کی تلاوت کے وقت نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپس میں کہنے لگے: خاموش رہو تا کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قراءت اچھی طرح سن لیں، پھر جب تلاوت ختم ہوگئی تو وہ جنات رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لا کر آپ کے حکم سے اپنی قوم کی طرف ایمان کی دعوت دینے گئے اور انہیں ایمان نہ لانے اور رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مخالفت سے ڈرایا، چنانچہ انہوں نے کہا: اے ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب قرآن شریف سنی ہے جو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد نازل کی گئی ہے اور اس کی شان یہ ہے کہ وہ پہلی کتابوں کی تصدیق فرماتی ہے، حق اور سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اے ہماری قوم! اللہ تعالیٰ کے مُنادی حضرت محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بات مانو اور ان پر ایمان لاؤ، اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ تمہارے اسلام قبول کرنے سے پہلے کے گناہ بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے بچالے گا اور یاد رکھو! جو اللہ تعالیٰ کے بلانے والے کی بات نہ مانے گا تو وہ زمین میں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتا اور اس کے عذاب سے بچ نہیں سکتا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کا کوئی مددگار نہیں ہے جو اسے عذاب سے بچا سکے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے مُنادی حضرت محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بات نہ مانیں وہ کھلی گمراہی میں ہیں کیونکہ جب ان کی صداقت پر مضبوط دلائل قائم ہیں تو ان کی بات نہ ماننا ایسی گمراہی ہے جو کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اس واقعے کو سن کر

کفارِ مکہ کو غور کرنا چاہئے کہ ان کی زبان وہی ہے جس میں قرآن نازل ہوا اور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا تعلق بھی انسانوں سے ہے جبکہ جِنّات نہ تو رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ہم زبان ہیں اور نہ آپ کی جنس سے انسان اور بشر ہیں، جب وہ قرآنِ مجید کی آیات سن کر سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لے آئے ہیں تو کفارِ مکہ اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ وہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے قرآن کریم سن کر اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیّت، حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت اور قرآنِ مجید کے اللّٰہ تعالیٰ کا کلام ہونے پر ایمان لائیں۔[1]

سورۂ اَحقاف کی آیت نمبر29تا32سے متعلق 5 باتیں

مفسرین نے ان آیات کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت کے لئے کثیر کلام فرمایا ہے، یہاں اس میں سے 5 باتیں ملاحظہ ہوں،

(1)......آیت نمبر29 میں لفظِ ''نَفَرٌ'' مذکور ہے، مشہور قول کے مطابق اس کا اِطلاق تین سے لے کر دس تک اَفراد پر ہوتا ہے اور جنوں کی جو جماعت حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں بھیجی گئی اس کی تعداد کے بارے میں مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ وہ سات جِنّات پر اور ایک قول یہ ہے کہ وہ نو جِنّات پر مشتمل تھی۔[2]

(2)......ان جِنّات کا تعلق کس علاقے سے تھا اس کے بارے میں بھی ایک قول یہ ہے کہ ان کا تعلق یمن کے علاقے نَصِیبِین سے تھا اور ایک قول یہ ہے کہ ان کا تعلق نِیْنَوٰی سے تھا اور ایک قول یہ ہے کہ وہ جِنّات شَیْصَبان سے تھے۔[3]

(3)......مُحقّق علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جن سب کے سب مُکلَّف ہیں۔[4]

(4)......آیت نمبر30 میں ہے کہ جِنّات نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ذکر کیا، اس کے بارے میں حضرت عطاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے کہا: چونکہ وہ جِنّات دینِ یہودیَّت پر تھے اس لئے انہوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ذکر کیا اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی کتاب کا نام نہ لیا، اور بعض مفسرین نے کہا: حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام

1 ......روح البیان، الاحقاف، تحت الآیۃ: ٢٩-٣٢، ٨/٤٨٦-٤٩٠، روح المعانی، الاحقاف، تحت الآیۃ: ٢٩-٣٢، ١٣/٢٥٩-٢٦٤، ملتقطاً.

2 ......روح المعانی، الاحقاف، تحت الآیۃ: ٢٩، ١٣/٢٥٩، جلالین مع صاوی، الاحقاف، تحت الآیۃ: ٢٩، ٥/١٩٤٣-١٩٤٤، ملتقطاً.

3 ......روح المعانی، الاحقاف، تحت الآیۃ: ٢٩، ١٣/٢٦٠.

4 ......خازن، الاحقاف، تحت الآیۃ: ٢٩، ٤/١٣١.

کی کتاب کا نام نہ لینے کا باعث یہ ہے کہ اس میں صرف مَواعِظ ہیں، اَحکام بہت ہی کم ہیں ۔[1]

(5)......آیت نمبر 31 میں بیان ہوا کہ ایمان قبول کرنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ گناہ بخش دے گا۔ اس میں تفصیل یہ ہے کہ ایمان لانے سے جو گناہ بخشے جائیں گے ان سے مراد وہ گناہ ہیں جن کا تعلق حُقُوقُ اللہ سے ہو اور جو گناہ حُقُوقُ الْعِبَاد سے متعلق ہوگئے وہ (محض ایمان قبول کرنے سے) معاف نہیں ہوں گے (بلکہ ان کی تلافی ضروری ہے)۔[2]

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَلَمْ یَعْیَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ یُّحْیِۦَ الْمَوْتٰىؕ بَلٰۤى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ(۳۳)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا انہوں نے نہ جانا کہ وہ اللہ جس نے آسمان اور زمین بنائے اور ان کے بنانے میں نہ تھکا قادر ہے کہ مُردے جلائے کیوں نہیں بیشک وہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ وہ اللہ جس نے آسمان اور زمین بنائے اور ان کے بنانے میں نہ تھکا، وہ اس بات پر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کرے؟ کیوں نہیں، بیشک وہ ہر شے پر قادر ہے۔

﴿اَوَلَمْ یَرَوْا: کیا انہوں نے نہیں دیکھا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں مختلف انداز سے کفارِ مکہ کو تنبیہ اور نصیحت کی گئی اور اب اس آیت میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے والوں کا دلیل کے ساتھ رد کیا جارہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے والوں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی سابقہ مثال کے بغیر ابتداءً آسمان اور زمین جیسی عظیم اور بڑی مخلوق بنادی اور انہیں بنانے میں وہ تھکا نہیں اور جو اللہ تعالیٰ آسمان و زمین بنا سکتا ہے کیا وہ مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں جو کہ زمین و آسمان بنانے سے ظاہراً لوگوں کے اعتبار

1......بغوی، الاحقاف، تحت الآیة: ۳۰، ۱۵۸/۴، ابن کثیر، الاحقاف، تحت الآیة: ۳۰، ۲۸۰/۷، ملتقطاً.

2......ابو سعود، الاحقاف، تحت الآیة: ۳۱، ۵۸۱/۵.

سے کہیں آسان ہے، کیوں نہیں، وہ ضرور اس پر قادر ہے۔اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ممکن شے پر قادر ہے، اور روح کا جسم کے ساتھ تعلق قائم ہونے کو دیکھا جائے تو یہ بھی ممکن ہے کیونکہ اگر یہ ممکن نہ ہوتا تو پہلی بار بھی قائم نہ ہوتا اور جب یہ ممکن ہے اور اللہ تعالیٰ تمام مُمکِنات پر قادر ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ وہ دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

وَ یَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِؕ اَلَیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّؕ قَالُوْا بَلٰى وَ رَبِّنَاؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ(۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن کافر آگ پر پیش کئے جائیں گے ان سے فرمایا جائے گا کیا یہ حق نہیں کہیں گے کیوں نہیں ہمارے رب کی قسم فرمایا جائے گا تو عذاب چکھو بدلہ اپنے کفر کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جس دن کافر آگ پر پیش کیے جائیں گے (تو کہا جائے گا) کیا یہ حق نہیں؟ کہیں گے: کیوں نہیں، ہمارے رب کی قسم، اللہ فرمائے گا: تو اپنے کفر کے بدلے عذاب چکھو۔

﴿وَ یَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ: اور جس دن کافر آگ پر پیش کیے جائیں گے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں یہ ثابت کیا گیا کہ مُردوں کو زندہ کیا جانا حق ہے اور اس آیت میں قیامت کے دن کافروں کے بعض احوال بیان کئے جارہے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا: جس دن کافر جہنم کی آگ پر پیش کیے جائیں گے تو اس وقت ان سے فرمایا جائے گا: جو عذاب تم دیکھ رہے ہو کیا یہ حق نہیں؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں، ہمارے رب کی قسم! بے شک یہ حق ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: (آج یہ اقرار تمہیں عذاب سے نہیں بچائے گا اس لئے اب) تم اپنے دنیوی کفر کے بدلے عذاب چکھو۔ (1)

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَ لَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْؕ كَاَنَّهُمْ یَوْمَ یَرَوْنَ مَا یُوْعَدُوْنَۙ لَمْ یَلْبَثُوْۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍؕ بَلٰغٌۚ

(1)......تفسیر کبیر، الاحقاف، تحت الآیۃ: ٣٤، ١٠/٣٠، روح البیان، الاحقاف، تحت الآیۃ: ٣٤، ٨/٤٩٣، ملتقطاً.

فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: تو تم صبر کرو جیسا ہمت والے رسولوں نے صبر کیا اور اُن کے لیے جلدی نہ کرو گویا وہ جس دن دیکھیں گے جو انہیں وعدہ دیا جاتا ہے دنیا میں نہ ٹھہرے تھے مگر دن کی ایک گھڑی بھر یہ پہنچانا ہے تو کون ہلاک کئے جائیں گے مگر بے حکم لوگ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو (اے حبیب!) تم صبر کرو جیسے ہمت والے رسولوں نے صبر کیا اور ان کافروں کے لیے جلدی نہ کرو۔ جس دن وہ دیکھیں گے اسے جس کی وعید انہیں سنائی جاتی ہے (تو سمجھیں گے کہ) گویا وہ دنیا میں دن کی صرف ایک گھڑی بھر ٹھہرے تھے۔ یہ ایک تبلیغ ہے تو نافرمان لوگ ہی ہلاک کئے جاتے ہیں۔

﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ: تو تم صبر کرو جیسے ہمت والے رسولوں نے صبر کیا۔﴾ توحید، نبوت اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کو ثابت کرنے کے بعد یہاں سے سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کفار کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں پر صبر کرنے کی نصیحت کی جارہی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جب کافروں کا انجام یہ ہے جو ہم نے ذکر کیا تو آپ اپنی قوم کی طرف سے پہنچنے والی ایذا پر ایسے ہی صبر کریں جیسے ہمّت والے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے صبر کیا کیونکہ آپ بھی انہی میں سے ہیں بلکہ ان میں سب سے اعلیٰ ہیں اور ان کافروں کے لیے عذاب طلب کرنے میں جلدی نہ کریں کیونکہ فی الحال اگرچہ انہیں مہلت ملی ہوئی ہے لیکن قیامت کے دن ان (میں سے کفر کی حالت میں مرنے والوں) پر عذاب ضرور نازل ہونے والا ہے، اور جس دن وہ آخرت کے اس عذاب کو دیکھیں گے جس کا انہیں دنیا میں وعدہ دیا جاتا ہے تو اس کی درازی اور دَوام کے سامنے دنیا میں ٹھہرنے کی مدت کو یہ لوگ بہت قلیل سمجھیں گے اور خیال کریں گے کہ گویا وہ دنیا میں دن کی صرف ایک گھڑی بھر ٹھہرے تھے۔ یہ قرآن اور وہ ہدایت اور روشن نشانیاں جو اس قرآن میں ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ ہے تو عقلمند کو چاہئے کہ وہ اس سے فائدہ اٹھائے اور یاد رکھو کہ وہی نافرمان لوگ ہی ہلاک کئے جاتے ہیں جو ایمان اور طاعت

سے خارج ہیں۔[1]

یوں تو سبھی انبیاء ومُرسَلین عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہمّت والے ہیں اور سبھی نے راہِ حق میں آنے والی تکالیف پر صبر وہمّت کا شاندار مظاہرہ کیا ہے البتہ ان کی مقدس جماعت میں سے پانچ رسول ایسے ہیں جن کا راہِ حق میں صبر اور مجاہدہ دیگر انبیاء ومُرسَلین عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے زیادہ ہے اس لئے انہیں بطورِ خاص ''اُولُوا الْعَزْم رسول'' کہا جاتا ہے اور جب بھی ''اُولُوا الْعَزْم رسول'' کہا جائے تو ان سے یہی پانچوں رسول مراد ہوتے ہیں اور وہ یہ ہیں:

(1)......حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔

(2)......حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام۔

(3)......حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام۔

(4)......حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام۔

(5)......حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام۔

قرآنِ مجید میں ان مقدس ہستیوں کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے، جیسا کہ سورۂ احزاب میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ۪ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے محبوب! یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے اُن کا عہد لیا اور تم سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے (عہد لیا) اور ہم نے ان (سب) سے بڑا مضبوط عہد لیا۔

اور سورۂ شوریٰ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ وَ مَا وَصَّیْنَا بِهٖۤ اِبْرٰهِیْمَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس نے تمہارے لیے دین کا وہی راستہ مقرر فرمایا ہے جس کی اس نے نوح کو تاکید فرمائی اور جس کی

1......تفسیر کبیر، الاحقاف، تحت الآیة: ٣٥، ١٠/٣٠-٣١، روح البیان، الاحقاف، تحت الآیة: ٣٥، ١٠/٤٩٤-٤٩٥، ملتقطاً۔

2......احزاب: ٧۔

وَمُوْسٰى وَعِيْسٰۤى[1] ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی اور جس کی ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو تاکید فرمائی۔

حضرت علامہ مُلّا علی قاری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: یہ پانچوں ہی اُولُوا الْعَزْم رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر مذکورہ (بالا) دونوں آیتوں میں اکٹھا کر دیا ہے۔[2]

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: صحیح قول کے مطابق یہ پانچوں ہی اُولُوا الْعَزْم رسول ہیں۔[3]

صدرُ الشَّریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: نبیوں کے مختلف درجے ہیں، بعض کو بعض پر فضیلت ہے اور سب میں افضل ہمارے آقا ومولیٰ سیِّدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہیں، حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) کے بعد سب سے بڑا مرتبہ حضرت ابراہیم خَلِیْلُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام کا ہے، پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام، پھر حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کا، اِن حضرات کو مُرْسَلِیْنِ اُولُوا الْعَزْم کہتے ہیں اور یہ پانچوں حضرات باقی تمام انبیا و مُرسلین، اِنس و مَلک و جن و جمیع مخلوقاتِ الٰہی سے افضل ہیں۔[4]

[illegible]

راہِ حق میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جتنا ستایا گیا اور جتنی تکلیفیں پہنچائی گئیں اتنی کسی اور کو نہیں پہنچائی گئیں اور صبر کا جیسا مظاہرہ آپ نے فرمایا ویسا اور کوئی نہ کر سکا، جیسا کہ حضرت اَنَس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جتنا میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں ڈرایا گیا ہوں اتنا کوئی اور نہیں ڈرایا گیا اور جتنا میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں ستایا گیا ہوں اتنا کوئی اور نہیں ستایا گیا۔[5]

حضرت عائشہ صدّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھ سے ارشاد فرمایا ''اے عائشہ! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا، دنیا (کی زیب و زینت اور عیش) محمد مصطفیٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان

---

1 ......شوریٰ: ۱۳.

2 ......مرقاة المفاتيح، كتاب الفتن، باب العلامات بين يدى الساعة... الخ، الفصل الاول، ٩/٣٧٦، تحت الحديث: ٥٤٧٢.

3 ......مرقاة المفاتيح، كتاب الايمان، باب الايمان بالقدر، الفصل الثالث، ١/٣٣٣، تحت الحديث: ١٢٢.

4 ......بہارِ شریعت، حصہ اول، ۱/۵۲-۵۴۔

5 ......ترمذى، كتاب صفة القيامة... الخ، ٣٤-باب، ٤/٢١٣، الحديث: ٢٤٨٠.

کی آل کے لئے مناسب نہیں، اے عائشہ! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا، بے شک اللہ تعالیٰ اُلُو االْعَزْم رسولوں سے یہ پسند فرماتا ہے کہ وہ دنیا کی تکلیفوں پر اور دنیا کی پسندیدہ چیزوں سے صبر کریں، پھر مجھے بھی انہی چیزوں کا مکلّف بنانا پسند کیا جن کا انہیں مکلّف بنایا، تو ارشاد فرمایا:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** تو (اے حبیب!) تم صبر کرو جیسے ہمت والے رسولوں نے صبر کیا۔

اور اللہ تعالیٰ کی قسم! میرے لئے اس کی فرمانبرداری ضروری ہے، اللہ تعالیٰ کی قسم! میرے لئے اس کی فرمانبرداری ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ کی قسم! میں ضرور صبر کروں گا جس طرح اُلُو االْعَزْم رسولوں نے صبر کیا اور قوت تو اللہ تعالیٰ ہی عطا کرتا ہے۔[1]

حضرت عائشہ صدّیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: خدا کی قسم! تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کبھی بھی اپنی ذات کے لئے (کسی سے) انتقام نہیں لیا، ہاں جب اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کو پامال کیا جاتا تو اللہ تعالیٰ کے لئے انتقام لیتے تھے۔[2]
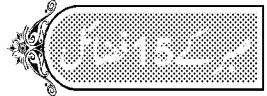
یہاں آیت میں ہم مسلمانوں کے لئے بھی صبر کرنے کی ترغیب ہے اور اس کی مزید ترغیب حاصل کرنے کے لئے یہاں صبر کرنے کے 15 فضائل ملاحظہ ہوں،

(1)......صبر ایمان کا نصف حصہ ہے۔[3]

(2)......صبر ایمان کا ایک ستون ہے۔[4]

(3)......بندے کو صبر سے بہتر اور وسیع کوئی چیز نہیں دی گئی۔[5]

---

1 ......اخلاق النّبی لابی شیخ اصبہانی، ذکر محبتہ للتیامن فی جمع افعالہ، ص١٥٤، الحدیث: ٨٠٦.

2 ......بخاری، کتاب الحدود، باب اقامۃ الحدود... الخ، ٤/٣٣١، الحدیث: ٦٧٨٦.

3 ......حلیۃ الاولیاء، زبید بن الحارث الایامی، ٥/٣٨، الحدیث: ٦٢٣٥.

4 ......شعب الایمان، باب القول فی زیادۃ الایمان ونقصانہ... الخ، ١/٧٠، الحدیث: ٣٩.

5 ......مستدرک، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ السجدۃ، ما رزق عبد خیر لہ... الخ، ٣/١٨٧، الحدیث: ٣٦٠٥.

(4)......اگر صبر کسی مرد کی شکل میں ہوتا تو وہ عزت والا مرد ہوتا۔[1]

(5)......صبر بہترین سواری ہے۔[2]

(6)......صبر کرنے سے مدد ملتی ہے۔[3]

(7)......صبر کے ساتھ آسانی کا انتظار کرنا عبادت ہے۔[4]

(8)......صبر مومن کا ہتھیار ہے۔[5]

(9)......آزمائش پر صبر کرنے والوں کے لئے امن ہے اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں میں سے ہیں۔

(10)......آنکھیں چلی جانے پر صبر کرنے کی جزاء جنت ہے۔[6]

(11)......صبر افضل ترین عمل ہے۔[7]

(12)......فتنے کی شدت پر صبر کرنے والے کو قیامت کے دن نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شفاعت نصیب ہوگی۔[8]

(13)......لوگوں سے میل جول رکھنے والا اور ان کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں پر صبر کرنے والا اُن مسلمانوں سے افضل ہے جو ایسے نہیں ہیں۔[9]

(14)......صبر کرنے اور اپنا محاسبہ کرنے والے کو اللہ تعالٰی حساب کے بغیر جنت میں داخل فرما دے گا۔[10]

(15)......صبر بھلائیوں کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔[11]

اللہ تعالٰی حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صبر کے صدقے ہمیں بھی مصائب و آلام میں صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، امین۔

---

1 ......حلية الاولياء، ابو مسعود الموصلي، ٣٢١/٨، الحديث: ١٢٣٥٢.

2 ......جامع صغير، حرف الحاء، فصل في المحلي بأل... الخ، ٢٣٥/١، الحديث: ٣٨٦٨.

3 ......مسند امام احمد، مسند عبد الله بن العباس... الخ، ٦٥٩/١، الحديث: ٢٨٠٤.

4 ......شعب الايمان،السبعون من شعب الايمان...الخ، فصل في ذكر ما في الاوجاع... الخ، ٢٠٤/٧، الحديث: ١٠٠٠٣.

5 ......مسند الفردوس، باب النون، ٢٦٧/٤، الحديث: ٦٧٨٧.

6 ......بخاري، كتاب المرضى، باب فضل من ذهب بصره، ٦/٤، الحديث: ٥٦٥٣.

7 ......شعب الايمان، السبعون من شعب الايمان... الخ، ١٢٢/٧، الحديث: ٩٧١٠.

8 ......شعب الايمان، السبعون من شعب الايمان... الخ، ١٢٤/٧، الحديث: ٩٧٢١.

9 ......ترمذي، كتاب صفة القيامة... الخ، ٥٥-باب، ٢٢٧/٤، الحديث: ٢٥١٥.

10 ......معجم الكبير، الحكم بن عمير الثمالي، ٢١٧/٣، الحديث: ٣١٨٦.

11 ......رسائل ابن ابي دنيا، الصبر، ٢٤/٤، الحديث: ١٧.

مقامِ نزول

سورۂ محمد مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **4** رکوع، **38** آیتیں، **558** کلمے اور **2475** حروف ہیں۔

اس سورت کی دوسری آیت میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا اسمِ گرامی ''محمد'' ذکر کیا گیا ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ محمد'' کہتے ہیں، نیز اس سورت کا ایک نام ''سورۂ قتال'' بھی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت میں کفار کے ساتھ جہاد کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔

سورۂ محمد کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں کفار کے ساتھ جہاد کرنے کے احکام اور جہاد کرنے کا ثواب بیان کیا گیا ہے، اور اس سورت میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں:

(1)......اس سورت کی ابتداء میں بیان کیا گیا کہ جو کافر دوسرے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال برباد کر دیئے جبکہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت پر ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر نازل ہونے والی کتاب قرآنِ مجید پر ایمان لائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی برائیاں مٹا دیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کافروں نے باطل کی پیروی کی اور مسلمانوں نے حق کی پیروی کی۔

(2)......کفار کے ساتھ جنگ کے دوران انہیں قتل کرنے اور کافر قیدیوں کے بارے میں حکم دیا گیا، جنگ کے دوران

شہید ہونے والے مجاہدوں کا ثواب بیان کیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے کفار کے ساتھ جہاد کرنے میں مسلمانوں کی مدد کرنے کی بشارت دی۔

(3)......کافروں کی رسوائی کی وجہ بیان کی گئی کہ وہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب کو ناپسند کرتے ہیں اس لئے رسوا ہوئے ہیں۔

(4)......کفارِ مکہ کے سامنے سابقہ لوگوں کا انجام بیان کر کے انہیں بتایا گیا کہ ان کا انجام بھی انہی جیسا ہوسکتا ہے۔

(5)......پرہیز گار مسلمانوں سے جس جنت کا وعدہ کیا گیا ہے اس کے اوصاف بیان کئے گئے۔

(6)......منافقوں کی صفات بیان کی گئیں اور انہیں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان کے چھپے ہوئے بغض اور کینے کو ظاہر فرما دے گا۔

(7)......اس سورت کے آخر میں دنیوی زندگی کی حقیقت اور بخل کرنے کی مذمت بیان کی گئی۔

سورۂ اَحقاف کے ساتھ مناسبت

سورۂ محمد کی اپنے سے ماقبل سورت ''احقاف'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ احقاف کی آخری آیت کے اس حصے ''فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ'' کا سورۂ محمد کی پہلی آیت کے ساتھ ایسا مضبوط ربط ہے کہ ان دونوں آیتوں کی تلاوت کے دوران اگر بِسْمِ اللّٰهِ نہ پڑھی جائے تو ایسے لگے گا جیسے یہ ایک ہی آیت ہے۔(1)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿۱﴾

---

(1)......تناسق الدّرر، سورة القتال، ص۱۱۷.

ترجمۂ کنزالایمان: جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا اللہ نے اُن کے عمل برباد کئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا، اللہ نے ان کے اعمال برباد کردیئے۔

﴿اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ: جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا۔﴾ مفسّرین کا ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت مدینہ منورہ کے ان اہلِ کتاب کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے سیِّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کا انکار کیا۔ اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان پر نازل ہونے والی کتاب کے ساتھ کفر کیا، خود بھی اسلام میں داخل نہ ہوئے اور اور دوسروں کو بھی اسلام قبول کرنے سے روکا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کا وہ ایمان ضائع کردیا جو یہ لوگ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری سے پہلے پچھلے انبیاءِ کرام اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر رکھتے تھے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت کفارِ مکہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، خود بھی اسلام میں داخل نہ ہوئے اور دوسروں کو بھی اسلام قبول کرنے سے روکا تو انہوں نے کفر کی حالت میں جو بھی نیک اعمال کئے ہوں خواہ بھوکوں کو کھلایا ہو، یا اسیروں کو چھڑایا ہو، یا غریبوں کی مدد کی ہو، یا مسجدِ حرام یعنی خانہ کعبہ کی عمارت میں کوئی خدمت کی ہو، یہ سب اعمال اللہ تعالیٰ نے برباد کردیئے اور آخرت میں انہیں ان اعمال کا کچھ ثواب نہیں ملے گا کیونکہ ایمان کے بغیر کوئی نیکی قبول نہیں۔

بعض مفسّرین کے نزدیک یہاں کفارِ مکہ کے وہ افراد مراد ہیں جو اپنے کفر کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی ایمان قبول کرنے سے روکتے تھے اور حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خلاف سازشیں کرتے تھے تو ان کافروں نے سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے جو سازشیں تیار کیں، مکر سوچے اور حیلے بنائے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے وہ تمام کام باطل کردیئے اور ان کے مقابلے میں اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مدد و نصرت فرمائی اور ان کے دین کو تمام دینوں پر غالب کردیا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اس آیت کا تعلق سورۂ احقاف کی آخری آیت کے ساتھ ہے، اُس کے آخر میں ارشاد فرمایا

گیا کہ ”نافرمان لوگ ہی ہلاک کئے جاتے ہیں“ اس پر گویا یہ سوال پیدا ہوا کہ نافرمان لوگوں کو کیسے ہلاک کیا جاتا ہے حالانکہ وہ تو نیک اعمال کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ کسی کا نیک عمل ضائع نہیں فرماتا اگرچہ وہ رائی کے دانے کے برابر ہو؟ اس کے جواب میں یہاں ارشاد فرمایا گیا کہ نافرمان وہ لوگ ہیں جو خود اسلام میں داخل نہ ہوئے اور دوسروں کو انہوں نے اسلام قبول کرنے سے روکا، (اور یہ اس طرح ہلاک ہوئے کہ) اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام نیک اعمال برباد کردیئے اور آخرت میں انہیں ان اعمال کا کچھ ثواب نہیں ملے گا کیونکہ ایمان کے بغیر کوئی نیک عمل مقبول نہیں۔[1]

کفر نیک اعمال کی بربادی کا سبب ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کفر نیک اعمال کی بربادی کا بہت بڑا سبب ہے۔ یاد رہے کہ جس طرح کفر کی حالت میں کئے گئے نیک اعمال باطل اور بے کار ہیں اور آخرت میں ان کا کوئی اجر وثواب نہیں، اسی طرح ایمان کی حالت میں کئے گئے نیک اعمال بھی کفر کرنے کی صورت میں ضائع ہوجاتے ہیں اور ان کے ثواب سے بھی بندہ محروم کر دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَیَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓىٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِۚ وَ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے مرتد ہوجائے پھر کافر ہی مرجائے تو ان لوگوں کے تمام اعمال دنیا وآخرت میں برباد ہوگئے اور وہ دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِیْنَ مِنْكُمْ وَ الْقَآىٕلِیْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَیْنَاۚ وَ لَا یَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِیْلًاۙ(۱۸) اَشِحَّةً عَلَیْكُمْ ۖۚ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَیْتَهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ تَدُوْرُ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ تم میں سے ان لوگوں کو جانتا ہے جو دوسروں کو جہاد سے روکتے ہیں اور اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں: ہماری طرف چلے آؤ اور وہ لڑائی میں تھوڑے ہی آتے ہیں۔ تمہارے اوپر بخل کرتے ہوئے آتے ہیں پھر

---

1 ……تاویلات اھل السنہ، محمد، تحت الآیۃ: ۱، ۴۹۹/۴، مدارك، محمد، تحت الآیۃ: ۱، ص۱۱۳۲، جلالین، القتال، تحت الآیۃ: ۱، ص۴۱۹، خازن، محمد، تحت الآیۃ: ۱، ۱۳۳/۴، روح المعانی، محمد، تحت الآیۃ: ۱، ۲۶۹/۱۳-۲۷۰، ملتقطاً۔

2 ……بقرہ: ۲۱۷۔

اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِیْ یُغْشٰى عَلَیْهِ مِنَ الْمَوْتِۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَیْرِؕ اُولٰٓىٕكَ لَمْ یُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا [1]

جب ڈر کا وقت آتا ہے تو تم انہیں دیکھو گے کہ تمہاری طرف یوں نظر کرتے ہیں کہ ان کی آنکھیں گھوم رہی ہیں جیسے کسی پر موت چھائی ہوئی ہو پھر جب ڈر کا وقت نکل جاتا ہے تو مال غنیمت کی لالچ میں تیز زبانوں کے ساتھ تمہیں طعنے دینے لگتے ہیں۔ یہ لوگ ایمان لائے ہی نہیں ہیں تو اللہ نے ان کے اعمال برباد کردیئے اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔

لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ نیک اعمال کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے ایمان کی حفاظت کرنے کی بھی بھرپور کوشش کریں اور ہر ایسے قول اور فعل سے بچیں جس سے مسلمان کا ایمان ضائع ہو جاتا ہے۔

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَ اَصْلَحَ بَالَهُمْ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور اس پر ایمان لائے جو محمد پر اتارا گیا اور وہی اُن کے رب کے پاس سے حق ہے اللہ نے ان کی بُرائیاں اُتاردیں اور اُن کی حالتیں سنواردیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے اور اس پر ایمان لائے جو محمد پر اتارا گیا اور وہی ان کے رب کے پاس سے حق ہے تو اللہ نے ان کی برائیاں مٹادیں اور ان کی حالتوں کی اصلاح فرمائی۔

﴿وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: اور جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں کافروں کا حال بیان ہوا اور اس آیت میں ایمان والوں کا حال بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے اور اس قرآنِ پاک پر ایمان لائے جو میرے حبیب محمدِ مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

1 ......احزاب: ١٨، ١٩.

پر اتارا گیا اور وہی ان کے رب عَزَّوَجَلَّ کے پاس سے حق ہے، تو اس ایمان اور نیک اعمال کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہ بخش دیئے اور دینی امور میں توفیق عطا فرما کر اور دنیا میں ان کے دشمنوں کے مقابلے میں ان کی مدد فرما کر ان کی حالتوں کی اصلاح فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: یہاں حالتوں کی اصلاح فرمانے سے مراد یہ ہے کہ ان کی زندگی کے دنوں میں ان کی حفاظت فرمائی۔[1]

آیت "وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ" سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے 3 باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......قرآنِ مجید پر ایمان لانے کو جداگانہ ذکر کرنے سے معلوم ہوا کہ قرآنِ مجید کی شان انتہائی بلند ہے اور جن پر یہ قرآن نازل ہوا ہے ان کی شان بھی بہت عظیم ہے۔

(2)......ایمان کے لئے ان تمام چیزوں کو ماننا ضروری ہے جو حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں، اگر کسی نے ان میں سے ایک کا بھی انکار کیا تو کافر ہو جائے گا۔

(3)......ایمان سے زمانۂ کفر کے تمام گناہ مٹ جاتے ہیں، مگر نیکیاں باقی رہتی ہیں۔ یاد رہے کہ سَیِّئَات گناہوں کو کہتے ہیں جبکہ **حُقُوقُ الْعِباد** کو ضائع کرنا دوسری چیز ہے، اس لئے ایمان لانے سے زمانۂ کفر کے قرض وغیرہ معاف نہیں ہوں گے بلکہ نومسلم نے کفر کے زمانہ میں بندوں کے جو حقوق تلف کئے ہوں گے وہ اسے بہرحال ادا کرنے ہوں گے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَ اَنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَذٰلِكَ یَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ۝۳

ترجمۂ کنزالایمان: یہ اس لیے کہ کافر باطل کے پیرو ہوئے اور ایمان والوں نے حق کی پیروی کی جو ان کے رب کی طرف سے ہے اللہ لوگوں سے ان کے احوال یونہی بیان فرماتا ہے۔

1......خازن، محمد، تحت الآیۃ: ۲، ۴/۱۳۳، مدارک، محمد، تحت الآیۃ: ۲، ص۱۱۳۲، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالعرفان: یہ اس لیے کہ کافر باطل کے پیروکار ہوئے اور ایمان والوں نے حق کی پیروی کی جوان کے رب کی طرف سے ہے۔اللہ ان کے حالات لوگوں سے یونہی بیان فرماتا ہے۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ: یہ اس لیے کہ کافر باطل کے پیروکار ہوئے۔﴾ یعنی ہم نے جو کافروں کے اعمال ضائع کر دیئے جبکہ ایمان والے نیک بندوں کی خطاؤں سے درگزر فرمایا اور ان کی حالتوں کی اصلاح فرمائی، اس کی وجہ یہ ہے کہ کافروں نے باطل کی پیروی کر کے حق کے مقابلے میں باطل کو اختیار کیا اور ایمان والوں نے اس حق کی پیروی کی جوان کے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے سامنے دونوں گروہوں کے حالات یونہی بیان فرماتا ہے کہ کافروں کے عمل ضائع ہیں اور ایمانداروں کی لغزشیں بھی بخش دی جائیں گی تاکہ وہ ان سے عبرت حاصل کریں اور کفار کی خصلتوں سے بچ کر مومنین کے طریقے اختیار کریں۔[1]

یاد رہے کہ یہاں آیت میں باطل سے مراد شیطان، یا نفسِ اَمّارہ، یا برے سردار ہیں اور حق سے مراد اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سنت ہے۔امت کا اِجماع اور مجتہد علماء کا قیاس چونکہ سنت کے ساتھ لاحق ہے اس لئے یہ بھی حق میں داخل ہے۔ یا حق سے مراد حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں کیونکہ حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ہر قول اور فعل شریف برحق ہے اور حق حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ایسا وابستہ ہے جیسے نور سورج سے، یا خوشبو پھول سے وابستہ ہے۔

فَاِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۛ۫ ذٰلِكَ ؕۛ وَ لَوْ یَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَ لٰكِنْ لِّیَبْلُوَاۡ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَلَنْ یُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ④ سَیَهْدِیْهِمْ

مع

[1]......ابن كثير، محمد، تحت الآية: ٣، ٢٨٣/٧، خازن، محمد، تحت الآية: ٣، ١٣٣/٤-١٣٤، ملتقطاً.

وَ يُصْلِحُ بَالَهُمْ ۚ﴿۵﴾ وَ يُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو جب کافروں سے تمہارا سامنا ہو تو گردنیں مارنا ہے یہاں تک کہ جب اُنہیں خوب قتل کرلو تو مضبوط باندھو پھر اس کے بعد چاہے احسان کرکے چھوڑ دو چاہے فدیہ لے لو یہاں تک کہ لڑائی اپنا بوجھ رکھ دے بات یہ ہے اور اللہ چاہتا تو آپ ہی اُن سے بدلہ لیتا مگر اس لیے کہ تم میں ایک کو دوسرے سے جانچے اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے اللہ ہرگز ان کے عمل ضائع نہ فرمائے گا۔ جلد اُنہیں راہ دے گا اور اُن کا کام بنا دے گا۔ اور اُنہیں جنت میں لے جائے گا انہیں اس کی پہچان کرادی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جب کافروں سے تمہارا سامنا ہو تو گردنیں مارو یہاں تک کہ جب تم انہیں خوب قتل کرلو تو (قیدیوں کو) مضبوطی سے باندھ دو پھر اس کے بعد چاہے احسان کرکے چھوڑ دو یا فدیہ لے لو، یہاں تک کہ لڑائی اپنے بوجھ رکھ دے۔ (حکم) یہی ہے اور اگر اللہ چاہتا تو آپ ہی اُن سے بدلہ لے لیتا مگر (تمہیں قتال کا حکم دیا) تاکہ تم میں سے ایک کو دوسرے کے ذریعے جانچے اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے اللہ ہرگز ان کے عمل ضائع نہیں فرمائے گا۔ عنقریب اللہ انہیں راستہ دکھائے گا اور ان کے حال کی اصلاح فرمائے گا۔ اور انہیں جنت میں داخل فرمائے گا، اللہ نے انہیں اس کی پہچان کروادی تھی۔

﴿فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ: تو جب کافروں سے تمہارا سامنا ہو تو گردنیں مارو۔﴾ یعنی جب کافروں اور ایمان والوں کا حال یہ ہے جو بیان ہوا، تو اے ایمان والو! جب کافروں کے ساتھ تمہاری جنگ ہو تو اس دوران لڑنے والے کافروں کی کوئی رعایت نہ کرو بلکہ انہیں قتل کرو یہاں تک کہ جب تم انہیں کثرت سے قتل کرلو (جس کی حد یہ ہے کہ کافروں کا زور ٹوٹ جائے اور مسلمانوں پر غالب آنے کا امکان نہ رہے) اور باقی رہ جانے والوں کو قید کرنے کا موقع آجائے تو اس وقت انہیں مضبوطی سے باندھ دو تاکہ وہ بھاگ نہ سکیں۔ قید کرنے کے بعد تمہیں دو باتوں کا اختیار ہے، چاہے ان قیدیوں پر احسان کرکے انہیں کوئی فدیہ لئے بغیر چھوڑ دو، یا ان سے فدیہ لے لو۔ یہ قتل اور قید کرنے کا حکم اس وقت تک ہے کہ لڑائی کرنے والے کافر اپنا اسلحہ رکھ دیں اور اس طرح جنگ ختم ہوجائے کہ مشرکین مسلمانوں کی

اطاعت قبول کرلیں یا اسلام لائیں، اللہ تعالیٰ کا حکم یہی ہے۔[1]

﴿وَلَوْ یَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ: اور اللہ چاہتا تو آپ ہی اُن سے بدلہ لے لیتا۔﴾ یہاں جہاد کا حکم دینے کی حکمت بیان کی جارہی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو جنگ کے بغیر ہی کافروں کو زمین میں دھنسا کر، یا ان پر پتھر برسا کر، یا اور کسی طرح خود ہی اُن سے بدلہ لے لیتا (جیسا کہ پچھلی قوموں کے ساتھ ایسا ہو چکا ہے) لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں چاہا بلکہ اس نے تمہیں جہاد کا حکم دیا تاکہ کافروں کے ذریعے مومنوں کو جانچے (کہ وہ اس کی راہ میں جہاد کرتے ہیں یا نہیں) کیونکہ اگر وہ جہاد کرتے ہیں تو عظیم ثواب کے مستحق ہو جائیں گے اور دوسری طرف مومنوں کے ذریعے کافروں کو جانچے (کہ وہ حق کا اقرار کرتے ہیں یا نہیں اور اس میں یہ بھی حکمت ہے) کہ تمہارے ہاتھوں انہیں کچھ عذاب جلدی پہنچ جائے اور ان میں سے بعض کافر اس سے نصیحت حاصل کر کے اسلام قبول کرلیں۔[2]

اللہ تعالیٰ کی جانچ سے کیا مراد ہے؟

یادر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ازلی علم سے جانتا ہے کہ کون سا مسلمان اس کی راہ میں جہاد کرے گا اور کون سا کافر اسلام قبول کرے گا اور یہاں اللہ تعالیٰ کے جانچنے سے یہ ہرگز مراد نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو پہلے معلوم نہ تھا اور اس جانچ کے ذریعے اسے معلوم ہوا، بلکہ اس جانچ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ ایسا معاملہ فرماتا ہے جیسا امتحان لینے اور آزمانے والا کرتا ہے تاکہ فرشتوں اور جنّ و اِنس کے سامنے معاملہ ظاہر ہو جائے۔

﴿وَالَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ: اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے۔﴾ جنگ کے دوران چونکہ مسلمان شہید بھی ہوتے ہیں اس لئے یہاں سے شہیدوں کی فضیلت بیان کی جارہی ہے، چنانچہ آیت کے اس حصے اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو گئے، اللہ تعالیٰ ہرگز ان کے عمل ضائع نہیں فرمائے گا بلکہ ان کے اعمال کا ثواب پورا پورا دے گا اور عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں بلند درجات کا راستہ دکھائے گا اور ان کے اعمال قبول کر کے ان کے حال کی اصلاح فرمائے گا اور انہیں جنت میں داخل فرمائے گا، اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کی پہچان کروادی تھی اس لئے وہ جنت کی منازِل میں اس ناآشنا کی طرح نہ پہنچیں گے جو کسی مقام پر جاتا ہے تو اسے ہر چیز کے بارے میں

1 ......مدارك، محمد، تحت الآية: ٤، ص١١٣٣، روح المعاني، محمد، تحت الآية: ٤، ١٣/٢٧٢-٢٧٧، ملتقطاً.

2 ......روح البيان، محمد، تحت الآية: ٤، ٨/٤٩٩-٥٠٠، روح المعاني، محمد، تحت الآية: ٤، ١٣/٢٧٧، ملتقطاً.

دریافت کرنے کی حاجت درپیش ہوتی ہے بلکہ وہ واقف کاروں کی طرح داخل ہوں گے، اپنے منازِل اور مساکن پہچانتے ہوں گے، اپنی زوجہ اور خُدّام کو جانتے ہوں گے، ہر چیز کا مقام ان کے علم میں ہوگا گویا کہ وہ ہمیشہ سے یہیں کے رہنے بسنے والے ہیں۔[1]

شہید کے فضائل

احادیث میں بھی شہید کے بہت فضائل بیان کئے گئے ہیں، یہاں ان میں سے دو احادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت مِقدام بن مَعدیکَرِب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''**اللّٰہ** تعالیٰ کی بارگاہ میں شہید کی چھ خصلتیں (یعنی درجے) ہیں، **(1)** پہلی ہی دفعہ میں اسے بخش دیا جاتا ہے۔ **(2)** اسے جنت کا ٹھکانا دکھا دیا جاتا ہے۔ **(3)** اسے قبر کے عذاب سے امان دی جاتی ہے اور وہ بڑی گھبراہٹ سے امن میں رہے گا۔ **(4)** اس کے سر پر عزت کا تاج رکھا جائے گا جس کا ایک یاقوت دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بہتر ہوگا۔ **(5)** 72 حورِ عِین سے اس کا نکاح کیا جائے گا۔ **(6)** اور اس کے 70 قریبی رشتہ داروں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔[2]

(2)......حضرت قیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''شہید کو چھ خصلتیں عطا کی جاتی ہیں **(1)** اس کے خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اس کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔ **(2)** اسے جنت کا ٹھکانا دکھا دیا جاتا ہے۔ **(3)** حورِ عِین سے اس کا نکاح کیا جائے گا۔ **(4،5)** بڑی گھبراہٹ اور قبر کے عذاب سے امن میں رہے گا۔ **(6)** اسے ایمان کا حُلّہ پہنایا جائے گا۔[3]

آیت نمبر 6 میں شہید کے بارے میں بیان ہوا کہ **اللّٰہ** تعالیٰ نے انہیں جنت میں ان کے مقام اور نعمتوں کی پہچان کروا دی تھی اور حدیثِ پاک میں عام جنتیوں کے بارے میں بھی اسی طرح کی فضیلت بیان کی گئی ہے، جیسا کہ

1......ابن کثیر، محمد، تحت الآیة: ٤-٦، ٧/٢٨٥-٢٨٦، مدارك، محمد، تحت الآیة: ٤-٦، ص١١٣٤، بغوی، محمد، تحت الآیة: ٤-٦، ٤/١٦٢، ملتقطاً.

2......ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب فی ثواب الشهید، ٣/٢٥٠، الحدیث: ١٦٦٩.

3......مسند امام احمد، مسند الشامیین، حدیث قیس الجذامی رضی الله تعالی عنه، ٦/٢٣٤، الحدیث: ١٧٧٩٨.

حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: مومنین دوزخ سے نجات پا جائیں گے جنت اور دوزخ کے درمیان ایک پل ہے اس پر ان کو روک لیا جائے گا پھر دنیا میں ان میں سے بعض نے بعض پر جو زیادتی کی ہوگی اس کا ان سے بدلہ لیا جائے گا حتّٰی کہ وہ بالکل پاک وصاف ہو جائیں گے تو پھر ان کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی پس اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی جان ہے ان میں سے ایک شخص جنت میں اپنے ٹھکانے کو دنیا میں اپنے ٹھکانے کی بہ نسبت زیادہ پہچاننے والا ہوگا۔[1]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَ يُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝۷

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اگر تم دینِ خدا کی مدد کرو گے اللّٰہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اگر تم اللّٰہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللّٰہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدمی عطا فرمائے گا۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ: اے ایمان والو! اگر تم اللّٰہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللّٰہ تمہاری مدد کرے گا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! اگر تم اللّٰہ تعالٰی کے دین اور اس کے پیارے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مدد کرو گے تو اللّٰہ تعالٰی دشمنوں کے مقابلے میں تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں فتح و کامرانی نصیب فرمائے گا اور تمہیں میدانِ جنگ میں اور دینِ اسلام اور پُلِ صراط پر ثابت قدمی عطا فرمائے گا۔[2]

اللّٰہ تعالٰی کے دین کی مدد کرنے کی 7 صورتیں

اللّٰہ تعالٰی کے دین کی مدد کرنے کی بہت سی صورتیں ہیں، ان میں سے 7 صورتیں درج ذیل ہیں۔

(1)......اللّٰہ تعالٰی کے دین کو غالب کرنے کیلئے دین کے دشمنوں کے ساتھ زبان، قلم اور تلوار سے جہاد کرنا۔

---

1 ......بخاری، کتاب الرقاق، باب القصاص یوم القیامة، ۲۵۶/۴، الحدیث: ۶۵۳۵.

2 ......خازن، محمد، تحت الآیة: ۷، ۱۳۵/۴، مدارك، محمد، تحت الآیة: ۷، ص۱۱۳۴، ملتقطاً.

(2)......دین کے دلائل کو واضح کرنا، ان پر ہونے والے شبہات کو زائل کرنا، دین کے احکام، فرائض، سُنَن، حلال اور حرام کی شرح بیان کرنا۔

(3)......نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا۔

(4)......دینِ اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں کوشش اور جدوجہد کرنا۔

(5)......وہ قابل اور مستند علماء جنہوں نے اپنی زندگیاں دین کی ترویج و اشاعت کے لئے وقف کی ہوئی ہیں، ان کے نیک مقاصد میں ان کا ساتھ دینا۔

(6)......نیک اور جائز کاموں میں اپنا مال خرچ کرنا۔

(7)......علماء اور مبلغین کی مالی خیر خواہی کر کے انہیں دین کی خدمت کے لئے فارغ البال بنانا۔

نوٹ: ان سات صورتوں کے علاوہ اور بھی بہت سی صورتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنے میں داخل ہیں۔
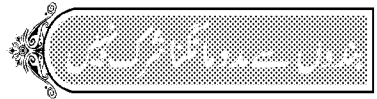
یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ غنی اور بے نیاز ہے، اسے نہ بندوں کی مدد کی حاجت ہے اور نہ ہی وہ اپنے دین کی ترویج و اشاعت اور اسے غالب کرنے میں بندوں کی مدد کا محتاج ہے، یہاں جو بندوں کو اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنے کا فرمایا گیا یہ دراصل ان کے اپنے ہی فائدے کے لئے ہے کہ اس صورت میں انہیں اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہو گی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں ثابت قدمی نصیب ہو گی۔ یہاں اسی حوالے سے مزید دو باتیں ملاحظہ ہوں،

(1)......اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کی جائے اس میں کوئی دنیاوی مقصد پیشِ نظر نہ ہو۔

(2)......اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کی مدد لینا شرک نہیں، کیونکہ جب بندوں کی مدد سے غنی اور بے نیاز رب تعالیٰ نے بندوں کو اپنے دین کی مدد کرنے کا فرمایا ہے تو عام بندے کا کسی سے مدد طلب کرنا کیوں شرک ہو گا؟

وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿۸﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنہوں نے کفر کیا تو اُن پر تباہی پڑے اور اللہ ان کے اعمال برباد کرے۔ یہ اس لیے کہ انہیں ناگوار ہوا جو اللہ نے اُتارا تو اللہ نے ان کا کیا دھرا اکارت کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنہوں نے کفر کیا تو ان کیلئے تباہی و بربادی ہے اور اللہ نے ان کے اعمال برباد کردیئے۔ یہ (سزا) اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اللہ کے نازل کئے ہوئے کو ناپسند کیا تو اللہ نے ان کے اعمال ضائع کردیئے۔

﴿وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا: اور جنہوں نے کفر کیا۔﴾ یہاں سے اللہ تعالیٰ نے کفر کے دو نتیجے بیان فرمائے ہیں، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جنہوں نے کفر کیا تو ان کیلئے دنیا میں تباہی و بربادی ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال برباد کردیئے۔ انہیں یہ سزا اس وجہ سے ملی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے قرآن کو ناپسند کیا کیونکہ اس میں شہوات اور لذّات کو ترک کرنے جبکہ طاعات اور عبادات میں مَشَقَّتیں اٹھانے کے احکام ہیں جو نفس پر شاق ہوتے ہیں تو ان کے اس کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے نیک اعمال برباد کردیئے۔ [1]

اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْؕ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ٘ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ اَمْثَالُهَا ﴿۱۰﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ اَنَّ الْكٰفِرِیْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ۠ ﴿۱۱﴾

ع ۵ / ۱۱

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا کہ دیکھتے ان سے اگلوں کا کیسا انجام ہوا اللہ نے اُن پر تباہی ڈالی اور ان کافروں کے لیے بھی ویسی کتنی ہی ہیں۔ یہ اس لیے کہ مسلمانوں کا مولیٰ اللہ ہے اور کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا تو دیکھتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا؟ اللہ نے ان پر تباہی ڈالی اور اِن کافروں کے لیے بھی پہلوں کے انجام جیسی بہت سی سزائیں ہیں۔ یہ اس لیے کہ اللہ مسلمانوں کا

1 ......خازن، محمد، تحت الآية: ۸-۹، ۱۳۵/۴، روح البيان، محمد، تحت الآية: ۸-۹، ۵۰۱/۸، ملتقطاً.

مددگار ہے اور کافروں کا کوئی مددگار نہیں۔

﴿اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ: تو کیا انہوں نے زمین میں سفرنہ کیا۔﴾ یہاں سے پچھلی امتوں کا انجام بیان کرکے کافروں کوڈرایا جارہاہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا اللّٰہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جھٹلانے والے کافر اپنے گھروں میں بیٹھے رہے ہیں اور انہوں نے شام، یمن اور عراق کی جانب سفر کے دوران دیکھا نہیں کہ ان سے پہلے جھٹلانے والی امتوں عاد اور ثمود وغیرہ کا کیسا انجام ہوا، جو اُن کے اجڑے ہوئے مکانات اور محلّات کے آثار سے خوب ظاہر ہے۔ان کا انجام یہ ہوا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے ان پر ایسی تباہی ڈالی جس سے وہ خود، ان کی اولاد اور ان کے اموال سب ہلاک ہوگئے، لہٰذا ان موجودہ کافروں کو بے فکر نہیں ہونا چاہئے، اگر یہ بھی سیّدِ عالَم محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان نہ لائیں گے تو ان کے لئے پہلے کافروں جیسی بہت سی سزائیں اور تباہیاں ہیں اور یہ مسلمانوں کی مدد ہونا اور کافروں پر قہر ہونا اس لیے ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ مسلمانوں کا مددگار ہے اور کافروں کا کوئی مددگار نہیں کیونکہ کافروں نے ان بتوں کی پوجا کی جو بے جان ہیں، نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان، اس لئے ان کا کوئی مددگار نہیں۔ (1)

اِنَّ اللّٰهَ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُؕ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَتَمَتَّعُوْنَ وَ یَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَ النَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللّٰہ داخل فرمائے گا انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے باغوں میں جن کے نیچے نہریں رواں اور کافر برتتے ہیں اور کھاتے ہیں جیسے چوپائے کھائیں اور آگ میں ان کا ٹھکانا ہے۔

(1)......خازن، محمد، تحت الآیة: ۱۰-۱۱، ۴/۱۳۶، ابن کثیر، محمد، تحت الآیة: ۱۰-۱۱، ۷/۲۸۷، روح البیان، محمد، تحت الآیة: ۱۰-۱۱، ۸/۵۰۲، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللّٰہ ایمان لانے والوں اوراچھے اعمال کرنے والوں کوان باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اور کافر فائدہ اٹھارہے ہیں اورایسے کھاتے ہیں جیسے جانور کھاتے ہیں اورآگ ان کا ٹھکانہ ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ یُدْخِلُ: بیشک اللّٰہ داخل فرمائے گا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں ایمان والوں اور کافروں کا دنیوی حال بیان کیا گیااوراس آیت میں ان دونوں کا اخروی حال بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ چونکہ ایمان والوں کا مددگار ہے اس لئے انہیں اس کا آخرت میں ثمرہ یہ ملے گا کہ اللّٰہ تعالیٰ ایمان لانے والوں اوراچھے اعمال کرنے والوں کوان باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اور کافروں کا حال یہ ہے کہ وہ دنیا میں اپنے انجام کوفراموش کئے ہوئے ہیں اورغفلت کے ساتھ چند دنوں کے لئے اپنے مال ومتاع سے فائدہ اٹھارہے ہیں اورایسے کھاتے ہیں جیسے جانور کھاتے ہیں کیونکہ جانوروں کو یہ تمیز نہیں ہوتی کہ کہاں سے کھانا ہے،اس لئے انہیں جہاں سے جو مل جائے اسے کھانا شروع کردیتے ہیں، اسی طرح کھاتے وقت جانوراس چیز سے غافل ہوتے ہیں کہ اس کھانے کے بعد وہ ذبح کردیئے جائیں گے اوریہی حال کفار کا ہے جوحلال وحرام کی تمیز کئے بغیر کھاتے رہتے ہیں اور غفلت کے ساتھ دنیا طلب کرنے اوراس کے عیش وعشرت سے فائدہ اٹھانے میں مشغول ہیں اورآنے والی مصیبتوں کا خیال بھی نہیں کرتے حالانکہ جہنم کی آگ ان کا ٹھکانا ہے۔[1]

کافر اور ایمان والوں میں فرق

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَةُاللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں:اس کا حاصل یہ ہے کہ کافرصرف اپنے پیٹ اورشرمگاہ کی شہوت کو پورا کرنے میں لگے رہتے ہیں اورآخرت کی جانب کوئی توجہ نہیں کرتے توانہوں نے اپنے دنوں کوکفراور گناہوں میں ضائع کردیااوردنیامیں جانوروں کی طرح کھاتے پیتے رہے جبکہ ایمان والے اللّٰہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہیں، ریاضت اورمجاہدے کرنے میں مشغول رہتے ہیں اسی لئے اللّٰہ تعالیٰ نے انہیں عالیشان جنتیں عطا فرما کر ان پر احسان فرمایااوریہیں سے سیِّدُ المرسلین صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے اس فرمان ''دنیامومن کا قیدخانہ اورکافر کی جنت ہے'' کا راز ظاہر ہوا کہ مومن اس چیز کو پہچانتا ہے کہ دنیا قیدخانہ ہے اوراس کی نعمتیں زائل ہونے والی ہیں،اس

1 ......تفسیر کبیر، محمد، تحت الآیة: ١٢، ٤٤/١٠-٤٥، روح البیان، محمد، تحت الآیة: ١٢، ٥٠٣/٨، ملتقطاً.

لئے وہ اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا پابند بنا دیتا ہے جس کے نتیجے میں اسے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) جنت اور اس کی ہمیشہ باقی رہنے والی نعمتیں نصیب ہوتی ہیں اور کافر چونکہ آخرت کا منکر ہے اس لئے وہ دنیا میں لذّتوں اور عیش و عشرت میں مشغول ہوا تو اس کے لئے آخرت میں جہنم کی قید اور زَقُّوم کھانے کے سوا کچھ باقی نہ بچا۔[1]

افسوس! فی زمانہ مسلمانوں کی غفلت کا حال بھی کچھ کم نظر نہیں آتا اور ان کا حال دیکھ کر یہ نظر آتا ہے کہ وہ موت کے بعد قبر وحشر کے ہولناک احوال سے بے فکر ہیں، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہونے والی پیشی اور اعمال کے حساب سے غافل ہیں اور ان کا مقصود صرف دنیا کے عیش وعشرت سے لطف اندوز ہونا اور اس کی زیب و زینت سے فائدہ اٹھانا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے، اٰمین۔

مومن اور کافر کے کھانے میں فرق

یہاں آیت کی مناسبت مومن اور کافر کے کھانے میں 4 فرق ملاحظہ ہوں:

(1)......سچا مسلمان کھانے سے پہلے حلال وحرام کی تمیز کرتا ہے کہ کیا میرے لیے اس کا کھانا شرعاً جائز بھی ہے یا نہیں؟ جبکہ کافر جانوروں کی طرح حلال وحرام کی تمیز کیے بغیر کھاتا رہتا ہے۔

(2)......کافر کی نظر جانوروں کی طرح ہر وقت کھانے پینے میں رہتی ہیں جبکہ مومن کی نگاہ ذکر وفکر میں رہتی ہے۔

(3)......کافر کھانے پینے کا حریص ہوتا ہے جبکہ مومن قَناعَت کرنے والا ہوتا ہے۔

(4)......کافر جانور کی طرح اپنے انجام سے غافل رہتے ہوئے کھاتا پیتا ہے جبکہ مومن اپنے انجام پر نگاہ رکھتے اور اس کی فکر کرتے ہوئے کھاتا ہے۔

یاد رہے کہ دنیا کی نعمتوں سے لُطف اندوز ہونا بُرا نہیں بلکہ بُرا یہ ہے کہ حلال وحرام کی تمیز کئے بغیر جو کچھ ملے اس سے فائدہ اٹھانا شروع کر دیا جائے، یونہی بُرا یہ ہے کہ نعمتوں میں مشغول ہو کر اپنی آخرت کو فراموش کر دیا جائے، بُرا یہ ہے کہ نعمتوں میں کھو کر بندہ اپنے انجام سے غافل ہو جائے اس لئے جو مسلمان اپنے انجام کی فکر کرتے ہوئے اور آخرت کو بہتر بنانے کی تیاری کرتے ہوئے دنیا کی جائز وحلال نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا ہے اس میں کوئی برائی نہیں اور جو مسلمان حلال وحرام کی پرواہ کئے بغیر نعمتوں سے لطف اندوز ہوتا ہے یا اپنی آخرت اور انجام سے بے فکر ہو کر نعمتوں

[1]......روح البيان، محمد، تحت الآية: ١٢، ٨/٥٠٤.

سے لطف اندوز ہونے میں مشغول رہتا ہے وہ ضرور برا ہے۔

وَ كَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ هِیَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْیَتِكَ الَّتِیْۤ اَخْرَجَتْكَۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کتنے ہی شہر کہ اس شہر سے قوّت میں زیادہ تھے جس نے تمہیں تمہارے شہر سے باہر کیا ہم نے اُنہیں ہلاک فرمایا تو ان کا کوئی مددگار نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کتنے ہی ایسے شہر ہیں جو تمہارے اس شہر سے زیادہ قوت والے تھے جس نے تمہیں باہر نکال دیا، ہم نے انہیں ہلاک کر دیا تو ان کیلئے کوئی مددگار نہیں۔

﴿ وَ كَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ هِیَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْیَتِكَ: اور کتنے ہی ایسے شہر ہیں جو تمہارے اس شہر سے زیادہ قوت والے تھے۔﴾ **شانِ نزول:** جب حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مکۂ مکرمہ سے ہجرت کی اور غارِ ثور کی طرف تشریف لے چلے تو مکۂ مکرمہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ’’اللہ تعالیٰ کے شہروں میں تُو اللہ تعالیٰ کو بہت پیارا ہے اور اللہ تعالیٰ کے شہروں میں تو مجھے بہت پیارا ہے، اگر مشرکین مجھے نہ نکالتے تو میں تجھ سے نہ نکلتا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اس شہر سے نکلنے پر غم نہ فرمائیں، بے شک اللہ تعالیٰ آپ کی عزت میں ہی اضافہ فرمائے گا اور ان کافروں کو ذلیل کرے گا اور اپنی تسلی کے لئے اس بات پر غور فرمائیں کہ سابقہ زمانے میں بھی کئی شہروں کے باسی اِن کفارِ مکہ سے زیادہ قوت والے تھے جو آپ کے مکۂ مکرمہ سے نکلنے کا سبب بنے ہیں، ہم نے ان سابقہ قوت والے لوگوں کو ہلاک کر دیا تو ان کیلئے کوئی مددگار نہیں تھا جو انہیں عذاب اور ہلاکت سے بچا سکتا تو اسی طرح ہم آپ کے شہر والے کافروں کے ساتھ کریں گے، اس لئے آپ اسی طرح صبر فرمائیں جیسے سابقہ شہروں کے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے صبر فرمایا۔(1)

(1)......صاوی، محمد، تحت الآیة: ١٣، ٥/١٩٥٤، خازن، محمد، تحت الآیة: ١٣، ٤/١٣٦، روح البیان، محمد، تحت الآیة: ١٣، ٨/٥٠٥، ملتقطاً.

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَ اتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ(۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا جو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہو اس جیسا ہوگا جس کے بُرے عمل اُسے بھلے دکھائے گئے اور وہ اپنی خواہشوں کے پیچھے چلے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جو شخص اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہو کیا وہ اُس جیسا ہوگا جس کے برے عمل اس کیلئے خوبصورت بنادیئے گئے اور وہ اپنی خواہشوں کے پیچھے چلے۔

﴿اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ: تو کیا جو شخص اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہو۔﴾ یہاں سے دوبارہ مومنوں اور کافروں کے احوال بیان کر کے ان میں فرق واضح کیا جارہا ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے روشن دلیل پر ہونے والے شخص سے مراد مومن ہے کیونکہ وہ اپنی مثل بنا کر دکھانے سے عاجز کر دینے والے قرآنِ مجید اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے معجزات کی مضبوط دلیل پر کامل یقین اور سچا جزم رکھتا ہے، تو جو شخص اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے روشن دلیل پر ہو کیا وہ اُس کافر مشرک جیسا ہوگا جس کے برے عمل اس کیلئے خوبصورت بنادیئے گئے اور وہ اپنی خواہشوں کے پیچھے چلنے لگا اور اس نے کفر و بت پرستی اختیار کی، ہرگز وہ مومن اور یہ کافر ایک سے نہیں ہوسکتے اور ان دونوں میں کچھ بھی نسبت نہیں ہے۔ (1)

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَؕ-فِیْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍۚ-وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗۚ-وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ۬ۚ

(1)......مدارک، محمد، تحت الآیة: ١٤، ص١١٣٥، جلالین، القتال، تحت الآیة: ١٤، ص٤٢٠، ملتقطاً.

وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّىؕ وَ لَهُمْ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْؕ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِی النَّارِ وَ سُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: احوال اس جنت کا جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے ہے اس میں ایسی پانی کی نہریں ہیں جو کبھی نہ بگڑے اور ایسے دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ نہ بدلا اور ایسی شراب کی نہریں ہیں جس کے پینے میں لذت ہے اور ایسی شہد کی نہریں ہیں جو صاف کیا گیا اور ان کے لیے اس میں ہر قسم کے پھل ہیں اور اپنے رب کی مغفرت کیا ایسے چین والے ان کے برابر ہوجائیں گے جنہیں ہمیشہ آگ میں رہنا اور انہیں کھولتا پانی پلایا جائے کہ آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کردے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس جنت کا حال جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس میں خراب نہ ہونے والے پانی کی نہریں ہیں اور ایسے دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ نہ بدلے اور ایسی شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کیلئے سراسر لذت ہے اور صاف شفاف شہد کی نہریں ہیں اور ان کے لیے اس میں ہر قسم کے پھل اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے۔ کیا (یہ جنتی) اس کے برابر ہوسکتا ہے جو ہمیشہ آگ میں رہنے والا ہے اور انہیں کھولتا پانی پلایا جائے گا تو وہ ان کی آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کردے گا؟

﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ: اس جنت کا حال جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس جنت کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کا **ایک وصف** یہ ہے کہ اس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جو انتہائی لطیف ہے، نہ سڑتا ہے، نہ اس کی بو بدلتی ہے اور نہ ہی اس کے ذائقے میں فرق آتا ہے۔

دوسرا وصف یہ ہے کہ اس میں ایسے دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ نہیں بدلتا جبکہ دنیا کے دودھ کا حال اس کے برخلاف ہے کہ وہ خراب ہوجاتا ہے۔

تیسرا وصف یہ ہے کہ اس جنت میں ایسی شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کیلئے خالص لذت ہی لذت ہے، وہ دنیا کی شرابوں کی طرح خراب ذائقے والی نہیں ہے اور نہ ہی اس میں میل کچیل ہے، نہ خراب چیزوں کی آمیزش ہے، نہ وہ سڑ کر بنی ہے، نہ اس کے پینے سے عقل زائل ہوتی، نہ سر چکراتا ہے، نہ خُمار آتا ہے اور نہ ہی دردِ سر پیدا ہوتا ہے۔ یہ سب آفتیں دنیا ہی کی شراب میں ہیں جبکہ جنت کی شراب ان سب عیوب سے پاک، انتہائی لذیذ، فرحت بخش اور خوش گوار ہے۔

چوتھا وصف یہ ہے کہ اس میں صاف شفاف شہد کی نہریں ہیں یعنی وہ شہد صاف ہی پیدا کیا گیا، دنیا کے شہد کی طرح نہیں جو مکھی کے پیٹ سے نکلتا ہے اور اس میں موم وغیرہ کی آمیزش ہوتی ہے۔

پانچواں وصف یہ ہے کہ اس جنت میں پرہیزگاروں کے لئے ہر قسم کے پھل اور ان کے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے مغفرت ہے کہ وہ رب ان پر احسان فرماتا ہے اور ان سے راضی ہے اور ان پر سے تمام تکلیفی احکام اٹھالئے گئے ہیں، وہ جنتی جو چاہیں کھائیں، جتنا چاہیں کھائیں، وہاں کوئی حساب نہیں ہوگا۔

تو کیا ایسے سُکھ چین والا شخص اس کافر کے برابر ہوسکتا ہے جو ہمیشہ آگ میں رہنے والا ہے اور انہیں کھولتا پانی پلایا جائے گا جو پیٹ میں جاتے ہی ان کی آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کردے گا؟ (ہرگز یہ دونوں برابر نہیں ہیں بلکہ ان میں انتہائی فرق ہے۔)(1)

وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّسْتَمِعُ اِلَیْكَۚ حَتّٰۤى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَا ذَا قَالَ اٰنِفًا۫ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ اتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان میں سے بعض تمہارے ارشاد سنتے ہیں یہاں تک کہ جب تمہارے پاس سے نکل کر

1 ......مدارك، محمد، تحت الآية: ١٥، ص١١٣٥، خازن، محمد، تحت الآية: ١٥، ٤/١٣٦-١٣٧، ملتقطاً.

جائیں علم والوں سے کہتے ہیں ابھی انہوں نے کیا فرمایا یہ ہیں وہ جن کے دلوں پر اللہ نے مُہر کردی اور اپنی خواہشوں کے تابع ہوئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں جو تمہاری طرف کان لگا کر سنتے ہیں یہاں تک کہ جب تمہارے پاس سے نکل کر جاتے ہیں تو علم والوں سے کہتے ہیں: ابھی انہوں نے کیا کہا؟ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگادی اور وہ اپنی خواہشوں کے تابع ہوگئے۔

﴿ وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّسْتَمِعُ اِلَیْكَ: اور لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں جو تمہاری طرف کان لگا کر سنتے ہیں۔ ﴾ اس سے پہلی آیات میں کافر کا حال بیان کیا گیا اور اب یہاں سے منافق کا حال بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں جو خطبہ وغیرہ میں حقیقت میں انتہائی بے توجّہی کے ساتھ لیکن ظاہر میں بڑے غور سے آپ کے ارشادات سنتے ہیں تاکہ لوگ انہیں مخلص مسلمان سمجھیں، یہاں تک کہ جب یہ منافق لوگ آپ کے پاس سے نکل کر جاتے ہیں تو علمی مقام رکھنے والے صحابۂ کرام جیسے حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ سے مذاق اڑانے کے طور پر کہتے ہیں: ابھی نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کیا فرمایا ہے کیونکہ ہم آپ کی باتیں سمجھ نہیں سکے؟ ان منافقوں کا طرزِ عمل بیان کرنے کے بعد ان کے بارے میں اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے حق کی پیروی کرنا ترک کردی تو ان کے دلوں پر اللہ تعالٰی نے مہر لگادی اور ان کے دلوں کو مردہ کردیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اخلاص کے ساتھ ایمان نہ لائے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ارشادات سن کر ان سے نفع نہ اٹھایا، اپنی باطل خواہشوں کے تابع ہوگئے اور نفاق کو اختیار کیا۔[1]

وَ الَّذِیْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّ اٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنہوں نے راہ پائی اللہ نے ان کی ہدایت اور زیادہ فرمائی اور ان کی پرہیزگاری انہیں عطا فرمائی۔

---

1 ......تفسیر کبیر، محمد، تحت الآیۃ: ١٦، ٤٩/١٠-٥٠، خازن، محمد، تحت الآیۃ: ١٦، ١٣٧/٤، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنہوں نے ہدایت پائی تو اللہ نے ان کی ہدایت اور زیادہ فرمادی اور انہیں ان کی پرہیز گاری عطا فرمائی۔

﴿وَالَّذِیْنَ اهْتَدَوْا: اور جنہوں نے ہدایت پائی۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافق کے بارے میں بیان فرمایا کہ وہ سن کر نفع نہیں اٹھاتا بلکہ وہ نفسانی خواہشات کی پیروی کرتا رہتا ہے اور اس آیت میں مومن کا حال بیان فرما رہا ہے جس نے سن کر نفع اٹھایا اور ہدایت پائی، چنانچہ ارشاد فرمایا: وہ ایمان والے جنہوں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا کلام غور سے سنا اور اس سے نفع اُٹھایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بصیرت، علم اور سینے کی کشادگی میں مزید اضافہ فرمادیا اور انہیں پرہیز گاری عطا فرمائی۔ پرہیز گاری عطا فرمانے سے مراد پرہیز گاری کی توفیق دینا ہے، یا اس کا معنی یہ ہے کہ اُنہیں پرہیز گاری کی جزا دی اور اس کا ثواب عطا فرمایا۔[1] اس سے معلوم ہوا کہ نیکی کا صلہ مزید نیکی کی توفیق اور ہدایت کا صلہ مزید ہدایت ملنا بھی ہوتا ہے۔ یونہی علم سیکھنے کا صلہ مزید علم کی توفیق ملنا بھی ہے اور علم سیکھنے پر اللہ تعالیٰ مزید علم عطا فرماتا ہے اور دیگر عُلوم کی بھی راہ دکھاتا ہے۔

فَهَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِیَهُمْ بَغْتَةًۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَاۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کاہے کے انتظار میں ہیں مگر قیامت کے کہ ان پر اچانک آجائے کہ اس کی علامتیں تو آہی چکی ہیں پھر جب وہ آجائے گی تو کہاں وہ اور کہاں ان کا سمجھنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو وہ قیامت ہی کا انتظار کررہے ہیں کہ ان پر اچانک آجائے تو بیشک اس کی (کئی) علامتیں تو آہی چکی ہیں پھر جب قیامت آجائے گی تو ان کا نصیحت ماننا انہیں کہاں مفید ہوگا؟

---

[1] ......خازن، محمد، تحت الآیة: ١٧، ٤/١٣٧-١٣٨، مدارك، محمد، تحت الآیة: ١٧، ص١١٣٥، ملتقطاً.

﴿فَهَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ: تو وہ قیامت ہی کا انتظار کررہے ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ وہ کفار اور منافقین قیامت ہی کا انتظار کررہے ہیں کہ ان پر اچانک آجائے کیونکہ توحید ورسالت پر دلائل دیئے جاچکے، سابقہ امتوں کے احوال ان کے سامنے بیان کردیئے گئے، قیامت قائم ہونے اور اس کے ہولناک اُمور کے بارے میں خبریں دے دی گئیں، اس کے باوجود بھی اگر یہ ایمان نہیں لائے تو اب قیامت کے دن ہی ان کا ایمان لانا متوقَّع ہے، یہ لوگ قیامت سے غافل ہیں حالانکہ اس کی کئی علامتیں تو آ ہی چکی ہیں جن میں سے ایک نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری اور دوسری چاند کا دو ٹکڑے ہونا ہے، پھر جب قیامت آجائے گی تو اس وقت ان کا نصیحت ماننا کہاں مفید ہوگا کیونکہ اس وقت توبہ اور ایمان قبول ہی نہ کیا جائے گا۔[1]

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَ مَثْوٰىكُمْ۠ ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو جان لو کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو اور اللہ جانتا ہے دن کو تمہارا پھرنا اور رات کو تمہارا آرام لینا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اے حبیب! اپنے خاص غلاموں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو اور (اے لوگو!) اللہ دن کے وقت تمہارے پھرنے اور رات کو تمہارے آرام کرنے کو جانتا ہے۔

﴿فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ: تو جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔﴾ یعنی جب آپ نے جان لیا کہ قیامت قائم ہوتے وقت نصیحت حاصل کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا تو آپ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے بارے میں جو

1 ......تفسیر کبیر، محمد، تحت الآیة: ١٨، ١٠/٥١-٥٢، روح البیان، محمد، تحت الآیة: ١٨، ٨/٥٠٩-٥١٠، ملتقطاً.

علم اور یقین رکھتے ہیں اس پر قائم رہیں کیونکہ یہ قیامت کے دن ضرور نفع دے گا۔[1]

﴾ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ : اور اے حبیب! اپنے خاص غلاموں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔ ﴿ یہاں آیت میں اگر خطاب حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ہو تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوگا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کوئی گناہ ہوا تھا جس کی معافی مانگنے کا فرمایا گیا کیونکہ آپ یقینی طور پر گناہوں سے معصوم ہیں بلکہ یہ کسی دوسرے مقصد کے پیشِ نظر فرمایا گیا ہوگا، جیسا کہ امام جلالُ الدین سیوطی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ گناہوں سے معصوم ہیں، اس کے باوجود آپ کو گناہ سے مغفرت طلب کرنے کا فرمایا گیا (یہ امت کی تعلیم کے لئے ہے) تاکہ اس معاملے میں امت آپ کی پیروی کرے اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مغفرت طلب بھی کی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: ’’میں روزانہ سو مرتبہ اللّٰہ تعالٰی کی بارگاہ میں استغفار کرتا ہوں۔[2]

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں: یہاں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف ’’ذَنْۢب‘‘ کی جو نسبت کی گئی اس سے مراد آپ کے اہلِ بیت کی خطائیں ہیں، نیز اس آیت میں امت کے لئے بھی بشارت ہے کیونکہ اللّٰہ تعالٰی نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فرمایا کہ مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی بھی مغفرت طلب فرمائیں اور آپ کی شان یہ ہے کہ آپ شفاعت فرمانے والے اور مَقْبُولُ الشَّفاعت ہیں (تو آپ جس کی مغفرت طلب فرمائیں گے وہ اللّٰہ تعالٰی کے فضل و کرم سے ضرور قبول ہوگی۔)[3]

نوٹ: اس مسئلے کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے پارہ 24، سورۂ مومن، آیت نمبر 55 کے تحت مذکور تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

﴾ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ : اور اللّٰہ جانتا ہے۔ ﴿ یہاں ایمان والوں اور دیگر تمام لوگوں سے خطاب فرمایا گیا کہ اے لوگو! اللّٰہ تعالٰی تم لوگوں کے دن کے وقت کی مشغولیات اور رات کے وقت تمہارے آرام کرنے کو جانتا ہے۔ یعنی وہ تمہارے تمام

1 ......صاوی، محمد، تحت الآیۃ: ١٩، ٥/١٩٥٧.

2 ......جلالین، القتال، تحت الآیۃ: ١٩، ص ٤٢١.

3 ......صاوی، محمد، تحت الآیۃ: ١٩، ٥/١٩٥٨.

احوال کو جاننے والا ہے، اس سے کچھ بھی مخفی نہیں ہے تو تم اس سے ڈرو۔[1]

وَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَوْ لَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّ ذُكِرَ فِیْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَیْتَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ یَّنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ نَظَرَ الْمَغْشِیِّ عَلَیْهِ مِنَ الْمَوْتِ ؕ فَاَوْلٰى لَهُمْ ﴿۲۰﴾ۚ طَاعَةٌ وَّ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۫ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۫ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ﴿۲۱﴾ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: اور مسلمان کہتے ہیں کوئی سورت کیوں نہ اُتاری گئی پھر جب کوئی پختہ سورت اتاری گئی اور اس میں جہاد کا حکم فرمایا گیا تو تم دیکھو گے انہیں جن کے دلوں میں بیماری ہے کہ تمہاری طرف اس کا دیکھنا دیکھتے ہیں جس پر مُردنی چھائی ہو تو اُن کے حق میں بہتر یہ تھا۔ کہ فرمانبرداری کرتے اور اچھی بات کہتے پھر جب حکم ناطق ہو چکا تو اگر اللہ سے سچّے رہتے تو ان کا بھلا تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور مسلمان کہتے ہیں: کوئی سورت کیوں نہیں اتاری گئی؟ پھر جب کوئی واضح سورت اتاری جاتی ہے اور اس میں جہاد کا حکم دیا جاتا ہے تو تم ان لوگوں کو دیکھو گے جن کے دلوں میں بیماری ہے کہ تمہاری طرف ایسے دیکھتے ہیں جیسے وہ دیکھتا ہے جس پر موت چھائی ہوئی ہو تو ان کے لئے بہتر تھا۔ فرمانبرداری کرنا اور اچھی بات کہنا، پھر جب (جہاد کا) حکم قطعی ہو گیا تو اگر اللہ سے سچے رہتے تو یہ ان کیلئے بہتر ہوتا۔

﴿وَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اور مسلمان کہتے ہیں۔﴾ شانِ نزول: ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کا بہت

[1] ......جلالين مع صاوی، محمد، تحت الآية: ١٩، ١٩٥٨/٥.

ہی شوق تھا اور اسی شوق کی بنا پر وہ کہتے تھے کہ ایسی سورت کیوں نہیں اترتی جس میں جہاد کا حکم ہو، تا کہ ہم جہاد کریں اور یہی بات منافق بھی کہہ دیا کرتے تھے، اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں ارشاد فرمایا گیا کہ مسلمان کہتے ہیں: کوئی سورت کیوں نہیں اتاری گئی؟ پھر جب کوئی واضح سورت اتاری جاتی ہے جس کا معنیٰ واضح ہو اور اس کا کوئی حکم منسوخ ہونے والا نہ ہو اور اس میں جہاد کا حکم دیا گیا ہو تو تم دلوں میں مُنافَقَت کا مرض رکھنے والوں کو دیکھو گے کہ وہ پریشان ہو کر تمہاری طرف ایسے دیکھتے ہیں جیسے وہ شخص دیکھتا ہے جس پر موت کے وقت غشی چھائی ہوئی ہو، حالانکہ اگر یہ اس وقت اللہ تعالیٰ اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی فرمانبرداری کرتے اور اچھی بات کہتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا۔ تو جب جہاد کا حکم قطعی ہو گیا اور جہاد فرض کر دیا گیا تو منافقوں نے اس سے جان چھڑانے کیلئے کوششیں شروع کر دیں حالانکہ اگر یہ ایمان اور اطاعت پر قائم رہ کر اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے وعدے میں سچے رہتے تو یہ ان کیلئے بہتر ہوتا۔ [1]

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْۤا اَرْحَامَكُمْ ﴿٢٢﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا تمہارے یہ لچھن نظر آتے ہیں کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا تم اس بات کے قریب ہو کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو۔

﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ: تو کیا تم اس بات کے قریب ہو۔﴾ جب منافقوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ مشرکین کے خلاف جہاد کریں تو انہوں نے جہاد میں شرکت نہ کرنے سے متعلق یہ عذر پیش کیا کہ ہم مشرکوں کے خلاف جہاد کیسے کریں کیونکہ اس میں ایک خرابی یہ ہے کہ انسانوں کو قتل کرنا زمین میں فساد پھیلانا ہے اور دوسری خرابی یہ ہے کہ عرب والے ہمارے رشتہ دار

1 ......خازن، محمد، تحت الآية: ٢٠، ٤/١٣٩، مدارك، محمد، تحت الآية: ٢٠، ص١١٣٦، ملتقطاً.

ہیں اور ہمارے قبیلوں سے تعلق رکھتے ہیں تو ان سے جنگ کر کے انہیں قتل کرنا رشتے داری کو توڑ دینا ہے اور یہ کوئی اچھا کام نہیں ہے۔ ان کے رد میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے منافقو! تم سے یہ بعید نہیں کہ اگر تمہیں حکومت مل جائے تو تم اپنی مرضی کے خلاف کام کرنے والے کو قتل کر کے زمین میں فساد پھیلاؤ اور رشتے داری توڑ دو۔ کیا دورِ جاہلیت میں تم آپس میں لڑائی نہیں کرتے تھے؟ اور کیا اس دوران ایک دوسرے کو قتل نہیں کرتے تھے؟ اور تم اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن نہیں کرتے تھے؟ کیا تمہاری یہ لڑائیاں، قتل اور بیٹیوں کو زندہ دفن کر دینے جیسا گھناؤنا فعل زمین میں فساد پھیلانا اور رشتے داری توڑ دینا نہیں تھا؟ تو اب تم کس منہ سے یہ کہتے ہو کہ جہاد کرنا زمین میں فساد پھیلانے اور رشتہ داری توڑ دینے جیسی خرابیوں کا حامل ہے اور ان سب شواہد کے ہوتے ہوئے تمہارا جہاد میں شریک نہ ہونے کے لئے یہ عذر پیش کرنا کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ منافقین اسلامی جہاد کو زمین میں فساد اور خرابیوں کا سبب سمجھتے تھے اس لئے جہاد سے منہ موڑتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے منافقوں کا جو رد فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ منافقوں کا اسلامی جہاد کے بارے میں یہ نظریہ غلط و باطل تھا اور اس سے ان کا مقصد صرف جہاد میں جانے سے بچنا اور دوسروں کو جہاد میں شرکت سے روکنا تھا۔ فی زمانہ بھی اسلام کے دشمن اسلامی جہاد پر اسی طرح کے اعتراض کرتے ہیں اور ان اعتراضات کے ذریعے لوگوں کے دلوں سے اسلام کی محبت اور اس سے قلبی تعلق ختم کر کے اس کے خلاف نفرت ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں اور مختلف واقعات کو بنیاد بنا کر لوگوں کے سامنے دینِ اسلام کو ایک ایسے دین کے طور پر پیش کرتے ہیں جس میں انسانیت پر بے انتہا ظلم و ستم کی تعلیم دی گئی ہے، اسی طرح اسلام دشمنوں کے افکار و نظریات اور ان کی تعلیمات سے مرعوب کچھ نام نہاد مسلمان بھی اسلامی جہاد سے متعلق ایسا کلام کرتے ہیں جو اس کی حقیقت اور اس کے اصل مقاصد کے بالکل برخلاف ہوتا ہے، حالانکہ ان میں بہت سے لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ حقیقت اس سے کہیں مختلف ہے حتّٰی کہ تاریخ سے ادنیٰ سی واقِفیّت رکھنے والا شخص بھی اچھی طرح جانتا ہے کہ دینِ اسلام کا سورج طلوع ہونے سے پہلے انسانوں کا حال کیا تھا اور وہ ظلم و ستم کی کس چکّی میں پس رہے تھے اور لوگ کس طرح غلامی کی زنجیروں میں قید اور اپنے آقاؤں کے ظلم و ستم کا

شکار تھے، بچے، جوان، بوڑھے، مرد اور عورت الغرض ہر سطح کے انسان جس ظلم و زیادتی اور بے رحمی کا شکار تھے وہ تاریخ کے واقِف کار سے ڈھکی چُھپی نہیں اور اس کے مقابلے میں دینِ اسلام کے تاریخی کارناموں پر نظر دوڑائی جائے تو صاف نظر آئے گا کہ دینِ اسلام نے ہی انسانیت کو ظلم و ستم کے گہرے اندھیرے سے نکالا، دینِ اسلام نے ہی انسانوں کو سر اُٹھا کر جینا سکھایا، دینِ اسلام نے ہی انسانوں میں انسانیت کی قدر اور عظمت پیدا کی، دینِ اسلام نے ہی زمین میں فساد کو ختم کر کے پُرسکون معاشرہ اور امن کی فضا قائم کی، انسانوں کو ان کے حقوق دلائے اور ان کے حقوق پر دست اندازی کرنے والوں کو شکنجے میں جکڑا اور بڑے فسادیوں کے فساد سے دوسروں کو بچانے کے لئے انہیں قتل کرنے کا حکم دیا تاکہ ان کے ذریعے ہونے والے فساد سے دوسرے انسانوں کی حفاظت ہو اور یہ دوسروں کے لئے عبرت کا مقام بنیں اور وہ فساد برپا کرنے سے باز رہیں، اسی تناظُر میں اسلامی جہاد کو انصاف کی نظر سے دیکھا جائے اور اس کے بنیادی مقاصد پر سچے دل سے غور کیا جائے تو ہر عقلِ سلیم رکھنے والے شخص پر واضح ہو جائے گا کہ اسلامی جہاد سراپا رحمت ہے کیونکہ اس کے ذریعے فساد کا خاتمہ ہوتا اور معاشرے میں امن و سکون قائم ہوتا ہے۔

رشتے داریاں توڑنے کی مذمت

آیت میں رشتے داریاں توڑنے کے موضوع پر بھی کلام ہے تو اس کے بارے میں اسلامی تعلیمات ملاحظہ فرمائیں، چنانچہ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّ نِسَآءًۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت پھیلا دیئے اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتوں (کو توڑنے سے بچو۔) بیشک اللہ تم پر نگہبان ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا یَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِۙ(۱۹) الَّذِیْنَ یُوْفُوْنَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: صرف عقل والے ہی نصیحت مانتے

(1) ……نساء: ۱.

بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۙ﴿۲۰﴾ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ (1)

ہیں۔وہ جواللّٰہ کا عہد پورا کرتے ہیں اور معاہدے کو توڑتے نہیں۔اور وہ جواسے جوڑتے ہیں جس کے جوڑنے کا اللّٰہ نے حکم دیا اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے حساب سے خوفزدہ ہیں۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَ يَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو اللّٰہ کا عہد اسے پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جسے جوڑنے کا اللّٰہ نے حکم فرمایا ہے اسے کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کیلئے لعنت ہی ہے اور اُن کیلئے برا گھر ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جب اللّٰہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا فرما چکا تو (اس کی مخلوق میں سے) رشتہ کھڑا ہوا اور اللّٰہ تعالیٰ کے دربار میں اِستِغاثہ کیا۔ اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ’’کیا ہے؟‘‘ اس نے عرض کی: میں (رشتہ) کاٹنے والوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ ارشاد ہوا: کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ جو تجھے مِلائے میں اسے مِلاؤں گا اور جو تجھے کاٹے میں اسے کاٹ دوں گا؟ اس نے عرض کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، ہاں! میں راضی ہوں۔ ارشاد فرمایا ’’تو بس تیرے ساتھ یہی ہوگا۔ (3)

اور حضرت ابو بکرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’سرکشی اور رشتے داری توڑنے سے بڑھ کر کوئی گناہ اس بات کا مستحق نہیں کہ اللّٰہ تعالیٰ اس کی سزا دنیا میں جلد دیدے اور اس کے ساتھ اس کیلئے آخرت میں بھی عذاب کا ذخیرہ رہے۔ (یعنی یہ دونوں گناہ دنیا میں جلد سزا اور آخرت میں عذاب کے زیادہ مستحق ہیں۔) (4)

---

1 ......رعد:١٩۔٢١.

2 ......رعد:٢٥.

3 ......بخاری، کتاب التفسیر، باب وتقطّعوا ارحامکم، ٣/٣٢٦، الحدیث: ٤٨٣٠.

4 ......ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ... الخ، ٥٧-باب، ٤/٢٢٩، الحدیث: ٢٥١٩.

البتہ یادرہے کہ جہاں عدل وانصاف یا دین کا معاملہ ہو وہاں رشتے داری کا لحاظ نہ کرنے اور اس کے مقابلے میں دین کو ترجیح دینے کا حکم ہے، یہاں قرآنِ مجید سے اس کی دو مثالیں ملاحظہ ہوں، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَ الْاَقْرَبِیْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ کے لئے گواہی دیتے ہوئے انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ چاہے تمہارے اپنے یا والدین یا رشتے داروں کے خلاف ہی (گواہی) ہو۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰىۚ وَ بِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب بات کرو تو عدل کرو اگرچہ تمہارے رشتے دار کا معاملہ ہو اور اللہ ہی کا عہد پورا کرو۔

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے زیادہ رشتے داروں کو ترجیح دیتے ہیں، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِیْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ﰳقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا خاندان اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ تجارت جس کے نقصان سے تم ڈرتے ہو اور تمہارے پسندیدہ مکانات تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَ اَعْمٰۤى اَبْصَارَهُمْ ﴿۲۳﴾ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ﴿۲۴﴾

(1) ...... نساء: ۱۳۵۔ (2) ...... انعام: ۱۵۲۔ (3) ...... سورۂ توبہ: ۲۴۔

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللّٰه نے لعنت کی اور اُنہیں حق سے بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔ تو کیا وہ قرآن کو سوچتے نہیں یا بعضے دلوں پر اُن کے قفل لگے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللّٰه نے لعنت کی تو اللّٰه نے انہیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں اندھی کر دیں۔ تو کیا وہ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے؟ بلکہ دلوں پر ان کے تالے لگے ہوئے ہیں۔

﴿اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ: یہ وہ لوگ ہیں۔﴾ یعنی یہ فساد پھیلانے والے وہ لوگ ہیں جن پر اللّٰه تعالیٰ نے لعنت کی اور انہیں اپنی رحمت سے دور کر دیا تو اس کا اثر یہ ہوا کہ اللّٰه تعالیٰ نے انہیں وعظ ونصیحت سننے سے بہرا کر دیا اور حق کی راہ دیکھنے سے ان کی آنکھیں اندھی کر دیں اس لئے اب وہ حق راستے کی طرف ہدایت حاصل نہیں کر سکتے۔(1)

﴿اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ: تو کیا وہ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے؟﴾ یعنی جن کے دلوں میں نفاق کے قفل لگے ہیں وہ نہ تو قرآنِ کریم میں غور وفکر کر سکتے ہیں اور نہ ہی وہ ہدایت حاصل کر سکتے ہیں کیونکہ ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے حق کی بات ان میں پہنچ ہی نہیں پاتی۔ تدبُّرِ قرآنِ پاک میں گہرے غور وخوض کو کہتے ہیں جو تعصّبات اور جانبداری سے پاک اور عقل ونقل کے حقیقی تقاضوں کے مطابق ہو۔

اِنَّ الَّذِیْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّیْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ؕ وَ اَمْلٰى لَهُمْ ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جو اپنے پیچھے پلٹ گئے بعد اس کے کہ ہدایت ان پر کھل چکی تھی شیطان نے اُنہیں فریب دیا اور انہیں دنیا میں مدتوں رہنے کی امید دلائی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جو اپنے پیچھے پلٹ گئے اس کے بعد کہ ان کیلئے ہدایت بالکل واضح ہو چکی تھی شیطان

1 ......روح البیان، محمد، تحت الآیة: ٢٣، ٥١٧/٨، صاوی، محمد، تحت الآیة: ٢٣-٢٤، ١٩٥٩/٥-١٩٦٠، ملتقطاً.

نے انہیں فریب دیا اور انہیں (لمبی لمبی) امیدیں دلائیں۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِهِمْ: بیشک وہ لوگ جو اپنے پشت پیچھے پلٹ گئے۔﴾ یعنی جو لوگ ہدایت کا راستہ واضح ہو جانے کے بعد ایمان سے کفر کی طرف پلٹ گئے انہیں شیطان نے دھوکہ دیا اور ان کی نظر میں برائیوں کو ایسا مزین کیا کہ وہ انہیں اچھا سمجھنے لگے اور انہیں دنیا میں مدتوں رہنے کی امید دلائی کہ ابھی بہت عمر پڑی ہے، خوب دنیا کے مزے اٹھالو اور ان پر شیطان کا فریب چل گیا۔

حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں اس آیت میں اہلِ کتاب کے ان کفار کا حال بیان کیا گیا ہے جنہوں نے نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو پہچانا اور آپ کی نعت وصفت اپنی کتاب میں دیکھی، پھر جاننے پہچاننے کے باوجود کفر اختیار کیا۔

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا، ضَحّاک اور مُفَسِّر سُدِی کا قول ہے کہ ان لوگوں سے مراد منافق ہیں جو ایمان لا کر کفر کی طرف پھر گئے۔ (1)

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِیْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِیْعُكُمْ فِیْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۚۖ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ﴿۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ اس لیے کہ اُنہوں نے کہا ان لوگوں سے جنہیں اللّٰہ کا اتارا ہوا ناگوار ہے ایک کام میں ہم تمہاری مانیں گے اور اللّٰہ ان کی چھپی ہوئی جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ اس لیے ہے کہ انہوں نے اللّٰہ کے نازل کردہ کو ناپسند کرنے والوں سے کہا: کسی کام میں ہم تمہاری اطاعت کریں گے اور اللّٰہ ان کی چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے۔

1 ......خازن، محمد، تحت الآية: ٢٥، ٤/١٤١.

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا: یہ اس لیے ہے کہ انہوں نے کہا۔﴾ یعنی ایمان سے کفر کی طرف پھر جانا اس لیے ہے کہ منافقوں نے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قرآن اور دین کے احکام کو ناپسند کرنے والے یہودیوں سے پوشیدہ طور پر یہ کہا: بعض کاموں جیسے محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عداوت اور حضور کے خلاف ان کے دشمنوں کی امداد کرنے اور لوگوں کو جہاد سے روکنے میں ہم تمہاری اطاعت کریں گے۔ انہوں نے یہ بات اگرچہ خفیہ طور پر کہی لیکن اللہ تعالیٰ ان کی چھپی ہوئی ان سب باتوں کو جانتا ہے جو وہ یہودیوں سے کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ان کی خبر بھی دے دی ہے۔ (1)

فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَاۤ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَ كَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۲۸﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیسا ہوگا جب فرشتے اُن کی روح قبض کریں گے اُن کے منہ اور اُن کی پیٹھیں مارتے ہوئے۔ یہ اس لیے کہ وہ ایسی بات کے تابع ہوئے جس میں اللہ کی ناراضی ہے اور اس کی خوشی انہیں گوارا نہ ہوئی تو اس نے ان کے اعمال اَکارت کردیئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ان کا کیسا حال ہوگا جب فرشتے ان کے منہ اور ان کی پیٹھوں پر ضربیں مارتے ہوئے ان کی روح قبض کریں گے۔ یہ اس لیے ہے کہ انہوں نے اللہ کو ناراض کرنے والی بات کی پیروی کی اور انہوں نے اللہ کی خوشنودی کو پسند نہ کیا تو اس نے ان کے اعمال ضائع کردیئے۔

﴿فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ: تو ان کا کیسا حال ہوگا جب فرشتے ان کی روح قبض کریں گے۔﴾ اس آیت اور اس

(1) ......روح البیان، محمد، تحت الآیۃ: ۲۶، ۸ / ۵۱۹، خازن، محمد، تحت الآیۃ: ۲۶، ۴ / ۱۴۱، مدارک، محمد، تحت الآیۃ: ۲۶، ص۱۱۳۷، ملتقطاً۔

کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ منافق لوگ اپنی زندگی میں سازشیں کر رہے ہیں تو اس وقت ان کا کیسا حال ہوگا جب فرشتے ان کی روح قبض کرنے کے لئے ان کے پاس آئیں گے اور وہ ان کے منہ اور ان کی پیٹھوں پر لوہے کے گُرزوں سے ضربیں مارتے ہوئے ان کی روح قبض کریں گے۔ان کی اس ہولناک طریقے سے روح قبض کرنا اس لیے ہے کہ انہوں نے اس بات کی پیروی کی جو اللّٰہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والی ہے اور اس چیز کو ناپسند کیا جس میں اللّٰہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے تو اس وجہ سے اللّٰہ تعالیٰ نے ان کے وہ تمام نیک اعمال ضائع کر دیئے جو انہوں نے ایمان کی حالت میں کئے تھے اور یہ چیز ان کے لئے سزا کا باعث بنی۔

مفسّرین فرماتے ہیں کہ یہاں اللّٰہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والی بات سے مراد لوگوں کو رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ جہاد میں جانے سے روکنا اور کافروں کی مدد کرنا ہے۔ جبکہ حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ وہ بات تورات کے ان مضامین کو چھپانا ہے جن میں رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نعت شریف ہے۔

اور جس چیز میں اللّٰہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے اس سے مراد ایمان وطاعت، مسلمانوں کی مدد اور رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ جہاد میں حاضر ہونا ہے۔[1]

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ یُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا جن کے دلوں میں بیماری ہے اس گھمنڈ میں ہیں کہ اللّٰہ ان کے چھپے بَیر ظاہر نہ فرمائے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اللّٰہ ان کے چھپے ہوئے بغض و کینے کو ظاہر نہ فرمائے گا۔

﴿اَلَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ: جن کے دلوں میں بیماری ہے۔﴾ یعنی وہ لوگ جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے کیا

---

1 ......روح البیان ، محمد ، تحت الآیة : ۲۷ - ۲۸ ، ۸/۵۱۹، ابن کثیر، محمد، تحت الآیة: ۲۷، ۷/۲۹۶، خازن، محمد، تحت الآیة: ۲۷-۲۸، ۴/۱۴۱، ملتقطاً.

وہ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان کے دلوں میں موجود نفرت وعداوت کو اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور مسلمانوں کے سامنے ظاہر نہیں فرمائے گا اور ان کے معاملات اسی طرح چھپے رہیں گے، ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ انہیں رسوا فرمائے گا اور ان کا پردہ فاش فرما دے گا۔(1)

وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَیْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِیْمٰهُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ۝۳۰ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِیْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِیْنَ ۙ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ ۝۳۱

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم چاہیں تو تمہیں ان کو دکھا دیں کہ تم ان کی صورت سے پہچان لو اور ضرور تم انہیں بات کے اسلوب میں پہچان لو گے اور اللہ تمہارے عمل جانتا ہے۔ اور ضرور ہم تمہیں جانچیں گے یہاں تک کہ دیکھ لیں تمہارے جہاد کرنے والوں اور صابروں کو اور تمہاری خبریں آزمالیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اگر ہم چاہتے تو تمہیں وہ منافقین دکھا دیتے تو تم انہیں ان کی صورت سے پہچان لیتے اور ضرور تم انہیں گفتگو کے انداز میں پہچان لو گے اور اللہ تمہارے اعمال جانتا ہے۔ اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے یہاں تک کہ ہم تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو دیکھ لیں اور تمہاری خبریں آزمالیں۔

﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَیْنٰكَهُمْ: اور اگر ہم چاہتے تو تمہیں وہ منافقین دکھا دیتے۔**﴾** ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر ہم چاہتے تو آپ کو دلائل اور علامات کے ذریعے ان منافقوں کی پہچان کروا دیتے یہاں تک کہ آپ انہیں ان کی صورت سے ہی پہچان لیتے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ براءت میں اپنے حبیب

1 ......روح البيان، محمد، تحت الآية: ٢٩، ٨/٥٢٠، مدارك، محمد، تحت الآية: ٢٩، ص١١٣٧، ملتقطاً.

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کومنافقوں کی پہچان کروادی ہے۔

اور حضرت اَنَس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کوئی منافق پوشیدہ نہ رہا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سب کو ان کی صورتوں سے پہچانتے تھے۔

مزید ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ضرور انہیں گفتگو کے انداز سے پہچان لوگے اور وہ اپنے ضمیر کا حال آپ سے چھپا نہ سکیں گے، چنانچہ اس کے بعد جو منافق لب ہلاتا تھا حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس کے نفاق کو اس کی بات سے اور اس کے اندازِ کلام سے پہچان لیتے تھے۔

آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالٰی اپنے بندوں کے تمام اعمال جانتا ہے اور ہر ایک کو اس کے لائق جزا دے گا۔(1)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جو بہت سی اقسام کا علم عطا فرمایا ہے، ان میں صورت سے پہچاننا اور بات سے پہچاننا بھی داخل ہے۔

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ: اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! ہم تمہیں جہاد کا حکم دے کر ضرور آزمائش میں ڈالیں گے یہاں تک کہ ہم تم میں سے جہاد کرنے والوں اور اس پر صبر کرنے والوں کو ظاہر فرمادیں اور تمہاری خبروں کو آزمالیں تاکہ ظاہر ہوجائے کہ طاعت و اخلاص کے دعوے میں تم میں سے کون سچا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ ۙ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ۗ وَسَيُحْبِطُ أَعْمَالَهُمْ ﴿٣٢﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا اور رسول کی مخالفت کی بعد اس کے کہ ہدایت

1......تفسیر قرطبی، محمد، تحت الآیة: ۳۰، ۸ / ۱۸۱-۱۸۲، الجزء السادس عشر، خازن، محمد، تحت الآیة: ۳۰، ۴/۱۴۱-۱۴۲، ملتقطاً.

اُن پر ظاہر ہوچکی تھی وہ ہرگز اللہ کو کچھ نقصان نہ پہنچائیں گے اور بہت جلد اللہ ان کا کیا دھرا اَکارت کردے گا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا اور رسول کی مخالفت کی اس کے بعد کہ ان کیلئے ہدایت بالکل ظاہر ہوچکی تھی وہ ہرگز اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور بہت جلد اللہ ان کے اعمال برباد کردے گا۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ: بیشک جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا۔﴾ بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں منافقوں کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ بیشک وہ لوگ جنہوں نے (ظاہری طور پر اسلام کا دعویٰ کیا اور باطنی طور پر) کفر کیا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جو جہاد کرنے کا کہا اور اس کے علاوہ جو احکام دیئے اس میں ان کی مخالفت کی حالانکہ ان کے سامنے ہدایت کے دلائل اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی صداقت بالکل ظاہر ہوچکی تھی، وہ ہرگز اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بہت بلند ہے کہ کوئی اسے نقصان پہنچا سکے بلکہ وہ لوگ ایسا کرکے اپنی ہی جانوں کو نقصان پہنچا رہے ہیں اور بہت جلد اللہ تعالیٰ ان کے ظاہری نیک اعمال برباد کردے گا تو وہ آخرت میں ان اعمال کا کوئی ثواب نہ دیکھیں گے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے نہ کئے گئے تھے اور جو کام اللہ تعالیٰ کے لئے نہ ہو اس کا ثواب ہی کیا؟

بعض مفسرین نے اس آیت کا شانِ نزول یہ بیان کیا ہے کہ جب کفارِ قریش جنگِ بدر کے لئے نکلے تو وہ سال قحط کا تھا اور لشکر کا کھانا قریش کے دولت مند افراد نے ہر ہر پڑاؤ پر اپنے ذمہ لے لیا تھا۔ مکۂ مکرمہ سے نکل کر سب سے پہلا کھانا ابوجہل کی طرف سے تھا جس کے لئے اس نے دس اونٹ ذبح کئے تھے، پھر صَفْوان نے عُسفان کے مقام میں نو اونٹ، پھر سُہَیل نے قُدَید کے مقام میں دس اونٹ ذبح کئے، یہاں سے وہ لوگ سمندر کی طرف پھر گئے اور رستہ گُم ہوگیا تو ایک دن ٹھہرے رہے، وہاں شَیبہ کی طرف سے کھانا ہوا اور نو اونٹ ذبح ہوئے، پھر اَبْواء کے مقام میں پہنچے، وہاں مِقْیَس جُمَحِی نے نو اونٹ ذبح کئے۔ حضرت عباس کی طرف سے بھی دعوت ہوئی، اس وقت تک آپ مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے، آپ کی طرف سے دس اونٹ ذبح کئے گئے، پھر حارث کی طرف سے نو، اور ابوالبَخْتَرِی کی طرف سے بدر کے چشمے پر دس اونٹ ذبح ہوئے۔ ان کھانا دینے والوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہوگا کہ بیشک وہ لوگ جنہوں نے خود کفر کیا اور دوسروں کو اللہ تعالیٰ کے دین اسلام میں داخل ہونے سے

روکا اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کا حق ہونا بالکل ظاہر ہونے کے بعد ان کی مخالفت کی، وہ اپنے کفر اور لوگوں کو روکنے کے ذریعے ہرگز اللّٰہ تعالیٰ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور بہت جلد اللّٰہ تعالیٰ ان کے وہ اعمال برباد کردے گا جو انہوں نے اللّٰہ تعالیٰ کے دین کو مٹانے اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مخالفت میں کئے ہیں، چنانچہ وہ اپنے مقاصد کو پورا نہیں کرسکیں گے۔ (1)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ لَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ(۳۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللّٰہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور اپنے عمل باطل نہ کرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللّٰہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور اپنے اعمال باطل نہ کرو۔

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ : اے ایمان والو! اللّٰہ کا حکم مانو۔﴾ اس سے پہلی آیت میں بیان ہوا کہ کافروں نے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مخالفت کی اور اس آیت میں ایمان والوں کو حکم دیا جارہا ہے کہ وہ اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرتے رہیں، چنانچہ اس آیت میں پہلے یہ ارشاد فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! تم جو اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائے ہو اور ان کی اطاعت کرتے ہو اس ایمان اور اطاعت پر قائم رہو، اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ریا کاری یا منافقت کرکے اپنے اعمال باطل نہ کرو کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ اسی عمل کو قبول فرماتا ہے جو ریا کاری اور نفاق سے خالی ہو اور صرف اللّٰہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کیا گیا ہو۔

اس آیت میں عمل کو باطل کرنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے، لہٰذا آدمی جو عمل شروع کرے خواہ وہ نفلی نماز یا

1 ……قرطبی ، محمد ، تحت الآیة: ٣٢، ١٨٢/٨، الجزء السادس عشر، خازن، محمد، تحت الآیة: ٣٢، ١٤٢/٤، صاوی، محمد ، تحت الآیة : ٣٢ ، ٥ / ١٩٦٢ ، مدارك ، محمد، تحت الآیة: ٣٢، ص١١٣٨، روح البیان، محمد، تحت الآیة: ٣٢، ٥٢٢/٨، ملتقطاً.

روزہ یا کوئی اور ہی عمل ہو، اس پر لازم ہے کہ اس کو باطل نہ کرے بلکہ اسے پورا کرے۔

نیک اعمال برباد کرنے والے اعمال

یہاں آیت کی مناسبت سے ہم 6 ایسے اعمال ذکر کرتے ہیں جو نیک اعمال کو باطل اور برباد کر دیتے ہیں تا کہ لوگ ان سے بچیں اور اپنے اعمال کو برباد ہونے سے بچائیں،

(1)......کفر وشرک: چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ لِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ؕ هَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنہوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا تو ان کے تمام اعمال برباد ہوئے، انہیں ان کے اعمال ہی کا بدلہ دیا جائے گا۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا ؕ﴿۱۰۳﴾ اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ هُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿۱۰۴﴾ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَ لِقَآىٕهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا ﴿۱۰۵﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَ اتَّخَذُوْۤا اٰیٰتِیْ وَ رُسُلِیْ هُزُوًا [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: کیا ہم تمہیں بتادیں کہ سب سے زیادہ ناقص عمل والے کون ہیں؟ وہ لوگ جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں برباد ہوگئی حالانکہ وہ یہ گمان کر رہے ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار کیا تو ان کے سب اعمال برباد ہوگئے پس ہم ان کے لیے قیامت کے دن کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔ یہ ان کا بدلہ ہے جہنم، کیونکہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کو ہنسی مذاق بنالیا۔

(2)......مرتد ہونا: چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَیَمُتْ وَ هُوَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے مرتد

1 ......اعراف: ١٤٧.
2 ...... کہف: ١٠٣۔١٠٦.

كَافِرٌ فَاُولٰٓىٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ (1)

ہو جائے پھر کافر ہی مرجائے تو ان لوگوں کے تمام اعمال دنیا و آخرت میں برباد ہو گئے اور وہ دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَنْ یَّكْفُرْ بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ٘ وَ هُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو ایمان سے پھر کر کافر ہو جائے تو اس کا ہر عمل برباد ہو گیا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں ہو گا۔

(3)......منافقت: چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِیْنَ مِنْكُمْ وَ الْقَآىٕلِیْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَیْنَا ۚ وَ لَا یَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۱۸﴾ اَشِحَّةً عَلَیْكُمْ ۚۖ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَیْتَهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ تَدُوْرُ اَعْیُنُهُمْ كَالَّذِیْ یُغْشٰى عَلَیْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَیْرِ ؕ اُولٰٓىٕكَ لَمْ یُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ تم میں سے ان لوگوں کو جانتا ہے جو دوسروں کو جہاد سے روکتے ہیں اور اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں: ہماری طرف چلے آؤ اور وہ لڑائی میں تھوڑے ہی آتے ہیں۔ تمہارے اوپر بخل کرتے ہوئے آتے ہیں پھر جب ڈر کا وقت آتا ہے تو تم انہیں دیکھو گے کہ تمہاری طرف یوں نظر کرتے ہیں کہ ان کی آنکھیں گھوم رہی ہیں جیسے کسی پر موت چھائی ہوئی ہو پھر جب ڈر کا وقت نکل جاتا ہے تو مالِ غنیمت کی لالچ میں تیز زبانوں کے ساتھ تمہیں طعنے دینے لگتے ہیں۔ یہ لوگ ایمان لائے ہی نہیں ہیں تو اللہ نے ان کے اعمال برباد کر دیئے اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔

(4)......نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں آواز بلند کرنا: چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی

1......بقرہ:٢١٧۔ 2......مائدہ:٥۔ 3......احزاب:١٨،١٩۔

فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ [1]

آواز پر اونچی نہ کرو اور ان کے حضور زیادہ بلند آواز سے کوئی بات نہ کہو جیسے ایک دوسرے کے سامنے بلند آواز سے بات کرتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہوجائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

(5)......صدقہ دے کر احسان جتانا اور تکلیف پہنچانا: چنانچہ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰىۙ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! احسان جتا کر اور تکلیف پہنچا کر اپنے صدقے برباد نہ کردو۔

(6)......نیک اعمال کے ذریعے دنیا طلب کرنا: چنانچہ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَیْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِیْهَا وَ هُمْ فِیْهَا لَا یُبْخَسُوْنَ(۱۵) اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ لَیْسَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ﳲ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِیْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتا ہو تو ہم دنیا میں انہیں ان کے اعمال کا پورا بدلہ دیں گے اور انہیں دنیا میں کچھ کم نہ دیا جائے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اور دنیا میں جو کچھ انہوں نے کیا وہ سب برباد ہوگیا اور ان کے اعمال باطل ہیں۔

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں ان تمام اعمال سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے جو نیک اعمال کی بربادی کا سبب بنتے ہیں، اٰمین۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ(۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک جنہوں نے کفر کیا اور اللّٰہ کی راہ سے روکا پھر کافر ہی مر گئے تو اللّٰہ ہرگز اُنہیں نہ بخشے گا۔

---

1 ......حجرات:٢.

2 ......بقرہ:٢٦٤.

3 ......ھود:١٥،١٦.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا پھر کافر ہی مر گئے تو اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ: بیشک جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بیشک وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ کفر کیا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا تک پہنچانے والے راستے سے روکا، پھر وہ کفر کی حالت میں ہی مر گئے تو اللہ تعالیٰ آخرت میں ہرگز ان کی مغفرت نہیں فرمائے گا کیونکہ وہ کفر پر مرے ہیں تو اسی کے مطابق ان کا حشر ہوگا۔

مفسّرین کا ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت قُلَیب والوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ قلیب بدر میں ایک کنواں ہے جس میں ابوجہل اور اس کے ساتھ دیگر مقتول کفار ڈالے گئے تھے، البتہ اس آیت کا حکم ہر اس کافر کے لئے عام ہے جو کفر پر مرا ہو، اللہ تعالیٰ اس کی ہرگز مغفرت نہ فرمائے گا۔ (1)

فَلَا تَهِنُوْا وَ تَدْعُوْۤا اِلَى السَّلْمِ ۖۗ وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖۗ وَ اللّٰهُ مَعَكُمْ وَ لَنْ یَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو تم سُستی نہ کرو اور آپ صلح کی طرف نہ بلاؤ اور تم ہی غالب آؤ گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ ہرگز تمہارے اعمال میں تمہیں نقصان نہ دے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو تم سستی نہ کرو اور خود صلح کی طرف دعوت نہ دو اور تم ہی غالب ہوگے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ ہرگز تمہارے اعمال میں تمہیں نقصان نہ دے گا۔

﴿فَلَا تَهِنُوْا وَ تَدْعُوْۤا اِلَى السَّلْمِ: تو تم سستی نہ کرو اور خود صلح کی طرف دعوت نہ دو۔﴾ یہاں آیت میں اگرچہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے خطاب فرمایا جارہا ہے لیکن اس حکم میں تمام مسلمان

1 ......روح البیان، محمد، تحت الآیة: ٣٤، ٨/٥٢٣، خازن، محمد، تحت الآیة: ٣٤، ٤/١٤٢، ملتقطاً.

شامل ہیں اور آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تمہارے سامنے بیان کر دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے اعمال باطل کر دے گا اور ان کی مغفرت نہیں فرمائے گا تو تم دشمن کے مقابلے میں کمزوری نہ دکھاؤ اور کفار کو خود صلح کی طرف دعوت نہ دو کیونکہ اس میں ذلّت ہے اور ان سے جنگ کرو، اس میں تم ہی ان پر غالب ہو گے اور اللہ تعالیٰ اپنی مدد اور نصرت سے تمہارے ساتھ ہے تو جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہو وہی غالب آئے گا اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہرگز تمہارے اعمال میں تمہیں نقصان نہ دے گا بلکہ تمہیں اعمال کا پورا پورا اجر عطا فرمائے گا۔[1]

اِنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌؕ وَ اِنْ تُؤْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا یُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَ لَا یَسْــٴَـلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ﴿۳۶﴾ اِنْ یَّسْــٴَـلْكُمُوْهَا فَیُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَ یُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: دنیا کی زندگی تو یہی کھیل کود ہے اور اگر تم ایمان لاؤ اور پرہیزگاری کرو تو وہ تم کو تمہارے ثواب عطا فرمائے گا اور کچھ تم سے تمہارے مال نہ مانگے گا۔ اگر اُنہیں تم سے طلب کرے اور زیادہ طلب کرے تم بخل کرو گے اور وہ بخل تمہارے دلوں کے میل ظاہر کر دے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: دنیا کی زندگی تو یہی کھیل کود ہے اور اگر تم ایمان لاؤ اور پرہیزگاری کرو تو وہ تمہیں تمہارے ثواب عطا فرمائے گا اور کچھ تم سے تمہارے مال نہ مانگے گا۔ اگر اللہ تم سے تمہارے مال طلب کرے اور زیادہ طلب کرے تو تم بخل کرو گے اور وہ بخل تمہارے دلوں کے کھوٹ کو ظاہر کر دے گا۔

﴿اِنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ: دنیا کی زندگی تو یہی کھیل کود ہے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں مسلمانوں کی ہمّت بڑھا کر انہیں جہاد کی ترغیب دی گئی اور اب اس آیت سے دنیا کی ناپائیداری اور بے ثباتی بیان فرما کر جہاد کرنے اور راہِ خدا میں خرچ کرنے کی ترغیب دی جا رہی ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو!

[1]......خازن، محمد، تحت الآية: ٣٥، ٤/١٤٢-١٤٣، روح البيان، محمد، تحت الآية: ٣٥، ٨/٥٢٣، ملتقطاً.

کافروں کے خلاف جہاد کرو جو اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں اور تمہارے بھی دشمن ہیں اور دنیوی زندگی کی رغبت تمہیں جہاد چھوڑ دینے پر نہ ابھارے کیونکہ دنیا کی زندگی تو کھیل کود کی طرح ہے اور یہ اتنی جلد گزر جاتی ہے کہ پتا بھی نہیں چلتا، لہٰذا اس میں مشغول ہونا کچھ بھی نفع مند نہیں ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا ''اے لوگو! اگر تم ایمان لاؤ اور پرہیزگاری اختیار کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے ایمان اور پرہیزگاری کا ثواب عطا فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے لئے تم سے تمہارے مال نہ مانگے گا کیونکہ وہ غنی اور بے نیاز ہے، البتہ تمہیں راہِ خدا میں کچھ مال خرچ کرنے کا حکم دے گا تاکہ تمہیں اس کا ثواب ملے۔ اگر اللہ تعالیٰ تم سے تمہارے مال طلب کرے اور زیادہ طلب کرے تو تم میں سے اکثر اس کی اطاعت کرنے کی بجائے بُخل کرنے لگیں گے اور وہ بُخل تمہارے دلوں کے کھوٹ کو ظاہر کر دے گا کیونکہ انسان فطری طور پر مال سے محبت کرتا ہے اور جس سے اس کی محبوب چیز لے لی جائے تو اس کے دل میں موجود باتیں ظاہر ہو جاتی ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت ہے کہ وہ ان پر ایسے احکام نافذ نہیں فرماتا جنہیں پورا کرنا انتہائی دشوار ہو۔ [1]

هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ یَّبْخَلُۚ وَ مَنْ یَّبْخَلْ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖؕ وَ اللّٰهُ الْغَنِیُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُۚ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْۙ ثُمَّ لَا یَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ۠ (۳۸)

ع ۸

ترجمۂ کنزالایمان: ہاں ہاں یہ جو تم ہو بلائے جاتے ہو کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو تم میں کوئی بُخل کرتا ہے اور جو بُخل کرے وہ اپنی ہی جان پر بُخل کرتا ہے اور اللہ بے نیاز ہے اور تم سب محتاج اور اگر تم منہ پھیرو تو وہ تمہارے سوا اور لوگ بدل لے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہاں ہاں یہ تم ہو جو بلائے جاتے ہو تا کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو تم میں کوئی بُخل کرتا ہے اور

---

1 ……تفسیر طبری، محمد، تحت الآیة: ٣٦-٣٧، ١١/٣٢٨، خازن، محمد، تحت الآیة: ٣٦-٣٧، ٤/١٤٣، مدارك، محمد، تحت الآیة: ٣٦-٣٧، ص١١٣٨، صاوی، محمد، تحت الآیة: ٣٦-٣٧، ٥/١٩٦٣-١٩٦٤، ملتقطاً۔

جو بخل کرے وہ اپنی ہی جان سے بخل کرتا ہے اور اللہ بے نیاز ہے اور تم سب محتاج ہو اور اگر تم منہ پھیرو گے تو وہ تمہارے سوا اور لوگ بدل دے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔

﴿هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ: ہاں ہاں یہ تم ہو جو بلائے جاتے ہو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہاں ہاں، تم لوگوں کو اللہ تعالٰی کی راہ میں وہاں خرچ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے جہاں خرچ کرنا تم پر ضروری ہے تو تم میں کوئی صدقہ دینے اور فرض ادا کرنے میں بخل کرتا ہے اور جو بخل کرے وہ اپنی ہی جان سے بخل کرتا ہے کیونکہ وہ خرچ کرنے کے ثواب سے محروم ہو جائے گا اور بخل کرنے کا نقصان اٹھائے گا، اللہ تعالٰی تمہارے صدقات اور طاعات سے بالکل بے نیاز ہے اور تم سب اس کے فضل و رحمت کے محتاج ہو تو وہ تمہیں جو بھی حکم دیتا ہے تمہارے فائدے کے لئے ہی دیتا ہے، اگر تم اس پر عمل کرو گے تو نفع اٹھاؤ گے اور نہیں کرو گے تو نقصان بھی تمہیں ہی ہو گا اور یاد رکھو! اگر تم اللہ تعالٰی اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت سے منہ پھیرو گے تو وہ تمہیں ہلاک کر دے گا اور تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو پیدا کر دے گا پھر وہ تم جیسے نافرمان نہ ہوں گے بلکہ انتہائی اطاعت گزار اور فرمانبردار ہوں گے۔ (1)

یاد رہے کہ بعض مقامات پر مال خرچ کرنا اللہ تعالٰی نے فرض فرمایا ہے جیسے حقدار کو زکوٰۃ دینا، اور یہ اس وجہ سے ہرگز نہیں ہے کہ اللہ تعالٰی کو لوگوں کے مال کی حاجت ہے کیونکہ اللہ تعالٰی تمام حاجتوں سے بے نیاز ہے بلکہ بندے ہی ہر طرح سے اس کے محتاج ہیں اور اللہ تعالٰی نے ان پر جو مال خرچ کرنا فرض فرمایا اس میں بندوں کا ہی دینی اور دنیوی فائدہ ہے، دینی فائدہ تو یہ ہے کہ مال خرچ کرنے کی صورت میں وہ ثواب کے حقدار ٹھہریں اور نہ خرچ کرنے کے وبال سے بچ جائیں گے جبکہ دنیوی فائدہ یہ ہے کہ اگر اپنے معاشرے کے غریب اور مُفْلُوکُ الحال لوگوں کو زکوٰۃ ملے گی تو انہیں معاشی سکون نصیب ہو گا، معاشرے سے غربت اور محتاجی کا خاتمہ ہو گا۔ اسلام کے ابتدائی زمانے میں ایک دور ایسا آچکا ہے جس میں مالدار مسلمان اسلام کے احکام پر پوری طرح عمل کرتے ہوئے اپنی زکوٰۃ وغیرہ غریب مسلمانوں پر خوب

(1)......خازن، محمد، تحت الآية: ٣٨، ٤/١٤٣، مدارك، محمد، تحت الآية: ٣٨، ص١١٣٨-١١٣٩، روح البيان، محمد، تحت الآية: ٣٨، ٨/٥٢٥-٥٢٧، ملتقطاً.

خرچ کیا کرتے تھے جس کی وجہ سے مسلمانوں میں غربت کا خاتمہ ہوا اور مسلمانوں نے ترقی کی بلندیوں کو چھوا اور اسلام کے آخری زمانے میں بھی ایک وقت ایسا آئے گا جس میں مسلمان اتنے مالدار ہو جائیں گے کہ ان میں بڑی مشکل سے زکوٰۃ لینے والا ملے گا، جیسا کہ حضرت حارِثہ بن وَہْب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''صدقہ کرو کیونکہ تم پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ ایک شخص اپنا صدقہ لے کر چلے گا تو کوئی اسے قبول کرنے والا نہ ملے گا۔ آدمی کہے گا: اگر تم کل لاتے تو میں لے لیتا لیکن آج مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ (1)

آج بھی اگر ہمارے معاشرے کے مالدار مسلمان اپنی زکوٰۃ ہی صحیح طور پر اپنے ملک کے غریبوں کو دے دیں تو شاید اس ملک میں کوئی غریب نہ رہے اور غربت کے باعث آج معاشرے میں جو بدامنی پھیلی ہوئی ہے وہ ختم ہو جائے اور پورا ملک امن وسکون کا گہوارہ بن جائے۔

بخل کرنے کے دینی اور دنیوی نقصان
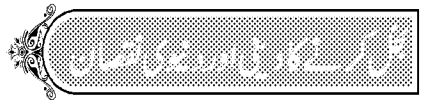
بخل کرنے کے بہت سے دینی اور دنیوی نقصانات ہیں، ہم یہاں اس کے 5 دینی اور 6 دنیوی نقصانات ذکر کرتے ہیں تاکہ لوگ بخل کرنے سے بچیں، چنانچہ اس کے دینی نقصانات یہ ہیں

(1)......بخل کرنے والا کبھی کامل مومن نہیں بن سکتا بلکہ کبھی بخل ایمان سے بھی روک دیتا ہے اور انسان کو کفر کی طرف لے جاتا ہے، جیسے قارون کو اس کے بخل نے کافر بنا دیا۔

(2)......بخل کرنے والا گویا کہ اس درخت کی شاخ پکڑ رہا ہے جو اسے جہنم کی آگ میں داخل کر کے ہی چھوڑے گی۔

(3)......بخل کی وجہ سے جنت میں داخل ہونے سے روکا جا سکتا ہے۔

(4)......بخل کرنے والا مال خرچ کرنے کے ثواب سے محروم ہو جاتا اور نہ خرچ کرنے کے وبال میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(5)......بخل کرنے والا حرص جیسی خطرناک باطنی بیماری کا شکار ہو جاتا ہے اور اس پر مال جمع کرنے کی دھن سوار جاتی ہے اور اس کیلئے وہ جائز ناجائز تک کی پرواہ کرنا چھوڑ دیتا ہے۔

اور بخل کے دنیوی نقصانات یہ ہیں:

(1)......بخل آدمی کی سب سے بدتر خامی ہے۔

---

(1)......بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الصّدقۃ قبل الرد، ۱/۴۷۶، الحدیث: ۱۴۱۱۔

(2)......بخل ملامت اور رسوائی کا ذریعہ ہے۔

(3)......بخل خونریزی اور فساد کی جڑ اور ہلاکت و بربادی کا سبب ہے۔

(4)......بخل ظلم کرنے پر ابھارتا ہے۔

(5)......بخل کرنے سے رشتہ داریاں ٹوٹتی ہیں۔

(6)......بخل کرنے کی وجہ سے آدمی مال کی برکت سے محروم ہو جاتا ہے۔

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں اپنی راہ میں مال خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور بخل جیسی بدترین باطنی بیماری سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

﴿ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا: اور اگر تم منہ پھیرو گے۔ ﴾ علامہ احمد صاوی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ فرماتے ہیں: آیت کے اس حصے میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ سے خطاب ہے (اگر ایسا ہے) تو (یہ تبدیلی بالفعل حاصل نہیں ہوئی بلکہ) اس سے مقصود محض ڈرانا ہے کیونکہ صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ (کو یہ مقام حاصل ہے کہ ان) کے بعد کوئی شخص بھی ان کے رتبے تک نہیں پہنچ سکتا اور شرط کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کا وقوع بھی ہو (یعنی جیسے کوئی اپنے نوکر سے کہے کہ اگر تم نے صحیح کام نہ کیا تو میں تمہیں نوکری سے نکال دوں گا تو اس کہنے کے بعد ضروری نہیں کہ نوکر غلط کام ضرور کرے گا بلکہ یہ محض سمجھانا تھا)۔ یا یہاں خطاب منافقوں سے ہے، (اگر ایسا ہے) تو یہ تبدیلی بالفعل ہوئی ہے (اور ان کی جگہ دوسرے لوگ آئے ہیں جو ان جیسے نہ تھے بلکہ مخلص اور انتہائی اطاعت گزار مومن تھے۔)[1]

1 ......صاوی، محمد، تحت الآیة: ۳۸، ۵/۱۹۶۴.

سورۂ فتح مدینۂ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔

اس میں **4** رکوع، **29** آیتیں، **568** کلمے اور **2559** حروف ہیں۔

اس سورتِ مبارکہ کی پہلی آیت میں حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو روشن فتح کی بشارت دی گئی، اس مناسبت سے اس سورۂ مبارکہ کا نام ''سورۂ فتح'' ہے۔

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک سفر کے دوران میں نے حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''آج رات مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ پیاری ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے، پھر آپ نے (اس سورت کی) یہ آیت تلاوت فرمائی:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح کا فیصلہ فرما دیا۔ (1)

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں صلحِ حدیبیہ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اور مسلمانوں کو یہ بشارت دی

(1)……بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل سورة الفتح، ٣/٤٠٦، الحدیث: ٥٠١٢.

گئی ہے کہ یہ صلح مکۂ مکرمہ کی فتح کا پیش خیمہ ہے اوراب مسلمانوں کو کفار پر مکمل غلبہ حاصل ہونے کا وقت قریب ہے اور اس سورت میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں:

(1)......اس سورت کی ابتداء میں فتحِ مکہ کی بشارت دی گئی اور یہ بتایا گیا کہ اس مہم سے مسلمانوں کو عظیم کامیابی اور جنت حاصل ہوگی اور یہ مہم ان منافقوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے غضب اوراس کی لعنت کا سبب بنی جنہوں نے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں یہ بدگمانی کی کہ وہ مسلمانوں کو موت کے منہ میں لے جارہے ہیں اوراب ان میں سے کوئی بھی زندہ بچ کر واپس نہیں آئے گا۔

(2)......حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوصاف بیان کئے گئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حاضر و ناظر، خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ پر اور حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائیں اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعظیم وتوقیر کریں۔

(3)......منافقوں کی صفات بیان کی گئیں اور یہ بتایا گیا کہ جو مسلمان اندھے، لنگڑے اور بیمار ہیں وہ اپنے اس عذر کی وجہ سے جہاد میں شامل نہ ہوسکیں تو ان پر کوئی حرج نہیں، وہ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی اطاعت کرتے رہیں اللہ تعالیٰ انہیں جنت عطا فرمادے گا۔

(4)......حدیبیہ کے مقام پر بیعت کرنے والے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو رضائے الٰہی کی بشارت دی گئی اور مسلمانوں سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا گیا۔

(5)......حدیبیہ کے مقام پر کفارِ مکہ سے جنگ کی بجائے صلح ہونے میں مسلمانوں پر جو اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا وہ بیان کیا گیا اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خواب کی تصدیق اوراس کی تعبیر میں تاخیر کی حکمت بیان کی گئی۔

(6)......اس سورت کے آخر میں بتایا گیا کہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا گیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اسے سب دینوں پر غالب کردے اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اوران کے صحابۂ کرام آپس میں نرم دل جبکہ کافروں پر سخت ہیں، نیز نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں سے مغفرت اور عظیم ثواب کا وعدہ فرمایا گیا۔

سورۂ فتح کی اپنے سے ماقبل سورت ''سورۂ محمد'' کے ساتھ ایک مناسبت یہ ہے کہ سورۂ محمد میں جہاد کی کیفیت بتائی گئی کہ جب کفار سے معرکہ آرائی ہو تو انہیں قتل کیا جائے اور جو قتل ہونے سے بچ جائیں انہیں قید کرلیا جائے اور سورۂ فتح میں اس کیفیت کا نتیجہ اور ثمرہ بیان کیا گیا کہ اس طرح کرنے سے مدد اور فتح حاصل ہوگی۔ دوسری مناسبت یہ ہے کہ دونوں سورتوں میں مسلمانوں، مشرکوں اور منافقوں کی صفات بیان کی گئی ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا ہے۔

اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا ۙ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرمادی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح کا فیصلہ فرمادیا۔

﴿اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا: بیشک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح کا فیصلہ فرمادیا۔﴾ اس آیت میں صرف نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے خطاب فرمایا گیا ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بے شک ہم نے آپ کے لئے ایسی فتح کا فیصلہ فرمادیا ہے جو انتہائی عظیم، روشن اور ظاہر ہے۔

شانِ نزول: حضرت اَنَس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ فرماتے ہیں: جب ''اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا'' سے لے کر ''فَوۡزًا عَظِيۡمًا'' تک آیات نازل ہوئیں اس وقت حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حدیبیہ سے واپس لوٹ

رہے تھے اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کو بہت حزن وملال تھا اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حدیبیہ میں اونٹ نحر فرما دیا تھا، (جب یہ آیات نازل ہوئیں) تو ارشاد فرمایا: ’’مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہے۔‘‘[(1)]

ترمذی شریف کی روایت میں ہے، حضرت اَنس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ سے واپسی پر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر یہ آیت نازل ہوئی ’’ **لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ** ‘‘تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’آج مجھ پر ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے روئے زمین پر موجود تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے، پھر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کے سامنے اس آیت کی تلاوت فرمائی تو انہوں نے عرض کی: یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کو مبارک ہو، بیشک اللّٰہ تعالٰی نے بیان فرما دیا کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا لیکن (ابھی تک یہ بیان نہیں فرمایا گیا کہ) ہمارے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ پھر حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر یہ آیت نازل ہوئی:

لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا[(2)]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تاکہ وہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو ان باغوں میں داخل فرما دے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے اور تاکہ اللّٰہ ان کی برائیاں ان سے مٹا دے، اور یہ اللّٰہ کے یہاں بڑی کامیابی ہے۔[(3)]

اس آیت میں جس فتح کی بشارت دی گئی اس سے کون سی فتح مراد ہے، اس کے بارے میں مفسّرین کے مختلف اقوال ہیں، اکثر مفسّرین کے نزدیک اس سے صلحِ حدیبیہ کی فتح مراد ہے۔ حدیبیہ مکۂ مکرمہ کے نزدیک ایک کنواں ہے اور اس سارے واقعہ کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے خواب دیکھا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کے ہمراہ امن کے ساتھ مکۂ مکرمہ میں داخل ہوئے، ان میں سے کوئی حلق کئے

---

1 ......مسلم، كتاب الجهاد والسّير، باب صلح الحديبية فى الحديبية، ص٩٨٧، الحديث: ٩٧(١٧٨٦).

2 ......فتح:٥.

3 ......ترمذى، كتاب التفسير، باب ومن سورة الفتح، ١٧٦/٥، الحديث: ٣٢٧٤.

ہوئے اور کوئی قصر کئے ہوئے تھا، نیز آپ کعبۂ معظّمہ میں داخل ہوئے، کعبہ کی چابی لی، طواف فرمایا اور عمرہ کیا۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو اس خواب کی خبر دی تو سب خوش ہوئے۔ پھر حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے عمرہ کا قصد فرمایا اور 1400 صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے ساتھ ذی القعدہ کی پہلی تاریخ، سن 6 ہجری کو روانہ ہو گئے اور ذوالحُلَیْفَہ میں پہنچ کر وہاں مسجد میں دو رکعتیں پڑھیں، عمرہ کا احرام باندھا اور حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ اکثر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے بھی احرام باندھا۔ بعض صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے **جُحفَہ** سے احرام باندھا۔ راستے میں پانی ختم ہو گیا تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: لشکر میں پانی بالکل باقی نہیں ہے، صرف حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے برتن میں تھوڑا سا پانی بچا ہے۔ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے برتن میں دستِ مبارک ڈالا تو مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمے جوش مارنے لگے، پھر سارے لشکر نے پانی پیا اور وضو کیا۔ جب مقامِ عُسفان میں پہنچے تو خبر آئی کہ کفارِ قریش بڑے ساز و سامان کے ساتھ جنگ کے لئے تیار ہیں۔ جب حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو پھر پانی ختم ہو گیا حتی کہ لشکر والوں کے پاس ایک قطرہ نہ رہا، اوپر سے گرمی بھی بہت شدید تھی۔ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کنوئیں میں کلی فرمائی تو اس کی برکت سے کنواں پانی سے بھر گیا، پھر سب نے وہ پانی پیا اور اونٹوں کو پلایا۔

یہاں کفارِ قریش کی طرف سے حال معلوم کرنے کے لئے کئی شخص بھیجے گئے اور سب نے جا کر یہی بیان کیا کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عمرہ کے لئے تشریف لائے ہیں، جنگ کا ارادہ نہیں ہے۔ لیکن انہیں یقین نہ آیا تو آخر کار انہوں نے عُرْوَہ بن مسعود ثقفی کو حقیقت حال جاننے کے لئے بھیجا، یہ طائف کے بڑے سردار اور عرب کے انتہائی مالدار شخص تھے، اُنہوں نے آ کر دیکھا کہ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دستِ مبارک دھوتے ہیں تو صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ تَبَرُّک کے طور پر غُسالَہ شریف حاصل کرنے کے لئے ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اگر کبھی لعابِ دہن ڈالتے ہیں تو لوگ اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جس کو وہ حاصل ہو جاتا ہے وہ اپنے چہرے اور بدن پر برکت کے لئے مل لیتا ہے، جسمِ اقدس کا کوئی بال گرنے نہیں پاتا اگر کبھی جدا ہوا تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اس کو بہت ادب کے ساتھ لیتے اور جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں، جب حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کلام فرماتے ہیں تو سب خاموش ہو جاتے ہیں۔ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ادب و تعظیم کی وجہ سے کوئی شخص اوپر کی طرف نظر

نہیں اُٹھا سکتا۔ عُروہ نے قریش سے جا کر یہ سب حال بیان کیا اور کہا: میں فارس، روم اور مصر کے بادشاہوں کے درباروں میں گیا ہوں، میں نے کسی بادشاہ کی یہ عظمت نہیں دیکھی جو محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اُن کے اصحاب میں ہے، مجھے اندیشہ ہے کہ تم ان کے مقابلے میں کامیاب نہ ہوسکو گے۔ قریش نے کہا ایسی بات مت کہو، ہم اس سال انہیں واپس کردیں گے وہ اگلے سال آئیں۔ عُروہ نے کہا: مجھے اندیشہ ہے کہ تمہیں کوئی مصیبت پہنچے گی۔ یہ کہہ کر وہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ طائف واپس چلے گئے اور اس واقعہ کے بعد اللہ تعالٰی نے انہیں مشرف بہ اسلام کیا۔ اسی مقام پر حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے اصحاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے بیعت لی، اسے ''بیعتِ رضوان'' کہتے ہیں۔ بیعت کی خبر سے کفار خوف زدہ ہوئے اور ان کے رائے دینے والوں نے یہی مناسب سمجھا کہ صلح کرلیں، چنانچہ صلح نامہ لکھا گیا اور آئندہ سال حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا تشریف لانا قرار پایا اور یہ صلح مسلمانوں کے حق میں بہت نفع مند ہوئی بلکہ نتائج کے اعتبار سے فتح ثابت ہوئی، اسی لئے اکثر مفسّرین فتح سے صلحِ حدیبیہ مراد لیتے ہیں اور بعض مفسّرین وہ تمام اسلامی فتوحات مراد لیتے ہیں جو آئندہ ہونے والی تھیں جیسے مکہ، خیبر، حنین اور طائف وغیرہ کی فتوحات۔ اس صورت میں یہاں فتح کو ماضی کے صیغہ سے اس لئے بیان کیا گیا کہ ان فتوحات کا وقوع یقینی تھا۔ (1)

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ﴿۲﴾ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کردے اور تمہیں سیدھی راہ دکھادے۔ اور اللہ تمہاری زبردست مدد فرمائے۔

(1)......خازن، الفتح، تحت الآية: ١، ٤/ ١٤٤، روح البيان، الفتح، تحت الآية: ١، ٩/ ٣-٧، جلالين مع صاوى، الفتح، تحت الآية: ١، ٥/ ١٩٦٥-١٩٦٦، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تاکہ اللہ تمہارے صدقے تمہارے اپنوں کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے اور اپنا انعام تم پر تمام کردے اور تمہیں سیدھی راہ دکھادے۔ اور اللہ تمہاری زبردست مدد فرمائے۔

﴾ لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ: تاکہ اللہ تمہارے صدقے تمہارے اپنوں کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے۔﴿ اس سے پہلی آیت میں فرمایا گیا کہ ''ہم نے آپ کے لیے روشن فتح کا فیصلہ فرمادیا'' اور اس آیت سے فتح کا فیصلہ فرمادینے کی عِلّت بیان کی جارہی ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ کے لئے روشن فتح کا فیصلہ فرمادیا تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے صدقے آپ کے اپنوں کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے اور آپ کی بدولت امت کی مغفرت فرمائے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے آیتِ مبارکہ کے اس حصے سے متعلق فتاویٰ رضویہ میں بہت تفصیل سے کلام فرمایا ہے، اس میں سے ایک جز کا خلاصہ یہ ہے کہ ''سورۂ فتح کی اس آیتِ کریمہ میں موجود لفظ '' **لَكَ** '' میں لام تعلیل کا ہے اور '' **مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ** '' سے مراد ''تمہارے اگلوں کے گناہ'' ہے اور اگلوں سے میری مراد سیّدنا عبداللہ اور سیّدتنا آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے لے کر نسبِ کریم کی انتہاء تک تمام آبائے کرام اور اُمّہاتِ طیّبات مراد ہیں، البتہ ان میں سے جو انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں جیسے حضرت آدم، شیث، نوح، خلیل اور اسماعیل عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، وہ اس سے مُستثنیٰ ہیں، اور '' **مَا تَاَخَّرَ** '' سے مراد ''تمہارے پچھلے'' یعنی ''قیامت تک تمہارے اہلِ بیت اور امتِ مرحومہ'' مراد ہے، تو آیتِ کریمہ کا حاصل یہ ہوا کہ ہم نے تمہارے لیے فتحِ مبین فرمائی تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے بخش دے تم سے تعلق رکھنے والے سب اگلوں پچھلوں کے گناہ۔ (1)

نوٹ: اس آیتِ مبارکہ سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے فتاویٰ رضویہ، جلد 29، صفحہ 394 تا 401 کا مطالعہ فرمائیں۔

﴾ وَ یُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ: اور اپنا انعام تم پر تمام کردے۔﴿ آیت کے اس حصے اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے فتح کا جو فیصلہ فرمایا اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ

---

1 ...... فتاویٰ رضویہ، ۲۹/۴۰۱، ملخصاً۔

تعالیٰ اپنی دُنْیَوی اور دینی نعمتیں آپ پر تمام کر دے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ آپ کو رسالت کی تبلیغ اور ریاست میں اصول و قوانین قائم کرنے میں سیدھی راہ دکھا دے اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی زبردست مدد فرمائے اور دشمنوں پر کامل غلبہ عطا فرمائے۔[1]

هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْۤا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْؕ وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًاۙ(۴)

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں اطمینان اُتارا تا کہ اُنہیں یقین پر یقین بڑھے اور اللہ ہی کی مِلک ہیں تمام لشکر آسمانوں اور زمین کے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں اطمینان اتارا تا کہ ان کے یقین پر یقین میں اضافہ ہو اور آسمانوں اور زمین کے تمام لشکر اللہ ہی کی ملک ہیں اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے۔

﴿ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ: وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں اطمینان اتارا۔﴾ اس سے پہلی آیت میں مدد فرمانے کا ذکر ہوا اور اس آیت میں مدد کی صورت بیان کی جا رہی ہیں، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی صلح اور امن کے ذریعے ایمان والوں کے دلوں میں اطمینان اتارا تا کہ ان کے یقین میں مزید اضافہ ہو جائے اور عقیدہ راسخ ہونے کے باوجود نفس کو اطمینان حاصل ہو اور یہ وہ چیز ہے جس کے ذریعے جنگ وغیرہ کے دوران ثابت قدمی نصیب ہوتی ہے اور یاد رکھو کہ آسمانوں اور زمین کے تمام لشکر جیسے فرشتے اور ساری مخلوقات اللہ تعالیٰ ہی کی مِلک ہیں اور وہ اس پر قادر ہے کہ جس سے چاہے اپنے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مدد فرمائے

1 ......بيضاوی، الفتح، تحت الآية: ٢-٣، ٥/٢٠٠، خازن، الفتح، تحت الآية: ٢-٣، ٤/١٤٥، ملتقطاً.

لیکن اس نے کسی اور کو مدد کرنے پر مُقرر نہیں فرمایا بلکہ اے ایمان والو! تمہارے دلوں میں اطمینان اتارا تاکہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مدد کرنا اوران کے دشمنوں کو ہلاک کرنا تمہارے ہاتھوں سے ہو اور اس کی وجہ سے تمہیں ثواب اور دشمنوں کو عذاب ملے اور اللّٰہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ آسمانوں اور زمینوں کے تمام لشکروں کا علم رکھنے والا اور ان کا انتظام فرمانے میں حکمت والا ہے۔(1)

لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ يُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۙ﴿۵﴾ وَّ يُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ وَ الْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ؕ عَلَيْهِمْ دَآىٕرَةُ السَّوْءِ ۚ وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ لَعَنَهُمْ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تا کہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ اُن میں رہیں اور ان کی بُرائیاں اُن سے اُتار دے اور یہ اللّٰہ کے یہاں بڑی کامیابی ہے۔ اور عذاب دے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مَردوں اور مشرک عورتوں کو جو اللّٰہ پر بُرا گمان رکھتے ہیں انہیں پر ہے بُری گردش اور اللّٰہ نے ان پر غضب فرمایا اور اُنہیں لعنت کی اور ان کے لیے جہنم تیار فرمایا اور وہ کیا ہی بُرا انجام ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تا کہ وہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو ان باغوں میں داخل فرمادے جن کے نیچے نہریں

(1)......خازن، الفتح، تحت الآیۃ: ٤، ٤/١٤٥-١٤٦، مدارك، الفتح، تحت الآیۃ: ٤، ص١١٤١، ملتقطاً.

بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے اور تاکہ اللہ ان کی برائیاں ان سے مٹادے، اور یہ اللہ کے یہاں بڑی کامیابی ہے۔ اور تاکہ وہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے جو اللہ پر برا گمان کرتے ہیں بری گردش انہیں پر ہے اور اللہ نے اُن پر غضب فرمایا اور ان پر لعنت کی اور ان کے لیے جہنم تیار فرمائی اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

﴿لِیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ: تاکہ وہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں داخل فرمادے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت کا وعدہ فرمایا اور ایمان والوں کے دلوں کو تسکین دی، اس کی ایک حکمت یہ ہے کہ ایمان والے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کریں جس پر اللہ تعالیٰ انہیں ثواب عطا فرمائے اور ایمان والے مَردوں اور عورتوں کو ان باغوں میں داخل فرمادے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ جنت میں داخل ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ان گناہوں کو مٹادے جوان سے سرزَد ہوئے تاکہ وہ گناہوں سے پاک اور صاف ہو کر جنت میں داخل ہوں، اور یہ جنت میں داخل کیا جانا اور برائیوں کا مٹادیا جانا اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی کامیابی ہے۔ تیسری حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مدینہ منورہ کے منافق مَردوں اور منافقہ عورتوں کو اور مکہ مکرمہ کے مُشرک مردوں اور مشرکہ عورتوں کو ان کے باطنی اور ظاہری کفر کی وجہ سے عذاب دے جو اللہ تعالیٰ پر بُرا گمان کرتے ہیں کہ وہ اپنے رسول، دوعالَم کے سردار محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان پر ایمان لانے والوں کی مدد نہ فرمائے گا۔ ان کے بُرے گمان کا وبال عذاب اور ہلاکت کی صورت میں انہیں پر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُن پر غضب فرمایا اور ان پر لعنت کی اور آخرت میں ان کے لیے جہنم تیار فرمائی اور جہنم کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔[1]

وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ-وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ﴿۷﴾

---

1 ......خازن، الفتح، تحت الآیۃ: ٥-٦، ٤/١٤٦، مدارك، الفتح، تحت الآیۃ: ٥-٦، ص١١٤١، روح البیان، الفتح، تحت الآیۃ: ٥-٦، ٩/١٤-١٦، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ ہی کی مِلک ہیں آسمانوں اور زمین کے سب لشکر اور اللہ عزت وحکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آسمانوں اور زمین کے سب لشکر اللہ ہی کی ملکیت میں ہیں اور اللہ عزت والا، حکمت والا ہے۔

﴿ وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: اور آسمانوں اور زمین کے سب لشکر اللہ ہی کی مِلکیَّت میں ہیں۔ ﴾ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ جب صلحِ حدیبیہ ہوگئی تو عبداللہ بن اُبی نے کہا: کیا محمد (مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) یہ گمان کرتے ہیں کہ جب انہوں نے اہلِ مکہ سے صلح کرلی یا مکہ کو فتح کرلیا تو ان کا کوئی دشمن باقی نہیں رہے گا (اگر ایسی بات ہے) تو فارس اور روم کدھر جائیں گے؟ تب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ آیتِ مبارکہ نازل فرمائی کہ آسمانوں اور زمین کے تمام لشکروں کا مالک اللہ تعالٰی ہی ہے اور یہ فارس و رُوم کے لشکروں سے بہت زیادہ ہیں اور اللہ تعالٰی اس پر قادر ہے کہ وہ ان میں سے جس لشکر کے ذریعے چاہے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ایمان والوں کے دشمن (اور اس) کی سازش کو دور فرمادے اور اللہ تعالٰی کی شان یہ ہے کہ وہ غالب ہے تو اس کے عذاب کو کوئی دور نہیں کرسکتا اور وہ اپنی تدبیر میں حکمت والا ہے۔(1)

اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًاۙ(۸)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سناتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے تمہیں گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا۔

﴿ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ: بیشک ہم نے تمہیں بھیجا۔ ﴾ ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بیشک ہم نے آپ کو اپنی امت کے اَعمال اور اَحوال کا مشاہدہ فرمانے والا بنا کر بھیجا تاکہ آپ قیامت کے دن ان کی گواہی دیں اور دنیا میں ایمان والوں اور اطاعت گزاروں کو جنت کی خوشخبری دینے والا اور کافروں، نافرمانوں کو جہنم کے عذاب کا ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔(2)

---

1 ……قرطبی، الفتح، تحت الآیة: ٧، ١٩١/٨، الجزء السادس عشر، مدارك، الفتح، تحت الآیة: ٧، ص ١١٤١، ملتقطاً.

2 ……خازن، الفتح، تحت الآیة: ٨، ١٤٦/٤.

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: بیشک ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور خوشی اور ڈر سناتا کہ جو تمھاری تعظیم کرے اُسے فضلِ عظیم کی بشارت دو اور جو مَعَاذَاللہ بے تعظیمی سے پیش آئے اسے عذابِ اَلیم کا ڈر سناؤ، اور جب وہ شاہد و گواہ ہوئے اور شاہد کو مشاہدہ درکار، تو بہت مناسب ہوا کہ امت کے تمام افعال واقوال واعمال واحوال اُن کے سامنے ہوں (اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ مرتبہ عطا فرمایا ہے جیسا کہ) طبرانی کی حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں: ''اِنَّ اللّٰہَ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَاِلٰی مَاھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ'' بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا اٹھالی تو میں دیکھ رہا ہوں اُسے اور جو اس میں قیامت تک ہونے والا ہے جیسے اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔[1]

لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُؕ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا(۹)

ترجمۂ کنزالایمان: تا کہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تا کہ (اے لوگو!) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کرو۔

﴿لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ: تا کہ (اے لوگو!) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو شاہد، مُبَشِّر اور نذیر بنا کر بھیجنے کے گویا 3 مَقاصِد بیان فرمائے ہیں، پہلا مقصد یہ ہے

1 ...... کنز العمال بحواله طبرانی، کتاب الفضائل، قسم الافعال، الباب الاول، ٦ / ١٨٩، الجزء الحادی عشر، الحديث: ٣١٩٦٨، فتاوی رضویہ، ١٥/١٦٨۔

کہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائیں، دوسرا مقصد یہ ہے کہ لوگ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعظیم اور توقیر کریں، تیسرا مقصد یہ ہے کہ لوگ صبح وشام اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کریں۔ پہلا مقصد تو واضح ہے جبکہ دوسرے مقصد کے بارے میں بعض مفسرین یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہاں آیت میں تعظیم وتوقیر کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے یعنی تم اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور توقیر کرو، البتہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعظیم اور توقیر کرنا ہے۔ تیسرے مقصد کے بارے میں مفسرین فرماتے ہیں کہ صبح وشام اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے سے مراد ان اوقات میں ہر نقص وعیب سے اس کی پاکی بیان کرنا ہے، یا صبح کی تسبیح سے مراد نمازِ فجر اور شام کی تسبیح سے باقی چاروں نمازیں مراد ہیں۔[1]

[illegible]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعظیم اور توقیر انتہائی مطلوب اور بے انتہاء اہمیت کی حامل ہے کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی تسبیح پر اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعظیم وتوقیر کو مُقدَّم فرمایا ہے اور جو لوگ ایمان لانے کے بعد آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعظیم کرتے ہیں ان کے کامیاب اور بامُراد ہونے کا اعلان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو وہ لوگ جو اس نبی پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اس کی مدد کریں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

[illegible]

دنیا کے شہنشاہوں کا اصول یہ ہے کہ جب ان میں سے کوئی شہنشاہ آتا ہے تو وہ اپنی تعظیم کے اصول اور اپنے دربار کے آداب خود بناتا ہے اور جب وہ چلا جاتا ہے تو اپنی تعظیم وادب کے نظام کو بھی ساتھ لے جاتا ہے لیکن کائنات

---

1 ......مدارک، الفتح، تحت الآیة: ٩، ص ١١٤١، خازن، الفتح، تحت الآیة: ٩، ٤/١٤٦-١٤٧، ملتقطاً.

2 ......اعراف: ١٥٧.

میں ایک شہنشاہ ایسا ہے جس کے دربار کا عالَم ہی نرالا ہے کہ اس کی تعظیم اوراس کی بارگاہ میں ادب واحترام کے اصول و قوانین نہ اس نے خود بنائے ہیں اور نہ ہی مخلوق میں سے کسی اور نے بنائے ہیں بلکہ اس کی تعظیم کے احکام اوراس کے دربار کے آداب تمام شہنشاہوں کے شہنشاہ، تمام بادشاہوں کے بادشاہ اور ساری کائنات کو پیدا فرمانے والے رب تعالٰی نے نازل فرمائے ہیں اور بہت سے قوانین ایسے ہیں جو کسی خاص وقت تک کیلئے نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مقرر فرمائے ہیں اوروہ عظیم شہنشاہ اس کائنات کے مالک ومختار محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذاتِ گرامی ہے، جن کی تعظیم وتوقیر کرنے کا خود اللہ تعالٰی نے حکم دیا اور قرآنِ مجید میں آپ کی تعظیم اورادب کے باقاعدہ اصول اوراحکام بیان فرمائے، یہاں اس شہنشاہ کے ادب وتعظیم کے اَحکام پر مشتمل قرآنِ مجید کی 9 آیات ملاحظہ ہوں جن میں اللہ تعالٰی نے متعدد اَحکام دیئے ہیں،

(1)......حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جب بھی بلائیں فوراً ان کی بارگاہ میں حاضر ہوجاؤ۔ چنانچہ اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ اوراس کے رسول کی بارگاہ میں حاضر ہوجاؤ جب وہ تمہیں اس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں زندگی دیتی ہے۔

(2)......بارگاہِ رسالت میں کوئی بات عرض کرنے سے پہلے صدقہ دے لو۔ چنانچہ اللہ تعالٰی ارشادفرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ لَّكُمْ وَ اَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! جب تم رسول سے تنہائی میں کوئی بات عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو، یہ تمہارے لیے بہت بہتر اور بہت ستھرا ہے پھر اگر تم (اس پر قدرت) نہ پاؤ تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

بعد میں وجوب کا حکم منسوخ ہو گیا تھا۔

1......انفال:٢٤.

2......مجادلہ:١٢.

(3)......ایک دوسرے کو پکارنے کی طرح نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نہ پکارو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے لوگو!) رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ بنالو جیسے تم میں سے کوئی دوسرے کو پکارتا ہے۔

(4)......حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے بات کرتے وقت ان کی آواز سے اپنی آواز اونچی نہ کرو اور ان کی بارگاہ میں زیادہ بلند آواز سے کوئی بات نہ کرو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز پر اونچی نہ کرو اور ان کے حضور زیادہ بلند آواز سے کوئی بات نہ کہو جیسے ایک دوسرے کے سامنے بلند آواز سے بات کرتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہوجائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

(5)......جس کلمہ میں ادب ترک ہونے کا شائبہ بھی ہو وہ زبان پر لانا ممنوع ہے، جیسا کہ لفظِ ''رَاعِنَا'' کو تبدیل کرنے کا حکم دینے سے یہ بات واضح ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْاؕ-وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

(6)......کسی قول اور فعل میں ان سے آگے نہ بڑھو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ-اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (4)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔

1......نور:۶۳۔
2......حجرات:۲۔
3......بقرہ:۱۰۴۔
4......حجرات:۱۔

(7)......حُجروں کے باہر سے پکارنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے بے عقل فرمایا اور انہیں تعظیم کی تعلیم دی، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ(۴) وَ لَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْؕ-وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جولوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔ اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم ان کے پاس خود تشریف لے آتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(8)......رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے گھر میں اجازت کے بغیر نہ جاؤ اور وہاں زیادہ دیر نہ بیٹھو، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے،

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُۙ-وَ لٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَ لَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍؕ-اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ٘-وَ اللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّؕ-وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْــٴَـلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍؕ-ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّؕ-وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًاؕ-اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اجازت نہ ہو جیسے کھانے کیلئے بلایا جائے۔ یوں نہیں کہ خود ہی اس کے پکنے کا انتظار کرتے رہو۔ ہاں جب تمہیں بلایا جائے تو داخل ہو جاؤ پھر جب کھانا کھالو تو چلے جاؤ اور یہ نہ ہو کہ باتوں سے دل بہلاتے ہوئے بیٹھے رہو۔ بیشک یہ بات نبی کو ایذا دیتی تھی تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے اور اللہ حق فرمانے میں شرماتا نہیں اور جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔ تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کیلئے یہ زیادہ پاکیزگی کی بات ہے اور تمہارے لئے ہرگز جائز نہیں کہ رسولُ اللہ کو ایذا دو اور نہ یہ جائز ہے کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو۔ بیشک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔

---

(1)......حجرات: ٤، ٥.

(2)......احزاب: ٥٣.

ان آیات میں دیئے گئے اَحکام سے صاف واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ادب و تعظیم انتہائی مطلوب ہے اور ان کا ادب و تعظیم نہ کرنا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انتہائی سخت ناپسندیدہ ہے حتّٰی کہ اس پر سخت وعیدیں بھی ارشاد فرمائی ہیں، اسی سے معلوم ہوا کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ادب و تعظیم کرنا شرک ہرگز نہیں ہے، جو لوگ اسے شرک کہتے ہیں ان کا یہ کہنا مردود ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کیا خوب فرماتے ہیں:

شرک ٹھہرے جس میں تعظیمِ حبیب اس بُرے مذہب پہ لعنت کیجئے

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ وہ عظیم ہستیاں ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زبانِ اقدس سے اللہ تعالیٰ کے وہ اَحکام سنے جن میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعظیم و توقیر اور ادب و احترام کرنے کا فرمایا گیا ہے، اسی لئے ان عالی شان ہستیوں نے اللہ تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعظیم اور ان کی بابرکت بارگاہ کے ادب و احترام کی انتہائی شاندار مثالیں رقم کی ہیں اور اگرچہ انہیں حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی صحبت کا فیض بہت زیادہ حاصل تھا، یونہی یہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے انتہائی شدید محبت بھی کرتے تھے اس کے باوجود تعظیم و توقیر میں کوتاہی اور تقصیر کے کبھی مُرتکب نہیں ہوتے تھے بلکہ ہمیشہ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعظیم و توقیر میں اضافہ ہی کرتے تھے، جیسے تمام صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بہترین اَلقاب کے ساتھ، انتہائی عاجزی سے اور آپ کے مرتبہ و مقام کی انتہائی رعایت کرتے ہوئے خطاب کرتے تھے اور جب کلام کرتے تو اس کی ابتداء میں سلام کے بعد یوں کہتے ’’فَدَیْتُکَ بِاَبِیْ وَ اُمِّیْ‘‘ میرے ماں باپ بھی آپ پر فدا ہوں، یا یوں کہتے ’’بِنَفْسِیْ اَنْتَ یَارَسُوْلَ!‘‘ میری جان آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر نثار ہے۔

حضرت اسامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے گرد اس طرح (ساکن) بیٹھے ہوئے تھے گویا

ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ [1]

یہ تو ان کی اجتماعی تعظیم کا حال تھا اب اِنفرادی تعظیم پر مشتمل دو واقعات ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت عثمان بن عفان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں روایت ہے کہ جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حدیبیہ کے موقع پر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو قریش کے پاس بھیجا تو قریش نے حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو طوافِ کعبہ کی اجازت دے دی لیکن حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ''مَاکُنْتُ لِاَفْعَلَ حَتّٰی یَطُوْفَ بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ'' میں اس وقت تک طواف نہیں کر سکتا جب تک کہ رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ طواف نہیں کرتے۔ [2]

(2)......غَزْوَہ خیبر سے واپسی میں صہبا کے مقام پر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے نمازِ عصر پڑھی، اس کے بعد حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے زانو پر سر مبارک رکھ کر آرام فرمانے لگے۔ حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے (کسی وجہ سے ابھی تک) نمازِ عصر نہ پڑھی تھی، یہ اپنی آنکھ سے دیکھ رہے تھے کہ وقت جا رہا ہے، مگر اس خیال سے کہ زانو سَرکاتا ہوں تو کہیں حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مبارک نیند میں خَلل نہ آجائے، زانو نہ ہٹایا، یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا، جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی چشمِ مبارک کھلی تو حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے اپنی نماز کا حال عرض کیا۔ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دعا فرمائی تو سورج پلٹ آیا، حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے نمازِ عصر ادا کی، پھر سورج ڈوب گیا۔ [3]

حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعظیم کی خاطر عبادات میں سے افضل عبادت نماز اور وہ بھی درمیانی نماز یعنی نمازِ عصر قربان کر دی، نیز ہجرت کے موقع پر یارِ غار حضرت ابوبکر صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جو جاں نثاری کی مثال قائم کی ہے وہ بھی اپنی جگہ بے مثال ہے اور ان واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

مَولیٰ علی نے واری تِری نیند پر نماز اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خَطر کی ہے

1......شفاء، القسم الثانی، الباب الثالث، فصل فی عادۃ الصحابۃ فی تعظیمہ... الخ، ص۳۸، الجزء الثانی.

2......شفاء، القسم الثانی، الباب الثالث، فصل فی عادۃ الصحابۃ فی تعظیمہ... الخ، ص۳۹، الجزء الثانی.

3......شفاء، القسم الاول، الباب الرابع، فصل فی انشقاق القمر، ص۲۸٤، الجزء الاول، شواھدالنبوہ، رکن سادس، ص۲۲۰.

صدیق بلکہ غار میں جان اس پہ دے چکے ‏ اور حفظِ جاں تو جان فُروضِ غُرر کی ہے
ہاں تُو نے اُن کو جان اِنھیں پھیر دی نماز ‏ پَر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فُروع ہیں ‏ اصل الاصول بندگی اس تاجْوَر کی ہے

الغرض صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شاہکار تعظیم اور بے مثال ادب واحترام کیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ ان کے ادب و تعظیم کا صدقہ ہمیں بھی حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ادب و احترام کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

آیت ”لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ“ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے 4 مسئلے معلوم ہوئے،

(1)......تمام مخلوق پر حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت واجب ہے۔

(2)......ہمارا ایمان حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بشارت وشہادت پر مَوقوف ہے نہ کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ایمان۔

(3)......اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: معلوم ہوا کہ دین وایمان مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی تعظیم کا نام ہے، جو ان کی تعظیم میں کلام کرے اصلِ رسالت کو باطل و بیکار کیا چاہتا ہے۔[1]

(4)......سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ہر وہ تعظیم جو خلافِ شرع نہ ہو، کی جائے گی کیونکہ یہاں تعظیم وتوقیر کے لئے کسی قسم کی کوئی قید بیان نہیں کی گئی، اب وہ چاہے کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا ہو یا کوئی دوسرا طریقہ۔

مسلمانوں سے اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی ایک درخواست

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اپنی ایک مشہور ومعروف کتاب ”تمہیدِ ایمان“ میں سورۂ فتح کی مذکورہ بالا دو آیات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے مسلمانوں سے ایک درخواست کی ہے، اس کی اہمیت کے پیشِ نظر یہاں اس کا کچھ حصہ ملاحظہ ہو، چنانچہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

1......فتاوی رضویہ، ١٥/١٦٨۔

پیارے بھائیو! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اللہ تعالیٰ آپ سب حضرات کو اور آپ کے صدقے میں اس ناچیز، کَثِیْرُ السَّیِّاٰت کو دینِ حق پر قائم رکھے اور اپنے حبیب مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی سچی محبت، دل میں سچی عظمت دے اور اسی پر ہم سب کا خاتمہ کرے۔ اٰمِیْنْ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْن۔

تمہارا رب عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًاۙ(۸) لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُؕ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا [1]

اے نبی! بے شک ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور خوشخبری دیتا اور ڈرسناتا، تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بولو۔

مسلمانو! دیکھو دینِ اسلام بھیجنے، قرآنِ مجید اتارنے کا مقصود ہی تمہارے مولیٰ تبارک وتعالیٰ کا تین باتیں بتانا ہے:

اول یہ کہ لوگ اللہ ورسول پر ایمان لائیں۔

دوم یہ کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی تعظیم کریں۔

سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں رہیں۔

مسلمانو! ان تینوں جلیل باتوں کی جمیل ترتیب تو دیکھو، سب میں پہلے ایمان کو فرمایا اور سب میں پیچھے اپنی عبادت کو اور بیچ میں اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی تعظیم کو، اس لئے کہ بغیر ایمان، تعظیم بکار آمد نہیں، بہتیرے نصاریٰ (یعنی بہت سے عیسائی ایسے) ہیں کہ نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی تعظیم وتکریم اور حضور پر سے دفعِ اعتراضاتِ کافرانِ لئیم (یعنی کمینے کافروں کے اعتراضات دور کرنے) میں تصنیفیں کر چکے، لیکچر دے چکے مگر جبکہ ایمان نہ لائے کچھ مفید نہیں کہ یہ ظاہری تعظیم ہوئی، دل میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی سچی عظمت ہوتی تو ضرور ایمان لاتے، پھر جب تک نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی سچی تعظیم نہ ہو عمر بھر عبادتِ الٰہی میں گزارے سب بیکار ومردود ہے، بہتیرے (یعنی بہت سے) جوگی اور راہب ترکِ دنیا کر کے، اپنے طور پر ذکر وعبادتِ الٰہی میں عمر کاٹ دیتے ہیں بلکہ ان میں بہت وہ ہیں کہ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا ذکر سیکھتے اور ضربیں لگاتے ہیں مگر از انجا کہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی تعظیم نہیں، کیا فائدہ؟ اصلاً قابلِ قبول بارگاہِ الٰہی نہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ایسوں ہی کو فرماتا ہے:

[1] ……فتح: ۸، ۹۔

وَ قَدِمْنَاۤ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا [1]

جو کچھ اعمال انہوں نے کیے، ہم نے سب برباد کر دیے۔

ایسوں ہی کو فرماتا ہے:

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌۙ(۳) تَصْلٰى نَارًا حَامِیَةً [2]

عمل کریں، مشقتیں بھریں اور بدلہ کیا ہوگا یہ کہ بھڑکتی آگ میں پیٹھیں گے۔

وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ تَعَالٰى۔

مسلمانو! کہو مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی تعظیم مدارِ ایمان، مدارِ نجات، مدارِ قبولِ اعمال ہوئی یا نہیں، کہو ہوئے اور ضرور ہوئے۔

تمہارا رب عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِیْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ اِقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ [3]

اے نبی! تم فرمادو کہ اے لوگو! اگر تمہارے باپ، تمھارے بیٹے تمھارے بھائی، تمھاری بیبیاں، تمھارا کنبہ تمھاری کمائی کے مال اور وہ سوداگری جس کے نقصان کا تمہیں اندیشہ ہے اور تمھاری پسند کے مکان، ان میں کوئی چیز بھی اگر تم کو اللّٰہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں کوشش کرنے سے زیادہ محبوب ہے تو انتظار رکھو یہاں تک کہ اللّٰہ اپنا عذاب اتارے اور اللّٰہ تعالیٰ بے حکموں کو راہ نہیں دیتا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جسے دنیا جہان میں کوئی معزز، کوئی عزیز، کوئی مال، کوئی چیز، اللّٰہ ورسول سے زیادہ محبوب ہو وہ بارگاہِ الٰہی سے مردود ہے، اُسے اللّٰہ اپنی طرف راہ نہ دے گا، اُسے عذابِ الٰہی کے انتظار میں رہنا چاہیے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ تَعَالٰى۔

1 ......فرقان:٢٣.

2 ......غاشیہ:٣، ٤.

3 ......توبہ:٢٤.

تمہارے پیارے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں: ’’ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَالِدِہٖ وَ وُلْدِہٖ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ‘‘ تم میں کوئی مسلمان نہ ہوگا جب تک میں اُسے اس کے ماں باپ، اولاد اور سب آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں۔ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

یہ حدیث صحیح بخاری وصحیح مسلم میں انس بن مالک انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ہے۔[1] اِس نے تو یہ بات صاف فرمادی کہ جو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے زیادہ کسی کو عزیز رکھے، ہرگز مسلمان نہیں۔

مسلمانو کہو! مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تمام جہان سے زیادہ محبوب رکھنا مدارِ ایمان و مدارِ نجات ہوا یا نہیں۔ کہو ہوا اور ضرور ہوا۔ یہاں تک تو سارے کلمہ گو خوشی خوشی قبول کرلیں گے کہ ہاں ہمارے دل میں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی عظیم عظمت ہے۔ ہاں ہاں ماں باپ اولاد سارے جہان سے زیادہ ہمیں حضور کی محبت ہے۔ بھائیو! خدا ایسا ہی کرے مگر ذرا کان لگا کر اپنے رب کا ارشاد سنو۔

تمہارا رب عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْۤا اَنْ یَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ [2]

کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اتنا کہہ لینے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی۔

یہ آیت مسلمانوں کو ہوشیار کر رہی ہے کہ دیکھو کلمہ گوئی اور زبانی اِدِّعائے مسلمانی پر تمہارا چھٹکارا نہ ہوگا۔ ہاں ہاں سنتے ہو! آزمائے جاؤ گے، آزمائش میں پورے نکلے تو مسلمان ٹھہرو گے۔ ہر شے کی آزمائش میں یہی دیکھا جاتا ہے کہ جو باتیں اس کے حقیقی واقعی ہونے کو درکار ہیں وہ اس میں ہیں یا نہیں؟ ابھی قرآن وحدیث ارشاد فرماچکے کہ ایمان کے حقیقی وواقعی ہونے کو دو باتیں ضرور ہیں:

(1)......مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی تعظیم۔

(2)......اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی محبت کو تمام جہان پر تقدیم۔

تو اس کی آزمائش کا یہ صریح طریقہ ہے کہ تم کو جن لوگوں سے کیسی ہی تعظیم، کتنی ہی عقیدت، کتنی ہی دوستی،

---

1 ......بخاری، کتاب الایمان، باب حبّ الرّسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم من الایمان، ۱/۱۷، الحدیث: ۱۵، مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب محبّة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم... الخ، ص۴۲، الحدیث: ۷۰(۴۴).

2 ......عنکبوت: ۲،۱.

کیسی ہی محبت کا علاقہ ہو، جیسے تمھارے باپ، تمھارے استاد، تمہارے پیر، تمھارے بھائی، تمھارے اَحباب، تمھارے اَصحاب، تمھارے مولوی، تمھارے حافظ، تمھارے مفتی، تمھارے واعظ وغیرہ وغیرہ کسے باشد، جب وہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی شانِ اقدس میں گستاخی کریں، اصلاً تمہارے قلب میں ان کی عظمت ان کی محبت کا نام ونشان نہ رہے فوراً ان سے الگ ہو جاؤ، دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو، اُن کی صورت اُن کے نام سے نفرت کھاؤ، پھر نہ تم اپنے رشتے، علاقے، دوستی، اُلفت کا پاس کرو، نہ اس کی مَولَوِیَّت، شَیْخِیَّت، بزرگی، فضیلت کو خطرے میں لاؤ کہ آخر میں یہ جو کچھ تھا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہی کی غلامی کی بناء پر تھا جب یہ شخص اُنھیں کی شان میں گستاخ ہوا پھر ہمیں اس سے کیا علاقہ رہا، اس کے جُبّے عمامے پر کیا جائیں، کیا بہتیرے (یعنی بہت سے) یہودی جبے نہیں پہنتے؟ عمامے نہیں باندھتے؟ اس کے نام علم وظاہری فضل کو لے کر کیا کریں، کیا بہتیرے پادری، بکثرت فلسفی بڑے بڑے علوم وفنون نہیں جانتے اور اگر یہ نہیں بلکہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے مقابل تم نے اس کی بات بنانی چاہی، اُس نے حضور سے گستاخی کی اور تم نے اس سے دوستی نباہی، یا اسے ہر برے سے بدتر برا نہ جانا، یا اسے برا کہنے پر برا مانا، یا اسی قدر کہ تم نے اس امر میں بے پرواہی منائی، یا تمہارے دل میں اُس کی طرف سے سخت نفرت نہ آئی تو لِلّٰہ! اب تمھیں انصاف کرلو کہ تم ایمان کے امتحان میں کہاں پاس ہوئے، قرآن وحدیث نے جس پر حصولِ ایمان کا مدار رکھا تھا اس سے کتنی دور نکل گئے۔

مسلمانو! کیا جس کے دل میں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی تعظیم ہوگی وہ ان کے بدگو کی وقعت کر سکے گا اگر چہ اُس کا پیر یا استاد یا پدر ہی کیوں نہ ہو، کیا جسے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تمام جہان سے زیادہ پیارے ہوں وہ ان کے گستاخ سے فوراً سخت شدید نفرت نہ کرے گا اگر چہ اس کا دوست، یا برادر، یا پسر ہی کیوں نہ ہو، لِلّٰہ! اپنے حال پر رحم کرو اپنے رب کی بات سنو، دیکھو وہ کیوں کر تمہیں اپنی رحمت کی طرف بلاتا ہے، دیکھو رب عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ ؕ	تُو نہ پائے گا اُنہیں جو ایمان لاتے ہیں اللّٰہ اور قیامت پر کہ اُن کے دل میں ایسوں کی محبت آنے پائے جنھوں نے خدا و رسول سے مخالفت کی، چاہے وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی

أُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (1)

یا عزیز ہی کیوں نہ ہوں، یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کر دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی اور انہیں باغوں میں لے جائیگا، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، ہمیشہ رہیں گے ان میں، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، یہی لوگ اللہ والے ہیں۔ سنتا ہے اللہ والے ہی مراد کو پہنچے۔

اس آیتِ کریمہ میں صاف فرما دیا کہ جو اللہ یا رسول کی جناب میں گستاخی کرے، مسلمان اُس سے دوستی نہ کرے گا، جس کا صریح مفاد ہوا کہ جو اس سے دوستی کرے گا وہ مسلمان نہ ہوگا۔ پھر اس حکم کا قطعاً عام ہونا بِالتَّصریح ارشاد فرمایا کہ باپ، بیٹے، بھائی، عزیز سب کو گِنا یا یعنی کوئی کیسا ہی تمہارے زعم میں مُعَظَّم یا کیسا ہی تمھیں بِالطَّبع محبوب ہو، ایمان ہے تو گستاخی کے بعد اُس سے محبت نہیں رکھ سکتے، اس کی وقعت نہیں مان سکتے ورنہ مسلمان نہ رہو گے۔ مَولیٰ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی کا اتنا فرمانا ہی مسلمان کے لئے بس تھا مگر دیکھو وہ تمہیں اپنی رحمت کی طرف بلاتا، اپنی عظیم نعمتوں کا لالچ دلاتا ہے کہ اگر اللہ ورسول کی عظمت کے آگے تم نے کسی کا پاس نہ کیا، کسی سے علاقہ نہ رکھا تو تمہیں کیا کیا فائدے حاصل ہوں گے۔

(1)......اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں ایمان نقش کر دے گا، جس میں اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی حسنِ خاتمہ کی بشارتِ جلیلہ ہے کہ اللہ کا لکھا نہیں مٹتا۔

(2)......اللہ تعالیٰ رُوح القدُس سے تمہاری مدد فرمائے گا۔

(3)......تمہیں ہمیشگی کی جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔

(4)......تم خدا کے گروہ کہلاؤ گے، خدا والے ہو جاؤ گے۔

(5)......منہ مانگی مرادیں پاؤ گے بلکہ امید وخیال وگمان سے کروڑوں درجے افزوں۔

(6)......سب سے زیادہ یہ کہ اللہ تم سے راضی ہوگا۔

1......مجادلہ: ٢٢.

(7)...... یہ کہ فرماتا ہے ''میں تم سے راضی تم مجھ سے راضی'' بندے کیلئے اس سے زائد اور کیا نعمت ہوتی کہ اس کا رب اس سے راضی ہو مگر انتہائے بندہ نوازی یہ کہ فرمایا ''اللّٰه ان سے راضی وہ اللّٰه سے راضی۔

مسلمانو! خدا لگتی کہنا: اگر آدمی کروڑ جانیں رکھتا ہو اور وہ سب کی سب ان عظیم دولتوں پر نثار کر دے تو واللّٰه کہ مفت پائیں، پھر زید وعَمْرو سے علاقۂ تعظیم ومحبت، یک لخت قطع کر دینا کتنی بڑی بات ہے؟ جس پر اللّٰه تعالیٰ ان بے بہا نعمتوں کا وعدہ فرما رہا ہے اور اس کا وعدہ یقیناً سچا ہے۔ (1)

نوٹ: مذکورہ بالا کلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے مشہور رسالے ''تَمْهِیدِ اِیْمَان بَآیَاتِ قُرْآن'' سے نقل کیا ہے، یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ کی 30 ویں جلد میں موجود ہے اور جداگانہ بھی چھپا ہوا ہے، ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اس رسالے کا ضرور مطالعہ کرے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَؕ-یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْۚ-فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖۚ-وَ مَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا۠(۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللّٰه ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللّٰه کا ہاتھ ہے تو جس نے عہد توڑا اس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللّٰه سے کیا تھا تو بہت جلد اللّٰه اُسے بڑا ثواب دے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جو لوگ تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللّٰه ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللّٰه کا ہاتھ ہے تو جس نے عہد توڑا تو وہ اپنی جان کے خلاف ہی عہد توڑتا ہے اور جس نے اللّٰه سے کئے ہوئے اپنے عہد کو پورا کیا تو بہت جلد اللّٰه اسے عظیم ثواب دے گا۔

ع ۹

(1)...... فتاوی رضویہ، ۳۰/ ۳۰۷-۳۱۲۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ: بیشک جولوگ تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تواللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔﴾ اس سے پہلی آیات میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت اوراس کے مَقاصِد بیان ہوئے اور اس آیت میں یہ بتایا جارہا ہے کہ جس نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے بیعت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے بیعت کی، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بیشک جولوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرتے ہیں کیونکہ رسول سے بیعت کرنا اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرنا ہے جیسے کہ رسول کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور جن ہاتھوں سے انہوں نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بیعت کا شرف حاصل کیا، ان پر اللہ تعالیٰ کا دستِ قدرت ہے تو جس نے عہد توڑا اور بیعت کو پورا نہ کیا وہ اپنی جان کے خلاف ہی عہد توڑتا ہے کیونکہ اس عہد توڑنے کا وبال اسی پر پڑے گا اور جس نے اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے اپنے عہد کو پورا کیا تو بہت جلد اللہ تعالیٰ اسے عظیم ثواب دے گا۔ (1)

نوٹ: اس آیت میں جس بیعت کا ذکر کیا گیا اس کے بارے میں مفسرین فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ بیعت ہے جو حُدَیْبِیَہ کے مقام پر حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے لی تھی اور یہ بیعت ''بیعتِ رضوان'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس بیعت کا واقعہ اسی سورت کی آیت نمبر 18 کی تفسیر میں مذکور ہے۔

آیت "اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ" سے معلوم ہونے والے مسائل

اس سے 5 مسئلے معلوم ہوئے

(1)...... حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسا قرب حاصل ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے بیعت اللہ تعالیٰ سے بیعت ہے۔

(2)...... بیعتِ رضوان والے تمام صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ بڑی ہی شان والے ہیں۔

(3)...... حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بڑی شان والے ہیں کہ یہ بیعت انہیں کی وجہ سے ہوئی۔

(4)...... بزرگوں کے ہاتھ پر بیعت کرنا صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی سنت ہے، خواہ بیعتِ اسلام ہو یا بیعتِ تقویٰ،

---

(1)...... تفسیر کبیر، الفتح، تحت الآیۃ: ١٠، ٧٣/١٠، جلالین، الفتح، تحت الآیۃ: ١٠، ص٤٢٣-٤٢٤، مدارک، الفتح، تحت الآیۃ: ١٠، ص١١٤٢، ملتقطاً.

یابیعتِ توبہ، یا بیعتِ اعمال وغیرہ۔

(5)...... بیعت کے وقت مصافحہ بھی سنت سے ثابت ہے، البتہ عورتوں کو کلام کے ذریعے بیعت کیا جائے کیونکہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کبھی بھی بیعت کے لیے کسی غیر محرم عورت کے ساتھ مصافحہ نہیں کیا۔

سَیَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَاۤ اَمْوَالُنَا وَ اَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ یَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلْ فَمَنْ یَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ؕ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ﴿۱۱﴾ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ یَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰۤى اَهْلِیْهِمْ اَبَدًا وَّ زُیِّنَ ذٰلِكَ فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَ ظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۖۚ وَ كُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَ مَنْ لَّمْ یُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَاِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ سَعِیْرًا ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اب تم سے کہیں گے جو گنوار پیچھے رہ گئے تھے کہ ہمیں ہمارے مال اور ہمارے گھر والوں نے جانے سے مشغول رکھا اب حضور ہماری مغفرت چاہیں اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو اُن کے دلوں میں نہیں تم فرماؤ تو اللہ کے سامنے کسے تمہارا کچھ اختیار ہے اگر وہ تمہارا بُرا چاہے یا تمہاری بھلائی کا ارادہ فرمائے بلکہ اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ بلکہ تم تو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ رسول اور مسلمان ہرگز گھروں کو واپس نہ آئیں گے اور اسی کو اپنے دلوں میں بھلا سمجھے ہوئے تھے اور تم نے بُرا گمان کیا اور تم ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔ اور جو ایمان نہ لائے اللہ اور اس کے رسول پر تو بیشک ہم نے کافروں کے لیے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پیچھے رہ جانے والے دیہاتی اب تم سے کہیں گے کہ ہمیں ہمارے مال اور ہمارے گھر والوں نے مشغول رکھا تو اب آپ ہمارے لئے مغفرت کی دعا کردیں، وہ اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔تم فرماؤ اگر اللہ تمہیں نقصان پہنچانا چاہے یا وہ تمہاری بھلائی کا ارادہ فرمائے تو اللہ کے مقابلے میں کون تمہارے لئے کسی چیز کا اختیار رکھتا ہے؟ بلکہ اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ بلکہ تم تو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ رسول اور مسلمان ہرگز کبھی اپنے گھر والوں کی طرف واپس نہ آئیں گے اور یہ بات تمہارے دلوں میں بڑی خوبصورت بنادی گئی تھی اور تم نے (یہ) بہت برا گمان کیا تھا اور تم ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔اور جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے تو بیشک ہم نے کافروں کے لیے بھڑکتی آگ تیار کررکھی ہے۔

﴿ **سَیَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ: پیچھے رہ جانے والے دیہاتی اب تم سے کہیں گے۔** ﴾ جب رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حُدَیْبِیَہ کے سال عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ فرمایا تو مدینہ منورہ سے قریبی گاؤں والے اور دیہاتی جن کا تعلق غِفار، مزینہ، جہینہ، اشجع اور اسلم قبیلے سے تھا، کفارِ قریش کے خوف سے آپ کے ساتھ نہ گئے حالانکہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور قربانی کے جانور بھی ساتھ تھے جس سے صاف ظاہر تھا کہ جنگ کا ارادہ نہیں ہے، پھر بھی بہت سے دیہاتیوں پر جانا بھاری ہوا اور وہ کام کا بہانہ بنا کر وہیں رہ گئے اور حقیقت میں ان کا گمان یہ تھا کہ قریش بہت طاقتور ہیں، اس لئے مسلمان ان سے بچ کر نہ آئیں گے بلکہ سب وہیں ہلاک ہوجائیں گے۔اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں ان دیہاتیوں کے بارے میں خبر دیتے ہوئے اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا ''اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اللہ تعالٰی کی مدد سے معاملہ ان دیہاتیوں کے خیال کے بالکل خلاف ہوا ہے (اور جب اس کی خبر پہنچے گی تو) انہیں آپ کے ساتھ نہ جانے پر افسوس ہوگا اور جب آپ واپس جائیں گے اور پیچھے رہ جانے والے دیہاتیوں پر عتاب فرمائیں گے تو وہ معذرت کرتے ہوئے آپ سے کہیں گے: ہمیں ہمارے مال اور ہمارے گھر والوں نے مشغول رکھا کیونکہ عورتیں اور بچے اکیلے تھے اور کوئی ان کی خبر گیری کرنے والا نہ تھا، اس لئے ہم آپ کے ساتھ جانے سے قاصر رہے، تو اب آپ ہمارے لئے مغفرت کی دعا کردیں تاکہ اللہ تعالٰی ہمارے اس قصور کو معاف کردے جو ہم نے آپ کے ساتھ نہ جا کر کیا۔اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ لوگ

عذر پیش کرنے اور مغفرت طلب کرنے میں جھوٹے ہیں کیونکہ وہ اپنی زبانوں سے ایسی بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے اور انہیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ آپ ان کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں یا نہیں (اور جب یہ لوگ آپ کے سامنے عذر پیش کریں تو) ان سے فرما دیں: اگر اللہ تعالیٰ تمہیں نقصان پہنچانا چاہے یا وہ تمہاری بھلائی کا ارادہ فرمائے تو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کون تمہارے لئے کسی چیز کا اختیار رکھتا ہے؟ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر تمہارے مال و اولاد پر آفت آنے والی ہوتی تو تم یہاں رہ کر وہ آفت دور نہ کر دیتے اور اگر نہ آنے والی ہوتی تو تمہارے جانے سے وہ ہلاک نہ ہو جاتے، پھر تم کیوں ایسی نعمتِ عُظمیٰ یعنی بیعتِ رضوان سے محروم رہے (اور تم یہ نہ سمجھنا کہ مجھے تمہارے اس جھوٹ کی خبر نہیں) بلکہ یاد رکھو: اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے خبر دار ہے (اور اس نے وحی کے ذریعے مجھے یہ بتا دیا ہے کہ تمہاری غیر حاضری کی وجہ وہ نہیں جو تم بیان کر رہے ہو) بلکہ اے منافقو! اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ تم تو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور مسلمان ہرگز کبھی اپنے گھر والوں کی طرف واپس نہ آئیں گے اور دشمن ان سب کا وہیں خاتمہ کر دیں گے اور شیطان کی طرف سے یہ بات تمہارے دلوں میں بڑی خوبصورت بنا دی گئی تھی یہاں تک کہ تم نے اس پر یقین کر لیا اور یہ گمان کر لیا کہ کفر غالب آئے گا، اسلام مغلوب ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا نہ ہوگا اور اس گمان کی وجہ سے تم ہلاک ہونے والے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق لوگ تھے۔ (1)

آیت نمبر 12 سے معلوم ہوا کہ اس سفر میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ جانے والے 1400 حضرات سب کامل مومن ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ''مومنون'' فرمایا ہے، اب جو بد بخت ان میں سے کسی کے ایمان میں شک کرے وہ اس آیت کا منکر ہے۔

﴿وَمَنْ لَّمْ یُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ: اور جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے۔﴾ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان نہ لائے اور ان میں سے کسی ایک کا بھی منکر ہو، وہ کافر ہے اور اپنے کفر کی وجہ سے اس بھڑکتی آگ کا مستحق ہے جو اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے تیار کر رکھی ہے۔

وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنْ

1 ......مدارك، الفتح، تحت الآية: ١١-١٢، ص١١٤٢-١١٤٣، بغوى، الفتح، تحت الآية: ١١-١٢، ٤/١٧٣، خازن، الفتح، تحت الآية: ١١-١٢، ٤/١٤٧-١٤٨، ملتقطاً.

يَّشَآءُ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب کرے اور اللّٰہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللّٰہ ہی کے لیے ہے، جس کی چاہے مغفرت فرمائے اور جسے چاہے عذاب دے اور اللّٰہ بخشنے والا، مہربان ہے۔

﴿وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: **اور آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللّٰہ ہی کے لیے ہے۔﴾** بیعت کرنے والوں اور بُرے گمان کرنے والوں کا حال بیان کرنے کے بعد یہاں ارشاد فرمایا جارہا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللّٰہ تعالیٰ کے لئے ہے وہ ان میں جیسے چاہے تَصَرُّف فرمائے اور جس کی یہ شان ہے وہ اپنی مَشِیَّت کے مطابق جس کی چاہے مغفرت فرمائے اور جسے چاہے عذاب دے اور (اس کی مغفرت و رحمت عذاب کے مقابلے میں زیادہ ہے جیسا کہ آیت کے آخر میں یہ ارشاد فرمانے سے معلوم ہوا کہ) اللّٰہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ [1]

مغفرت اور عذاب سے متعلق 4 باتیں

یہاں مغفرت اور عذاب سے متعلق 4 باتیں یاد رکھیں:

(1)...... گناہگار مسلمان کی مغفرت فرما دینا اللّٰہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اسے عذاب دینا اس کا عدل ہے اور کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اللّٰہ تعالیٰ کے فضل اور عدل پر اعتراض کر کے اس میں دخل اندازی کرے۔

(2)...... اللّٰہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر حاوی ہے اور عذاب کے مقابلے میں مغفرت زیادہ ہے لیکن اس کی وجہ سے نیک اعمال چھوڑ دینا اور نافرمانیوں میں مبتلا ہو جانا بہت بڑی نادانی ہے۔

(3)...... اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر صحیح طریقے سے ایمان لانا اور ایمان کے تقاضوں کے مطابق عمل کرنا اللّٰہ تعالیٰ کی مغفرت حاصل ہونے کے اہم ترین ذرائع اور اسباب ہیں، انہیں اختیار کرنے کے بعد

[1] ......خازن، الفتح، تحت الآية: ١٤، ٤/١٤٨ ملتقطاً.

اس کے فضل کی امید رکھنی چاہئے اوراس کے عدل سے ڈرنا چاہئے ۔

(4)......جولوگ کافر ہیں اور کسی صورت اپنے کفر سے توبہ کر کے ایمان لانے پر تیارنہیں اور وہ اسی حال میں مرجاتے ہیں، یونہی جو شخص زندگی میں مسلمان رہا لیکن اس کا خاتمہ ایمان پر نہ ہوا، ان کی مغفرت کی کوئی صورت ہی نہیں ہے اور یہ لوگ ہمیشہ کے لئے جہنم میں ہی جائیں گے ۔لہٰذا کافر تو دینِ اسلام میں داخل ہو جائیں اور ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے ایمان کی حفاظت کی فکر کرے ۔

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ؕ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اب کہیں گے پیچھے بیٹھ رہنے والے جب تم غنیمتیں لینے چلو تو ہمیں بھی اپنے پیچھے آنے دو وہ چاہتے ہیں اللّٰہ کا کلام بدل دیں تم فرماؤ ہرگز تم ہمارے ساتھ نہ آ ؤ اللّٰہ نے پہلے سے یونہی فرما دیا ہے تو اب کہیں گے بلکہ تم ہم سے جلتے ہو بلکہ وہ بات نہ سمجھتے تھے مگر تھوڑی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب تم غنیمتیں حاصل کرنے کے لیے ان کی طرف چلو گے تو پیچھے رہ جانے والے کہیں گے: ہمیں بھی اپنے پیچھے آنے دو۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللّٰہ کا کلام بدل دیں۔ تم فرماؤ ہرگز ہمارے پیچھے نہ آ ؤ۔ اللّٰہ نے پہلے سے اسی طرح فرما دیا ہے تو اب کہیں گے: بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو بلکہ وہ منافق بہت تھوڑی بات سمجھتے ہیں۔

﴿**سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ: پیچھے رہ جانے والے کہیں گے۔**﴾ جب مسلمان حُدَیْبِیَہ کی صلح سے فارغ ہو کر واپس ہوئے تو اللّٰہ تعالٰی نے ان سے خیبر کی فتح کا وعدہ فرمایا اور وہاں سے حاصل ہونے والے غنیمت کے اَموال حدیبیہ میں حاضر ہونے والوں کے لئے خاص کر دیئے گئے ، جب خیبر کی طرف روانہ ہونے کا وقت آیا تو مسلمانوں کو یہ خبر دی گئی کہ جو لوگ

حدیبیہ میں حاضر نہیں ہوئے وہ غنیمت کے لالچ میں تمہارے ساتھ جانا چاہیں گے اور تم سے کہیں گے: ہم بھی تمہارے ساتھ خیبر چلیں اور جنگ میں شریک ہوں ۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے حدیبیہ میں شرکت کرنے والوں کے ساتھ جو وعدہ فرمایا کہ خیبر کی غنیمت ان کے لئے خاص ہے، اسے بدل دیں ۔ آپ ان سے فرما دینا کہ تم ہمارے پیچھے ہرگز نہ آؤ، اللہ تعالٰی نے ہمارے مدینہ منورہ آنے سے پہلے یونہی فرما دیا ہے کہ غزوۂ خیبر میں وہی شریک ہوں گے اور اس کی غنیمتیں انہیں ہی ملیں گی جنہوں نے حدیبیہ میں شرکت کی تھی (اور ہم تمہیں اپنے ساتھ آنے کی اجازت دے کر اس حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے) یہ جواب سن کر وہ (صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ سے) کہیں گے: ایسی بات نہیں ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تم ہم سے حسد کرتے ہو اور یہ گوارا نہیں کرتے کہ ہم تمہارے ساتھ غنیمت کا مال پائیں ۔ (صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ میں تو حسد کا شائبہ تک نہیں) بلکہ وہ منافق دین کی بہت تھوڑی بات سمجھتے ہیں اور ان کا حال یہ ہے کہ محض دنیا کی بات سمجھتے ہیں، حتّٰی کہ ان کا زبانی اقرار بھی دنیا ہی کی غرض سے تھا اور آخرت کے اُمور کو بالکل نہیں سمجھتے ۔[1]

یہاں فتحِ خیبر اور اس سے حاصل ہونے والی غنیمت کی تقسیم سے متعلق مزید دو باتیں ملاحظہ ہوں:

(1)......صلحِ حدیبیہ 6 ہجری میں ہوئی اور فتحِ خیبر 7 ہجری میں، خیبر نہایت آسانی سے فتح ہو گیا اور وہاں مسلمانوں کو بہت غنیمتیں ملیں ۔

(2)......حضرت جعفر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جنگِ خیبر کے موقعہ پر حبشہ سے پہنچے تو حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں بھی غنیمت سے حصہ دیا، یہ عطیہ سلطانی تھا، لہٰذا اس عطا کی وجہ سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا ۔

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِیْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ یُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِیْعُوْا یُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّیْتُمْ مِّنْ قَبْلُ یُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۶﴾

[1]......بغوی، الفتح، تحت الآیة: ١٥، ١٧٤/٤، جمل، الفتح، تحت الآیة: ١٥، ٢١٦/٧-٢١٧، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اُن پیچھے رہ گئے ہوئے گنواروں سے فرماؤ عنقریب تم ایک سخت لڑائی والی قوم کی طرف بلائے جاؤ گے کہ اُن سے لڑو یا وہ مسلمان ہوجائیں پھر اگر تم فرمان مانو گے اللہ تمہیں اچھا ثواب دے گا اور اگر پھر جاؤ گے جیسے پہلے پھر گئے تو تمہیں دردناک عذاب دے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پیچھے رہ جانے والے دیہاتیوں سے فرماؤ: عنقریب تمہیں ایک سخت لڑائی والی قوم کی طرف بلایا جائے گا تم ان سے لڑو گے یا وہ مسلمان ہوجائیں گے پھر اگر تم فرمانبرداری کرو گے تو اللہ تمہیں اچھا ثواب دے گا اور اگر پھرو گے جیسے تم اس سے پہلے پھر گئے تھے تو وہ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔

﴿**قُلْ لِّلْمُخَلَّفِیْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ: پیچھے رہ جانے والے دیہاتیوں سے فرماؤ۔**﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ حکم دیا کہ وہ حدیبیہ میں شریک نہ ہونے والے دیہاتیوں کو جنگِ خیبر میں اپنے ساتھ آنے سے منع کردیں اور ان دیہاتیوں کا حال یہ تھا کہ ان کا تعلق مختلف قبائل سے تھا اور ان میں بعض ایسے بھی تھے جن کے تائب ہونے کی امید تھی اور بعض ایسے بھی تھے جو نفاق میں بہت پختہ اور سخت تھے، اللہ تعالیٰ کو انہیں آزمائش میں ڈالنا منظور ہوا تاکہ توبہ کرنے والے اور نہ کرنے والے میں فرق ہوجائے، اس لئے حکم ہوا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ان دیہاتیوں سے فرمادیجئے: عنقریب تمہیں ایک سخت لڑائی کرنے والی قوم کی طرف بلایا جائے گا تاکہ تم ان سے جنگ کرو یا وہ لوگ مسلمان ہوجائیں، پھر اگر تم بلانے والے کی فرمانبرداری کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا میں غنیمت اور آخرت میں جنت کی صورت میں اچھا اجر دے گا اور اگر فرمانبرداری کرنے سے پھرو گے جیسے تم اس سے پہلے حدیبیہ کے موقع پر پھر گئے تھے تو وہ تمہیں آخرت میں دردناک عذاب دے گا۔

سخت لڑائی والی قوم سے کون لوگ مراد ہیں، ان کے بارے میں مفسرین کے مختلف اَقوال ہیں، ان میں سے دو قول درج ذیل ہیں:

(1)......ان سے یمامہ کے رہائشی بنوحنیفہ مراد ہیں جو کہ مُسیلمہ کذّاب کی قوم کے لوگ ہیں اور ان سے جنگ کرنے کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دعوت دی۔ حضرت رافع بن خدیج رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ہم اس آیت کو پہلے پڑھتے تھے اور ہمیں معلوم نہیں تھا کہ اس جنگجو قوم سے کون سی قوم مراد ہے، حتّٰی کہ حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ہمیں بنو حنیفہ کے خلاف جنگ کی دعوت دی، تب ہمیں پتہ چلا کہ اس جنگجو قوم سے مراد بنو حنیفہ ہیں۔

(2)......ان سے مراد فارس اور رُوم کے لوگ ہیں جن سے جنگ کرنے کیلئے حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دعوت دی۔[1]

حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی خلافت صحیح ہونے کی دلیل

یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی خلافت صحیح ہونے کی دلیل ہے، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ (اس آیت کے نزول کے بعد تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانہ میں کسی جہاد کے لئے ان دیہاتیوں کو دعوت نہیں دی گئی، آپ کے وصالِ ظاہری کے بعد) حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے زمانہ میں مُرتدوں اور کافروں کے خلاف جہاد ہوئے اور ان جہادوں میں شرکت کی دعوت دی گئی (اس سے معلوم ہوا کہ جنگجو قوم کے خلاف لڑائی کی دعوت دینے والا برحق امام ہے)۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ان حضرات کی اطاعت پر جنت کا اور ان کی مخالفت پر جہنم کا وعدہ دیا گیا (جس سے معلوم ہوا کہ ان کی اطاعت کرنا اور مخالفت نہ کرنا لازم تھا اور یہ حکم بھی برحق امام کیلئے ہے)۔[2]

لَیْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْمَرِیْضِ حَرَجٌؕ وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُۚ وَ مَنْ یَّتَوَلَّ یُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِیْمًا۠(۱۷)

ع ۲ النصف

---

1 ......خازن، الفتح، تحت الآیۃ: ١٦، ٤/١٤٩-١٥٠، مدارک، الفتح، تحت الآیۃ: ١٦، ص١١٤٣-١١٤٤، قرطبی، الفتح، تحت الآیۃ: ١٦، ٨/١٩٥-١٩٦، الجزء السادس عشر، روح البیان، الفتح، تحت الآیۃ: ١٦، ٩/٣٠-٣٢، ملتقطاً.

2 ......خازن، الفتح، تحت الآیۃ: ١٦، ٤/١٤٩، مدارک، الفتح، تحت الآیۃ: ١٦، ص١١٤٣، قرطبی، الفتح، تحت الآیۃ: ١٦، ٨/١٩٥-١٩٦، الجزء السادس عشر، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اندھے پر تنگی نہیں اور نہ لنگڑے پر مضائقہ اور نہ بیمار پر مواخذہ اور جو **اللہ** اور اس کے رسول کا حکم مانے **اللہ** اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں اور جو پھر جائے گا اُسے دردناک عذاب فرمائے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اندھے پر کوئی تنگی نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی مضائقہ اور نہ بیمار پر کوئی حرج ہے اور جو **اللہ** اور اس کے رسول کا حکم مانے تو **اللہ** اسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور جو پھرے **اللہ** اسے دردناک عذاب دے گا۔

﴿لَیْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ : اندھے پر کوئی تنگی نہیں۔﴾ شانِ نزول: جب اوپر کی آیت نازل ہوئی تو جو لوگ اپاہج اور معذور تھے انہوں نے عرض کی: یارسولَ **اللہ**! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہمارا کیا حال ہوگا؟ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور فرمایا گیا: جہاد سے رہ جانے کی صورت میں اندھے پر کوئی تنگی نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی مضائقہ اور نہ بیمار پر کوئی حرج ہے کہ یہ عذر ظاہر ہے اور ان کے لئے جہاد میں حاضر نہ ہونا جائز ہے کیونکہ نہ یہ لوگ دشمن پر حملہ کرنے کی طاقت رکھتے ہیں، نہ اس کے حملہ سے بچنے اور بھاگنے کی۔

یاد رہے کہ انہیں کے حکم میں وہ بوڑھے اور ضعیف افراد بھی داخل ہیں جنہیں نشست و برخاست کی طاقت نہیں، اسی طرح وہ بیمار بھی داخل ہیں جنہیں دمہ کھانسی ہے، یا جن کی تلّی بہت بڑھ گئی ہے اور انہیں چلنا، پھرنا دشوار ہے، ظاہر ہے کہ یہ عذر جہاد سے روکنے والے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی اَعذار ہیں جن کے ہوتے ہوئے جہاد میں شرکت نہ کرنا جائز ہے مثلاً انتہاء درجہ کی محتاجی اور سفر کے لئے درکار ضروری چیزوں پر قدرت نہ رکھنا، یا ایسی ضروری مشغولیات جو سفر سے مانع ہوں، جیسے کسی ایسے مریض کی خدمت میں مصروف ہے جس کی خدمت کرنا اس پر لازم ہے اور اس کے سوا کوئی اس خدمت کو انجام دینے والا نہیں ہے۔[1]

﴿وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ : اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے۔﴾ اور جو **اللہ** اور اس کے رسول کا حکم مانے۔ ارشاد فرمایا کہ جو شخص جہاد اور اس کے علاوہ دیگر احکام میں **اللہ** تعالٰی اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حکم مانے گا تو (اس کی جزا کے طور پر) **اللہ** تعالٰی اسے ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور جو اطاعت

1 ……خازن، الفتح، تحت الآیۃ: ١٧، ٤/١٥٠.

سے اِعراض کرے گا اور کفر و نفاق پر ہی قائم رہے گا تو (اس کی سزا کے طور پر) اللّٰہ تعالیٰ اسے آخرت میں دردناک عذاب دے گا۔ (1)

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللّٰہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللّٰہ نے جانا جو اُن کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اُتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللّٰہ ایمان والوں سے راضی ہوا جب وہ درخت کے نیچے تمہاری بیعت کررہے تھے تو اللّٰہ کو وہ معلوم تھا جو ان کے دلوں میں تھا تو اس نے ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔

﴿لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ: بیشک اللّٰہ ایمان والوں سے راضی ہوا۔﴾ حُدَیْبِیَہ میں حاضر ہونے سے پیچھے رہ جانے والوں کے اَحوال بیان کرنے کے بعد یہاں سے دوبارہ حدیبیہ میں شرکت کرنے والوں کا حال بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بیشک اللّٰہ تعالیٰ ایمان والوں سے راضی ہوا جب وہ حدیبیہ کے مقام پر درخت کے نیچے تمہاری بیعت کررہے تھے اور جس چیز پر بیعت کررہے تھے اس سے متعلق ان کے دلوں میں موجود صدق، اخلاص اور وفا سب اللّٰہ تعالیٰ کو معلوم تھا تو اللّٰہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔ اس سے خیبر کی فتح مراد ہے جو کہ حدیبیہ سے واپس آنے کے چھ ماہ بعد حاصل ہوئی۔ (2)

حُدَیْبِیَہ کے مقام پر جن صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے بیعت کی انہیں چونکہ رضائے الٰہی کی بشارت دی گئی،

1 ......خازن، الفتح، تحت الآیة: ۱۷، ۴/۱۵۰.

2 ......تفسیر کبیر، الفتح، تحت الآیة: ۱۸، ۱۰/۷۹، خازن، الفتح، تحت الآیة: ۱۸، ۴/۱۵۰-۱۵۱، مدارك، الفتح، تحت الآیة: ۱۸، ص۱۱۴۴، ملتقطاً.

اس لئے اس بیعت کو ’’بیعتِ رضوان‘‘ کہتے ہیں۔اس بیعت کا ظاہری سبب یہ پیش آیا کہ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حدیبیہ سے حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اَشرافِ قریش کے پاس مکہ مکرمہ بھیجا تاکہ انہیں اس بات کی خبر دیں کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بَیْتُ اللّٰہ کی زیارت کے لئے عمرہ کے ارادے سے تشریف لائے ہیں اور آپ کا ارادہ جنگ کرنے کا نہیں ہے اور اِن سے یہ بھی فرمادیا تھا کہ جو کمزور مسلمان وہاں ہیں اُنہیں اطمینان دلا دیں کہ مکہ مکرمہ عنقریب فتح ہوگا اور اللّٰہ تعالٰی اپنے دین کو غالب فرمائے گا۔حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سردارانِ قریش کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں خبر دی۔قریش اس بات پر مُتّفق رہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس سال تو تشریف نہ لائیں اور حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کہا کہ اگر آپ کعبہ مُعَظَّمہ کا طواف کرنا چاہیں تو کرلیں۔حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ایسا نہیں ہوسکتا کہ میں رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بغیر طواف کروں۔اِدھر حدیبیہ میں موجود مسلمانوں نے کہا: حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بڑے خوش نصیب ہیں جو کعبہ مُعَظَّمہ پہنچے اور طواف سے مُشَرَّف ہوئے۔حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’میں جانتا ہوں کہ وہ ہمارے بغیر طواف نہ کریں گے۔حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم کے مطابق مکہ مکرمہ کے کمزور مسلمانوں کو فتح کی بشارت بھی پہنچائی، پھر قریش نے حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو روک لیا اور حدیبیہ میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ شہید کردیئے گئے ہیں۔اس پر مسلمانوں کو بہت جوش آیا اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے کفار کے مقابلے میں جہاد پر ثابت قدم رہنے کی بیعت لی ، یہ بیعت ایک بڑے خاردار درخت کے نیچے ہوئی جسے عرب میں ’’سَمُرَہ‘‘ کہتے ہیں۔حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنا بایاں دستِ مبارک دائیں دستِ اَقدس میں لیا اور فرمایا کہ یہ عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بیعت ہے اور دعا فرمائی: یارب! عَزَّوَجَلَّ، عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تیرے اور تیرے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے کام میں ہیں۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نورِ نبوت سے معلوم تھا کہ حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ شہید نہیں ہوئے جبھی تو ان کی بیعت لی۔مشرکین اس بیعت کا حال سن کر خوفزدہ ہوئے اور انہوں نے

حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بھیج دیا۔ [1]

بیعتِ رضوان میں شرکت کرنے والے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی فضیلت

اس بیعت میں جن صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے شرکت فرمائی، ان کی ایک فضیلت تو اسی آیتِ پاک میں بیان ہوئی کہ **اللہ** تعالیٰ نے انہیں خاص طور پر اپنی رضا سے نوازا اور دوسری فضیلت حدیثِ پاک میں بیان ہوئی ہے، جیسا کہ حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جن لوگوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی اُن میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔ [2]

آیت ’’لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ‘‘ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے 4 مسئلے معلوم ہوئے

(1)...... بیعتِ رضوان میں شرکت کرنے والے سارے ہی مخلص مومن ہیں کیونکہ **اللہ** تعالیٰ نے انہیں کسی تخصیص کے بغیر مومن فرمایا۔

(2)...... یہ بیعت کرنے والے تمام حضرات سے **اللہ** تعالیٰ خاص طور پر راضی ہو چکا ہے۔

(3)...... اس خصوصی رضا کا سبب یہ بیعت ہے کہ ارشاد ہوا ’’ **اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ** ‘‘ جب وہ تمہاری بیعت کر رہے تھے۔

(4)...... بیعت ایمان کے سوا اعمال وغیرہ پر بھی ہونی چاہیے۔

وَّ مَغَانِمَ كَثِیْرَةً یَّاْخُذُوْنَهَاؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بہت سی غنیمتیں جن کو لیں اور **اللہ** عزت و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بہت سی غنیمتیں جنہیں وہ لیں گے اور **اللہ** عزت والا، حکمت والا ہے۔

﴿ **وَ مَغَانِمَ كَثِیْرَةً یَّاْخُذُوْنَهَا:** اور بہت سی غنیمتیں جنہیں وہ لیں گے۔ ﴾ یعنی حدیبیہ میں شرکت کرنے والوں کو **اللہ**

---

[1] ......خازن، الفتح، تحت الآیۃ: ١٨، ٤/١٥٠-١٥١، خزائن العرفان، الفتح، تحت الآیۃ: ١٨، ص٩٤٣۔

[2] ......ترمذی، کتاب المناقب، باب فی فضل من بایع تحت الشجرۃ، ٥/٤٦٢، الحدیث: ٣٨٦٦۔

تعالیٰ دُنْیَوی انعام کے طور پر ''خیبر کی فتح'' عطا فرمائے گا اور اس فتح میں غنیمت کے طور پر خیبر والوں کے بہت سے اَموال بھی عطا فرمائے گا جنہیں وہ لیں گے اور اللّٰہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ اس کی قدرت وغلبہ کامل ہے اور وہ تمہاری مدد سے بے نیاز ہے اور کامل حکمت والا ہے، اسی لئے اس نے اپنے دشمنوں کو تمہارے ہاتھوں سے ہلاک کروایا تاکہ تمہیں ثواب ملے۔[1]

یاد رہے کہ خیبر کا علاقہ بڑا زرخیز تھا اور یہاں عمدہ کھجوریں بکثرت پیدا ہوتی تھیں اور یہاں کے یہودی مالدار بھی بہت تھے، جب خیبر فتح ہوا تو ان کے اَموال رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ میں تقسیم فرمائے۔

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِیْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَیْدِیَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَیَهْدِیَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ۙ(۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ نے تم سے وعدہ کیا ہے بہت سی غنیمتوں کا کہ تم لوگے تو تمہیں یہ جلد عطا فرمادی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے اور اس لیے کہ ایمان والوں کے لیے نشانی ہو اور تمہیں سیدھی راہ دکھا دے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللّٰہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے جو تم حاصل کرو گے تو تمہیں یہ جلد عطا فرمادی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے اور تاکہ ایمان والوں کے لیے نشانی ہو اور تاکہ وہ تمہیں سیدھا راستہ دکھائے۔

﴿وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِیْرَةً: اور اللّٰہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے۔﴾ یعنی اے حدیبیہ میں شرکت کرنے والو! اللّٰہ تعالیٰ نے تم سے خیبر کے علاوہ بھی بہت سے اموالِ غنیمت کا وعدہ کیا ہے جنہیں تم آئندہ فتوحات کے

1 ......خازن، الفتح، تحت الآیة: ۱۹، ٤/ ۱۵۱، تفسیر کبیر، الفتح، تحت الآیة: ۱۹، ۱۰/ ۷۹-۸۰، ملتقطاً۔

ذریعے حاصل کرتے رہو گے، تو سرِ دست تمہیں یہ خیبر کی غنیمت عطا فرما دی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ خیبر والوں کے ہاتھ مسلمانوں سے روک دیئے (کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا جس کی وجہ سے وہ کثیر تعداد اور حربی قوت ہونے کے باوجود مسلمانوں پر فتح حاصل نہ کر سکے،) یا یہ مراد ہے کہ مسلمانوں کے اہل وعیال سے لوگوں کے ہاتھ روک دیئے کہ وہ خوفزدہ ہو کر انہیں نقصان نہ پہنچا سکے۔ اس کا واقعہ یہ ہوا کہ جب مسلمان جنگِ خیبر کے لئے روانہ ہوئے تو خیبر والوں کے حلیف بنی اسد وغطفان نے چاہا کہ مسلمانوں کے پیچھے مدینہ طیبہ پر حملہ کر کے ان کے اہل وعیال کو لوٹ لیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈالا کہ انہیں اس کی ہمت ہی نہ ہوئی۔[1]

﴿وَ لِتَكُوْنَ اٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ: اور تا کہ ایمان والوں کے لیے نشانی ہو۔﴾ یعنی یہ غنیمت دینا اور دشمنوں کے ہاتھ روک دینا اس لئے کیا تا کہ یہ ایمان والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد کی نشانی ہو اور وہ اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ لیں کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں جو غیب کی خبر دی وہ سچی ہے اور تا کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے رب پر توکُّل کرنے اور اپنے کام اس کے سپرد کر دینے کا سیدھا راستہ دکھائے جس سے بصیرت اور یقین زیادہ ہو۔[2]

اس سے معلوم ہوا کہ صلحِ حدیبیہ میں حاضر ہونے والے مومنین ہدایت پر تھے اور ہدایت پر رہے، ان میں سے کوئی ہدایت سے نہ ہٹا تو جو اس کا انکار کرے وہ اس آیت کا منکر ہے۔

وَّ اُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَاؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ایک اور جو تمہارے بل کی نہ تھی وہ اللہ کے قبضہ میں ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور دوسری غنیمتوں کا (بھی وعدہ فرمایا ہے) جن پر تمہیں قدرت نہیں، انہیں اللہ نے گھیر رکھا ہے اور

[1]......جلالین مع صاوی، الفتح، تحت الآیة: ۲۰، ۵/۱۹۷۴-۱۹۷۵، خازن، الفتح، تحت الآیة: ۲۰، ۴/۱۵۱، ملتقطاً.

[2]......روح البیان، الفتح، تحت الآیة: ۲۰، ۹/۳۶، جلالین مع صاوی، الفتح، تحت الآیة: ۲۰، ۵/۱۹۷۵، خازن، الفتح، تحت الآیة: ۲۰، ۴/۱۵۱، ملتقطا.

اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

﴿وَّ اُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهَا: اور دوسری غنیمتوں کا جن پر تمہیں قدرت نہیں۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک اور علاقے کی فتح اور اس سے حاصل ہونے والے اموالِ غنیمت کا تم سے وعدہ فرمایا ہے جسے فتح کرنے پر تمہیں قدرت نہ تھی، اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے انہیں گھیر رکھا ہے تاکہ تم ان پر فتح و غنیمت حاصل کرو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: اس علاقے سے فارس اور رُوم مراد ہے، اہلِ عرب ان سے جنگ کرنے پر قادر نہ تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دینِ اسلام سے مُشَرَّف فرمایا اور اس کی برکت سے عرب والوں کو اہلِ فارس اور رُوم سے جنگ کرنے کی قدرت عطا فرما دی۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں: اس سے خیبر مراد ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے پہلے سے وعدہ فرمایا تھا اور مسلمانوں کو کامیابی کی اُمید نہ تھی، اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح دی۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے فتحِ مکہ مراد ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے ہر وہ فتح مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عطا فرمائی۔ (1)

وَ لَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا یَجِدُوْنَ وَلِیًّا وَّ لَا نَصِیْرًا ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر کافر تم سے لڑیں تو ضرور تمہارے مقابلہ سے پیٹھ پھیر دیں گے پھر نہ کوئی حمایتی پائیں گے نہ مددگار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر کافر تم سے لڑیں گے تو ضرور تمہارے مقابلہ سے پیٹھ پھیر دیں گے پھر وہ کوئی حمایتی اور مددگار نہ پائیں گے۔

1 ......خازن، الفتح، تحت الآیة: ۲۱، ۴/۱۵۴۔

﴿وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا: اور اگر کافر تم سے لڑیں گے۔﴾ یعنی اہلِ مکہ اگر صلح کرنے کی بجائے جنگ کرتے یا اہلِ خیبر کے حلیف قبیلہ اسد اور قبیلہ غطفان کے لوگ تم سے جنگ کرنے کی ہمت کریں تو یہ لوگ تمہارے مقابلے میں ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے، تم ہی ان پر غالب آؤ گے اور انہیں شکست ہوگی، پھر وہ اپنا کوئی حمایتی اور مددگار نہ پائیں گے۔ (1) بعض علماء فرماتے ہیں کہ اگر اب بھی مسلمان صحیح مسلمان ہوکر یعنی صحیح طریقے سے اسلامی احکام پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے جنگ کریں تو بدر و حُنَین کے نظارے نظر آسکتے ہیں۔

سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚۖ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿٢٣﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کا دستور ہے کہ پہلے سے چلا آتا ہے اور ہرگز تم اللہ کا دستور بدلتا نہ پاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کا دستور ہے جو پہلے لوگوں میں گزر چکا ہے اور تم ہرگز اللہ کے دستور میں تبدیلی نہ پاؤ گے۔

﴿سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ: اللہ کا دستور ہے جو پہلے لوگوں میں گزر چکا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے کہ وہ ایمان والوں کی مدد فرماتا اور کافروں پر قہر فرماتا ہے جیسا کہ گزشتہ امتوں کے حالات سے ظاہر ہے اور تم ہرگز اللہ تعالیٰ کے اس دستور میں تبدیلی نہ پاؤ گے، یعنی یہ کبھی نہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کفار کے مقابلے میں ایمان والوں کی مدد بلاوجہ نہ فرمائے، اگر کبھی مسلمان شکست کھاجائیں تو یا ان کی اپنی غلطی ہوگی یا اس میں اللہ تعالیٰ کی خاص حکمت ہوگی اور یہ شکست بھی عارضی ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ بہت دفعہ مسلمانوں کا مغلوب ہوجانا اس آیت کے خلاف نہیں ہے اور کافروں کے غلبے کو بنیاد بنا کر اس آیت پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔

وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿٢٤﴾

---

1 ......خازن، الفتح، تحت الآية: ٢٢، ٤/١٥٤، مدارك، الفتح، تحت الآية: ٢٢، ص١١٤٥، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جس نے اُن کے ہاتھ تم سے روک دیئے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے وادی مکہ میں بعد اس کے کہ تمہیں ان پر قابو دے دیا تھا اور اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جس نے وادیٔ مکہ میں کافروں کے ہاتھ تم سے روک دیئے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے حالانکہ اللہ نے تمہیں ان پر قابو دے دیا تھا اور اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ: اور وہی ہے جس نے کافروں کے ہاتھ تم سے روک دیئے۔﴾ ارشاد فرمایا: اللہ وہی ہے جس نے وادیٔ مکہ میں کافروں کے ہاتھ تم سے (لڑائی کرنے سے) روک دیئے اور تمہارے ہاتھ ان کافروں (کو قتل کرنے) سے روک دیئے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کافروں پر قابو دے دیا تھا (اور تم انہیں آسانی سے قتل کر سکتے تھے، اگر تم انہیں قتل کر دیتے تو دونوں طرف سے لڑائی چھڑ جاتی اور اس لڑائی میں اگرچہ مسلمان ہی غالب آتے لیکن اس موقع پر یہ مسلمانوں کے حق زیادہ مفید نہ ہوتی، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے جنگ کا سبب پیدا ہی نہ ہونے دیا) اور اللہ تعالیٰ تمہارے کام دیکھتا ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہ معاملہ فتحِ مکہ کے دن ہوا اور اسی سے امامِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ ثابت فرمایا ہے کہ مکہ مکرمہ صلح سے نہیں بلکہ قوت سے فتح ہوا تھا اور بعض مفسرین کے نزدیک صلحِ حدیبیہ کے موقع پر ایسا ہوا۔[1]

اور اس آیت کے شانِ نزول سے متعلق حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ اہلِ مکہ میں سے 80 ہتھیار بند جوان جبلِ تنعیم سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے ارادہ سے اُترے، مسلمانوں نے انہیں گرفتار کر کے سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر کر دیا حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے معاف فرمایا اور چھوڑ دیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[2]

هُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ الْهَدْیَ مَعْكُوْفًا اَنْ یَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَ لَوْ لَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَ نِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ

---

1 ......مدارك، الفتح، تحت الآية: ٢٤، ص١١٤٥.

2 ......در منثور، الفتح، تحت الآية: ٢٤، ٧/٥٢٧، خزائن العرفان، الفتح، تحت الآیۃ: ۲۴، ص۹۴۴۔

لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِیْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَیْرِ عِلْمٍۚ لِیُدْخِلَ اللّٰهُ فِیْ رَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُۚ لَوْ تَزَیَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ وہ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجدِ حرام سے روکا اور قربانی کے جانور رُکے پڑے اپنی جگہ پہنچنے سے اور اگر یہ نہ ہوتا کچھ مسلمان مرد اور کچھ مسلمان عورتیں جن کی تمہیں خبر نہیں کہیں تم اُنہیں روند ڈالو تو تمہیں اُن کی طرف سے انجانی میں کوئی مکروہ پہنچے تو ہم تمہیں ان کے قتال کی اجازت دیتے ان کا یہ بچاؤ اس لیے ہے کہ اللہ اپنی رحمت میں داخل کرے جسے چاہے اگر وہ جدا ہوجاتے تو ہم ضرور ان میں کے کافروں کو دردناک عذاب دیتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانوروں کو (روکا) اس حال میں کہ وہ اپنی قربانی کی جگہ پہنچنے سے رُکے ہوئے تھے اور اگر (مکہ میں) کچھ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں نہ ہوتے جن کی تمہیں خبر نہیں (اور یہ بات نہ ہوتی کہ) تم انہیں روند ڈالو گے پھر تمہیں ان کی طرف سے لاعلمی میں کوئی ناپسندیدہ بات پہنچے گی (تو ہم تمہیں کفارِ مکہ سے جہاد کی اجازت دیدیتے۔ ان کا یہ بچاؤ) اس لیے ہے کہ اللہ اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے جسے چاہتا ہے۔ اگر مسلمان (وہاں سے) ہٹ جاتے تو ہم ضرور ان میں سے کافروں کو دردناک عذاب دیتے۔

﴿هُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: وہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا۔﴾ یعنی کفارِ مکہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں حدیبیہ کے مقام پر مسجد حرام تک پہنچنے اور کعبہ مُعَظَّمہ کا طواف کرنے سے روکا اور قربانی کے جانوروں کو حرم میں موجود اس مقام پر پہنچنے سے روکا جہاں انہیں ذبح کیا جانا تھا اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ کچھ مسلمان مرد اور کچھ مسلمان عورتیں مکہ مکرمہ میں موجود ہیں جنہیں تم پہچانتے نہیں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنے حملے میں تم انہیں بھی روند ڈالو، پھر تمہیں اس پر افسوس ہو کہ تم نے اپنے ہاتھوں اپنے مسلمان بھائیوں کو شہید کردیا، اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہم تمہیں اہلِ مکہ سے جہاد کی

اجازت دیدیتے لیکن مسلمان مَردوں،عورتوں کی مکہ میں موجودگی کی وجہ سے ابھی تک مکہ کے کافروں کی بھی بچت ہورہی ہے اوران کا یہ بچاؤاس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے۔اگر مسلمان کافروں سے ممتاز ہوجاتے تواس وقت ہم ضرور اہلِ مکہ میں سے کافروں کوتمہارے ہاتھ سے قتل کراکے اورتمہاری قید میں لاکر دردناک عذاب دیتے۔[1]

نیک بندوں کے طفیل بدکاروں سے عذاب ٹل جاتا ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نیک بندوں کے طفیل بدکاروں سے عذاب ٹل جاتا ہے جیسے آیت میں مسلمانوں کی وجہ سے کافروں سے عذاب کے مُؤخّر ہونے کا تذکرہ ہے اور یہ معاملہ صرف دنیا میں نہیں بلکہ مسلمان گناہگاروں کے حق میں قبر وآخرت میں بھی نیکوں کے قرب کی برکتیں ہوتی ہیں،اسی مناسبت سے یہاں ایک حکایت ملاحظہ ہو، چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: میں نے حضرت میاں صاحب قبلہ قُدِّسَ سِرُّہٗ کو فرماتے سنا:ایک جگہ کوئی قبر کھل گئی اور مردہ نظر آنے لگا۔دیکھا کہ گلاب کی دوشاخیں اس کے بدن سے لپٹی ہیں اور گلاب کے دو پھول اس کے نتھنوں پر رکھے ہیں۔اس کے عزیزوں نے اِس خیال سے کہ یہاں قبر پانی کے صدمہ سے کھل گئی،دوسری جگہ قبر کھود کراس میں رکھیں،اب جو دیکھیں تو دواژدھے اس کے بدن سے لپٹے اپنے پھَنوں سے اس کا منہ بھموڑ رہے ہیں،حیران ہوئے۔کسی صاحبِ دل سے یہ واقعہ بیان کیا،انہوں نے فرمایا: وہاں بھی یہ اژدھا ہی تھے مگر ایک وَلِیُّ اللہ کے مزار کا قرب تھا اس کی برکت سے وہ عذاب رحمت ہوگیا تھا،وہ اژدھے درختِ گُل کی شکل ہوگئے تھے اوران کے پھَن گلاب کے پھول۔اِس کی خیریت چاہو تو وہیں لے جاکر دفن کرو۔وہیں لے جاکر رکھا پھر وہی درختِ گل تھے اور وہی گلاب کے پھول۔[2]

اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى

1 ......خازن،الفتح،تحت الآیة:۲۵، ۴/۱۵۹-۱۶۰، جلالین مع صاوی،الفتح،تحت الآیة: ۲۵، ۵/۱۹۷۸-۱۹۷۹، ملتقطاً.

2 ......ملفوظات اعلیٰ حضرت،حصہ دوم،ص۲۷۰۔

وَ كَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَ اَهْلَهَاؕ-وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا۠(۲۶)

ترجمۂ کنزالایمان: جب کہ کافروں نے اپنے دلوں میں اَڑ رکھی وہی زمانۂ جاہلیت کی اَڑ تو اللّٰہ نے اپنا اطمینان اپنے رسول اور ایمان والوں پر اُتارا اور پرہیزگاری کا کلمہ اُن پر لازم فرمایا اور وہ اس کے زیادہ سزاوار اور اس کے اہل تھے اور اللّٰہ سب کچھ جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے حبیب! یاد کریں) جب کافروں نے اپنے دلوں میں زمانہ جاہلیت کی ہٹ دھرمی جیسی ضد رکھی تو اللّٰہ نے اپنا اطمینان اپنے رسول اور ایمان والوں پر اتارا اور پرہیزگاری کا کلمہ ان پر لازم فرمادیا اور مسلمان اس کلمہ کے زیادہ حق دار اور اس کے اہل تھے اور اللّٰہ سب کچھ جاننے والا ہے۔

﴾ **اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ: جب کافروں نے اپنے دلوں میں زمانۂ جاہلِیَّت کی ہٹ دھرمی جیسی ہٹ دھرمی رکھی۔** ﴿ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ وقت یاد کریں جب کافروں نے اپنے دلوں میں زمانۂ جاہلِیَّت کی ہٹ دھرمی جیسی ضد رکھی کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو مکے میں داخل ہونے اور کعبہ مُعَظَّمہ کا طواف کرنے سے روکا تو اللّٰہ تعالیٰ نے اپنا اطمینان اپنے رسول اور ایمان والوں پر اتارا جس کی برکت سے اُنہوں نے آئندہ سال آنے پر صلح کی، اگر وہ بھی کفارِ قریش کی طرح ضد کرتے تو ضرور جنگ ہو جاتی اور پرہیزگاری کا کلمہ ایمان والوں پر لازم فرمادیا اور کافروں کے مقابلے میں مسلمان اس کلمہ کے زیادہ حق دار اور اس کے اہل تھے کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دین اور اپنے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی صحبت سے مُشَرَّف فرمایا اور اللّٰہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ کافروں کا حال بھی جانتا ہے اور مسلمانوں کی بھی کوئی چیز اس سے مخفی نہیں۔ (1)
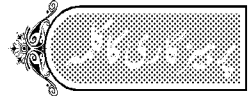
اس آیت میں بیان ہوا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے حُدَیْبِیَہ میں شریک صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ پر پرہیزگاری کا کلمہ

1 ......روح البیان، الفتح، تحت الآیۃ: ۲۶، ۹/۴۹-۵۰، جلالین، الفتح، تحت الآیۃ: ۲۶، ص۴۲۵، خازن، الفتح، تحت الآیۃ: ۲۶، ۴/۱۶۰، ملتقطاً.

لازم فرمادیا، اس کلمے سے مراد ”لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه“ ہے اور اسے ”تقویٰ“ کی طرف اس لئے منسوب کیا گیا کہ یہ تقویٰ و پرہیزگاری حاصل ہونے کا سبب ہے۔[1]

حضرت حمران رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، (حضرت عثمان بن عفان رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے) فرمایا: میں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ”بے شک میں وہ کلمہ جانتا ہوں جسے کوئی بندہ دل سے حق سمجھ کر کہتا ہے تو اللّٰه تعالیٰ اسے آگ پر حرام قرار دے دیتا ہے، تو (یہ سن کر) حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے فرمایا: میں تمہیں بتاتا ہوں کہ وہ کون سا ہے، وہ کلمہ اخلاص ہے جو اللّٰه تعالیٰ نے نبیٔ رحمت صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اور آپ کے اَصحاب پر لازم کیا ہے اور وہی پرہیزگاری کا کلمہ ہے جس کی ترغیب اللّٰه تعالیٰ کے محبوب نبی صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے اپنے چچا ابوطالب کو موت کے وقت دلائی، اور وہ اس بات کی شہادت دینا ہے کہ اللّٰه تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔[2]

آیت ”فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ“ سے حاصل ہونے والی معلومات

(1)...... حدیبیہ میں شریک تمام حضرات مخلص مومن تھے، کیونکہ آیت میں مذکور سکینہ سب پر اترا، تو اگر وہ بیعتِ رضوان والے حضرات مومن نہ تھے تو پھر دنیا میں مومن کون ہے؟

(2)...... پرہیزگاری کا کلمہ یعنی ایمان اور اخلاص ان سے جدا ہو ہی نہیں سکتا، اس میں ان سب کے حسنِ خاتمہ کی یقینی خبر ہے کہ ان صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ سے دنیا میں، وفات کے وقت، قبر میں اور حشر میں تقویٰ جدا نہ ہو سکے گا۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْیَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ ۙ مُحَلِّقِیْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِیْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِیْبًا ﴿۲۷﴾

---

1 ......جلالين، الفتح، تحت الآية: ٢٦، ص٤٢٥.

2 ......درمنثور، الفتح، تحت الآية: ٢٦، ٧/٥٣٦.

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ نے سچ کردیا اپنے رسول کا سچا خواب بے شک تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہوگے اگر اللہ چاہے امن وامان سے اپنے سروں کے بال منڈاتے یا ترشواتے بے خوف تو اس نے جانا جو تمہیں معلوم نہیں تو اس سے پہلے ایک نزدیک آنے والی فتح رکھی۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک اللہ نے اپنے رسول کا سچا خواب سچ کردیا۔ اگر اللہ چاہے تو تم ضرور مسجد حرام میں امن و امان سے داخل ہوگے، کچھ اپنے سروں کے بال منڈاتے ہوئے اور کچھ بال ترشواتے ہوئے، تمہیں کسی کا ڈر نہیں ہوگا۔ تو اللہ کو وہ معلوم ہے جو تمہیں معلوم نہیں تو اس نے مکے میں داخلے سے پہلے ایک نزدیک آنے والی فتح رکھی ہے۔

﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْیَا بِالْحَقِّ: بیشک اللہ نے اپنے رسول کا سچا خواب سچ کردیا۔﴾ شانِ نزول: رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حُدَیْبِیَہ کا قصد فرمانے سے پہلے مدینہ طیبہ میں خواب دیکھا تھا کہ آپ اپنے اصحاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے ساتھ مکہ مُعَظَّمہ میں امن سے داخل ہوئے اور اَصحاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ میں سے بعض نے سر کے بال منڈائے اور بعض نے ترشوائے۔ یہ خواب آپ نے اپنے اصحاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے بیان فرمایا تو انہیں خوشی ہوئی اور انہوں نے خیال کیا کہ اسی سال وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوں گے۔ جب مسلمان حدیبیہ سے صلح کے بعد واپس ہوئے اور اس سال مکہ مکرمہ میں ان کا داخلہ نہ ہوا تو منافقین نے مذاق اڑایا، طعنے دیئے اور کہا: اس خواب کا کیا ہوا؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اس خواب کے مضمون کی تصدیق فرمائی کہ ضرور ایسا ہوگا، چنانچہ اگلے سال ایسا ہی ہوا اور مسلمان اگلے سال بڑی شان وشوکت کے ساتھ مکہ مکرمہ میں فاتحانہ داخل ہوئے۔

آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا سچا خواب سچ کردیا، اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تم ضرور مسجدِ حرام میں امن وامان سے داخل ہوگے، کچھ اپنے سروں کے تمام بال منڈاتے ہوئے اور کچھ تھوڑے سے بال ترشواتے ہوئے، تمہیں کسی دشمن کا ڈر نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ کو وہ معلوم ہے جو تمہیں معلوم نہیں یعنی یہ کہ تمہارا داخل ہونا اگلے سال ہے اور تم اسی سال سمجھے تھے اور تمہارے لئے تاخیر بہتر تھی کہ اس کے باعث وہاں کے ضعیف مسلمان پامال ہونے سے بچ گئے تو اس نے مکے میں داخلے سے پہلے ایک نزدیک آنے والی فتح رکھی ہے کہ

جس فتح کا وعدہ کیا گیا اس کے حاصل ہونے تک مسلمانوں کے دل اس سے راحت پائیں۔ نزدیک آنے والی فتح سے مراد خیبر کی فتح ہے۔ [1]

آیت ”لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ“ سے معلوم ہونے والے مسائل

آیت کے اس حصے اور اس کے بعد والے حصے سے دو مسئلے معلوم ہوئے:

(1)......کبھی سارے حرم شریف کو مسجدِ حرام کہہ دیتے ہیں، یہاں ایسا ہی ہے کیونکہ خاص مسجد حرام شریف میں حاجی بال نہیں منڈاتے۔

(2)......حج وغیرہ میں بال منڈانا کتروانے سے افضل ہے کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ نے پہلے بال منڈانے کا ذکر فرمایا ہے۔

هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًاؕ(۲۸)

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اُسے سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی ہے گواہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی (اللہ) ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے سب دینوں پر غالب کردے اور اللہ کافی گواہ ہے۔

﴿هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ: وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا۔﴾ جب اگلا سال آیا تو اللہ تعالیٰ نے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خواب کا جلوہ دکھلایا اور واقعات اس کے مطابق رونُما ہوئے، چنانچہ ارشاد فرماتا ہے: وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے سب دینوں پر غالب کردے خواہ وہ مشرکین کے دین ہوں یا اہلِ کتاب کے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت

[1]......خازن، الفتح، تحت الآية: ۲۷، ۴/۱۶۱، مدارك، الفتح، تحت الآية: ۲۷، ص۱۱۴۶-۱۱۴۷، ملتقطاً.

عطافرمائی اور اسلام کو تمام اَدیان پر غالب فرما دیا۔ آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ بے شک اللّٰہ تعالیٰ اپنے حبیب محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت پر گواہ کافی ہے۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دینا رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سنت ہے اور حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کی گواہی دینا اللّٰہ تعالیٰ کی سنت ہے، کلمہ طیبہ میں دونوں سنتیں جمع ہیں۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا٘ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۛۖۚ وَ مَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۚ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــٴَـهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا۠ ﴿۲۹﴾

معانقة ١٥ ع ٤ ١٢

ترجمۂ کنزالایمان: محمد اللّٰہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں گرتے اللّٰہ کا فضل و رضا چاہتے ان کی علامت اُن کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں جیسے ایک کھیتی اس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اُسے طاقت دی پھر دبیز ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی کسانوں کو بھلی لگتی ہے تاکہ اُن سے کافروں کے دل جلیں اللّٰہ نے وعدہ کیا ان سے جو ان میں ایمان اور اچھے کاموں والے ہیں بخشش اور بڑے ثواب کا۔

1 ......خازن، الفتح، تحت الآية: ٢٨، ٤/١٦١، مدارك، الفتح، تحت الآية: ٢٨، ص١١٤٧، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالعرفان: محمد اللہ کے رسول ہیں اوران کے ساتھ والے کافروں پر سخت، آپس میں نرم دل ہیں۔ تو انہیں رکوع کرتے ہوئے، سجدے کرتے ہوئے دیکھے گا، اللہ کا فضل ورضا چاہتے ہیں، ان کی علامت ان کے چہروں میں سجدوں کے نشان سے ہے۔ یہ ان کی صفت تورات میں (مذکور) ہے اوران کی صفت انجیل میں (مذکور) ہے۔ (ان کی صفت ایسے ہے) جیسے ایک کھیتی ہو جس نے اپنی باریک سی کونپل نکالی پھر اسے طاقت دی پھر وہ موٹی ہوگئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی، کسانوں کو اچھی لگتی ہے (اللہ نے مسلمانوں کی یہ شان اس لئے بڑھائی) تا کہ ان سے کافروں کے دل جلائے۔ اللہ نے ان میں سے ایمان والوں اور اچھے کام کرنے والوں سے بخشش اور بڑے ثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ : محمد اللہ کے رسول ہیں۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی پہچان کروائی کہ ’’اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا‘‘ اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پہچان کروا رہا ہے کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اگرچہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی صفات بہت ہیں، لیکن رب تعالیٰ نے انہیں یہاں رسالت کی صفت سے یاد فرمایا اور کلمہ میں بھی یہ ہی وصف رکھا، دو وجہ سے، ایک یہ کہ حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کا تعلق رب (عَزَّوَجَلَّ) سے بھی ہے اور مخلوق سے بھی۔ رسول میں ان دونوں تعلقوں کا ذکر ہے یعنی خدا کے بھیجے ہوئے اور مخلوق کی طرف بھیجے ہوئے۔ اگرچہ نبی میں بھی یہ بات حاصل ہے لیکن نبی میں صرف خبر لانا ہے اور رسول میں (شریعت وکتاب) خبر، ہدایات اور انعامات سب لانے کی طرف اشارہ ہے۔ دوسرے اس لئے کہ وہ بچھڑوں کو ملانے والے رسول ہی ہوتے ہیں، جیسے ڈاک کا محکمہ کہ اگر یہ نہ ہوں تو وہ ملک اور وہ شہر کٹ جاویں، اسی طرح خالق ومخلوق میں تعلق پیدا کرنے والے رسول ہی ہیں کہ اگر ان کا واسطہ درمیان میں نہ ہو تو خالق و مخلوق میں کوئی تعلق نہ رہے، حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کے رسول ہیں کہ اُس کی نعمتیں ہم تک پہنچاتے ہیں اور ہمارے رسول ہیں کہ ہماری درخواستیں بارگاہِ رب میں پیش فرماتے ہیں اور ہمارے گناہ وہاں پیش کر کے معاف کراتے ہیں، جو کہے کہ ہم خود رب (عَزَّوَجَلَّ) تک پہنچ جائیں گے وہ در پردہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی رسالت کا منکر ہے، اگر ہم وہاں خود پہنچ جاتے تو رسول کی کیا ضرورت تھی، رب (عَزَّوَجَلَّ) غنی ہو کر بغیر واسطہ ہم سے تعلق نہیں رکھتا

تو ہم محتاج اور ضعیف ہو کر (واسطے کے بغیر) رب تعالیٰ سے تعلق کیسے رکھ سکتے ہیں۔[1]

﴿وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ: اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت، آپس میں نرم دل ہیں۔﴾ آیت کے اس حصے سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے اَوصاف بیان فرما کر ان کی پہچان کروائی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ میرے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں اور ایک دوسرے پر مہربان ہیں۔

انسان کی یہ فطرت ہے کہ وہ اپنے محبوب کے دشمنوں سے نفرت کرتا اور ان پر سختی کرتا ہے اور اس میں بھی جس کی محبت جتنی زیادہ ہو اس کی اپنے محبوب کے دشمن سے نفرت اور سختی بھی اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے اور یہ چیز اس کے عشق و محبت کی علامات میں سے ایک اہم علامت شمار کی جاتی ہے۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ وہ مبارک ہستیاں ہیں جن کا اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عشق و محبت بے مثال اور لازوال ہے اور سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذاتِ گرامی انہیں اپنے مال، اولاد، اہل و عیال حتّٰی کہ اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب اور عزیز تھی اور اسی بے انتہاء عشق و محبت کا یہ نتیجہ تھا کہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دشمنوں یعنی کفار سے سخت نفرت کرتے اور ان پر انتہائی سختی فرمایا کرتے تھے اور ان کے اسی عمل کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ان کے ایک وصف کے طور پر بیان فرمایا ہے کہ میرے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابہ کا ایک وصف یہ ہے کہ وہ کافروں پر سخت ہیں۔"

عمومی طور پر تمام صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ ہی کافروں پر سختی فرمایا کرتے تھے البتہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس معاملے میں سب سے زیادہ مشہور تھے، حتّٰی کہ شیطان جیسا بدترین کافر بھی آپ کی سختی سے ڈرتا تھا، یہاں آپ کی اس سیرت سے متعلق تین واقعات کا خلاصہ ملاحظہ ہو،

(1)......غزوۂ بدر کے بعد آپ نے یہ رائے پیش کی کہ سارے کافر قیدی قتل کر دیئے جائیں اور آپ کی اس رائے کی تائید میں قرآنِ مجید کی آیات نازل ہوئیں۔

---

[1]......شان حبیب الرحمٰن، ص۲۱۸۔

(2)......بشر نامی منافق نے سیّدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا فیصلہ ماننے سے انکار کیا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسے قتل کر دیا اور فرمایا جو **اللّٰہ** اور اس کے رسول کے فیصلہ سے راضی نہ ہو اُس کا میرے پاس یہ فیصلہ ہے۔

(3)......جب منافقوں کا سردار عبد **اللّٰہ** بن اُبَی مر گیا تو حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی رائے یہ تھی اس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھی جائے اور اس کی قبر پر نہ جایا جائے، اس کی تائید میں بھی قرآنِ مجید کی آیت نازل ہوئی۔

[illegible]

اس سے پہلے **اللّٰہ** تعالٰی اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دشمنوں کے ساتھ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے سلوک کا حال بیان ہوا اور اب **اللّٰہ** تعالٰی اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کامل محبت کرنے والوں کے باہمی سلوک کا حال ملاحظہ ہو، چنانچہ ان کا یہ وصف بیان کرتے ہوئے **اللّٰہ** تعالٰی نے ارشاد فرمایا کہ وہ آپس میں نرم دل ہیں۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ آپس میں ایسے نرم دل اور ایک دوسرے کے ساتھ ایسے محبت و مہربانی کرنے والے تھے جیسے ایک باپ اپنے بیٹے کے ساتھ کرتا ہے اور ان کی یہ ایمانی محبت اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ جب ایک صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ دوسرے کو دیکھتے تو فرطِ محبت سے مصافحہ اور معانقہ کرتے۔

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی اس سیرت میں دیگر مسلمانوں کے لئے بھی نصیحت ہے کہ ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے نفرت نہ کرے اور اس کے ساتھ سختی سے پیش نہ آئے بلکہ شفقت و نرمی سے پیش آئے اور اس کے ساتھ مہربانی بھرا سلوک کرے۔ حدیثِ پاک میں ہے کہ تم مسلمانوں کو آپس کی رحمت، باہمی محبت اور مہربانی میں ایک جسم کی طرح دیکھو گے کہ جب ایک عُضْو بیمار ہو جائے تو سارے جسم کے اَعضاء بے خوابی اور بخار کی طرف ایک دوسرے کو بلاتے ہیں۔[1] **اللّٰہ** تعالٰی مسلمانوں کو آپس میں شفقت و نرمی سے پیش آنے اور ایک دوسرے پر مہربانی کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا: تُو انہیں رکوع کرتے ہوئے، سجدے کرتے ہوئے دیکھے گا۔﴾ یعنی صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کثرت سے اور پابندی کے ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں اسی لئے کبھی تم انہیں رکوع کرتے اور کبھی سجدہ کرتے ہوئے دیکھو گے اور اس قدر عبادت سے ان کا مقصد صرف **اللّٰہ** تعالٰی کی رضا حاصل کرنا ہے۔[2]

---

1 ......بخاری، کتاب الادب، باب رحمة النّاس والبهائم، ۴/۱۰۳، الحدیث: ۶۰۱۱.

2 ......خازن، الفتح، تحت الآیة: ۲۹، ۴/۱۶۲، روح البیان، الفتح، تحت الآیة: ۲۹، ۹/۵۷، ملتقطاً.

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی عبادت کا حال

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ وہ مبارک ہستیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی صحبت سے فیضیاب فرمایا اور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کی خود تربیت فرمائی جس کی برکت سے یہ حضرات نیک کاموں میں مصروف رہتے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں خوب کوشش کیا کرتے تھے، یہاں بطورِ خاص نماز کے حوالے سے ان کی کوشش، جذبے اور عمل سے متعلق 7 واقعات ملاحظہ ہوں

(1)...... جب نماز کا وقت ہوتا تو حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرمایا کرتے: اے لوگو! اٹھو، (گناہوں کی) جو آگ تم نے جلا رکھی ہے اسے (نماز ادا کر کے) بجھا دو (کیونکہ نماز گناہوں کی آگ بجھا دیتی ہے)۔[1]

(2)...... حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: اگر تین چیزیں نہ ہوتیں (یعنی) اگر میں اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی پیشانی کو (سجدے میں) نہ رکھتا، یا ایسی مجلسوں میں نہ بیٹھتا جن میں اچھی باتیں اس طرح چنی جاتی ہیں جیسے عمدہ کھجوریں چنی جاتی ہیں یا راہِ خدا میں سفر نہ کرتا تو میں ضرور اللہ تعالیٰ سے ملاقات (یعنی وفات پا جانے) کو پسند کرتا۔[2]

(3)...... حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ (ممنوع اَیّام کے علاوہ) مسلسل روزہ رکھا کرتے اور رات کے ابتدائی حصے میں کچھ دیر آرام کرتے پھر ساری رات عبادت میں بسر کرتے تھے۔[3]

(4)...... حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی زوجہ فرماتی ہیں: آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ساری رات عبادت کرتے اور (بسا اوقات) ایک رکعت میں قرآنِ مجید ختم فرمایا کرتے تھے۔[4]

(5)...... حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے بارے میں مروی ہے کہ جب نماز کا وقت ہو جاتا تو آپ پر کپکپاہٹ طاری ہو جاتی اور چہرے کا رنگ بدل جاتا، آپ سے عرض کی گئی: اے امیر المومنین! آپ کو کیا ہو گیا؟ ارشاد فرمایا: ''اس امانت کی ادائیگی کا وقت آ گیا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انہوں نے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اسے اٹھانے سے ڈر گئے۔[5]

---

1 ......احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الصلاۃ ومہماتھا، الباب الاول، فضیلۃ المکتوبۃ، ۲۰۱/۱۔

2 ......حلیۃ الاولیاء، عمر بن الخطاب، ۸۷/۱، الحدیث: ۱۳۰۔

3 ......مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب صلاۃ التطوع... الخ، من کان یامر بقیام اللیل، ۱۷۳/۲، الحدیث: ٦۔

4 ......معجم الکبیر، سن عثمان ووفاتہ رضی اللہ عنہ، ۸۷/۱، الحدیث: ۱۳۰۔

5 ......احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الصلاۃ ومہماتھا، فضیلۃ الخشوع، ۲۰٦/۱۔

(6)......حضرت نافع رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا رات میں نماز پڑھتے، پھر فرماتے: اے نافع! کیا سحری کا وقت ہوگیا؟ وہ عرض کرتے: نہیں، تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ دوبارہ نماز پڑھنا شروع کردیتے، پھر (جب نماز سے فارغ ہوتے تو) فرماتے: اے نافع! کیا سحری کا وقت ہوگیا؟ میں عرض کرتا: جی ہاں، تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیٹھ کر استغفار اور دعا میں مصروف ہوجاتے یہاں تک کہ صبح ہوجاتی۔(1)

(7)......جب قبیلہ بنو حارث کے لوگ حضرت خبیب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو شہید کرنے کے لئے مقامِ تنعیم کی طرف لے گئے تو اس وقت آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان سے فرمایا: مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو۔ انہوں نے اجازت دیدی تو آپ نے نماز ادا کرنے کے بعد ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا "اللّٰہ تعالٰی کی قسم! اگر تم یہ گمان نہ کرتے کہ میں موت سے ڈر کر لمبی نماز پڑھ رہا ہوں تو میں ضرور نماز کو طویل کردیتا۔(2)

اللّٰہ تعالٰی ان عظیم ہستیوں کی مقبول نمازوں کے صدقے ہمیں بھی پابندی کے ساتھ نماز ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

﴿سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ: ان کی علامت ان کے چہروں میں سجدوں کے نشان سے ہے۔﴾ یعنی ان کی عبادت کی علامت ان کے چہروں میں سجدوں کے اثر سے ظاہر ہے۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ علامت وہ نور ہے جو قیامت کے دن اُن کے چہروں سے تاباں ہوگا اور اس سے پہچانے جائیں گے کہ انہوں نے دنیا میں اللّٰہ تعالٰی کی رضا کے لئے بہت سجدے کئے ہیں۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ وہ علامت یہ ہے کہ ان کے چہروں میں سجدے کا مقام چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا دمکتا ہوگا۔ حضرت عطاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا قول ہے کہ رات کی لمبی نمازوں سے اُن کے چہروں پر نور نمایاں ہوتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: جو رات میں کثرت سے نماز پڑھتا ہے تو صبح کو اس کا چہرہ خوب صورت ہوجاتا ہے۔" اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ گرد کا نشان بھی سجدہ کی علامت ہے۔(3)

﴿ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۚۖ وَ مَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ: یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں ہے۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ توریت اور انجیل میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے بیان کردہ یہ اوصاف مذکور

---

1 ......معجم الكبير، عبد الله بن عمر بن الخطاب رضى الله عنهما، ۲۶۰/۱۲، الحديث: ۱۳۰٤۳.

2 ......سيرت نبويه لابن هشام، ذكر يوم الرجيع فى سنة ثلاث، ص۳۷۱، ملخصاً.

3 ......خازن، الفتح، تحت الآية: ۲۹، ۱٦۲/٤، مدارك، الفتح، تحت الآية: ۲۹، ص۱۱٤۸، ملتقطا.

ہیں اور خاص طور پر وہ مثال مذکور ہے جو آگے بیان ہو رہی ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ یہاں صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے جو اَوصاف بیان ہوئے یہ توریت میں مذکور ہیں اور انجیل میں مذکور ہے کہ ان کی مثال ایسے ہے جیسے ایک کھیتی ہو جس نے اپنی باریک سی کونپل نکالی، پھر اسے طاقت دی، پھر وہ موٹی ہوگئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی اور ان چیزوں کی وجہ سے وہ کسانوں کو اچھی لگتی ہے۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ اسلام کی ابتداء اور اس کی ترقی کی مثال بیان فرمائی گئی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تنہا اُٹھے، پھر اللّٰہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کے مخلص اَصحاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے تَقْوِیَت دی۔ حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اَصحاب کی مثال انجیل میں یہ لکھی ہے کہ ایک قوم کھیتی کی طرح پیدا ہوگی، اس کے لوگ نیکیوں کا حکم کریں گے اور بدیوں سے منع کریں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ کھیتی سے مراد حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں اور اس کی شاخوں سے مراد صحابۂ کرام اور (ان کے علاوہ) دیگر مومنین ہیں۔[1]

مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: صحابۂ کرام (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ) کو کھیتی سے اس لئے تشبیہ دی کہ جیسے کھیتی پر زندگی کا دارومدار ہے ایسے ہی ان پر مسلمانوں کی ایمانی زندگی کا مدار ہے اور جیسے کھیتی کی ہمیشہ نگرانی کی جاتی ہے ایسے ہی اللّٰہ تعالیٰ ہمیشہ صحابۂ کرام (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ) کی نگرانی فرماتا رہتا رہے گا، نیز جیسے کھیتی اولاً کمزور ہوتی ہے پھر طاقت پکڑتی ہے ایسے ہی صحابۂ کرام (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ) اولاً بہت کمزور معلوم ہوتے تھے پھر طاقتور ہوئے۔[2]

آیت کے اس حصے سے معلوم ہوا کہ جس طرح توریت اور انجیل میں حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نعت شریف مذکور تھی ایسے ہی حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے مَناقِب بھی تھے۔

﴿لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ: تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں۔﴾ یعنی صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو کھیتی سے تشبیہ اس

---

1 ......تفسیر کبیر، الفتح، تحت الآیۃ: ٢٩، ١٠/٨٩، خازن، الفتح، تحت الآیۃ: ٢٩، ٤/١٦٢، مدارك، الفتح، تحت الآیۃ: ٢٩، ص١١٤٨، ملتقطاً.

2 ......نور العرفان، الفتح، تحت الآیۃ: ٢٩، ص٨٢٢۔

لئے دی گئی ہے تا کہ ان سے کافروں کے دل جلیں۔[1] اس سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُمۡ سے جلنا کافروں کا طریقہ ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کی اُلفت و محبت نصیب فرمائے، آمین۔

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ : اللہ نے ان میں سے ایمان والوں اور اچھے کام کرنے والوں سے وعدہ فرمایا ہے۔ ﴾ اس آیت کے شروع میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُمۡ کے اَوصاف و فضائل بیان کیے گئے اور آخر میں ان کو مغفرت اور اجرِ عظیم کی بشارت دی جارہی ہے۔ یادر ہے کہ تمام صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُمۡ صاحبِ ایمان اور نیک اعمال کرنے والے ہیں اس لئے یہ وعدہ سبھی صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُمۡ سے ہے۔

1 ......مدارك، الفتح، تحت الآية: ٢٩، ص١١٤٨.

سورۂ حجرات مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

اس سورت میں **2** رکوع، **18** آیتیں، **343** کلمے اور **1476** حروف ہیں۔[2]

حجرات کا معنی ''حجرے اور کمرے'' ہیں، اور اس سورت کی آیت نمبر **4** میں حجرات کا لفظ ہے اسی مناسبت سے اس سورت کا نام ''**سورۃُ الحجرات**'' ہے۔

سورۂ حجرات کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس سورت میں متعدد اُمور میں مسلمانوں کی تربیت فرمائی گئی ہے اور اس سورت میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں:

(1)......اس سورت کی ابتداء میں حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ کے خصوصی آداب بیان کئے گئے ہیں اور جو لوگ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں اپنی آوازیں نیچی رکھتے ہیں انہیں بخشش اور بڑے ثواب کی بشارت دی گئی۔

(2)......مسلمانوں کو معاشرتی آداب بتائے گئے اور ان کی اَخلاقی تربیت کی گئی کہ تحقیق کئے بغیر کوئی خبر قبول نہ کریں، کسی مسلمان کے بارے میں بدگمانی نہ کریں، کسی کی غیبت نہ کریں، کسی کا نام نہ بگاڑیں اور کسی کا مذاق نہ اُڑائیں۔

---

1 ......خازن، تفسیر سورة الحجرات، ١٦٣/٤.

2 ......خازن، تفسیر سورة الحجرات، ١٦٣/٤.

(3)...... یہ حکم دیا گیا کہ اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دی جائے اور اگر وہ صلح نہ کریں تو ان میں سے جو گروہ باطل پر ہو تو اس کے ساتھ جنگ کی جائے یہاں تک کہ وہ راہِ راست پر گامزن ہو جائے۔

(4)......اس سورت کے آخر میں اپنے ایمان کا احسان جتانے والوں کی سرزَنِش کی گئی اور یہ بتایا گیا کہ کسی کا اسلام قبول کرنا اللّٰہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کوئی احسان نہیں ہے نیز حقیقی مسلمان وہ ہے جو اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائے پھر وہ دین کے کسی کام میں شک نہ کرے اور اپنی جان اور مال سے اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے۔

سورۂ فتح کے ساتھ مناسبت

سورۂ حجرات کی اپنے سے ماقبل سورت ''فتح'' کے ساتھ ایک مناسبت یہ ہے کہ سورۂ فتح میں کفار کے ساتھ جہاد کرنے کے بارے میں بیان ہوا اور سورۂ حجرات میں باغیوں کے ساتھ جہاد کرنے کے بارے میں بیان ہوا۔ **دوسری مناسبت** یہ ہے کہ دونوں سورتوں میں حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت وشان اور مقام ومرتبہ بیان کیا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحمت والا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللّٰہ اوراس کے رسول سے آگے نہ بڑھواور اللّٰہ سے ڈرو بے شک اللّٰہ سُنتا جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللّٰہ اوراس کے رسول سے آگے نہ بڑھواور اللّٰہ سے ڈرو بیشک اللّٰہ سننے والا، جاننے والا ہے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اے ایمان والو!۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کا ادب واحترام ملحوظ رکھنے کی تعلیم دی ہے اور آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی اجازت کے بغیر کسی قول اور فعل میں اصلاً ان سے آگے نہ بڑھنا تم پر لازم ہے کیونکہ یہ آگے بڑھنا رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے ادب واحترام کے خلاف ہے جبکہ بارگاہِ رسالت میں نیازمندی اور آداب کا لحاظ رکھنا لازم ہے اور تم اپنے تمام اَقوال واَفعال میں اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ اگر تم اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرو گے تو یہ ڈرنا تمہیں آگے بڑھنے سے روکے گا اور ویسے بھی اللّٰہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ تمہارے تمام اقوال کو سنتا اور تمام افعال کو جانتا ہے اور جس کی ایسی شان ہے اس کا حق یہ ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔

اس آیت کے شانِ نزول سے متعلق مختلف روایات ہیں، ان میں سے دو روایات درجِ ذیل ہیں،

(1)...... چند لوگوں نے عیدُ الاضحیٰ کے دِن سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے پہلے قربانی کر لی تو ان کو حکم دیا گیا کہ دوبارہ قربانی کریں۔

(2)...... حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا سے مروی ہے کہ بعض لوگ رمضان سے ایک دن پہلے ہی روزہ رکھنا شروع کر دیتے تھے، ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور حکم دیا گیا کہ روزہ رکھنے میں اپنے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے آگے نہ بڑھو۔[1]

مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں: (اس آیت کا) شانِ نزول کچھ بھی ہو مگر یہ حکم سب کو عام ہے یعنی کسی بات میں، کسی کام میں حضور عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے آگے ہونا منع ہے، اگر حضور عَلَیْهِ السَّلَام کے ہمراہ راستہ

1 ......خازن، الحجرات، تحت الآیۃ: ۱، ۴/۱۶۳-۱۶۴، جلالین، الحجرات، تحت الآیۃ: ۱، ص۴۲۶، مدارك، الحجرات، تحت الآیۃ: ۱، ص۱۱۴۹-۱۱۵۰، ملتقطاً.

میں جا رہے ہوں تو آگے آگے چلنا منع ہے مگر خادم کی حیثیت سے یا کسی ضرورت سے اجازت لے کر (چلنا منع نہیں)، اگر ساتھ کھانا ہو تو پہلے شروع کر دینا ناجائز، اسی طرح اپنی عقل اور اپنی رائے کو حضور عَلَیْهِ السَّلَام کی رائے سے مقدم کرنا حرام ہے۔[1]

یہاں اس آیت سے متعلق 5 باتیں ملاحظہ ہوں

(1)......اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی شان اتنی بلند ہے کہ ان کی بارگاہ کے آداب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائے ہیں۔

(2)......اس آیت میں اللہ تعالیٰ اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ دونوں سے آگے نہ بڑھنے کا فرمایا گیا حالانکہ اللہ تعالیٰ سے آگے ہونا ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ وہ نہ زمانہ میں ہے نہ کسی مکان میں اور آگے ہونا یا زمانہ میں ہوتا ہے یا جگہ میں، معلوم ہوا کہ آیت کا مقصد یہ ہے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے آگے نہ بڑھو، ان کی بے ادبی دراصل اللہ تعالیٰ کی بے ادبی ہے۔[2]

(3)......حضور پُر نور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے خادم کی حیثیت سے یا کسی ضرورت کی بنا پر آپ سے اجازت لے کر آگے بڑھنا اس ممانعت میں داخل نہیں ہے، لہٰذا احادیث میں جو بعض صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ کا نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے آگے آگے چلنا مذکور ہے وہ اس آیت میں داخل نہیں کیونکہ ان کا چلنا خادم کی حیثیت سے تھا، یونہی حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ کا امامت کروانا بھی اس میں داخل نہیں کیونکہ آپ کا یہ عمل حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی اجازت سے تھا۔

(4)......علامہ اسماعیل حقی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں: علماءِ کرام چونکہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے وارث ہیں اس لئے ان سے آگے بڑھنا بھی اس ممانعت میں داخل ہے اور اس کی دلیل حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی وہ روایت ہے جس میں آپ فرماتے ہیں: حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے مجھے حضرت ابو بکر صدیق

1......شان حبیب الرحمٰن، ص۲۲۴۔

2......شان حبیب الرحمٰن، ص۲۲۴-۲۲۵، ملخصاً۔

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کے آگے چلتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا ''اے ابو درداء! کیا تم اس کے آگے چلتے ہو جو تم سے بلکہ ساری دنیا سے افضل ہے۔''[1]

یاد رہے کہ یہ ادب ان علماءِ کرام کے لئے ہے جو اہلِ حق اور باعمل ہیں کیونکہ یہی علماء درحقیقت انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وارث ہیں جبکہ بدمذہبوں کے علماء اور بے عمل عالم اس ادب کے مستحق نہیں ہیں۔

(5)......بعض ادب والے لوگ بزرگوں یا قرآن شریف کی طرف پیٹھ نہیں کرتے، ان کے اس عمل کا ماخذ یہ آیت ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ②

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلّا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلّاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز پر اونچی نہ کرو اور ان کے حضور زیادہ بلند آواز سے کوئی بات نہ کہو جیسے ایک دوسرے کے سامنے بلند آواز سے بات کرتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز پر اونچی نہ کرو۔**﴾** اس آیتِ مبارکہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دو عظیم آداب

[1]......روح البيان، الحجرات، تحت الآية: ١، ٩/٦٢.

سکھائے ہیں، پہلا ادب یہ ہے کہ اے ایمان والو! جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تم سے کلام فرمائیں اور تم ان کی بارگاہ میں کچھ عرض کرو تو تم پر لازم ہے کہ تمہاری آواز ان کی آوز سے بلند نہ ہو بلکہ جو عرض کرنا ہے وہ آہستہ اور پَست آواز سے کرو۔ دوسرا ادب یہ ہے کہ حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ندا کرنے میں ادب کا پورا لحاظ رکھو اور جیسے آپس میں ایک دوسرے کو نام لے کر پکارتے ہو اس طرح نہ پکارو بلکہ تمہیں جو عرض کرنا ہو وہ ادب و تعظیم اور توصیف و تکریم کے کلمات اور عظمت والے اَلقاب کے ساتھ عرض کرو جیسے یوں کہو: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یا نَبِیَّ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیونکہ ترکِ ادب سے نیکیوں کے برباد ہونے کا اندیشہ ہے اور اس کی تمہیں خبر بھی نہ ہوگی۔ (1)

مفسرین نے اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں مختلف روایات ذکر کی ہیں، ان میں سے چند روایت درج ذیل ہیں:

(1)......حضرت ابن اَبی مُلیکہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: دو بہترین حضرات ہلاک ہونے کے قریب جا پہنچے تھے، ہُوا یوں کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں اس وقت اپنی آوازیں اونچی کر دی تھیں جب بنو تمیم کے سوار بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تھے، اُن میں سے ایک صاحب نے بنی مجاشع کے بھائی اقرع بن حابس کی طرف اشارہ کیا (کہ انہیں ان کی قوم کا حاکم بنا دیا جائے) اور دوسرے نے ایک اور شخص کی جانب اشارہ کیا۔ حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کہا: آپ (یہ کہہ کر) میری مخالفت کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: میں تو آپ کی مخالفت کرنا نہیں چاہتا۔ یہ گفتگو کرتے ہوئے ان دونوں حضرات کی آوازیں بلند ہو گئیں، اس پر اللّٰہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی ''**یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ... الایہ**''۔ (2)

صحیح بخاری شریف کی دوسری روایت میں ہے، حضرت عبد اللّٰہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے یہی واقعہ مروی ہے، البتہ اس کے آخر میں یہ ہے کہ ''اس گفتگو کے دوران ان کی آوازیں بلند ہو گئیں تو اس معاملے میں یہ آیت

1......قرطبی، الحجرات، تحت الآیۃ: ٢، ٨/٢٢٠، الجزء السادس عشر.
2......بخاری، کتاب التفسیر، باب لا ترفعوا اصواتکم... الخ، ٣/٣٣١، الحدیث: ٤٨٤٥.

نازل ہوئی ”یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا“ یہاں تک کہ آیت (”وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ“ تک) پوری ہوگئی۔[1] اس صورت میں اس شانِ نزول کا تعلق آیت نمبر 1 اور 2 دونوں سے ہے۔

(2)......دوسرا شانِ نزول یہ بیان ہوا ہے کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں منافقین اپنی آوازیں بلند کیا کرتے تھے تاکہ کمزور مسلمان (اس معاملے میں) ان کی پیروی کریں، اس پر مسلمانوں کو بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں آواز بلند کرنے سے منع کر دیا گیا (تاکہ منافق اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوں)[2]

(3)......تیسرا شانِ نزول یہ بیان کیا گیا ہے، حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت ثابت بن قیس بن شماس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں نازل ہوئی، وہ اونچا سنا کرتے تھے، اُن کی آواز بھی اُونچی تھی اور بات کرنے میں آواز بلند ہو جایا کرتی تھی اور بعض اوقات اس سے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اَذِیَّت ہوتی تھی۔[3]

حضرت ثابت بن قیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا بلند آواز سے بات کرنا اگرچہ اونچا سننے کی معذوری کی بنا پر تھا لیکن معذوری اونچا سننا تھا نہ کہ اونچا بولنا کیونکہ اونچا سننے والے کیلئے اونچا بولنا تو ضروری نہیں اور اونچا سننے والے کو سمجھایا جائے کہ بھائی، تمہیں اونچا سنتا ہے، دوسروں کو نہیں لہٰذا تم اپنی آواز پست رکھو تو اس کہنے میں حرج نہیں بلکہ یہ عین درست اور قابلِ عمل بات ہے اور تیسرے شانِ نزول کے اعتبار سے یہی تفہیم کی گئی ہے۔

نوٹ: اس آیت کے شانِ نزول سے متعلق اور بھی روایات ہیں، ممکن ہے کہ اس آیت کے نزول سے پہلے مختلف اسباب پیدا ہوئے ہوں اور بعد میں ایک ہی مرتبہ یہ آیت نازل ہوگئی ہو، جیسا کہ علامہ ابنِ حجر عسقلانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس بات سے کوئی چیز مانع نہیں کہ آیت کا نزول مختلف اَسباب کی وجہ سے ہوا ہو جو آیت نازل ہونے سے پہلے وقوع پذیر ہوئے تھے اور جب ان (روایات جن میں یہ) اَسباب (بیان ہوئے،) کی اسناد صحیح ہیں اور ان میں تطبیق واضح ہے تو پھر ان میں سے کسی کو ترجیح نہیں دی جاسکتی۔[4]

1......بخاری، کتاب التفسیر، باب اِنّ الذین یُنادونک... الخ، ٣/٣٣٢، الحدیث: ٤٨٤٧.

2......قرطبی، الحجرات، تحت الآیۃ: ٢، ٨/٢٢٠، الجزء السادس عشر.

3......مدارک، الحجرات، تحت الآیۃ: ٢، ص ١١٥٠.

4......فتح الباری، کتاب التفسیر، باب لاترفعوا اصواتکم... الخ، ٩/٥١٠، تحت الحدیث: ٤٨٤٦.

نیز یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے کوئی بے ادبی سرزد ہوئی ہو جس پر انہیں تنبیہ کی گئی ہو، عین ممکن ہے کہ پیش بندی کے طور پر انہیں یہ آداب تعلیم فرمائے گئے ہوں اور بے ادبی کی سزا سے آگاہ کیا گیا ہو۔

آیت ’’لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ‘‘ کے نزول کے بعد صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کا حال

جب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ بہت محتاط ہو گئے اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے گفتگو کے دوران بہت سی احتیاطوں کو اپنے اوپر لازم کر لیا تاکہ آواز زیادہ بلند نہ ہو جائے، نیز اپنے علاوہ دوسروں کو بھی اس ادب کی سختی سے تلقین کرتے تھے، اسی طرح آپ کے وصالِ ظاہری کے بعد آپ کے روضۂ انور کے پاس (خود بھی آواز بلند نہ کرتے اور) دوسروں کو بھی آواز اونچی کرنے سے منع کرتے تھے، یہاں اسی سے متعلق 6 واقعات ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جب یہ آیت ’’**یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ**‘‘ نازل ہوئی تو میں نے عرض کی: یا رسولَ **اللّٰہ**! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، **اللّٰہ تعالیٰ** کی قسم! آئندہ میں آپ سے سرگوشی کے انداز میں بات کیا کروں گا۔[1]

(2)......حضرت عبد **اللّٰہ** بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: یہ آیت نازل ہونے کے بعد حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا حال یہ تھا کہ آپ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں بہت آہستہ آواز سے بات کرتے حتّٰی کہ بعض اوقات حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بات سمجھنے کے لئے دوبارہ پوچھنا پڑتا کہ کیا کہتے ہو۔[2]

(3)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے گھر میں بیٹھ گئے اور (اللّٰہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے) کہنے لگے: میں اہلِ نار سے ہوں۔ (جب یہ کچھ عرصہ بارگاہِ رسالت میں حاضر نہ ہوئے تو) حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت سعد بن معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اُن کا حال دریافت فرمایا، انہوں نے عرض کی: وہ میرے پڑوسی ہیں اور میری معلومات کے مطابق انہیں کوئی بیماری بھی نہیں ہے۔ حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے کہا: یہ آیت نازل

---

1 ......کنز العمال، کتاب الاذکار، قسم الافعال، فصل فی التفسیر، سورة الحجرات، ١/٢١٤، الجزء الثانی، الحدیث: ٤٦٠٤.

2 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة الحجرات، ٥/١٧٧، الحدیث: ٣٢٧٧.

ہوئی ہے اورتم لوگ جانتے ہو کہ میں تم سب سے زیادہ بلند آواز ہوں (اور جب ایسا ہے) تو میں جہنمی ہوگیا۔ حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ صورتِ حال حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں عرض کی تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''(وہ جہنمی نہیں) بلکہ وہ جنت والوں میں سے ہیں۔[1]

نوٹ: صحیح مسلم کی اس روایت میں حضرت سعد بن معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ذکر ہے اور تفسیر ابنِ منذر میں حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ہی مروی یہی واقعہ مذکور ہے، اس میں حضرت سعد بن معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بجائے حضرت سعد بن عبادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ذکر ہے، اس کے بارے میں علامہ ابنِ حجر عسقلانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: حضرت سعد بن عبادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے پوچھنا زیادہ درست ہے کیونکہ آپ کا تعلق حضرت ثابت بن قیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے قبیلہ (خزرج) سے ہے اور حضرت سعد بن معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے مقابلے میں ان کا حضرت ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا پڑوسی ہونا زیادہ واضح ہے کیونکہ حضرت سعد بن معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا تعلق دوسرے قبیلے (یعنی اَوس) سے تھا۔[2]

نیز اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ بخاری شریف کی روایت کے مطابق یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب بنو تمیم کا وفد سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور یہ سن 9 ہجری کا واقعہ ہے جبکہ حضرت سعد بن معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ توسن 5 ہجری میں غزوہ بنو قریظہ کے بعد وفات پا گئے تھے اور حضرت سعد بن عبادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی وفات نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وصالِ ظاہری کے بہت بعد کی ہے۔

(4)......حضرت نعمان بن بشیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے منبر کے پاس تھا، ایک شخص نے کہا: اسلام لانے کے بعد اگر میں صرف حاجیوں کو پانی پلانے کے علاوہ اور کوئی کام نہ کروں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ دوسرے شخص نے کہا: اسلام لانے کے بعد اگر میں مسجدِ حرام کو آباد کرنے کے علاوہ اور کوئی کام نہ کروں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ تیسرے شخص نے کہا: اللّٰہ تعالٰی کی راہ میں جہاد کرنا تمہاری کہی ہوئی باتوں سے افضل ہے۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے انہیں ڈانٹتے ہوئے فرمایا: ''رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے

---

1 ......مسلم، کتاب الایمان، باب مخافة المؤمن ان یحبط عمله، ص٧٣، الحدیث: ١٨٧(١١٩).

2 ......فتح الباری، کتاب المناقب، باب علامات النّبوة فی الاسلام، ٥١٧/٧، تحت الحدیث: ٣٦١٣.

منبر کے پاس اپنی آواز بلند نہ کرو۔[1]

(5)......ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مسجدِ نبوی میں دو شخصوں کی بلند آواز سنی تو آپ (ان کے پاس) تشریف لائے اور فرمایا ''کیا تم دونوں جانتے ہو کہ کہاں کھڑے ہو؟ پھر ارشاد فرمایا: تم کس علاقے سے تعلق رکھتے ہو؟ دونوں نے عرض کی: ہم طائف کے رہنے والے ہیں: ارشاد فرمایا: اگر تم مدینہ منورہ کے رہنے والے ہوتے تو میں (یہاں آواز بلند کرنے کی وجہ سے) تمہیں ضرور سزا دیتا (کیونکہ مدینہ منورہ میں رہنے والے دربارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے آداب سے خوب واقف ہیں)۔[2]

(6)......اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں: امیر المومنین عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے روضۂ انور کے پاس کسی کو اونچی آواز سے بولتے دیکھا، فرمایا: کیا اپنی آواز نبی کی آواز پر بلند کرتا ہے، اور یہی آیت (**یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ**) تلاوت کی۔ (ہوسکتا ہے کہ واقعہ وہی ہو جو اوپر چار نمبر کے تحت بیان ہوا ہے۔)[3]

[illegible]

صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں بھی اور وصالِ ظاہری کے بعد بھی آپ کی بارگاہ کا بے حد ادب و احترام کیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ کے جو آداب انہیں تعلیم فرمائے انہیں دل و جان سے بجالائے، اسی طرح ان کے بعد تشریف لانے والے دیگر بزرگانِ دین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ نے بھی دربارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے آداب کا خوب خیال رکھا اور دوسروں کو بھی وہ آداب بجالانے کی تلقین کی، چنانچہ یہاں ان کی سیرت کے اس پہلو سے متعلق 3 واقعات ملاحظہ ہوں:

(1)......ابو جعفر منصور بادشاہ مسجدِ نبوی میں حضرت امام مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ایک مسئلے کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا، (اس دوران اس کی آواز کچھ بلند ہوئی تو) امام مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس سے فرمایا: اے مسلمانوں کے امیر! اس

---

1 ......مسلم، کتاب الامارة، باب فضل الشّهادة فی سبیل اللّٰه تعالی، ص١٠٤٤، الحدیث: ١١١(١٨٧٩).

2 ......ابن کثیر، الحجرات، تحت الآیة: ٢، ٣٤٣/٧.

3 ......فتاویٰ رضویہ، ١٦٩/١٥۔

مسجد میں آواز بلند نہ کر کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک جماعت کو ادب سکھایا اور فرمایا:

لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اپنی آوازیں نبی کی آواز پر اونچی نہ کرو۔

اور ایک جماعت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰىؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جو لوگ اللہ کے رسول کے پاس اپنی آوازیں نیچی رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے، ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

اور ایک جماعت کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔

بے شک وصال کے بعد بھی حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عزت ایسی ہے جیسی آپ کی ظاہری حیات میں تھی۔ (یہ سن کر) ابو جعفر نے عاجزی کا اظہار کیا اور کہا: اے ابو عبداللہ! میں قبلہ رُو ہو کر دعا کروں یا، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف رخ کروں؟ امام مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: تُو حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کیوں رُخ پھیرتا ہے حالانکہ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تیرے اور تیرے جدِّ امجد حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وسیلہ ہیں، تُو حضورِ پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف رُخ کر اور شفاعت کی درخواست کر، اللہ تعالیٰ تیرے لئے شفاعت قبول فرمائے گا۔ [4]

(2)......امام مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ (مسجدِ نبوی میں درس دیا کرتے تھے، جب ان) کے حلقۂ درس میں لوگوں کی تعداد زیادہ ہوئی تو ان سے عرض کی گئی: آپ ایک آدمی مقرر کر لیں جو (آپ سے حدیث پاک سن کر) لوگوں کو سنا دے۔ امام مالک رَضِیَ

1 ......حجرات: ٢.

2 ......حجرات: ٣.

3 ......حجرات: ٤.

4 ......الشفا، القسم الثانی، الباب الاول، فصل واعلم ان حرمة النّبی صلی اللّٰه علیه وسلم... الخ، ص ٤١، الجزء الثانی.

اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز پر اونچی نہ کرو۔

اور رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عزت و حرمت زندگی اور وفات دونوں میں برابر ہے (اس لئے میں یہاں کسی شخص کو آواز بلند کرنے کے لئے ہرگز مقرر نہیں کرسکتا)۔[2]

(3)......حضرت سلیمان بن حرب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ایک دن حضرت حماد بن زید رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے حدیث پاک بیان کی تو ایک شخص کسی چیز کے بارے میں کلام کرنے لگ گیا، اس پر حضرت حماد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ غضبناک ہوئے اور کہا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اپنی آوازیں نبی کی آواز پر اونچی نہ کرو۔

اور میں کہہ رہا ہوں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا جبکہ تم کلام کررہے ہو (یعنی آواز اگرچہ میری ہے لیکن کلام تو حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ہے، پھر تم اس کلام کو سنتے ہوئے کیوں گفتگو کررہے ہو)۔[4]

آیت "لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ" سے متعلق 3 اہم باتیں

یہاں اس آیت سے متعلق 3 اَہم باتیں ملاحظہ ہوں:

(1)......بارگاہِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا جو ادب و احترام اس آیت میں بیان ہوا، یہ آپ کی ظاہری حیاتِ مبارکہ کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے بلکہ آپ کی وفاتِ ظاہری سے لے کر تا قیامت بھی یہی ادب و احترام باقی ہے۔ مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اب بھی حاجیوں کو حکم ہے کہ جب روضۂ پاک پر حاضری نصیب ہو تو سلام بہت آہستہ کریں اور کچھ دور کھڑے ہوں بلکہ بعض فُقہا نے تو حکم دیا ہے کہ جب حدیثِ پاک کا درس ہورہا ہو تو وہاں دوسرے لوگ بلند آواز سے نہ بولیں کہ اگرچہ بولنے والا (یعنی حدیثِ پاک کا درس دینے والا) اور ہے مگر کلام تو

---

1 ......حجرات: ٢.

2 ......الشفا، القسم الثانی، الباب الاول، فصل واعلم ان حرمة النّبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم... الخ، ص٤٣، الجزء الثانی.

3 ......حجرات: ٢.

4 ......شعب الایمان، الخامس عشر من شعب الایمان... الخ، ٢/٢٠٦، روایت نمبر: ١٥٤٦.

رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ہے۔[1]

(2)......بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں ایسی آواز بلند کرنا منع ہے جو آپ کی تعظیم وتوقیر کے برخلاف ہے اور بے ادبی کے زُمرے میں داخل ہے اور اگر اس سے بے ادبی اور توہین کی نیت ہو تو یہ کفر ہے، لہٰذا جنگ کے دوران یا اَشعار کی صورت میں کفار کی مذمت بیان کرنے کے دوران صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی جو آوازیں بلند ہوئیں وہ اس آیت میں داخل نہیں کیونکہ یہ تعظیم وتوقیر کے خلاف نہ تھیں بلکہ بعض مقامات پر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اجازت سے تھیں، اسی طرح اذان کے وقت جو آواز بلند ہوئی وہ بھی اس میں داخل نہیں کیونکہ اذان ہوتی ہی بلند آواز سے ہے۔

(3)......علماءِ کرام کی مجالس میں بھی آواز بلند کرنا ناپسندیدہ ہے کیونکہ یہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وارث ہیں۔[2]

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰىؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسولُ اللہ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جو لوگ اللہ کے رسول کے پاس اپنی آوازیں نیچی رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے، ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ: بیشک جو لوگ اللہ کے رسول کے پاس اپنی آوازیں نیچی رکھتے ہیں۔﴾ **شانِ نزول:** جب یہ آیت "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ" نازل ہوئی تو اس کے بعد حضرت

1 ......شان حبیب الرحمٰن، ص ۲۲۵۔

2 ......قرطبی، الحجرات، تحت الآیة: ۲، ۸/۲۲۰، الجزء السادس عشر.

ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور کچھ دیگر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے بہت احتیاط لازم کر لی اور سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمتِ اَقدس میں بہت ہی پَست آواز سے عرض معروض کرتے (جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے)، ان حضرات کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور ان کے عمل کو سراہتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ''بیشک جو لوگ ادب اور تعظیم کے طور پر اللّٰہ تعالیٰ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں اپنی آوازیں پَست رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللّٰہ تعالیٰ نے پرہیزگاری کے لئے پَرَکھ لیا (اور ان میں موجود پرہیزگاری کو ظاہر فرما دیا) ہے، ان کے لیے آخرت میں بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ (1)

آیت "اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ" سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے 5 باتیں معلوم ہوئیں

(1)......تمام عبادات بدن کا تقویٰ ہیں اور حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ادب دل کا تقویٰ ہے۔

(2)......اللّٰہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کے دل تقویٰ کے لئے پَرَکھ لئے ہیں تو جو انہیں مَعَاذَاللّٰہ فاسق مانے وہ اس آیت کا مُنکر ہے۔

(3)......صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ انتہائی پرہیزگار اور اللّٰہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والے تھے کیونکہ جس نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اللّٰہ تعالیٰ کا رسول مان لیا اور آپ کی اس قدر تعظیم کی کہ آپ کے سامنے اس ڈر سے اپنی آواز تک بلند نہ کی کہ کہیں بلند آواز سے بولنے کی بنا پر اس کے اعمال ضائع نہ ہو جائیں تو اس کے دل میں اللّٰہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کا خوف کتنا زیادہ ہوگا۔

(4)......حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا کی بخشش یقینی ہے کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ نے ان کی بخشش کا اعلان فرما دیا ہے۔

(5)......ان دونوں بزرگوں کا اجروثواب ہمارے وہم و خیال سے بالا ہے کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ نے اسے عظیم فرمایا ہے۔

حضرت ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شان

حضرت ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنی معذوری کے باوجود اپنے اوپر یہ لازم کر لیا تھا کہ وہ کبھی نبی کریم صَلَّی

1......جلالین مع صاوی، الحجرات، تحت الآیۃ: ۳، ۵/۱۹۸۷-۱۹۸۸.

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی آواز پر اپنی آواز بلند نہیں کریں گے، ان کے بارے میں حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ہم اہلِ جنت میں سے ایک شخص کو اپنے سامنے چلتا ہوا دیکھتے تھے اور جب یمامہ کے مقام پر مُسیلمہ سے جنگ ہوئی تو حضرت ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دیکھا کہ مسلمانوں کا ایک گروہ شکست کھا گیا ہے، یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا: ان لوگوں پر افسوس ہے، پھر حضرت حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے غلام حضرت سالم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا: ہم رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ اللّٰہ تعالیٰ کے دشمنوں سے اس طرح جنگ نہیں کیا کرتے تھے۔ پھر یہ دونوں ڈٹ گئے اور لڑائی کرتے رہے یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔ حضرت ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شہادت کے بعد ایک صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے انہیں خواب میں دیکھا، انہوں نے فرمایا: فلاں شخص میری ذرع اتار کر لے گیا ہے اور وہ لشکر کے کونے میں گھوڑے کے پاس پتھر کی ہنڈیا کے نیچے رکھی ہوئی ہے، لہٰذا آپ حضرت خالد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس جائیں اور انہیں اس کی خبر دیں تاکہ وہ میری ذرع واپس لے سکیں اور رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس جائیں اور ان سے عرض کریں: مجھ پر قرض ہے، تاکہ وہ میرا قرض ادا کردیں اور میرا فلاں غلام آزاد ہے۔ چنانچہ ان صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت خالد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اس کی خبر دی تو انہوں نے ذرع اور گھوڑے کو اسی طرح پایا جیسے حضرت ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بیان فرمایا تھا، انہوں نے ذرع لے لی اور حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اس خواب کی خبر دی۔ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی وصیت کو نافذ کردیا۔ حضرت مالک بن انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: مجھے اس وصیت کے علاوہ کوئی ایسی وصیت معلوم نہیں جو کسی کی وفات کے بعد نافذ کی گئی ہو۔[1]

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔

---

1 ......صاوی، الحجرات، تحت الآیۃ: ٣، ٥/١٩٨٨.

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ: بیشک جولوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں۔﴾ شانِ نزول: بنو تمیم کے چندلوگ دوپہر کے وقت رسولِ کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں پہنچے، اس وقت حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ آرام فرما رہے تھے، ان لوگوں نے حُجروں کے باہر سے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو پکارنا شروع کردیا اور حضور پُرنور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ باہر تشریف لے آئے، ان لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی جلالتِ شان کو بیان فرمایا گیا کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہِ اقدس میں اس طرح پکارنا جہالت اور بے عقلی ہے۔ (1)

وَ لَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُ جَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم آپ اُن کے پاس تشریف لاتے تو یہ اُن کے لیے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم ان کے پاس خود تشریف لے آتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا: اور اگر وہ صبر کرتے۔﴾ اس آیت میں ان لوگوں کو ادب کی تلقین کی گئی کہ انہیں رسولِ کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو پکارنے کی بجائے صبر اور انتظار کرنا چاہئے تھا یہاں تک کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ خود ہی مُقدّس حجرے سے باہر نکل کر ان کے پاس تشریف لے آتے اور اس کے بعد یہ لوگ اپنی عرض پیش کرتے۔ اگر وہ اپنے اوپر لازم اس ادب کو بجالاتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا اور جن سے یہ بے ادبی سرزد ہوئی ہے اگر وہ توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ اُنہیں بخشنے والا اور ان پر مہربانی فرمانے والا ہے۔ (2)

1 ......مدارك، الحجرات، تحت الآية: ٤، ص ١١٥١، ملخصاً.

2 ......خازن، الحجرات، تحت الآية: ٥، ٤/١٦٦، روح البيان، الحجرات، تحت الآية: ٥، ٩/٦٨، ملخصاً.

[illegible]

اس آیت سے اشارۃً معلوم ہوا کہ جب **اللّٰہ** تعالیٰ کی بارگاہ کے مُقرَّب بندوں اور باعمل علماء کی بارگاہ میں حاضر ہوں تو ان کے آستانے کا دروازہ بجا کر جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے بلکہ انتظار کرنا چاہئے تا کہ وہ اپنے معمول کے مطابق آستانے سے باہر تشریف لے آئیں۔ ہمارے بزرگانِ دین کا یہی طرزِ عمل ہوا کرتا تھا، چنانچہ بلند پایہ عالِم حضرت ابوعبید رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرمایا کرتے تھے: میں نے کبھی بھی کسی استاد کے دروازہ پر دستک نہیں دی بلکہ میں ان کا انتظار کرتا رہتا اور جب وہ خود تشریف لاتے تو میں ان سے اِستفادہ حاصل کرتا۔

اسی طرح حضرت **عبد اللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے قرآنِ مجید کی تعلیم حاصل کرنے ان کے گھر تشریف لے جاتے تو دروازے کے پاس کھڑے ہو جاتے اور ان کا دروازہ نہ کھٹکھٹاتے (بلکہ خاموشی سے ان کا انتظار کرتے) یہاں تک کے وہ اپنے معمول کے مطابق باہر تشریف لے آتے۔ حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو حضرت **عبد اللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا یہ طرزِ عمل بہت برا معلوم ہوا تو آپ نے ان سے فرمایا: آپ نے دروازہ کیوں نہیں بجایا (تا کہ میں فوراً باہر آ جاتا اور آپ کو انتظار کی زحمت نہ اٹھانی پڑتی؟) حضرت **عبد اللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے جواب دیا: عالِم اپنی قوم میں اس طرح ہوتا ہے جس طرح نبی اپنی امت میں ہوتا ہے (یعنی عالم نبی کا وارث ہوتا ہے) اور (چونکہ) **اللّٰہ** تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے "**وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ**" (اس لئے میں نے بھی دروازہ بجانے کی بجائے آپ کے خود ہی تشریف لے آنے کا انتظار کیا)۔

علامہ آلوسی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اپنا طرزِ عمل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: میں نے یہ واقعہ بچپن میں پڑھا تھا، اس کے بعد میں عمر بھر اسی کے مطابق اپنے استادوں کے ساتھ معاملہ کرتا رہا۔[1]

[illegible]

اس آیت سے مزید تین باتیں معلوم ہوئیں،

1 ......روح المعاني، الحجرات، تحت الآية: ٥، ١٣/٤١٢.

(1)......اس سے بھی معلوم ہوا کہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دربار شریف کے آداب اللہ تعالیٰ نے بنائے اور اسی نے سکھائے ہیں، یاد رہے کہ یہ آداب صرف انسانوں پر ہی جاری نہیں بلکہ جنوں، انسانوں اور فرشتوں سب پر جاری ہیں اور یہ آداب کسی خاص وقت تک کے لئے نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے ہیں۔

(2)......اکابرین کی بارگاہ کا ادب کرنا بندے کو بلند درجات تک پہنچاتا ہے اور دنیا و آخرت کی سعادتوں سے نوازتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ﴿٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو کہ کہیں کسی قوم کو بے جانے ایذا نہ دے بیٹھو پھر اپنے کئے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو کہ کہیں کسی قوم کو انجانے میں تکلیف نہ دے بیٹھو پھر اپنے کئے پر شرمندہ ہونا پڑے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا: اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو۔﴾ ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے جس میں کسی کی شکایت ہو تو صرف اس کی بات پر اعتماد نہ کرو بلکہ تحقیق کرلو کہ وہ صحیح ہے یا نہیں کیونکہ جو فسق سے نہیں بچا وہ جھوٹ سے بھی نہ بچے گا تاکہ کہیں کسی قوم کو انجانے میں تکلیف نہ دے بیٹھو پھر ان کی براءت ظاہر ہونے کی صورت میں تمہیں اپنے کئے پر شرمندہ ہونا پڑے۔

مفسرین نے اس آیت کا شانِ نزول یہ بیان کیا ہے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت ولید بن عقبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بنی مُصطلق سے صدقات وصول کرنے بھیجا، زمانۂ جاہلیّت میں اِن کے اور اُن کے درمیان دشمنی تھی، جب حضرت ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اُن کے علاقے کے قریب پہنچے اور اُن لوگوں کو خبر ہوئی تو اس خیال سے کہ

حضرت ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بھیجے ہوئے ہیں، بہت سے لوگ ان کی تعظیم کے لئے ان کا استقبال کرنے آئے، لیکن حضرت ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے گمان کیا کہ یہ پرانی دشمنی کی وجہ سے مجھے قتل کرنے آ رہے ہیں، یہ خیال کر کے حضرت ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ واپس ہو گئے اور سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے (اپنے گمان کے مطابق) عرض کر دیا کہ حضور! ان لوگوں نے صدقہ دینے سے منع کر دیا اور مجھے قتل کرنے کے درپے ہو گئے ہیں۔ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت خالد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو حالات کی تحقیق کے لئے بھیجا، حضرت خالد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دیکھا کہ وہ لوگ اذانیں کہتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور ان لوگوں نے صدقات پیش کر دیئے۔ حضرت خالد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یہ صدقات لے کر خدمتِ اَقدس میں حاضر ہوئے اور واقعہ عرض کیا، اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (1)

[illegible]

یاد رہے کہ اس آیت میں بطورِ خاص حضرت ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو فاسق نہیں کہا گیا بلکہ ایک اسلامی قانون بیان کیا گیا ہے لہٰذا اس آیت کی بنا پر انہیں فاسق نہیں کہہ سکتے، جیسا کہ علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس آیت کے نزول کا سبب اگرچہ حضرت ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا واقعہ ہے لیکن فاسق سے مراد بطورِ خاص حضرت ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نہیں ہیں کیونکہ آپ فاسق نہیں بلکہ عظیم صحابی ہیں۔ (2)

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: (اِس آیت کے پیشِ نظر کسی شخص کا) حضرت ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر فاسق کا اطلاق کرنا بڑی خطا ہے کیونکہ انہوں نے وہم اور گمان کیا جس میں خطا کر گئے اور خطا کرنے والے کو فاسق نہیں کہا جاتا۔ (3)

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت کے نزول کا سبب اگرچہ حضرت ولید بن عقبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا واقعہ ہی ہو، لیکن یہ نہیں ہے کہ آیت میں بطورِ خاص آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ہی فاسق کہا گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ (اس واقعے میں یا اس

---

1 ......خازن، الحجرات، تحت الآیۃ: ٦، ٤/١٦٦-١٦٧، مدارك، الحجرات، تحت الآیۃ: ٦، ص ١١٥٢، روح البیان، الحجرات، تحت الآیۃ: ٦، ٩/٧٠-٧١، ملتقطاً.

2 ......صاوی، الحجرات، تحت الآیۃ: ٦، ٥/١٩٩٠-١٩٩١، ملخصاً.

3 ......تفسیر کبیر، الحجرات، تحت الآیۃ: ٦، ١٠/٩٨.

سے پہلے ان سے کوئی ایسا کام سرزد نہیں ہوا جس کی بنا پر انہیں فاسق کہا جاسکے اور) اس واقعے میں بھی انہوں نے بنو مصطلق کی طرف جو بات منسوب کی تھی وہ اپنے گمان کے مطابق صحیح سمجھ کر کی تھی اگرچہ حقیقت میں وہ غلط تھی اور یہ ایسی چیز نہیں جس کی بنا پر کسی کو فاسق قرار دیا جاسکے۔

[illegible]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دینِ اسلام ان کاموں سے روکتا ہے جو معاشرتی امن کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں اور وہ کام کرنے کا حکم دیتا ہے جن سے معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ بنتا ہے، جیسے مذکورہ بالا آیت میں بیان کئے گئے اصول کو اگر ہم آج کل کے دَور میں پیشِ نظر رکھیں تو ہمارا معاشرہ امن کا گہوارہ بن سکتا ہے کیونکہ ہمارے ہاں لڑائی جھگڑے اور فسادات ہوتے ہی اسی وجہ سے ہیں کہ جب کسی کو کوئی اطلاع دی جاتی ہے تو وہ اس کی تصدیق نہیں کرتا بلکہ فوراً غصہ میں آجاتا ہے اور وہ کام کر بیٹھتا ہے جس کے بعد ساری زندگی پریشان رہتا ہے۔ اسی طرح ہمارے ہاں خاندانی طور پر جو جھگڑے ہوتے ہیں وہ اسی نوعیَّت کے ہوتے ہیں۔ چاہے وہ ساس بہو کا معاملہ ہو یا شوہر وبیوی کا کہ تصدیق نہیں کی جاتی اور لڑائیاں شروع کردی جاتی ہیں۔

[illegible]

اس آیت سے چار باتیں معلوم ہوئیں:

(1)......ایک شخص اگر عادل ہو تو اس کی خبر معتبر ہے۔

(2)......حاکم یک طرفہ بیان پر فیصلہ نہ کرے بلکہ فریقین کا بیان سن کر ہی کوئی فیصلہ کرے۔

(3)......غیبت کرنے والے اور چغل خور کی بات ہرگز قبول نہ کی جائے۔

(4)......کسی کام میں جلدی نہ کی جائے ورنہ بعد میں پچھتانا پڑسکتا ہے۔

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ فِیْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِؕ لَوْ یُطِیْعُكُمْ فِیْ كَثِیْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَیْكُمُ الْاِیْمَانَ وَ زَیَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَ كَرَّهَ

اِلَیْكُمُ الْكُفْرَ وَ الْفُسُوْقَ وَ الْعِصْیَانَ ؕ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۙ﴿۷﴾ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ نِعْمَةً ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول ہیں بہت معاملوں میں اگر یہ تمہاری خوشی کریں تو تم ضرور مشقت میں پڑو لیکن اللہ نے تمہیں ایمان پیارا کردیا ہے اور اُسے تمہارے دلوں میں آراستہ کردیا اور کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کردی ایسے ہی لوگ راہ پر ہیں۔ اللہ کا فضل اور احسان اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول تشریف فرما ہیں، اگر بہت سے معاملات میں وہ تمہاری بات مانیں تو تم ضرور مشقت میں پڑجاؤ گے لیکن اللہ نے تمہیں ایمان محبوب بنادیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کردیا اور کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کردی، ایسے ہی لوگ رشد و ہدایت والے ہیں۔ اللہ کا فضل اور احسان ہے اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے۔

﴿ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ فِیْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ: اور جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول تشریف فرما ہیں۔ ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! جان لو کہ تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کے رسول تشریف فرما ہیں، اگر تم میں سے کوئی ان سے جھوٹ بولے گا تو اللہ تعالیٰ انہیں خبردار کردے گا اور وہ (اس کے حکم سے) تمہارا حال ظاہر کر کے تمہیں رُسوا کردیں گے، لہٰذا تم ان سے کوئی باطل بات نہ کہو اور یاد رکھو کہ اگر تمہارے بتائے ہوئے بہت سے معاملات میں وہ تمہاری بات ہی مانیں اور تمہاری رائے کے مطابق حکم دیدیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم ضرور مشقت میں پڑجاؤ گے لیکن اللہ تعالیٰ نے تم پر رحم کرتے ہوئے انہیں اس سے بچالیا اور تمہارے دل میں ایمان کی محبت ڈال دی اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کردیا ہے جس کی برکت سے تم رسولِ کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی حکم عدولی نہیں کرتے اور کفر، حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کردی ہے جس کے باعث تم نافرمانی سے مُتَنَفِّر ہو، ایسے ہی لوگ رشد و ہدایت والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے حق راستے پر قائم ہیں اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ ان کے اَحوال کا علم رکھنے

والا اوران پر انعام فرمانے میں حکمت والا ہے۔[1]

آیت " وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ فِیْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ " سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے 6 باتیں معلوم ہوئیں ،

(1)......حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں جھوٹ بولنا سخت گناہ ہے۔

(2)......نعت لکھنے پڑھنے والوں اور عرض ومعروض کرنے والوں کو چاہیے کہ اپنا سچا دکھ درد عرض کریں وہاں مبالغہ نہ کریں۔

(3)......ایمان پیارا معلوم ہونا اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے۔

(4)......ایمان کا کمال اپنی کوشش سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نصیب ہوتا ہے۔

(5)......گناہ نہ کرنا بھی کمال ہے لیکن گناہ سے دل میں نفرت پیدا ہو جانا بڑا کمال ہے کیونکہ یہ نفرت گناہوں سے مستقل طور پر بچالیتی ہے۔

(6)......تمام صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کفر وفسق اور گناہ سے دلی بیزار ہیں، ان کے دلوں میں ایمان، تقویٰ اور رُشد وہدایت ایسی رَچ گئی ہے جیسے گلاب کے پھول میں رنگ وبُو۔

وَ اِنْ طَآىٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَاۚ-فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِۚ-فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ اَقْسِطُوْاؕ-اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ(۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو اُن میں صلح کراؤ پھر اگر ایک دوسرے پر زیادتی کرے

[1]......مدارك، الحجرات، تحت الآية: ٧-٨، ص١١٥٢-١١٥٣، خازن، الحجرات، تحت الآية: ٧-٨، ٤/١٦٧، جلالين مع صاوی، الحجرات، تحت الآية: ٧-٨، ٥/١٩٩١-١٩٩٢، ملتقطاً.

تو اس زیادتی والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے پھر اگر پلٹ آئے تو انصاف کے ساتھ ان میں اصلاح کردو اور عدل کرو بیشک عدل والے اللہ کو پیارے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو تم ان میں صلح کرادو پھر اگر ان میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے پھر اگر وہ پلٹ آئے تو انصاف کے ساتھ ان میں صلح کروادو اور عدل کرو، بیشک اللہ عدل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

﴿وَ اِنْ طَآىٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا: اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو تم ان میں صلح کروادو۔﴾ **شانِ نزول:** ایک مرتبہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دراز گوش پر سوار ہو کر تشریف لے جا رہے تھے، اس دوران انصار کی مجلس کے پاس سے گزر ہوا تو وہاں تھوڑی دیر ٹھہرے، اس جگہ دراز گوش نے پیشاب کیا تو عبداللہ بن اُبی نے ناک بند کرلی۔ یہ دیکھ کر حضرت **عبداللہ** بن رواحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دراز گوش کا پیشاب تیرے مشک سے بہتر خوشبو رکھتا ہے۔ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تو تشریف لے گئے لیکن ان دونوں میں بات بڑھ گئی اور ان دونوں کی قومیں آپس میں لڑ پڑیں اور ہاتھا پائی تک نوبت پہنچ گئی، صورتِ حال معلوم ہونے پر سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ واپس تشریف لائے اور ان میں صلح کرادی، اس معاملے کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا'' اے ایمان والو! اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو تم سمجھا کر ان میں صلح کرادو، پھر اگر ان میں سے ایک دوسرے پر ظلم اور زیادتی کرے اور صلح کرنے سے انکار کردے تو مظلوم کی حمایت میں اس زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ **اللہ** تعالیٰ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ **اللہ** تعالیٰ کے حکم کی طرف پلٹ آئے تو انصاف کے ساتھ دونوں گروہوں میں صلح کروادو اور دونوں میں سے کسی پر زیادتی نہ کرو (کیونکہ اس جماعت کو ہلاک کرنا مقصود نہیں بلکہ سختی کے ساتھ راہِ راست پر لانا مقصود ہے) اور صرف اس معاملے میں ہی نہیں بلکہ ہر چیز میں عدل کرو، بیشک **اللہ** تعالیٰ عدل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے تو وہ انہیں عدل کی اچھی جزا دے گا۔[1]

---

1 ......جلالين مع صاوى، الحجرات، تحت الآية: ٩، ٥/١٩٩٢-١٩٩٣، مدارك، الحجرات، تحت الآية: ٩، ص١١٥٣، روح البيان، الحجرات، تحت الآية: ٩، ٩/٧٣-٧٦، ملتقطاً.

آیت" وَ اِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا "سے حاصل ہونے والی معلومات

اس آیت سے پانچ باتیں معلوم ہوئیں،

(1)...... جنگ وجدال گناہ ہے، مگر یہاں دونوں فریقوں کو مومن فرمایا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کفر نہیں ہے۔

(2)......مسلمانوں میں صلح کرانا حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سنت اور اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔

(3)......غلط فہمی کی وجہ سے بادشاہِ اسلام کی مخالفت یا اس سے جنگ کرنے والا کافر اور فاسق نہیں بلکہ مومن ہے۔

(4)......سلطانِ اسلام باغیوں سے جنگ کرے یہاں تک کہ وہ اپنی بغاوت سے باز آجائیں۔

(5)...... یہ جنگ جہاد نہ ہوگی، نہ ان باغیوں کا مال غنیمت ہوگا، نہ ان کے قیدی لونڈی غلام بنائے جائیں گے بلکہ ان کا زور توڑ کر ان سے برادرانہ سلوک کیا جائے گا۔

مسلمانوں میں صلح کروانے کے فضائل

قرآنِ مجید اور اَحادیثِ مبارکہ میں بکثرت مقامات پر مسلمانوں کو آپس میں صلح صفائی رکھنے اور ان کے درمیان صلح کروانے کا حکم دیا گیا اور اس کے بہت فضائل بیان کئے گئے ہیں، چنانچہ اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَاۤ اَنْ یُّصْلِحَا بَیْنَهُمَا صُلْحًاؕ وَ الصُّلْحُ خَیْرٌ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو تو ان پر کوئی حرج نہیں کہ آپس میں صلح کرلیں اور صلح بہتر ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے محبوب! تم سے اموالِ غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ تم فرماؤ، غنیمت کے مالوں کے مالک اللّٰہ اور رسول ہیں تو اللّٰہ سے ڈرتے رہو اور آپس میں صلح صفائی رکھو۔

---

1 ......النساء:١٢٨.

2 ......انفال:١.

اور ارشاد فرماتا ہے:

لَا خَیْرَ فِیْ كَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَیْنَ النَّاسِؕ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اُن کے اکثر خفیہ مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی مگران لوگوں (کے مشوروں) میں جو صدقے کا یا نیکی کا یا لوگوں میں باہم صلح کرانے کا مشورہ کریں اور جو اللہ کی رضامندی تلاش کرنے کے لئے یہ کام کرتا ہے تو اسے عنقریب ہم بڑا ثواب عطا فرمائیں گے۔

حضرت اُمِّ کلثوم بنت عقبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”وہ شخص جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کرائے کہ اچھی بات پہنچاتا ہے یا اچھی بات کہتا ہے۔“[2]

حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”کیا میں تمہیں ایسا کام نہ بتاؤں جو درجے میں روزے، نماز اور زکوٰۃ سے بھی افضل ہو، صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیوں نہیں۔ ارشاد فرمایا: ”آپس میں صلح کروا دینا۔“[3]

البتہ یاد رہے کہ مسلمانوں میں وہی صلح کروانا جائز ہے جو شریعت کے دائرے میں ہو جبکہ ایسی صلح جو حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دے وہ جائز نہیں ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”مسلمانوں کے مابین صلح کروانا جائز ہے مگر وہ صلح (جائز نہیں) جو حرام کو حلال کر دے یا حلال کو حرام کر دے۔“[4]

اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو عورت کو تین طلاقیں ہو جانے کے باوجود شوہر اور بیوی سے یہ کہتے ہیں کہ کوئی بات نہیں، تم سے جو غلطی ہوئی اسے اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا اس لئے تم اب آپس میں صلح کر لو، حالانکہ تین طلاقوں کے بعد وہ عورت اللہ تعالیٰ اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اَحکام کے مطابق اپنے شوہر پر

1 ......النساء: ٤/١١٤.

2 ......بخاری، کتاب الصلح، باب لیس الکاذب الذی یصلح بین الناس، ٢/٢١٠، الحدیث: ٢٦٩٢.

3 ......ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی اصلاح ذات البین، ٤/٣٦٥، الحدیث: ٤٩١٩.

4 ......ابو داؤد، کتاب الاقضیة، باب فی الصلح، ٣/٤٢٥، الحدیث: ٣٥٩٤.

حرام ہوچکی ہے اور صرف صلح کر لینے سے یہ حرام حلال نہیں ہوسکتا، تو ان کا یہ صلح کروانا حرام کو حلال کرنے کی کوشش کرنا ہے اور یہ ہرگز جائز نہیں ہے اور ایسی صلح کروانے والے خود بھی گناہگار ہوں گے اور اس صلح کے بعد وہ مرد و عورت شوہر اور بیوی والا جو تعلق قائم کریں گے اس کا گناہ انہیں بھی ہوگا کیونکہ ان کے لئے اب وہ تعلق قائم کرنا حرام ہے اور یہ چونکہ حرام کام میں ان کی مدد کر رہے ہیں اور اس کی ترغیب دے رہے ہیں تو اس کے گناہ میں یہ بھی شریک ہیں۔ اللّٰہ تعالٰی مسلمانوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے اور شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے مسلمانوں کے درمیان صلح کروانے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

معاشرے سے ظلم کا خاتمہ کرنے میں دینِ اسلام کا کردار

ظلم ایک ایسا بدترین فعل ہے جس سے انسان اپنے بنیادی حق سے محروم ہو کر اَذِیَّت اور کرب کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور یہ وہ عمل ہے جس سے جھگڑے اور فسادات جنم لیتے، لوگ بغاوت اور سرکشی پر اتر آتے اور اصول و قوانین ماننے سے انکار کر دیتے ہیں جس کے نتیجے میں انسانی حقوق تلف ہوتے اور معاشرے کا امن و سکون تباہ ہو کر رہ جاتا ہے، دینِ اسلام چونکہ انسانی حقوق کا سب سے بڑا محافظ اور معاشرتی امن کو برقرار رکھنے کا سب سے زیادہ حامی ہے اسی لئے اس دین نے انسانی حقوق تلف کرنے اور معاشرتی امن میں بگاڑ پیدا کرنے والے ہر فعل سے روکا ہے اور ان چیزوں میں ظلم کا کردار دوسرے افعال کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے اس لئے اسلام نے ظلم کے خاتمے کیلئے بھی انتہائی احسن اِقدامات کئے ہیں تاکہ لوگوں کے حقوق محفوظ رہیں اور وہ امن و سکون کی زندگی بسر کریں، ان میں سے ایک اِقدام لوگوں کو یہ حکم دینا ہے کہ وہ ظالم کو روکیں اور دوسرا اِقدام ظالم کو وعیدیں سنانا ہے تاکہ وہ خود اپنے ظلم سے باز آجائے، جیسا کہ درج ذیل تین اَحادیث سے واضح ہے، چنانچہ

(1)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ کسی نے عرض کی، یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر وہ مظلوم ہو تو مدد کروں گا لیکن ظالم ہو تو کیسے مدد کروں؟ ارشاد فرمایا ''اس کو ظلم کرنے سے روک دے یہی (اس کی) مدد کرنا ہے۔[1]

(2)......حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد

1......بخاری، کتاب الاکراہ، باب یمین الرجل لصاحبہ... الخ، ۳۸۹/۴، الحدیث: ۶۹۵۲۔

فرمایا ’’مظلوم کی بددعا سے بچو، وہ اللہ تعالیٰ سے اپنا حق مانگتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی حق والے کا حق اس سے نہیں روکتا۔‘‘ (1)

(3)......حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس کا اپنے مسلمان بھائی پر اس کی آبرو یا کسی اور چیز کا کوئی ظلم ہو تو وہ آج ہی اس سے معافی لے لے، اس سے پہلے کہ (وہ دن آجائے جب) اس کے پاس نہ دینار ہو نہ درہم، (اس دن) اگر اس ظالم کے پاس نیک عمل ہوں گے تو ظلم کے مطابق اس سے چھین لیے جائیں گے اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو اس مظلوم کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔‘‘ (2)

اس سے معلوم ہوا کہ معاشرتی امن کو قائم کرنے اور اس کی راہ میں حائل ایک بڑی رکاوٹ ’’ظلم‘‘ کو ختم کرنے میں اسلام کا کردار سب سے زیادہ ہے اور اس کی کوششیں دوسروں کے مقابلے میں کہیں زیادہ کارگر ہیں کیونکہ جب لوگ ظالم کو ظلم کرنے سے روک دیں گے تو وہ ظلم نہ کر سکے گا اور ظالم جب اتنی ہولناک وعیدیں سنے گا تو اس کے دل میں خوف پیدا ہوگا اور یہی خوف ظلم سے باز آنے میں اس کی مدد کرے گا، یوں معاشرے سے ظلم کا جڑ سے خاتمہ ہوگا اور معاشرہ امن وسکون کا پُرلطف باغ بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دینِ اسلام کے احکامات اور تعلیمات کو صحیح طریقے سے سمجھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

مظلوم کی حمایت اور فریاد رسی کرنے کے فضائل

یہاں آیت کی مناسبت سے مظلوم کی حمایت کرنے اور اس کی فریاد رسی کرنے کے دو فضائل ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو کسی مظلوم کی فریاد رسی کرے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے 73 مغفرتیں لکھے گا، ان میں سے ایک سے اس کے تمام کاموں کی درستی ہو جائے گی اور 72 سے قیامت کے دن اس کے درجے بلند ہوں گے۔‘‘ (3)

---

1 ......شعب الایمان، التاسع والاربعون من شعب الایمان ... الخ، فصل فی ذکر ماورد من التشدید ... الخ، ٤٩/٦، الحدیث: ٧٤٦٤.

2 ......بخاری، کتاب المظالم والغصب، باب من کانت له مظلمة عند الرجل ... الخ، ١٢٨/٢، الحدیث: ٢٤٤٩، مشکاة المصابیح، کتاب الآداب، باب الظّلم، الفصل الاول، ٢٣٥/٢، الحدیث: ٥١٢٦.

3 ......شعب الایمان، الثالث والخمسون من شعب الایمان ... الخ، ١٢٠/٦، الحدیث: ٧٦٧٠.

(2)......اور حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو کسی مظلوم کے ساتھ اس کی مدد کرنے چلے تو اللہ تعالیٰ اسے اس دن ثابت قدمی عطا فرمائے گا جس دن قدم پھسل رہے ہوں گے۔''[1]

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی مظلوم کی حمایت اور مدد کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اور ان کے باہمی اختلافات سے متعلق 8 اہم باتیں

اس آیت کے شانِ نزول میں (اگرچہ جھگڑے میں کچھ منافق بھی شریک تھے لیکن) اہلِ ایمان کے اختلاف کا بھی ذکر ہوا، اسی مناسبت سے یہاں صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اور ان کے باہمی اختلافات سے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے کلام سے 8 اہم باتوں کا خلاصہ ملاحظہ ہو،

(1)......تابعین سے لے کر قیامت تک امت کا کوئی بڑے سے بڑا ولی کسی کم مرتبے والے صحابی کے رتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

(2)......اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو قرب صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو حاصل ہے وہ کسی دوسرے امتی کو مُیَسَّر نہیں اور جو بلند درجات یہ پائیں گے وہ کسی اور امتی کو نہ ملیں گے۔

(3)......اہلسنّت کے خواص اور عوام پہلے سے آخری درجے تک کے تمام صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو انتہاء درجے کا نیک اور متقی جانتے ہیں اور ان کے اَحوال کی تفاصیل کہ کس نے کس کے ساتھ کیا کیا اور کیوں کیا، اس پر نظر کرنا حرام مانتے ہیں۔

(4)......اگر صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ میں سے کسی کا کوئی ایسا فعل منقول ہے جو کم نظر کی آنکھ میں ان کی شان سے قدرے گرا ہوا ہو اور اس میں کسی کو اعتراض کرنے کی گنجائش ملے تو (اس کے بارے میں اہلسنت کے علماء اور عوام کا طرزِ عمل یہ ہے کہ وہ) اس کا اچھا مَحمل بیان کرتے ہیں، اسے ان کے قلبی اخلاص اور اچھی نیت پر محمول کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا سچا فرمان ''رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ'' سن کر دل کے آئینے میں تفتیش کے زنگ کو جگہ نہیں دیتے اور حقیقی اَحوال کی تحقیق کے نام کا میل کچیل، دل کے آئینے پر چڑھنے نہیں دیتے۔

(5)......صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے رتبے ہماری عقل سے وراء ہیں، پھر ہم اُن کے معاملات میں کیسے دخل دے

[1]......حلية الاولياء، مالك بن انس، ۶/۳۸۳، الحديث: ۹۰۱۲.

سکتے ہیں اوران میں صورۃً جوتنازعات اوراختلافات واقع ہوئے ہم ان کا فیصلہ کرنے والے کون ہیں؟ ایسا ہرگزنہیں ہوسکتا کہ ہم ایک کی طرف داری میں دوسرے کو برا کہنے لگیں، یاان جھگڑوں میں ایک فریق کو دنیا طلب ٹھہرائیں، بلکہ یقین سے جانتے ہیں کہ وہ سب دین کی مَصلحتوں کے طلبگار تھے،اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی ان کا نصبُ العَین تھی، پھروہ مُجتہد بھی تھے،توجس کے اجتہاد میں جو بات اللّٰہ تعالیٰ کے دین اورتاجدارِرسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شریعت کے لیے زیادہ مَصلحت آمیز اور مسلمانوں کے اَحوال سے مناسب تر معلوم ہوئی،اس نے اسے اختیار کیا،اگرچہ اجتہاد میں خطا ہوئی اورٹھیک بات ذہن میں نہ آئی لیکن وہ سب حق پر ہیں اورسب واجبُ الاحترام ہیں،ان کا حال بالکل ایسا ہے جیسا دین کے فروعی مسائل میں خودعلماءِ اہلسنت بلکہ ان کے مُجتہدین مثلاً امامِ اعظم ابوحنیفہ اور امامِ شافعی وغیرہما رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کے اختلافات ہیں۔

(6)......مسلمانوں پرلازم ہے کہ وہ ان جھگڑوں کے سبب صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ میں ایک دوسرے کونہ گمراہ فاسق جانیں اورنہ ہی ان میں سے کسی کے دشمن ہوں بلکہ مسلمانوں کوتو یہ دیکھنا چاہیے کہ سب صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ آقائے دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے جاں نثاراور سچے غلام ہیں،اللّٰہ تعالیٰ اوررسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی بارگاہوں میں مُعَظَّم ومُعَزَّزاورآسمانِ ہدایت کے روشن ستارے ہیں۔

(7)......صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کے بارے میں یادرکھنا چاہئے کہ وہ انبیاءاورفرشتے نہ تھے کہ گناہ سے معصوم ہوں، ان میں سے بعض حضرات سے لغزشیں صادر ہوئیں مگران کی کسی بات پرگرفت اللّٰہ تعالیٰ اوررسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے اَحکام کے خلاف ہے۔

(8)......اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے سورۂ حدید میں سیّدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کی دو قِسمیں بیان فرمائی ہیں،(1) **مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ**۔(2) **اَلَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا**۔

یعنی صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کی ایک قسم وہ ہے کہ فتحِ مکہ سے پہلے مُشَرَّف بایمان ہوئے،اس وقت راہِ خدا میں مال خرچ کیا اور جہاد کیا جب ان کی تعداد بھی بہت کم تھی اور وہ ہرطرح کمزور بھی تھے،انہوں نے اپنے اوپر شدید مجاہدے گوارا کرکے اوراپنی جانوں کوخطروں میں ڈال ڈال کربے دریغ اپنا سرمایہ اسلام کی خدمت کی نذر کردیا، یہ حضرات مہاجرین وانصار میں سے سابقین اَوّلین ہیں۔دوسری قسم وہ ہے کہ فتحِ مکہ کے بعد ایمان لائے،اللّٰہ تعالیٰ کی

راہ میں خرچ کیا اور جہاد میں حصہ لیا۔ ان ایمان والوں نے اس وقت اِس اخلاص کا ثبوت مالی اور جنگی جہاد سے دیا جب اسلامی سلطنت کی جڑ مضبوط ہوچکی تھی اور مسلمان کثرتِ تعداد اور جاہ و مال، ہر لحاظ سے بڑھ چکے تھے۔ اجر اِن کا بھی عظیم ہے لیکن ظاہر ہے کہ اُن سابقون اَوّلون والوں کے درجہ کا نہیں، اسی لیے قرآنِ عظیم نے اُن پہلوں کو اِن بعد والوں پر فضیلت دی اور پھر فرمایا:

كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى — ان سب سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا،

کہ اپنے اپنے مرتبے کے لحاظ سے سب ہی کو اجر ملے گا، محروم کوئی نہ رہے گا۔ اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا ان کے حق میں فرماتا ہے:

اُولٰٓىٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ (1) — وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔

لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا (2) — وہ جہنم کی بھنک تک نہ سنیں گے۔

وَ هُمْ فِیْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ (3) — وہ ہمیشہ اپنی من مانتی جی بھاتی مرادوں میں رہیں گے۔

لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ (4) — قیامت کی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین نہ کرے گی۔

وَ تَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ (5) — فرشتے ان کا استقبال کریں گے۔

هٰذَا یَوْمُكُمُ الَّذِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (6) — یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ہر صحابی کی یہ شان اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ بتاتا ہے، تو جو کسی صحابی پر اعتراض کرے وہ اللّٰہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے، اور ان کے بعض معاملات کو جن میں اکثر جھوٹی حکایات ہیں، اللّٰہ تعالیٰ کے ارشاد کے مقابل پیش کرنا اہلِ اسلام کا کام نہیں۔ اللّٰہ تعالیٰ نے سورۂ حدید کی اسی آیت میں اس کا منہ بھی بند کر دیا کہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے دونوں گروہوں سے بھلائی کا وعدہ کر کے ساتھ ہی ارشاد فرمادیا:

---

1 ……انبیاء: ١٠١.
2 ……انبیاء: ١٠٢.
3 ……انبیاء: ١٠٢.
4 ……انبیاء: ١٠٣.
5 ……انبیاء: ١٠٣.
6 ……انبیاء: ١٠٣.

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ[1] اور اللّٰہ کو خوب خبر ہے جو تم کروگے۔

اس کے باوجود اس نے تمہارے اعمال جان کر حکم فرمادیا کہ وہ تم سب سے بے عذاب جنت اور بے حساب کرامت وثواب کا وعدہ فرماچکا ہے، تو اب دوسرے کو کیا حق رہا کہ ان کی کسی بات پر اعتراض کرے، کیا اعتراض کرنے والا، اللّٰہ تعالیٰ سے جدا اپنی مستقل حکومت قائم کرنا چاہتا ہے، اس بیان کے بعد جو کوئی کچھ بکے وہ اپنا سر کھائے اور خود جہنم میں جائے۔[2]

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۠ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مسلمان مسلمان بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرو اور اللّٰہ سے ڈرو کہ تم پر رحمت ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: صرف مسلمان بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرادو اور اللّٰہ سے ڈرتا کہ تم پر رحمت ہو۔

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ: صرف مسلمان بھائی بھائی ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا: مسلمان تو آپس میں بھائی بھائی ہی ہیں کیونکہ یہ آپس میں دینی تعلق اور اسلامی محبت کے ساتھ مَربوط ہیں اور یہ رشتہ تمام دُنْیَوی رشتوں سے مضبوط تر ہے، لہٰذا جب کبھی دو بھائیوں میں جھگڑا واقع ہو تو ان میں صلح کرادو اور اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرتا کہ تم پر رحمت ہو کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرنا اور پرہیزگاری اختیار کرنا ایمان والوں کی باہمی محبت اور اُلفت کا سبب ہے اور جو اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس پر اللّٰہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے۔[3]

مسلمانوں کے باہمی تعلق سے متعلق 3 احادیث

یہاں آیت کی مناسبت سے مسلمانوں کے باہمی تعلق کے بارے میں 3 اَحادیث ملاحظہ ہوں،

---

1 ......حدید: ١٠.

2 ......فتاوی رضویہ، ٢٩/٣٥٧-٣٦٣، ملخصاً۔

3 ......خازن، الحجرات، تحت الآية: ١٠، ١٦٨/٤، مدارك، الحجرات، تحت الآية: ١٠، ص١١٥٣، ملتقطاً.

(1)......حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے وہ اس پر ظلم کرے نہ اس کو رُسوا کرے، جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں مشغول رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان سے مصیبت کو دور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے مَصائب میں سے کوئی مصیبت دُور فرما دے گا اور جو شخص کسی مسلمان کا پردہ رکھتا ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا پردہ رکھے گا۔''[1]

(2)......حضرت نعمان بن بشیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''سارے مسلمان ایک شخص کی طرح ہیں، جب اس کی آنکھ میں تکلیف ہوگی تو سارے جسم میں تکلیف ہوگی اور اگر اس کے سر میں درد ہو تو سارے جسم میں درد ہوگا۔''[2]

(3)......حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے عمارت کی طرح ہے جس کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کو مضبوط کرتی ہے۔''[3]

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنے باہمی تعلقات سمجھنے اور اس کے تقاضوں کے مطابق عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۱﴾

1 ......بخاری، کتاب المظالم والغصب، باب لا یظلم المسلم... الخ، ٢/١٢٦، الحدیث: ٢٤٤٢.

2 ......مسلم، کتاب البرّ والصّلة والآداب، باب تراحم المؤمنین... الخ، ص١٣٩٦، الحدیث: ٦٧(٢٥٨٦).

3 ......مسلم، کتاب البرّ والصّلة والآداب، باب تراحم المؤمنین... الخ، ص١٣٩٦، الحدیث: ٦٥(٢٥٨٥).

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو نہ مرد مردوں سے ہنسیں عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے دُور نہیں کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں طعنہ نہ کرو اور ایک دوسرے کے بُرے نام نہ رکھو کیا ہی بُرا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! مرد دوسرے مردوں پر نہ ہنسیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں پر ہنسیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں کسی کو طعنہ نہ دو اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو، مسلمان ہونے کے بعد فاسق کہلانا کیا ہی برا نام ہے اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ :اے ایمان والو! مرد دوسرے مَردوں پر نہ ہنسیں۔﴾ شانِ نزول: اس آیتِ مبارکہ کے مختلف حصوں کا نزول مختلف واقعات میں ہوا ہے اور آیت کے زیرِ تفسیر حصے کے نزول سے متعلق دو واقعات درج ذیل ہیں

(1)......حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضرت ثابت بن قیس بن شماس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اونچا سنتے تھے، جب وہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مجلس شریف میں حاضر ہوتے تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ انہیں آگے بٹھاتے اور اُن کے لئے جگہ خالی کر دیتے تاکہ وہ حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قریب حاضر رہ کر کلام مبارک سن سکیں۔ ایک روز انہیں حاضری میں دیر ہوگئی اور جب مجلس شریف خوب بھر گئی اس وقت آپ تشریف لائے اور قاعدہ یہ تھا کہ جو شخص ایسے وقت آتا اور مجلس میں جگہ نہ پاتا تو جہاں ہوتا وہیں کھڑا رہتا۔ لیکن حضرت ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ آئے تو وہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قریب بیٹھنے کے لئے لوگوں کو ہٹاتے ہوئے یہ کہتے چلے کہ ''جگہ دو جگہ'' یہاں تک کہ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اتنے قریب پہنچ گئے کہ اُن کے اور حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے درمیان میں صرف ایک شخص رہ گیا، انہوں نے اس سے بھی کہا کہ جگہ دو، اس نے کہا: تمہیں جگہ مل گئی ہے اس لئے بیٹھ جاؤ۔ حضرت ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ غصّہ میں آ کر اس کے پیچھے بیٹھ گئے۔ جب دن خوب روشن ہوا تو حضرت ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس کا جسم دبا کر کہا: کون؟ اس نے کہا: میں فلاں شخص ہوں۔

حضرت ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس کی ماں کا نام لے کر کہا: فلانی کا لڑکا۔ اس پر اس شخص نے شرم سے سر جھکا لیا کیونکہ اس زمانے میں ایسا کلمہ عار دلانے کے لئے کہا جاتا تھا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(2)......حضرت ضحاک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: یہ آیت بنی تمیم کے ان افراد کے بارے میں نازل ہوئی جو حضرت عمار، حضرت خباب، حضرت بلال، حضرت صہیب، حضرت سلمان اور حضرت سالم وغیرہ غریب صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی غُربت دیکھ کر ان کا مذاق اُڑایا کرتے تھے۔ ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ مرد مَردوں سے نہ ہنسیں، یعنی مال دار غریبوں کا، بلند نسب والے دوسرے نسب والوں کا، تندرست اپاہج کا اور آنکھ والے اس کا مذاق نہ اُڑائیں جس کی آنکھ میں عیب ہو، ہوسکتا ہے کہ وہ ان ہنسنے والوں سے صدق اور اخلاص میں بہتر ہوں۔[1]

کسی کی غربت کی وجہ سے اس کا مذاق نہیں اُڑانا چاہئے

آیت کے دوسرے شانِ نزول سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص میں فقر، محتاجی اور غریبی کے آثار نظر آئیں تو ان کی بنا پر اس کا مذاق نہ اڑایا جائے، ہوسکتا ہے کہ جس کا مذاق اڑایا جا رہا ہے وہ مذاق اڑانے والے کے مقابلے میں دینداری کے لحاظ سے کہیں بہتر ہو۔

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جن کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہوتے ہیں، ان کے پاس دو پُرانی چادریں ہوتی ہیں اور انہیں کوئی پناہ نہیں دیتا (لیکن اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا رتبہ و مقام یہ ہوتا ہے کہ) اگر وہ اللّٰہ تعالیٰ پر قسم کھالیں (کہ اللّٰہ تعالیٰ فلاں کام کرے گا) تو اللّٰہ تعالیٰ (وہ کام کرکے) ان کی قسم کو سچا کر دیتا ہے۔[2]

حضرت حارث بن وہب خزاعی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''کیا میں تمہیں جنتی لوگوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ یہ ہر وہ شخص ہے جو کمزور اور (لوگوں کی نگاہوں میں) گرا ہوا ہے، اگر وہ اللّٰہ تعالیٰ پر قسم کھالے تو اللّٰہ تعالیٰ ضرور اس کی قسم سچی کر دے گا۔[3]

﴿وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ﴾: اور نہ عورتیں دوسری عورتوں پر ہنسیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان ہنسنے

---

1 ......خازن، الحجرات، تحت الآیة: ۱۱، ۴/۱۶۹.

2 ......ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب البراء بن مالك رضی اللّٰہ عنه، ۵/۴۵۹، الحدیث: ۳۸۸۰.

3 ......ترمذی، کتاب صفة جهنّم، ۱۳-باب، ۴/۲۷۲، الحدیث: ۲۶۱۴.

والیوں سے بہتر ہوں۔ ﴿شانِ نزول: آیتِ مبارکہ کے اس حصے کے نزول سے متعلق دو روایات درج ذیل ہیں،

(1)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: یہ آیت **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کے متعلق نازل ہوئی ہے، انہوں نے حضرتِ اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو چھوٹے قد کی وجہ سے شرمندہ کیا تھا۔

(2)......حضرت **عبداللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: آیت کا یہ حصہ اُمُّ المومنین حضرت صفیہ بنت حُیَی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے حق میں اس وقت نازل ہوا جب انہیں حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ایک زوجۂ مُطَہَّرہ نے یہودی کی بیٹی کہا۔[1]

اس واقعے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: اُمُّ المومنین حضرت صفیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو معلوم ہوا کہ حضرت حفصہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے انہیں یہودی کی لڑکی کہا ہے، (اس پر انہیں رنج ہوا اور) آپ رونے لگیں، جب سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان کے پاس تشریف لائے اور انہیں روتا ہوا پایا تو ارشاد فرمایا ’’تم کیوں رو رہی ہو؟ عرض کی: حضرت حفصہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے مجھے یہودی کی لڑکی کہا ہے۔ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’تم نبی زادی ہو، تیرے چچا نبی ہیں اور نبی کی بیوی ہو، تو تم پر وہ کیا فخر کرتی ہیں اور حضرت حفصہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے فرمایا ’’اے حفصہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا **اللّٰہ** تعالیٰ سے ڈرو۔[2]

نوٹ: آیتِ مبارکہ میں عورتوں کا جداگانہ ذکر اس لئے کیا گیا کہ عورتوں میں ایک دوسرے کا مذاق اُڑانے اور اپنے آپ کو بڑا جاننے کی عادت بہت زیادہ ہوتی ہے، نیز آیتِ مبارکہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عورتیں کسی صورت آپس میں ہنسی مذاق نہیں کرسکتیں بلکہ چند شرائط کے ساتھ ان کا آپس میں ہنسی مذاق کرنا جائز ہے، جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: (عورتوں کی ایک دوسرے سے) جائز ہنسی جس میں نہ فحش ہو نہ ایذائے مُسلم، نہ بڑوں کی بے ادبی، نہ چھوٹوں سے بدلحاظی، نہ وقت و محل کے نظر سے بے موقع، نہ اس کی کثرت اپنی ہمسر عورتوں سے جائز ہے۔[3]

---

1 ......خازن، الحجرات، تحت الآیۃ: ١١، ٤/١٦٩.

2 ......ترمذی، کتاب المناقب، باب فضل ازواج النّبی، ٥/٤٧٤، الحدیث: ٣٩٢٠.

3 ......فتاوی رضویہ، ٢٣/١٩٤۔

مذاق اڑانے کا شرعی حکم اور اس کی مذمت

مذاق اُڑانے کا شرعی حکم بیان کرتے ہوئے حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اہانت اور تحقیر کیلئے زبان یا اشارات، یا کسی اور طریقے سے مسلمان کا مذاق اڑانا حرام و گناہ ہے کیونکہ اس سے ایک مسلمان کی تحقیر اور اس کی ایذاء رسانی ہوتی ہے اور کسی مسلمان کی تحقیر کرنا اور دکھ دینا سخت حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ (1)

کثیر اَحادیث میں اس فعل سے ممانعت اور اس کی شدید مذمت اور شناعت بیان کی گئی ہے، جیسا کہ حضرت عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اپنے بھائی سے نہ جھگڑا کرو، نہ اس کا مذاق اڑاؤ، نہ اس سے کوئی ایسا وعدہ کرو جس کی خلاف ورزی کرو۔ (2)

اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میں کسی کی نقل اتارنا پسند نہیں کرتا اگرچہ اس کے بدلے میں مجھے بہت مال ملے۔ (3)

حضرت حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن لوگوں کا مذاق اڑانے والے کے سامنے جنت کا ایک دروازہ کھولا جائے گا اور کہا جائے گا کہ آؤ آؤ، تو وہ بہت ہی بے چینی اور غم میں ڈوبا ہوا اس دروازے کے سامنے آئے گا مگر جیسے ہی وہ دروازے کے پاس پہنچے گا وہ دروازہ بند ہو جائے گا، پھر ایک دوسرا جنت کا دروازہ کھلے گا اور اس کو پکارا جائے گا: آؤ یہاں آؤ، چنانچہ یہ بے چینی اور رنج و غم میں ڈوبا ہوا اس دروازے کے پاس جائے گا تو وہ دروازہ بند ہو جائے گا، اسی طرح اس کے ساتھ معاملہ ہوتا رہے گا یہاں تک کہ دروازہ کھلے گا اور پکار پڑے گی تو وہ نا امیدی کی وجہ سے نہیں جائے گا۔ (اس طرح وہ جنت میں داخل ہونے سے محروم رہے گا) (4)

حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: کسی کو ذلیل کرنے کے لیے اور اس کی تحقیر

---

1 ......جہنم کے خطرات، ص۱۷۳۔

2 ...... ترمذی، کتاب البرّ والصّلة، باب ما جاء فی المراء، ٣/٤٠٠، الحدیث: ٢٠٠٢.

3 ......ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی الغیبة، ٤/٣٥٣، الحدیث: ٤٨٧٥.

4 ......موسوعة ابن ابی دنیا، الصّمت وآداب اللّسان، باب ما نهی عنه العباد ان یسخر... الخ، ٧/١٨٣، الحدیث: ٢٨٧.

کرنے کے لیے اس کی خامیوں کو ظاہر کرنا، اس کا مذاق اڑانا، اس کی نقل اتارنا یا اس کو طعنہ مارنا یا عار دلانا یا اس پر ہنسنا یا اس کو بُرے بُرے اَلقاب سے یاد کرنا اور اس کی ہنسی اُڑانا مثلاً آج کل کے بَزَعمِ خود اپنے آپ کو عُرفی شُرفاء کہلانے والے کچھ قوموں کو حقیر و ذلیل سمجھتے ہیں اور محض قومِیَّت کی بنا پر ان کا تَمَسْخُر اور اِستہزاء کرتے اور مذاق اڑاتے رہتے ہیں اور قِسم قِسم کے دل آزار اَلقاب سے یاد کرتے رہتے ہیں، کبھی طعنہ زنی کرتے ہیں، کبھی عار دلاتے ہیں، یہ سب حرکتیں حرام و گناہ اور جہنم میں لے جانے والے کام ہیں۔ لہٰذا ان حرکتوں سے توبہ لازم ہے، ورنہ یہ لوگ فاسق ٹھہریں گے۔ اسی طرح سیٹھوں اور مالداروں کی عادت ہے کہ وہ غریبوں کے ساتھ تَمَسْخُر اور اہانت آمیز القاب سے ان کو عار دلاتے اور طعنہ زنی کرتے رہتے ہیں اور طرح طرح سے ان کا مذاق اڑایا کرتے ہیں جس سے غریبوں کی دل آزاری ہوتی رہتی ہے، مگر وہ اپنی غُربت اور مُفلسی کی وجہ سے مالداروں کے سامنے دَم نہیں مار سکتے۔ ان مالداروں کو ہوش میں آ جانا چاہیے کہ اگر وہ اپنے ان کَرتُوتوں سے توبہ کر کے باز نہ آئے تو یقیناً وہ قہرِ قہّار و غضبِ جبّار میں گرفتار ہو کر جہنم کے سزاوار بنیں گے اور دنیا میں ان غریبوں کے آنسو قہرِ خداوندی کا سیلاب بن کر ان مالداروں کے محلات کو خَس و خاشاک کی طرح بہالے جائیں گے۔ (1)
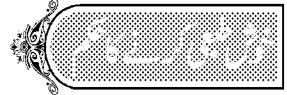
یاد رہے کہ کسی شخص سے ایسا مذاق کرنا حرام ہے جس سے اسے اَذِیَّت پہنچے البتہ ایسا مذاق جو اسے خوش کر دے، جسے خوش طبعی اور خوش مزاجی کہتے ہیں، جائز ہے، بلکہ کبھی کبھی خوش طبعی کرنا سنت بھی ہے جیسا کہ مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَةُاللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں ’’حضورِ پُر نور صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سے کبھی کبھی خوش طبعی کرنا ثابت ہے، اسی لیے علماءِ کرام فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی خوش طبعی کرنا سنتِ مُستحبہ ہے۔ (2)

امام محمد غزالی رَحْمَةُاللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں: اگر تم اس بات پر قادر ہو کہ جس پر نبی کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ قادر تھے کہ مزاح (یعنی خوش طبعی) کرتے وقت صرف حق بات کہو، کسی کے دل کو اَذِیَّت نہ پہنچاؤ، حد سے نہ بڑھو اور کبھی کبھی مزاح کرو تو تمہارے لئے بھی کوئی حرج نہیں لیکن مزاح کو پیشہ بنا لینا بہت

1 ......جہنم کے خطرات، ص۱۷۵-۱۷۶۔

2 ......مراٰۃ المناجیح، ۶/۴۹۳-۴۹۴۔

بڑی غلطی ہے۔[1]

مزید فرماتے ہیں: وہ مزاح ممنوع ہے جو حد سے زیادہ کیا جائے اور ہمیشہ اسی میں مصروف رہا جائے اور جہاں تک ہمیشہ مزاح کرنے کا تعلق ہے تو اس میں خرابی یہ ہے کہ یہ کھیل کود اور غیر سنجیدگی ہے، کھیل اگرچہ (بعض صورتوں میں) جائز ہے لیکن ہمیشہ اسی کام میں لگ جانا مذموم ہے اور حد سے زیادہ مزاح کرنے میں خرابی یہ ہے کہ اس کی وجہ سے زیادہ ہنسی پیدا ہوتی ہے اور زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے، بعض اوقات دل میں بُغض پیدا ہو جاتا ہے اور ہَیبت و وقار ختم ہو جاتا ہے، لہٰذا جو مزاح ان اُمور سے خالی ہو وہ قابلِ مذمت نہیں، جیسا کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بے شک میں بھی مزاح کرتا ہوں اور میں (خوش طبعی میں) سچی بات ہی کہتا ہوں۔[2]

لیکن یہ بات تو آپ کے ساتھ خاص تھی کہ مزاح بھی فرماتے اور جھوٹ بھی نہ ہوتا لیکن جہاں تک دوسرے لوگوں کا تعلق ہے تو وہ مزاح اسی لئے کرتے ہیں کہ لوگوں کو ہنسائیں خواہ جس طرح بھی ہو، اور (اس کی وعید بیان کرتے ہوئے) نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''ایک شخص کوئی بات کہتا ہے جس کے ذریعے وہ اپنے ہم مجلس لوگوں کو ہنساتا ہے، اس کی وجہ سے ثُریّا ستارے سے بھی زیادہ دور تک جہنم میں گرتا ہے۔[3]

اللہ تعالیٰ ہمیں جائز خوش طبعی کرنے اور ناجائز خوش طبعی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خوش طبعی

یہاں موضوع کی مناسبت سے سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خوش طبعی کے چار واقعات بھی ملاحظہ ہوں۔

(1)......حضرت زید بن اسلم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضرت اُمِّ ایمن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: میرے شوہر آپ کو بلا رہے ہیں۔ ارشاد فرمایا ''کون، وہی جس کی آنکھ میں سفیدی ہے؟ عرض کی: اللہ تعالیٰ کی قسم! ان کی آنکھ میں سفیدی نہیں ہے۔ ارشاد فرمایا ''کیوں نہیں، بے شک

---

1 ......احیاء علوم الدین، کتاب آفات اللّسان، الآفۃ العاشرۃ المزاح، ۳/۱۵۹.

2 ......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمہ: احمد، ۱/۲۸۳، الحدیث: ۹۹۵.

3 ......مسند امام احمد، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ۳/۳۶۶، الحدیث: ۹۲۳۱، احیاء علوم الدین، کتاب آفات اللسان، الآفۃ العاشرۃ المزاح، ۳/۱۵۸.

اس کی آنکھ میں سفیدی ہے۔ عرض کی: اللہ تعالیٰ کی قسم! ایسا نہیں ہے۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''کیا کوئی ایسا ہے جس کی آنکھ میں سفیدی نہ ہو (آپ نے اس سے وہ سفیدی مراد لی تھی جو آنکھ کے سیاہ حلقے کے اردگرد ہوتی ہے)۔[1]

(2)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہم میں گھلے ملے رہتے، حتّٰی کہ میرے چھوٹے بھائی سے فرماتے ''ابوعمیر! چڑیا کا کیا ہوا۔[2]

(3)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک شخص نے رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سواری مانگی تو ارشاد فرمایا ''ہم تمہیں اونٹنی کے بچے پر سوار کریں گے۔ اس نے عرض کی: میں اونٹنی کے بچے کا کیا کروں گا؟ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اونٹ کو اونٹنی ہی تو جنم دیتی ہے۔[3]

(4)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک بوڑھی عورت سے فرمایا: ''جنت میں کوئی بوڑھی عورت نہ جائے گی۔ انہوں نے (پریشان ہوکر) عرض کی: تو پھر ان کا کیا بنے گا؟ (حالانکہ) وہ عورت قرآن پڑھا کرتی تھی۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''کیا تم نے قرآن میں یہ نہیں پڑھا کہ

اِنَّاۤ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴿۳۵﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا[4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے ان جنتی عورتوں کو ایک خاص انداز سے پیدا کیا۔ تو ہم نے انہیں کنواریاں بنایا۔[5]

﴿ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ: اور آپس میں کسی کو طعنہ نہ دو۔﴾ یعنی قول یا اشارے کے ذریعے ایک دوسرے پر عیب نہ لگاؤ کیونکہ مومن ایک جان کی طرح ہے جب کسی دوسرے مومن پر عیب لگایا جائے گا تو گویا اپنے پر ہی عیب لگایا جائے گا۔[6]

---

1 ......سبل الهدى والرشاد، جماع ابواب صفاته المعنوية، الباب الثاني والعشرون في مزاحه... الخ، ١١٤/٧.
2 ......بخاري، كتاب الادب، باب الانبساط الى الناس، ١٣٤/٤، الحديث: ٦١٢٩.
3 ...... ترمذي، كتاب البرّ والصّلة، باب ما جاء في المزاح، ٣٩٩/٣، الحديث: ١٩٩٩.
4 ......واقعه: ٣٦،٣٥.
5 ......مشكوٰة المصابيح، كتاب الآداب، باب المزاح، الفصل الثاني، ٢٠٠/٢، الحديث: ٤٨٨٨.
6 ......روح المعاني، الحجرات، تحت الآية: ١١، ٤٢٤/١٣.
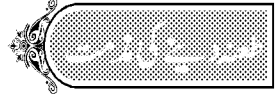
اَحادیث میں طعنہ دینے کی بہت مذمت بیان کی گئی ہے، یہاں اس سے متعلق 2 اَحادیث ملاحظہ ہوں ،

(1)......حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’بہت لعن طعن کرنے والے قیامت کے دن نہ گواہ ہوں گے نہ شفیع۔ ‘‘[1]

(2)......حضرت عبد اللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’مومن نہ طعن کرنے والا ہوتا ہے، نہ لعنت کرنے والا، نہ فحش بکنے والا بے ہودہ ہوتا ہے۔‘‘[2]

اللّٰہ تعالٰی ہمیں طعنہ دینے سے محفوظ فرمائے ، اٰمین۔

﴿وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ: اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو۔﴾ برے نام رکھنے سے کیا مراد ہے اس کے بارے میں مفسرین کے مختلف اَقوال ہیں، ان میں سے تین قول درج ذیل ہیں

(1)......حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا ’’ایک دوسرے کے برے نام رکھنے سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی آدمی نے کسی برائی سے توبہ کرلی ہو تو اسے توبہ کے بعد اس برائی سے عار دلائی جائے۔ یہاں آیت میں اس چیز سے منع کیا گیا ہے۔

حدیثِ پاک میں اس عمل کی وعید بھی بیان کی گئی ہے، جیسا کہ حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس شخص نے اپنے بھائی کو اس کے کسی گناہ پر شرمندہ کیا تو وہ شخص اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ وہ اس گناہ کا اِرتکاب نہ کرلے۔‘‘[3]

(2)......بعض علماء نے فرمایا ’’برے نام رکھنے سے مراد کسی مسلمان کو کتا، یا گدھا، یا سور کہنا ہے۔

(3)......بعض علماء نے فرمایا کہ اس سے وہ اَلقاب مراد ہیں جن سے مسلمان کی برائی نکلتی ہو اور اس کو ناگوار ہو (لیکن تعریف کے القاب جو سچے ہوں ممنوع نہیں، جیسے کہ حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا لقب عتیق اور حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا فاروق اور حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ذوالنورین اور حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ابوتُراب اور حضرت خالد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

---

1 ......مسلم، کتاب البرّ والصّلة والآداب، باب النّهي عن لعن الدّواب وغيرها، ص ١٤٠٠، الحديث: ٨٥(٢٥٩٨).

2 ......ترمذی، کتاب البرّ والصّلة، باب ما جاء فی اللّعنة، ٣٩٣/٣، الحديث: ١٩٨٤.

3 ......ترمذی، کتاب صفة القيامة...الخ، ٥٣-باب، ٢٢٦/٤، الحديث: ٢٥١٣.

عَنْہُ کا سَیْفُ اللہ تھا) اور جو اَلقاب گویا کہ نام بن گئے اور اَلقاب والے کو ناگوار نہیں وہ القاب بھی ممنوع نہیں، جیسے اَعْمَش اور اَعرَج وغیرہ۔[1]

﴿بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ : مسلمان ہونے کے بعد فاسق کہلانا کیا ہی برا نام ہے۔﴾ ارشاد فرمایا: مسلمان ہونے کے بعد فاسق کہلانا کیا ہی برا نام ہے تو اے مسلمانو، کسی مسلمان کی ہنسی بنا کر یا اس کو عیب لگا کر یا اس کا نام بگاڑ کر اپنے آپ کو فاسق نہ کہلاؤ اور جو لوگ ان تمام افعال سے توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔[2]

آیت "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ" سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے تین مسئلے معلوم ہوئے

(1)......مسلمانوں کی کوئی قوم ذلیل نہیں، ہر مومن عزت والا ہے۔

(2)......عظمت کا دارومدار محض نسب پر نہیں تقویٰ و پرہیزگاری پر ہے۔

(3)......مسلمان بھائی کو نسبی طعنہ دینا حرام اور مشرکوں کا طریقہ ہے آج کل یہ بیماری مسلمانوں میں عام پھیلی ہوئی ہے۔ نسبی طعنہ کی بیماری عورتوں میں زیادہ ہے، انہیں اس آیت سے سبق لینا چاہیے نہ معلوم بارگاہِ الٰہی میں کون کس سے بہتر ہو۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ٘-اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًاؕ-اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُؕ-وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ-اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ(۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو بہت گمانوں سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے اور عیب نہ ڈھونڈھو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں گوارا نہ ہوگا اور اللہ سے

1 ......خازن، الحجرات، تحت الآية: ۱۱، ۴/۱۷۰.

2 ......خازن، الحجرات، تحت الآية: ۱۱، ۴/۱۷۰.

ڈرو بیشک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والامہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! بہت زیادہ گمان کرنے سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہوجاتا ہے اور (پوشیدہ باتوں کی) جستجو نہ کرو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں کوئی پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں ناپسند ہوگا اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، مہربان ہے۔

﴿**یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ**: اے ایمان والو! بہت زیادہ گمان کرنے سے بچو۔﴾ آیت کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو بہت زیادہ گمان کرنے سے منع فرمایا کیونکہ بعض گمان ایسے ہیں جو محض گناہ ہیں لہٰذا احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ گمان کی کثرت سے بچا جائے۔[1]

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: (یہاں آیت میں گمان کرنے سے بچنے کا حکم دیا گیا) کیونکہ گمان ایک دوسرے کو عیب لگانے کا سبب ہے، اس پر قبیح افعال صادر ہونے کا مدار ہے اور اسی سے خفیہ دشمن ظاہر ہوتا ہے اور کہنے والا جب ان اُمور سے یقینی طور پر واقف ہوگا تو وہ اس بات پر بہت کم یقین کرے گا کہ کسی میں عیب ہے تاکہ اسے عیب لگائے، کیونکہ کبھی فعل بظاہر قبیح ہوتا ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا اس لئے کہ ممکن ہے کرنے والا اسے بھول کر کر رہا ہو یا دیکھنے والا غلطی پر ہو۔[2]

علامہ عبداللہ بن عمر بیضاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: یہاں آیت میں گمان کی کثرت کو مُبْہَم رکھا گیا تاکہ مسلمان ہر گمان کے بارے میں محتاط ہو جائے اور غور وفکر کرے یہاں تک کہ اسے معلوم ہو جائے کہ اس گمان کا تعلق کس صورت سے ہے کیونکہ بعض گمان واجب ہیں، بعض حرام ہیں اور بعض مُباح ہیں۔[3]

گمان کی اقسام اور ان کا حکم

گمان کی کئی اَقسام ہیں، ان میں سے چار یہ ہیں: (1) واجب، جیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان رکھنا۔ (2) مُستَحَب، جیسے صالح مومن کے ساتھ نیک گمان رکھنا۔ (3) ممنوع حرام۔ جیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ برا گمان کرنا

1 ......ابن کثیر، الحجرات، تحت الآیة: ١٢، ٧/٣٥٢.

2 ......تفسیر کبیر، الحجرات، تحت الآیة: ١٢، ١٠/١١٠.

3 ......بیضاوی، الحجرات، تحت الآیة: ١٢، ٥/٢١٨، ملخصاً.

اور یونہی مومن کے ساتھ برا گمان کرنا۔ **(4)** جائز، جیسے فاسقِ مُعْلِن کے ساتھ ایسا گمان کرنا جیسے افعال اس سے ظہور میں آتے ہوں۔

حضرت سفیان ثوری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: گمان دو طرح کا ہے، ایک وہ کہ دل میں آئے اور زبان سے بھی کہہ دیا جائے۔ یہ اگر مسلمان پر برائی کے ساتھ ہے تو گناہ ہے۔ دوسرا یہ کہ دل میں آئے اور زبان سے نہ کہا جائے، یہ اگرچہ گناہ نہیں مگر اس سے بھی دل کو خالی کرنا ضروری ہے۔[1]

یہاں بطورِ خاص بدگمانی کے شرعی حکم کی تفصیل ملاحظہ ہو، چنانچہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: مسلمان پر بدگمانی خود حرام ہے جب تک ثبوتِ شرعی نہ ہو۔[2]

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: مسلمانوں پر بدگمانی حرام اور حتّی الامکان اس کے قول و فعل کو وجہِ صحیح پر حمل واجب (ہے)۔[3]

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: بے شک مسلمان پر بدگمانی حرام ہے مگر جبکہ کسی قرینہ سے اس کا ایسا ہونا ثابت ہوتا ہو (جیسا اس کے بارے میں گمان کیا) تو اب حرام نہیں، مثلاً کسی کو (شراب بنانے کی) بھٹی میں آتے جاتے دیکھ کر اسے شراب خور گمان کیا تو اِس کا قصور نہیں (بلکہ بھٹی میں آنے جانے والے کا قصور ہے کیونکہ) اُس نے موضعِ تہمت (یعنی تہمت لگنے کی جگہ) سے کیوں اِجتناب نہ کیا۔[4]

صدرُ الافاضل مفتی نعیم الدین مرادآبادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: مومنِ صالح کے ساتھ برا گمان ممنوع ہے، اسی طرح اس کا کوئی کلام سن کر فاسد معنی مراد لینا باوجود یکہ اس کے دوسرے صحیح معنی موجود ہوں اور مسلمان کا حال ان کے موافق ہو، یہ بھی گمانِ بد میں داخل ہے۔[5]

---

1 ......خازن، الحجرات، تحت الآية: ١٢، ٤/١٧٠-١٧١، مدارك، الحجرات، تحت الآية: ١٢، ص١١٥٥، ملتقطاً.

2 ......فتاوی رضویہ، ۶/۴۸۶۔

3 ......فتاوی رضویہ، ۲۰/۲۷۸۔

4 ......فتاوی امجدیہ، ۱/۱۲۳۔

5 ......خزائن العرفان، الحجرات، تحت الآیۃ: ۱۲، ص۹۵۰۔

دینِ اسلام وہ عظیم دین ہے جس میں انسانوں کے باہمی حقوق اور معاشرتی آداب کو خاص اہمیت دی گئی اور ان چیزوں کا خصوصی لحاظ رکھا گیا ہے اسی لئے جو چیز انسانی حقوق کو ضائع کرنے کا سبب بنتی ہے اور جو چیز معاشرتی آداب کے برخلاف ہے اس سے دینِ اسلام نے منع فرمایا اور اس سے بچنے کا تاکید کے ساتھ حکم دیا ہے، جیسے ان اَشیاء میں سے ایک چیز ’’بدگمانی‘‘ ہے جو کہ انسانی حقوق کی پامالی کا بہت بڑا سبب اور معاشرتی آداب کے انتہائی برخلاف ہے، اس سے دینِ اسلام میں خاص طور پر منع کیا گیا ہے، چنانچہ قرآنِ مجید میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓىٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـٴُـوْلًا (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اپنے آپ کو بدگمانی سے بچاؤ کہ بدگمانی بدترین جھوٹ ہے، ایک دوسرے کے ظاہری اور باطنی عیب مت تلاش کرو، حرص نہ کرو، حسد نہ کرو، بغض نہ کرو، ایک دوسرے سے رُوگردانی نہ کرو اور اے اللہ کے بندو بھائی بھائی ہو جاؤ۔‘‘ (2)

اللہ تعالیٰ ہمیں ایک دوسرے کے بارے میں بدگمانی کرنے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

بدگمانی کے دینی اور دنیوی نقصانات

یہاں بدگمانی کے دینی اور دُنْیَوی نقصانات بھی ملاحظہ ہوں تاکہ بدگمانی سے بچنے کی ترغیب ملے، چنانچہ اس کے 4 دینی نقصانات یہ ہیں

(1)......جس کے بارے میں بدگمانی کی، اگر اُس کے سامنے اِس کا اظہار کر دیا تو اُس کی دل آزاری ہو سکتی ہے اور شرعی اجازت کے بغیر مسلمان کی دل آزاری حرام ہے۔

(2)......اگر اس کی غیر موجودگی میں دوسرے کے سامنے اپنے برے گمان کا اظہار کیا تو یہ غیبت ہو جائے گی اور مسلمان

(1)......بنی اسرائیل: ٣٦.

(2)......مسلم، کتاب البرّ والصّلة والآداب، باب تحریم الظّنّ والتّجسّس... الخ، ص١٣٨٦، الحدیث: ٢٨(٢٥٦٣).

کی غیبت کرنا حرام ہے۔

(3)...... بدگمانی کرنے والا محض اپنے گمان پر صبر نہیں کرتا بلکہ وہ اس کے عیب تلاش کرنے میں لگ جاتا ہے اور کسی مسلمان کے عیبوں کو تلاش کرنا ناجائز و گناہ ہے۔

(4)...... بدگمانی کرنے سے بُغض اور حسد جیسے خطرناک اَمراض پیدا ہوتے ہیں۔

اور اس کے دو بڑے دُنْیَوی نقصانات یہ ہیں،

(1)...... بدگمانی کرنے سے دو بھائیوں میں دشمنی پیدا ہو جاتی ہے، ساس اور بہو ایک دوسرے کے خلاف ہو جاتے ہیں، شوہر اور بیوی میں ایک دوسرے پر اعتماد ختم ہو جاتا اور بات بات پر آپس میں لڑائی رہنے لگتی ہے اور آخر کار ان میں طلاق اور جدائی کی نوبت آجاتی ہے، بھائی اور بہن کے درمیان تعلقات ٹوٹ جاتے ہیں اور یوں ایک ہنستا بستا گھر اجڑ کر رہ جاتا ہے۔

(2)...... دوسروں کے لئے برے خیالات رکھنے والے افراد پر فالج اور دل کی بیماریوں کا خطرہ زیادہ ہو جاتا ہے جیسا کہ حال ہی میں امریکن ہارٹ ایسوسی ایشن کی جانب سے جاری کردہ ایک تحقیقی رپوٹ میں یہ انکشاف کیا گیا ہے کہ وہ افراد جو دوسروں کے لئے مخالفانہ سوچ رکھتے ہیں اور اس کی وجہ سے ذہنی دباؤ کا شکار اور غصے میں رہتے ہیں ان میں دل کی بیماریوں اور فالج کا خطرہ 86% بڑھ جاتا ہے۔
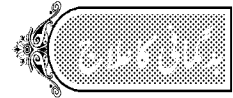
امام محمد غزالی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں: شیطان آدمی کے دل میں بدگمانی ڈالتا ہے تو مسلمان کو چاہیے کہ وہ شیطان کی تصدیق نہ کرے اور اس کو خوش نہ کرے حتّٰی کہ اگر کسی کے منہ سے شراب کی بو آرہی ہو تو پھر بھی اس پر حد لگانا جائز نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے اس نے شراب کا ایک گھونٹ پی کر کلی کر دی ہو یا کسی نے اس کو جبراً شراب پلا دی ہو اور اس کا اِحتمال ہے تو وہ دل سے بدگمانی کی تصدیق کر کے شیطان کو خوش نہ کرے (اگرچہ مذکورہ صورت میں بدگمانی کا گناہ نہیں ہوگا لیکن بچنے میں پھر بھی بھلائی ہی ہے)[1]۔[2]

---

1 ......احیاء علوم الدین، کتاب آفات اللسان، بیان تحریم الغیبة بالقلب، ۳/۱۸۶ ملخصاً۔

2 ......بدگمانی سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ''بدگمانی'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

﴿**وَلَا تَجَسَّسُوْا**: اور جستجو نہ کرو۔﴾ اس آیت میں دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ مسلمانوں کی عیب جوئی نہ کرو اور ان کے پوشیدہ حال کی جستجو میں نہ رہو جسے **اللہ** تعالٰی نے اپنی سَتّاری سے چھپایا ہے۔

[illegible]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے پوشیدہ عیب تلاش کرنا اور انہیں بیان کرنا ممنوع ہے، یہاں اسی سے متعلق ایک عبرت انگیز حدیثِ پاک ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت ابو برزہ اسلمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ **اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا "اے ان لوگوں کے گروہ، جو زبان سے ایمان لائے اور ایمان ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا، مسلمانوں کی غیبت نہ کرو اور ان کی چھپی ہوئی باتوں کی ٹٹول نہ کرو، اس لیے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی چھپی ہوئی چیز کی ٹٹول کرے گا، **اللہ** تعالٰی اس کی پوشیدہ چیز کی ٹٹول کرے (یعنی اسے ظاہر کر دے) گا اور جس کی **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) ٹٹول کرے گا (یعنی عیب ظاہر کرے گا) اس کو رسوا کر دے گا، اگرچہ وہ اپنے مکان کے اندر ہو۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی غیبت کرنا اور ان کے عیب تلاش کرنا منافق کا شِعار ہے اور عیب تلاش کرنے کا انجام ذلت و رسوائی ہے کیونکہ جو شخص کسی دوسرے مسلمان کے عیب تلاش کر رہا ہے، یقیناً اس میں بھی کوئی نہ کوئی عیب ضرور ہو گا اور ممکن ہے کہ وہ عیب ایسا ہو جس کے ظاہر ہونے سے وہ معاشرے میں ذلیل و خوار ہو جائے لہٰذا عیب تلاش کرنے والوں کو اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ ان کی اس حرکت کی بنا پر کہیں **اللہ** تعالٰی ان کے وہ پوشیدہ عیوب ظاہر نہ فرما دے جس سے وہ ذلت و رسوائی سے دوچار ہو جائیں۔

[illegible]

یہاں موضوع کی مناسبت سے مسلمانوں کے عیب چھپانے کے دو فضائل ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت عبد **اللہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: "جس نے کسی مسلمان کے عیب پر پردہ رکھا **اللہ** تعالٰی قیامت کے دن اس کے عیوب پر پردہ رکھے گا۔[2]

(2)......حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ **اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد

---

1 ......ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی الغیبة، ۴/۳۵۴، الحدیث: ۴۸۸۰.

2 ......بخاری، کتاب المظالم والغصب، باب لا یظلم المسلم... الخ، ۲/۱۲۶، الحدیث: ۲۴۴۲.

فرمایا: ’’جو شخص ایسی چیز دیکھے جس کو چھپانا چاہیے اور اس نے پردہ ڈال دیا (یعنی چھپادی) تو ایسا ہے جیسے مَوْءُوْدَہ (یعنی زندہ زمین میں دبادی جانے والی بچی) کو زندہ کیا۔‘‘[1]

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے مسلمان بھائیوں کے عیب چھپانے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

لوگوں کے عیب تلاش کرنے کی بجائے اپنے عیبوں کی اصلاح کی جائے

جو شخص لوگوں کے عیب تلاش کرنے میں رہتا ہے اسے خاص طور پر اور تمام لوگوں کو عمومی طور پر چاہئے کہ کسی کے عیب تلاش کرنے کی بجائے اپنے اندر موجود عیبوں کو تلاش کرنے اور ان کی اصلاح کرنے کی کوشش کریں کہ اسی میں ان کی اور دوسروں کی دنیا و آخرت کا بھلا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی آنکھ میں تنکا دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ کو بھول جاتا ہے۔[2]

حضرت **عبداللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: جب تم اپنے ساتھی کے عیب ذکر کرنے کا ارادہ کرو تو (اس وقت) اپنے عیبوں کو یاد کرو۔[3]

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں دوسروں کے عیب تلاش کرنے سے بچنے، اپنے عیبوں کو تلاش کرنے اور ان کی اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

انسان کی عزت و حرمت کی حفاظت میں اسلام کا کردار

دینِ اسلام کی نظر میں ایک انسان کی عزت و حرمت کی قدر بہت زیادہ ہے اور اگر وہ انسان مسلمان بھی ہو تو اس کی عزت و حرمت کی قدر اسلام کی نظر میں مزید بڑھ جاتی ہے، اسی لئے دینِ اسلام نے ان تمام اَفعال سے بچنے کا حکم دیا ہے جن سے کسی انسان کی عزت و حرمت پامال ہوتی ہو، ان افعال میں سے ایک فعل کسی کے عیب تلاش کرنا اور اسے دوسروں کے سامنے بیان کر دینا ہے جس کا انسانوں کی عزت و حرمت ختم کرنے میں بہت بڑا کردار ہے، اس وجہ سے جہاں اس شخص کو ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کا عیب لوگوں کے سامنے ظاہر ہو جائے وہیں وہ شخص بھی

1 ......ابو داؤد، کتاب الادب، باب في الستر علی المسلم، ۴/۳۵۷، الحدیث: ۴۸۱۹.
2 ......شعب الایمان، الرابع والاربعون من شعب الایمان... الخ، فصل فیما ورد... الخ، ۵/۳۱۱، الحدیث: ۶۷۶۱.
3 ......شعب الایمان، الرابع والاربعون من شعب الایمان... الخ، فصل فیما ورد... الخ، ۵/۳۱۱، الحدیث: ۶۷۵۸.

لوگوں کی نفرت اور ملامت کا سامنا کرتا ہے جو عیب تلاش کرنے اور انہیں ظاہر کرنے میں لگا رہتا ہے، یوں عیب تلاش کرنے والے اور جس کا عیب بیان کیا جائے، دونوں کی عزت وحرمت چلی جاتی ہے، اس لئے دینِ اسلام نے عیبوں کی تلاش میں رہنے اور انہیں لوگوں کے سامنے شرعی اجازت کے بغیر بیان کرنے سے منع کیا اور اس سے باز نہ آنے والوں کو سخت وعیدیں سنائیں تاکہ ان وعیدوں سے ڈر کر لوگ اس بُرے فعل سے باز آجائیں اور سب کی عزت وحرمت کی حفاظت ہو۔

﴿وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا: اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔﴾ اس آیت میں تیسرا حکم یہ دیا گیا کہ ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا تم میں کوئی یہ پسند کرے گا کہ اپنے مَرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے، یقیناً یہ تمہیں ناپسند ہوگا، تو پھر مسلمان بھائی کی غیبت بھی تمہیں گوارا نہ ہونی چاہئے کیونکہ اس کو پیٹھ پیچھے برا کہنا اس کے مرنے کے بعد اس کا گوشت کھانے کی مثل ہے کیونکہ جس طرح کسی کا گوشت کاٹنے سے اس کو ایذا ہوتی ہے اسی طرح اس کی بدگوئی کرنے سے اسے قلبی تکلیف ہوتی ہے اور درحقیقت عزت وآبرُو گوشت سے زیادہ پیاری ہے۔ **شانِ نزول:** جب سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جہاد کے لئے روانہ ہوتے اور سفر فرماتے تو ہر دو مال داروں کے ساتھ ایک غریب مسلمان کو کردیتے کہ وہ غریب اُن کی خدمت کرے اور وہ اسے کھلائیں پلائیں، یوں ہر ایک کا کام چلے، چنانچہ اسی دستور کے مطابق حضرت سلمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ دو آدمیوں کے ساتھ کئے گئے تھے، ایک روز وہ سوگئے اور کھانا تیار نہ کرسکے تو اُن دونوں نے انہیں کھانا طلب کرنے کے لئے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں بھیجا، حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے کچن کے خادم حضرتِ اُسامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تھے، اُن کے پاس کھانے میں سے کچھ باقی رہا نہ تھا، اس لئے انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ حضرت سلمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہی آکر کہہ دیا تو اُن دونوں رفیقوں نے کہا: اُسامہ (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) نے بخل کیا۔ جب وہ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا ''میں تمہارے منہ میں گوشت کی رنگت دیکھتا ہوں۔ اُنہوں نے عرض کی: ہم نے گوشت کھایا ہی نہیں۔ ارشاد فرمایا ''تم نے غیبت کی اور جو مسلمان کی غیبت کرے اُس نے مسلمان کا گوشت کھایا۔[1]

[1]......خازن، الحجرات، تحت الآیة: ١٢، ٤/١٧٠-١٧١ ملخصاً.

غیبت اور اس کی مذمت سے متعلق 4 احادیث

اس آیت میں غیبت کرنے سے منع کیا گیا اور ایک مثال کے ذریعے اس کی شَناعت اور برائی کو بیان فرمایا گیا ہے، کثیر اَحادیث میں بھی اس کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے، یہاں ان میں سے 4 اَحادیث ملاحظہ ہوں

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا چیز ہے؟ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے عرض کی: **اللّٰہ تعالیٰ** اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہی زیادہ جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا ’’تم اپنے بھائی کا وہ عیب بیان کرو جس کے ذکر کو وہ ناپسند کرتا ہے۔ عرض کی گئی: اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے کہ اگر میرے بھائی میں وہ عیب موجود ہو جسے میں بیان کرتا ہوں۔ ارشاد فرمایا: تم جو عیب بیان کر رہے ہو اگر وہ اس میں موجود ہو جب ہی تو وہ غیبت ہے اور اگر اس میں وہ عیب نہیں ہے تو پھر وہ بہتان ہے۔ [1]

(2)......حضرت ابو سعید اور حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت ہے، **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’غیبت زِنا سے بھی زیادہ سخت چیز ہے۔ لوگوں نے عرض کی، **یا رسولَ اللّٰہ!** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، غیبت زنا سے زیادہ سخت کیسے ہے؟ ارشاد فرمایا ’’مرد زِنا کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو **اللّٰہ تعالیٰ** اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور غیبت کرنے والے کی تب تک مغفرت نہ ہو گی جب تک وہ معاف نہ کر دے جس کی غیبت کی ہے۔ [2]

(3)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جب مجھے معراج کرائی گئی تو میں ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا جن کے ناخن پیتل کے تھے اور وہ ان ناخنوں سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے، میں نے پوچھا: اے جبریل! عَلَیْہِ السَّلَام، یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ وہ افراد ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے اور ان کی عزتوں کو پامال کرتے تھے۔ [3]

(4)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

---

1 ......مسلم، کتاب البرّ والصّلة والآداب، باب تحریم الغیبة، ص۱۳۹۷، الحدیث: ۷۰(۲۵۸۹).

2 ......شعب الایمان، الرابع والاربعون من شعب الایمان... الخ، فصل فیما ورد... الخ، ۵/۳۰۶، الحدیث: ۶۷۴۱.

3 ......ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی الغیبة، ۴/۳۵۳، الحدیث: ۴۸۷۸.

جس نے دنیا میں اپنے بھائی کا گوشت کھایا اس کے پاس قیامت کے دن اس کے بھائی کا گوشت لایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا تم جس طرح دنیا میں اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاتے تھے اب زندہ کا گوشت کھاؤ وہ چیخ مارتا ہوا اور منہ بگاڑتا ہوا کھائے گا۔[1]

سرِ دست یہ 4 اَحادیث ذکر کی ہیں، ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ انہیں غور سے پڑھے اور غیبت سے بچنے کی بھرپور کوشش کرے، فی زمانہ اس حرام سے بچنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے کیونکہ آج کل مسلمانوں میں یہ بلا بہت پھیلی ہوئی ہے اور وہ اس سے بچنے کی طرف بالکل توجہ نہیں کرتے اور ان کی بہت کم مجلسیں ایسی ہوتی ہیں جو چغلی اور غیبت سے محفوظ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں غیبت جیسی خطرناک باطنی بیماری سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

غیبت کی تعریف اور اس سے متعلق 5 شرعی مسائل

صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: غیبت کے یہ معنی ہیں کہ کسی شخص کے پوشیدہ عیب کو (جس کو وہ دوسروں کے سامنے ظاہر ہونا پسند نہ کرتا ہو) اس کی برائی کرنے کے طور پر ذکر کرنا اور اگر اس میں وہ بات ہی نہ ہو تو یہ غیبت نہیں بلکہ بہتان ہے۔[2]

غیبت سے متعلق 5 شرعی مسائل درج ذیل ہیں:

(1)......غیبت جس طرح زبان سے ہوتی ہے (اسی طرح) فعل سے بھی ہوتی ہے، صراحت کے ساتھ برائی کی جائے یا تعریض و کنایہ کے ساتھ ہو سب صورتیں حرام ہیں، برائی کو جس نَوعِیَّت سے سمجھائے گا سب غیبت میں داخل ہے۔ تعریض کی یہ صورت ہے کہ کسی کے ذکر کرتے وقت یہ کہا کہ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہ میں ایسا نہیں'' جس کا یہ مطلب ہوا کہ وہ ایسا ہے۔ کسی کی برائی لکھ دی یہ بھی غیبت ہے، سر وغیرہ کی حرکت بھی غیبت ہوسکتی ہے، مثلاً کسی کی خوبیوں کا تذکرہ تھا اس نے سر کے اشارہ سے یہ بتانا چاہا کہ اس میں جو کچھ برائیاں ہیں ان سے تم واقف نہیں، ہونٹوں اور آنکھوں اور بھوؤں اور زبان یا ہاتھ کے اشارہ سے بھی غیبت ہوسکتی ہے۔

(2)......ایک صورت غیبت کی نقل ہے مثلاً کسی لنگڑے کی نقل کرے اور لنگڑا کر چلے، یا جس چال سے کوئی چلتا ہے اس

1 ......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمہ: احمد، ١/٤٥٠، الحدیث: ١٦٥٦.

2 ......بہارِ شریعت، حصہ شانزدہم، ٣/٥٣٢۔

کی نقل اتاری جائے یہ بھی غیبت ہے، بلکہ زبان سے کہہ دینے سے یہ زیادہ برا ہے کیونکہ نقل کرنے میں پوری تصویر کشی اور بات کو سمجھانا پایا جاتا ہے (جب) کہ کہنے میں وہ بات نہیں ہوتی۔[1]

(3)......جس طرح زندہ آدمی کی غیبت ہوسکتی ہے مرے ہوئے مسلمان کو برائی کے ساتھ یاد کرنا بھی غیبت ہے، جبکہ وہ صورتیں نہ ہوں جن میں عیوب کا بیان کرنا غیبت میں داخل نہیں۔ مسلم کی غیبت جس طرح حرام ہے کافر ذمی کی بھی ناجائز ہے کہ ان کے حقوق بھی مسلم کی طرح ہیں (جبکہ) کافر حربی کی برائی کرنا غیبت نہیں۔

(4)......کسی کی برائی اس کے سامنے کرنا اگر غیبت میں داخل نہ بھی ہو جبکہ غیبت میں پیٹھ پیچھے برائی کرنا معتبر ہو مگر یہ اس سے بڑھ کر حرام ہے کیونکہ غیبت میں جو وجہ ہے وہ یہ ہے کہ ایذاءِ مسلم ہے وہ یہاں بدرجہ اَولی پائی جاتی ہے غیبت میں تو یہ اِحتمال ہے کہ اسے اطلاع ملے یا نہ ملے اگر اسے اطلاع نہ ہوئی تو ایذا بھی نہ ہوئی، مگر احتمالِ ایذا کو یہاں ایذا قرار دے کر شرعِ مُطَہَّر نے حرام کیا اور مونھ پر اس کی مذمت کرنا تو حقیقۃً ایذا ہے پھر یہ کیوں حرام نہ ہو۔

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: بعض لوگوں سے جب کہا جاتا ہے کہ تم فلاں کی غیبت کیوں کرتے ہو، وہ نہایت دلیری کے ساتھ یہ کہتے ہیں مجھے اس کا ڈر اپڑا ہے چلو میں اس کے مونھ پر یہ باتیں کہہ دوں گا، ان کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ پیٹھ پیچھے اس کی برائی کرنا غیبت و حرام ہے اور مونھ پر کہو گے تو یہ دوسرا حرام ہوگا، اگر تم اس کے سامنے کہنے کی جرأت رکھتے ہو تو اس کی وجہ سے غیبت حلال نہیں ہوگی۔

(5)......جس کے سامنے کسی کی غیبت کی جائے اسے لازم ہے کہ زبان سے انکار کردے مثلاً کہدے کہ میرے سامنے اس کی برائی نہ کرو۔ اگر زبان سے انکار کرنے میں اس کو خوف و اندیشہ ہے تو دل سے اسے برا جانے اور اگر ممکن ہو تو یہ شخص جس کے سامنے برائی کی جارہی ہے وہاں سے اٹھ جائے یا اس بات کو کاٹ کر کوئی دوسری بات شروع کردے ایسا نہ کرنے میں سننے والا بھی گناہ گار ہوگا، غیبت کا سننے والا بھی غیبت کرنے والے کے حکم میں ہے۔[2]

غیبت سے توبہ اور معافی سے متعلق 5 شرعی مسائل

یہاں غیبت سے توبہ اور معافی سے متعلق 5 شرعی مسائل بھی ملاحظہ ہوں

1 ...... بہارِ شریعت، حصہ شانزدہم، ۳/۵۳۶۔

2 ...... بہارِ شریعت، حصہ شانزدہم، ۳/۵۳۷-۵۳۸۔

(1)......جس کی غیبت کی اگر اس کو اس کی خبر ہوگئی تو اس سے معافی مانگنی ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے سامنے یہ کہے کہ میں نے تمھاری اس اس طرح غیبت یا برائی کی تم معاف کردو، اس سے معاف کرائے اور توبہ کرے تب اس سے بریُ الذمہ ہوگا اور اگر اس کو خبر نہ ہوئی ہوتو توبہ اور ندامت کافی ہے۔

(2)......جس کی غیبت کی ہے اسے خبر نہ ہوئی اور اس نے توبہ کرلی اس کے بعد اسے خبر ملی کہ فلاں نے میری غیبت کی ہے آیا اس کی توبہ صحیح ہے یا نہیں؟ اس میں علما کے دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ وہ توبہ صحیح ہے اللہ تعالیٰ دونوں کی مغفرت فرمادے گا، جس نے غیبت کی اس کی مغفرت توبہ سے ہوئی اور جس کی غیبت کی گئی اس کو جو تکلیف پہنچی اور اس نے درگزر کیا، اس وجہ سے اس کی مغفرت ہوجائے گی۔

اور بعض علما یہ فرماتے ہیں کہ اس کی توبہ مُعلَّق رہے گی اگر وہ شخص جس کی غیبت ہوئی خبر پہنچنے سے پہلے ہی مرگیا تو توبہ صحیح ہے اور توبہ کے بعد اسے خبر پہنچ گئی تو صحیح نہیں، جب تک اس سے معاف نہ کرائے۔ بہتان کی صورت میں توبہ کرنا اور معافی مانگنا ضروری ہے بلکہ جن کے سامنے بہتان باندھا ہے ان کے پاس جاکر یہ کہنا ضرور ہے کہ میں نے جھوٹ کہا تھا جو فلاں پر میں نے بہتان باندھا تھا۔

(3)......معافی مانگنے میں یہ ضرور ہے کہ غیبت کے مقابل میں اس کی ثناءِ حسن (اچھی تعریف) کرے اور اس کے ساتھ اظہارِ محبت کرے کہ اس کے دل سے یہ بات جاتی رہے اور فرض کرو اس نے زبان سے معاف کردیا مگر اس کا دل اس سے خوش نہ ہوا تو اس کا معافی مانگنا اور اظہارِ محبت کرنا غیبت کی برائی کے مقابل ہوجائے گا اور آخرت میں مُواخذہ نہ ہوگا۔

(4)......اس نے معافی مانگی اور اس نے معاف کردیا مگر اس نے سچائی اور خلوصِ دل سے معافی نہیں مانگی تھی محض ظاہری اور نمائشی یہ معافی تھی، تو ہوسکتا ہے کہ آخرت میں مُواخذہ ہو، کیونکہ اس نے یہ سمجھ کر معاف کیا تھا کہ یہ خلوص کے ساتھ معافی مانگ رہا ہے۔

(5)......امام غزالی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ یہ فرماتے ہیں، کہ جس کی غیبت کی وہ مرگیا یا کہیں غائب ہوگیا اس سے کیونکر معافی مانگے یہ معاملہ بہت دشوار ہوگیا، اس کو چاہیے کہ نیک کام کی کثرت کرے تاکہ اگر اس کی نیکیاں غیبت کے بدلے میں اسے دے دی جائیں، جب بھی اس کے پاس نیکیاں باقی رہ جائیں۔[1]

1......بہارشریعت، حصہ شانزدہم، ۳/۵۳۸-۵۳۹۔

نوٹ: غیبت سے متعلق مزید شرعی مسائل جاننے کیلئے، بہارِ شریعت جلد 3 ص 532 تا 539 کا مطالعہ فرمائیں۔[1]

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو بیشک اللّٰہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے بیشک اللّٰہ جاننے والا خبردار ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قومیں اور قبیلے بنایا تاکہ تم آپس میں پہچان رکھو، بیشک اللّٰہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے بیشک اللّٰہ جاننے والا خبردار ہے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔﴾ ارشاد فرمایا: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ایک عورت حضرت حوا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے پیدا کیا اور جب نسب کے اس انتہائی درجہ پر جا کر تم سب کے سب مل جاتے ہو تو نسب میں ایک دوسرے پر فخر اور بڑائی کا اظہار کرنے کی کوئی وجہ نہیں، سب برابر ہو اور ایک جدِّ اعلیٰ کی اولاد ہو (اس لئے نسب کی وجہ سے ایک دوسرے پر فخر کا اظہار نہ کرو) اور ہم نے تمہیں مختلف قومیں، قبیلے اور خاندان بنایا تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کی پہچان رکھو اور ایک شخص دوسرے کا نسب جانے اور اس طرح کوئی اپنے باپ دادا کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب نہ کرے، نہ یہ کہ اپنے نسب پر فخر کرنے لگ جائے اور دوسروں کی تحقیر کرنا شروع کر دے۔[2]

یاد رہے کہ دنیا میں وہ اُمور اگرچہ کثیر ہیں کہ جن کی وجہ سے فخر و تکبر کیا جاتا ہے لیکن نسب ان میں سب سے

---

1 ......غیبت سے متعلق اہم معلومات حاصل کرنے کے لئے امیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی کتاب ''غیبت کی تباہ کاریاں'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

2 ......مدارك، الحجرات، تحت الآية: ١٣، ص١١٥٦.

بڑا اَمر ہے کیونکہ مال، حسن اور بزرگی کی وجہ سے کیا جانے والا تکبر ہمیشہ نہیں رہتا بلکہ ان چیزوں کے ختم ہونے پر تکبر بھی ختم ہوجاتا ہے جبکہ نسب کی وجہ سے کیا جانے والا تکبر ختم نہیں ہوتا، اسی لئے یہاں بطورِ خاص اسے ذکر کیا گیا۔[1]

[illegible]

فخر وتکبُّر کے اَسباب میں سے ایک اہم سبب اپنے نسب کے ذریعے دوسروں پر تکبر کرنا ہے، اس کے بارے میں امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: جس آدمی کا نسب اچھا ہو وہ دوسرے نسب والوں کو حقیر جانتا ہے اور بعض لوگ حسب ونسب کے ذریعے اس طرح تکبر کرتے ہیں کہ گویا دوسرے لوگ ان کی مِلکِیَّت میں اور ان کے غلام ہیں، وہ اِن سے میل جول کرنے اور ان کے پاس بیٹھنے سے نفرت کرتے ہیں اور اس کا نتیجہ ان کی زبان پر یوں آتا ہے کہ تکبر کرتے ہوئے دوسروں کو گھٹیا قسم کے الفاظ سے پکارتے ہوئے کہتے ہیں: تم کون ہو؟ تمہارا باپ کون ہے؟ میں فلاں کا بیٹا فلاں ہوں، تمہیں مجھ سے بات کرنے یا میری طرف دیکھنے کا کیا حق ہے؟ تو مجھ جیسے لوگوں سے بات کرتا ہے اور مجھ سے اس قسم کی گفتگو کرتا ہے؟ (وغیرہ)

یہ ایک ایسی پوشیدہ رگ ہے کہ کوئی بھی نسب والا اس سے خالی نہیں ہوتا اگرچہ وہ نیک اور باعمل ہو، لیکن بعض اوقات حالت اِعتدال پر ہونے کی صورت میں یہ بات ظاہر نہیں ہوتی اور جب اس پر غصے کا غلبہ ہو تو وہ اس کے نورِ بصیرت کو بجھا دیتا ہے اور اس قسم کی گفتگو اس کی زبان پر آجاتی ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی موجودگی میں ایک شخص سے میری تکرار ہوگئی تو میں نے کہا: اے کالی عورت کے بیٹے! تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اے ابوذر! صاع پورا نہیں بھرا جاتا، سفید عورت کے بیٹے کو سیاہ عورت کے بیٹے پر کوئی فضیلت نہیں۔ حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں لیٹ گیا اور اس شخص سے کہا: اٹھو اور میرے رخسار کو پامال کردو۔

تو دیکھئے کس طرح نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں تنبیہ فرمائی جب انہوں نے سفید خاتون کا بیٹا ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو افضل سمجھا اور یہ بات خطا اور نادانی ہے، اور دیکھئے کہ انہوں نے کس طرح توبہ کی اور اپنے آپ سے تکبر کے درخت کو اس شخص کے تلوے کے ذریعے جڑ سے اکھاڑ پھینکا جس کے مقابلے میں تکبر کیا گیا تھا

[1] ......تفسیر کبیر، الحجرات، تحت الآیۃ: ١٣، ١٠/١١٣، ملخصاً.

کیونکہ آپ کو معلوم ہو گیا تھا کہ تکبر کو صرف عاجزی کے ذریعے ختم کیا جا سکتا ہے۔

اسی سلسلے میں مروی ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی موجودگی میں دو آدمیوں نے ایک دوسرے پر فخر کا اظہار کیا، ایک نے کہا: میں فلاں کا بیٹا فلاں ہوں تم کون ہو؟ تمہاری تو ماں ہی نہیں۔ اس پر حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سامنے دو آدمیوں نے ایک دوسرے پر فخر کیا، ان میں سے ایک نے کہا: میں فلاں کا بیٹا فلاں ہوں، اس طرح وہ نو پُشتیں شمار کر گیا اور کہا: تیری تو ماں ہی نہیں ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وحی بھیجی کہ جس نے فخر کا اظہار کیا ہے اس سے فرما دیجئے: وہ نو کی نو پشتیں جہنم میں جائیں گی اور تم ان کے ساتھ دسویں ہو گے۔ (1)

نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا لوگوں کو اپنے آباؤ اَجداد پر فخر کرنا چھوڑ دینا چاہیے وہ جہنم میں کوئلہ بن گئے یا وہ اللّٰہ تعالیٰ کے نزدیک ان کیڑوں سے بھی زیادہ ذلیل ہیں جو اپنے ناک سے گندگی کو دھکیلتے ہیں (2)۔ (3)

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں اس باطنی بیماری سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔ (4)

﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ: بیشک اللّٰہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔﴾ آیت کے اس حصے میں وہ چیز بیان فرمائی جا رہی ہے جو انسان کے لئے شرافت وفضیلت کا سبب ہے اور جس سے اسے اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت حاصل ہوتی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: بیشک اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تم میں سے زیادہ عزت والا وہ شخص ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے بیشک اللّٰہ تعالیٰ تمہیں جاننے والا اور تمہارے باطن سے خبردار ہے۔ **شانِ نزول:** حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مدینہ منورہ کے بازار میں تشریف لے گئے، وہاں ملاحظہ فرمایا کہ ایک حبشی غلام یہ کہہ رہا تھا: جو مجھے خریدے اس سے میری یہ شرط ہے کہ مجھے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اِقتداء میں پانچوں نمازیں ادا کرنے سے منع نہ کرے۔ اس غلام کو ایک شخص نے خرید لیا، پھر وہ غلام بیمار ہو گیا تو سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ

1 ......مسند امام احمد، مسند الانصار، حديث عبد الرّحمن بن ابی ليلی... الخ، ٣٤/٨، الحديث: ٢١٢٣٦.

2 ......ابو داؤد، كتاب الادب، باب فی التّفاخر بالاحساب، ٤٢٧/٤، الحديث: ٥١١٦، باختلاف بعض الالفاظ.

3 ......احياء علوم الدين، كتاب ذمّ الكبر والعجب، بيان ما به التكبّر، ٤٣١/٣-٤٣٢.

4 ......تکبر سے متعلق ضروری معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ’’تکبر‘‘ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس کی عیادت کے لئے تشریف لائے، پھر اس کی وفات ہوگئی اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس کی تدفین میں تشریف لائے، اس کے بارے میں لوگوں نے کچھ کہا تو اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔[1]

عزت وفضیلت کا مدار پرہیزگاری ہے

اس سے معلوم ہوا کہ اللّٰہ تعالٰی کی بارگاہ میں عزت وفضیلت کا مدار نسب نہیں بلکہ پرہیزگاری ہے لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ نسب پر فخر کرنے سے بچے اور تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرے تاکہ اللّٰہ تعالٰی کی بارگاہ میں اسے عزت و فضیلت نصیب ہو، ترغیب کے لئے یہاں اس سے متعلق 3 اَحادیث ملاحظہ ہوں

(1)......حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: فتحِ مکہ کے دن حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! اللّٰہ تعالٰی نے تم سے جاہلیّت کا غرور اور ایک دوسرے پر خاندانی فخر دور کر دیا ہے اور اب صرف دو قسم کے لوگ ہیں (1) نیک اور متقی شخص جو کہ اللّٰہ تعالٰی کی بارگاہ میں معزز ہے۔ (2) گناہگار اور بد بخت آدمی، اللّٰہ تعالٰی کی بارگاہ میں ذلیل وخوار ہے۔ تمام لوگ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد ہیں اور حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللّٰہ تعالٰی نے مٹی سے پیدا کیا ہے، اللّٰہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قومیں اور قبیلے بنایا تاکہ تم آپس میں پہچان رکھو، بیشک اللّٰہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے بیشک اللّٰہ جاننے والا خبردار ہے۔[2]

(2)......حضرت عداء بن خالد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں حجۃ الوداع کے دن نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے منبرِ اقدس کے نیچے بیٹھا ہوا تھا، آپ نے اللّٰہ تعالٰی کی حمد وثنا کی، پھر فرمایا ''بے شک اللّٰہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور

1......مدارك، الحجرات، تحت الآية: ١٣، ص١١٥٦، جلالين، الحجرات، تحت الآية: ١٣، ص٤٢٨، ملتقطاً.

2......ترمذی، كتاب التفسير، باب ومن سورة الحجرات، ١٧٩/٥، الحديث: ٣٢٨١.

وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىٕلَ لِتَعَارَفُوْاؕ-اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ

ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قومیں اور قبیلے بنایا تا کہ تم آپس میں پہچان رکھو، بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

تو کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں اور نہ ہی کسی عجمی کو عربی پر فضیلت حاصل ہے، کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں اور نہ ہی کسی گورے کو کالے پر فضیلت حاصل ہے بلکہ فضیلت صرف تقویٰ و پرہیزگاری سے ہے (تو جو مُتّقی اور پرہیزگار ہے وہ افضل ہے)[1]

(3)......حضرت علی المرتضیٰ كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جب قیامت کا دن ہوگا تو بندوں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اس حال میں کہ وہ غیر مختون ہوں گے اور ان کی رنگت سیاہ ہوگی، تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: ''اے میرے بندو! میں نے تمہیں حکم دیا اور تم نے میرے حکم کو ضائع کر دیا اور تم نے اپنے نسبوں کو بلند کیا اور انہی کے سبب ایک دوسرے پر فخر کرتے رہے، آج کے دن میں تمہارے نسبوں کو حقیر و ذلیل قرار دے رہا ہوں، میں ہی غالب حکمران ہوں، کہاں ہیں مُتّقی لوگ؟ کہاں ہیں متقی لوگ؟ بیشک اللہ تعالیٰ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔[2]

اللہ تعالیٰ ہمیں نسبی فخر و تکبر سے بچائے اور تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّاؕ-قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْؕ-وَ اِنْ تُطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَا یَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَیْــٴًـاؕ-اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ(۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: گنوار بولے ہم ایمان لائے تم فرماؤ تم ایمان تو نہ لائے ہاں یوں کہو کہ ہم مطیع ہوئے اور ابھی

1 ......معجم الكبير، عداء بن خالد بن هوذه العامری، ١٢/١٨، الحديث: ١٦.

2 ......تاريخ بغداد، ذكر من اسمه علیّ، حرف الالف من آباء العليين، ٦١٧٢-علیّ بن ابراهيم العمری القزوينی، ٣٣٧/١١.

ایمان تمہارے دلوں میں کہاں داخل ہوا اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو گے تو تمہارے کسی عمل کا تمہیں نقصان نہ دے گا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: دیہاتیوں نے کہا: ہم ایمان لے آئے، تم فرماؤ: تم ایمان تو نہیں لائے ہاں یوں کہو کہ ہم فرمانبردار ہوئے اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو گے تو تمہارے اعمال سے کچھ کمی نہیں کرے گا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا: دیہاتیوں نے کہا: ہم ایمان لے آئے۔﴾ شانِ نزول: بنواسد بن خزیمہ کے کچھ لوگ خشک سالی کے زمانہ میں رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام کا اظہار کیا، ان لوگوں نے مدینہ کے راستوں میں گندگی پھیلائی اور ان کی وجہ سے وہاں غلہ کے دام بڑھ گئے اور دوسری طرف صبح وشام رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں آ کر اپنے اسلام لانے کا احسان جتاتے اور کہتے: ہمیں کچھ دیجئے۔ ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا: دیہاتیوں نے کہا: ہم ایمان لے آئے، اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرمادیں تم سچے دل سے ایمان تو نہیں لائے ہاں یوں کہو کہ ہم ظاہری طور پر فرمانبردار ہوئے اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا اور اگر تم ظاہری و باطنی طور پر، سچائی اور اخلاص کے ساتھ نفاق کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے نیک اعمال کے ثواب سے کچھ کمی نہیں کرے گا بلکہ تمہیں اپنی شان کے لائق جزا دے گا جو تمہارے وہم وگمان سے باہر ہے، بیشک اللہ تعالیٰ بندوں کے گناہوں پر پردہ ڈال کر انہیں بخشنے والا اور انہیں توبہ کی ہدایت دے کر ان پر مہربانی فرمانے والا ہے۔[1]

یہاں آیت کی مناسبت سے دو باتیں یاد رہیں، ایک یہ کہ محض زبانی اقرار جس کے ساتھ قلبی تصدیق نہ ہو معتبر نہیں اور اس سے آدمی مومن نہیں ہوتا۔ دوسری یہ کہ اطاعت وفرمانبرداری، اسلام کے لغوی معنی ہیں اور شرعی معنی میں اسلام اور ایمان ایک ہیں، ان میں کوئی فرق نہیں۔

---

1 ......خازن، الحجرات، تحت الآية: ١٤، ١٧٣/٤، مدارك، الحجرات، تحت الآية: ١٤، ص١١٥٧، ملتقطاً.

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِؕ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ(۱۵)

ترجمۂ کنزالایمان: ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اوراس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک نہ کیا اوراپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی سچّے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اوراس کے رسول پر ایمان لائے پھرانہوں نے شک نہ کیا اوراپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی سچے ہیں۔

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ: ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اوراس کے رسول پر ایمان لائے۔﴾ ایمان کا دعویٰ کرنے والے دیہاتیوں سے فرمایا گیا: اگر تم ایمان لانا چاہتے ہو تو یاد رکھو کہ ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائے، پھرانہوں نے اپنے دین وایمان میں شک نہ کیا اور اپنی جان اور مال سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا اور یہی لوگ ایمان کے دعوے میں سچے ہیں۔[1]

قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِیْنِكُمْؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ(۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کیا تم اللہ کو اپنا دین بتاتے ہو اور اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

---

1 ......تفسیر کبیر، الحجرات، تحت الآیة: ١٥، ١٠/١١٧، خازن، الحجرات، تحت الآیة: ١٥، ٤/١٧٤، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: کیا تم اللہ کو اپنا دین بتاتے ہو حالانکہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

﴿قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِیْنِكُمْ: تم فرماؤ: کیا تم اللہ کو اپنا دین بتاتے ہو۔﴾ شانِ نزول: جب اس سے پہلے کی دونوں آیتیں نازل ہوئیں تو دیہاتیوں نے قسمیں کھا کر کہا کہ ہم مخلص مومن ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو خطاب فرمایا گیا: اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرمادیں: کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنے دین کی خبر دے رہے ہو حالانکہ جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں موجود ہے اسے اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اس سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ سب کچھ جانتا ہے، مومن کا ایمان بھی اسے معلوم ہے اور منافق کا نفاق بھی اس کے علم میں ہے، تمہارے بتانے اور خبر دینے کی حاجت نہیں۔[1]

یَمُنُّوْنَ عَلَیْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ عَلَیْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب وہ تم پر احسان جتاتے ہیں کہ مسلمان ہوگئے تم فرماؤ اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اُس نے تمہیں اسلام کی ہدایت کی اگر تم سچے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے محبوب! وہ تم پر احسان جتاتے ہیں کہ وہ مسلمان ہوگئے۔ تم فرماؤ: اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمہیں اسلام کی ہدایت دی اگر تم سچے ہو۔

﴿یَمُنُّوْنَ عَلَیْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا: اے محبوب! وہ تم پر احسان جتاتے ہیں کہ وہ مسلمان ہوگئے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ! یہ لوگ آپ پر احسان جتاتے ہیں کہ ہم مسلمان ہوگئے ہیں تو آپ ان کی یہ غلط فہمی

---

1 ......خازن، الحجرات، تحت الآية: ١٦، ١٧٤/٤، مدارك، الحجرات، تحت الآية: ١٦، ص١١٥٨، ملتقطاً.

دور کردیں اور انہیں بتادیں کہ تم نے اسلام لاکر مجھ پر کوئی احسان نہیں کیا بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تم پر احسان کیا کہ تم کو ایمان کی دولت دیدی ورنہ کافر مرتے تو جہنم میں جاتے اور ہمیشہ کے لیے عذاب کے حقدار ٹھہرتے۔

مخلوق میں سے کسی کا حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر احسان نہیں

اس سے معلوم ہوا کہ کسی مخلوق کا حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر احسان نہیں بلکہ سب پر حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا احسان ہے کہ ہمیں جو نعمتیں ملیں وہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے طفیل ہی ملیں، اگر تمام جہان کافر ہوجائے تو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا کچھ نہیں بگڑتا اور اگر تمام دنیا مومن و مُتّقی ہوجائے تو حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کچھ احسان نہیں، اگر ہم سورج سے نور لے لیں تو ہمارا احسان سورج پر نہیں بلکہ اس کا ہم پر احسان ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۱۸﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ جانتا ہے آسمانوں اور زمین کے سب غیب اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کے سب غیب جانتا ہے اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ: بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کے سب غیب جانتا ہے۔﴾ یعنی جو علیم و خبیر تمام آسمانوں کے غُیوب جانتا ہے اس پر تمہارے دل کے حالات کیسے چھپ سکتے ہیں اس کی بارگاہ میں اپنا ایمان ظاہر کرنا عَبَث ہے۔ یاد رہے کہ ہم گنہگاروں کا یہ عرض کرنا کہ اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، ہم گنہگار ہیں یا اے مولیٰ! ہم تیرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائے، یہ اللہ تعالیٰ پر ظاہر کرنے کے لئے نہیں بلکہ اس سے بھیک مانگنے کے لئے ہے لہٰذا یہ آیت ان آیتوں کے خلاف نہیں جن میں اس کے اظہار کا ذکر ہے۔

سُوْرَۃُ قٓ

سورۂ قٓ کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ قٓ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **3** رکوع، **45** آیتیں، **357** کلمے **1494** حروف ہیں۔[2]

’’قٓ‘‘ نام رکھے جانے کی وجہ

قٓ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے اور اس سورت کی پہلی آیت میں یہ حرف موجود ہے، اس مناسبت سے اسے سورۂ قٓ کہتے ہیں۔

سورۂ قٓ کے متعلق احادیث

(1)......حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت ابو واقد لیثی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے پوچھا: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عِیْدَیْن کی نماز میں کیا پڑھا کرتے تھے؟ آپ نے عرض کی: حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عید کی نماز میں ’’قٓ ﱇ وَ الْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ‘‘ اور ’’اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ‘‘ پڑھا کرتے تھے۔[3]

(2)......حضرت اُمِّ ہشام بنتِ حارثہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: میں نے ’’قٓ ﱇ وَ الْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ‘‘ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زبانِ اَقدس سے سن کر ہی یاد کیا ہے، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہر جمعہ کے دن منبر پر خطبہ دیتے ہوئے یہ سورت پڑھا کرتے تھے۔[4]

1......خازن، تفسير سورة ق، ٤/١٧٤.

2......خازن، تفسير سورة ق، ٤/١٧٤.

3......مسلم، كتاب صلاة العيدين، باب ما يقرأ في صلاة العيدين، ص٤٤١، الحديث: ١٤(٨٩١).

4......مسلم، كتاب الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة، ص٤٣٢، الحديث: ٥٢(٨٧٣).

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا ثبوت پیش کیا گیا اور اسلام کے اس بنیادی عقیدے کا انکار کرنے والوں کا رد کیا گیا ہے اور اس سورت میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں۔

(1)......اس سورت کی ابتداء میں آسمانوں کی ستونوں کے بغیر تخلیق، ان میں ستاروں کو سجائے جانے، آسمانوں میں شگاف نہ ہونے، زمین کو پانی پر پھیلانے، اس میں بڑے بڑے پہاڑوں کو نصب کرنے، خوبصورت پودے اُگانے، آسمان کی طرف سے بارش کا پانی نازل کر کے زمین میں درخت اور اناج اُگانے اور ان کے فوائد بیان کر کے مُردوں کو زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کے دلائل بیان کئے گئے ہیں۔

(2)......سابقہ امتوں جیسے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم، اصحابِ رَس، ثمود، عاد، فرعون، حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم، اصحابِ اَیکہ، حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم اور قومِ تُبَّع کے بارے میں بتایا گیا کہ جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا تو ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا لہٰذا کفارِ مکہ کو بھی ڈر جانا چاہئے کہ ان جیسے عمل کر کے کہیں یہ بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

(3)......یہ بتایا گیا کہ ہر انسان کے دائیں بائیں ایک ایک فرشتہ بیٹھا ہوا ہے جو کہ انسان کا ہر قول اور عمل لکھ رہے ہیں۔

(4)......موت کی سختیاں، حشر اور حساب کی ہَولناکیاں بیان کی گئیں۔

(5)......مُتَّقی لوگوں کا وصف اور ان کی جزاء بیان کی گئی اور یہ بتایا گیا کہ سابقہ امتوں کی ہلاکت سے عبرت اور نصیحت وہ حاصل کرتا ہے جو حق قبول کرنے والا دل رکھتا ہو یا کان لگا کر اور دل سے حاضر ہو کر قرآن کی نصیحتیں سنتا ہو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا ہے۔

قٓ ۚ وَ الْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ ۚ﴿۱﴾ بَلْ عَجِبُوْۤا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَیْءٌ عَجِیْبٌ ۚ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: عزت والے قرآن کی قسم۔ بلکہ انہیں اس کا اچنبا ہوا کہ ان کے پاس انہی میں کا ایک ڈر سنانے والا تشریف لایا تو کافر بولے یہ تو عجیب بات ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: قٓ، عزت والے قرآن کی قسم۔ بلکہ انہیں اس بات پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک ڈر سنانے والا تشریف لایا تو کافر کہنے لگے: یہ تو عجیب بات ہے۔

﴿قٓ﴾ یہ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

﴿وَ الْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ: عزت والے قرآن کی قسم۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ عزت والے قرآن کی قسم! ہم جانتے ہیں کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کفارِ مکہ ایمان نہیں لائے بلکہ انہیں اس بات پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک ڈر سنانے والا تشریف لایا جس کی عدالت و امانت اور صدق و راست بازی کو وہ خوب جانتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ ایسی صفات کا حامل شخص سچا نصیحت کرنے والا ہوتا ہے، اس کے باوجود ان لوگوں کا سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ڈر سنانے سے تعجب و انکار کرنا قابلِ حیرت ہے۔[1]

اس آیت میں قرآنِ مجید کو عزت والا فرمایا گیا، یہ دنیا میں بھی عزت والا ہے کہ تمام کلاموں پر فائق ہے اور آخرت میں بھی عزت والا کہ اپنے ماننے والے کی شفاعت فرمائے گا اور اس کی شفاعت اللہ تعالیٰ قبول بھی فرمائے گا۔

1 ......خازن، ق، تحت الآية: ١-٢، ١٧٤/٤، مدارك، ق، تحت الآية: ١-٢، ص١١٥٩، ملتقطاً.

ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِیْدٌ ③ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَ عِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِیْظٌ ④

ترجمۂ کنزالایمان: کیا جب ہم مرجائیں اور مٹی ہوجائیں گے پھر جئیں گے یہ پلٹنا دُور ہے۔ ہم جانتے ہیں جو کچھ زمین ان میں سے گھٹاتی ہے اور ہمارے پاس ایک یادر کھنے والی کتاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا جب ہم مرجائیں اور مٹی ہوجائیں گے (تو اس کے بعد پھر زندہ کئے جائیں گے) یہ پلٹنا دور ہے۔ ہم جانتے ہیں جو کچھ زمین ان سے گھٹاتی ہے اور ہمارے پاس ایک یادرکھنے والی کتاب ہے۔

﴿ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا: کیا جب ہم مرجائیں اور مٹی ہوجائیں گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر بھی تعجب کیا اور کہا: مرنے کے بعد جب ہمارے جسم کے اَجزاء زمین میں بکھر جائیں گے اور ہم بوسیدہ ہو کر مٹی ہو جائیں گے تو پھر کیسے ممکن ہے کہ جیسا ابھی ہمارا جسم ہے اور جس طرح ابھی ہم زندہ ہیں دوبارہ اسی طرح ہمارا جسم بن جائے اور ہم پھر سے زندہ ہو جائیں، اس کا واقع ہونا عقلی طور پر بعید ہے اور ایسا ہوتا کبھی دیکھا نہیں گیا۔ کفارِ مکہ کی اس بات کا رد کرتے اور انہیں جواب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''اُن کے جسم کے جو حصے، گوشت، خون اور ہڈیاں وغیرہ زمین کھا جاتی ہے ان میں سے کوئی چیز ہم سے چھپی نہیں بلکہ ہم ان کے بدن کے ہر حصے کے بارے میں جانتے ہیں کہ وہ بکھر کر کہاں گیا اور کس چیز میں مل گیا، اور اس کے ساتھ ساتھ ہمارے پاس ایک یادرکھنے والی کتاب لوحِ محفوظ ہے جس میں ان کے اَسماء، اَعداد اور جو کچھ ان کے جسم میں سے زمین نے کھایا سب درج، لکھا ہوا اور محفوظ ہے۔ جب ہمارے علم کا یہ حال ہے اور ہم انہیں ویسے ہی زندہ کرنے پر قادر بھی ہیں جیسے پہلے تھے تو پھر انہیں پہلے کی طرح دوبارہ زندہ کر دیا جانا عقل سے کیسے دور ہے۔[1]

---

1 ......ابن کثیر، ق، تحت الآیة: ٣-٤، ٣٦٩/٧، ابو سعود، ق، تحت الآیة: ٣-٤، ٦١٧/٥، خازن، ق، تحت الآیة: ٣-٤، ١٧٤/٤-١٧٥، ملتقطاً.

انسان کا جسم مرنے کے بعد مٹی ہونے کی وضاحت

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مرنے کے بعد انسان کا جسم مٹی ہو جائے گا، اس سلسلے میں یاد رہے کہ انسان کبھی خاک نہیں ہوتا بلکہ اس کا بدن خاک ہو جاتا ہے اور وہ بھی سارا بدن نہیں ہوتا بلکہ اس کے کچھ باریک اصلی اجزاء جنہیں ’’عُجْبُ الذَّنب‘‘ کہتے ہیں، وہ جلتے اور گلتے نہیں بلکہ ہمیشہ باقی رہتے ہیں اور قیامت کے دن انہی اجزا پر جسم کو دوبارہ بنایا جائے گا، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’انسان کے جسم میں ایک ایسی ہڈی ہے جسے مٹی کبھی نہیں کھا سکے گی اور قیامت کے دن اسی پر (بدن کی) ترکیب کی جائے گی۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ ہڈی کون سی ہے؟ ارشاد فرمایا ’’عُجُبُ الذَّنب‘‘۔[1]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: انسان کبھی خاک نہیں ہوتا بدن خاک ہو جاتا ہے، اور وہ بھی کُل نہیں، کچھ اجزائے اصلیہ دقیقہ جن کو عُجْبُ الذَّنب کہتے ہیں، وہ نہ جلتے ہیں نہ گلتے ہیں ہمیشہ باقی رہتے ہیں، اُنھیں پر روزِ قیامت ترکیبِ جسم ہوگی۔[2]

انبیاء، شہداء اور اولیاء کے اجسام اور کفن سلامت رہتے ہیں

یاد رہے کہ بعض عام مومنین اور دیگر انتقال کر جانے والوں کے اَجسام قبر میں اگرچہ سلامت نہیں رہتے البتہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، شہداء اور اولیاءِ عظام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کے مبارک جسم قبروں میں سلامت رہتے ہیں، چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اہلسنّت کے نزدیک انبیاء و شہداء عَلَیْہِمُ التَّحِیَّۃُ وَالثَّنَاء اپنے اَبدانِ شریفہ سے زندہ ہیں بلکہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ابدانِ لطیفہ زمین پر حرام کئے گئے ہیں کہ وہ ان کو کھائے، اسی طرح شہداء و اولیاء عَلَیْہِمُ الرَّحْمَۃُ وَالثَّنَاء کے اَبدان و کفن بھی قبور میں صحیح و سلامت رہتے ہیں وہ حضرات روزی و رزق دیئے جاتے ہیں،

علامہ سبکی شفاء السقام میں لکھتے ہیں: شہداء کی زندگی بہت اعلیٰ ہے، زندگی اور رزق کی یہ قسم ان لوگوں کو حاصل

---

1 ......مسلم، کتاب الفتن واشراط السّاعۃ، باب مابین النّفختین، ص ۱۵۸۱، الحدیث: ۱۴۳(۲۹۵۵).

2 ......فتاوی رضویہ، ۶۵۸/۹۔

نہیں ہوتی جوان کے ہم مرتبہ نہیں اور انبیاء کی زندگی سب سے اعلیٰ ہے اس لیے کہ وہ جسم وروح دونوں کے ساتھ ہے جیسی کہ دنیا میں تھی اور ہمیشہ رہے گی۔[1]

اور قاضی ثناءُاللّٰہ صاحب پانی پتی تذکرۃُ الموتٰی میں لکھتے ہیں: اَولیاءُاللّٰہ کا فرمان ہے کہ ہماری روحیں ہمارے جسم ہیں۔ یعنی ان کی اَرواح جسموں کا کام دیا کرتی ہیں اور کبھی اَجسام انتہائی لطافت کی وجہ سے ارواح کی طرح ظاہر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا سایہ نہ تھا۔ ان کی ارواح زمین آسمان اور جنت میں جہاں بھی چاہیں آتی جاتی ہیں، اس لیے قبروں کی مٹی ان کے جسموں کو نہیں کھاتی ہے بلکہ کفن بھی سلامت رہتا ہے۔ ابنِ ابی الدنیا نے مالک سے روایت کی ہے کہ مومنین کی ارواح جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں۔ مومنین سے مراد کاملین ہیں، حق تعالیٰ ان کے جسموں کو روحوں کی قوت عطا فرماتا ہے تو وہ قبروں میں نماز ادا کرتے اور ذکر کرتے ہیں اور قرآنِ کریم پڑھتے ہیں۔[2]

اور شیخُ الہند محدّثِ دہلوی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ شرح مشکٰوۃ میں فرماتے ہیں: اللّٰہ تعالیٰ کے اولیاء اس دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف کُوچ کر گئے ہیں اور اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں، انھیں رزق دیا جاتا ہے، وہ خوش حال ہیں، اور لوگوں کو اس کا شعور نہیں۔[3]

اور علامہ علی قاری شرح مشکٰوۃ میں لکھتے ہیں: اَولیاءُاللّٰہ کی دونوں حالتوں (حیات ومَمات) میں اصلاً فرق نہیں، اسی لیے کہا گیا ہے کہ وہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں تشریف لے جاتے ہیں[4]۔[5]

انتقال کے بعد اولیائے کرام کی زندگی کے 5 واقعات

علامہ جلال الدین سیوطی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے شرح الصُّدور میں انتقال کے بعد اولیائے کرام رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کے بارے میں چند مُستَنَد رِوایات لکھی ہیں اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے انہیں فتاویٰ

[1] ......شفاء السقام، الباب التاسع في حياة الانبياء عليهم الصلاة والسلام، الفصل الرابع، ص ٤٣١ .

[2] ......تذکرۃ الموتٰی والقبور اردو، ص۷۵۔

[3] ......اشعة اللمعات، كتاب الجهاد، باب حكم الاسراء، ٣/٤٢٣-٤٢٤ .

[4] ......مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الجمعة، الفصل الثالث، ٣/٤٥٩-٤٦٠، تحت الحديث: ١٣٦٦ .

[5] ......فتاویٰ رضویہ، ۹/۴۳۱-۴۳۳۔

رضویہ میں بھی نقل فرمایا ہے، ان میں سے 5 روایات درج ذیل ہیں:

(1)......مشہور ولی حضرت ابوسعید خراز رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: میں مکہ مُعَظَّمَہ میں تھا، بابِ بنی شیبہ پر ایک جوان مردہ پڑا پایا، جب میں نے اس کی طرف نظر کی تو مجھے دیکھ مسکرایا اور کہا: اے ابوسعید! کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالٰی کے پیارے زندہ ہیں اگرچہ مرجائیں، وہ تو یہی ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل کئے جاتے ہیں۔ (1)

(2)......حضرت سیدی ابوعلی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: میں نے ایک فقیر کو قبر میں اتارا، جب کفن کھولا تو ان کا سر خاک پر رکھ دیا کہ اللہ تعالٰی ان کی غُربَت پر رحم کرے۔ فقیر نے آنکھیں کھول دیں اور مجھ سے فرمایا: اے ابوعلی! تم مجھے اس کے سامنے ذلیل کرتے ہو جو میرے ناز اٹھاتا ہے۔ میں نے عرض کی: اے میرے سردار! کیا موت کے بعد زندگی ہے؟ آپ نے فرمایا: میں زندہ ہوں، اور خدا کا ہر پیارا زندہ ہے، بیشک وہ وجاہت وعزت جو مجھے قیامت کے دن ملے گی اس سے میں تیری مدد کروں گا۔ (2)

(3)......حضرات ابراہیم بن شیبان رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: میرا ایک جوان مرید فوت ہوگیا تو مجھے سخت صدمہ ہوا، جب میں اسے غسل دینے کے لئے بیٹھا تو گھبراہٹ میں بائیں طرف سے ابتداء کی، اس جوان مرید نے وہ کروٹ ہٹا کر اپنی دائیں کروٹ میری طرف کردی۔ میں نے کہا: اے بیٹے! تو سچا ہے، مجھ سے غلطی ہوئی۔ (3)

(4)......حضرت ابویعقوب سوسی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: میں نے ایک مرید کو نہلانے کے لیے تختے پر لٹایا تو اس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا۔ میں نے اس سے کہا: اے بیٹے! میرا ہاتھ چھوڑ دے، بے شک میں جانتا ہوں کہ تو مردہ نہیں، یہ تو صرف مکان بدلنا ہے، اس لئے میرا ہاتھ چھوڑ دے۔ (4)

(5)......حضرت ابویعقوب سوسی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: مکہ مُعَظَّمَہ میں ایک مرید نے مجھ سے کہا: اے میرے پیرومرشد! میں کل ظہر کے وقت مرجاؤں گا، حضرت، ایک اشرفی لیں، آدھی میں میرا دفن اور آدھی میں میرا کفن کریں۔ جب دوسرا دن ہوا اور ظہر کا وقت آیا تو، مذکورہ مرید نے آکر طواف کیا، پھر کعبے سے ہٹ کر لیٹا اور انتقال کرگیا، جب

❶......شرح الصدور، باب زیارۃ القبور وعلم الموتی بزوارھم... الخ، تنبیہ، ص۲۰۷.
❷......شرح الصدور، باب زیارۃ القبور وعلم الموتی بزوارھم... الخ، تنبیہ، ص۲۰۸ ملتقطاً.
❸......شرح الصدور، باب زیارۃ القبور وعلم الموتی بزوارھم... الخ، تنبیہ، ص۲۰۸.
❹......شرح الصدور، باب زیارۃ القبور وعلم الموتی بزوارھم... الخ، تنبیہ، ص۲۰۸.

میں نے اسے قبر میں اتارا تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔ میں نے کہا: کیا موت کے بعد زندگی ہے؟ اس نے کہا: میں زندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کا ہر دوست زندہ ہے۔ [1]

لوحِ محفوظ اللہ تعالیٰ کے علم کے لئے نہیں

آیت نمبر 3 کے آخر میں بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک یاد رکھنے والی کتاب ہے، اس کتاب سے لوحِ محفوظ مراد ہے اور یاد رہے کہ لوحِ محفوظ اللہ تعالیٰ کے علم کے لئے نہیں ہے کیونکہ لوحِ محفوظ میں تو سب کچھ خود اللہ کے علم سے ہے لہٰذا لوحِ محفوظ خاص بندوں کو علم دینے کے لئے ہے، لہٰذا جن فرشتوں کے پاس یا جن انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاءِ عظام رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم کے علم میں وہ کتاب ہے انہیں ان سب باتوں کی خبر ہے۔

بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِیْۤ اَمْرٍ مَّرِیْجٍ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ انہوں نے حق کو جھٹلایا جب وہ ان کے پاس آیا تو وہ ایک مضطرب بے ثبات بات میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ انہوں نے حق کو جھٹلایا جب وہ ان کے پاس آیا تو وہ ایک ایسی بات میں ہیں جسے قرار نہیں۔

﴿بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ: بلکہ انہوں نے حق کو جھٹلایا۔﴾ اس آیت میں حق سے مراد نبوت ہے جس کے ساتھ روشن معجزات ہیں یا اس سے مراد قرآنِ مجید ہے اور آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ نے صرف تعجب ہی نہیں کیا بلکہ اس سے کہیں زیادہ خطرناک کام بھی کیا کہ جب ان کے پاس حق آیا تو انہوں نے سوچے سمجھے بغیر اسے جھٹلا دیا اور وہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور قرآنِ مجید سے متعلق ایک ایسی بات میں پڑے ہوئے ہیں جسے قرار نہیں اور وہ یہ ہے کہ کبھی نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو شاعر، کبھی جادوگر اور کبھی کاہن کہتے ہیں، اسی طرح قرآنِ پاک کو کبھی شعر، کبھی جادو اور کبھی کہانت کہتے ہیں، کسی ایک بات پر قائم نہیں رہتے۔ [2]

---

1 ……شرح الصدور، باب زيارة القبور وعلم الموتى بزوارهم... الخ، تنبيه، ص٢٠٨ ملتقطاً.

2 ……روح البيان، ق، تحت الآية: ٥، ٩ /١٠٥-١٠٦، مدارك، ق، تحت الآية: ٥، ص١١٦٠، جلالين، ق، تحت الآية: ٥، ص٤٢٩، ملتقطاً.

اَفَلَمْ یَنْظُرُوْۤا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَیْفَ بَنَیْنٰهَا وَ زَیَّنّٰهَا وَ مَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ﴿٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہ دیکھا ہم نے اُسے کیسا بنایا اور سنوارا اور اس میں کہیں رخنہ نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہ دیکھا ہم نے اسے کیسے بنایا اور سجایا اور اس میں کہیں کوئی شگاف نہیں۔

﴿ اَفَلَمْ یَنْظُرُوْۤا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ: تو کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہ دیکھا۔﴾ اس آیت سے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کے بارے میں دلائل دیئے جارہے ہیں، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کافروں نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کیا اُس وقت کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہ دیکھا جس کی تخلیق میں ہماری قدرت کے آثار نمایاں ہیں تا کہ وہ اس بات میں غور کرتے کہ ہم نے اسے کیسے اونچا اور بڑا بنایا اور ستونوں کے بغیر بلند کیا اور اسے روشن ستاروں سے سجایا اور اس میں کہیں کوئی شگاف نہیں، کہیں کوئی عیب اور کمی نہیں (تو جو رب تعالیٰ اتنے بڑے آسمان کو بنا سکتا ہے اور ظاہری اسباب کے بغیر اسے بلند کر سکتا اور اس میں ستاروں کو روشن کر سکتا ہے اور اتنے طویل و عریض آسمان کو کسی شگاف اور نقص و عیب کے بغیر بنا سکتا ہے وہی رب تعالیٰ مُردوں کو دوبارہ زندہ کر دے تو اس میں کیا بعید ہے؟)۔[1]

وَ الْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَ اَلْقَیْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ وَ اَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِیْجٍ ﴿٧﴾ تَبْصِرَةً وَّ ذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ ﴿٨﴾

1 ......مدارك، ق، تحت الآية: ٦، ص ١١٦٠، روح البيان، ق، تحت الآية: ٦، ٩/١٠٦، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس میں لنگر ڈالے اور اس میں ہر بارونق جوڑا اُگایا۔ سوجھ اور سمجھ ہر رجوع والے بندے کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس میں مضبوط پہاڑ ڈالے اور اس میں ہر بارونق جوڑا اگایا۔ ہر رجوع کرنے والے بندے کیلئے بصیرت اور نصیحت کیلئے۔

﴿وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا: اور زمین کو ہم نے پھیلایا۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالٰی کے قادر ہونے کی دوسری دلیل بیان کی جارہی ہے، چنانچہ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا ان کافروں نے زمین کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے زمین کو پانی کی سطح پر (اس طرح) پھیلایا (کہ پانی میں گھل کر فنا نہیں ہوتی ورنہ مٹی پانی میں گھل جاتی ہے) اور زمین پر بڑے بڑے پہاڑ کھڑے کردیئے ہیں تاکہ زمین قائم رہے اور اس میں ہر سبزے، پھلوں اور پھولوں کے جوڑے اُگائے جو دیکھنے میں خوبصورت لگتے ہیں (تو جو رب تعالٰی زمین کو پیدا فرما سکتا، پہاڑوں کے ذریعے اسے قائم رکھ سکتا اور اس میں نَشْو ونَما کی قوت پیدا کرسکتا ہے تو مُردوں کو دوبارہ زندہ کردینا اس کی قدرت سے کہاں بعید ہے) (1)

﴿تَبْصِرَةً وَّ ذِكْرٰى: بصیرت اور نصیحت کیلئے۔﴾ یعنی آسمان وزمین اور ان سے متعلق بیان کی گئی تمام چیزیں ہر اس بندے کے لئے بصیرت اور نصیحت حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں جو اللہ تعالٰی کی بنائی ہوئی انوکھی چیزوں اور خلقت کے عجائبات میں غور وفکر کرکے اس کی طرف رجوع کرنے والا ہو۔

وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّ حَبَّ الْحَصِیْدِۙ ⑨ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِیْدٌۙ ⑩ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِۙ وَاَحْیَیْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًاؕ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ⑪

(1) ……جمل، ق، تحت الآية: ٧، ٢٥٨/٧، روح البيان، ق، تحت الآية: ٧، ١٠٧/٩، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اُتارا تو اس سے باغ اُگائے اور اناج کہ کاٹا جاتا ہے۔ اور کھجور کے لمبے درخت جن کا پکا گابھا۔ بندوں کی روزی کے لیے اور ہم نے اس سے مردہ شہر جلایا یونہی قبروں سے تمہارا نکلنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اتارا تو اس سے باغ اور کاٹا جانے والا اناج اُگایا۔ اور کھجور کے لمبے درخت (اگائے) جن کے گچھے اوپر نیچے تہہ لگے ہوئے ہیں۔ بندوں کی روزی کے لیے اور ہم نے اس سے مردہ شہر کو زندہ کیا۔ یونہی (قبروں سے تمہارا) نکلنا ہوگا۔

﴿وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا: اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اتارا۔﴾ یہاں سے **اللہ** تعالیٰ کی قدرت کی تیسری دلیل بیان کی جارہی ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے آسمان سے بارش کا پانی اتارا جس سے ہر چیز کی زندگی بھی ہے اور بہت خیر و برکت بھی۔ تو اس پانی سے باغ اُگائے اور وہ اناج اُگایا جسے ہر سال بویا اور کاٹا جاتا ہے جیسے گندم اور جو وغیرہ اور خاص طور پر کھجور کے لمبے درخت اُگائے جن کے گچھے اوپر نیچے تہہ لگے ہوئے ہیں اور یہ چیزیں بندوں کی روزی کے لیے اُگائی ہیں اور ہم نے بارش کے پانی سے اُس شہر کی سرزمین کو جس کے نباتات خشک ہو چکے تھے پھر سے سبزہ زار کردیا اور جس طرح ہم نے بنجر زمین کو سرسبز و شاداب کیا اسی طرح قبروں سے تمہارا نکلنا ہوگا تو **اللہ** تعالیٰ کی قدرت کے یہ آثار دیکھ کر مرنے کے بعد پھر زندہ ہونے کا کیوں انکار کرتے ہو۔[1]

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ اَصْحٰبُ الرَّسِّ وَ ثَمُوْدُ ﴿۱۲﴾ وَ عَادٌ وَّ فِرْعَوْنُ وَ اِخْوَانُ لُوْطٍ ﴿۱۳﴾ وَّ اَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ وَ قَوْمُ تُبَّعٍ ؕ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ

---

1 ......مدارك، ق، تحت الآية: ٩-١١، ص ١١٦٠، خازن، ق، تحت الآية: ٩-١١، ١٧٥/٤، جلالين، ق، تحت الآية: ٩-١١، ص ٤٢٩-٤٣٠، ملتقطاً.

فَحَقَّ وَعِيۡدِ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان سے پہلے جھٹلایا نوح کی قوم اور رس والوں اور ثمود۔ اور عاد اور فرعون اور لوط کے ہم قوموں۔ اور بَن والوں اور تُبَّع کی قوم نے ان میں ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا تو میرے عذاب کا وعدہ ثابت ہوگیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان (کفارِ مکہ) سے پہلے نوح کی قوم اور رس (نامی کنویں) والوں نے اور ثمود نے جھٹلایا۔ اور عاد اور فرعون نے اور لوط کے ہم قوم لوگوں نے۔ اور جنگل والوں اور تبع کی قوم نے، ان سب نے رسولوں کو جھٹلایا تو میرے عذاب کا وعدہ ثابت ہوگیا۔

﴿ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ: ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا۔﴾ یہاں سے ان سابقہ قوموں کا حال اور انجام بیان کیا جارہا ہے جنہوں نے اپنے رسولوں عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا تاکہ ان کے حال اور وبال سے کفارِ مکہ نصیحت حاصل کریں اور اس کے ساتھ ساتھ انہیں سابقہ قوموں کی ہلاکت اور عذاب سے ڈرایا بھی گیا ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کفارِ مکہ سے پہلے حضرت نوح عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم اور رَس والوں اور حضرت صالح عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم ثمود نے اپنے رسولوں عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا، اسی طرح حضرت ہود عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم عاد اور فرعون نے، حضرت لوط عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ہم قوم لوگوں نے اور حضرت شعیب عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے جنگل والوں اور تُبَّع نامی بادشاہ کی قوم نے، ان سب نے اپنے رسولوں عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا تو ان پر میرے عذاب کا وعدہ ثابت ہوگیا، لہٰذا اے اہلِ مکہ! تم بھی سابقہ قوموں جیسے عذاب سے ڈرو اور میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نہ جھٹلاؤ۔

اس میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے تسلی بھی ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کفارِ مکہ کے جھٹلانے سے غمزدہ نہ ہوں کیونکہ آپ سے پہلے تشریف لانے والے رسولوں عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ بھی ان کی قوم کے لوگ اسی طرح کیا کرتے تھے، لہٰذا جس طرح انہوں نے صبر کیا اسی طرح آپ بھی

صبر فرمائیں، (نیز ہم ہمیشہ رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مدد فرماتے اور ان کے دشمنوں پر عذاب کرتے رہے ہیں تو آپ کی بھی مدد فرمائیں گے اور آپ کے دشمنوں کو بھی عذاب میں مبتلا کریں گے)۔[1]

نوٹ: یاد رہے کہ یہاں آیات میں جتنی قوموں کا ذکر ہوا ان سب کے تذکرے، سورۂ حجر، سُورۂ فرقان اور سورۂ دُخان وغیرہ میں گزر چکے ہیں۔

اَفَعَیِیْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ؕ بَلْ هُمْ فِیْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ﴿۱۵﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا ہم پہلی بار بنا کر تھک گئے بلکہ وہ نئے بننے سے شبہ میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا ہم پہلی بار بنانے کی وجہ سے تھک گئے؟ بلکہ وہ نئی پیدائش کے متعلق شبے میں ہیں۔

﴿اَفَعَیِیْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ: **تو کیا ہم پہلی بار بنانے کی وجہ سے تھک گئے؟**﴾ اس صورت کی ابتدا میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ کفارِ مکہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرتے ہیں اور اب یہاں سے ان منکروں کے انکار کا جواب دیا جا رہا ہے کہ کیا ہم پہلی بار بنانے کی وجہ سے تھک گئے ہیں جس کی وجہ سے دوبارہ پیدا کرنا ہمارے لئے دشوار ہے؟ ہم تھکے ہرگز نہیں بلکہ وہ لوگ موت کے بعد پیدا کئے جانے سے متعلق شبے میں ہیں۔[2]

کفارِ مکہ کی جہالت

کفارِ مکہ اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ مخلوق کو اللّٰہ تعالیٰ نے پیدا کیا، اس کے باوجود وہ اس بات کو محال اور بعید سمجھتے ہیں کہ اللّٰہ تعالیٰ مخلوق کو دوبارہ پیدا فرمائے گا۔ یہ ان کی کمال جہالت تھی کیونکہ ایجاد کے مقابلے میں دوبارہ بنانا ظاہر نظر میں زیادہ آسان ہے اور یہ لوگ ایجاد پر تو قدرت مان رہے ہیں اور اس سے زیادہ آسان پر قدرت کا انکار کر رہے ہیں۔

---

1 ...... تفسیر کبیر، ق، تحت الآیۃ: ۱۲-۱٤، ۱۰/۱۳۲، جلالین، ق، تحت الآیۃ: ۱۲-۱٤، ص۴۳۰، روح البیان، ق، تحت الآیۃ: ۱۲-۱٤، ۹/۱۰۹-۱۱۱، ملتقطاً۔

2 ...... تفسیر کبیر، ق، تحت الآیۃ: ۱۵، ۱۰/۱۳۳، خازن، ق، تحت الآیۃ: ۱۵، ٤/۱۷٦، ملتقطاً۔

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَ نَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚۖ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے آدمی کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں جو وسوسہ اس کا نفس ڈالتا ہے اور ہم دل کی رگ سے بھی اس سے زیادہ نزدیک ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے آدمی کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں جو وسوسہ اس کا نفس ڈالتا ہے اور ہم دل کی رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔

﴿وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ: اور بیشک ہم نے آدمی کو پیدا کیا۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے علم کا حال بیان کیا گیا ہے چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے انسان کو پیدا کیا اور یہ اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کی ایک اعلیٰ دلیل ہے اور ہم اس وَسْوَسے تک کو بھی جانتے ہیں جو اس کا نفس ڈالتا ہے اور اس کے پوشیدہ اَحوال اور دلوں کے راز ہم سے چھپے ہوئے نہیں ہیں اور ہم اپنے علم اور قدرت کے اعتبار سے انسان کے دل کی رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں اور بندے کے حال کو خود اس سے زیادہ جاننے والے ہیں۔

علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: وَرِید وہ رگ ہے جس سے خون جاری ہو کر بدن کے ہر جُزْو میں پہنچتا ہے، یہ رگ گردن میں ہے اور آیت کے معنی یہ ہیں کہ انسان کے اَجزاء ایک دوسرے سے پردے میں ہیں مگر اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پردے میں نہیں۔ [1]

اِذْ یَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّیٰنِ عَنِ الْیَمِیْنِ وَ عَنِ الشِّمَالِ قَعِیْدٌ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب اس سے لیتے ہیں دو لینے والے ایک داہنے بیٹھا اور ایک بائیں۔

1 ......تفسير خازن، ق، تحت الآية: ١٦، ١٧٦/٤.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب اس سے لینے والے دو فرشتے لیتے ہیں، ایک دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب بیٹھا ہوا ہے۔

﴿اِذْ یَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّیٰنِ: اور جب اس سے لینے والے دو فرشتے لیتے ہیں۔﴾ یعنی ہم اس وقت بھی انسان کے دل کی رگ سے زیادہ اس کے قریب ہوتے ہیں جب انسان کا ہر عمل اور ہر بات لکھنے پر مامور دو فرشتے اس کا ہر قول اور فعل لکھ لیتے ہیں، ان میں سے ایک فرشتہ دائیں جانب نیکیاں لکھنے کیلئے اور دوسرا بائیں جانب برائیاں لکھنے کیلئے بیٹھا ہوا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے لکھنے سے بھی بے نیاز ہے کیونکہ وہ سب سے زیادہ پوشیدہ چیز کو بھی جاننے والا ہے اور نفس کے وسوسے تک اس سے چھپے نہیں ہیں البتہ یاد رہے کہ فرشتوں کا لکھنا حکمت کے تقاضے کے مطابق ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص کے اعمال نامے اس کے ہاتھ میں دے دیئے جائیں۔[1]

مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ زبان سے کوئی بات نہیں نکالتا مگر یہ کہ ایک محافظ فرشتہ اس کے پاس تیار بیٹھا ہوتا ہے۔

﴿مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ: جو بات وہ زبان سے نکالتا ہے۔﴾ یعنی بندہ جو بات زبان سے نکالتا ہے اسے لکھنے کیلئے ایک محافظ فرشتہ اس کے پاس تیار رہتا ہے خواہ وہ بندہ کہیں بھی ہو۔

اعمال لکھنے والے فرشتوں سے متعلق 3 باتیں

یہاں اعمال لکھنے والے فرشتوں سے متعلق تین باتیں ملاحظہ ہوں،

(1)...... قضائے حاجت اور جماع کے وقت فرشتے آدمی کے پاس سے ہٹ جاتے ہیں۔

(2)...... ان دونوں حالتوں میں آدمی کو بات کرنا جائز نہیں تاکہ اسے لکھنے کے لئے فرشتوں کو اس حالت میں اس سے

[1]...... خازن، ق، تحت الآیۃ: ۱۷، ۱۷٦/٤، مدارک، ق، تحت الآیۃ: ۱۷، ص ۱۱٦۱، ملتقطاً.

قریب ہونے کی تکلیف نہ ہو۔

(3)...... یہ فرشتے آدمی کی ہر بات حتّٰی کہ بیماری کی حالت میں کراہنا تک لکھتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ صرف وہی چیزیں لکھتے ہیں جن میں اجروثواب یا گرفت وعذاب ہو۔

وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِیْدُ ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ یہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور موت کی سختی حق کے ساتھ آگئی، یہ وہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔

﴿وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ: اور موت کی سختی حق کے ساتھ آگئی۔﴾ اس سے پہلی آیات میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کے منکروں کا رد فرمایا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور علم کا حال بیان فرما کران کے خلاف دلائل قائم فرمائے اور اب یہاں سے انہیں بتایا جاتا ہے کہ وہ جس چیز کا انکار کرتے ہیں وہ عنقریب اُن کی موت اور قیامت کے وقت پیش آنے والی ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ موت کی سختی حق کے ساتھ آگئی جس کی شدت انسان پر غشی طاری کردیتی اور اس کی عقل پر غالب آجاتی ہے اور سکرات کی حالت میں مرنے والے سے کہا جاتا ہے کہ یہ وہ موت ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔

نوٹ: یہاں آیت میں موت کی سختی آنے کو ماضی کے صیغہ کے ساتھ بیان فرما کر اس کا قریب ہونا ظاہر کیا گیا ہے اور حق سے مراد حقیقی طور پر موت آنا ہے یا اس سے مراد آخرت کا معاملہ ہے جس کا انسان خود معائنہ کرتا ہے، یا اس سے مراد انجامِ کار سعادت اور شقاوت ہے۔[1]

نوٹ: یہاں اگرچہ بطورِ خاص مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے والوں کا رد ہے البتہ عمومی طور پر اس میں ہر مسلمان کے لئے بھی نصیحت ہے کیونکہ اسے بھی موت ضرور آنی ہے اور اسے بھی نزع کی سختیوں کا سامنا ہوگا، لہٰذا اسے چاہئے کہ اپنی موت اور اس وقت کے حالات کو سامنے رکھے اور اپنی آخرت کو بہتر سے بہتر بنانے کی

1 ......ابو سعود، ق، تحت الآیة: ١٩، ٥/٦٢١، خازن، ق، تحت الآیة: ١٩، ٤/١٧٦، ملتقطاً.

خوب کوشش کرے اور کسی حال میں بھی اپنی موت سے غافل نہ ہو۔

نزع کی تکلیف کا حال

یہاں آیت میں **موت کی سختی** کا ذکر ہوا، اس کے بارے میں امام محمد غزالی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: نزع اس تکلیف کا نام ہے جو صرف روح پر اترتی ہے اور تمام اَعضاء کو گھیر لیتی ہے حتّٰی کہ بدن میں روح کے جتنے اَجزاء ہیں ان سب کو درد محسوس ہوتا ہے۔ اگر کسی شخص کو کانٹا چبھ جائے تو اس سے پہنچنے والا درد رُوح کے صرف اس جز کو پہنچتا ہے جو اس عُضْو سے ملا ہوا ہے جس میں کانٹا چبھتا ہے اور (اس کے مقابلے میں) جلنے کا اثر زیادہ ہوتا ہے کیونکہ آگ کے اجزاء بدن کے تمام اَجزاء میں سَرایَت کر جاتے ہیں جس کی وجہ سے جلنے والے عُضْو کا کوئی ظاہری اور باطنی جز آگ سے محفوظ نہیں رہتا، اس لئے گوشت کے تمام اَجزاء میں پھیلے ہوئے روح کے اجزاء جلنے کی تکلیف کو محسوس کرتے ہیں جبکہ زخم صرف اسی جگہ کو پہنچتا ہے جس تک (کانٹا اور تلوار وغیرہ کا) لوہا پہنچا اس لئے جلنے کی تکلیف زیادہ اور زخم کی تکلیف کم ہوتی ہے اور نزع کی تکلیف نفسِ روح پر حملہ آور ہوتی اور تمام اَعضاء کو گھیر لیتی ہے کیونکہ ہر رگ، ہر پٹھے، بدن کے ہر حصے، ہر جوڑ، ہر بال کی جڑ اور کھال کے نیچے سے حتّٰی کہ سر کی چوٹی سے قدم تک ہر جگہ سے روح کو نکالا جاتا ہے، اس لئے تم اس کے کرب اور تکلیف کا حال نہ پوچھو، حتّٰی کہ بزرگوں نے فرمایا: موت، تلوار کی مار، آرے کے چیرنے اور قینچی کی کاٹ سے زیادہ سخت ہے کیونکہ بدن کو تلوار سے کاٹا جائے تو صرف اس لیے تکلیف ہوتی ہے کہ بدن کا روح سے تعلق ہے تو جب صرف روح ہی کو صدمہ پہنچے تو کس قدر تکلیف ہوگی۔

نیز جب کسی شخص کو مارا جاتا ہے تو وہ مدد بھی مانگ سکتا ہے اور چیخ بھی سکتا ہے کیونکہ اس کے دل اور زبان میں طاقت موجود ہوتی ہے لیکن مرنے والے کی آواز اور چیخ و پکار سخت تکلیف کی وجہ سے ختم ہو جاتی ہے کیونکہ روح نکلنے کی بے انتہاء تکلیف ہوتی ہے اور یہ دل پر سوار ہو کر پوری قوت کو ختم کر دیتی ہے، مرنے والے کے اعضاء کمزور پڑ جاتے اور اس میں مدد مانگنے کی طاقت باقی نہیں رہتی۔ یہ تکلیف عقل کو بھی ڈھانپ لیتی، اوسان خطا کر دیتی اور زبان کو بولنے سے روک دیتی ہے۔ موت کے وقت انسان چاہتا ہے کہ روئے، چلائے اور مدد مانگے، لیکن وہ ایسا نہیں کر سکتا اور اگر کچھ قوت باقی رہتی بھی ہے تو روح نکلنے کے وقت اس کے حلق اور سینے سے غَرغَرہ کی آواز سنائی دیتی ہے، اس کا رنگ

بدل کر مٹیالا ہوجاتا ہے گویا اس سے وہی مٹی ظاہر ہوئی جس سے وہ بنا تھا اور جو اس کی اصل فطرت ہے، اس کی رگیں کھینچ لی جاتی ہیں حتّٰی کہ آنکھوں کے ڈھیلے پلکوں کی طرف اٹھ جاتے ہیں، ہونٹ سکڑ جاتے ہیں، زبان اپنی جڑ کی طرف کھنچ جاتی ہے اور انگلیاں سبز ہوجاتی (اور ٹھنڈی پڑ جاتی) ہیں تو ایسے بدن کا حال نہ پوچھو جس کی ہر رگ کھینچ لی گئی ہو (ذرا غور کرو کہ) ایک رگ کھینچی جانے سے سخت تکلیف ہوتی ہے تو اس وقت کیا حال ہوگا جب درد میں مبتلا روح کو بھی کھینچ لیا جائے اور کسی ایک رگ سے نہیں بلکہ تمام رگوں سے اسے کھینچا جاتا ہے، پھر ایک ایک کر کے ہر عضو میں موت واقع ہوتی ہے، پہلے اس کے قدم ٹھنڈے پڑتے ہیں پھر پنڈلیاں اور پھر رانیں ٹھنڈی پڑ جاتی ہیں اور ہر عضو میں نئی سختی اور شدت پیدا ہوتی ہے حتّٰی کہ گلے تک نوبت پہنچتی ہے اور اس وقت اس کی نظر دنیا اور دنیا والوں سے پھر جاتی ہے، اس پر توبہ کا دروازہ بند ہوجاتا ہے اور اسے حسرت وندامت گھیر لیتی ہے۔[1]

یاالٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو ‏ ‏ جب پڑے مشکل شہِ مشکل کُشا کا ساتھ ہو
یاالٰہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو ‏ ‏ شادیِٔ دیدارِ حسنِ مصطفٰے کا ساتھ ہو

درج ذیل اَشعار میں بھی موت سے غافل ہر انسان کے لئے بڑی عبرت ہے، چنانچہ ایک شاعر لکھتے ہیں:

اَجل نے نہ کِسریٰ ہی چھوڑا نہ دارا ‏ ‏ اسی سے سکندر سا فاتح بھی ہارا
ہر اک لے کے کیا کیا نہ حسرت سدھارا ‏ ‏ پڑا رہ گیا سب یونہی ٹھاٹھ سارا
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے ‏ ‏ یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے
وہ ہے عیش و عشرت کا کوئی محل بھی ‏ ‏ جہاں تاک میں ہر گھڑی ہو اجل بھی
بس اب اپنے اس جہل سے تو نکل بھی ‏ ‏ یہ جینے کا انداز اپنا بدل بھی
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے ‏ ‏ یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

موت سے فرار ممکن نہیں

زیرِ تفسیر آیت کے آخری حصے سے معلوم ہوا کہ موت سے فرار ممکن نہیں بلکہ یہ بہر صورت آ کر ہی رہے گی۔ موت کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

1 ......احياء علوم الدين، كتاب ذكر الموت وما بعده، الباب الثالث، ٥/٢٠٧-٢٠٨.

نَحْنُ قَدَّرْنَا بَیْنَكُمُ الْمَوْتَ (1) ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم نے تم میں موت مقرر کردی۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآىٕقَةُ الْمَوْتِ۫ ثُمَّ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ (2) ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے پھر ہماری ہی طرف تم پھیرے جاؤ گے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

اَیْنَ مَا تَكُوْنُوْا یُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَ لَوْ كُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ (3) ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم جہاں کہیں بھی ہوگے موت تمہیں ضرور پکڑ لے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہو۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَ یُرْسِلُ عَلَیْكُمْ حَفَظَةًؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَ هُمْ لَا یُفَرِّطُوْنَ (4) ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ تم پر نگہبان بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں کسی کو موت آتی ہے تو ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کرتے ہیں اور وہ کوئی کوتاہی نہیں کرتے۔

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ(5) ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: بیشک وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ ضرور تمہیں ملنے والی ہے پھر تم اس کی طرف پھیرے جاؤ گے جو ہر غیب اور ظاہر کا جاننے والا ہے پھر وہ تمہیں تمہارے اعمال بتادے گا۔

جب اللہ تعالیٰ نے ہم میں موت مقرر کردی اور ہر جان نے موت کا ذائقہ ضرور چکھنا ہے اور بندہ چاہے مضبوط ترین مکانات میں چلا جائے وہاں بھی موت اسے ضرور پکڑ لے گی اور اللہ تعالیٰ کے فرشتے روح قبض کرنے میں کوئی

---

1 ……واقعہ: ۶۰۔
2 ……عنکبوت: ۵۷۔
3 ……النساء: ۷۸۔
4 ……انعام: ۶۱۔
5 ……جمعہ: ۸۔

کوتاہی نہیں کرتے تو پھر موت سے غافل رہنا، نزع کی حالت میں طاری ہونے والی سختیوں کی فکر نہ کرنا اور موت کے بعد برزخ اور حشر کی زندگی کے لئے کوئی تیاری نہ کرنا انتہائی نادانی ہے، اے انسان!

یاد رکھ ہر آن آخر موت ہے　　بن تو مت انجان آخر موت ہے

ملکِ فانی میں فنا ہر شے کو ہے　　سن لگا کر کان آخر موت ہے

بارہا علمی تجھے سمجھا چکے　　مان یا مت مان، آخر موت ہے

وَ نُفِخَ فِی الصُّوْرِؕ ذٰلِكَ یَوْمُ الْوَعِیْدِ ﴿۲۰﴾ وَ جَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآىٕقٌ وَّ شَهِیْدٌ ﴿۲۱﴾ لَقَدْ كُنْتَ فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور صور پھونکا گیا یہ ہے وعدۂ عذاب کا دن۔ اور ہر جان یوں حاضر ہوئی کہ اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا اور ایک گواہ۔ بیشک تو اس سے غفلت میں تھا تو ہم نے تجھ پر سے پردہ اُٹھایا تو آج تیری نگاہ تیز ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور صُور میں پھونک ماری جائے گی، یہ عذاب کی وعید کا دن ہے۔ اور ہر جان یوں حاضر ہوگی کہ اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا اور ایک گواہ ہوگا۔ بیشک تو اس سے غفلت میں تھا تو ہم نے تجھ سے تیرا پردہ اٹھادیا تو آج تیری نگاہ تیز ہے۔

﴿وَ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ: اور صُور میں پھونک ماری جائے گی۔﴾ موت کا ذکر کرنے کے بعد اب یہاں سے قیامت واقع ہونے کا ذکر کیا جارہا ہے، چنانچہ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن دوسری بار صور میں پھونک ماری جائے گی تاکہ مرجانے والے دوبارہ زندہ ہوجائیں (اور اس وقت فرمایا جائے گا) یہ وہ دن ہے جس میں کافروں کو عذاب دینے کا اللہ تعالٰی نے ان سے وعدہ فرمایا تھا۔ (1)

(1)......خازن، ق، تحت الآیة: ۲۰، ۴/۱۷۶.

﴾وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ: اور ہر جان حاضر ہوگی۔﴿ یہاں سے قیامت کے ہولناک واقعات اور حالات بیان کئے جارہے ہیں، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن ہر جان یوں حاضر ہوگی کہ اس کے ساتھ ایک فرشتہ چلانے والا ہوگا جو اسے میدانِ محشر کی طرف ہانکے گا اور ایک گواہ ہوگا جو اس کے عملوں کی گواہی دے گا۔

یہاں آیت میں ہانکنے والے اور گواہ سے مراد کون ہے، اس کے بارے میں حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ہانکنے والا فرشتہ ہوگا اور گواہ خود اس کا اپنا نفس ہوگا۔ امام ضحاک کا قول ہے کہ ہانکنے والا فرشتہ ہے اور گواہ اپنے بدن کے اَعضاء ہاتھ پاؤں وغیرہ ہوں گے۔ حضرتِ عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے برسرِ منبر فرمایا کہ ''ہانکنے والا بھی فرشتہ ہے اور گواہ بھی فرشتہ ہے۔'' (1)

﴾لَقَدْ كُنْتَ فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا: بیشک تو اس سے غفلت میں تھا۔﴿ یعنی قیامت کے دن کافر سے کہا جائے گا: بیشک تو دنیا میں اس قیامت کا منکر تھا تو آج ہم نے تجھ سے وہ پردہ اٹھا دیا جو تیرے دل، کانوں اور آنکھوں پر پڑا ہوا تھا اور اس کی وجہ سے آج تیری نگاہ تیز ہے کہ تو ان چیزوں کو دیکھ رہا ہے جن کا دنیا میں انکار کرتا تھا۔ (2)

وَقَالَ قَرِیْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَیَّ عَتِیْدٌ ﴿٢٣﴾ اَلْقِیَا فِیْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِیْدٍ ﴿٢٤﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ مُعْتَدٍ مُّرِیْبِ ﴿٢٥﴾ الَّذِیْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِیٰهُ فِی الْعَذَابِ الشَّدِیْدِ ﴿٢٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کا ہمنشین فرشتہ بولا یہ ہے جو میرے پاس حاضر ہے۔ حکم ہوگا تم دونوں جہنم میں ڈال دو ہر بڑے ناشکرے ہٹ دھرم کو۔ جو بھلائی سے بہت روکنے والا حد سے بڑھنے والا شک کرنے والا۔ جس نے اللّٰہ کے ساتھ کوئی اور معبود ٹھہرایا تم دونوں اسے سخت عذاب میں ڈالو۔

---

1 ......خازن، ق، تحت الآية: ٢١، ١٧٦/٤، جمل، ق، تحت الآية: ٢١، ٢٦٥/٧، ملتقطاً.

2 ......خازن، ق، تحت الآية: ٢٢، ١٧٧/٤.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس کا ساتھی فرشتہ کہے گا: یہ ہے جو میرے پاس تیار موجود ہے۔ (حکم ہوگا) تم دونوں ہر بڑے ناشکرے ہٹ دھرم کو جہنم میں ڈال دو۔ جو بھلائی سے بہت روکنے والا، حد سے بڑھنے والا، شک کرنے والا ہے۔ جس نے اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ٹھہرایا تم دونوں اسے سخت عذاب میں ڈال دو۔

﴿وَقَالَ قَرِیْنُهٗ: اور اس کا ساتھی فرشتہ کہے گا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کافر کا ساتھی فرشتہ جو اس کے اعمال لکھنے والا اور اس پر گواہی دینے والا ہے، کہے گا: یہ اس کا اعمال نامہ ہے جو میرے پاس تیار موجود ہے۔ (اس اعمال نامے کے مطابق) اللہ تعالیٰ دو فرشتوں کو حکم فرمائے گا: تم دونوں ہر اس شخص کو جہنم میں ڈال دو جو بڑا ناشکرا، ہٹ دھرم، بھلائی سے بہت روکنے والا، حد سے بڑھنے والا اور دین میں شک کرنے والا ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ٹھہرایا، تو تم دونوں اسے سخت عذاب میں ڈال دو۔ [1]

قَالَ قَرِیْنُهٗ رَبَّنَا مَاۤ اَطْغَیْتُهٗ وَ لٰكِنْ كَانَ فِیْ ضَلٰلٍۭ بَعِیْدٍ ﴿۲۷﴾ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَیَّ وَ قَدْ قَدَّمْتُ اِلَیْكُمْ بِالْوَعِیْدِ ﴿۲۸﴾ مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَ مَاۤ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ﴿۲۹﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اس کے ساتھی شیطان نے کہا ہمارے رب میں نے اُسے سرکش نہ کیا ہاں یہ آپ ہی دُور کی گمراہی میں تھا۔ فرمائے گا میرے پاس نہ جھگڑو میں تمہیں پہلے ہی عذاب کا ڈر سنا چکا تھا۔ میرے یہاں بات بدلتی نہیں اور نہ میں بندوں پر ظلم کروں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس کا ساتھی شیطان کہے گا: اے ہمارے رب! میں نے اسے سرکش نہیں بنایا تھا، ہاں یہ خود ہی دور کی گمراہی میں تھا۔ اللہ فرمائے گا: میرے پاس نہ جھگڑو، میں پہلے ہی تمہاری طرف عذاب کی وعید بھیج چکا تھا۔ میرے

[1] ......خازن، ق، تحت الآیة: ۲۳-۲۶، ۴/۱۷۷، مدارك، ق، تحت الآیة: ۲۳-۲۶، ص ۱۱۶۲، ملتقطاً.

ہاں بات بدلتی نہیں اور نہ میں بندوں پر ظلم کرنے والا ہوں۔

﴿قَالَ قَرِیْنُهٗ: اس کے ساتھی شیطان نے کہا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب قیامت کے دن کافر کو جہنم میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا تو اس وقت وہ کہے گا: اے ہمارے رب! مجھے اس شیطان نے وَرغلایا اور کبھی بھی راہِ راست پر چلنے نہ دیا، اس لئے میں بے قصور ہوں۔ اس پر وہ شیطان جو دنیا میں اس پر مُسَلَّط تھا، کہے گا: اے ہمارے رب! میں نے اسے کبھی بھی سرکشی پر مجبور نہیں کیا تھا بلکہ میں تو اسے فقط مشورہ دیتا اور یہ اس پر عمل کرتا رہا اور گمراہی کی عمیق وادیوں میں جا گرا، لہٰذا میں اس سے بَری ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: میرے پاس نہ جھگڑو کیونکہ جزا کے مقام اور حساب کی جگہ میں جھگڑا کچھ نفع نہیں دے گا اور میں نے پہلے ہی اپنی کتابوں میں اور اپنے رسولوں کی زبان سے یہ وعید بھیج دی تھی کہ جو سرکشی کرے گا اسے میں عذاب دوں گا اور اس وعید کے بعد میں نے تمہارے لئے کوئی حجت باقی نہیں چھوڑی اور یاد رکھو کہ میرے ہاں بات بدلتی نہیں اس لئے تم یہ طمع نہ کرو کہ میں نے کافروں کو جہنم میں داخل کرنے کی جو وعید سنائی تھی اسے میں بدل دوں گا اور نہ ہی میری یہ شان ہے کہ میں کسی کو جرم کے بغیر سزا دے کر اس پر ظلم کروں۔ (1)

﴿مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ: میرے ہاں بات بدلتی نہیں۔﴾ یاد رہے کہ دعا اور نیک کام سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک تقدیرِ مُبْرَم حقیقی نہیں بدلتی بلکہ وہ تبدیلی ہمارے علم کے لحاظ سے ہوتی ہے، لہٰذا اس آیت میں اور حدیث میں کہ دعا سے قضا بدل جاتی ہے، تعارُض نہیں۔

يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَ تَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن ہم جہنم سے فرمائیں گے کیا تو بھر گئی وہ عرض کرے گی کچھ اور زیادہ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن ہم جہنم سے فرمائیں گے: کیا تو بھر گئی؟ وہ عرض کرے گی: کیا کچھ اور زیادہ ہے؟

﴿یَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ: جس دن ہم جہنم سے فرمائیں گے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنی

1 ......خازن، ق، تحت الآية: ٢٧-٢٩، ٤/١٧٧، مدارك، ق، تحت الآية: ٢٧-٢٩، ص ١١٦٢-١١٦٣، ملتقطاً.

قوم کے سامنے اس دن کا ذکر فرمائیں جس دن ہم جہنم سے فرمائیں گے: کیا تو ان لوگوں سے بھر گئی جنہیں تجھ میں ڈالا گیا ہے؟ وہ بڑے ادب سے عرض کرے گی: ابھی نہیں بھری بلکہ مجھ میں اور بھی گنجائش ہے۔ آیت کے آخری حصے کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اب مجھ میں گنجائش باقی نہیں بلکہ میں بھر چکی ہوں، نیز یاد رہے کہ اللہ تعالٰی نے جہنم سے وعدہ فرمایا ہے کہ اسے جنوں اور انسانوں سے بھر دے گا، اس وعدہ کی تحقیق کے لئے جہنم سے یہ سوال فرمایا جائے گا۔[1]

یہاں جہنم کے بھرنے سے متعلق ایک حدیثِ پاک ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جہنم میں مسلسل (جنّوں اور انسانوں کو) ڈالا جائے گا اور جہنم عرض کرے گی: کیا کچھ اور ہیں؟ حتّٰی کہ ربُّ الْعِزَّت اس میں (اپنی شان کے لائق) اپنا قدم رکھ دے گا، پھر جہنم کا ایک حصہ دوسرے حصے سے مل جائے گا اور وہ عرض کرے گی: بس بس، تیری عزت اور تیرے کرم کی قسم! اور جنت میں مسلسل جگہ زیادہ رہے گی، پھر اللہ تعالٰی ایک مخلوق پیدا فرمائے گا جسے جنت کے اضافی حصے میں رکھے گا۔[2]

وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِیْنَ غَیْرَ بَعِیْدٍ ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور پاس لائی جائے گی جنت پرہیزگاروں کے کہ ان سے دُور نہ ہوگی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنت پرہیزگاروں کے قریب لائی جائے گی، ان سے دور نہ ہوگی۔

﴿وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِیْنَ غَیْرَ بَعِیْدٍ: اور جنت پرہیزگاروں کے قریب لائی جائے گی، ان سے دور نہ ہوگی۔﴾ کافروں کا حال بیان کرنے کے بعد اب مؤمنین کا حال بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن جنت ان لوگوں کے قریب لائی جائے گی جو دنیا میں کفر اور گناہوں سے بچتے رہے اور جنت ان سے دور نہ ہوگی بلکہ وہ جنت میں داخل ہونے سے پہلے اس کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔[3]

---

1 ......روح البیان، ق، تحت الآیۃ: ٣٠، ٩/١٢٦-١٢٧، مدارک، ق، تحت الآیۃ: ٣٠، ص١١٦٣.

2 ......مسلم، کتاب الجنّۃ وصفۃ نعیمھا واھلھا، باب النّار یدخلھا الجبّارون... الخ، ص١٥٢٥، الحدیث: ٣٨(٢٨٤٨).

3 ......روح البیان، ق، تحت الآیۃ: ٣١، ٩/١٣٠.

هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ﴿٣٢﴾ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ہے وہ جس کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو ہر رجوع لانے والے نگہداشت والے کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (کہا جائے گا:) یہ ہے وہ (جنت) جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا، ہر رجوع کرنے والے، حفاظت کرنے والے کے لیے۔

﴿هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ: یہ وہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا۔﴾ جب جنت قریب لائی جائے گی تو مُتّقی لوگوں سے کہا جائے گا: یہ وہ جنت ہے جس کا رسولوں کے ذریعے دنیا میں تم سے وعدہ کیا جاتا اور یہ وعدہ ہر اس شخص کے لئے ہے جو رجوع کرنے والا اور حفاظت کرنے والا ہے۔

آیت میں ''رجوع کرنے والے'' سے مراد کون ہے اس کے بارے میں مفسرین کے مختلف اَقوال ہیں، ان میں سے تین قول درج ذیل ہیں،

(1)......اس سے مراد وہ شخص ہے جو مَعْصِیَت و نافرمانی کو چھوڑ کر اطاعت اختیار کرے۔

(2)......حضرت سعید بن مسیّب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''**اَوَّابٍ**'' وہ ہے جو گناہ کرے پھر توبہ کرے، پھر اس سے گناہ صادر ہو پھر توبہ کرے۔

(3)......اس سے مراد وہ شخص ہے جو تنہائی میں اپنے گناہوں کو یاد کر کے ان سے مغفرت طلب کرے۔

اسی طرح ''حفاظت کرنے والے'' سے کون مراد ہے، اس کے بارے میں بھی مفسرین کے مختلف اَقوال ہیں، ان میں سے چار قول درج ذیل ہیں

(1)......اس سے مراد وہ شخص ہے جو **اللّٰہ** تعالیٰ کے حکم کا لحاظ رکھے۔

(2)......حضرت **عبد اللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: اس سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھے اور اُن سے استغفار کرے۔

(3)......اس سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی امانتوں اور اس کے حقوق کی حفاظت کرے۔

(4)......اس سے مراد وہ شخص ہے جو طاعات کا پابند ہو، خدا اور رسول کے حکم بجالائے اور اپنے نفس کی نگہبانی کرے یعنی ایک دم بھی یادِ الٰہی سے غافل نہ ہو۔[1]

مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ وَ جَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِیْبِ ﴿۳۳﴾ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ یَوْمُ الْخُلُوْدِ ﴿۳۴﴾ لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ فِیْهَا وَ لَدَیْنَا مَزِیْدٌ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جو رحمٰن سے بے دیکھے ڈرتا ہے اور رجوع کرتا ہوا دل لایا۔ ان سے فرمایا جائے گا جنت میں جاؤ سلامتی کے ساتھ یہ ہمیشگی کا دن ہے۔ اُن کے لیے ہے اس میں جو چاہیں اور ہمارے پاس اس سے بھی زیادہ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو رحمٰن سے بن دیکھے ڈرا اور رجوع کرنے والے دل کے ساتھ آیا۔ (ان سے فرمایا جائے گا) سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ، یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔ ان کے لیے جنت میں وہ تمام چیزیں ہوں گی جو وہ چاہیں گے اور ہمارے پاس اس سے بھی زیادہ ہے۔

﴿مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ: جو رحمٰن سے بن دیکھے ڈرا﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دیکھے بغیر اس سے ڈرتا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور ایسے دل کے ساتھ آتا ہے جو اخلاص مند، اطاعت گزار اور صحیح العقیدہ ہو، ایسے لوگوں سے قیامت کے دن فرمایا جائے گا: بے خوف وخطر، امن اور اطمینان کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ نہ تمہیں عذاب ہوگا اور نہ تمہاری نعمتیں زائل ہوں گی، یہ جنت میں ہمیشہ رہنے کا دن ہے اور اب نہ فنا ہے نہ موت۔[2]

1......خازن، ق، تحت الآیة: ٣٢، ٤/١٧٨.

2......روح البیان، ق، تحت الآیة: ٣٣-٣٤، ٩/١٣١-١٣٢، خازن، ق، تحت الآیة: ٣٣-٣٤، ٤/١٧٨، ملتقطاً.

اس سے معلوم ہوا کہ جنتی لوگوں کا بہت عزت وعظمت کے ساتھ جنت میں داخلہ ہوگا۔

﴿وَلَدَیۡنَا مَزِیۡدٌ: اور ہمارے پاس اس سے بھی زیادہ ہے۔﴾ یعنی اہلِ جنت جو طلب کریں گے ہمارے پاس اس سے بھی زیادہ ہے۔ یہاں زیادہ سے مراد اللہ تعالیٰ کا دیدار اور اس کی تجلّی ہے جس سے وہ لوگ ہر جمعہ کو دارِ کرامت میں نوازے جائیں گے۔ (1)

وَ كَمۡ اَهۡلَكۡنَا قَبۡلَهُمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ هُمۡ اَشَدُّ مِنۡهُمۡ بَطۡشًا فَنَقَّبُوۡا فِی الۡبِلَادِؕ هَلۡ مِنۡ مَّحِيۡصٍ ﴿۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اُن سے پہلے ہم نے کتنی سنگتیں ہلاک فرمادیں کہ گرفت میں اُن سے سخت تھیں تو شہروں میں کاوشیں کیں ہے کہیں بھاگنے کی جگہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان سے پہلے ہم نے کتنی قوموں کو ہلاک فرمادیا، وہ گرفت میں ان سے زیادہ سخت تھیں تو انہوں نے شہروں میں کوشش کی کہ کیا کوئی بھاگنے کی جگہ ہے۔

﴿وَكَمۡ اَهۡلَكۡنَا قَبۡلَهُمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ: اور ان سے پہلے ہم نے کتنی قوموں کو ہلاک فرمادیا۔﴾ اس سے پہلی آیات میں جہنم کے دردناک عذاب سے ڈرایا گیا اور اب یہاں سے دنیا میں آنے والے عذاب سے کفارِ مکہ کو ڈرایا جارہا ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کفارِ مکہ سے پہلے اپنے رسولوں کو جھٹلانے والی کتنی قوموں کو ہم نے ہلاک فرمادیا، وہ لوگ ان کافروں سے زیادہ طاقتور اور زبردست تھے اور انہوں نے ہمارے عذاب سے بچنے کے لئے بہت سے شہروں میں پناہ تلاش کرنا چاہی مگر کوئی ایسی جگہ نہ پائی جہاں ہمارے عذاب سے انہیں پناہ مل سکے تو کفارِ مکہ کو چاہئے کہ سابقہ امتوں کے طرزِ عمل پر چلنے سے باز رہیں ورنہ اِن کا انجام بھی اُن جیسا ہوسکتا ہے۔

1 ......خازن، ق، تحت الآیۃ: ۳۵، ۴/۱۷۸.

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَ هُوَ شَهِیْدٌ ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے جو دِل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجہ ہو۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: بیشک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے جو دِل رکھتا ہو یا کان لگائے اور وہ متوجہ ہو۔

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى: بیشک اس میں نصیحت ہے۔﴾ یعنی اس سورت میں سابقہ امتوں کی ہلاکت وغیرہ کا جو بیان ہوا اس میں بیشک اُس شخص کے لیے نصیحت ہے جو (حق قبول کرنے والا) دِل رکھتا ہو یا قرآن اور نصیحت کو توجہ سے سنے اور دل ودماغ سے متوجہ وحاضر ہو۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ وعظ ونصیحت اور عبرت سے وہی فائدہ اٹھا سکتا ہے جس کے پاس عبرت پکڑنے والا دل ہو، غور سے سننے والے کان ہوں اور وہ دل سے حاضر رہ کر وعظ ونصیحت سنے۔ حضرت شبلی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ قرآن کی نصیحتوں سے فیض حاصل کرنے کے لئے دل ایسے حاضر ہونا چاہیے کہ اس میں پلک جھپکنے کی مقدار بھی غفلت نہ آئے۔

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ﴰ وَّ مَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنایا اور تکان ہمارے پاس نہ آئی۔

[1] ……روح البیان، ق، تحت الآیة: ۳۷، ۹/۱۳۵، ملخصاً.

ترجمۂ کنزالعرفان: اور بیشک ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنایا اور ہمیں کوئی تھکاوٹ نہ ہوئی۔

﴿ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ: اور بیشک ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنایا۔﴾ شانِ نزول: مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان یہودیوں کے رد میں نازل ہوئی جو یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین اور ان کے درمیان موجود کائنات کو چھ دن میں بنایا جس میں سے پہلا دن اتوار اور آخری دن جمعہ ہے، پھر وہ (مَعَاذَاللہ) تھک گیا اور ہفتے کے دن اس نے عرش پر لیٹ کر آرام کیا۔ [1] اس آیت میں ان کا رد ہے کہ اللہ تعالیٰ تھکنے سے پاک ہے اور وہ اس پر قادر ہے کہ ایک آن میں سارا عالَم بنادے لیکن وہ چونکہ ہر چیز کو حکمت کے تقاضے کے مطابق ہستی عطا فرماتا ہے اس لئے اس نے کائنات کو چھ دن میں تخلیق فرمایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ کائنات کو چھ دن میں پیدا فرمانا کمزوری یا تھکن کی بنا پر نہ تھا بلکہ اس آہستگی میں ہزارہا حکمتیں تھیں، اور بندوں کو تعلیم تھی کہ ہم قادر ہو کر جلدی نہیں کرتے تم مجبور ہونے کے باوجود کیوں جلد بازی کرتے ہو۔

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا یَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿۳۹﴾ وَ مِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اُن کی باتوں پر صبر کرو اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے۔ اور کچھ رات گئے اس کی تسبیح کرو اور نمازوں کے بعد۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تو ان کی باتوں پر صبر کرو اور سورج طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرو۔ اور رات کے کچھ حصے میں اس کی تسبیح کرو اور نمازوں کے بعد۔

﴿ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا یَقُوْلُوْنَ: تو ان کی باتوں پر صبر کرو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ

[1] ......خازن، ق، تحت الآية: ٣٨، ١٧٩/٤.

تعالٰی کی شان میں یہودیوں کا یہ کلمہ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بہت ناگوار ہوا اور شدید غضب کی وجہ سے چہرۂ مبارک پر سرخی نمودار ہوگئی تو اللہ تعالٰی نے آپ کی تسکین فرمائی اور خطاب ہوا: اے پیارے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ان یہودیوں کی باتوں پر صبر کریں بے شک آپ کا رب ان کا قول سن رہا ہے اور وہ انہیں اس کی سزا دے گا اور آپ سورج طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے یعنی فجر، ظہر اور عصر کے وقت اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کریں اور رات کے کچھ حصے یعنی مغرب، عشاء اور تہجُّد کے وقت میں اس کی تسبیح کریں اور نمازوں کے بعد بھی تسبیح کریں۔

نمازوں کے بعد تسبیح کی فضیلت

آیت کے آخر میں نمازوں کے بعد بھی تسبیح کرنے کا فرمایا گیا، یہاں اس کی ایک فضیلت ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص ہر نماز کے بعد 33 مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہُ، 33 مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہُ، 33 مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور 1 مرتبہ '' لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَ لَہُ الْحَمْدُ وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر'' پڑھے، اس کے گناہ بخشے جائیں گے خواہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر (یعنی بہت ہی کثیر) ہوں۔ [1]

وَ اسْتَمِعْ یَوْمَ یُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِیْبٍۙ(۴۱) یَّوْمَ یَسْمَعُوْنَ الصَّیْحَةَ بِالْحَقِّؕ ذٰلِكَ یَوْمُ الْخُرُوْجِ(۴۲) اِنَّا نَحْنُ نُحْیٖ وَ نُمِیْتُ وَ اِلَیْنَا الْمَصِیْرُۙ(۴۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کان لگا کر سنو جس دن پکارنے والا پکارے گا ایک پاس جگہ سے۔ جس دن چنگھاڑ سنیں گے حق کے ساتھ یہ دن ہے قبروں سے باہر آنے کا۔ بیشک ہم جلائیں اور ہم ماریں اور ہماری طرف پھرنا ہے۔

[1] ......مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصّلاۃ، باب استحباب الذّکر بعد الصّلاۃ...الخ، ص ۳۰۱، الحدیث: ۱۴۶ (۵۹۷).

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کان لگا کر سنو جس دن ایک قریب کی جگہ سے پکارنے والا پکارے گا۔ جس دن لوگ حق کے ساتھ ایک چیخ سنیں گے، یہ (قبروں سے) باہر آنے کا دن ہوگا۔ بیشک ہم زندگی دیتے ہیں اور ہم موت دیتے ہیں اور ہماری طرف ہی پھرنا ہے۔

﴿وَ اسْتَمِعْ یَوْمَ یُنَادِ الْمُنَادِ: اور کان لگا کر سنو جس دن پکارنے والا پکارے گا۔﴾ یہاں سے قیامت کے اَحوال بیان کئے جا رہے ہیں، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے مُخاطَب! میں قیامت کے جو اَحوال تمہارے سامنے بیان فرما رہا ہوں اسے غور سے سنو، جس دن ایک قریب کی جگہ سے پکارنے والا پکارے گا۔ اس آیت میں قریب کی جگہ سے بیتُ المقدس کا صَخْرَہ مراد ہے جو آسمان کی طرف زمین کا سب سے قریبی مقام ہے۔ پکارنے والے سے مراد حضرت اسرافیل عَلَیْہِ السَّلَام ہیں اور آپ کی ندا یہ ہوگی: اے گلی ہوئی ہڈیو! بکھرے ہوئے جوڑو! ریزہ ریزہ شدہ گوشتو! پَراگندہ بالو! اللہ تعالیٰ تمہیں فیصلہ کے لئے جمع ہونے کا حکم دیتا ہے۔(1)

﴿یَوْمَ یَسْمَعُوْنَ الصَّیْحَةَ بِالْحَقِّ: جس دن لوگ حق کے ساتھ ایک چیخ سنیں گے۔﴾ اس چیخ سے مراد دوسرا نَفخہ ہے اور جس دن سب لوگ یہ ندا اور چیخ سنیں گے وہ قبروں سے باہر آنے کا دن ہوگا۔

﴿اِنَّا نَحْنُ نُحْیٖ وَ نُمِیْتُ: بیشک ہم زندگی دیتے ہیں اور ہم موت دیتے ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بے شک ہم ہی دنیا میں زندگی اور موت دیتے ہیں اور آخرت میں جزاء وسزا کے لئے سب لوگوں کو ہماری بارگاہ میں ہی حاضر ہونا ہے۔

یَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًاؕ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَیْنَا یَسِیْرٌ ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن زمین اُن سے پھٹے گی تو جلدی کرتے ہوئے نکلیں گے یہ حشر ہے ہم کو آسان۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن زمین ان پر سے پھٹ جائے گی تو وہ جلدی کرتے ہوئے نکلیں گے، یہ حشر ہم پر آسان ہے۔

﴿یَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا: جس دن زمین ان پر سے پھٹ جائے گی تو وہ جلدی کرتے ہوئے نکلیں گے۔﴾

---

1 ......جمل مع جلالین، ق، تحت الآیة: ٤١، ٧/٢٧٣-٢٧٤.

یعنی جب دوسرا صُور پھونکا جائے گا تو قبر کی زمین پھٹ جائے گی اور مُردے میدانِ محشر کی طرف دوڑتے جائیں گے، یہ قبروں سے زندہ ہو کر نکلنا حشر ہے اور یہ ہمارے لئے بہت آسان ہے۔

قیامت کے دن سب سے پہلے کس سے زمین شق ہوگی

حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلا میں ہوں جس سے زمین شق ہوگی۔ پھر ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور پھر عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ پھر میں اہلِ بقیع کے پاس جاؤں گا اور انہیں میرے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ پھر میں اہلِ مکہ کا انتظار کروں گا۔ [1]

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِجَبَّارٍ ۫ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَّخَافُ وَعِیْدِ ﴿۴۵﴾

ع ۱۶ / ۱۷ ۳

ترجمۂ کنزالایمان: ہم خوب جان رہے ہیں جو وہ کہہ رہے ہیں اور کچھ تم ان پر جبر کرنے والے نہیں تو قرآن سے نصیحت کرو اُسے جو میری دھمکی سے ڈرے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم خوب جان رہے ہیں جو وہ کہہ رہے ہیں اور تم ان پر جبر کرنے والے نہیں ہو تو اس شخص کو قرآن سے نصیحت کرو جو میری دھمکی سے ڈرے۔

﴿نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ: ہم خوب جان رہے ہیں جو وہ کہہ رہے ہیں۔﴾ یعنی اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کفارِ قریش کا آپ کو جھٹلانا، قیامت کا انکار کرنا، ہماری قدرت میں تَرَدُّد کرنا ہم سے چھپا ہوا نہیں ہے اور ہم ان سب کو اس کی سزا دیں گے اور آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں کہ انہیں طاقت کے ذریعے اسلام میں داخل کر دیں بلکہ آپ کی ذمہ داری دعوت دینا اور سمجھا دینا ہے، لہٰذا آپ قرآنِ مجید کے ذریعے کافروں کو میرے عقاب سے، غافلوں کو میرے عذاب سے اور اطاعت گزاروں کو میرے عتاب سے ڈرائیں۔

---

1 ……مستدرك، كتاب التفسير، تفسير سورة ق، ۲۶۸/۳، الحديث: ۳۷۸٤.

سورۂ ذارِیات مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **3** رکوع، **60** آیتیں، **360** کلمے اور **1239** حروف ہیں۔[2]

ذاریات نام رکھنے کی وجہ

ذارِیات کا معنی ہے خاک بکھیر کر اُڑا دینے والی ہوائیں، اور اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان ہواؤں کی قسم ارشاد فرمائی ہے اس مناسبت سے اس کا نام ''سورۂ ذارِیات'' رکھا گیا۔

سورۂ ذاریات کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اسلام کے بنیادی عقائد جیسے توحید، نبوت، اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کو ثابت کیا گیا ہے اور اس کے مخالف چیزوں جیسے شرک، نبوت کی تکذیب اور حشر ونشر کے انکار کی نفی کی گئی ہے، اور اس سورت میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں۔

(1)......اس سورت کی ابتدائی آیات میں کفارِ مکہ کے اَحوال بیان کئے گئے کہ وہ قرآنِ مجید، آخرت اور جہنم کے شدید عذاب کو جھٹلاتے ہیں اسی طرح مُتّقی مسلمانوں کے اَحوال اور ان کے لئے تیار کی گئی جنت کی نعمتیں بیان کی گئیں تا کہ عقلمند انسان ان دونوں میں فرق سمجھ سکے اور اسے عبرت و نصیحت حاصل ہو۔

(2)......کفارِ مکہ کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیَّتوں پر نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ کو تسلی دینے کے لئے پچھلے انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی امتوں کے واقعات بیان کئے گئے۔

---

1 ......خازن، تفسیر سورة الذّاريات، ٤/١٨٠.

2 ......خازن، تفسیر سورة الذّاريات، ٤/١٨٠.

(3)......اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور وحدانیّت کے دلائل ذکر فرمائے اور کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دینے، اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی تکذیب کرنے سے منع فرمایا اور حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حکم دیا کہ منکرین سے منہ پھیر لیں اور مُتّقی لوگوں کو نصیحت کریں۔

(4)......اس سورت کے آخر میں جِنّات اور انسانوں کی تخلیق کا مقصد بیان کیا گیا کہ انہیں پیدا کرنے سے مقصود یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کریں اور اخلاص کے ساتھ صرف اسی کی عبادت کریں اور یہ بتایا گیا کہ تمام مخلوق کا رزق اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمۂ کرم پر لیا ہوا ہے، نیز کفار و مشرکین سے قیامت کے دن شدید عذاب کا وعدہ کیا گیا اور انہیں دنیا میں سابقہ امتوں جیسا عذاب نازل ہونے سے ڈرایا گیا ہے۔

سورۂ قٓ کے ساتھ مناسبت

سورۂ ذارِیات کی اپنے سے ماقبل سورت ”قٓ“ کے ساتھ **ایک مناسبت** یہ ہے کہ سورۂ قٓ کے آخر میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزاء و سزا ملنے کا ذکر کیا گیا اور سورۂ ذارِیات کی ابتداء میں قسموں کے ساتھ فرمایا گیا کہ لوگوں سے جو وعدہ کیا گیا ہے یہ سچا ہے اور اعمال کی جزاء یا سزا ضرور ملے گی۔ **دوسری مناسبت** یہ ہے کہ سورۂ قٓ میں جن انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اِجمالی طور پر ذکر ہوا ان کا سورۂ ذارِیات میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

وَ الذّٰرِيٰتِ ذَرۡوًا ۙ﴿۱﴾ فَالۡحٰمِلٰتِ وِقۡرًا ۙ﴿۲﴾ فَالۡجٰرِيٰتِ يُسۡرًا ۙ﴿۳﴾ فَالۡمُقَسِّمٰتِ اَمۡرًا ۙ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: قسم ان کی جو بکھیر کر اُڑانے والیاں۔ پھر بوجھ اٹھانے والیاں۔ پھر نرم چلنے والیاں۔ پھر حکم سے بانٹنے والیاں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بکھیر کراڑا دینے والیوں کی قسم۔ پھر بوجھ اٹھانے والیوں کی۔ پھر آسانی سے چلنے والیوں کی۔ پھر حکم کو تقسیم کرنے والیوں کی۔

﴿وَالذّٰرِیٰتِ ذَرْوًا: خاک وغیرہ کو بکھیر کراڑا دینے والی ہواؤں کی قسم۔﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خاک وغیرہ کو بکھیر کر اُڑا دینے والی ہواؤں کی قسم ارشاد فرمائی، دوسری آیت میں بارش کے پانی کا بوجھ اٹھانے والی بدلیوں اور گھٹاؤں کی قسم ارشاد فرمائی، تیسری آیت میں پانی پر آسانی کے ساتھ چلنے والی کشتیوں کی قسم ارشاد فرمائی اور چوتھی آیت میں فرشتوں کی ان جماعتوں کی قسم ارشاد فرمائی جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بارش اور رزق وغیرہ تقسیم کرتی ہیں اور جنہیں اللہ تعالیٰ نے کائنات کا نظام چلانے پر مامور کیا ہے اور عالَم کے نظام میں تَصَرُّف کرنے کا اختیار عطا فرمایا ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہ تمام صفتیں ہواؤں کی ہیں کہ وہ خاک بھی اُڑاتی ہیں، بادلوں کو بھی اُٹھائے پھرتی ہیں، پھر اُنہیں لے کر سہولت کے ساتھ چلتی ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کے شہروں میں اُس کے حکم سے بارش کو تقسیم کرتی ہیں۔

یاد رہے کہ ان چیزوں کی قسم ارشاد فرمانے کا اصلی مقصود اس چیز کی عظمت بیان کرنا ہے جس کے ساتھ قسم ارشاد فرمائی گئی کیونکہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمال پر دلالت کرنے والی ہیں اور ان چیزوں کو بیان فرما کر اربابِ دانش کو موقع دیا جارہا ہے کہ وہ ان میں غور کرکے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور آخرت میں اعمال کی جزا ملنے پر اِستدلال کریں کہ جو قادرِ برحق ایسے عجیب وغریب اُمور پر قدرت رکھتا ہے تو وہ اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں کو فنا کرنے کے بعد دوبارہ ہستی عطا فرمانے پر بھی بے شک قادر ہے۔[1]

اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۙ﴿۵﴾ وَّ اِنَّ الدِّیْنَ لَوَاقِعٌ ؕ﴿۶﴾

---

[1] ......خازن، الذّاريات، تحت الآية: ١-٤، ١٨٠/٤، جمل، الذّاريات، تحت الآية: ١-٤، ٢٧٦/٧-٢٧٧، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک جس بات کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے ضرور سچ ہے۔اور بیشک انصاف ضرور ہونا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جس کی تمہیں وعید سنائی جارہی ہے وہ ضرور سچ ہے۔اور بیشک بدلہ دیا جانا ضرور واقع ہونے والا ہے۔

﴿اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ : بیشک جس کی تمہیں وعید سنائی جارہی ہے۔﴾ اس آیت اوراس کے بعدوالی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہواؤں، بدلیوں، کشتیوں اور فرشتوں کی قسم یاد کرکے فرمایا کہ اے لوگو! بے شک مرنے کے بعدزندہ کئے جانے اوراعمال کی جزاء ملنے کی جس بات کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے عذاب کی جو وعید سنائی جارہی ہے وہ ضرور سچ ہے اوراس میں جھوٹ کا امکان بھی نہیں ہے اور بیشک قیامت کے دن انصاف ضرور ہونا ہے اورحساب کے بعد نیک اور برے اعمال کا بدلہ ضرور ملنا ہے۔[1]

وَ السَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ﴿۷﴾ اِنَّكُمْ لَفِیْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: آرائش والے آسمان کی قسم۔تم مختلف بات میں ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: راستوں والے آسمان کی قسم۔تم طرح طرح کی بات میں ہو۔

﴿وَ السَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ : راستوں والے آسمان کی قسم۔﴾ اس آیت کے آخری لفظ" ذَاتِ الْحُبُكِ " کا ایک معنی ہے زینت والا اور دوسرا معنی ہے راستوں والا۔ان دونوں معنی کے اعتبار سے اس آیت اوراس کے بعدوالی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حسن و جمال والے آسمان کی قسم جسے ہم نے ستاروں سے مُزَیَّن فرمایا ہے(یا) سیاروں کی گردش کے راستوں والے آسمان کی قسم! اے اہلِ مکہ! تم نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان میں اورقرآنِ پاک کے بارے میں مختلف باتوں کے قائل ہو،کبھی رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جادوگر کہتے ہو،کبھی شاعر،کبھی کاہن اور کبھی مجنون کہتے ہو(مَعَاذَاللہ تَعَالٰی) اسی طرح قرآنِ کریم کو کبھی جادو بتاتے ہو،کبھی شعر،کبھی کہانت اور کبھی اگلوں کی

[1] ......روح البیان، الذّاریات، تحت الآیۃ: ٥-٦، ٩/١٤٩، جلالین، الذّاریٰت، تحت الآیۃ: ٥-٦، ص٤٣٢، ملتقطاً.

داستانیں کہتے ہو۔[1]

يُّؤۡفَكُ عَنۡهُ مَنۡ اُفِكَ ؕ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس قرآن سے وہی اوندھا کیا جاتا ہے جس کی قسمت ہی میں اوندھایا جانا ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس قرآن سے وہی اوندھا کیا جاتا ہے جو اوندھا ہی کر دیا گیا ہو۔

﴿يُؤۡفَكُ عَنۡهُ: اس قرآن سے وہی اوندھا کیا جاتا ہے۔﴾ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانے کے کفار جب کسی کو دیکھتے کہ وہ ایمان لانے کا ارادہ کر رہا ہے تو اس کے پاس جا کر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں کہتے کہ تم اُن کے پاس کیوں جاتے ہو؟ وہ تو شاعر ہیں، جادوگر ہیں اور جھوٹے ہیں (مَعَاذَاللّٰہ) اور اسی طرح قرآنِ پاک کے بارے میں کہتے کہ وہ شعر ہے، جادو ہے، اور جھوٹ ہے (مَعَاذَاللّٰہ) تو اس آیت میں اللّٰہ تعالٰی اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، (آپ ان کی حرکتوں سے غمزدہ نہ ہوں، آپ پر اور) اس قرآن پر ایمان لانے سے اسی کا منہ پھیر دیا جاتا ہے جس کی قسمت میں ہی ہدایت سے منہ پھیر دیا جانا ہو، جو اَزل سے ہی محروم ہے وہی اس سعادت سے محروم رہتا ہے اور وہی بہکانے والوں کے بہکاوے میں آتا ہے۔[2]

قُتِلَ الۡخَرّٰصُوۡنَ ۙ﴿۱۰﴾ الَّذِيۡنَ هُمۡ فِىۡ غَمۡرَةٍ سَاهُوۡنَ ۙ﴿۱۱﴾ يَسۡـَٔلُوۡنَ اَيَّانَ يَوۡمُ الدِّيۡنِ ؕ﴿۱۲﴾ يَوۡمَ هُمۡ عَلَى النَّارِ يُفۡتَنُوۡنَ ﴿۱۳﴾ ذُوۡقُوۡا فِتۡنَتَكُمۡ ؕ هٰذَا الَّذِىۡ كُنۡتُمۡ بِهٖ تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ ﴿۱۴﴾

1 ......خازن، الذّاريات، تحت الآية: ٧-٨، ٤/١٨٠-١٨١، روح البيان، الذّاريات، تحت الآية: ٧-٨، ٩/١٤٩-١٥٠، جلالين، الذّاريٰت، تحت الآية: ٧-٨، ص٤٣٢، ملتقطاً.

2 ......خازن، الذّاريات، تحت الآية: ٩، ٤/١٨١، جلالين مع صاوى، الذّاريات، تحت الآية: ٩، ٥/٢٠١٧، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: مارے جائیں دل سے تراشنے والے۔ جو نشے میں بھولے ہوئے ہیں۔ پوچھتے ہیں انصاف کا دن کب ہوگا۔ اس دن ہوگا جس دن وہ آگ پر تپائے جائیں گے۔ اور فرمایا جائے گا چکھوا پنا تپنا یہ ہے وہ جس کی تمہیں جلدی تھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جھوٹے اندازے لگانے والے مارے جائیں۔ جو نشے میں بھولے ہوئے ہیں۔ پوچھتے ہیں کہ بدلے کا دن کب ہوگا؟ (یہ اس دن واقع ہوگا) جس دن وہ آگ پر تپائے جائیں گے۔ اور (فرمایا جائے گا) اپنا عذاب چکھو، یہ وہی عذاب ہے جس کی تم جلدی مچاتے تھے۔

﴿ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ: جھوٹے اندازے لگانے والے مارے جائیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی چار آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جھوٹے اندازے لگانے والے مارے جائیں جو جہالت کے نشے میں آخرت کو بھولے ہوئے ہیں اور وہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے حصولِ علم کے ارادے سے نہیں بلکہ مذاق اڑانے اور جھٹلانے کے طور پر پوچھتے ہیں کہ انصاف کا دن کب آئے گا؟ کفار نے جس انداز میں سوال کیا تھا اسی کے مطابق انہیں جواب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ انصاف کا دن وہ ہوگا جس دن انہیں آگ پر تپایا جائے گا اور انہیں عذاب دیا جائے گا اور ان سے فرمایا جائے گا کہ اب اپنا عذاب چکھو، یہ وہی عذاب ہے جس کے آنے کی تم جلدی مچاتے تھے اور دنیا میں مذاق اُڑاتے ہوئے میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا کرتے تھے کہ وہ عذاب جلدی لے آؤ جس کا آپ ہمیں وعدہ دیتے ہو۔[1]

ان آیات سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مقام اور مرتبہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جب کفار نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان میں گستاخی کی تو اللہ تعالیٰ نے خود بڑے پُر جلال انداز میں کفار کو ان کی گستاخی کا جواب دیا۔ سُبْحَانَ اللّٰہ۔

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۱۵﴾ اٰخِذِیْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ؕ اِنَّهُمْ

1 ......مدارك، الذّاريات، تحت الآية: ١٠-١٤، ص١١٦٧، جمل، الذّاريات، تحت الآية: ١٠-١٤، ٧/٢٧٨-٢٧٩، ملتقطاً.

كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِیْنَ ﴿۱۶﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک پرہیزگار باغوں اور چشموں میں ہیں۔ اپنے رب کی عطائیں لیتے ہوئے بیشک وہ اس سے پہلے نیکوکار تھے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک پرہیزگار لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ اپنے رب کی عطائیں لیتے ہوئے، بیشک وہ اس سے پہلے نیکیاں کرنے والے تھے۔

﴿اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ: بیشک پرہیزگار۔﴾ کفار کا انجام بیان فرمانے کے بعد اس آیت سے اللّٰہ تعالیٰ نے پرہیزگار لوگوں کا انجام بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بے شک پرہیزگار لوگ ان باغوں میں ہوں گے جن میں لطیف چشمے جاری ہیں اور اللّٰہ تعالیٰ انہیں جو کچھ عطا فرمائے گا اسے راضی خوشی قبول کرتے ہوں گے۔ بیشک وہ جنت میں داخل ہونے سے پہلے دنیا میں نیک کام کرتے تھے اسی لئے انہیں یہ عظیم کامیابی نصیب ہوئی۔[1]

نیک اعمال آخرت کی عظیم کامیابی ملنے کا ذریعہ ہیں

اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں کئے ہوئے نیک اعمال آخرت کی عظیم کامیابی یعنی جنت اور اس کی نعمتیں ملنے کا ذریعہ ہیں لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتا رہے اور نیک اعمال کی کثرت کرے تاکہ دنیا و آخرت کی سرفرازی نصیب ہو۔ نیک اعمال کرنے والوں کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِیَادَةٌؕ-وَ لَا یَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّ لَا ذِلَّةٌؕ-اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِۚ-هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بھلائی کرنے والوں کے لیے بھلائی ہے اور اس سے بھی زیادہ ہے اور ان کے منہ پر نہ سیاہی چھائی ہوگی اور نہ ذلت۔ یہی جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

---

1 ……ابو سعود، الذّاريات، تحت الآية: ۱۵-۱۶، ۶۲۸/۵، خازن، الذّاريات، تحت الآية: ۱۵-۱۶، ۱۸۱/۴، ملتقطاً.

2 ……يونس: ۲۶.

اور حضرت جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ’’اے لوگو! مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں (اپنے گناہوں سے) توبہ کرلو اور مصروف ہوجانے سے پہلے نیک اعمال کرنے میں جلدی کرلو اور ذکر کی کثرت سے اپنے اور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے درمیان تعلق پیدا کرلو، اسی طرح ظاہری اور پوشیدہ طور پر صدقہ دیا کرو تو تمہیں رزق بھی دیا جائے گا، تمہاری مدد بھی کی جائے گی اور تمہارے نقصان کی تلافی بھی کی جائے گی۔[1]

اللہ تعالیٰ ہمیں گناہوں سے بچنے اور نیک اعمال کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿١٧﴾ وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿١٨﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ رات میں کم سویا کرتے۔ اور پچھلی رات استغفار کرتے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: وہ رات میں کم سویا کرتے تھے۔ اور رات کے آخری پہروں میں بخشش مانگتے تھے۔

﴿ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ: وہ رات میں کم سویا کرتے تھے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ پرہیزگار لوگوں کا نیک اعمال کرنے میں حال یہ تھا کہ وہ رات تہجُّد اور شب بیداری میں گزارتے اور رات میں بہت تھوڑی دیر سوتے تھے اور اتنا سو جانے کو بھی اپنا قصور سمجھتے تھے اور رات تہجُّد اور شب بیداری میں گزارنے کے باوجود بھی وہ خود کو گناہگار سمجھتے تھے اور رات کا پچھلا حصہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنے میں گزارتے تھے۔[2]

رات کا آخری حصہ مغفرت طلب کرنے اور دعا مانگنے کے لئے انتہائی موزوں ہے

اس سے معلوم ہوا کہ رات کا آخری حصہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنے اور دعا کے لئے بہت مَوزوں ہے۔

یہاں اس سے متعلق ایک حدیث پاک بھی ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’ہمارا رب تعالیٰ ہر رات اس وقت دنیا کے آسمان کی طرف نزولِ اِجلال فرماتا

1 ......ابن ماجه، كتاب اقامة الصّلاة والسنّة فيها، باب في فرض الجمعة، ٥/٢، الحديث: ١٠٨١.

2 ......مدارك، الذّاريات، تحت الآية: ١٧-١٨، ص١١٦٧، جلالين مع جمل، الذّاريات، تحت الآية: ١٧-١٨، ٢٧٩/٧، ملتقطاً.

ہے جب رات کا تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے اور فرماتا ہے ’’کوئی ایسا ہے جو مجھ سے دعا کرے تاکہ میں اس کی دعا قبول کروں، کوئی ایسا ہے جو مجھ سے سوال کرے تاکہ میں اسے عطا کروں، کوئی ایسا ہے جو مجھ سے معافی چاہے تاکہ میں اسے بخش دوں۔[1]

وَفِيْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآىٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے مالوں میں حق تھا منگتا اور بے نصیب کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان کے مالوں میں مانگنے والے اور محروم کا حق تھا۔

﴿وَفِيْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ: اور ان کے مالوں میں حق تھا۔﴾ اس آیت میں پرہیزگاروں کے بارے میں بیان کیا گیا کہ ان کے مالوں میں مانگنے والے اور محروم کا حق تھا۔ مانگنے والے سے مراد وہ ہے جو اپنی حاجت کے لئے لوگوں سے سوال کرے اور محروم سے مراد وہ ہے جو حاجت مند ہو اور حیاء کی وجہ سے سوال بھی نہ کرے۔[2]

اس آیت سے پرہیزگاروں کی 4 صفات معلوم ہوئیں:

(1)......ان کے مال میں غریبوں کا حصہ ہوتا ہے۔

(2)......وہ ہر قسم کے فقیر کو دیتے ہیں چاہے اسے پہچانتے ہوں یا نہیں۔

(3)......ان کا دینا سائل کے مانگنے پر مَوقوف نہیں، وہ مانگنے والوں کو بھی دیتے ہیں اور تلاش کر کے ان مَساکین کو بھی دیتے ہیں جو حیاء اور شرم کی وجہ سے مانگ نہ سکیں۔

(4)......وہ فقیروں کو دے کر ان پر اپنا احسان نہیں جتاتے بلکہ اپنی کمائی میں ان کا حق سمجھتے ہیں اور ان کا احسان مانتے ہیں کہ انہوں نے ہمارا مال قبول کر لیا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے معاشرے کے مسلمانوں کو بھی یہ اوصاف اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

1 ......بخاری، کتاب التّهجّد، باب الدّعاء والصّلاة من آخر اللّيل، ۱/۳۸۸، الحديث: ۱۱۴۵.

2 ......مدارك، الذّاريات، تحت الآية: ۱۹، ص۱۱۶۷.

وَ فِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ﴿٢٠﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور زمین میں یقین والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

﴿**وَ فِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ: اور زمین میں نشانیاں ہیں۔**﴾ یعنی زمین میں پہاڑ، دریا، درخت، پھل اور نباتات وغیرہ ان لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی وحدانیَّت اور اس کی قدرت وحکمت پر دلالت کرنے والی نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہیں۔ [1]

زمین میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت پر دلالت کرنے والی نشانیاں

زمین میں اپنی وحدانیَّت اور قدرت پر دلالت کرنے والی نشانیوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ هُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ وَ اَنْهٰرًاؕ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیْهَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾ وَ فِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّ جَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ زَرْعٌ وَّ نَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَّ غَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ۫ وَ نُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِی الْاُكُلِؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور نہریں بنائیں اور زمین میں ہر قسم کے پھل دو دو طرح کے بنائے، وہ رات سے دن کو چھپالیتا ہے، بیشک اس میں غور وفکر کرنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔ اور زمین کے مختلف حصے ہیں جو ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں اور انگوروں کے باغ ہیں اور کھیتی اور کھجور کے درخت ہیں ایک جڑ سے اگے ہوئے اور الگ الگ اگے ہوئے، سب کو ایک ہی پانی دیا جاتا ہے اور پھلوں میں ہم ایک کو دوسرے

[1] ......جلالين، الذّٰريٰت، تحت الآية: ٢٠، ص٤٣٣، ملخصاً.

لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ[1]

سے بہتر بناتے ہیں، بیشک اس میں عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْؕ اِنَّ الَّذِیْۤ اَحْیَاهَا لَمُحْیِ الْمَوْتٰىؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تو زمین کو بے قدر پڑی ہوئی دیکھتا ہے پھر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو لہلہانے لگتی ہے اور بڑھ جاتی ہے۔ بیشک جس نے اس کو زندہ کیا وہ ضرور مردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ بیشک وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

وَ فِیْۤ اَنْفُسِكُمْؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَ فِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَ مَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور خود تم میں تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں۔ اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور خود تمہاری ذاتوں میں، تو کیا تم دیکھتے نہیں؟ اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور وہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

﴿وَ فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ: اور خود تمہاری ذاتوں میں۔﴾ یعنی تمہاری پیدائش کے مراحل میں، تمہارے اَعضا کی بناوٹ اور ترتیب میں، تمہارے جسم کے اندرونی نظام میں، پیدائش کے بعد مرحلہ وار تمہارے حالات کے بدلنے میں، تمہاری شکلوں، صورتوں اور زبانوں کے اختلاف میں، تمہاری ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کے مختلف ہونے میں اور تمہارے

1 ......رعد: ٣، ٤.

2 ......حم السجدہ: ٣٩.

ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ایسے بے شمار عجائبات موجود ہیں جن میں غور کر کے تم اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بارے میں جان سکتے ہو اور جب وہ ان عجیب و غریب چیزوں پر قدرت رکھتا ہے تو اے کافرو! تمہیں مارنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا اس کے لئے کیا مشکل ہے۔

﴿وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ: اور آسمان میں تمہارا رزق ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ آسمان میں تمہارا رزق ہے کہ اسی طرف سے بارش نازل کر کے زمین کو پیداوار سے مالا مال کیا جاتا ہے اور آخرت کا وہ ثواب و عذاب بھی آسمان میں لکھا ہوا ہے جس کا تم سے دنیا میں وعدہ کیا جاتا ہے۔[1]

فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَاۤ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿٢٣﴾ ع

ع ١ / ٢٣ / ١٨

ترجمۂ کنزالایمان: تو آسمان اور زمین کے رب کی قسم بیشک یہ قرآن حق ہے ویسی ہی زبان میں جو تم بولتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو آسمان اور زمین کے رب کی قسم! بیشک یہ حق ہے ویسی ہی زبان میں جو تم بولتے ہو۔

﴿فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ: تو آسمان اور زمین کے رب کی قسم!﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ آسمان اور زمین کے رب کی قسم! بیشک یہ قرآن حق ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والے فرشتے نے اسے اسی زبان میں بیان کیا ہے جو تم بولتے ہو۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ اے لوگو! آسمان اور زمین کے رب کی قسم! میں نے تم سے جو بات کہی کہ تمہارا رزق آسمان میں ہے یہ ویسے ہی حق ہے جیسے تمہارے نزدیک وہ بات حق ہے جو تم (قسم کھا کر) کہتے ہو۔ تیسری تفسیر یہ ہے کہ آسمان اور زمین کے رب کی قسم! بیشک تم سے جو آخرت کے ثواب اور عذاب کا وعدہ کیا جا رہا ہے یہ ویسے ہی حق ہے جیسے تمہارے نزدیک وہ بات حق ہے جو تم (قسم کھا کر) کہتے ہو۔[2]

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿٢٤﴾

وقف لازم

1 ......جلالين، الذّٰريٰت، تحت الآية: ٢٢، ص٤٣٣، ملخصاً.

2 ......تفسير كبير، الذّاريات، تحت الآية: ٢٣، ١٠/١٧٢، تفسير طبرى، الذّاريات، تحت الآية: ٢٣، ١١/٤٦١-٤٦٢، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے حبیب! کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئی۔

﴿هَلْ اَتٰىكَ: اے محبوب! کیا تمہارے پاس آئی۔﴾ اس آیت سے اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سامنے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات بیان فرمائے تاکہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات سن کر سیّدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مبارک قلب کو تسلی حاصل ہو۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ اس لئے بیان فرمایا کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد تمام انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام آپ کی اولاد میں سے ہی تشریف لائے اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بھی بعض چیزوں میں ان کے طریقے کو اختیار فرمایا اور اس واقعے کو بیان کرنے سے مقصود حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قوم کو (اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے) ڈرانا بھی ہے۔[1]

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا آپ کے پاس ان فرشتوں کی خبر آئی جو حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خدمت میں معزز مہمان بن کر حاضر ہوئے تھے۔ ان فرشتوں کی تعداد دس یا بارہ تھی اور ان میں حضرت جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام بھی شامل تھے۔[2]

نوٹ: یاد رہے کہ یہ واقعہ پارہ نمبر 14 کے رکوع نمبر 3 اور 4 میں بھی گزر چکا ہے۔

اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب وہ اس کے پاس آکر بولے سلام کہا سلام ناشناسا لوگ ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب وہ اس کے پاس آئے تو کہا: سلام، (ابراہیم نے) فرمایا، ''سلام'' اجنبی لوگ ہیں۔

---

1 ......تفسیر کبیر، الذّاریات، تحت الآیة: ٢٤، ١٧٣/١٠، ملخصاً.

2 ......جلالین، الذّاریت، تحت الآیة: ٢٤، ص٤٣٣.

﴿ اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ: جب وہ اس کے پاس آئے۔﴾ جب فرشتے حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس آئے تو انہوں نے کہا: سلام۔ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بھی جواب میں سلام فرمایا اور کہا کہ یہ اجنبی لوگ ہیں۔ [1] یہ آپ نے دل میں فرمایا کہ میں ان سے واقف نہیں، مُنکَر بمعنی اجنبی ہے، اسی لئے قبر کے فرشتوں کو مُنکَر نکیر کہا جاتا ہے کہ وہ اجنبی ہوتے ہیں۔

آیت" اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا" سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے دو مسئلے معلوم ہوئے

(1)......سلام بڑی پرانی سنت ہے کہ دوسرے انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دین میں بھی تھی بلکہ حدیثِ مبارک سے ثابت ہے کہ سلام کا طریقہ حضرت آدم عَلَیْهِ السَّلَام کے سامنے پیش کیا گیا۔

(2)......آنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے خواہ سارے لوگ سلام کریں یا ان میں سے ایک ظاہر یہ ہے کہ یہاں سب نے سلام کیا۔

فَرَاغَ اِلٰۤى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِیْنٍۙ(۲۶) فَقَرَّبَهٗۤ اِلَیْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ٘(۲۷) فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةًؕ قَالُوْا لَا تَخَفْؕ وَ بَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ(۲۸)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اپنے گھر گیا تو ایک فربہ بچھڑا لے آیا۔ پھر اُسے ان کے پاس رکھا کہا کیا تم کھاتے نہیں۔ تو اپنے جی میں اُن سے ڈرنے لگا وہ بولے ڈریئے نہیں اور اُسے ایک علم والے لڑکے کی بشارت دی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر ابراہیم اپنے گھر والوں کی طرف گئے تو ایک موٹا تازہ بچھڑا لے آئے۔ پھر اسے ان کے پاس

[1]......جلالین، الذّاریٰت، تحت الآیۃ: ۲۵، ص۴۳۳، ملخصاً.

رکھ دیا تو فرمایا: کیا تم کھاتے نہیں؟ تو اپنے دل میں ان سے خوف محسوس کیا، (فرشتوں نے) عرض کی: آپ نہ ڈریں اور انہوں نے اسے ایک علم والے لڑکے کی خوشخبری سنائی۔

﴿فَرَاغَ اِلٰۤى اَهْلِهٖ: پھر ابراہیم اپنے گھر گئے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ سلام کے بعد حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے گھر تشریف لے گئے اور ایک موٹا تازہ اور نفیس بچھڑا بھون کر لے آئے، پھر اسے ان مہمانوں کے پاس رکھ دیا تاکہ اسے کھائیں اور یہ میزبان کے آداب میں سے ہے کہ مہمان کے سامنے کھانا پیش کرے۔ جب اُن فرشتوں نے نہ کھایا تو حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: کیا تم کھاتے نہیں؟ فرشتوں نے کوئی جواب نہ دیا تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے دل میں ان سے خوف محسوس کیا۔ حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ اس وقت آپ کے دل میں بات آئی کہ یہ فرشتے ہیں اور عذاب کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا خوف دیکھ کر فرشتوں نے عرض کی: آپ ڈریں نہیں، ہم اللّٰہ تعالٰی کے بھیجے ہوئے ہیں اور اس کے بعد ان فرشتوں نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ایک علم والے لڑکے کی خوشخبری سنائی۔ (1)

فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِیْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَ قَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِیْمُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس پر اس کی بی بی چلاّتی آئی پھر اپنا ماتھا ٹھونکا اور بولی کیا بڑھیا بانجھ۔ انہوں نے کہا تمہارے رب نے یونہی فرمادیا ہے اور وہی حکیم دانا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ابراہیم کی بیوی چلاتی ہوئی آئی پھر اپنے چہرے پر ہاتھ مارا اور کہا: کیا بوڑھی بانجھ عورت (بچہ جنے گی۔) فرشتوں نے کہا: تمہارے رب نے یونہی فرمایا ہے، بیشک وہی حکمت والا، علم والا ہے۔

﴿فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِیْ صَرَّةٍ: تو ابراہیم کی بیوی چلاتی ہوئی آئی۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ

1 ......خازن، الذّاريات، تحت الآية: ٢٦-٢٨، ٤/١٨٣، مدارك، الذّاريات، تحت الآية: ٢٦-٢٨، ص١١٦٩، ملتقطاً.

ہے کہ جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو علم والے لڑکے کی خوشخبری سنائی تو یہ بات آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زوجہ حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا نے بھی سن لی، اس پر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا چلّاتی ہوئی آئیں اور حیرت سے اپنے چہرے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا: کیا وہ عورت بچہ جنے گی جو (90 یا 99 برس کی) بوڑھی ہے اور اس کے ہاں کبھی بچہ پیدا نہیں ہوا۔ اس بات سے ان کا مطلب یہ تھا کہ ایسی حالت میں بچہ ہونا انتہائی تعجب کی بات ہے۔ فرشتوں نے کہا: جو بات ہم نے کہی آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ نے یونہی فرمایا ہے، بیشک وہی اپنے اَفعال میں حکمت والا ہے اور اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔[1]

1 ......جلالین، الذّاريت، تحت الآية: ٢٩-٣٠، ص٤٣٣، مدارك، الذّاريات، تحت الآية: ٢٩-٣٠، ص١١٦٩، ملتقطاً.

ستائیسواں پارہ
(قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ)
www.dawateislami.net

پارہ نمبر...... 27

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْۤا اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ﴿۳۳﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ابراہیم نے فرمایا تو اے فرشتو تم کس کام سے آئے۔ بولے ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ کہ اُن پر گارے کے بنائے ہوئے پتھر چھوڑیں۔ جو تمہارے رب کے پاس حد سے بڑھنے والوں کے لیے نشان کئے رکھے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ابراہیم نے فرمایا: تو اے بھیجے ہوئے فرشتو! پھر تمہارا کیا مقصد ہے؟ انہوں نے کہا: بیشک ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ تاکہ ان پر گارے کے پتھر برسائیں۔ جن پر تمہارے رب کے پاس حد سے بڑھنے والوں کے لیے نشان لگائے ہوئے ہیں۔

﴿قَالَ: ابراہیم نے فرمایا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم عَلَيْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جان گئے کہ آنے والے مہمان فرشتے ہیں تو آپ عَلَيْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا: اے فرشتو! کیا تم صرف بیٹے کی بشارت دینے آئے ہو یا اس کے علاوہ تمہارا اور بھی کوئی کام ہے؟ فرشتوں نے جواب دیا کہ ہم حضرت لوط عَلَيْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ (ان کی بستیوں کو الٹ پلٹ کرنے کے بعد) ان پر گارے کے بنائے ہوئے پتھر چھوڑیں جن پر آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے حد سے بڑھنے والوں کے لیے نشان لگائے ہوئے ہیں۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ ان پتھروں پر ایسے نشان تھے جن سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ دنیا کے پتھروں میں سے نہیں ہیں اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ ہر ایک پتھر پر اس شخص کا نام لکھا ہوا تھا جو اس پتھر سے ہلاک کیا جانے والا تھا۔ [1]

1 ......خازن، الذّٰريٰت، تحت الآية: ٣١-٣٤، ٤/١٨٣، مدارك، الذّٰريٰت، تحت الآية: ٣١-٣٤، ص ١١٧٠، ملتقطاً.

فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٣٥﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٣٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے اس شہر میں جو ایمان والے تھے نکال لیے۔تو ہم نے وہاں ایک ہی گھر مسلمان پایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے اس شہر میں موجود ایمان والوں کو نکال لیا۔تو ہم نے وہاں ایک ہی گھر مسلمان پایا۔

﴿فَاَخْرَجْنَا: تو ہم نے نکال لیا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب اس شہر پر عذاب آیا جس میں حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے لوگ آباد تھے تو پہلے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان پر ایمان لانے والے حضرات کو اللّٰہ تعالیٰ نے نکال لیا اور اس شہر میں ایک ہی گھر کے لوگ مسلمان تھے۔ایک قول یہ ہے کہ وہ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور آپ کی دونوں صاحب زادیاں تھیں اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے اہلِ بیت میں سے جن لوگوں نے نجات پائی ان کی تعداد 13 تھی۔[1]

وَتَرَكْنَا فِيْهَاۤ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٣٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اس میں نشانی باقی رکھی ان کے لیے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے اس میں ان لوگوں کے لیے نشانی باقی رکھی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔

﴿وَتَرَكْنَا فِيْهَاۤ اٰيَةً: اور ہم نے اس میں نشانی باقی رکھی۔﴾ یعنی ہم نے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کے اس شہر میں کافروں کو ہلاک کرنے کے بعد ان کی تباہی اور بربادی کی نشانی ان لوگوں کے لیے باقی رکھی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں تاکہ وہ اس سے عبرت حاصل کریں اور ان لوگوں جیسے افعال کرنے سے باز رہیں اور وہ نشانی ان کے

1 ......خازن، الذّٰريٰت، تحت الآية: ٣٥-٣٦، ٤/١٨٤، ابو سعود، الذّٰريٰت، تحت الآية: ٣٥-٣٦، ٥/٦٣١، ملتقطاً.

اُجڑے ہوئے شہر تھے، یا وہ پتھر تھے جن سے وہ ہلاک کئے گئے، یا وہ کالا بدبودار پانی تھا جو اس سرزمین سے نکلا تھا۔[1]

قومِ لوط کے واقعے میں ہم جنس پرستوں کے لئے عبرت

حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم جس جرم کی بنا پر تباہ و برباد کردی گئی اور دنیا میں انہیں عبرت کا نشان بنا دیا گیا وہ مَردوں کا آپس میں اور لڑکوں کے ساتھ بدفعلی کرنا تھا، ان کے دردناک انجام کو سامنے رکھتے ہوئے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہیے جو فی زمانہ مَردوں کے ساتھ ہم جنس پرستی کرنے اور اس کی ترغیب دینے کے لئے با قاعدہ تقریبات منعقد کرنے اور اسے قانونی جواز مُہیّا کرنے میں مصروف ہیں۔

وَ فِیْ مُوْسٰۤى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۸﴾ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَ قَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور موسیٰ میں جب ہم نے اُسے روشن سند لے کر فرعون کے پاس بھیجا۔ تو اپنے لشکر سمیت پھر گیا اور بولا جادوگر ہے یا دیوانہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور موسیٰ میں (بھی نشانی ہے) جب ہم نے اسے روشن سند کے ساتھ فرعون کی طرف بھیجا۔ اور وہ (فرعون) اپنے لشکر سمیت پھر گیا اور بولا: (موسیٰ تو) جادوگر ہے یا دیوانہ۔

﴿وَ فِیْ مُوْسٰى: اور موسیٰ میں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعے میں بھی (عبرت کی) نشانی رکھی ہے اور ان کا واقعہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان روشن معجزات کے ساتھ فرعون کی طرف بھیجا جو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرعون اور اس کی قوم کے سامنے پیش فرمائے تو فرعون نے اپنی جماعت کے ساتھ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لانے سے اِعراض کیا اور ان کی شان میں یہ کہنے لگا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تو جادوگر یا دیوانے ہیں (جو مجھ جیسے جابر بادشاہ

[1] ......ابو سعود، الذّٰريٰت، تحت الآية: ٣٧، ٥/٦٣١، جلالين، الذّٰريٰت، تحت الآية: ٣٧، ص٤٣٣، ملتقطاً.

کا مقابلہ کرنے آئے ہیں)۔[1]

فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ وَ هُوَ مُلِیْمٌؕ(۴۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے اسے اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں ڈال دیا اس حال میں کہ وہ اپنے آپ کو ملامت کررہا تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے فرعون اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں ڈال دیا اس حال میں کہ وہ (خود کو) ملامت کررہا تھا۔

﴿فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ: تو ہم نے فرعون اور اس کے لشکر کو پکڑا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جب فرعون اور اس کی قوم نے سرکشی کی تو ہم نے فرعون اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں ڈال دیا اور اس وقت اس کا حال یہ تھا کہ وہ اپنے آپ کو ملامت کررہا تھا کہ اس نے رب ہونے کا دعویٰ کیوں کیا اور وہ کیوں حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام پر ایمان نہ لایا اور کیوں ان پر اعتراضات کئے۔[2]

وَ فِیْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الرِّیْحَ الْعَقِیْمَۚ(۴۱) مَا تَذَرُ مِنْ شَیْءٍ اَتَتْ عَلَیْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِیْمِؕ(۴۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور عاد میں جب ہم نے اُن پر خشک آندھی بھیجی۔ جس چیز پر گزرتی اسے گلی ہوئی چیز کی طرح کر چھوڑتی۔

1 ......خازن، الذّٰريٰت، تحت الآية: ٣٨-٣٩، ٤/١٨٤، ملخصاً.
2 ......ابو سعود، الذّٰريٰت، تحت الآية: ٤٠، ٥/٦٣١، جلالين، الذّٰريٰت، تحت الآية: ٤٠، ص٤٣٤، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور قومِ عاد میں (بھی نشانی ہے) جب ہم نے ان پر خشک آندھی بھیجی۔ وہ جس چیز پر گزرتی تھی اسے گلی ہوئی چیز کی طرح کرچھوڑتی۔

﴿وَ فِیْ عَادٍ: اور عاد میں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قومِ عاد کو ہلاک کرنے میں بھی قابلِ عبرت نشانیاں ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان پر خشک آندھی بھیجی جس میں کچھ بھی خیر و برکت نہ تھی اور یہ ہلاک کرنے والی ہوا تھی اور یہ ہوا آدمی، جانور یا دیگر اَموال میں سے جس چیز کو بھی چھو جاتی تھی تو اسے ہلاک کر کے ایسا کر دیتی تھی کہ گویا وہ مدتوں کی ہلاک شدہ اور گلی ہوئی ہے۔[1]

نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے قومِ عاد پر صرف اس حلقہ یعنی انگوٹھی کے حلقہ کے برابر ہوا بھیجی، پھر آپ نے ان آیات کی تلاوت فرمائی: ''اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الرِّیْحَ الْعَقِیْمَ ﴿۴۱﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَیْءٍ اَتَتْ عَلَیْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِیْمِ''۔[2]

وَ فِیْ ثَمُوْدَ اِذْ قِیْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِیْنٍ ﴿۴۳﴾ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَ هُمْ یَنْظُرُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِیَامٍ وَّ مَا كَانُوْا مُنْتَصِرِیْنَ ﴿۴۵﴾ وَ قَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۴۶﴾

ع ۲۳ / ۲

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ثمود میں جب ان سے فرمایا گیا ایک وقت تک برت لو۔ تو انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی تو ان کی آنکھوں کے سامنے انہیں کڑک نے آلیا۔ تو وہ نہ کھڑے ہوسکے اور نہ وہ بدلہ لے سکتے تھے۔ اور اُن سے پہلے قومِ نوح کو ہلاک فرمایا، بےشک وہ فاسق لوگ تھے۔

1 ......خازن، الذّٰریٰت، تحت الآیة: ٤١-٤٢، ٤/١٨٤، ملخصاً.

2 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة الذاریات، ٥/١٨١، الحدیث: ٣٢٨٤.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اورثمود میں (نشانی ہے) جب ان سے فرمایا گیا: ایک وقت تک فائدہ اٹھالو۔ تو انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی تو ان کی آنکھوں کے سامنے انہیں کڑک نے آلیا۔ تو وہ نہ کھڑے ہوسکے اور نہ وہ بدلہ لے سکتے تھے۔ اوران سے پہلے قوم نوح کو ہلاک فرمایا، بیشک وہ فاسق لوگ تھے۔

﴿وَ فِیْ ثَمُوْدَ: اورثمود میں۔﴾ اس آیت اوراس کے بعدوالی دوآیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قومِ ثمودکو ہلاک کرنے میں بھی عبرت کی نشانیاں ہیں۔ جب انہوں نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے سرکشی کی اور حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا اوران کی اونٹنی کی رگیں کاٹ دیں تو ان سے فرمایا گیا کہ تین دن تک دنیا میں اپنی زندگی سے فائدہ اٹھالو، یہی زمانہ تمہاری مہلت کا ہے اور جب تین دن گزر گئے تو ان کی آنکھوں کے سامنے انہیں کڑک نے آلیا اور وہ ہَولناک آواز کے عذاب سے ہلاک کردیئے گئے اور عذاب نازل ہونے کے وقت نہ وہ کھڑے ہوکر بھاگ سکے اور نہ ہی وہ اس سے بدلہ لے سکتے تھے جس نے انہیں ہلاک کیا۔ (1)

﴿وَ قَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ: اوران سے پہلے قومِ نوح کو ہلاک فرمایا۔﴾ یعنی ہلاک کی جانے والی ان قوموں سے پہلے ہم نے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کو ہلاک کیا اورانہیں ہلاک کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ اللہ تعالٰی کی قائم کردہ حدود سے تجاوُز کرکے کفراور گناہوں پر قائم رہے۔ (2)

وَ السَّمَآءَ بَنَیْنٰهَا بِاَیْىدٍ وَّ اِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ الْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور آسمان کو ہم نے ہاتھوں سے بنایا اور بے شک ہم وسعت دینے والے ہیں۔ اورزمین کو ہم نے فرش کیا تو ہم کیا ہی اچھے بچھانے والے۔

1 ......جلالين مع جمل، الذاريات، تحت الآية: ٤٣-٤٥، ٧/٢٨٧، ملخصاً.

2 ......روح البيان، الذاريات، تحت الآية: ٤٦، ٩/١٦٩.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آسمان کو ہم نے (اپنی) قدرت سے بنایا اور بیشک ہم وسعت وقدرت والے ہیں ۔ اور زمین کو ہم نے فرش بنایا تو ہم کیا ہی اچھا بچھانے والے ہیں ۔

﴿وَ السَّمَآءَ بَنَیْنٰهَا بِاَیْىدٍ: اور آسمان کو ہم نے (اپنی) قدرت سے بنایا۔**﴾** یہاں سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور قدرت کے دلائل ذکر کئے جارہے ہیں اور اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ ہم نے آسمان کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور بے شک ہم اسے اتنی وسعت دینے والے ہیں کہ زمین اپنی فضا کے ساتھ اس کے اندر اس طرح آجائے جیسے کہ ایک وسیع وعریض میدان میں گیند پڑی ہو ۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ ہم نے آسمان کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور بیشک ہم اپنی مخلوق پر رزق وسیع کرنے والے ہیں ۔ (1)

﴿وَ الْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا: اور زمین کو ہم نے فرش بنایا۔**﴾** اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو فرش بنایا کہ زمین اس قدر وسیع ہے کہ گول ہونے کے باوجود فرش کی طرح بچھی ہوئی معلوم ہوتی ہے، نیز نہ تو لوہے کی طرح سخت ہے کہ اس پر چلنا پھرنا دشوار ہو جائے اور نہ پانی کی طرح پتلی کہ مخلوق اس میں ڈوب جائے ۔ یہ رب تعالیٰ کی قدرت کی بڑی دلیل ہے ۔

وَ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ہر چیز کے دو جوڑ بنائے کہ تم دھیان کرو ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے ہر چیز کی دو قسمیں بنائیں تا کہ تم نصیحت حاصل کرو ۔

﴿وَ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ: اور ہم نے ہر چیز کی دو قسمیں بنائیں ۔**﴾** ارشاد فرمایا کہ اور ہم نے ہر چیز کی دو قسمیں بنائیں جیسے آسمان اور زمین، سورج اور چاند، رات اور دن، خشکی اور تری، گرمی اور سردی، جن اور انسان، روشنی اور تاریکی، ایمان اور کفر، سعادت اور بدبختی، حق اور باطل اور نر و مادہ وغیرہ اور یہ قسمیں اس لئے بنائیں تا کہ تم ان میں

1 ......خازن، الذّٰريٰت، تحت الآية: ٤٧، ٤/١٨٤ .

غور کر کے یہ بات سمجھ سکو کہ ان تمام قسموں کو پیدا کرنے والی ذات واحد ہے، نہ اس کی نظیر ہے، نہ اس کا شریک ہے، نہ اس کا کوئی مدِمقابل ہے اور نہ اس کا کوئی مثل ہے، لہٰذا صرف وہی عبادت کا مستحق ہے۔ (1)

فی زمانہ سائنس کی تحقیق سے یہ پتہ لگ چکا ہے کہ درخت اور پتھروں میں بھی نر اور مادہ دو قسمیں ہیں، جب نر درخت سے ہوا لگ کر مادہ درخت سے چھوتی ہے تو پھل زیادہ آتا ہے اگرچہ نر درخت دور ہو، ان چیزوں کی بھی نسل ہے مگر نسل کا طریقہ جداگانہ ہے۔

فَفِرُّوْۤا اِلَى اللّٰهِؕ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌۚ(۵۰) وَ لَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَؕ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌۚ(۵۱)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اللہ کی طرف بھاگو بے شک میں اس کی طرف سے تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا ہوں۔ اور اللہ کے ساتھ اَور معبود نہ ٹھہراؤ، بے شک میں اس کی طرف سے تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اللہ کی طرف بھاگو بیشک میں اس کی طرف سے تمہارے لئے کھلم کھلا ڈر سنانے والا ہوں۔ اور اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ ٹھہراؤ بیشک میں اس کی طرف سے تمہارے لیے کھلم کھلا ڈر سنانے والا ہوں۔

﴾فَفِرُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ: تو اللہ کی طرف بھاگو۔﴿ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ فرما دیں کہ جب عبادت کا مستحق اللہ تعالیٰ ہی ہے تو اے لوگو! تم کفر سے ایمان کی طرف، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اطاعت کی طرف، اپنے گناہوں سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کی طرف دوڑتے ہوئے آؤ اور اس کے علاوہ سب کو چھوڑ کر صرف اسی کی عبادت کرو تاکہ تم اس کے عذاب سے نجات پا جاؤ اور اس کی طرف سے ثواب حاصل کر کے کامیاب ہو جاؤ، بیشک میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفر اور نافرمانی پر اس کے عذاب

(1)......خازن، الذّٰريٰت، تحت الآية: ٤٩، ٤/١٨٤-١٨٥، مدارك، الذّٰريٰت، تحت الآية: ٤٩، ص١١٧١، ملتقطاً.

سے کھلم کھلا ڈر سنانے والا ہوں۔[1]

كَذٰلِكَ مَاۤ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۵۲﴾ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یونہی جب ان سے اگلوں کے پاس کوئی رسول تشریف لایا تو یہی بولے کہ جادوگر ہے یا دیوانہ۔ کیا آپس میں ایک دوسرے کو یہ بات کہہ مرے ہیں بلکہ وہ سرکش لوگ ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یونہی جب ان سے پہلے لوگوں کے پاس کوئی رسول تشریف لایا تو وہ یہی بولے کہ (یہ) جادوگر ہے یا دیوانہ۔ کیا انہوں نے ایک دوسرے کو وصیت کی تھی بلکہ وہ سرکش لوگ ہیں۔

﴿ كَذٰلِكَ : یونہی۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جیسے آپ کی قوم کے کفار نے آپ کو جھٹلایا اور آپ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے آپ کو جادوگر اور مجنون کہا ایسے ہی جب کفارِ مکہ سے پہلے لوگوں کے پاس میری طرف سے کوئی رسول تشریف لایا اور اس نے اپنی قوم کو مجھ پر ایمان لانے اور میری اطاعت کرنے کی دعوت دی تو ان کے بارے میں بھی کفار نے یہی کہا کہ یہ جادوگر یا دیوانہ ہے۔ سابقہ کفار نے اپنے بعد والوں کو یہ وصیت تو نہیں کی کہ تم انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب کرتے رہنا اور ان کی شان میں اس طرح کی باتیں بنانا لیکن چونکہ سرکشی اور نافرمانی کی عِلّت دونوں میں ہے اس لئے یہ گمراہی میں ایک دوسرے کے موافق رہے اور اسی چیز نے انہیں اس طرح کی باتیں کرنے پر ابھارا لہٰذا آپ اپنی قوم کے جھٹلانے اور اس طرح کی باتیں کرنے سے غمزدہ نہ ہوں۔[2]

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَاۤ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴿۵۴﴾ وَّ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾

1 ......خازن، الذّٰريٰت، تحت الآية: ٥٠-٥١، ٤/١٨٥، قرطبی، الذاريات، تحت الآية: ٥٠-٥١، ٩/٤١، الجزء السابع عشر، ابو سعود، الذّٰريٰت، تحت الآية: ٥٠-٥١، ٥/٦٣٢-٦٣٣، ملتقطاً.

2 ......خازن، الذّٰريٰت، تحت الآية: ٥٢-٥٣، ٤/١٨٥، روح البيان، الذاريات، تحت الآية: ٥٢-٥٣، ٩/١٧٤، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تو اے محبوب تم اُن سے منہ پھیر لو تو تم پر کچھ الزام نہیں۔ اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اے حبیب! تم ان سے منہ پھیر لو تو تم پر کوئی ملامت نہیں۔ اور سمجھاؤ کہ سمجھانا ایمان والوں کو فائدہ دیتا ہے۔

﴿فَتَوَلَّ عَنْهُمْ: تو اے محبوب! تم ان سے منہ پھیر لو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کفار سے منہ پھیر لیں کیونکہ آپ رسالت کی تبلیغ فرما چکے اور اسلام کی دعوت اور ہدایت دینے میں انتہائی محنت کر چکے اور آپ نے اپنی کوشش میں معمولی سی بات بھی نہ چھوڑی تو ان کے ایمان نہ لانے سے آپ پر کوئی ملامت نہیں۔

نیکی کی دعوت دیتے اور برائی سے منع کرتے رہا جائے

آیت نمبر 55 سے معلوم ہوا کہ نیک کاموں کی ترغیب دیتے اور برے کاموں سے منع کرتے رہنا چاہئے، اس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ جسے سمجھایا جائے اس کے بارے میں امید ہوتی ہے کہ وہ برے کام چھوڑ کر نیک کام کرنے لگے گا اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے کی ذمہ داری پوری ہو جاتی ہے۔ سمجھانے اور نصیحت کرنے کے ان فوائد کو قرآنِ پاک میں ایک اور مقام پر اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ

وَ اِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَاۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًاؕ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَ لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا: تم ان لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا انہیں سخت عذاب دینے والا ہے؟ انہوں نے کہا: تمہارے رب کے حضور عذر پیش کرنے کے لئے اور شاید یہ ڈریں۔

(1) ......اعراف: ۱٦٤.

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں نے جن اور آدمی اتنے ہی لئے بنائے کہ میری بندگی کریں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میں نے جن اور آدمی اسی لئے بنائے کہ میری عبادت کریں۔

﴿ وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ: اور میں نے جن اور آدمی اسی لئے بنائے کہ میری عبادت کریں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف دنیا طلب کرنے اور اس طلب میں مُنْہَمِک ہونے کے لئے پیدا نہیں کیا بلکہ انہیں اس لئے بنایا ہے تاکہ وہ میری عبادت کریں اور انہیں میری معرفت حاصل ہو۔[1]

جن اور انسانوں کی پیدائش کا اصل مقصد

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسانوں اور جنوں کو بیکار پیدا نہیں کیا گیا بلکہ ان کی پیدائش کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے؟

اور ارشاد فرمایا:

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ٘ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُۙﰳ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًاؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بڑی برکت والا ہے وہ جس کے قبضے میں ساری بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے عمل کرنے والا ہے اور وہی عزت والا، بخشش والا ہے۔

---

1 ......صاوی، الذاریات، تحت الآیة: ۵۶، ۵/۲۰۲۶، خازن، الذّٰریٰت، تحت الآیة: ۵۶، ۴/۱۸۵.

2 ......مومنون: ۱۱۵.

3 ......ملك: ۱، ۲.

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے انسان! تو میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا میں تیرا سینہ غنا سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی کا دروازہ بند کر دوں گا اور اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو میں تیرے دونوں ہاتھ مصروفیات سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی کا دروازہ بند نہیں کروں گا۔[1]

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں اپنی پیدائش کے مقصد کو سمجھنے اور اس مقصد کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

مَاۤ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴿۵۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: میں اُن سے کچھ رزق نہیں مانگتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا دیں۔ بے شک اللّٰہ ہی بڑا رزق دینے والا قوت والا قدرت والا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: میں ان سے کچھ رزق نہیں مانگتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا دیں۔ بیشک اللّٰہ ہی بڑا رزق دینے والا، قوت والا، قدرت والا ہے۔

﴿مَاۤ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ: میں ان سے کچھ رزق نہیں مانگتا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے ساتھ عادتِ کریمہ ایسی نہیں ہے جیسی بندوں کی اپنے غلاموں اور نوکروں کے ساتھ ہے کیونکہ بندے اپنے پاس غلام اور نوکر اس لئے رکھتے ہیں تاکہ وہ معاشی معاملات میں ان کی مدد کریں جبکہ اللّٰہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ رزق یا کسی بھی معاملے میں بندوں کا محتاج نہیں بلکہ ہر ایک کو رزق دینے والا اللّٰہ تعالیٰ ہے اور سب کی روزی کا کفیل بھی وہی ہے اور نہ ہی اللّٰہ تعالیٰ بندوں سے یہ چاہتا ہے کہ وہ اس کی مخلوق کے لئے کھانا دیں۔ بیشک اللّٰہ تعالیٰ ہی بڑا رزق دینے والا ہے، وہی ہر کسی کو رزق دیتا ہے، وہ قوت والا ہے اسی لئے مخلوق تک رزق پہنچانے میں اسے

1 ......ترمذی، کتاب صفة القيامة والرقائق والورع، ۳۰-باب، ۲۱۱/۴، الحديث: ۲۴۷۴۔

کسی کی مدد کی ضرورت نہیں اور رزق پیدا کرنے پر قدرت رکھنے والا ہے، سب کو وہی دیتا اور سب کو وہی پالتا ہے۔[1]

فَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا یَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۵۹﴾ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ یَّوْمِهِمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ ﴿۶۰﴾

ع ۳ / ۲

ترجمۂ کنزالایمان: تو بیشک ان ظالموں کے لیے عذاب کی ایک باری ہے جیسے ان کے ساتھ والوں کے لیے ایک باری تھی تو مجھ سے جلدی نہ کریں۔ تو کافروں کی خرابی ہے ان کے اس دن سے جس کا وعدہ دیئے جاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو بیشک ان ظالموں کے لیے عذاب کا ایک حصہ ہے جیسے ان کے ساتھیوں کے عذاب کا حصہ تھا تو یہ مجھ سے (عذاب مانگنے میں) جلدی نہ کریں۔ تو کافروں کیلئے ان کے اس دن سے خرابی ہے جس کی انہیں وعید سنائی جاتی ہے۔

﴿فَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا: تو بیشک ان ظالموں کے لیے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بے شک ان ظالموں کے لیے جنہوں نے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو جھٹلا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا ایسے ہی عذاب کا ایک حصہ ہے جیسے سابقہ امتوں کے کفار کا عذاب اور ہلاکت میں حصہ تھا جو کہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے میں اِن کے ساتھی تھے، لہٰذا اگر میں نے ان سے قیامت تک کے لئے عذاب مُؤَخَّر کر دیا ہے تو انہیں چاہئے کہ مجھ سے عذاب نازل کرنے کی جلدی نہ کریں۔[2]

---

1 ......جلالین مع صاوی، الذاریات، تحت الآیة: ۵۷-۵۸، ۵/۲۰۲۶-۲۰۲۷، خازن، الذّٰریٰت، تحت الآیة: ۵۷-۵۸، ۴/۱۸۵-۱۸۶، روح البیان، الذاریات، تحت الآیة: ۵۷-۵۸، ۹/۱۸۰-۱۸۱، ملتقطاً.

2 ......جلالین، الذّٰریٰت، تحت الآیة: ۵۹، ص۴۳۴-۴۳۵، خازن، الذّٰریٰت، تحت الآیة: ۵۹، ۴/۱۸۶، ملتقطاً.

سورۂ طور مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

اس میں **2** رکوع، **49** آیتیں، **312** کلمے اور **1500** حروف ہیں۔[2]

طور ایک پہاڑ کا نام ہے، اور اس سورت کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے اس پہاڑ کی قسم ارشاد فرمائی، اس مناسبت سے اس کا نام ''سورۂ طور'' رکھا گیا۔

(1)......اُمُّ المؤمنین حضرت اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا فرماتی ہیں: میں نے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اپنی بیماری کی شکایت کی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تم سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے سے طواف کرلو، چنانچہ میں نے طواف کیا اور حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بَیْتُ اللّٰہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے (نماز میں) سورۂ طور کی تلاوت فرمائی۔[3]

(2)......حضرت جبیر بن مطعم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے مغرب کی نماز میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو سورۂ طور کی تلاوت کرتے ہوئے سنا، جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان آیات پر پہنچے:

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَیْرِ شَیْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** کیا وہ کسی شے کے بغیر ہی پیدا کردیئے

1 ......خازن، تفسیر سورة الطور، ٤/١٨٦.

2 ......خازن، تفسیر سورة الطور، ٤/١٨٦.

3 ......بخاری، کتاب التفسیر، سورة الطور، ١-باب، ٣/٣٣٥، الحدیث: ٤٨٥٣.

اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ؕ﴿۳۶﴾ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَۜيْطِرُوْنَ

گئے ہیں یا وہ خود ہی اپنے خالق ہیں؟ یا آسمان اور زمین انہوں نے پیدا کئے ہیں؟ بلکہ وہ یقین نہیں کرتے۔ یا ان کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں؟ یا وہ بڑے حاکم ہیں۔‘‘

تو (انہیں سن کر) مجھے لگا کہ میرا دل (سینے سے نکل کر) اُڑ جائے گا۔[1]

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کفار کے اعتراضات کے بڑے پُر جلال انداز میں جوابات دیئے گئے ہیں، نیز اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں:

(1)......اس سورت کی ابتداء میں اللّٰہ تعالیٰ نے 5 چیزوں کی قَسم ذکر کر کے ارشاد فرمایا کہ کفار کو جس عذاب کی وعید سنائی گئی ہے وہ قیامت کے دن ان پر ضرور واقع ہوگا۔

(2)......آخرت کی ہَولناکیوں اور شدّتوں کا ذکر کیا گیا اور قیامت کے دن کفار کے برے انجام اور پرہیزگاروں کو ملنے والی نعمتوں اور ان کی طرف سے اللّٰہ تعالیٰ کے احسانات کو یاد کرنے کا بیان فرمایا گیا۔

(3)......اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو رسالت کی تبلیغ جاری رکھنے اور کفار کو اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے رہنے کا حکم دیا اور جس طرح اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی معبودیَّت اور وحدانیَّت پر قطعی دلیلیں قائم فرمائیں اسی طرح اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت اور صداقت کو قطعی دلیلوں سے ثابت فرمایا۔

(4)......اس سورت کے آخر میں اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دی اور کفار کی اَذِیَّتوں پر صبر کرنے اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینے اور تمام اَوقات میں اپنے رب تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

سورۂ طور کی اپنے سے ماقبل سورت ’’ذاریات‘‘ کے ساتھ ایک مناسبت یہ ہے کہ دونوں سورتوں کی ابتداء میں قیامت کے دن مُتّقی مسلمانوں کا حال بیان کیا گیا اور دونوں سورتوں کے آخر میں کفار کا حال بیان کیا گیا ہے۔

---

[1]......بخاری، کتاب التفسیر، سورة الطور، ١-باب، ٣/٣٣٦، الحدیث: ٤٨٥٤.

دوسری مناسبت یہ ہے کہ دونوں سورتوں میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کفار سے اِعراض کرنے اور مسلمانوں کو نصیحت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

وَالطُّوْرِ ﴿١﴾ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ﴿٢﴾ فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ﴿٣﴾ وَّالْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ ﴿٤﴾ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ﴿٥﴾ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ﴿٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: طور کی قسم۔ اور اس نوشتہ کی۔ جو کھلے دفتر میں لکھا ہے۔ اور بیتِ معمور۔ اور بلند چھت۔ اور سلگائے ہوئے سمندر کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: طور کی قسم۔ اور اس لکھی ہوئی کتاب کی۔ (جو) کھلے ہوئے صفحات میں (ہے)۔ اور بیت معمور کی۔ اور بلند چھت کی۔ اور سلگائے جانے والے سمندر کی۔

﴿وَالطُّوْرِ: طور کی قسم۔﴾ یعنی اس پہاڑ کی قسم جس پر اللہ تعالٰی نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کلامِ الٰہی سننے کا شرف عطا فرمایا۔[1]

اس پہاڑ کو یہ عظمت اس لئے حاصل ہوئی کہ وہاں کلامِ الٰہی سنا گیا اور اسے اللہ تعالٰی کے پیارے نبی حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے نسبت حاصل ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جس پتھر اور پہاڑ کو اللہ تعالٰی کے نبی سے نسبت

1 ......جلالین، الطور، تحت الآیۃ: ١، ص ٤٣٥.

ہو جائے وہ بھی عظمت والا ہو جاتا ہے۔

﴿ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ: اور اس لکھی ہوئی کتاب کی قسم۔﴾ لکھی ہوئی کتاب کے مِصداق کے بارے میں مفسرین کے مختلف قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس کتاب سے مراد، توریت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد لوحِ محفوظ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے اعمال لکھنے والے فرشتوں کے دفتر مراد ہیں اور اس کی نظیر یہ آیتِ مبارکہ ہے:

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓىٕرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖؕ وَ نُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ كِتٰبًا یَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہر انسان کی قسمت ہم نے اس کے گلے میں لگا دی ہے اور ہم اس کیلئے قیامت کے دن ایک نامہ اعمال نکالیں گے جسے وہ کھلا ہوا پائے گا۔

اور ایک قول یہ ہے کہ لکھی ہوئی کتاب سے مراد قرآنِ پاک ہے۔ (2)

﴿ وَالْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ: اور بیتِ معمور کی قسم۔﴾ بیتُ المعمور ساتویں آسمان میں عرش کے سامنے کعبہ شریف کے بالکل اوپر ہے۔ آسمانوں میں اس کی حرمت ایسے ہی ہے جیسے زمین پر کعبہ مُعَظَّمہ کی حرمت ہے۔ یہ آسمان والوں کا قبلہ ہے اور ہر روز ستر ہزار فرشتے اس میں طواف اور نماز کے لئے حاضر ہوتے ہیں، پھر کبھی انہیں واپس یہاں آنے کا موقع نہیں ملتا بلکہ ہر روز نئے ستر ہزار فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ (3)

حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بیتُ المعمور کا ملاحظہ فرمایا

حدیثِ معراج میں صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے معراج کی رات ساتویں آسمان میں بیتُ المعمور کو ملاحظہ فرمایا تھا، چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’پھر میرے لئے بیتُ المعمور ظاہر فرمایا گیا، میں نے جبریل عَلَیْہِ السَّلَام سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا: یہ بیتُ المعمور ہے، اس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں، جب وہ پڑھ کر نکل جاتے ہیں تو ان کی پھر کبھی باری نہیں آتی۔ (4)

1 ......بنی اسرائیل:١٣.

2 ......خازن، الطور، تحت الآیۃ: ٣، ٤/١٨٦، روح البیان، الطور، تحت الآیۃ: ٢، ٩/١٨٥، ملتقطاً.

3 ......خازن، الطور، تحت الآیۃ: ٤، ٤/١٨٦.

4 ......بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ، ٢/٣٨٠، الحدیث: ٣٢٠٧، مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء برسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم السموات... الخ، ص١٠١، الحدیث: ٢٦٤(١٦٤).

﴿وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ: اور بلند کی ہوئی چھت کی قسم۔﴾ اس چھت سے مراد آسمان ہے جو زمین کے لئے چھت کی طرح ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ اس سے مراد عرش ہے جو جنت کی چھت ہے۔[1]

﴿وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ: اور بھڑکائے جانے والے سمندر کی قسم!﴾ مروی ہے کہ اللہ تعالٰی قیامت کے دن تمام سمندروں کو آگ کر دے گا جس سے جہنم کی آگ میں اور بھی زیادتی ہو جائے گی۔[2]

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۙ﴿۷﴾ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۙ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک تیرے رب کا عذاب ضرور ہونا ہے۔ اسے کوئی ٹالنے والا نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک تیرے رب کا عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے۔ اسے کوئی ٹالنے والا نہیں۔

﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ: بیشک تیرے رب کا عذاب۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے ان تمام چیزوں کی قسم فرما کر اپنی قدرت کی عظمت کا اظہار فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ کا وہ عذاب جس کا کفار کو وعدہ دیا گیا ہے آخرت میں ضرور واقع ہونے والا ہے اور کوئی اسے ٹال دینے کی قدرت نہیں رکھتا۔

حضرت جبیر بن مطعم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے اسلام قبول کرنے کا سبب

حضرت جبیر بن مطعم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، (اسلام قبول کرنے سے پہلے) میں مدینہ منورہ میں اس غرض سے حاضر ہوا کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے بدر کے قیدیوں کے بارے میں بات چیت کروں، اس وقت آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنے صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو مغرب کی نماز پڑھا رہے تھے اور آپ کی تلاوت کی آواز مسجد سے باہر سنائی دے رہی تھی، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے سورۂ وَالطُّوْرِ کی تلاوت فرمائی اور جب اس مقام پر پہنچے "اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۙ﴿۷﴾ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ" تو ان آیات کو سن کر میرا دل ایسے ہو گیا جیسے ابھی

---

1 ......قرطبی، الطور، تحت الآیة: ٥، ٩/٤٦، الجزء السابع عشر.

2 ......خازن، الطور، تحت الآیة: ٦، ٤/١٨٦.

پھٹ جائے گا اور مجھے ایسے لگا جیسے ابھی میرے یہاں سے ہٹنے سے پہلے ہی مجھ پر عذاب نازل ہو جائے گا چنانچہ میں نے عذاب نازل ہو جانے کے خوف سے اسی وقت ایمان قبول کر لیا۔[1]

آیت ”اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ“ پڑھنے کے بعد حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی کیفیت

حضرت حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ آیت ”اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ“ تلاوت فرمائی تو آپ کا سانس پھول گیا اور اس کی وجہ سے بیس دن تک بار بار یہی کیفیت بنتی رہی۔[2]

اس سے معلوم ہوا کہ قرآنِ مجید کی وہ آیات جن میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کا ذکر ہے ان کی تلاوت کرتے وقت اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر جانا ہمارے بزرگانِ دین کا طریقہ ہے لہٰذا ہمیں بھی چاہئے کہ ایسی آیات کی تلاوت کرتے وقت اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف پیدا کریں اور خود کو عذابِ الٰہی سے ڈرائیں۔

يَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۙ﴿۹﴾ وَّ تَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ؕ﴿۱۰﴾ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۙ﴿۱۱﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ۘ﴿۱۲﴾

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن آسمان ہلنا سا ہلنا ہلیں گے۔ اور پہاڑ چلنا سا چلنا چلیں گے۔ تو اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔ وہ جو مشغلہ میں کھیل رہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن آسمان سختی سے ہلے گا۔ اور پہاڑ تیزی سے چلیں گے۔ تو اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔ وہ جو شغل میں پڑے کھیل رہے ہیں۔

﴿**يَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا: جس دن آسمان سختی سے ہلے گا۔**﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عذاب نازل ہونے کا وقت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وہ عذاب اس دن ضرور واقع ہو گا جس

1 ......خازن، الطور، تحت الآية: ٨، ٤/١٨٦-١٨٧.

2 ......كنز العمال، كتاب الفضائل، فضائل الصحابة، فضائل الفاروق رضى الله عنه، ٦/٢٦٤، الجزء الحادى عشر، الحديث: ٣٥٨٢٧.

دن آسمان چکی کی طرح گھومیں گے اور اس طرح ڈولنے لگیں گے جس طرح کشتی اپنے سواروں کے ساتھ ڈولتی ہے اور ایسی حرکت میں آئیں گے کہ اُن کے اَجزاء بکھر جائیں گے اور پہاڑ تیزی سے ایسے چلیں گے جیسے کہ غبار ہوا میں اُڑتا ہے اور یہ قیامت کے دن ہوگا۔(1)

﴿فَوَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ: تو اس دن خرابی ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس دن وہ عذاب واقع ہوگا تو اس دن ان لوگوں کے لئے خرابی ہے جو دنیا میں اللہ تعالٰی کے رسولوں کو جھٹلاتے رہے اور وہ اپنے کفر و باطل کے شغل میں پڑے کھیلتے رہے۔(2)

یَوْمَ یُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ﴿۱۳﴾ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِیْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَفَسِحْرٌ هٰذَاۤ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۱۵﴾ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْۤا اَوْ لَا تَصْبِرُوْاۚ سَوَآءٌ عَلَیْكُمْؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن جہنم کی طرف دھکا دے کر دھکیلے جائیں گے۔ یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے۔ تو کیا یہ جادو ہے یا تمہیں سوجھتا نہیں۔ اس میں جاؤ اب چاہے صبر کرو یا نہ کرو سب تم پر ایک سا ہے تمہیں اسی کا بدلہ جو تم کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن انہیں جہنم کی طرف سختی سے دھکیلا جائے گا۔ یہ وہ آگ ہے جسے تم جھٹلاتے تھے۔ تو کیا یہ جادو ہے یا تمہیں دکھائی نہیں دے رہا۔ اس میں داخل ہو جاؤ، تو اب چاہے صبر کرو یا نہ کرو، سب تم پر برابر ہے، تمہیں اسی کا بدلہ دیا جارہا ہے جو تم کرتے تھے۔

﴿یَوْمَ یُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا: جس دن انہیں جہنم کی طرف سختی سے دھکیلا جائے گا۔﴾ اس آیت اور اس

(1)......خازن، الطور، تحت الآیۃ: ۹-۱۰، ۱۸۶/۴-۱۸۷، جلالین، الطور، تحت الآیۃ: ۹-۱۰، ص۴۳۵، ملتقطاً۔

(2)......ابو سعود، الطور، تحت الآیۃ: ۱۱-۱۲، ۶۳۶/۵، جلالین، الطور، تحت الآیۃ: ۱۱-۱۲، ص۴۳۵، ملتقطاً۔

کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلانے والے جس دن جہنم کی طرف دھکا دے کر دھکیلے جائیں گے اور جہنم کے خازن کافروں کے ہاتھ گردنوں، پاؤں اور پیشانیوں سے ملا کر باندھیں گے اور انہیں منہ کے بل جہنم میں دھکیل دیں گے (تو اس دن ان کے لئے خرابی ہے) اور جب وہ آگ میں پہنچ جائیں گے تو جہنم کے خازن ان سے کہیں گے: یہ وہ آگ ہے جسے تم دنیا میں جھٹلاتے تھے تو کیا یہ جادو ہے یا تمہیں دکھائی نہیں دے رہا۔ یہ اُن سے اس لئے کہا جائے گا کہ وہ دنیا میں سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف جادو کی نسبت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہماری نظر بندی کر دی ہے۔ اور ان سے کہا جائے گا اس جہنم میں داخل ہو جاؤ، تو اب چاہے اس عذاب پر صبر کرو یا نہ کرو، سب تم پر برابر ہے، نہ کہیں بھاگ سکتے ہو اور نہ عذاب سے بچ سکتے ہو اور یہ عذاب تمہیں اسی کا بدلہ دیا جا رہا ہے جو تم دنیا میں کفر و تکذیب کرتے تھے۔ [1]

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ نَعِیْمٍ ﴿۱۷﴾ فٰكِهِیْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَ وَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ﴿۱۸﴾ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِیْٓــٴًـۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ مُتَّكِـٕیْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِیْنٍ ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک پرہیزگار باغوں اور چین میں ہیں۔ اپنے رب کی دَین پر شاد شاد اور اُنہیں ان کے رب نے آگ کے عذاب سے بچالیا۔ کھاؤ اور پیو خوشگواری سے صلہ اپنے اعمال کا۔ تختوں پر تکیہ لگائے جو قطار لگا کر بچھے ہیں اور ہم نے اُنھیں بیاہ دیا بڑی آنکھوں والی حوروں سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک پرہیزگار باغوں اور نعمتوں میں ہوں گے۔ اپنے رب کی عطاؤں پر خوش ہو رہے ہوں گے اور انہیں ان کے رب نے آگ کے عذاب سے بچالیا۔ اپنے اعمال کے بدلے میں خوشگوار نعمتیں کھاؤ اور پیو۔ وہ قطار در قطار بچھے ہوئے تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے اور ہم نے بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کا نکاح کر دیا۔

1 ......خازن، الطور، تحت الآیۃ: ۱۳-۱۶، ۴/۱۸۷، ملخصاً.

﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ: بیشک پرہیزگار۔﴾ کفار کا انجام بیان کرنے کے بعد اب اہلِ ایمان کی جزا بیان فرمائی جارہی ہے۔ چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک کفر اور گناہوں سے بچنے والے آخرت میں باغوں اور نعمتوں میں ہوں گے اور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی عطا کردہ نعمتوں، کرامتوں اور اس بات پر خوش ہو رہے ہوں گے کہ انہیں ان کے رب عَزَّوَجَلَّ نے جہنم کے عذاب سے بچالیا اور اُن سے کہا جائے گا کہ اپنے ان اعمال کے بدلے میں جنت کی خوشگوار نعمتیں کھاؤ اور پیو جو تم نے دنیا میں کئے کہ ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت اختیار کی، وہ جنت کی نعمتیں کھانے کے وقت قطار در قطار بچھے ہوئے تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے اور ہم نے بڑی آنکھوں والی حسین حوروں کو ان کی بیویاں بنادیا۔ [1]

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملادی اور اُن کے عمل میں انھیں کچھ کمی نہ دی سب آدمی اپنے کئے میں گرفتار ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی (جس) اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی تو ہم نے ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملادیا اور اُن (والدین) کے عمل میں کچھ کمی نہ کی، ہر آدمی اپنے اعمال میں گروی ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: اور جو لوگ ایمان لائے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور ان کی جس اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی تو ہم ان کی اس اولاد کو اپنے فضل و کرم سے جنت میں ان کے ساتھ ملادیں گے کہ اگرچہ باپ دادا کے درجے بلند ہوں تو بھی ان کی خوشی کے لئے اُن کی اولاد اُن کے ساتھ ملادی جائے گی اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و

[1] ......خازن، الطور، تحت الآية: ۱۷-۲۰، ۴/۱۸۷، روح البيان، الطور، تحت الآية: ۱۷-۲۰، ۹/۱۹۰-۱۹۱، ملتقطاً.

کرم سے اس اولاد کو بھی وہ درجہ عطا فرمائے گا اور ان والدین کے عمل کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی بلکہ انہیں ان کے اعمال کا پورا ثواب دیا جائے گا اور اولاد کے درجے اپنے فضل و کرم سے بلند کئے جائیں گے۔[1]

جنت میں اللہ والوں کی نسبت کام آئے گی

اس آیت سے ثابت ہوا کہ جنت میں اولاد کو ان کے ماں باپ کا وسیلہ کام آئے گا کہ ماں باپ کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ اولاد کے درجات بلند فرمادے گا، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نیک لوگوں کا وسیلہ مقبول ہے۔

﴿كُلُّ امْرِئٍۭ بِمَا كَسَبَ رَهِیْنٌ: ہر آدمی اپنے اعمال میں گروی رکھا ہوا ہے۔﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ ہر کافر اپنے کفری عمل کی وجہ سے جہنم کے اندر (دائمی طور پر) ایسے قید ہے جیسے وہ چیز جسے رہن رکھا ہوا ہو جبکہ مومن اپنے عمل (کی وجہ سے دائمی طور پر جہنم) میں گروی نہیں رکھا ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِیْنَةٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّاۤ اَصْحٰبَ الْیَمِیْنِ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہر جان اپنے کمائے ہوئے اعمال میں گروی رکھی ہے۔ مگر دائیں طرف والے۔[3]

وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا یَشْتَهُوْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ان کی مدد فرمائی میوے اور گوشت سے جو چاہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور پھلوں، میووں اور گوشت جو وہ چاہیں گے ان کے ساتھ ہم نے ان کی مدد کی۔

﴿وَاَمْدَدْنٰهُمْ: ہم ان کی مدد کرتے رہیں گے۔﴾ اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کا ذکر فرمایا جن کا اہلِ ایمان سے وعدہ فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جنت میں پھل، میوے اور گوشت جو وہ چاہیں گے وہ مُہَیّا کر کے ہم ان کی مدد کرتے رہیں گے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اہلِ جنت پر اللہ تعالیٰ کا احسان یہ ہوگا کہ ان کی نعمتیں دم بدم بڑھتی ہی جائیں

1 ......خازن، الطور، تحت الآیة: ۲۱، ۴/۱۸۷-۱۸۸، ملخصاً.
2 ......مدثر: ۳۸، ۳۹.
3 ......خازن، الطور، تحت الآیة: ۲۱، ۴/۱۸۸.

گی کبھی کم نہ ہوں گی۔

يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ایک دوسرے سے لیتے ہیں وہ جام جس میں نہ بے ہودگی اور نہ گنہگاری۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جنتی لوگ جنت میں ایسے جام ایک دوسرے سے لیں گے جس میں نہ کوئی بیہودگی ہوگی اور نہ گناہ کی کوئی بات۔

﴿يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا: جنتی لوگ جنت میں شراب کے جام ایک دوسرے سے لیں گے۔﴾ یعنی جنتی لوگ جنت میں شراب کے ایسے لذیذ اور پاکیزہ جام ایک دوسرے سے ہنسی خوشی لیں گے جس میں نہ کوئی بیہودگی ہوگی اور نہ گناہ کی کوئی بات جیسا کہ دنیا کی شراب میں طرح طرح کی خرابیاں تھیں کیونکہ جنت کی شراب پینے سے نہ عقل زائل ہوتی ہے، نہ عادتیں خراب ہوتی ہیں نہ پینے والا بے ہودہ بکتا ہے اور نہ گنہگار رہوتا ہے۔ (1)

وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے خدمت گار لڑکے ان کے گرد پھریں گے گویا وہ موتی ہیں چھپا کر رکھے گئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان کے خدمت گار لڑکے ان کے گرد پھریں گے گویا وہ چھپا کر رکھے ہوئے موتی ہیں۔

﴿وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ: اور ان کے خدمت گار لڑکے ان کے گرد پھریں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اہلِ جنت کے خدمتگار لڑکے ان کی خدمت کے لئے ان کے اردگرد پھریں گے اور ان کے حسن، صفائی اور پاکیزگی کا یہ عالَم ہوگا کہ گویا وہ چھپا کر رکھے ہوئے ایسے موتی ہیں جنہیں کوئی ہاتھ ہی نہیں لگا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا

1 ......خازن، الطور، تحت الآية: ۲۳، ۴/۱۸۸، ملخصاً.

فرماتے ہیں کہ کسی جنتی کے پاس خدمت میں دوڑنے والے غلام ہزار سے کم نہ ہوں گے اور ہر غلام جُداجُدا خدمت پر مُقَرَّر ہوگا۔[1] اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر جنتی کو جنت میں خدمتگار ملیں گے چاہے اس کا مرتبہ اعلیٰ ہو یا نہ ہو۔

وَ اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالُوْۤا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِیْۤ اَهْلِنَا مُشْفِقِیْنَ ﴿۲۶﴾ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا وَ وَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِیْمُ ﴿۲۸﴾

ع ۲۸/۳

ترجمۂ کنزالایمان: اور اُن میں ایک نے دوسرے کی طرف منہ کیا پوچھتے ہوئے۔ بولے بے شک ہم اس سے پہلے اپنے گھروں میں سہمے ہوئے تھے۔ تواللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں لُو کے عذاب سے بچالیا۔ بے شک ہم نے اپنی پہلی زندگی میں اس کی عبادت کی تھی بے شک وہی احسان فرمانے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آپس میں سوال کرتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے۔ کہیں گے: بیشک ہم اس سے پہلے اپنے گھروں میں ڈرنے والے تھے۔ تواللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں (جہنم کی) سخت گرم ہوا کے عذاب سے بچالیا۔ بیشک ہم اس سے پہلے (دنیا میں) اللہ کی عبادت کرتے تھے، بیشک وہی احسان فرمانے والا مہربان ہے۔

﴿وَ اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ: اور آپس میں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جنت میں جنتی ایک دوسرے سے دریافت کریں گے کہ وہ دنیا میں کس حال میں تھے اور کیا عمل کرتے تھے اور کس بنا پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان نعمتوں سے سرفراز ہوئے، یہ دریافت کرنا اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اعتراف کرنے کیلئے ہوگا، چنانچہ وہ کہیں گے کہ بیشک ہم جنت میں داخل ہونے سے پہلے اپنے گھروں میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے اور اس اندیشہ سے سہمے ہوئے تھے کہ نفس و شیطان ایمان میں خَلَل کا باعث نہ ہو جائیں اور نیکیوں کو روک لئے جانے اور بدیوں پر گرفت کئے جانے کا بھی اندیشہ تھا۔ تواللہ تعالیٰ نے ہم پر رحمت اور مغفرت فرما کر احسان

1 ......خازن، الطور، تحت الآیة: ۲۴، ۴/۱۸۸.

کیا اور ہمیں جہنم کی سخت گرم ہوا کے عذاب سے بچالیا بیشک ہم دنیا میں اخلاص کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے اور اسی سے جہنم کے عذاب سے پناہ مانگا کرتے تھے، بیشک وہی احسان فرمانے والا مہربان ہے کہ جب کوئی اس کی عبادت کرے تو اسے ثواب عطا فرماتا ہے اور جب کوئی اس سے دعا کرے تو وہ قبول فرماتا ہے۔[1]

آیت نمبر 27 میں جہنم کی جس گرم ہوا کے عذاب کا ذکر ہوا، اس کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اگر اللہ تعالیٰ دنیا والوں پر (انگلی کے) ایک پورے کی مقدار گرم ہوا کے عذاب کو کھول دے تو زمین اور اس پر موجود تمام چیزیں جل جائیں گی۔[2]

ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جہنم کی اس گرم ہوا سے پناہ طلب کیا کرے، اس سے متعلق دو واقعات ملاحظہ ہوں:

(1)......حضرت مسروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے ایک مرتبہ اس آیت ''**فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا وَ وَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ**'' کی تلاوت فرمائی تو (خوف کی وجہ سے یہ) دعا مانگی ''**اَللّٰھُمَّ مُنَّ عَلَیْنَا وَقِنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ، اِنَّکَ اَنْتَ الْبَرُّ الرَّحِیْمُ**'' اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، ہم پر احسان فرما اور ہمیں گرم ہوا کے عذاب سے بچالے، بے شک تو ہی احسان فرمانے والا مہربان ہے۔[3]

(2)......حضرت عباد بن حمزہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''میں حضرت اسماء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور وہ اس آیت ''**فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا وَ وَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ**'' کی تلاوت فرما رہی تھیں، یہ آیت تلاوت فرمانے کے بعد رک گئیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں (گرم ہوا کے عذاب سے) پناہ مانگنے لگیں اور دعا کرنے لگیں۔ اس دوران میں بازار کسی کام سے گیا اور جب اپنا کام پورا کرکے واپس لوٹا تو ابھی تک حضرت اسماء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا (گرم ہوا کے عذاب سے) پناہ مانگ رہی تھیں اور دعا کر رہی تھیں۔[4]

---

1 ......جلالین، الطور، تحت الآیة: ٢٥-٢٨، ص٤٣٦، مدارك، الطور، تحت الآیة: ٢٥-٢٨، ص١١٧٥، ملتقطاً.

2 ......در منثور، الطور، تحت الآیة: ٢٧، ٦٣٤/٧.

3 ......مصنف ابن ابی شیبه، کتاب صلاة التطوّع والامامة، فی الرجل یصلّی فیمرّ بآیة رحمة او آیة عذاب، ١١٥/٢، الحدیث: ٢.

4 ......مصنف ابن ابی شیبه، کتاب صلاة التطوّع والامامة، فی الرجل یصلّی فیمرّ بآیة رحمة او آیة عذاب، ١١٥/٢، الحدیث: ٣.

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس عذاب سے محفوظ رکھے اوراس سے پناہ مانگنے کی توفیق عطا فرمائے ،اٰمین ۔

سورۂ طور کی آیت نمبر 25 تا 27 سے حاصل ہونے والی معلومات

ان سے تین باتیں معلوم ہوئیں ،

(1)......جنتیوں کو اپنی دنیاوی مصروفیات یاد ہوں گی جن کا وہ تذکرہ کریں گے۔

(2)......اللہ تعالیٰ کا خوف تقویٰ کی جڑ ہے کہ نیک عمل کرنے کے باوجود بھی اس سے ڈرے۔

(3)......دنیا کا خوف آخرت کی بے خوفی کا ذریعہ ہے۔

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّ لَا مَجْنُوْنٍ ؕ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اے محبوب تم نصیحت فرماؤ کہ تم اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہو نہ مجنون۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اے محبوب! تم نصیحت فرماؤ تو تم اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہو،اور نہ ہی مجنون ۔

﴿فَذَكِّرْ: تو اے محبوب! تم نصیحت فرماؤ۔﴾ اس رکوع میں کفار کی طرف سے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کئے جانے والے اعتراضات اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے جوابات بیان ہوئے ہیں، ان جوابات کا اندازِ بیان دیکھ کر اللہ رَبُّ الْعِزَّت کی بارگاہ میں سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مقام و مرتبہ اور آپ کی شان ظاہر ہوتی ہے۔اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ لوگوں کو وعظ و نصیحت فرماتے رہیں اور کفارِ مکہ جو آپ کو کاہن اور مجنون کہتے ہیں اس وجہ سے آپ نصیحت کرنے سے باز نہ رہیں کیونکہ آپ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے فضل سے نہ غیب کی جھوٹی خبریں دینے والے ہیں اور نہ ہی دیوانے ہیں۔ [1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مُبَلِّغ کو نیکی کی دعوت دینے کے دوران اگر لوگوں کی طرف سے طعن و تشنیع کا سامنا ہو تو اس سے دلبر داشتہ ہو کر نیکی کی دعوت دینا چھوڑ نہیں دینا چاہئے ، بلکہ اسے صبر اور برداشت کا مظاہرہ کرتے ہوئے نیکی کی دعوت دیتے رہنا چاہئے۔

---

[1]......مدارك، الطور، تحت الآية: ٢٩، ص١١٧٥، جلالين، الطور، تحت الآية: ٢٩، ص٤٣٦، ملتقطاً.

اَمْ یَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَیْبَ الْمَنُوْنِ ﴿۳۰﴾ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِیْنَ ﴿۳۱﴾ ط

ترجمۂ کنزالایمان: یا کہتے ہیں یہ شاعر ہیں ہمیں ان پر حوادثِ زمانہ کا انتظار ہے۔ تم فرماؤ انتظار کئے جاؤ میں بھی تمہارے انتظار میں ہوں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ کافر کہتے ہیں: یہ شاعر ہیں، ہم ان پر گردشِ زمانہ کا انتظار کررہے ہیں۔ تم فرماؤ: تم انتظار کرتے رہو، پس بیشک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔

﴿ **اَمْ یَقُوْلُوْنَ: بلکہ کافر کہتے ہیں۔** ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ کفارِ مکہ آپ کی شان میں کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں اور ہم ان پر گردشِ زمانہ کا انتظار کررہے ہیں کہ جیسے ان سے پہلے شاعر مر گئے اور ان کے جتھے ٹوٹ گئے یہی حال ان کا ہونا ہے اور وہ کفار یہ بھی کہتے ہیں کہ جس طرح اِن کے والد کی موت جوانی میں ہوئی ہے ان کی بھی ایسی ہی ہوگی۔ تو اے پیارے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرمادیں: تم میرے انتقال کرنے کا انتظار کرتے رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے۔ چنانچہ یہ ہوا اور وہ کفار بدر میں قتل اور قید کے عذاب میں گرفتار کئے گئے۔[1]

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کفار کے اعتراضات اور اللہ تعالیٰ کے جوابات

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں اور مقامات پر بھی سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کافروں کے ایسے فضول اعتراضات کو دفع کرتے ہوئے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مجنون، کاہن اور شاعر ہونے کی نفی فرمائی ہے، چنانچہ جنون کی نفی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

مَاۤ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ [2] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہو۔

---

1 ......خازن، الطور، تحت الآية: ٣٠-٣١، ٤/١٨٨-١٨٩، ملخصاً.

2 ......قلم: ٢.

اور ارشاد فرمایا:

وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارے صاحب مجنون نہیں۔

شاعر اور کاہن ہونے کی نفی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ ۚۙ (۴۰) وَّ مَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِیْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۙ (۴۱) وَ لَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ؕ (۴۲) تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک یہ قرآن ایک کرم والے رسول سے باتیں ہیں۔ اور وہ کسی شاعر کی بات نہیں ہے۔ تم بہت کم یقین رکھتے ہو۔ اور نہ کسی کاہن کی بات ہے۔ تم بہت کم نصیحت مانتے ہو۔ یہ قرآن سارے جہانوں کے رب کی طرف سے اتارا ہوا ہے۔

اور ارشاد فرمایا ہے:

وَ مَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَ مَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے نبی کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن۔

اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَاۤ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۚ (۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اُن کی عقلیں انھیں یہی بتاتی ہیں یا وہ سرکش لوگ ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا ان کی عقلیں انہیں یہی حکم دیتی ہیں؟ بلکہ وہ سرکش لوگ ہیں۔

﴿ اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَاۤ: کیا ان کی عقلیں انہیں یہی حکم دیتی ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا ’’کیا ان مشرکین کی عقلیں انہیں حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی شان میں شاعر، جادوگر، کاہن اور مجنون کہنے کا حکم دیتی ہیں؟ ایسا کہنا بالکل عقل کے خلاف ہے اور ان کی سب سے عجیب بات تو یہ ہے کہ مجنون بھی کہتے ہیں اور شاعر، جادوگر اور کاہن بھی

1 ......تکویر: ۲۲۔ 2 ......حاقہ: ۴۰۔۴۳۔ 3 ......یس: ۶۹۔

اوراس کے ساتھ اپنے عقلمند ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں حالانکہ انہیں اتنا بھی شعور نہیں کہ کاہن، شاعر اور جادوگر بہرحال عقلمند ہوتے ہیں جبکہ مجنون تو بے عقل ہوتا ہے اور یہ اوصاف ایک شخص میں جمع ہو ہی نہیں سکتے۔ آخر میں ارشاد فرمایا کہ ان کی عقلیں انہیں ایسا کرنے کا حکم نہیں دیتیں بلکہ وہ سرکش لوگ ہیں کہ دشمنی اور عناد میں اندھے ہو رہے ہیں اور کفر و سرکشی میں حد سے گزر گئے ہیں۔[1]

اَمْ یَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾ فَلْیَاْتُوْا بِحَدِیْثٍ مِّثْلِهٖۤ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِیْنَ ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یا کہتے ہیں اُنھوں نے یہ قرآن بنالیا بلکہ وہ ایمان نہیں رکھتے۔ تو اس جیسی ایک بات تو لے آئیں اگر سچے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اس نبی نے یہ قرآن خود ہی بنالیا ہے بلکہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ اگر یہ سچے ہیں تو اس جیسی ایک بات تو لے آئیں۔

﴿اَمْ یَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ: بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اس نبی نے یہ قرآن خود ہی بنالیا ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا کفارِ مکہ یہ کہتے ہیں کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے اپنے دِل سے یہ قرآن بنالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسی بات نہیں جیسی یہ گمان کر رہے ہیں بلکہ حقیقتِ حال یہ ہے کہ کفار ایمان نہیں لاتے اور ان اعتراضات کا باطل ہونا جاننے کے باوجود دشمنی اور نفس کی خباثت کی وجہ سے ایسے اعتراض کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر حجت قائم کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اگر ان کے خیال میں قرآن جیسا کلام کوئی انسان بنا سکتا ہے اور یہ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو اس جیسی ایک بات تو بنا کر لے آئیں جو حسن و خوبی اور فصاحت و بلاغت

[1]......خازن، الطور، تحت الآیة: ۳۲، ۴/۱۸۹، مدارك، الطور، تحت الآیة: ۳۲، ص۱۱۷۵، جلالین مع صاوی، الطور، تحت الآیة: ۳۲، ۵/۲۰۴۰، ملتقطاً.

میں اس کے مثل ہو۔[1]

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَیْرِ شَیْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا وہ کسی اصل سے نہ بنائے گئے یا وہی بنانے والے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا وہ کسی شے کے بغیر ہی پیدا کر دیئے گئے ہیں یا وہ خود ہی (اپنے) خالق ہیں؟

﴿اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَیْرِ شَیْءٍ: کیا وہ کسی شے کے بغیر ہی پیدا کر دیئے گئے ہیں۔﴾ جب کفارِ مکہ نے سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جھٹلایا اور انہیں شاعر، کاہن اور مجنون کہنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ان چیزوں سے بَری ہونا بیان فرمایا، اب اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی تکذیب کے باطل ہونے اور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سچے ہونے پر دلائل ارشاد فرمائے اور سب سے پہلے اپنی ذات سے ابتدا فرمائی، گویا کہ ارشاد فرمایا اے کافرو! تم میرے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو توحید اور حشر ونشر کی بات میں کیسے جھٹلاتے ہو حالانکہ ان کی سچائی کی دلیل تو تمہاری اپنی ذات میں موجود ہے۔ تم غور کرو کہ کیا تم ماں باپ سے پیدا نہ ہوئے اور کیا تم بے جان اور بے عقل ہو کہ جن پر حجت قائم نہ کی جائے گی، ایسا تو ہرگز نہیں ہے۔ (یا) کیا تم نطفہ سے پیدا نہیں ہوئے اور کیا تمہیں خدا نے نہیں بنایا یا تم خود ہی اپنے خالق ہو کہ تم نے اپنے آپ کو خود ہی بنا لیا ہو، اور جب یہ بھی محال ہے تو لامحالہ تمہیں اس بات کا اقرار کرنا پڑے گا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، اور جب تم یہ اقرار بھی کرتے ہو تو پھر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے اور بتوں کو پوجتے ہو اور کیا وجہ ہے کہ تم مرنے کے بعد زندہ کئے جانے اور جزا و سزا کا انکار کرتے ہو۔[2]

اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا یُوْقِنُوْنَ ﴿۳۶﴾

---

1 ...... خازن، الطور، تحت الآية: ٣٣-٣٤، ٤/١٨٩، مدارك، الطور، تحت الآية: ٣٣-٣٤، ص١١٧٦، ملتقطاً.

2 ...... تفسير كبير، الطور، تحت الآية: ٣٥، ١٠/٢١٥-٢١٦، جلالين، الطور، تحت الآية: ٣٥، ص٤٣٦، قرطبى، الطور، تحت الآية: ٣٥، ٩/٥٥، الجزء السابع عشر، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: یا آسمان اور زمین اُنھوں نے پیدا کئے بلکہ اُنھیں یقین نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا آسمان اور زمین انہوں نے پیدا کئے ہیں؟ بلکہ وہ یقین نہیں رکھتے۔

﴿اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ: یا آسمان اور زمین انہوں نے پیدا کئے ہیں؟﴾ اس آیت میں ایک اور دلیل ارشاد فرمائی کہ کیا آسمان اور زمین ان مشرکین نے پیدا کئے ہیں؟ جب یہ بھی نہیں اور اللّٰہ تعالیٰ کے سوا آسمان وزمین پیدا کرنے کی کوئی قدرت ہی نہیں رکھتا تو کیوں یہ لوگ اس کی عبادت نہیں کرتے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ اللّٰہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت اور خالقیّت کا یقین نہیں کرتے، اگر انہیں اس بات کا یقین ہوتا تو ضرور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لاتے۔ (1)

اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَۜیْطِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یا اُن کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں یا وہ کرّوڑے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا ان کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں؟ یا وہ بڑے حاکم ہیں۔

﴿اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَبِّكَ: یا ان کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں؟﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، کیا اللّٰہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلانے والوں کے پاس آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ کے رزق اور اس کی رحمت وغیرہ کے خزانے ہیں کہ اس وجہ سے انہیں اختیار ہو کہ جہاں چاہیں خرچ کریں اور جسے چاہیں نبوت دیں اور جسے چاہیں نبوت سے محروم کر دیں یا وہ بڑے حاکم اور خود مختار ہیں کہ جو چاہے کریں اور کوئی انہیں پوچھنے والا نہ ہو، ایسا نہیں ہے۔ (2)

بلکہ کفار کا حال تو یہ ہے کہ اگر بالفرض وہ رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو خرچ ہو جانے کے

---

1 ......جلالین، الطور، تحت الآیۃ: ٣٦، ص٤٣٦، خازن، الطور، تحت الآیۃ: ٣٦، ١٨٩/٤، ملتقطاً.

2 ......جلالین مع جمل، الطور، تحت الآیۃ: ٣٧، ٣٠٧/٧، خازن، الطور، تحت الآیۃ: ٣٧، ١٨٩/٤، روح البیان، الطور، تحت الآیۃ: ٣٧، ٢٠٣/٩، ملتقطاً.

خوف سے کنجوسی کی وجہ سے انہیں روک لیتے ،جیسا کہ ایک اور مقام ارشاد فرمایا:

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآىِٕنَ رَحْمَةِ رَبِّیْۤ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْیَةَ الْاِنْفَاقِؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان:تم فرماؤ:اگر تم لوگ میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو خرچ ہوجانے کے ڈر سے تم انہیں روک رکھتے اور آدمی بڑا کنجوس ہے۔

اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ یَّسْتَمِعُوْنَ فِیْهِۚ-فَلْیَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍؕ(۳۸)

ترجمۂ کنزالایمان: یا ان کے پاس کوئی زینہ ہے جس میں چڑھ کر سن لیتے ہیں تو ان کا سننے والا کوئی روشن سند لائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس میں چڑھ کر وہ سن لیتے ہیں۔(اگر ایسا ہے) تو ان کے اس طرح سننے والے کو کوئی روشن دلیل لانی چاہیے۔

﴿اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ: یا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ یا ان مشرکین کے پاس کوئی سیڑھی ہے اور وہ آسمان کی طرف لگی ہوئی ہے جس پر چڑھ کر وہ فرشتوں کی باتیں سن لیتے ہیں اور انہیں معلوم ہوجاتا ہے کہ کون پہلے ہلاک ہوگا اور کس کی فتح ہوگی۔ اگر انہیں اس بات کا دعویٰ ہو تو ان کے اس طرح سننے والے کو کوئی روشن دلیل لانی چاہیے جیسا کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے اپنی صداقت پر دلیل پیش فرمائی ہے۔ (2)

اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَ لَكُمُ الْبَنُوْنَؕ(۳۹)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اس کو بیٹیاں اور تم کو بیٹے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا اللّٰہ کیلئے بیٹیاں اور تمہارے لئے بیٹے ہیں؟

---

1 ......بنی اسرائیل: ۱۰۰.

2 ......جلالین، الطور، تحت الآیة: ۳۸، ص۴۳٦، مدارك، الطور، تحت الآیة: ۳۸، ص۱۱۷٦، تفسیر طبری، الطور، تحت الآیة: ۳۸، ۱۱/۴۹٦، ملتقطاً.

﴿اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ: کیااللہ کیلئے بیٹیاں ہوں؟۔﴾ اس آیت میں کفار کی حماقت اور بے وقوفی کا بیان ہے کہ وہ اپنے لئے تو بیٹے پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف بیٹیوں کی نسبت کرتے ہیں حالانکہ بیٹیوں کو وہ خود اپنے لئے برا جانتے ہیں، جیسا کہ ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ان میں کسی کو اس چیز کی خوشخبری سنائی جائے جس کے ساتھ اس نے رحمٰن کو متصف کیا ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غم و غصے میں بھرا رہتا ہے۔

اَمْ تَسْــٴَـلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿٤٠﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: یا تم ان سے کچھ اجرت مانگتے ہو تو وہ چٹّی کے بوجھ میں دبے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا تم ان سے کچھ اجرت مانگتے ہو کہ (جس سے) وہ تاوان کے بوجھ میں دبے ہوئے ہیں۔

﴿اَمْ تَسْــٴَـلُهُمْ اَجْرًا: یا تم ان سے کچھ اجرت مانگتے ہو۔﴾ کفار نے شریعت کے اَحکام کو پسِ پُشت ڈالا اور اپنی عقل کے مطابق جو انہیں اچھا لگا اس کی پیروی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ تمہیں کس چیز نے شریعت کے احکام پسِ پُشت ڈالنے پر اور اِس رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پیروی چھوڑ دینے پر ابھارا، کیا رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دین کی تعلیم دینے پر تم سے کوئی اجرت مانگی ہے کہ اس کی وجہ سے تم تاوان کے بوجھ میں دبے ہوئے ہو اور اس بوجھ کی وجہ سے اسلام قبول نہیں کرتے، جب یہ بھی نہیں ہے تو پھر اسلام قبول نہ کرنے کا تمہارے پاس کیا عذر ہے۔ [2]

اس سے معلوم ہوا کہ دین کے احکام پر عمل نہ کرنا اور اپنی عقل کے مطابق جو اچھا لگے اسی کی پیروی کرنا کفار کا طریقہ ہے اور انتہائی افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ فی زمانہ ہمارے معاشرے میں کچھ ایسے لوگ بھی پائے جاتے

1 ......زخرف: ١٧.

2 ......تفسیر کبیر، الطور، تحت الآیۃ: ٤٠، ١٠/٢١٩، خازن، الطور، تحت الآیۃ: ٤٠، ٤/١٨٩، ملتقطاً.

ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ،اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرتے اور خود کو مسلمانوں میں شمار کرتے ہیں جبکہ ان کا حال یہ ہے کہ دین کے وہ اَحکام جو ان کی عقل کے ترازو پر پورے نہیں اترتے ،ان کا مذاق اُڑاتے ،انہیں انسانیّت کے برخلاف بتاتے اور قرآن وحدیث کی غلط تفسیر وتشریح کر کے اپنی طرف سے اَحکام گھڑتے اور اسے دینِ اسلام کی تعلیم بتاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے ،اور اپنی اس رَوِش کو ترک کر کے اس طریقے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بتایا ہے، اٰمین۔

اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿٤١﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یا اُن کے پاس غیب ہیں جس سے وہ حکم لگاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا ان کے پاس غیب ہے کہ وہ (اس کے ذریعے) فیصلہ لکھتے ہیں۔

﴿اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ: یا ان کے پاس غیب ہے۔﴾ یعنی شریعت کے احکام پسِ پُشت ڈالنے والے مشرکین کے پاس کیا غیب کا علم ہے جس کی وجہ سے وہ یہ حکم لگاتے ہیں کہ مرنے کے بعد نہیں اٹھیں گے اور اٹھے بھی تو انہیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔ جب یہ بات بھی نہیں ہے تو وہ کیوں اسلام قبول نہیں کرتے۔

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس جو کچھ اَسرار، اَحکام اور کثیر خبروں کا علمِ غیب ہے وہ وحی کے ذریعے انہیں حاصل ہوا ہے۔''(1)

اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ؕ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ﴿٤٢﴾ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٤٣﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یا کسی داؤں کے ارادہ میں ہیں تو کافروں پر ہی داؤں پڑنا ہے۔ یا اللہ کے سوا ان کا کوئی اور خدا

(1) ......تفسير كبير، الطور، تحت الآية: ٤١، ١٠/٢٢١، مدارك، الطور، تحت الآية: ٤١، ص١١٧٦، ملتقطاً.

ہے اللّٰہ کو پاکی ان کے شرک سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا وہ کسی فریب کا ارادہ کررہے ہیں تو کافر خود ہی (اپنے) فریب کا شکار ہونے والے ہیں۔ یا اللّٰہ کے سوا ان کا کوئی اور خدا ہے؟ اللّٰہ ان کے شرک سے پاک ہے۔

﴿اَمْ یُرِیْدُوْنَ كَیْدًا: یا وہ کسی فریب کا ارادہ کررہے ہیں۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ مشرکین زبانی طور پر ہی آپ کی مخالفت نہیں کرتے بلکہ وہ کسی فریب کا ارادہ کررہے ہیں اور دارُ النَّدْ وَہ میں جمع ہو کر اللّٰہ تعالیٰ کے حبیب نبی، ہادیٔ برحق صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نقصان پہنچانے اور قتل کرنے کے مشورے کررہے ہیں تو کافر خود ہی اپنے فریب کا شکار ہونے والے ہیں اور ان کی دھوکہ دہی اور فریب کا وبال اُنہیں پر پڑے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مشرکین کے فریب سے محفوظ رکھا اور بدر میں مشرکین کو ہلاک کردیا۔[1]

﴿اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ: یا اللّٰہ کے سوا ان کا کوئی اور خدا ہے؟﴾ یعنی کیا اللّٰہ تعالیٰ کے علاوہ مشرکین کا کوئی اور خدا ہے جو انہیں روزی دیتا ہو اور انہیں اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکتا ہو حالانکہ اللّٰہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود ہی نہیں ہے اور اللّٰہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک ہے۔[2]

وَ اِنْ یَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا یَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر آسمان سے کوئی ٹکڑا گرتا دیکھیں تو کہیں گے تہ بہ تہ بادل ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر وہ آسمان سے کوئی ٹکڑا گرتا ہوا دیکھیں گے تو کہیں گے کہ یہ تہہ در تہہ بادل ہے۔

﴿وَ اِنْ یَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا: اور اگر وہ آسمان سے کوئی ٹکڑا گرتا ہوا دیکھیں گے۔﴾ کفارِ مکہ نے تاجدارِ رسالت سے مطالبہ کیا تھا کہ

---

1 ......روح البيان، الطور، تحت الآية: ٤٢، ٩/٢٠٤، جلالين، الطور، تحت الآية: ٤٢، ص٤٣٧، ملتقطاً.

2 ......خازن، الطور، تحت الآية: ٤٣، ٤/١٨٩، مدارك، الطور، تحت الآية: ٤٣، ص١١٧٦، ملتقطاً.

اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا[1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یاتم ہم پرآسمان ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرادو جیسا تم نے کہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کے اس مطالبے کے جواب میں فرماتا ہے کہ ان کا کفر اور عناد اس حد پر پہنچ گیا ہے کہ اگر ان پر ایسا ہی کیا جائے کہ آسمان کا کوئی ٹکڑا گرادیا جائے اور یہ لوگ آسمان سے اُسے گرتے ہوئے دیکھ بھی لیں تو بھی اپنے کفر سے باز نہیں آئیں گے اور عناد کی وجہ سے یہی کہیں گے کہ یہ تو تہہ در تہہ بادل ہے اور ہم اس سے سیراب ہوں گے۔[2]

اس کی نظیر یہ آیتِ مبارکہ ہے:

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ﴿۱۴﴾ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم ان کے لیے آسمان میں کوئی دروازہ کھول دیتے تاکہ دن کے وقت اس میں چڑھ جاتے۔ جب بھی وہ یہی کہتے کہ ہماری نگاہوں کو بند کر دیا گیا ہے بلکہ ہم ایسی قوم ہیں جن پر جادو کیا ہوا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی کے نصیب میں ایمان نہ ہو تو بڑا معجزہ دیکھ کر بھی اسے ہدایت نہیں مل سکتی۔

فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ﴿۴۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو تم انھیں چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے ملیں جس میں بے ہوش ہوں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو تم انہیں چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے ملیں جس میں بیہوش کر دیئے جائیں گے۔

﴿فَذَرْهُمْ: تو تم انہیں چھوڑ دو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جب یہ مشرکین عناد میں اس حد تک پہنچ چکے ہیں اور یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ وہ اپنے کفر سے نہیں پھریں گے تو آپ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں اور ان کی طرف توجہ نہ فرمائیں یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے ملیں جس میں بے ہوش کر دیئے جائیں گے۔ اس دن

---

1 ......بنی اسرائیل: ۹۲.

2 ......خازن، الطور، تحت الآیة: ٤٤، ٤/١٨٩-١٩٠.

3 ......حجر: ١٤، ١٥.

سے مراد پہلی بار صور پھونکے جانے کا دن ہے اور بعض مفسرین نے اس سے موت کا دن بھی مراد لیا ہے۔[1]

يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن اُن کا داؤں کچھ کام نہ دے گا اور نہ اُن کی مدد ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن ان کا کوئی فریب انہیں کچھ کام نہ دے گا اور نہ ان کی مدد ہوگی۔

﴿يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا: جس دن ان کا کوئی فریب انہیں کچھ کام نہ دے گا۔﴾ یعنی مشرکین کو بے ہوش کر دیئے جانے کا دن وہ ہے جس دن ان کا کوئی فریب انہیں کچھ کام نہ دے گا بلکہ اُلٹا انہیں نقصان پہنچائے گا اور نہ ان سے عذاب دور کر دینے میں کسی کی طرف سے ان کی مدد ہوگی۔[2]

یاد رہے کہ کافروں کو ان کے فریب تو کچھ کام نہ دیں گے جبکہ دنیا میں ایمان قبول کرنے والوں کو قیامت کے دن ان کا ایمان لانا ضرور کام آئے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے فرمایا: یہ (قیامت) وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کا سچ نفع دے گا ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾

---

1 ......جلالين مع صاوى، الطور، تحت الآية: ٤٥، ٦/٢٠٤٣، مدارك، الطور، تحت الآية: ٤٥، ص١١٧٧، ملتقطاً.

2 ......تفسير طبرى، الطور، تحت الآية: ٤٦، ١١/٤٩٨، روح البيان، الطور، تحت الآية: ٤٦، ٩/٢٠٥، ملتقطاً.

3 ......مائده: ١١٩.

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ظالموں کے لیے اس سے پہلے ایک عذاب ہے مگر ان میں اکثر کو خبر نہیں ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ظالموں کے لیے اس سے پہلے ایک عذاب ہے مگران میں اکثر لوگ جانتے نہیں ۔

﴿ وَ اِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ: اور بیشک ظالموں کے لیے اس سے پہلے ایک عذاب ہے۔ ﴾ ارشاد فرمایا کہ اِن کافروں کے لئے اُن کے کفر کی وجہ سے آخرت کے عذاب سے پہلے دنیا میں بھی ایک عذاب ہے مگر ان میں اکثر لوگ (غفلت اور جہالت کی وجہ سے) اپنے انجام کو جانتے نہیں اور نہ انہیں یہ معلوم ہے کہ وہ عذاب میں مبتلا ہونے والے ہیں ۔آخرت سے پہلے والے عذاب سے مراد یا تو بدر میں قتل ہونا ہے یا بھوک وقحط کی سات سالہ مصیبت یا عذابِ قبر مراد ہے۔ (1)

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’اس آیت سے عذابِ قبر (کا حق ہونا) ثابت ہوتا ہے، اللہ تعالٰی بندے کو اس کی قبر میں زندگی عطا فرمائے گا اور اسے ویسی ہی عقل عطا فرمائے گا جیسی دنیا میں اسے ملی تھی تا کہ وہ خود سے کئے گئے سوالات اور اس کی طرف سے دیئے گئے جوابات کو سمجھ سکے اور اللہ تعالٰی نے اس کے لئے جو انعامات یا عذابات تیار کئے ہیں ان کا فہم اسے حاصل ہو۔ (2)

وَ اصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْیُنِنَا وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ﴿۴۸﴾ وَ مِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿۴۹﴾

ع ۲

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب تم اپنے رب کے حکم پر ٹھہرے رہو کہ بیشک تم ہماری نگہداشت میں ہو اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو جب تم کھڑے ہو۔ اور کچھ رات میں اس کی پاکی بولو اور تاروں کے پیٹھ دیتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے محبوب! تم اپنے رب کے حکم پر ٹھہرے رہو کہ بیشک تم ہماری نگاہوں (حفاظت) میں ہو اور

---

1 ......خازن، الطور، تحت الآیۃ: ٤٧، ١٩٠/٤.

2 ......روح البیان، الطور، تحت الآیۃ: ٤٧، ٢٠٥/٩.

اپنے قیام کے وقت اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرو۔ اور رات کے کچھ حصے میں اس کی پاکی بیان کرو اور تاروں کے جانے کے بعد۔

﴿وَ اصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ: اور اے محبوب! تم اپنے رب کے حکم پر ٹھہرے رہو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو حکم دیا ہے آپ اس پر قائم رہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کرتے اور ممنوعات سے رکے رہیں اور اللہ تعالیٰ کے پیغامات پہنچاتے رہیں اور جو مہلت ان مشرکین کو دی گئی ہے اس پر دِل تنگ نہ ہوں بیشک آپ ہماری حفاظت میں ہیں وہ آپ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ (1)

﴿وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِیْنَ تَقُوْمُ: اور اپنے قیام کے وقت اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرو۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ نماز کے لئے اپنے قیام کے وقت اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرو۔ اس صورت میں حمد سے تکبیرِ اُولیٰ کے بعد سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ پڑھنا مراد ہے۔

دوسرا معنی یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ جب سو کر اٹھیں تو اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کیا کریں۔

تیسرا معنی یہ ہے کہ ہر مجلس سے اٹھتے وقت حمد اور تسبیح کیا کریں۔ (2)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا اور اس نے مجلس میں بہت سی لَغْو باتیں کیں تو اٹھنے سے پہلے یہ کلام کہے، اس کی لَغْو باتوں کی مغفرت ہو جائے گی، ’’سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْکَ‘‘ یعنی اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، تیری پاکی اور حمد بیان کرتے ہوئے میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں، میں تم سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔ (3)

---

1 ......تفسیر طبری، الطور، تحت الآیة: ۴۸، ۱۱/۵۰۰، جلالین، الطور، تحت الآیة: ۴۸، ص۴۳۷، ملتقطاً.

2 ......مدارك، الطور، تحت الآیة: ۴۸، ص۱۱۷۷.

3 ......ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما یقول اذا قام من مجلسه، ۵/۲۷۳، الحدیث: ۳۴۴۴.

حضرت عاصم بن حمید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے سوال کیا کہ سیّدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کس طرح اپنی رات کی نماز شروع فرماتے تھے، آپ نے جواب دیا: تم نے مجھ سے وہ بات پوچھی ہے جو تم سے پہلے کسی اور نے نہیں پوچھی، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو دس مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے، دس مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہتے، دس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہ کہتے، دس مرتبہ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ کہتے، دس مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ کہتے، پھر یوں دعا مانگتے ”اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَ اھْدِنِیْ وَ ارْزُقْنِیْ وَ عَافِنِیْ“ یعنی اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ مجھے بخش دے اور مجھے ہدایت عطا فرما اور مجھے رزق دے اور مجھے عافیت دے۔ پھر آپ قیامت کے دن جگہ کی تنگی سے پناہ مانگا کرتے تھے۔[1]

﴿وَ مِنَ الَّیْلِ: اور رات کے کچھ حصے میں۔﴾ یعنی رات کے کچھ حصے میں اور تاروں کے چھپ جانے کے بعد اللّٰہ تعالٰی کی تسبیح اور حمد بیان کرو۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ ان آیات میں تسبیح سے مراد نماز ہے۔[2]

---

1 ......ابو داؤد، کتاب الصلاۃ، باب ما یستفتح به الصلاۃ من الدعاء، ١/٢٩٧، الحدیث: ٧٦٦.

2 ......مدارك، الطور، تحت الآیة: ٤٩، ص١١٧٧.

سُوْرَةُ النَّجْم

سورۂ نجم مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

اس سورت میں **3** رکوع، **62** آیتیں، **360** کلمے، اور **1405** حروف ہیں۔[2]

عربی میں ستارے کو نَجم کہتے ہیں نیز یہ ایک مخصوص ستارے کا نام بھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی پہلی آیت میں ''نَجْم'' کی قسم ارشاد فرمائی اسی مناسبت سے اس کا نام ''سورۂ نجم'' رکھا گیا۔

(1)......حضرت **عبداللہ** بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ سجدہ والی سورتوں میں سب سے پہلے ''سورۂ نجم'' نازل ہوئی، اس کی تلاوت کر کے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے سجدہ کیا اور جتنے لوگ بھی آپ کے پیچھے تھے (مسلمان یا کافر) ان میں سے ایک کے علاوہ سب نے سجدہ کیا، میں نے اس (سجدہ نہ کرنے والے) کو دیکھا کہ اس نے اپنے ہاتھ میں مٹی لے کر اس پر سجدہ کر لیا اور اس (دن) کے بعد میں نے اسے دیکھا کہ وہ کفر کی حالت میں قتل ہوا پڑا تھا اور وہ امیہ بن خلف تھا۔[3]

(2)......علامہ محمود آلوسی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ علامہ احمد بن موسیٰ المعروف ابن مَرْدَوَیہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔ حضرت **عبداللہ** بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''سورۂ نجم، یہ وہ پہلی سورت ہے جس کا رسولِ

1......خازن، تفسير سورة النجم، ٤/١٩٠.

2......خازن، تفسير سورة النجم، ٤/١٩٠.

3......بخارى، كتاب التفسير، سورة النجم، باب فاسجدوا لله واعبدوا، ٣/٣٣٨، الحديث: ٤٨٦٣.

کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اعلان فرمایا اور حرم شریف میں مشرکین کے سامنے پڑھی۔[1]

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیّت ، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت اور قیامت کے دن مخلوق کو دوبارہ زندہ کئے جانے کے بارے میں بیان کیا گیا ہے، نیز اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں۔

(1)......اس سورت کی ابتداء میں اللّٰہ تعالیٰ نے قَسم ارشاد فرما کر اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت و شان بیان فرمائی۔

(2)......واقعۂ معراج کا کچھ حصہ بیان کیا گیا اور معراج کو جھٹلانے والے مشرکین کا رد فرمایا گیا۔

(3)......ان بتوں کا ذکر کیا گیا جن کی مشرکین پوجا کرتے تھے اور ان کے معبود ہونے کو اور ان کی شفاعت سے متعلق کفار کے نظریے کا رد کیا گیا، نیز جو کفار فرشتوں کے نام عورتوں جیسے رکھتے تھے ان کا رد اور کفار کے علم کی حد بیان فرمائی گئی۔

(4)......کبیرہ گناہوں سے بچنے والوں کی جزاء بیان کی گئی اور ریاکاری کی مذمت فرمائی گئی۔

(5)......اسلام قبول کر کے اس سے مُنْحَرِف ہونے والے ایک کافر کی مذمت فرمائی گئی اور اس کے بعد اللّٰہ تعالیٰ نے وہ مضمون بیان فرمایا جو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی کتاب اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے صحیفوں میں ذکر فرمایا گیا تھا کہ کوئی دوسرے کے گناہ پر پکڑا نہیں جائے گا اور آدمی اپنی ہی نیکیوں سے فائدہ پاتا ہے۔

(6)......قیامت کے دن اعمال دیکھے جانے اور ان کے مطابق جزا ملنے کا ذکر کیا گیا اور یہ بیان فرمایا گیا کہ اللّٰہ تعالیٰ ہی زندگی اور موت دیتا ہے اور وہی مرنے کے بعد لوگوں کو زندہ کرے گا۔

(7)......اس سورت کے آخر میں قومِ عاد، قومِ ثمود، حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم اور حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر آنے والے عذابات کا ذکر کیا گیا تاکہ ان کا انجام سن کر کفارِ مکہ عبرت حاصل کریں اور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جھٹلانے سے باز آجائیں۔

[1]......روح المعانی، سورة والنجم، ١٤/٦٣.

سورۂ نجم کی اپنے سے ماقبل سورت ''طور'' کے ساتھ ایک مناسبت یہ ہے کہ سورۂ طور کے آخر میں ستاروں کا ذکر ہوا اور سورۂ نجم کی ابتداء میں بھی ستارے کا ذکر ہوا۔ دوسری مناسبت یہ ہے کہ سورۂ طور میں کفار کا یہ اعتراض ذکر کیا گیا کہ قرآنِ مجید نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی طرف سے بنالیا ہے، اور سورۂ نجم کی ابتداء میں کفار کے اس اعتراض کا رد کیا گیا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

وَ النَّجۡمِ اِذَا هَوٰی ۙ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اُترے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تارے کی قسم، جب وہ اترے۔

﴿وَ النَّجۡمِ: تارے کی قسم۔﴾ اس آیت میں نَجم سے کیا مراد ہے اس بارے میں مفسرین کے بہت سے قول ہیں اور ان اَقوال کے اعتبار سے آیت کے معنی بھی مختلف ہیں۔

پہلا قول: اس سے مراد ''ثُرَیّا'' ہے، اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ ثریا تارے کی قسم! جب وہ فجر کے وقت غروب ہو۔ یاد رہے کہ اگرچہ ثریا کئی تارے ہیں لیکن ان پر نَجم کا اِطلاق عرب والوں کی عادت ہے۔

دوسرا قول: نجم سے نجوم کی جنس یعنی تمام تارے مراد ہیں۔ اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ

آسمان کے تمام تاروں کی قسم! جب وہ غروب ہوں۔

تیسرا قول: اس سے وہ نباتات مراد ہیں جو تنا نہیں رکھتیں بلکہ زمین پر پھیلتی ہیں۔اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ زمین پر پھیلے ہوئے بیل بوٹوں کی قسم! جب وہ جنبش کریں۔

چوتھا قول: نجم سے مراد قرآنِ پاک ہے۔اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ قرآن کی قسم! جب وہ رفتہ رفتہ نازل ہو۔

پانچواں قول: نجم سے مراد تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذات مبارکہ ہے،اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ (اس پیارے چمکتے) تارے محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قسم! جب وہ معراج کی رات آسمانوں سے اترے۔[1]

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۚ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمہارے صاحب نہ بہکے اور نہ ٹیڑھا راستہ چلے۔

﴿مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ: تمہارے صاحب نہ بہکے۔﴾ اس آیت میں ''صَاحِبُ'' سے مراد نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں اور ''نہ بہکنے'' کے معنی یہ ہیں کہ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کبھی حق اور ہدایت کے راستے سے عدول نہیں کیا اور ہمیشہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی توحید پر اور عبادت کرنے میں رہے،آپ کے دامنِ عِصْمَت پر کبھی کسی مکروہ کام کی گرد نہ آئی اور ''ٹیڑھا راستہ نہ چلنے'' سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہمیشہ رُشد و ہدایت کی اعلیٰ منزل پر فائز رہے،فاسد عقائد کا شائبہ بھی کبھی آپ کی مبارک زندگی تک نہ پہنچ سکا۔[2]

یہاں ایک نکتہ قابلِ ذکر ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے صَفِی حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں قرآنِ

1 ......خازن، النجم، تحت الآية: ١، ٤/١٩٠، قرطبي، النجم، تحت الآية: ١، ٩/٦٢، الجزء السابع عشر، ملتقطاً.
2 ......ابو سعود، النجم، تحت الآية: ٢، ٥/٦٤١.

پاک میں ارشاد فرمایا:

وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مقصد چاہا تھا وہ نہ پایا۔

اور اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان میں ارشاد فرمایا:

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَ مَا غَوٰى

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمہارے صاحب نہ بہکے اور نہ ٹیڑھا راستہ چلے۔

اس سے معلوم ہوا کہ **اللّٰہ تعالٰی کی بارگاہ میں تاجدارِ رسالت** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ **کا مقام** حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے **بلند** ہے۔

حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے نامِ اقدس کے ساتھ لفظ ''صاحب'' ملانے کا شرعی حکم

یہاں ایک شرعی مسئلہ یاد رہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پر اطلاقِ صاحب خود قرآنِ عظیم میں وارد "وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۙ﴿۱﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَ مَا غَوٰى" مگر نامِ اقدس کے ساتھ اس طور پر لفظ ''صاحب'' کا ملانا (جیسے محمد صاحب کہنا) یہ آریوں اور پادریوں کا شِعار رہے، وہ اسے معروف تعظیم میں لاتے ہیں جو زید و عمر کے لئے رائج ہے کہ شیخ صاحب، مرزا صاحب، پادری صاحب، پنڈت صاحب، لہٰذا اس سے احتراز چاہئے، ہاں یوں کہا جائے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہمارے صاحب ہیں، آقا ہیں، مالک ہیں، مولیٰ ہیں۔[2]

وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ؕ﴿۳﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى ۙ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں مگر وحی جو اُنہیں کی جاتی ہے۔

1 ...... طٰہٰ: ۱۲۱.

2 ...... فتاوی رضویہ، کتاب السیر، ۱۴/ ۶۱۴۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ کوئی بات خواہش سے نہیں کہتے۔ وہ وحی ہی ہوتی ہے جو انہیں کی جاتی ہے۔

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى: اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کہتے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار کہتے تھے: قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں بلکہ محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) نے اسے اپنی طرف سے بنا لیا ہے، اس کا رد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جو کلام تمہارے پاس لے کر آئے ہیں اس کی کوئی بات وہ اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ اس قرآن کی ہر بات وہ وحی ہی ہوتی ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے ذریعے کی جاتی ہے۔[1]

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ﴿٥﴾ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ﴿٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: انھیں سکھایا سخت قوتوں والے طاقتور نے پھر اس جلوہ نے قصد فرمایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انہیں سخت قوتوں والے، طاقت والے نے سکھایا، پھر اس نے قصد فرمایا۔

﴿عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى: انہیں سخت قوتوں والے نے سکھایا۔﴾ یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف وحی فرمائی وہ انہیں سخت قوتوں والے، طاقت والے نے سکھایا۔ بعض مفسرین نے یہ فرمایا ہے کہ سخت قوتوں والے، طاقتور سے مراد حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام ہیں اور سکھانے سے مراد اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے سکھانا یعنی اللہ تعالیٰ کی وحی کو حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مبارک قلب تک پہنچانا ہے۔

حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کی شدت اور قوت کا عالم

حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کی شدت اور قوت کا یہ عالَم تھا کہ انہوں نے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کی بستیوں کو زمین کی جڑ سے اکھاڑ کر اپنے پروں پر رکھ لیا اور آسمان کی طرف اتنا بلند کر دیا کہ ان لوگوں کے مرغوں کی بانگ اور کتوں کے بھونکنے کی آواز فرشتوں نے سنی، پھر ان بستیوں کو پلٹ کر پھینک دیا۔ ان کی طاقت کا یہ حال تھا کہ ارضِ مقدَّسہ کی گھاٹی میں ابلیس کو حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کلام کرتے دیکھا تو انہوں نے اپنے پر سے پھونک

---

1 ......خازن، النجم، تحت الآية: ٣-٤، ١٩١/٤، جلالين، النجم، تحت الآية: ٣-٤، ص٤٣٧، ملتقطاً.

مار کر ابلیس کو ہند کی سرزمین کے دور دراز پہاڑ پر پھینک دیا۔ان کی شدّت کی یہ کیفیّت تھی کہ قومِ ثمود اپنی کثیر تعداد اور بھرپور قوت کا مالک ہونے کے باوجود حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کی ایک ہی چیخ سے ہلاک ہوگئی۔ان کی طاقت کا یہ حال تھا کہ پلک جھکنے میں آسمان سے زمین پر نازل ہوتے اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تک وحی پہنچا کر دوبارہ آسمان پر پہنچ جاتے۔

حضرت حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ ”شَدِیْدُ الْقُوٰی“ سے مراد اللہ تعالیٰ ہے اور اُس نے اپنی قدرت کے اظہار کے لئے اپنی ذات کو اس وصف کے ساتھ ذکر فرمایا۔اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہیں کہ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اللہ تعالیٰ نے کسی واسطہ کے بغیر تعلیم فرمائی۔[1]

﴿**فَاسْتَوٰی: پھر اس نے قصد فرمایا۔**﴾ عام مفسرین نے ”فَاسْتَوٰی“ کا فاعل بھی حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو قرار دیا ہے اور اس کے یہ معنی مراد لئے ہیں کہ حضرت جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام اپنی اصلی صورت پر قائم ہوئے ،اور اصلی صورت پر قائم ہونے کا سبب یہ ہے کہ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت جبریل کو اُن کی اصلی صورت میں ملاحظہ فرمانے کی خواہش ظاہر فرمائی تو حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام مشرق کی جانب میں حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سامنے نمودار ہوئے اور ان کے وجود سے مشرق سے مغرب تک کا علاقہ بھر گیا۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سوا کسی انسان نے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو اُن کی اصلی صورت میں نہیں دیکھا۔[2]

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو دیکھنا تو صحیح ہے اور حدیث سے ثابت ہے لیکن یہ حدیث میں نہیں ہے کہ اس آیت میں حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو دیکھنا مراد ہے بلکہ ظاہری طور پر تفسیر یہ ہے کہ ”فَاسْتَوٰی“ سے مراد سرورِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا بلند جگہ اور اعلیٰ مقام میں اِسْتَوٰی فرمانا ہے۔[3]

تفسیر روح البیان میں ہے کہ حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اُفُقِ اعلیٰ یعنی آسمانوں کے اوپر اِسْتَوٰی فرمایا اور حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام سِدْرَۃُ الْمُنْتَہٰی پر رک گئے اس سے آگے نہ بڑھ سکے اور عرض کی کہ اگر میں ذرا بھی آگے

---

1 ......روح البیان، النجم، تحت الآیۃ: ٥، ٩ /٢١٤، ٢١٨، قرطبی، النجم، تحت الآیۃ: ٦، ٩ /٦٤، الجزء السابع عشر، ملتقطاً.

2 ......ابو سعود، النجم، تحت الآیۃ: ٦، ٥/٦٤٢.

3 ......تفسیر کبیر، النجم، تحت الآیۃ: ٧، ١٠/٢٣٨-٢٣٩.

بڑھوں گا تو اللہ تعالیٰ کی تَجَلِّیات مجھے جلا ڈالیں گی، پھر حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ آگے بڑھ گئے اور عرش کے اوپر سے بھی گزر گئے۔ (1)

حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قول یہ ہے کہ اس آیت میں اِسْتَوٰی فرمانے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ (2) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے ترجمے سے بھی اسی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ یہاں اِسْتَوٰی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔

وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰىؕ(۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ آسمانِ بریں کے سب سے بلند کنارہ پر تھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس حال میں کہ وہ آسمان کے سب سے بلند کنارہ پر تھے۔

﴿وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى: اس حال میں کہ وہ آسمان کے سب سے بلند کنارہ پر تھے۔﴾ یہاں بھی عام مفسرین اسی طرف گئے ہیں کہ یہ حال جبریلِ امین عَلَیْہِ السَّلَام کا ہے لیکن امام رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ حال تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ہے کہ آپ اُفُقِ اعلیٰ یعنی آسمانوں کے اوپر تھے، اور (اس کی دلیل یہ ہے کہ) جس طرح کہنے والا کہتا ہے کہ میں نے چھت پر چاند دیکھا یا پہاڑ پر چاند دیکھا، تو اس بات کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ چاند چھت پر یا پہاڑ پر تھا بلکہ یہی معنی ہوتے ہیں کہ دیکھنے والا چھت یا پہاڑ پر تھا، اسی طرح یہاں بھی مراد یہ ہے کہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ آسمانوں کے اوپر پہنچے تو اللہ تعالیٰ کی تجلی آپ کی طرف متوجہ ہوئی۔ (3)

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰىۙ(۸) فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰىۚ(۹)

---

1 ......روح البیان، النجم، تحت الآیة: ٦، ٢١٧/٩.

2 ......تفسیر قرطبی، النجم، تحت الآیة: ٦، ٦٥/٩، الجزء السابع عشر.

3 ......تفسیر کبیر، النجم، تحت الآیة: ٧، ٢٣٨/١٠.

ترجمۂ کنزالایمان: پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا۔ تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر وہ جلوہ قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہوگیا۔ تو دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔

﴿**ثُمَّ دَنَا : پھر وہ قریب ہوا۔**﴾ کون کس کے قریب ہوا اس کے بارے میں مفسرین کے کئی قول ہیں۔

(1)......اس سے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کا نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے قریب ہونا مراد ہے۔ اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہے کہ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام اپنی اصلی صورت دکھا دینے کے بعد حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قرب میں حاضر ہوئے پھر اور زیادہ قریب ہوئے۔

(2)......اس سے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا **اللّٰہ** تعالیٰ کے قرب سے مُشرَّف ہونا مراد ہے اور آیت میں قریب ہونے سے حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا اوپر چڑھنا اور ملاقات کرنا مراد ہے اور اتر آنے سے نازل ہونا، لوٹ آنا مراد ہے۔ اس قول کے مطابق آیت کا حاصلِ معنی یہ ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ **اللّٰہ** تعالیٰ کے قرب میں باریاب ہوئے پھر وصال کی نعمتوں سے فیض یاب ہو کر مخلوق کی طرف متوجہ ہوئے۔

(3)......حضرت **عبداللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ **اللّٰہ** تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اپنے قرب کی نعمت سے نوازا۔ اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہے کہ **اللّٰہ رَبُّ الْعِزَّت** اپنے لطف و رحمت کے ساتھ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے قریب ہوا اور اس قرب میں زیادتی فرمائی۔

یہ تیسرا قول صحیح تر ہے اس کی تائید صحیح بخاری کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اور **جَبَّارُ رَبُّ الْعِزَّت** قریب ہوا۔''[1]

(4)......اس آیت کا معنی یہ ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بارگاہِ رَبُوبِیَّت میں مُقَرَّب ہو کر سجدۂ طاعت ادا کیا۔[2]

---

1 ......بخاری، کتاب التوحید، باب قوله تعالی: وکلّم اللّٰه موسی تکلیماً، ٥٨٠/٤، الحدیث: ٧٥١٧.

2 ......تفسیر کبیر، النجم، تحت الآیة: ٨، ٢٣٩/١٠، قرطبی، النجم، تحت الآیة: ٨، ٦٦/٩، الجزء السابع عشر، روح البیان، النجم، تحت الآیة: ١٢، ٢١٨/٩-٢١٩، ملتقطاً.

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اپنے مشہور کلام ''قصیدۂ معراجیہ'' میں اسی آیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کیا خوب فرماتے ہیں:

تنزّلوں میں ترقی افزا دَنٰـی تَـدَلّٰـی کے سلسلے تھے
پر اِن کا بڑھنا تو نام کو تھا حقیقۃً فعل تھا اُدھر کا

دَنٰی کی گودی میں ان کو لے کر فنا کے لنگر اٹھا دیے تھے
ہوا یہ آخر کہ ایک بجرا تَمَوُّجِ بحرِ ھو میں اُبھرا

وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی نہ کہہ کہ وہ بھی نہ تھے ارے تھے
اٹھے جو قصرِ دنٰی کے پردے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے

﴿ فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰى: تو دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔﴾ اس آیت میں مذکور لفظِ ''قَوْسَیْنِ'' کا ایک معنی ہے دو ہاتھ (یعنی دو شرعی گز) اور ایک معنی ہے دو کمانیں۔ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ حضرت جبریل اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے درمیان اتنا قرب ہوا کہ دو ہاتھ یا دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جلوے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے درمیان اتنی نزدیکی ہوئی کہ دو ہاتھ یا دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔[1]

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''فاصلے کی یہ مقدار بتانے میں انتہائی قرب کی طرف اشارہ ہے کہ قرب اپنے کمال کو پہنچا اور باادب اَحباب میں جو نزدیکی تصوُّر کی جاسکتی ہے وہ اپنی انتہاء کو پہنچی۔ مزید فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اس قدر قُربت سے معلوم ہوا کہ جو تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں مقبول ہے وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی مقبول ہے اور جو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ سے مَرْدُود ہے وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے بھی مردود ہے۔[2]

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اسی نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کیا خوب فرماتے ہیں،

وہ کہ اس دَر کا ہوا خلقِ خدا اُس کی ہوئی
وہ کہ اُس در کا ہوا اللہ اس سے پھر گیا

فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰىؕ(۱۰)

1 ......تفسیر قرطبی، النجم، تحت الآیة: ٩، ٩/٦٦، ٦٨، الجزء السابع عشر.
2 ......روح البیان، النجم، تحت الآیة: ١٢، ٩/٢١٩.

ترجمۂ کنزالایمان: اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر اس نے اپنے بندے کو وحی فرمائی جو اس نے وحی فرمائی۔

﴿ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى: پھر اس نے اپنے بندے کو وحی فرمائی جو اس نے وحی فرمائی۔﴾ بعض مفسرین نے اس آیت کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ **اللہ تعالیٰ** نے اپنے بندے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وہ وحی فرمائی جو حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تک پہنچائی اور اکثر مفسرین کے نزدیک اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ **اللہ تعالیٰ** نے اپنے خاص بندے حضرت محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو وحی فرمائی جو اس نے وحی فرمائی۔ یہاں جو وحی فرمائی گئی اس کی عظمت و شان کی وجہ سے یہ بیان نہیں کیا گیا کہ وہ وحی کیا تھی۔ (1)

حضرت جعفر صادق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ **اللہ تعالیٰ** نے اپنے بندے کو وحی فرمائی جو وحی فرمائی، یہ وحی بے واسطہ تھی کہ **اللہ تعالیٰ** اور اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے درمیان کوئی واسطہ نہ تھا اور یہ خدا اور رسول کے درمیان کے اَسرار ہیں جن پر اُن کے سوا کسی کو اطلاع نہیں۔

بقلی نے کہا کہ **اللہ تعالیٰ** نے اس راز کو تمام مخلوق سے مخفی رکھا اور یہ نہ بیان فرمایا کہ اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کیا وحی فرمائی اور محبّ و محبوب کے درمیان ایسے راز ہوتے ہیں جن کو ان کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

علماء نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس رات میں جو آپ کو وحی فرمائی گئی وہ کئی قسم کے علوم تھے، ان میں سے چند علوم یہ ہیں:

(1)......شرعی مسائل اور اَحکام کا علم جن کی سب کو تبلیغ کی جاتی ہے۔

(2)......**اللہ تعالیٰ** کی معرفت حاصل کرنے کے ذرائع جو خواص کو بتائے جاتے ہیں۔

(3)......علومِ ذَوْقِیّہ کے حقائق اور نتائج جو صرف اَخَصُّ الخواص کو تلقین کئے جاتے ہیں۔

(4)......اور ان علوم کی ایک قسم وہ اَسرار ہیں جو **اللہ تعالیٰ** اور اس کے رسولِ مُکَرَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ خاص ہیں کوئی انہیں برداشت نہیں کر سکتا۔ (2)

---

1 ......جلالین مع جمل، النجم، تحت الآیۃ: ۱۰، ۳۱۶/۷.

2 ......روح البیان، النجم، تحت الآیۃ: ۱۲، ۲۲۱/۹-۲۲۲.

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: دل نے اسے جھوٹ نہ کہا جو (آنکھ نے) دیکھا۔

﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى: دل نے اس کو جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔﴾ یعنی سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قلب مبارک نے اس کی تصدیق کی جو چشمِ مبارک نے دیکھا۔ مراد یہ ہے کہ آنکھ سے دیکھا، دِل سے پہچانا اور اس دیکھنے اور پہچاننے میں شک اور تَرَدُّد نے راہ نہ پائی۔

حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے معراج کی رات اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا

اب رہی یہ بات کہ کیا دیکھا، اس بارے میں بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو دیکھا، لیکن صحیح مذہب یہ ہے کہ سَرْوَرِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا۔ اور یہ دیکھنا کیا سر کی آنکھوں سے تھا یا دل کی آنکھوں سے، اس بارے میں مفسرین کے دونوں قول پائے جاتے ہیں ایک یہ کہ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے رب عَزَّوَجَلَّ کو اپنے قلب مبارک سے دیکھا۔

اور مفسرین کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے رب عَزَّوَجَلَّ کو حقیقتاً چشمِ مبارک سے دیکھا۔

یہ قول حضرت انس بن مالک، حضرت حسن اور حضرت عکرمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کا ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو خُلَّت اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کلام اور سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اپنے دیدار سے امتیاز بخشا۔ حضرت کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے دو بار کلام فرمایا اور سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اللہ تعالیٰ کو دو مرتبہ دیکھا[1] لیکن حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا نے حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

1 ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة والنجم، ۵/۱۸۴، الحدیث: ۳۲۸۹۔

وَسَلَّمَ کے دیدارِ الٰہی کا انکار کیا اور اس آیت کو حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے دیدار پر محمول کیا اور فرمایا کہ جو کوئی کہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو دیکھا اس نے جھوٹ کہا اور اس بات کی دلیل کے طور پر یہ آیت ”لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ“ تلاوت فرمائی۔

اس مسئلے کو سمجھنے کے لئے یہاں چند باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا قول نفی میں ہے اور حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا اِثبات میں اور جب نفی اور اثبات میں ٹکراؤ ہو تو مُثبَت ہی مُقدّم ہوتا ہے کیونکہ نفی کرنے والا کسی چیز کی نفی اس لئے کرتا ہے کہ اُس نے نہیں سنا اور کسی چیز کو ثابت کرنے والا اِثبات اس لئے کرتا ہے کہ اس نے سنا اور جانا تو علم ثابت کرنے والے کے پاس ہے۔اور اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے یہ کلام حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے نقل نہیں کیا بلکہ آیت سے جو آپ نے مسئلہ اَخذ کیا اس پر اعتماد فرمایا اور یہ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی اپنی رائے ہے جبکہ درحقیقت آیت میں اِدراک یعنی اِحاطہ کی نفی ہے دیکھ سکنے کی نفی نہیں ہے۔

صحیح مسئلہ یہ ہے کہ حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دیدارِ الٰہی سے مُشَرَّف فرمائے گئے، مسلم شریف کی حدیثِ مرفوع سے بھی یہی ثابت ہے، حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا جو کہ حِبْرُ الْاُمَّت ہیں وہ بھی اسی پر ہیں۔حضرت حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قسم کھاتے تھے کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے شبِ معراج اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو دیکھا۔امام احمد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے تھے کہ حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو دیکھا اُس کو دیکھا اُس کو دیکھا۔امام صاحب یہ فرماتے ہی رہے یہاں تک کہ سانس ختم ہوگیا (پھر آپ نے دوسرا سانس لیا)۔[1]

اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا یَرٰى ﴿۱۲﴾ وَ لَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ﴿۱۳﴾ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿۱۴﴾

[1] ......خازن، النجم، تحت الآیة: ۱۱، ۴/۱۹۲، ۱۹۴، روح البیان، النجم، تحت الآیة: ۱۲، ۹/۲۲۲، ۲۲۳، ملتقطاً۔

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا تم ان سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو۔ اور انہوں نے تو وہ جلوہ دو بار دیکھا۔ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى کے پاس۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا تم ان سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو۔ اور انہوں نے تو وہ جلوہ دو بار دیکھا۔ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔

﴿ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ: تو کیا تم ان سے جھگڑتے ہو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین کو جب معراج شریف کے واقعات معلوم ہوئے تو انہوں نے ان واقعات کا انکار کر دیا اور رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے طرح طرح کے سوالات کرنے لگے، کبھی کہتے کہ ہمارے سامنے بیتُ المقدس کے اوصاف بیان کریں اور کبھی کہتے کہ راستوں میں سفر کرنے والے ہمارے قافلوں کے بارے میں خبر دیں تو اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ان کے دیکھے ہوئے کے بارے میں جھگڑتے ہو حالانکہ انہوں نے تو سدرۃُ المنتہیٰ کے پاس وہ جلوہ بار بار دیکھا کیونکہ نمازوں میں تخفیف کی درخواست کرنے کیلئے چند بار چڑھنا اور اترنا ہوا۔[1]

یہاں ہم صحیح بخاری کی وہ روایت بیان کرتے ہیں جس میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا بار بار اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا ذکر ہے، چنانچہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''معراج کی رات مجھ پر ہر دن میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں، پھر میں واپس ہوا تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس سے گزرا۔ انہوں نے کہا: آپ کو کیا حکم دیا گیا؟ میں نے کہا ''ہر دن میں پچاس نمازوں کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کہا: آپ کی امت ہر دن پچاس نمازیں ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھے گی۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں نے آپ سے پہلے لوگوں کی آزمائش کی اور بنی اسرائیل کو تو خوب آزمایا ہے، لہٰذا آپ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف لوٹئے اور اس سے اپنی امت کے لیے آسانی مانگئے۔ چنانچہ میں واپس ہوا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دس نمازیں کم کر دیں۔ پھر میں جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس آیا تو انہوں پہلے جیسا کلام کیا، میں پھر رب تعالیٰ کی طرف لوٹا تو اس نے مجھ سے

---

1 ......خازن، النجم، تحت الآیة: ۱۲-۱۴، ۱۹۲/۴، ملخصاً۔

دس معاف فرما دیں، میں پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس آیا، انہوں نے پھر پہلے جیسا کلام کیا، میں پھر اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو اللّٰہ تعالیٰ نے مجھ سے دس اور معاف کر دیں، میں پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف لوٹا، انہوں نے پھر وہی کہا، میں پھر لوٹا تو مجھے ہر دن دس نمازوں کا حکم دیا گیا۔ میں پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف لوٹا، انہوں نے پھر وہی کہا، میں پھر لوٹا تو مجھے ہر دن پانچ نمازوں کا حکم دیا گیا۔ میں پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف لوٹا اور انہوں نے کہا کہ آپ کو کیا حکم دیا گیا ہے؟ میں نے کہا ''ہر دن پانچ نمازیں ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ کی امت ہر دن پانچ نمازوں کی طاقت نہیں رکھتی، میں نے آپ سے پہلے لوگوں کی آزمائش کر لی ہے اور بنی اسرائیل کو تو میں نے اچھی طرح آزما لیا ہے، آپ پھر اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف لوٹیے، آپ اس سے اپنی امت کے لیے کمی کا سوال کریں۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کہا ''میں نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے اتنے سوال کر لیے کہ اب شرم کرتا ہوں، لیکن میں راضی ہوں اور تسلیم کرتا ہوں۔ [1]

اس روایت میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے جن خدشات کا ذکر ہے ان کا ثبوت فی زمانہ عام نظر آتا ہے اور آج مسلمانوں کے لئے جتنا مشکل پانچ نمازیں ادا کرنا ہے شاید ہی کوئی چیز ان کے لئے اتنی مشکل ہو۔ اللّٰہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى: سدرۃ المنتہیٰ۔﴾ سدرۃُ المنتہیٰ بیری کا ایک درخت ہے، اس کی جڑ چھٹے آسمان میں ہے اور اس کی شاخیں ساتویں آسمان میں پھیلی ہیں جبکہ بلندی میں وہ ساتویں آسمان سے بھی گزر گیا ہے، اس کے پھل مقام ہجر کے مٹکوں جیسے اور پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح ہیں۔

مفسرین نے اس درخت کو سدرۃُ المنتہیٰ کہنے کی مختلف وجوہات بیان کی ہیں۔ ان میں سے دو وجوہات درج ذیل ہیں:

(1)......فرشتے، شُہداء اور مُتّقی لوگوں کی اَرواح اس سے آگے نہیں جا سکتیں اس لئے اسے سدرۃُ المنتہیٰ کہتے ہیں۔

(2)......زمین سے اوپر جانے والی چیزیں اور اوپر سے نیچے آنے والی چیزیں اس تک آ کر رک جاتی ہیں اس لئے اسے سدرۃُ المنتہیٰ کہتے ہیں۔ [2]

---

1 ......بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب المعراج، ٢/٥٨٤، الحدیث: ٣٨٨٧.

2 ......صاوی، النجم، تحت الآیة: ١٤، ٦/٢٠٤٧، قرطبی، النجم، تحت الآیة: ١٤، ٩/٧١، الجزء السابع عشر، ملتقطاً.

جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ’’جب تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو معراج کرائی گئی تو آپ کو سدرۃُ المنتہٰی پر لے جایا گیا اور سدرہ چھٹے آسمان پر ہے، زمین سے اوپر جانے والی چیزیں سدرہ پر آ کر رک جاتی ہیں، پھر انہیں وصول کیا جاتا ہے اور اوپر سے نیچے آنے والی چیزیں اس تک آ کر رک جاتی ہیں پھر انہیں وصول کیا جاتا ہے۔[1]

عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰىؕ ﴿۱۵﴾ اِذْ یَغْشَى السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰىۙ ﴿۱۶﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰى ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس کے پاس جنت الماویٰ ہے۔ جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔ آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس کے پاس جنت الماویٰ ہے۔ جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔ آنکھ نہ کسی طرف پھری اور نہ حد سے بڑھی۔

﴿جَنَّةُ الْمَاْوٰى: جنت الماویٰ۔﴾ یہ وہ جنت ہے جہاں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قیام فرمایا تھا اور اسی جنت سے آپ زمین پر تشریف لائے تھے۔[2]

﴿اِذْ یَغْشَى السِّدْرَةَ: جب سدرہ پر چھا رہا تھا۔﴾ یعنی سدرہ کو فرشتوں نے اور انوار نے گھیرا ہوا تھا۔[3]

﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ: آنکھ نہ کسی طرف پھری۔﴾ یعنی اس دیدار کے وقت آنکھ نہ کسی طرف پھری اور نہ ادب کی حد سے بڑھی۔ اس میں سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قوت کے کمال کا اظہار ہے کہ اُس مقام میں جہاں عقلیں حیرت زدہ ہیں آپ ثابت قدم رہے اور جس نور کا دیدار مقصود تھا اس سے بہرہ اندوز ہوئے، دائیں بائیں کسی طرف

1 ......مسلم، کتاب الایمان، باب فی ذکر سدرة المنتهی، ص١٠٦، الحدیث: ٢٧٩(١٧٣).

2 ......صاوی، النجم، تحت الآیة: ١٥، ٦/٢٠٤٨.

3 ......خازن، النجم، تحت الآیة: ١٦، ٤/١٩٣.

توجہ نہ فرمائی اور نہ مقصود کے دیدار سے آنکھ پھیری، نہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرح بے ہوش ہوئے بلکہ اس مقام میں ثابت رہے۔ (1)

حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طاقت

اس سے معلوم ہوا کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طاقت حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طاقت سے زیادہ ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تجلّی دیکھ کر بے ہوش ہو گئے اور حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اللّٰہ تعالیٰ کی ذات کو دیکھا تو نہ آنکھ جھپکی، نہ دل گھبرایا اور نہ ہی بے ہوش ہوئے۔ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اسی آیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نگاہِ نبوت کا عالَم بیان فرماتے ہیں:

شش جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال
دھوم وَالنَّجْم میں ہے آپ کی بینائی کی

لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اس نے اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔

﴿لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى: بیشک اس نے اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔﴾ یعنی بے شک حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے شبِ معراج اللّٰہ تعالیٰ کی بہت بڑی اور عظیم نشانیاں دیکھیں اور ملک وملکوت کے عجائبات کو ملاحظہ فرمایا اور آپ کا علم تمام غیبی ملکوتی معلومات پر محیط ہو گیا۔ (2)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

سرِ عرش پر ہے تری گزر دلِ فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

1 ......جلالین، النجم، تحت الآیۃ: ۱۷، ص۴۳۸، خازن، النجم، تحت الآیۃ: ۱۷، ۱۹۳/۴، ملتقطاً.

2 ......روح البیان، النجم، تحت الآیۃ: ۱۸، ۲۲۹/۹، ۲۳۲.

اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَ الْعُزّٰى ﴿۱۹﴾ وَ مَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا تم نے دیکھا لات اور عزّیٰ ۔ اور اس تیسری منات کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو (اے لوگو!) کیا تم نے لات اور عزیٰ دیکھا۔ اور ایک اور تیسری منات کو۔

﴿ اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَ الْعُزّٰى: تو کیا تم نے لات اور عزّیٰ دیکھا۔﴾ یہاں سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیَّت کا اقرار کرنے اور شرک سے بچنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں لات، عُزّیٰ اور مَنات کا ذکر ہوا، یہ ان بتوں کے نام ہیں جنہیں مشرکین پوجتے تھے اور ان آیات میں ارشاد فرمایا گیا کہ کیا تم نے ان بتوں کو تحقیق اور انصاف کی نظر سے دیکھا ہے؟ اگر تم نے اس طرح دیکھا ہو تو تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ یہ بت محض بے قدرت ہیں اور اللہ تعالیٰ جو کہ قادر اور برحق معبود ہے اسے چھوڑ کر ان بے قدرت بتوں کو پوجنا اور اس کا شریک ٹھہرانا کس قدر عظیم ظلم اور عقل و دانش کے خلاف ہے۔ (1)

اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَ لَهُ الْاُنْثٰى ﴿۲۱﴾ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِیْزٰى ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم کو بیٹا اور اس کو بیٹی۔ جب تو یہ سخت بھونڈی تقسیم ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تمہارے لئے بیٹا اور اس کیلئے بیٹی ہے۔ جب تو یہ غیر منصفانہ تقسیم ہے۔

﴿ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَ لَهُ الْاُنْثٰى: کیا تمہارے لئے بیٹا اور اس کیلئے بیٹی ہے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکینِ مکہ یہ کہا کرتے تھے کہ یہ بت اور فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''کیا تمہارے لئے بیٹا اور اس کیلئے بیٹی ہے حالانکہ بیٹی تمہارے نزدیک ایسی بری چیز ہے کہ جب تم میں سے کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خبر دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ بگڑ جاتا ہے اور رنگ سیاہ ہو جاتا ہے اور لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے حتّٰی کہ تم بیٹیوں سے اتنی

1 ......خازن، النجم، تحت الآية: ١٩، ١٩٥/٤، جلالين، النجم، تحت الآية: ١٩-٢٠، ص٤٣٨، ملتقطاً.

نفرت کرتے ہو کہ انہیں زندہ درگور کرڈالتے ہو پھر بھی اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بتاتے ہو۔ یہ کتنی غیر منصفانہ تقسیم ہے کہ جو چیز اپنے لئے بری سمجھتے ہو وہ خدا کے لئے تجویز کرتے ہو۔ [1]

اِنْ هِیَ اِلَّاۤ اَسْمَآءٌ سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ مَا تَهْوَى الْاَنْفُسُۚ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰىؕ ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ تو نہیں مگر کچھ نام کہ تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں اللہ نے ان کی کوئی سند نہیں اُتاری وہ تو نرے گمان اور نفس کی خواہشوں کے پیچھے ہیں حالانکہ بے شک ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آئی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ تو صرف چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں اللہ نے ان کی (حقانیت پر) کوئی سند نہیں اتاری، وہ تو نرے گمان اور نفس کی خواہشوں کے پیچھے لگے ہوئے ہیں حالانکہ بیشک ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے۔

﴿اِنْ هِیَ اِلَّاۤ اَسْمَآءٌ: یہ تو صرف چند نام ہیں۔﴾ یعنی ان بتوں کا نام الٰہ اور معبود تم نے اور تمہارے باپ دادا نے بالکل غلط طور پر رکھ لیا ہے، نہ یہ حقیقت میں الٰہ ہیں نہ معبود ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی حقّانیّت پر کوئی سند نہیں اتاری بلکہ مشرکین کا بتوں کو پوجنا عقل، علم اور اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے خلاف نفس اور خواہشات کی اِتّباع اور وہم پرستی کی بنا پر ہے حالانکہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآنِ پاک اور اللہ تعالیٰ کے رسول تشریف لا چکے ہیں اور انہوں نے صراحت کے ساتھ بار بار بتایا ہے کہ بت معبود نہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی عبادت کا مستحق نہیں۔ [2]

---

1 ......خازن، النجم، تحت الآیة: ۲۱-۲۲، ۴/۱۹۵.

2 ......خازن، النجم، تحت الآیة: ۲۳، ۴/۱۹۵-۱۹۶، ملخصاً.

ع ١ | ٢٥ | ٥

اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ﴿۲۴﴾ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَ الْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا آدمی کو مل جائے گا جو کچھ وہ خیال باندھے۔ تو آخرت اور دنیا سب کا مالک اللہ ہی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا انسان کو ہر وہ چیز حاصل ہے جس کی اس نے تمنا کی؟ تو آخرت اور دنیا سب کا مالک اللہ ہی ہے۔

﴿ اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى: کیا انسان کو ہر وہ چیز حاصل ہے جس کی اس نے تمنا کی؟﴾ یہاں انسان سے مراد مشرک ہے اور اس کی تمنا سے مراد بتوں کی شفاعت ہے اور آیت کا معنی یہ ہے کہ کافر بتوں کے ساتھ جو جھوٹی امیدیں وابستہ رکھتے ہیں کہ وہ ان کی شفاعت کریں گے اور ان کے کام آئیں گے، یہ امیدیں باطل ہیں۔ [1]

﴿ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَ الْاُوْلٰى: تو آخرت اور دنیا سب کا مالک اللہ ہی ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اسے ہی کچھ عطا فرماتا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی پیروی کی ہو اور اپنی خواہشات کو چھوڑ دیا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کا مالک ہے۔ [2]

اس آیت کا ایک معنی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ کافر اپنے من پسند معبودوں کی عبادت کر رہے ہیں (یہ جان لیں کہ) آخرت اور دنیا سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے، وہ کافر کو اس کے کفر کی سزا چاہے دنیا میں دے یا آخرت تک اسے مہلت دیدے، یہ اس کی مرضی ہے۔ [3]

وَ كَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِی السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْــٴًـا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ یَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَرْضٰى ﴿۲۶﴾

---

1 ......خازن، النجم، تحت الآية: ٢٤، ١٩٦/٤، ملخصاً.

2 ......صاوى، النجم، تحت الآية: ٢٥، ٢٠٥١/٦.

3 ......خازن، النجم، تحت الآية: ٢٥، ١٩٦/٤.

ترجمۂ کنزالایمان: اور کتنے ہی فرشتے ہیں آسمانوں میں کہ ان کی سفارش کچھ کام نہیں آتی مگر جبکہ اللہ اجازت دے دے جس کے لیے چاہے اور پسند فرمائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں کہ ان کی سفارش کچھ کام نہیں آتی مگر جبکہ اللہ اجازت دیدے جس کے لیے چاہے اور پسند فرمائے۔

﴿ وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ: اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں۔ ﴾ یعنی اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں قرب اور مقام رکھنے کے باوجود فرشتے صرف اس کے لئے شفاعت کریں گے جس کے لئے اللہ تعالٰی کی مرضی ہو یعنی اللہ تعالٰی کی وحدانیَّت کا اقرار کرنے والے مومن کے لئے فرشتے شفاعت کریں گے اور جب شفاعت کے معاملے میں فرشتوں کا یہ حال ہے تو بتوں سے شفاعت کی اُمید رکھنا انتہائی جہالت اور حماقت ہے کیونکہ انہیں اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں نہ قرب حاصل ہے اور نہ کفار شفاعت کے اہل ہیں۔ (1)

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓىِٕكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ﴿٢٧﴾ وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ﴿ۚ٢٨﴾ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ۬ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿ؕ٢٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں ملائکہ کا نام عورتوں کا سا رکھتے ہیں۔ اور انہیں اس کی کچھ خبر نہیں وہ تو نرے گمان کے پیچھے ہیں اور بے شک گمان یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا۔ تو تم اس سے منہ پھیر لو جو ہماری یاد سے پھرا اور اس نے نہ چاہی مگر دنیا کی زندگی۔

1 ......خازن، النجم، تحت الآية: ٢٦، ١٩٦/٤، روح البيان، النجم، تحت الآية: ٢٦، ٢٣٧/٩، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک آخرت پر ایمان نہ رکھنے والے فرشتوں کے عورتوں جیسے نام رکھتے ہیں۔ اور انہیں اس کا کوئی علم نہیں، وہ تو صرف گمان کے پیچھے ہیں اور بیشک گمان یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا۔ تو تم اس سے منہ پھیر لو جو ہماری یاد سے پھرا اور اس نے صرف دنیاوی زندگی کو چاہا۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ: بیشک وہ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بے شک وہ لوگ جو آخرت میں دوبارہ زندہ ہونے پر یقین نہیں رکھتے، وہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کو اس کی بیٹیاں بتا کر ان کے عورتوں جیسے نام رکھتے ہیں حالانکہ انہیں خود بھی اس بات کا کوئی یقینی علم نہیں کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں بلکہ وہ تو فرشتوں کو عورتیں کہنے میں صرف گمان کی پیروی کر رہے ہیں اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ یقین کی جگہ گمان کچھ کام نہیں دیتا کیونکہ حقیقتِ حال علم اور یقین سے معلوم ہوتی ہے نہ کہ وہم و گمان سے، لہٰذا اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اس سے منہ پھیر لیں جو ہمارے قرآن پر ایمان لانے سے پھرا اور اس نے صرف دُنْیَوی زندگی کو چاہا اور آخرت پر ایمان نہ لایا کہ اس کا طلبگار رہتا اور آخرت کے لئے کچھ عمل کرتا۔[1]

﴿وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْــٴًـا: اور بیشک گمان یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا۔﴾ اس مقام پر ایک بات ذہن نشین رکھیں کہ علماءِ کرام نے جن شرعی مسائل کا حکم قرآنِ پاک یا اَحادیثِ طیبہ وغیرہ میں نہ پایا تو ان مسائل کا شرعی حکم قرآن و حدیث وغیرہ میں موجود ان جیسے دیگر مسائل پر قیاس کرتے ہوئے بیان فرمایا اور وہ قیاس جو قرآنِ پاک، حدیثِ پاک اور اجماع کے موافق ہو وہ بالکل حق ہے جبکہ وہ قیاس جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فرمان کے مقابلے میں ہو وہ ناحق بلکہ بعض صورتوں میں کفر ہے اور یہاں آیت میں بھی اسی گمان کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فرمان کے مقابلے میں ہو نہ کہ اس گمان کا ذکر ہے جو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فرمان کے موافق ہو۔ قرآن وحدیث میں اس قیاس کے جائز ہونے کا ثبوت موجود ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فرمان کے موافق ہو، جیسے اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کا دُنْیَوی انجام بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ[2] ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو۔

1 ......خازن، النجم، تحت الآیة: ٢٧-٢٩، ١٩٦/٤.

2 ......حشر: ٢.

یعنی ہر شخص اپنی عملی حالت کو ان کفار کی حالت پر قیاس کرلے تو اسے اپنا انجام خود ہی معلوم ہو جائے گا۔اور سنن ابوداؤد میں ہے کہ جب نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو یمن کی طرف بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو ان سے ارشاد فرمایا: ''جب تمہارے سامنے مقدمہ پیش ہوگا تو تم کیسے فیصلہ کرو گے۔حضرت معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا۔رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اگر تم اللّٰہ تعالیٰ کی کتاب میں (اس کا حکم) نہ پاؤ (تو کیسے فیصلہ کرو گے)۔حضرت معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: اللّٰہ تعالیٰ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سنت سے فیصلہ کروں گا۔حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' اگر تم رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سنت میں (اس کا حکم) نہ پاؤ اور نہ ہی کتابُ اللّٰہ میں پاؤ (تو کیسے فیصلہ کرو گے) حضرت معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور حقیقت تک پہنچنے میں کوتاہی نہ کروں گا۔(ان کی بات سن کر) حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کے سینے کو تھپکا اور فرمایا: '' خدا عَزَّوَجَلَّ کا شکر ہے کہ جس نے رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بھیجے ہوئے کو اس چیز کی توفیق بخشی جو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو خوش کرے۔ (1)

لہٰذا زیرِ تفسیر آیت کو قیاس کا مُطلَقاً انکار کرنے کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

﴿وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا: اور اس نے صرف دنیاوی زندگی کو چاہا۔﴾ اس آیت سے معلوم ہوا کہ مشرکین نہ آخرت کو مانتے ہیں اور نہ وہاں کے لئے تیاری کرتے ہیں بلکہ ان کی ہر کوشش دنیا کے لئے ہوتی ہے،اور فی زمانہ مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ وہ کفار کی طرح آخرت کا انکار تو نہیں کرتے بلکہ انہیں قیامت قائم ہونے،مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور قیامت کے دن اعمال کے حساب اور ان کی جزاو سزا پر ایمان ہے لیکن وہ آخرت کی تیاری سے انتہائی غافل اور صرف اپنی دنیا سنوارنے میں لگے ہوئے ہیں۔آج مسلمان اپنی اولاد کو دُنْیَوی علوم وفنون کی تعلیم دینے اور اس تعلیم پر آنے والے بھاری اخراجات برداشت کرنے پر اس لئے تیار ہیں کہ ان کی دنیا سنور جائے گی جبکہ دینی اور مذہبی تعلیم دینے سے اس لئے کتراتے ہیں کہ کہیں ان کی دنیا خراب نہ ہو جائے اور یہی وجہ ہے کہ آج کل دینی مدارس میں زیادہ تر

---

1 ......ابو داؤد، کتاب الاقضية، باب اجتهاد الرأی فی القضاء، ٣/٤٢٤، الحديث: ٣٥٩٢.

تعداد ان طالب علموں کی نظر آتی ہے جن کا تعلق غریب گھرانوں سے ہے۔

حضرت موسیٰ بن یسار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اللّٰہ تعالیٰ نے کوئی ایسی چیز پیدا نہیں فرمائی جو اسے دنیا سے زیادہ ناپسندیدہ ہو اور اللّٰہ تعالیٰ نے جب سے دنیا پیدا فرمائی ہے تب سے اس کی طرف نظر نہیں فرمائی۔[1]

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے دنیا کو اصل مقصود نہیں بنایا بلکہ اسے مقصود تک پہنچنے کا راستہ بنایا ہے۔[2] اللّٰہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے اور آخرت کی تیاری کی توفیق دے، اٰمین۔

ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ ۙ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہاں تک ان کے علم کی پہنچ ہے بے شک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ خوب جانتا ہے جس نے راہ پائی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ ان کے علم کی انتہا ہے۔ بیشک تمہارا رب اسے خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ خوب جانتا ہے جس نے ہدایت پائی۔

﴿**ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ: یہ ان کے علم کی انتہاء ہے۔**﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ وہ کفار اس قدر کم عقل اور کم علم ہیں کہ انہوں نے آخرت پر دنیا کو ترجیح دے دی ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اُن کے علم کی انتہا وہم اور گمان ہیں جو انہوں نے باندھ رکھے ہیں کہ (مَعَاذَاللّٰہ) فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں، وہ ان کی شفاعت کریں گے اور اس باطل وہم پر

[1] ......شعب الایمان، الحادی والسبعون من شعب الایمان... الخ، ٧/٣٣٨، الحدیث: ١٠٥٠٠.

[2] ......روح البیان، النجم، تحت الآیۃ: ٣٠، ٩/٢٤٠.

بھروسہ کرکے اُنہوں نے ایمان اور قرآن کی پرواہ نہ کی۔[1]

اسی طرح ایک اور مقام پر کفار کے علم کی حد بیان کرتے ہوئے اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۖ وَ هُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آنکھوں کے سامنے کی دنیوی زندگی کو جانتے ہیں اور وہ آخرت سے بالکل غافل ہیں۔

وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۚ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں تاکہ بُرائی کرنے والوں کو ان کے کئے کا بدلہ دے اور نیکی کرنے والوں کو نہایت اچھا صلہ عطا فرمائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، تاکہ برائی کرنے والوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے اور نیکی کرنے والوں کو نہایت اچھا صلہ عطا فرمائے۔

﴿ وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ: اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔﴾ یعنی جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا مالک اللہ تعالٰی ہی ہے اور اس نے کائنات کی تخلیق اس لئے فرمائی تاکہ مخلوق میں سے جس نے اس کی نافرمانی کی اور برے اعمال میں مصروف رہا اسے جہنم کی سزا دے اور جنہوں نے دنیا میں اس کی اطاعت وفرمانبرداری کی اور نیک اعمال کئے انہیں انتہائی اچھا صلہ یعنی جنت عطا فرمائے۔[3]

اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ

---

1 ......خازن، النجم، تحت الآية: ٣٠، ١٩٦/٤.

2 ......روم:٧.

3 ......تفسير طبرى، النجم، تحت الآية: ٣٠، ٥٢٥/١١، مدارك، النجم، تحت الآية: ٣١، ص ١١٨١، ملتقطاً.

وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴿۳۲﴾ ع

ع ۷

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہ کے پاس گئے اور رک گئے بیشک تمہارے رب کی مغفرت وسیع ہے وہ تمہیں خوب جانتا ہے تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں حمل تھے تو آپ اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ وہ خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: وہ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہ کے پاس گئے اور رک گئے بیشک تمہارے رب کی مغفرت وسیع ہے، وہ تمہیں خوب جانتا ہے جب اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں حمل (کی صورت میں) تھے تو تم خود اپنی جانوں کی پاکیزگی بیان نہ کرو، وہ خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہوا۔

﴿اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓىٕرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ: وہ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں۔﴾ گناہ وہ عمل ہے جس کا کرنے والا عذاب کا مستحق ہو یا یوں کہہ لیں کہ ناجائز کام کرنے کو گناہ کہتے ہیں۔ بہر حال گناہ کی دو قسمیں ہیں: (1) صغیرہ۔ (2) کبیرہ۔ کبیرہ گناہ وہ ہے جس کے کرنے پر دنیا میں حد جاری ہو جیسے قتل، زنا اور چوری وغیرہ یا اس پر آخرت میں عذاب کی وعید ہو جیسے غیبت، چغل خوری، خود پسندی اور ریا کاری وغیرہ اور فواحش میں ہر قبیح قول، فعل اور تمام صغیرہ، کبیرہ گناہ داخل ہیں، البتہ یہاں فواحش سے وہ کبیرہ گناہ مراد ہیں جن کی قباحت اور فساد بہت زیادہ ہو جیسے زنا کرنا، قتل کرنا اور چوری کرنا وغیرہ اور صغیرہ گناہ وہ ہے جس میں بیان کردہ باتیں نہ پائی جاتی ہوں۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ نیکی کرنے والے وہ لوگ ہیں جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہ کے پاس گئے اور رک گئے کہ اتنا تو کبیرہ گناہوں سے بچنے کی برکت سے معاف ہو جاتا ہے، بیشک تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کی مغفرت

وسیع ہے تو وہ جو گناہ چاہے بغیر توبہ کے معاف کردے۔[1]

گناہوں کی معافی کے معاملے میں اصول

یاد رہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت بہت وسیع ہے، وہ چاہے تو بڑے سے بڑے گناہگار مسلمان کو بغیر توبہ کے معاف فرما دے البتہ گناہوں کی معافی کے معاملے میں اصول یہ ہے کہ کبیرہ گناہ سچی توبہ کرنے سے معاف ہوتے ہیں اور صغیرہ گناہ کبیرہ گناہوں سے بچنے کی برکت سے بھی معاف ہو جاتے ہیں لیکن اگر کوئی صغیرہ گناہ مسلسل کرتے رہیں تو وہ صغیرہ نہیں رہتا بلکہ کبیرہ گناہ بن جاتا ہے، جیسا کہ حضرت **عبداللہ بن عباس** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''توبہ کرنے سے کبیرہ گناہ باقی نہیں رہتا اور صغیرہ گناہ کرتے رہنے سے صغیرہ نہیں رہتا (بلکہ کبیرہ بن جاتا ہے)۔[2]

کبیرہ گناہوں سے بچنے کی فضیلت

کبیرہ گناہوں سے بچنے کی فضیلت کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ نُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِیْمًا [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو جن سے تمہیں منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے دوسرے گناہ بخش دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کریں گے۔

اور حضرت **ابوہریرہ** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے **تین مرتبہ** ارشاد فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، جو بندہ پانچوں نمازیں ادا کرتا رہتا ہے، رمضان کے روزے رکھتا ہے، زکوٰۃ ادا کرتا ہے اور سات کبیرہ گناہوں سے بچتا ہے تو اس کے لئے جنت کے دروازے کھولے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا کہ سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔[4]

---

1 ......خازن، النجم، تحت الآية: ۳۲، ۴/۱۹۶-۱۹۷، مدارك، النجم، تحت الآية: ۳۲، ص۱۱۸۱، ابو سعود، النجم، تحت الآية: ۳۲، ۵/۶۴۸، ملتقطاً.

2 ......مسند شهاب، ۵۵۵-لا كبيرة مع استغفار، ۲/۴۴، الحديث: ۸۵۳.

3 ......نساء: ۳۱.

4 ......سنن نسائی، كتاب الزكاة، باب وجوب الزكاة، ص۳۹۹، الحديث: ۲۴۳۵.

نوٹ: کبیرہ گناہوں سے متعلق مزید معلومات کے لئے سورۂ نساء کی آیت نمبر 31 کے تحت تفسیر ملاحظہ فرمائیں، نیز اس موضوع پر علامہ ابنِ حجر مکی کی تالیف ''اَلزَّوَاجِر عَنِ اقْتِرَافِ الْکَبَائِر'' کا مطالعہ بھی بہت مفید ہے۔

﴿هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ: وہ تمہیں خوب جانتا ہے۔﴾ شانِ نزول: یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو نیکیاں کرتے اور اپنے عملوں کی تعریف کرتے تھے اور کہتے تھے ہماری نمازیں، ہمارے روزے، ہمارے حج۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! تم فخریہ طور پر اپنی نیکیوں کی تعریف نہ کرو اور جس کی حقیقت کے بارے میں تم نہیں جانتے اس کے بارے میں یہ نہ کہو کہ میں اس سے بہتر ہوں، میں اس سے زیادہ پاکیزہ ہوں اور میں زیادہ مُتّقی ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حالات کو خود جاننے والا ہے، وہ اُن کی ہستی کی ابتدا سے لے کر آخری اَیّام تک کے جملہ اَحوال جانتا ہے، وہ ان بندوں کو خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہیں اور اسی کا جاننا کافی ہے کیونکہ وہی جزا دینے والا ہے لہٰذا دوسروں پر اپنے اعمال کا اظہار اور نام و نمود سے کیا فائدہ۔ (1)

ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''اس آیت میں ریاکاری، اپنی نمود و نمائش اور خود پسندی کرنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے البتہ اگر اللہ تعالیٰ کی نعمت کے اعتراف اور اطاعت و عبادت پر مسرت اور اس کے ادائے شکر کے لئے نیکیوں کا ذکر کیا جائے تو جائز ہے۔ (2)

عبادت اور اطاعت کے معاملے میں خود پسندی بہت بڑی حماقت ہے کہ ہماری عبادتوں کی اوقات ہی کیا ہے جس پر ناز کیا جائے یا جس کی بنا پر خود کو اچھا سمجھا جائے۔ امام غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اسی بات کو منہاج العابدین میں بہت پیاری مثالوں کے ساتھ سمجھایا ہے۔ تفصیلی مطالعہ کیلئے مذکورہ کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔ یہاں صرف ایک مثال دی جاتی ہے۔ فرماتے ہیں: جب کوئی بڑا بادشاہ تحفہ اور تحائف پیش کرنے کی اجازت دے اور اس کی خدمت میں امیر ترین لوگ، بادشاہ، بڑے بڑے مرتبے اور منصب والے، رئیس اور عقلمند لوگ طرح طرح کے قیمتی جواہرات، بہترین ذخیرے اور بے حساب مال و دولت کے تحائف پیش کرنے لگیں، پھر اگر کوئی سبزی بیچنے والا معمولی قسم کی سبزی

1 ......خازن، النجم، تحت الآية: ۳۲، ۱۹۸/٤، مدارك، النجم، تحت الآية: ۳۲، ص۱۱۸۲.

2 ......مدارك، النجم، تحت الآية: ۳۲، ص۱۱۸۲ ملخصاً.

یا کوئی دیہاتی کم قیمت انگور کا خوشہ لے کر ان بڑے بڑے رئیسوں اور دولت مندوں کی جماعت میں گھس جائے جو بہترین، عمدہ اور قیمتی تحائف لے کر کھڑے ہیں اور بادشاہ کی خدمت میں ہدیے اور نذرانے کے طور پر وہ سبزی یا انگور کا خوشہ پیش کرے، پھر وہ بادشاہ اس کا نذرانہ قبول کر لے اور اس کے لئے بہترین اور نفیس شاہانہ لباس دینے اور اس کی عزت واحترام کرنے کا حکم دے تو کیا یہ اُس بادشاہ کا اِس کے ساتھ انتہائی فضل و کرم نہ ہوگا اور پھر اگر یہ سبزی بیچنے والا یا دیہاتی بادشاہ پر احسان جتانے لگے اور اپنے اس ہدیئے پر اِترائے اور اسے بہت بڑا سمجھے اور بادشاہ کے احسان و انعام کو فراموش کر دے تو کیا ایسے شخص کو دیوانہ، بدحواس، بے وقوف، بے ادب، گستاخ اور انتہائی جاہل و ناسمجھ نہیں کہا جائے گا، لہٰذا (اے مسلمان!) تم پر لازم ہے کہ جب تم اللّٰہ تعالٰی کی بارگاہ میں رات کے وقت نماز پڑھو اور دو رکعت نماز کی ادائیگی سے فارغ ہو کر غور و فکر تو کرو کہ روئے زمین کے مختلف خطّوں اور گوشوں میں اس رات اللّٰہ تعالٰی کی بارگاہ میں نجانے کتنے خُدّام کھڑے ہوں گے، اسی طرح سمندروں میں، جنگلوں میں، صحراؤں میں، پہاڑوں میں اور شہروں میں کتنے اللّٰہ تعالٰی کے بندے بارگاہِ الٰہی میں دست بستہ کھڑے ہوں گے اور صدیقین، خائفین، مشتاقین، مجتہدین اور عاجزی کرنے والوں کی کتنی جماعتیں اللّٰہ تعالٰی کے لئے کھڑی ہوں گی اور اس وقت اللّٰہ تعالٰی کے دربار میں کتنی ستھری عبادت اور کتنی خالص بندگی ڈرنے والی جانوں، پاکیزہ زبانوں، رونے والی آنکھوں، خوفزدہ دلوں، کدورتوں سے پاک سینوں اور پرہیزگار اعضاء کی طرف سے پیش ہو رہی ہوں گی اور تمہاری نماز، اگرچہ تم نے اسے اچھی طرح ادا کرنے، اس کے اَحکام اور اخلاص کی رعایت کرنے میں بھرپور کوشش کی ہوگی لیکن پھر بھی اس بزرگ و برتر بادشاہ کے دربار میں پیش ہونے کے کہاں لائق ہو گی اور ان عبادتوں کے مقابلے میں اس کی کوئی حقیقت نہیں جو وہاں پیش ہو رہی ہیں اور کیوں نہ ہو کہ تم نے ان عبادتوں کو غافل دل سے ادا کیا اور اس میں طرح طرح کے عیوب و نقائص بھی ہیں اور بدن بھی گناہوں کی پلیدی سے نجس و ناپاک ہے اور زبان قسم قسم کے گناہوں اور بیہودگیوں سے آلودہ ہے تو ایسی ناقص نماز کہاں سے اللّٰہ تعالٰی کی بارگاہ میں پیش ہونے کے قابل ہے اور اللّٰہ تعالٰی کی بارگاہ میں ایسا ہدیہ پیش کرنے کی جرأت کون کر سکتا ہے؟[1]

---

1 ......منهاج العابدين، العقبة السادسة، القادح الثانی، فصل فی من يعجب بعمله وينسى فضل الله عليه، ص١٨٧-١٨٨.

اَفَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ تَوَلّٰی ﴿ۙ۳۳﴾ وَ اَعۡطٰی قَلِیۡلًا وَّ اَکۡدٰی ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا تم نے دیکھا جو پھر گیا۔ اور کچھ تھوڑا سا دیا اور روک رکھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا تم نے اسے دیکھا جو پھر گیا۔ اور اس نے تھوڑا سا مال دیا اور روک رکھا۔

﴿اَفَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ تَوَلّٰی: تو کیا تم نے اسے دیکھا جو پھر گیا۔﴾ اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی، اس نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ان کے دین میں پیروی کی تھی، جب بعض مشرکین نے اسے عار دلائی اور کہا کہ تو نے اپنے بزرگوں کا دین چھوڑ دیا اور تو گمراہ ہو گیا ہے تو اُس نے کہا: میں نے اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے ایسا کیا ہے۔ عار دلانے والے کافر نے اس سے کہا کہ اگر تو شرک کی طرف لوٹ کر آئے اور اتنا مال مجھے دے تو تیرا عذاب میں اپنے ذمے لیتا ہوں۔ اس پر ولید اسلام سے مُنْحَرِف اور مُرتَد ہو کر پھر شرک میں مبتلا ہو گیا اور جس شخص کو مال دینا ٹھہرا تھا، اسے ولید نے تھوڑا سا مال دیا اور باقی سے منع کر دیا۔ اس پر اللّٰہ تعالیٰ نے اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں ارشاد فرمایا کہ کیا تم نے اسے دیکھا جو ایمان اور اسلام سے پھر گیا اور اس نے عذاب اپنے ذمے لینے والے کو طے شدہ مال میں سے تھوڑا سا مال دیا اور باقی مال روک لیا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت عاص بن وائل سہمی کے بارے میں نازل ہوئی، وہ اکثر کاموں میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تائید و موافقت کیا کرتا تھا، پھر اس سے پھر گیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی کہ اس نے کہا تھا اللّٰہ تعالیٰ کی قسم! محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) ہمیں بہترین اَخلاق کا حکم فرماتے ہیں۔ اس صورت میں اس آیت اور بعد والی آیت کے معنی یہ ہیں کہ کیا تم نے اسے دیکھا جس نے تھوڑا سا اقرار کیا اور لازم حق میں سے تھوڑا سا ادا کیا اور باقی حق کی ادائیگی سے باز رہا یعنی ایمان نہ لایا۔[1]

اَعِنۡدَهٗ عِلۡمُ الۡغَیۡبِ فَهُوَ یَرٰی ﴿۳۵﴾

1 ......خازن، النجم، تحت الآیۃ: ۳۳-۳۴، ۴/۱۹۸.

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے تو وہ دیکھ رہا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے تو وہ دیکھ رہا ہے۔

﴿ اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَیْبِ: کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کیا اس شخص کے پاس غیب کا علم ہے جس کے ساتھی نے اس کے اُخروی عذاب کو اپنے ذمے لیا ہے اور اس غیب کے علم کی بنا پر اسے معلوم ہو گیا ہے کہ واقعی اس کا ساتھی اس کے گناہوں کا بوجھ اٹھالے گا اور اس کے اُخروی عذاب کو اپنے ذمے لے لے گا۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔[1]

اَمْ لَمْ یُنَبَّاْ بِمَا فِیْ صُحُفِ مُوْسٰى ﴿٣٦﴾ وَ اِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤى ﴿٣٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اُسے اس کی خبر نہ آئی جو صحیفوں میں ہے موسیٰ کے۔ اور ابراہیم کے جو احکام پورے بجا لایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا کیا اسے اس کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے۔ اور ابراہیم کے جس نے (احکام کو) پوری طرح ادا کیا۔

﴿ اَمْ لَمْ یُنَبَّاْ بِمَا فِیْ صُحُفِ مُوْسٰى: یا کیا اسے اس کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے۔﴾ اس آیت میں صحیفوں سے مراد یا توریت شریف کی تختیاں ہیں یا وہ صحیفے مراد ہیں جو توریت شریف سے پہلے نازل ہوئے اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا پہلے ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ ان کا زمانہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مقابلے میں کفارِ قریش سے زیادہ قریب ہے۔[2]

﴿ وَ اِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤى: اور ابراہیم کے جس نے (احکام کو) پوری طرح ادا کیا۔﴾ اس آیت میں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شان کا بیان ہے کہ انہیں جو کچھ حکم دیا گیا تھا وہ انہوں نے پورے طور پر ادا کیا، اس میں بیٹے کو ذبح کرنا بھی داخل ہے اور اپنا آگ میں ڈالا جانا بھی شامل ہے اور اس کے علاوہ اور اَحکامات بھی داخل ہیں۔[3]

1 ......جلالین، النجم، تحت الآیة: ٣٥، ص٤٣٩، تفسیر طبری، النجم، تحت الآیة: ٣٥، ١١/٥٣١-٥٣٢، ملتقطاً.

2 ......جلالین مع صاوی، النجم، تحت الآیة: ٣٦، ٦/٢٠٥٤.

3 ......ابو سعود، النجم، تحت الآیة: ٣٧، ٥/٦٤٩-٦٥٠، ملخصاً.

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰىۙ(۳۸)

ترجمۂ کنزالایمان: کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ نہیں اٹھاتی۔

ترجمۂ کنزالعرفان: (وہ بات یہ ہے) کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔

﴿اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى: کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔﴾ اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے وہ مضمون بیان فرمایا ہے جو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی کتاب اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے صحیفوں میں ذکر فرمایا گیا تھا، چنانچہ ارشاد فرمایا: وہ بات یہ ہے کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھائے گی اور کوئی دوسرے کے گناہ پر پکڑا نہیں جائے گا۔ اس میں اس شخص کے قول کو باطل کر دیا گیا ہے جو ولید بن مغیرہ کے عذاب کا ذمہ دار بنا تھا اور اس کے گناہ اپنے ذمے لینے کو کہتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانے سے پہلے لوگ آدمی کو دوسرے کے گناہ پر بھی پکڑ لیتے تھے، اگر کسی نے کسی کو قتل کیا ہوتا تو اس قاتل کی بجائے اس کے بیٹے یا بھائی یا بیوی یا غلام کو قتل کر دیتے تھے۔ جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا زمانہ آیا تو آپ نے اس کی ممانعت فرمائی اور ان تک اللہ تعالیٰ کا یہ حکم پہنچایا کہ کوئی کسی کے گناہوں کے بوجھ کی وجہ سے پکڑا نہیں جائے گا۔ [1]

وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰىۙ(۳۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور یہ کہ انسان کیلئے وہی ہوگا جس کی اس نے کوشش کی۔

﴿وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى: اور یہ کہ انسان کیلئے وہی ہوگا جس کی اس نے کوشش کی۔﴾ اس سے مراد یہ ہے

1 ......خازن، النجم، تحت الآیۃ: ۳۸، ۴/۱۹۹.

کہ آدمی اپنی ہی نیکیوں سے فائدہ پاتا ہے۔ایک قول یہ ہے کہ یہ مضمون بھی حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے صحیفوں کا ہے،اور کہا گیا ہے کہ یہ اُن ہی امتوں کے لئے خاص تھا جبکہ اس امت کے لئے ان کا اپنا عمل بھی ہے اور وہ عمل بھی ہے جو ان (کو ثواب پہنچانے) کے لئے کیا گیا ہو۔اس آیت کے بارے میں مفسرین کے اور بھی اَقوال ہیں:

(1)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ یہ حکم ہماری شریعت میں اس آیت **" اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ "** سے منسوخ ہو گیا۔

(2)...... یہاں انسان سے کافر مراد ہے اور آیت کے معنی یہ ہیں کہ کافر کو کوئی بھلائی نہ ملے گی البتہ اس نے دنیا میں جو بھلائی کی ہوگی تو دُنیا ہی میں رزق کی وسعت یا تندرستی وغیرہ کے ذریعے اس کا بدلہ اسے دے دیا جائے گا تاکہ آخرت میں اس کا کچھ حصہ باقی نہ رہے۔

(3)......مفسرین نے اس آیت کا ایک معنی یہ بھی بیان کیا ہے کہ آدمی عدل کے تقاضے کے مطابق وہی پائے گا جو اس نے کیا ہو اور اللہ تعالٰی اپنے فضل سے جو چاہے عطا فرمائے۔[1]

میت کو نیک اعمال کا ثواب پہنچتا ہے

اس مقام پر ایک بات ذہن نشین رکھیں کہ میت کو نیک اعمال کا جو ثواب پہنچایا جاتا ہے وہ اسے پہنچتا ہے اور یہ بات کثیر اَحادیث سے ثابت ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں:ایک شخص نے بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں عرض کی: میری مالدہ ماجدہ اچانک فوت ہو گئی ہیں،میرا خیال ہے کہ اگر وہ کوئی بات کرتیں تو صدقہ دینے کا کہتیں،اگر میں ان کی طرف سے خیرات کروں تو کیا انہیں ثواب ملے گا۔ارشاد فرمایا:ہاں۔[2]

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں:حضرت سعد بن عبادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی والدہ کا انتقال ہو گیا اور وہ اس وقت وہاں موجود نہیں تھے تو انہوں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی:یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ،میری والدہ کا انتقال ہو گیا تھا اور میں ان کے پاس موجود نہیں تھا،اگر میں ان کی طرف سے کوئی خیرات کروں تو کیا انہیں ثواب پہنچے گا۔تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا''ہاں۔حضرت سعد بن عبادہ

1......خازن، النجم، تحت الآية: ٣٩، ١٩٩/٤، مدارك، النجم، تحت الآية: ٣٩، ص١١٨٢، ملتقطاً.

2......بخاری، كتاب الجنائز، باب موت الفجأة البغتة، ٤٦٨/١، الحديث: ١٣٨٨.

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: میں آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میرا مخراف نامی باغ ان کی طرف سے صدقہ ہے۔[1]

حضرت سعد بن عبادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''میں نے (ایک مرتبہ) بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، سعد کی والدہ کا انتقال ہو گیا ہے، تو کون سا صدقہ افضل ہے؟ ارشاد فرمایا'' پانی۔ چنانچہ انہوں نے کنواں کھدوایا اور کہا ''ھٰذِہٖ لِاُمِّ سَعْدٍ'' یہ سعد کی والدہ (کے ایصالِ ثواب) کے لئے ہے۔[2]

نیز ایصالِ ثواب کے درست ہونے پر صحیح العقیدہ علماءِ امت کا اِجماع ہے اور فقہ کی کتابوں میں بھی بکثرت مقامات پر اس کا جواز مذکور ہے، اسی لئے مسلمانوں میں جو یہ معمول ہے کہ وہ اپنے مُردوں کو فاتحہ، سوم، چہلم، برسی اور عرس وغیرہ میں عبادات اور صدقات سے ثواب پہنچاتے رہتے ہیں، ان کا یہ عمل اَحادیث کے بالکل مطابق ہے۔ نیز یہ بھی یاد رکھیں کہ ایصالِ ثواب کے لئے شریعت کی طرف سے کوئی دن خاص نہیں بلکہ جب چاہیں جس وقت چاہیں ایصالِ ثواب کر سکتے ہیں اور اگر عزیز رشتہ داروں یا دوست اَحباب کی سہولت کے لئے دن مُعَیَّن کر کے ایصالِ ثواب کیا جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

وَاَنَّ سَعْیَہٗ سَوْفَ یُرٰی ﴿۴۰﴾ ثُمَّ یُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی ﴿۴۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی۔ پھر اس کا بھرپور بدلہ دیا جائے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کہ اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی۔ پھر اسے اس کا بھرپور بدلہ دیا جائے گا۔

﴿**وَاَنَّ سَعْیَہٗ سَوْفَ یُرٰی: اور یہ کہ اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی۔**﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ عنقریب قیامت کے دن ہر شخص کے اعمال اسے نظر آئیں گے۔ اس کی ایک صورت یہ ہوگی کہ اس کا نامۂ اعمال اسے دیا جائے گا اور وہ اپنے نامۂ اعمال میں اور میزان میں اپنے عمل دیکھے گا۔ اس میں مومن کے لئے بشارت ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ اسے اس کے نیک اعمال دکھائے گا تا کہ اسے خوشی حاصل ہو اور کافر (کے لئے وعید ہے کہ وہ) اپنے برے اعمال (دیکھ کر ان)

1 ......بخاری، کتاب الوصایا، باب اذا قال: ارضی او بستانی صدقۃ عن امّی فھو جائز... الخ، ۲/۲۳۹، الحدیث: ۲۷۵۶.
2 ......ابو داؤد، کتاب الزکاۃ، باب فی فضل سقی الماء، ۲/۱۸۰، الحدیث: ۱۶۸۱.

کی وجہ سے غمزدہ ہوگا۔اور دوسری صورت یہ ہوگی کہ اچھے اعمال کو حسین وجمیل شکل عطا کی جائے گی اور برے اعمال کو بری صورت میں ڈھال دیا جائے گا تاکہ انہیں دیکھنا مومن کیلئے خوشی اور کافر کیلئے غم کا باعث ہو۔ (1)

﴿ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى: پھر اسے اس کا بھرپور بدلا دیا جائے گا۔﴾ یعنی اعمال دیکھنے کے بعد پھر اللہ تعالیٰ ہر انسان کو اس کے اچھے اور برے اعمال کا بھرپور بدلہ دے گا۔ (2)

وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ﴿۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ بے شک تمہارے رب ہی کی طرف انتہا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کہ بیشک تمہارے رب ہی کی طرف انتہا ہے۔

﴿وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى: اور یہ کہ بیشک تمہارے رب ہی کی طرف انتہا ہے۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ غم نہ کریں کیونکہ تمام مخلوق کی انتہا آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف ہے اور آخرت میں انہیں اسی کی طرف لوٹنا ہے، وہی نیک اور بد انسان کو اس کے اعمال کی جزا دے گا۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گناہگار کو ڈراتے ہوئے اور نیکوکار کو ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے سننے والو! بے شک تمام مخلوق کی انتہا تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف ہے، یہ بات اس لئے ارشاد فرمائی تاکہ گناہگار اپنے گناہوں سے باز آجائے اور نیکوکار اپنے نیک اعمال اور زیادہ کرے۔ (3)

وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ﴿۴۳﴾

---

1 ......روح البیان، النجم، تحت الآیۃ: ٤٠، ٩/ ٢٥٢، خازن، النجم، تحت الآیۃ: ٤٠، ٤/ ١٩٩، جلالین مع صاوی، النجم، تحت الآیۃ: ٤٠، ٦/ ٢٠٥٦، ملتقطاً.

2 ......روح البیان، النجم، تحت الآیۃ: ٤١، ٩/ ٢٥٣، ملخصاً.

3 ......تفسیر طبری، النجم، تحت الآیۃ: ٤٢، ١١/ ٥٣٤، ، خازن، النجم، تحت الآیۃ: ٤٢، ٤/ ١٩٩-٢٠٠، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ وہ ہی ہے جس نے ہنسایا اور رولایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کہ وہی ہے جس نے ہنسایا اور رلایا۔

﴿ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَ اَبْكٰى: اور یہ کہ وہی ہے جس نے ہنسایا اور رلایا۔﴾ یعنی ایک ہی محل میں مختلف اوقات میں ایک دوسرے کے مخالف دو چیزوں، رونے اور ہنسنے کو پیدا کرنے پر اللہ تعالیٰ ہی قادر ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انسان کے تمام اعمال اللہ تعالیٰ کی قضاء، قدرت اور اس کے پیدا کرنے سے ہیں۔ اس کے علاوہ مفسرین نے اس آیت کے اور معنی بھی بیان فرمائے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں،

(1)......اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اہلِ جنت کو جنت میں داخل کر کے ہنسائے گا اور اہلِ جہنم کو جہنم میں داخل کر کے رُلائے گا۔

(2)......اللہ تعالیٰ دنیا والوں میں سے جسے چاہتا ہے ہنساتا ہے اور جسے چاہتا ہے رُلاتا ہے۔

(3)......اللہ تعالیٰ زمین کو نباتات کے ذریعے ہنساتا ہے اور آسمان کو بارش کے ذریعے رُلاتا ہے۔[1]

وَ اَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَ اَحْيَا ۙ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ وہی ہے جس نے مارا اور جلایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کہ وہی ہے جس نے موت اور زندگی دی۔

﴿ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَ اَحْيَا: اور یہ کہ وہی ہے جس نے موت اور زندگی دی۔﴾ اس آیت کا **ایک معنی** یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی دنیا میں موت دی اور وہی آخرت میں زندگی عطا فرمائے گا۔ **دوسرا معنی** یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی باپ دادا کو موت دی اور ان کی اولاد کو زندگی بخشی۔ **تیسرا معنی** یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو کفر کی موت سے ہلاک کیا اور ایمانداروں

1......خازن، النجم، تحت الآية: ٤٣، ٤/٢٠٠، تفسير طبرى، النجم، تحت الآية: ٤٣، ١١/٥٣٤، ملتقطاً.

کو ایمانی زندگی بخشی۔[1]

وَ اَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰى ﴿۴۵﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ اسی نے دو جوڑے بنائے نر اور مادہ۔ نطفہ سے جب ڈالا جائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کہ اسی نے نر اور مادہ دو جوڑے بنائے۔ نطفہ سے جب اسے ڈالا جائے۔

﴿وَ اَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَیْنِ: اور یہ کہ اسی نے دو جوڑے بنائے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب رحم میں نطفہ ڈالا جائے تو اس نطفہ سے انسانوں اور حیوانات کے نر اور مادہ دو جوڑے **اللّٰہ** تعالیٰ نے ہی بنائے[2] اس سے اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت معلوم ہوئی کہ سانچہ ایک ہے مگر اس میں بننے والے برتن مختلف ہیں کہ ایک رحم، ایک ہی نطفہ مگر کبھی اس سے لڑکا بنتا ہے کبھی لڑکی، کبھی نر کبھی مادہ۔ سُبْحَانَ **اللّٰہ**۔

وَ اَنَّ عَلَیْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ﴿۴۷﴾ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَ اَقْنٰى ﴿۴۸﴾ وَ اَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ﴿۴۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ اسی کے ذمہ ہے پچھلا اٹھانا۔ اور یہ کہ اسی نے غنیٰ دی اور قناعت دی۔ اور یہ کہ وہی ستارہ شِعریٰ کا رب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کہ دوبارہ زندہ کرنا اسی کے ذمہ ہے۔ اور یہ کہ وہی ہے جس نے غنی کیا اور قناعت دی۔ اور یہ کہ وہی شعریٰ (نامی ستارے) کا رب ہے۔

---

1 ......مدارك، النجم، تحت الآية: ٤٤، ص١١٨٣.

2 ......روح البيان، النجم، تحت الآية: ٤٥-٤٦، ٩/٢٥٥.

﴿وَاَنَّ عَلَیْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى :اور یہ کہ دوبارہ زندہ کرنا اسی کے ذمہ ہے۔﴾ اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ پر زندہ کرنا واجب ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت میں زندہ فرمانے کا وعدہ فرمالیا ہے اس لئے اپنے وعدے کو پورا فرمانے کے لئے اللہ تعالیٰ مخلوق کو اس کی موت کے بعد زندہ فرمائے گا۔[1]

﴿وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى :اور یہ کہ وہی ہے جس نے غنی کیا۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ہی لوگوں کو مال و دولت سے نواز کر غنی کرتا ہے اور قناعت کی نعمت سے بھی وہی نوازتا ہے۔[2]

﴿وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى :اور یہ کہ وہی شعریٰ کا رب ہے۔﴾ شعریٰ ایک ستارہ ہے جو کہ شدید گرمی کے موسم میں جوزاء ستارے کے بعد طلوع ہوتا ہے۔ دورِ جاہلیّت میں خزاعہ قبیلے کے لوگ اس کی عبادت کرتے تھے اور ان میں سب سے پہلے عبادت کا یہ طریقہ ان کے ایک سردار ابو کبشہ نے جاری کیا۔ اس آیت میں انہیں بتایا گیا کہ سب کا رب اللہ تعالیٰ ہے اور جس ستارے کی تم پوجا کرتے ہو اس کا رب بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے لہٰذا صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔[3]

وَاَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَا ࣙالْاُوْلٰى ﴿۵۰﴾ وَثَمُوْدَاۡ فَمَاۤ اَبْقٰى ﴿۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ اسی نے پہلی عاد کو ہلاک فرمایا۔ اور ثمود کو تو کوئی باقی نہ چھوڑا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ کہ اسی نے پہلی عاد کو ہلاک فرمایا۔ اور ثمود کو تو اس نے (کسی کو) باقی نہ چھوڑا۔

﴿وَاَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَا ࣙالْاُوْلٰى :اور یہ کہ اسی نے پہلی عاد کو ہلاک فرمایا۔﴾ قومِ عاد دو ہیں، ایک حضرت ہود عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم، یہ چونکہ حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد سب سے پہلے تیز آندھی سے ہلاک ہوئے تھے اس لئے انہیں پہلی عاد کہتے ہیں اور ان کے بعد والوں کو دوسری عاد کہتے ہیں کیونکہ وہ انہیں کی اولاد میں سے تھے۔[4]

﴿وَثَمُوْدَاۡ فَمَاۤ اَبْقٰى :اور ثمود کو تو اس نے (کسی کو) باقی نہ چھوڑا۔﴾ ثمود حضرت صالح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم تھی، اس

1 ......روح البيان، النجم، تحت الآية: ٤٧، ٩/٢٥٦.
2 ......روح البيان، النجم، تحت الآية: ٤٨، ٩/٢٥٦.
3 ......مدارك، النجم، تحت الآية: ٤٩، ص١١٨٣، خازن، النجم، تحت الآية: ٤٩، ٤/٢٠٠، ملتقطاً.
4 ......خازن، النجم، تحت الآية: ٥٠، ٤/٢٠٠.

قوم کو اللہ تعالیٰ نے (حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کی) چیخ سے ہلاک کیا اور ان میں سے کوئی بھی باقی نہ بچا۔[1]

وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى ﴿۵۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان سے پہلے نوح کی قوم کو بے شک وہ ان سے بھی ظالم اور سرکش تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان سے پہلے نوح کی قوم کو (ہلاک کیا) بیشک وہ ان (دوسروں) سے بھی زیادہ ظالم اور سرکش تھے۔

﴿وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ: اور ان سے پہلے نوح کی قوم کو۔﴾ یعنی عاد اور ثمود سے پہلے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کو غرق کر کے ہلاک کیا بیشک وہ ان عاد اور ثمود سے بھی زیادہ ظالم اور سرکش تھے کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان میں ایک ہزار برس کے قریب تشریف فرما رہے، لیکن انہوں نے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعوت قبول نہ کی اور اُن کی سرکشی بھی کم نہ ہوئی۔[2]

وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ﴿۵۳﴾ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ﴿۵۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ﴿۵۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اُس نے اُلٹنے والی بستی کو نیچے گرایا۔ تو اس پر چھایا جو کچھ چھایا۔ تو اے سننے والے اپنے رب کی کونسی نعمتوں میں شک کرے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس نے الٹنے والی بستیوں کو نیچے گرایا۔ پھر ان بستیوں کو اس نے ڈھانپ لیا جس نے ڈھانپ لیا۔ تو اے بندے! تو اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں میں شک کرے گا؟

---

1 ......خازن، النجم، تحت الآية: ۵۱، ۴/ ۲۰۰.

2 ......خازن، النجم، تحت الآية: ۵۲، ۴/ ۲۰۰، جلالين، النجم، تحت الآية: ۵۲، ص۴۳۹، ملتقطاً.

﴿وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى: اوراس نے الٹنے والی بستیوں کو نیچے گرایا۔﴾ ان بستیوں سے مراد حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کی بستیاں ہیں جنہیں حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے اللّٰہ تعالٰی کے حکم سے اٹھا کر اوندھا کر کے زمین پر ڈال دیا اوران بستیوں کو زیروزبر کر دیا۔ (1)

﴿فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى: پھران بستیوں کواس نے ڈھانپ لیا جس نے ڈھانپ لیا۔﴾ یعنی بستیوں کوالٹنے کے بعد اللّٰہ تعالٰی نے ان بستیوں کو نشان لگے ہوئے پتھروں کی خوفناک بارش سے ڈھانپ دیا۔ (2)

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى: تواے بندے! تو اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں میں شک کرے گا؟﴾ یعنی اللّٰہ تعالٰی کی وحدانیّت اورقدرت پر دلالت کرنے والی نعمتیں بے شمار ہیں جن میں سے بعض کا اوپر تذکرہ ہوا، پھراے بندے! تو اللّٰہ تعالٰی کی وحدانیّت اورقدرت پر دلالت کرنے والی کون کون سی نعمتوں میں شک کرے گا؟

هٰذَا نَذِیْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴿۵۶﴾ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿۵۷﴾ لَیْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴿۵۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ایک ڈر سنانے والے ہیں اگلے ڈرانے والوں کی طرح۔ پاس آئی پاس آنے والی۔ اللّٰہ کے سوا اس کا کوئی کھولنے والا نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ پہلے ڈر سنانے والوں میں سے ایک ڈر سنانے والے ہیں۔قریب آنے والی (قیامت) قریب آ گئی۔ اللّٰہ کے سوا اسے کوئی کھولنے والا نہیں۔

﴿هٰذَا نَذِیْرٌ: یہ ایک ڈر سنانے والے ہیں۔﴾ یعنی اے لوگو! جس طرح پہلے ڈر سنانے والے اپنی قوموں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے اسی طرح تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بھی ایک ڈر سنانے والے عظیم رسول ہیں جو

1 ......جلالین، النجم، تحت الآیة: ٥٣، ص٤٣٩-٤٤٠.

2 ......خازن، النجم، تحت الآیة: ٥٤، ٤/٢٠١.

تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔ (1)

﴿اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ: قریب آنے والی قریب آ گئی۔﴾ اس آیت اوراس کے بعد والی آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ قیامت قریب آ چکی ہے اور جب قیامت قائم ہونے کا وقت آئے گا تو اسے اللہ تعالیٰ ہی ظاہر فرمائے گا۔اسی سے متعلق ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:

یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَاؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْۚ لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَﳳ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اس کے قائم ہونے کا وقت کب ہے؟ تم فرماؤ: اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے، اسے وہی اس کے وقت پر ظاہر کرے گا، وہ آسمانوں اور زمین میں بھاری پڑ رہی ہے، تم پر وہ اچانک ہی آ جائے گی۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ قیامت قریب آ گئی ہے اور جب قیامت قائم ہوگی تو اس کی ہَولناکیوں اور شدّتوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دور نہیں کرسکتا اور اللہ تعالیٰ انہیں دور نہ فرمائے گا۔ (3)

اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَ تَضْحَكُوْنَ وَ لَا تَبْكُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَ اَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿۶۱﴾ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَ اعْبُدُوْا ﴿۶۲﴾ السجدة

ع ۳ | السجدة ۱۲

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا اس بات سے تم تعجب کرتے ہو۔اور ہنستے ہو اور روتے نہیں۔اور تم کھیل میں پڑے ہو۔تو اللہ کے لیے سجدہ اور اس کی بندگی کرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا اس بات پر تم تعجب کرتے ہو؟ اور ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو۔اور تم غفلت میں پڑے ہوئے

1 ......خازن، النجم، تحت الآیة: ٥٦، ٤/٢٠١.

2 ......اعراف: ١٨٧.

3 ......مدارك، النجم، تحت الآیة: ٥٧-٥٨، ص ١١٨٤.

ہو۔تو اللہ کے لیے سجدہ کرو اور عبادت کرو۔

﴿اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَ: تو کیا اس بات پر تم تعجب کرتے ہو؟﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفارِ قریش کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر نازل ہونے کی وجہ سے اس قرآن کا انکار کرتے ہو اور اس کا مذاق اُڑاتے ہوئے ہنستے ہو اور اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کی جو وعیدیں اس میں بیان ہوئی ہیں انہیں سن کر روتے نہیں حالانکہ تم نافرمان ہو اور اس قرآن میں ذکر کی گئی عبرت اور نصیحت انگیز باتوں سے غفلت میں پڑے ہوئے ہو اور اس کی آیتوں سے منہ پھیرتے ہو۔[1]

﴿فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ: تو اللہ کے لیے سجدہ کرو۔﴾ یعنی اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو ہدایت عطا فرمائی ہے، اس کا شکر ادا کرنے کے لئے سجدہ کرو اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو کیونکہ اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔[2]

نوٹ: یاد رہے کہ یہ آیت آیاتِ سجدہ میں سے ہے، اسے پڑھنے اور سننے والے پر سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہے۔

1 ......تفسیر طبری، النجم، تحت الآیة: ٥٩-٦١، ١١/٥٤١.

2 ......خازن، النجم، تحت الآیة: ٦٢، ٤/٢٠١.

سورۂ قمر اس آیت "سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ" کے علاوہ مکیہ ہے۔[1]

اس سورت میں **3** رکوع، **55** آیتیں، **342** کلمے اور **1423** حروف ہیں۔[2]

عربی میں چاند کو قمر کہتے ہیں۔ اِس سورت کی پہلی آیت میں چاند کے پھٹ جانے کا بیان کیا گیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام "سورۂ قمر" رکھا گیا ہے۔

(1)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: "سورۂ اِقْتَرَبَ کی تلاوت کرنے والے (کا چہرہ قیامت کے دن روشن ہوگا کہ اس سورت) کو تورات میں "مُبَیِّضَۃ" یعنی روشن کرنے والی پکارا جاتا ہے کیونکہ یہ اپنی تلاوت کرنے والے کا چہرہ اس دن روشن کرے گی جس دن چہرے سیاہ ہوں گے۔[3]

(2)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: "جس نے رات میں سورۂ سجدہ، سورۂ قمر اور سورۂ ملک کی تلاوت کی تو یہ سورتیں، شیطان اور شرک سے اس کی حفاظت کریں گی اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے درجات میں بلندی عطا کرے گا۔[4]

1 ......خازن، تفسیر سورة القمر، ٢٠١/٤، جلالين، سورة القمر، ص٤٤٠.

2 ......خازن، تفسير سورة القمر، ٢٠١/٤.

3 ......شعب الايمان، التاسع عشر من شعب الايمان... الخ، فصل في فضائل السور والآيات، ٤٩٠/٢، الحديث: ٢٤٩٥.

4 ...... كنز العمال، كتاب الاذكار، قسم الاقوال، الباب السابع، الفصل الاول، ٢٦٩/١، الجزء الاول، الحديث: ٢٤١٠.

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت اور قرآنِ مجید کی صداقت وغیرہ اسلام کے بنیادی عقائد کے بارے میں بیان کیا گیا ہے، نیز اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں

(1)......اس سورت کی ابتداء میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ایک معجزہ اور کفارِ مکہ کے طرزِ عمل کو بیان فرمایا گیا۔

(2)......حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مشرکین سے اِعراض کرنے اور انہیں قیامت قریب آنے اور اس دن انہیں پہنچنے والی سختیوں سے ڈرانے کا حکم دیا گیا۔

(3)......حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تسلی کے لئے اِختصار کے ساتھ سابقہ امتوں میں سے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم ،قومِ عاد،قومِ ثمود،حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم اور فرعون کی قوم کے حالات اور ان کا انجام بیان کیا گیا اور کفارِ قریش کو مُخاطَب کر کے ان امتوں کے انجام سے ڈرایا گیا۔

(4)......اس سورت کے آخر میں بدبخت کفار کا حال اور سعادت مند مُتّقی لوگوں کی جزا کو بیان فرمایا گیا۔

سورۂ قمر کی اپنے سے ماقبل سورت ''نجم'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ نجم کی طرح اس سورت میں بھی اپنے رسولوں کو جھٹلانے والی سابقہ امتوں کے احوال اور ان کا انجام بیان کیا گیا ہے۔[1]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان ، رحمت والا ہے۔

1......تناسق الدرر، سورة القمر، ص ۱۲۰ ملخصاً.

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پاس آئی قیامت اور شق ہو گیا چاند۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔

﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ: قیامت قریب آ گئی۔﴾ یعنی قیامت کے نزدیک ہونے کی نشانی ظاہر ہوگئی کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے معجزہ سے چاند دو ٹکڑے ہو کر پھٹ گیا۔ چاند کا دو ٹکڑے ہونا جس کا اس آیت میں بیان ہے، یہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے روشن معجزات میں سے ہے۔[1]

صحاحِ ستہ کی کثیر اَحادیث میں اس عظیم معجزے کے مختلف پہلو بیان کئے گئے ہیں، چنانچہ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: اہلِ مکہ نے حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ایک معجزہ دکھانے کی درخواست کی تو حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے چاند ٹکڑے کر کے دکھایا۔[2]

حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانہ میں چاند دو ٹکڑے ہو کر پھٹا، ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر اور دوسرا ٹکڑا اس کے نیچے، تب رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا گواہ رہو۔[3]

حضرت جبیر بن مطعم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ’’جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے چاند دو ٹکڑے کر کے دکھایا تو کفارِ قریش نے کہا: محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) نے جادو سے ہماری نظر بند کر دی ہے، اس پر ان کی جماعت کے لوگوں نے کہا کہ اگر یہ ہماری نظر بندی ہے تو باہر کہیں بھی کسی کو چاند کے دو حصے نظر نہ آئے ہوں

1 ……خازن، القمر، تحت الآية: ١، ٢٠١/٤.

2 ……بخاری، كتاب المناقب، باب سؤال المشركين ان يريهم النبيّ صلى الله عليه وسلم آية...الخ، ٥١١/٢، الحديث: ٣٦٣٧.

3 ……بخاری، كتاب التفسير، سورة اقتربت الساعة القمر، باب وانشقّ القمر... الخ، ٣٣٩/٣، الحديث: ٤٨٦٤.

گے۔اب جو قافلے آنے والے ہیں اُن کی جستجو رکھو اور مسافروں سے دریافت کرو، اگر دوسرے مقامات سے بھی چاند کا ٹکڑے ہونا دیکھا گیا ہے تو بے شک معجزہ ہے۔ چنانچہ سفر سے آنے والوں سے دریافت کیا تو اُنہوں نے بیان کیا کہ ہم نے دیکھا ہے کہ اس روز چاند کے دو حصے ہو گئے تھے۔[1] اب مشرکین کو انکار کی گنجائش نہ رہی لیکن وہ جاہلانہ طور پر اسے جادو ہی جادو کہتے رہے۔

ان کے علاوہ صحاح ستہ کی اور اَحادیث میں بھی اس عظیم معجزے کا بیان ہے اور یہ خبر شہرت کے اس درجہ تک پہنچ گئی ہے کہ اس کا انکار کرنا عقل وانصاف سے دشمنی اور بے دینی ہے۔

وَ اِنْ یَّرَوْا اٰیَةً یُّعْرِضُوْا وَ یَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر دیکھیں کوئی نشانی تو منہ پھیرتے اور کہتے ہیں یہ تو جادو ہے چلا آتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر کفار کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں: یہ تو کوئی دائمی جادو ہے۔

﴿وَ اِنْ یَّرَوْا اٰیَةً: اور اگر کفار کوئی نشانی دیکھتے ہیں۔﴾ اس آیت میں کفارِ مکہ کی ایک عادت بیان کی گئی کہ وہ اگر اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی صداقت اور نبوت پر دلالت کرنے والی کوئی نشانی جیسے چاند کا دوٹکڑے ہونا یا کوئی اور نشانی دیکھتے ہیں تو اس نشانی میں غور کرکے اس کی حقیقت جاننے، اس کی تصدیق کرنے اور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانے سے منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں: محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) جو کچھ ہمیں دکھا رہے ہیں یہ تو کوئی دائمی طاقتور جادو ہے۔[2]
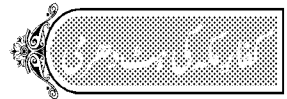
اس آیت میں کفارِ مکہ کا جو حال بیان ہوا کہ ان کا مطالبہ پورا بھی کر دیا جائے تو بھی یہ ایمان نہیں لاتے، اس کا

1 ……ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة القمر، ١٨٩/٥، الحدیث: ٣٣٠٠، جامع الاصول فی احادیث الرسول، حرف النون، الکتاب الاول، الباب الخامس، الفصل السابع، ٣٦٧/١١، الحدیث: ٨٩٣٧.

2 ……مدارك، القمر، تحت الآیة: ٢، ص١١٨٥، روح البیان، القمر، تحت الآیة: ٢، ٢٦٧/٩، ملتقطاً.

بیان اور آیات میں بھی کیا گیا ہے، جیسے کفارِ مکہ نے کہا کہ

وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَیْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم تمہارے چڑھ جانے پر بھی ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک ہم پر ایک کتاب نہ اتارو جو ہم پڑھیں۔

ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ كِتٰبًا فِیْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَیْدِیْهِمْ لَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم کاغذ میں کچھ لکھا ہوا آپ پر اتار دیتے پھر یہ اسے چھو لیتے تب بھی کافر کہہ دیتے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔

کفارِ مکہ نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا:

تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَیْنَا كِسَفًا (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم ہم پر آسمان ٹکڑے ٹکڑے کرکے گرادو جیسا تم نے کہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ اِنْ یَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا یَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ (4)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر وہ آسمان سے کوئی ٹکڑا گرتا ہوا دیکھیں گے تو کہیں گے کہ یہ تہہ در تہہ بادل ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِیْهِ یَعْرُجُوْنَ ﴿۱۴﴾ لَقَالُوْۤا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ (5)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم ان کے لیے آسمان میں کوئی دروازہ کھول دیتے تا کہ دن کے وقت اس میں چڑھ جاتے۔ جب بھی وہ یہی کہتے کہ ہماری نگاہوں کو بند کر دیا گیا ہے بلکہ ہم ایسی قوم ہیں جن پر جادو کیا ہوا ہے۔

---

1 ...... بنی اسرائیل: ۹۳.
2 ...... انعام: ۷.
3 ...... بنی اسرائیل: ۹۲.
4 ...... طور: ٤٤.
5 ...... حجر: ١٤، ١٥.

کفارِ مکہ نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہا کہ اگر آپ سچے ہیں تو ہمارے مُردوں کو زندہ کردیجئے تاکہ ہم ان سے پوچھیں کہ آپ جو فرماتے ہیں وہ حق ہے یا نہیں اور ہمیں فرشتے دکھایئے جو ہمارے سامنے آپ کے رسول ہونے کی گواہی دیں یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لایئے۔ ان کے جواب میں اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا:

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَاۤ اِلَیْهِمُ الْمَلٰٓىٕكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَیْهِمْ كُلَّ شَیْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ یَجْهَلُوْنَ[1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے اُتار دیتے اور مردے ان سے باتیں کرتے اور ہم ہر چیز ان کے سامنے جمع کردیتے جب بھی وہ ایمان لانے والے نہ تھے مگر یہ کہ خدا چاہتا لیکن ان میں اکثر لوگ جاہل ہیں۔

وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اُنھوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے اور ہر کام قرار پاچکا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے اور ہر کام قرار پاچکا ہے۔

﴿وَكَذَّبُوْا: اور انہوں نے جھٹلایا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ کفارِ مکہ نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اور ان معجزات کو جھٹلایا جو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے اور وہ اپنی ان باطل خواہشوں کے پیچھے ہوئے جو شیطان نے ان کے دل میں ڈال دی تھیں (کہ اگر انہوں نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے معجزات کی تصدیق کی تو اُن کی سرداری تمام عالَم میں مانی جائے گی اور قریش کی کچھ بھی عزت اور قدر باقی نہ رہے گی۔) اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے کہ ہر کام اپنے وقت پر ہونے ہی والا ہے، کوئی اس کو روکنے والا نہیں اور سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا دین غالب ہو کر رہے گا۔[2]

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِیْهِ مُزْدَجَرٌ ۙ﴿۴﴾

---

1 ……انعام: ۱۱۱.

2 ……ابو سعود، القمر، تحت الآية: ۳، ۵/۶۵۳، بغوی، القمر، تحت الآية: ۳، ۴/۲۳۵-۲۳۶، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ان کے پاس وہ خبریں آئیں جن میں کافی روک تھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ان کے پاس وہ خبریں آچکی جن میں کافی ڈانٹ ڈپٹ تھی۔

﴿وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ: اور بیشک ان کے پاس وہ خبریں آچکی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ کفارِ مکہ کے پاس قرآنِ پاک کے ذریعے پچھلی امتوں کے ان لوگوں کی خبریں آچکی ہیں جو اپنے رسولوں کو جھٹلانے کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے اور ان خبروں میں کفارِ مکہ کے لئے کفر اور تکذیب سے کافی روک اور انتہا درجہ کی نصیحت تھی۔[1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں کے حالات معلوم کرنا عبرت اور نصیحت حاصل کرنے کے لئے بہت فائدہ مند ہے جو اللہ تعالٰی کی نافرمانی اور اس کے ساتھ کفر کرنے کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے۔

حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۙ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: انتہاء کو پہنچی ہوئی حکمت پھر کیا کام دیں ڈر سنانے والے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (یہ قرآن) انتہاء کو پہنچی ہوئی حکمت ہے تو (ایسوں کو) ڈرانے والے امور فائدہ نہیں دیتے۔

﴿حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ: انتہاء کو پہنچی ہوئی حکمت۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ یہ قرآن انتہاء کو پہنچی ہوئی حکمت سے بھرپور ہے تو جب کافر ڈر سنانے والوں کی مخالفت کریں گے اور انہیں جھٹلائیں گے تو یہ انہیں کیا فائدہ دیں گے۔[2] اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ وَ مَا تُغْنِی الْاٰیٰتُ وَ النُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: تم دیکھو کہ آسمانوں اور زمین میں کیا کیا (نشانیاں) ہیں اور نشانیاں اور رسول ان لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں دیتے جو ایمان نہیں لاتے۔

---

1 ......جلالين، القمر، تحت الآية: ٤، ص ٤٤٠، مدارك، القمر، تحت الآية: ٤، ص ١١٨٥، ملتقطاً.

2 ......خازن، القمر، تحت الآية: ٥، ٤/٢٠٢.

3 ......يونس: ١٠١.

دوسرا معنی یہ ہے کہ یہ قرآن انتہاء کو پہنچی ہوئی حکمت سے بھر پور ہے تو (کافروں کو پھر بھی) ڈرانے والے اُمور جیسے سابقہ امتوں پر آنے والے عذابات نے فائدہ نہ دیا۔ (1)

وقف لازم

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَیْءٍ نُّكُرٍۙ ﴿۶﴾ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌۙ ﴿۷﴾ مُّهْطِعِیْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو تم اُن سے منہ پھیر لو جس دن بلانے والا ایک سخت بے پہچانی بات کی طرف بلائے گا۔ نیچی آنکھیں کئے ہوئے قبروں سے نکلیں گے گویا وہ ٹیڑی ہیں پھیلی ہوئی۔ بلانے والے کی طرف لپکتے ہوئے کافر کہیں گے یہ دن سخت ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تو تم ان سے منہ پھیرلو، جس دن پکارنے والا ایک سخت انجان بات کی طرف بلائے گا۔(تو) ان کی آنکھیں نیچے جھکی ہوئی ہوں گی۔ قبروں سے یوں نکلیں گے گویا وہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہیں۔ اس بلانے والے کی طرف دوڑتے ہوئے کافر کہیں گے: یہ بڑا سخت دن ہے۔

﴿فَتَوَلَّ عَنْهُمْ: تو تم ان سے منہ پھیرلو۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، ان کفار کی سرکشی کا نتیجہ یہ ہے کہ آپ ان سے منہ پھیرلیں کیونکہ وہ نصیحت کرنے اور ڈرسنانے سے عبرت حاصل کرنے والے نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت جہاد والی آیت سے منسوخ ہو چکی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کفار سے منہ پھیرلیں اور ان سے کلام کرنے کی بجائے ان کے ساتھ جہاد فرمائیں۔ (2)

---

1 ......جلالين مع صاوى، القمر، تحت الآية: ٥، ٦/٢٠٦١.

2 ......مدارك، القمر، تحت الآية: ٦، ص١١٨٥، جلالين مع صاوى، القمر، تحت الآية: ٦، ٦/٢٠٦١، ملتقطاً.

﴿یَوْمَ یَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَیْءٍ نُّكُرٍ: جس دن پکارنے والا ایک سخت انجان بات کی طرف بلائے گا۔﴾ آیت کے اس حصے اوراس کے بعدوالی دوآیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ وہ دن یاد کریں جب حضرت اسرافیل عَلَیْہِ السَّلَام بیتُ الْمَقْدِس کی چٹان پر کھڑے ہوکرایک ایسی سخت انجان بات کی طرف بلائیں گے کہ اس جیسی سختی کبھی لوگوں نے نہ دیکھی ہوگی اور وہ بات قیامت اورحساب کی ہَولناکی ہے۔اس وقت لوگوں کا حال یہ ہوگا کہ ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی اور وہ اپنی قبروں سے اس حال میں نکلیں گے کہ کثرت کی وجہ سے گویا وہ ہر طرف پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہیں اوروہ خوف اور حیرت کی وجہ سے یہ نہیں جانتے ہوں گے کہ کہاں جائیں، حضرت اسرافیل عَلَیْہِ السَّلَام کی آواز کی طرف دوڑتے ہوئے ان میں سے کافر کہیں گے: یہ کافروں پر بڑا سخت دن ہے۔[1]

ان آیات میں قیامت قائم ہوتے وقت کی جو حالت بیان کی گئی اس کا ذکر کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ یَنْسِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ قَالُوْا یٰوَیْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ٚ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور صور میں پھونک ماری جائے گی تو اسی وقت وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف دوڑتے چلے جائیں گے۔کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! کس نے ہمیں ہماری نیند سے جگا دیا؟ یہ وہ ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ فرمایا تھا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

یَوْمَ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ یُّوْفِضُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ ذٰلِكَ الْیَوْمُ الَّذِیْ كَانُوْا

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن قبروں سے جلدی کرتے ہوئے نکلیں گے گویا وہ نشانوں کی طرف لپک رہے ہیں۔ ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی، ان پر ذلت چڑھ

---

1 ......خازن ، القمر ، تحت الآیة : ٦-٨ ، ٤/٢٠٢-٢٠٣ ، مدارك، القمر، تحت الآیة: ٦-٨، ص١١٨٥-١١٨٦، جلالین مع صاوی، القمر، تحت الآیة: ٦-٨، ٦/٢٠٦١-٢٠٦٢، ملتقطاً.

2 ......یس: ٥١، ٥٢.

يُوْعَدُوْنَ [1] — رہی ہوگی، یہ ان کا وہ دن ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قیامت کی سختیوں اور ہولناکیوں سے امن نصیب فرمائے، اٰمین۔

قیامت کا دن کافروں پر سخت ہوگا مگر کامل ایمان والوں پر سخت نہیں ہوگا

آیت نمبر 8 سے معلوم ہوا کہ قیامت کا دن کافروں پر سخت ہوگا اور کامل ایمان والوں پر سخت نہیں ہوگا۔ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے کفار کے بارے میں ارشاد فرمایا:

اَلْمُلْكُ یَوْمَىٕذِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِؕ-وَ كَانَ یَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِیْنَ عَسِیْرًا [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دن سچی بادشاہی رحمٰن کی ہوگی اور کافروں پر وہ بڑا سخت دن ہوگا۔

اور ارشاد فرمایا:

فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِۙ(۸) فَذٰلِكَ یَوْمَىٕذٍ یَّوْمٌ عَسِیْرٌۙ(۹) عَلَى الْكٰفِرِیْنَ غَیْرُ یَسِیْرٍ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب صور میں پھونکا جائے گا۔تو وہ دن سخت دن ہوگا۔کافروں پر آسان نہیں ہوگا۔

اور نیک اعمال کرنے والے مومنین کے بارے میں ارشاد فرمایا:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَیْرٌ مِّنْهَاۚ-وَ هُمْ مِّنْ فَزَعٍ یَّوْمَىٕذٍ اٰمِنُوْنَ [4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو نیکی لائے اس کے لیے اس سے بہتر صلہ ہے اور وہ اس دن کی گھبراہٹ سے امن و چین میں ہوں گے۔

اور ارشاد فرمایا:

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ یَوْمَىٕذٍ خَیْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّ اَحْسَنُ مَقِیْلًا [5]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جنت والے اس دن ٹھکانے کے اعتبار سے بہتر اور آرام کے اعتبار سے سب سے اچھے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان خوش نصیب حضرات کے گروہ میں شامل فرمائے جنہیں قیامت کے دن امن اور چین

---

1 ......معارج:٤٣،٤٤.

2 ......فرقان:٢٦.

3 ......مدثر:٨-١٠.

4 ......نمل:٨٩.

5 ......فرقان:٢٤.

نصیب ہوگا، امین۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَ قَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّ ازْدُجِرَ ﴿۹﴾ فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا تو ہمارے بندے کو جھوٹا بتایا اور بولے وہ مجنون ہے اور اُسے جھڑکا۔ تو اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں مغلوب ہوں تو میرا بدلہ لے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا تو انہوں نے ہمارے بندے کو جھوٹا کہا اور کہنے لگے: یہ پاگل ہے اور نوح کو جھڑکا گیا۔ تو اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں مغلوب ہوں تو تو (میرا) بدلہ لے۔

﴿ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ: ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا۔﴾ اس آیت سے **اللہ** تعالیٰ نے سابقہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعات بیان فرمائے ہیں تا کہ ان کے حالات سن کر اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تسلی حاصل ہو۔ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ قریش سے پہلے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم نے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا اور انہوں نے ہمارے بندے کو جھوٹا کہا اور انہیں دھمکی دی کہ اگر تم اپنے وعظ و نصیحت اور دین کی دعوت دینے سے باز نہ آئے تو ہم تمہیں قتل کر دیں گے اور سنگسار کر ڈالیں گے اور ان کی شان میں کہنے لگے: یہ پاگل ہے اور انہوں نے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دین کی دعوت دینے پر جھڑکا تو (بہت عرصہ ان کی اَذِیَّتوں پر صبر کرنے کے بعد) حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے دعا کی کہ اے **اللہ**! عَزَّوَجَلَّ، میں مغلوب ہوں تو تو ان سے میرا بدلہ لے۔ [1]

فَفَتَحْنَاۤ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿۱۱﴾ وَّ فَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُیُوْنًا

1 ......خازن، القمر، تحت الآية: ٩-١٠، ٤/٢٠٣، مدارك، القمر، تحت الآية: ٩-١٠، ص١١٨٦، ملتقطاً.

فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰۤى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیئے زور کے بہتے پانی سے۔ اور زمین چشمے کرکے بہادی تو دونوں پانی مل گئے اس مقدار پر جو مقدر تھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے زور کے بہتے پانی سے آسمان کے دروازے کھول دیئے۔ اور زمین کو چشمے کرکے بہادیا تو پانی اس مقدار پر مل گیا جو مقدر تھی۔

﴿ فَفَتَحْنَاۤ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ: تو ہم نے زور کے بہتے پانی سے آسمان کے دروازے کھول دیئے۔ ﴾ جب حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم پر عذاب بھیج دیا، اسی عذاب کا ذکر کرتے ہوئے اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں ارشاد فرمایا کہ ہم نے زور کے بہتے پانی سے آسمان کے دروازے کھول دیئے اور وہ پانی چالیس دن تک نہ تھما اور زمین سے اس قدر پانی نکالا کہ زمین چشموں کی طرح ہوگئی اور آسمان سے برسنے والے اور زمین سے ابلنے والے دونوں پانی اس مقدار پر مل گئے جو ان کیلئے مقدّر تھی اور لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی تھی کہ طوفان اس حد تک پہنچے گا۔ (1)

وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ﴿۱۳﴾ تَجْرِیْ بِاَعْیُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے نوح کو سوار کیا تختوں اور کیلوں والی پر۔ کہ ہماری نگاہ کے روبرو بہتی اس کے صلہ میں جس کے ساتھ کفر کیا گیا تھا۔

(1)......خازن، القمر، تحت الآية: ١١-١٢، ٤/٢٠٣، مدارك، القمر، تحت الآية: ١١-١٢، ص١١٨٦، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے نوح کو تختوں اور کیلوں والی (کشتی) پر سوار کیا۔ جو ہماری نگاہوں کے سامنے بہہ رہی تھی (سب کچھ) اس (نوح) کو جزا دینے کیلئے (ہوا) جس کے ساتھ کفر کیا گیا تھا۔

﴿وَ حَمَلْنٰهُ: اور ہم نے نوح کو سوار کیا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جب حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر عذاب آیا تو ہم نے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو تختوں اور کیلوں والی ایسی کشتی پر سوار کیا جو ہماری حفاظت میں بہہ رہی تھی اور حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نجات دینا اور ان کی کافر قوم کو غرق کر دینا اس پیارے نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جزا دینے کیلئے ہوا جس کے ساتھ کفر کیا گیا تھا۔[1]

وَ لَقَدْ تَّرَكْنٰهَاۤ اٰیَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اسے نشانی چھوڑا تو ہے کوئی دھیان کرنے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے اس واقعہ کو نشانی بنا چھوڑا تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟

﴿وَ لَقَدْ تَّرَكْنٰهَاۤ اٰیَةً: اور ہم نے اسے نشانی بنا چھوڑا۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ ہم نے اس واقعہ کو کہ کفار غرق کر کے ہلاک کر دیئے گئے اور حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نجات دی گئی، آنے والی امتوں کے لئے نشانی بنا چھوڑا تو ہے کوئی دھیان کرنے والا جو اس واقعہ سے نصیحت اور عبرت حاصل کرے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ ہم نے اس کشتی کو آنے والی امتوں کیلئے نشانی بنا چھوڑا تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا جو اس سے نصیحت حاصل کرے۔

حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کشتی کو جزیرہ کی سرزمین میں اور بعض مفسرین کے نزدیک جودی پہاڑ پر مدتوں باقی رکھا یہاں تک کہ ہماری اُمت کے پہلے لوگوں نے بھی اس کشتی کو دیکھا۔[2]

فَكَیْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَ نُذُرِ ﴿۱۶﴾

---

1 ......خازن، القمر، تحت الآية: ١٣-١٤، ٤/٢٠٣.

2 ......خازن، القمر، تحت الآية: ١٥، ٤/٢٠٣، مدارك، القمر، تحت الآية: ١٥، ص١١٨٧، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیسا ہوا میرا عذاب اور میری دھمکیاں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا؟

﴿ فَكَيْفَ كَانَ: تو کیسا ہوا۔ ﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، (آپ دیکھیں کہ) اللّٰہ تعالٰی اور اس کے رسول کو جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا! کیا میرے رسول کو جھٹلانے والوں کو عذاب پہنچا، یا نہیں! اے پیارے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جب آپ کو ان کے حالات معلوم ہو چکے تو آپ (کفار کی اَذِیَّتوں پر) صبر کیجئے، آپ کے (ساتھ کفار کے) معاملے کا انجام بھی اسی طرح ہوگا جیسے سابقہ رسولوں (کے ساتھ کفر کرنے والوں) کا ہوا۔[1]

وَ لَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿١٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے قرآن یاد کرنے کے لیے آسان فرما دیا تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے قرآن کو یاد کرنے / نصیحت لینے کیلئے آسان فرما دیا تو ہے کوئی یاد کرنے / نصیحت لینے والا؟

﴿ وَ لَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ: اور بیشک ہم نے قرآن کو یاد کرنے / نصیحت لینے کیلئے آسان فرما دیا۔ ﴾ اس آیت کی **ایک تفسیر** یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بے شک ہم نے عبرت اور نصیحت حاصل کرنے کے لئے آپ کی قوم کی زبان میں قرآنِ مجید نازل فرما کر ان کے لئے آسان کر دیا اور طرح طرح کی نصیحتوں اور عبرتوں سے قرآن کو بھر دیا اور اس میں وعدوں اور وعیدوں کو بیان کر دیا تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا جو اس سے نصیحت حاصل کرے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ بیشک ہم نے قرآن کو یاد کرنے کے لئے آسان کر دیا تو ہے کوئی جو اسے یاد کرے۔[2]

قرآنِ مجید یاد کرنے کیلئے آسان ہے

حضرت علامہ مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اس آیت میں قرآنِ کریم کی تعلیم

1 ......تفسیر کبیر، القمر، تحت الآیۃ: ١٦، ١٠/٢٩٩-٣٠٠، ملخصاً.

2 ......ابو سعود، القمر، تحت الآیۃ: ١٧، ٥/٦٥٥، مدارك، القمر، تحت الآیۃ: ١٧، ص١١٨٧، ملتقطاً.

حاصل کرنے، قرآنِ پاک کی تعلیم دینے، اس میں مشغول رہنے اور اسے حفظ کرنے کی ترغیب ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قرآنِ پاک یاد کرنے والے کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد ہوتی ہے اور اس کو حفظ کرنا سہل و آسان فرما دینے ہی کا ثمرہ ہے کہ عربی، عجمی، بڑے حتّٰی کہ بچے تک بھی اس کو یاد کر لیتے ہیں اور اس کے علاوہ کوئی مذہبی کتاب ایسی نہیں ہے جو یاد کی جاتی ہو اور سہولت سے یاد ہو جاتی ہو۔[1]

حضرتِ انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ قرآن سننے والے سے دنیا کی مصیبتیں دور کر دیتا ہے اور قرآن پڑھنے والے سے آخرت کی مصیبتیں دُور کر دیتا ہے۔ قرآنِ پاک کی ایک آیت سننا سونے کے خزانے سے بہتر ہے اور اس کی ایک آیت پڑھنا عرش کے نیچے موجود چیزوں سے افضل ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو اس نے مخلوق پیدا کرنے سے پہلے فرمایا تو جس نے قرآن میں اِلحاد کیا (یعنی بے دینی کا کوئی معاملہ کیا) یا قرآن کے بارے میں اپنی رائے سے کچھ کہا تو اس نے کفر کیا اور اگر اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک کو لوگوں کی زبانوں پر آسان نہ فرما دیتا کوئی شخص بھی رحمٰن کے کلام کا تکلّم کرنے پر قادر نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے قرآن کو یاد کرنے کے لیے آسان فرما دیا تو ہے کوئی یاد کرنے والا؟[2]

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: عاد نے جھٹلایا تو کیسا ہوا میرا عذاب اور میرے ڈر دلانے کے فرمان۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عاد نے جھٹلایا تو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا؟

﴿ كَذَّبَتْ عَادٌ: عاد نے جھٹلایا۔ ﴾ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ بیان کرنے کے بعد قومِ عاد کا واقعہ بیان کیا

1 ......خزائن العرفان، القمر، تحت الآیۃ: ۱۷، ص۹۷۷، ملخصاً۔

2 ......مسند الفردوس، باب الیاء، ۲۵۹/۵، الحدیث: ۸۱۲۲.

گیا کیونکہ عاد، ارم بن سام بن حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد میں سے تھا۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قومِ عاد نے اپنے نبی حضرت ہود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا، اس پر وہ عذاب میں مبتلا کئے گئے تو ان پر میرا عذاب آنا کیسا ہوا اور میرے عذاب سے ڈرڈلانے کے فرامین کیسے ہوئے جو عذاب نازل ہونے سے پہلے ان کے پاس آ چکے تھے۔[1]

اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا فِیْ یَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّۙ۝۱۹ تَنْزِعُ النَّاسَۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ۝۲۰

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے اُن پر ایک سخت آندھی بھیجی ایسے دن میں جس کی نحوست ان پر ہمیشہ کے لیے رہی۔ لوگوں کو یوں دے مارتی تھی کہ گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے ڈنڈ ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے ان پر ایسے دن میں ایک سخت آندھی بھیجی جس کی نحوست (ان پر) ہمیشہ کے لیے رہی۔ وہ آندھی لوگوں کو یوں اکھیڑ مارتی تھی گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے سوکھے تنے ہوں۔

﴿اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا: بیشک ہم نے ان پر ایک سخت آندھی بھیجی۔﴾ اس آیت سے قومِ عاد پر آنے والے عذاب کی کیفِیَّت بیان کی جارہی ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک ہم نے قومِ عاد پر ایسے دن میں ایک بہت تیز چلنے والی، نہایت ٹھنڈی اور سخت سناٹے والی آندھی بھیجی جس کی نحوست ان پر ہمیشہ کے لیے رہی حتّٰی کہ ان میں سے کوئی نہ بچا اور وہ سب ہلاک ہوگئے۔ وہ آندھی لوگوں کو زمین سے یوں اکھیڑ دیتی تھی گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے سوکھے تنے ہوں اور پھر سر کے بل انہیں زمین پر اس طرح دے مارتی کہ ان کے سرتن سے جدا ہو جاتے تھے اور جس دن وہ آندھی آئی تھی وہ دن مہینے کا آخری بدھ تھا۔[2]

نوٹ: بعض لوگ مہینے کے آخری بدھ کو منحوس کہتے ہیں اور اس کی دلیل کے طور پر یہ آیت پیش کرتے ہیں، مگر

1 ......جلالین مع صاوی، القمر، تحت الآية: ١٨، ٦/٢٠٦٤-٢٠٦٥.

2 ......جلالين مع صاوی، القمر، تحت الآية: ١٩-٢٠، ٦/٢٠٦٥، خازن، القمر، تحت الآية: ١٩-٢٠، ٤/٢٠٤، ملتقطاً.

یہ غلط ہے کیونکہ اس بدھ کی نحوست صرف قومِ عاد کے لئے تھی۔

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿٢١﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیسا ہوا میرا عذاب اور ڈر کے فرمان۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا؟

﴿ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ: تو کیسا ہوا میرا عذاب۔﴾ علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ قومِ عاد کے واقعہ میں دو مرتبہ " فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ " فرمائے جانے کی ایک وجہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے مقام پر دُنْیَوی عذاب کا ذکر ہے اور اس مقام پر اُخروی عذاب کا ذکر ہے، جیسا کہ ایک اور مقام پر ان کا واقعہ بیان کرتے ہوئے اللّٰہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا:

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْۤ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ہم نے ان پر (ان کے) منحوس دنوں میں ایک تیز آندھی بھیجی تاکہ دنیا کی زندگی میں ہم انہیں رسوائی کا عذاب چکھائیں اور بیشک آخرت کا عذاب زیادہ رسوا کن ہے اور ان کی مدد نہ ہوگی۔

اور ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ پہلے مقام پر قومِ عاد کو ان کی ہلاکت سے پہلے ڈرایا گیا ہے اور اس مقام پر قومِ عاد کی ہلاکت کے بعد دوسروں کو ان پر آنے والے عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔(2)

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿٢٢﴾ ع

ع ١ ٢٢ ٨

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لیے تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

---

1 ......حٰم السجدة: ١٦.

2 ......روح البیان، القمر، تحت الآیة: ٢١، ٩/٢٧٦.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے قرآن یاد کرنے/نصیحت لینے کیلئے آسان کردیا تو ہے کوئی یاد کرنے/نصیحت لینے والا؟

﴿ **وَ لَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ:** **اور بیشک ہم نے قرآن یاد کرنے/نصیحت لینے کیلئے آسان کردیا۔**﴾ قرآنِ پاک کے علاوہ جتنی آسمانی کتابیں نازل ہوئیں وہ صرف انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو زبانی یاد تھیں اور ان کی امت کے لوگ صرف دیکھ کر ہی ان کی تلاوت کر سکتے ہیں جبکہ **اللہ** تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت کو یہ خصوصیت عطا فرمائی ہے کہ ان میں چھوٹوں سے لے کر بڑوں تک بے شمار ایسے لوگ موجود ہیں جنہیں قرآنِ پاک زبانی یاد ہے۔

حدیثِ قُدسی میں ہے، اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرمایا: "**جَعَلْتُ مِنْ اُمَّتِکَ اَقْوَامًا قُلُوْبُھُمْ اَنَاجِیْلُھُمْ**"[1] اس کی وضاحت کچھ یوں ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں آپ کی امت میں ایسے لوگ پیدا کروں گا جن کے دلوں میں قرآن اس طرح محفوظ ہوگا جیسے سابقہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دلوں میں انجیل محفوظ تھی۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ﴿٢٣﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ثمود نے ڈر سنانے والوں (رسولوں) کو جھٹلایا۔

﴿ **كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ:** **ثمود نے ڈر سنانے والوں (رسولوں) کو جھٹلایا۔**﴾ اس آیت کی **ایک تفسیر** یہ ہے کہ قومِ ثمود نے **اللہ** تعالٰی کے عذاب سے ڈرانے والی باتوں اور ان نصیحتوں کو جھٹلایا جو انہوں نے حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے سنی تھیں۔ **دوسری تفسیر** یہ ہے کہ قومِ ثمود نے اپنے نبی حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعوت کا انکار کر کے اور ان پر ایمان نہ لا کر انہیں جھٹلایا۔

یاد رہے کہ قومِ ثمود نے اگرچہ صرف حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا تھا مگر چونکہ ایک نبی کا انکار سارے نبیوں کا انکار شمار ہوتا ہے کیونکہ سب کا عقیدہ ایک ہی ہے اس لئے یہاں آیت میں جمع کا صیغہ "**اَلنُّذُرُ**" ذکر

1 ......تهذيب الآثار للطبري، مسند عبد الله بن عباس رضي الله عنه، ٤٣٣/٢، السفر الاول، الحديث: ٧٢٧.

کیا گیا۔[1]

فَقَالُوْۤا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو بولے کیا ہم اپنے میں کے ایک آدمی کی تابعداری کریں جب تو ہم ضرور گمراہ اور دیوانے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو انہوں نے کہا: کیا ہم اپنے میں سے ہی ایک آدمی کی تابعداری کریں جب تو ہم ضرور گمراہی اور دیوانگی میں ہیں۔

﴿فَقَالُوْۤا: تو انہوں نے کہا۔﴾ حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم کے لوگوں سے فرمایا تھا کہ اگر تم نے میری پیروی نہ کی تو تم گمراہ اور بے عقل ہو۔ اس پر ان لوگوں نے کہا کہ ہم اپنے میں سے ہی ایک آدمی کے کس طرح تابع ہو جائیں حالانکہ ہماری تعداد بہت زیادہ ہے اور وہ اکیلا ہے، یونہی وہ نہ تو بادشاہ ہے اور نہ ہی کوئی سردار ہے، ہم ایسا نہیں کریں گے کیونکہ اگر ایسا کریں جب تو ہم ضرور گمراہی اور دیوانگی میں ہیں۔[2]

ءَاُلْقِیَ الذِّكْرُ عَلَیْهِ مِنْۢ بَیْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿۲۵﴾ سَیَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ہم سب میں سے اس پر ذکر اُتارا گیا بلکہ یہ سخت جھوٹا اترونا ہے۔ بہت جلد کل جان جائیں گے کون تھا بڑا جھوٹا اترونا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا ہم سب میں سے (صرف) اس پر وحی ڈالی گئی؟ بلکہ یہ بڑا جھوٹا، متکبر ہے۔ بہت جلد کل جان جائیں گے کہ کون بڑا جھوٹا، متکبر تھا۔

1 ......ابو سعود، القمر، تحت الآية: ٢٣، ٥/٦٥٦، ملتقطاً.

2 ......مدارك، القمر، تحت الآية: ٢٤، ص١١٨٨، جلالين، القمر، تحت الآية: ٢٤، ص٤٤١، ملتقطاً.

﴿ءَاُلْقِیَ الذِّكْرُ عَلَیْهِ مِنْۢ بَیْنِنَا: کیا ہم سب میں سے (صرف) اس پر وحی ڈالی گئی؟۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم ثمود نے انہیں جھٹلاتے ہوئے کہا کہ کیا ہم سب میں سے صرف حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر وحی نازل کی گئی ہے حالانکہ ہم میں ایسے لوگ موجود ہیں جن کے پاس دولت کی کثرت ہے اور ان کا حال بھی بہت اچھا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ بڑا جھوٹا، مُتکبِّر ہے کہ نبوت کا دعویٰ کر کے بڑا آدمی بننا چاہتا ہے۔ (مَعَاذَ اللہ) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ''جب وہ حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے تو بہت جلد خود ہی جان جائیں گے کہ ان میں سے کون بڑا جھوٹا اور مُتکبِّر تھا۔(1)

اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَ اصْطَبِرْ ﴿٢٧﴾ وَ نَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَیْنَهُمْۚ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿٢٨﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہم ناقہ بھیجنے والے ہیں ان کی جانچ کو تو اے صالح تو راہ دیکھ اور صبر کر۔ اور اُنہیں خبر دے دے کہ پانی ان میں حصوں سے ہے ہر حصہ پر وہ حاضر ہو جس کی باری ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک ہم ان کی آزمائش کیلئے اونٹنی کو بھیجنے والے ہیں تو (اے صالح!) تم ان کا انتظار کرو اور صبر کرو۔ اور انہیں خبر دیدو کہ ان کے درمیان پانی تقسیم ہے، ہر باری پر وہ حاضر ہو جس کی باری ہے۔

﴿اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ: بیشک ہم اونٹنی کو بھیجنے والے ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے یہ کہا تھا کہ آپ پتھر سے ایک اونٹنی نکال دیجئے۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اُن کے ایمان قبول کرنے کی شرط مقرر فرما کر یہ بات منظور کر لی تھی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے

1 ......روح البيان، القمر، تحت الآية: ٢٥-٢٦، ٢٧٧/٩، خازن، القمر، تحت الآية: ٢٥-٢٦، ٢٠٤/٤، جلالين، القمر، تحت الآية: ٢٥-٢٦، ص٤٤١، ملتقطاً.

اونٹنی بھیجنے کا وعدہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم ان کی آزمائش کیلئے اونٹنی کو بھیجنے والے ہیں تو اے صالح! عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام، تم اس بات کا انتظار کرو کہ وہ کیا کرتے ہیں اور اُن کے ساتھ کیا کیا جاتا ہے اور اُن کی ایذا پر صبر کرو اور انہیں خبر دے دو کہ ان کے درمیان پانی کی باری تقسیم کی گئی ہے کہ ایک دن اونٹنی کا ہے اور ایک دن ان کا ہے، لہٰذا جو دن اونٹنی کا ہے اُس دن صرف اونٹنی ہی پانی پینے آئے اور جو دن قوم کا ہے اُس دن قوم پانی لینے آئے۔ (1)

فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو انہوں نے اپنے ساتھی کو پکارا تو اس نے لے کر اس کی کوچیں کاٹ دیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو انہوں نے اپنے ساتھی کو پکارا: تو اس نے (اونٹنی کو) پکڑا پھر (اس کی) کونچیں کاٹ دیں۔

﴿فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ: تو انہوں نے اپنے ساتھی کو پکارا۔﴾ قومِ ثمود ایک عرصہ تک اس طریقے پر قائم رہی، پھر انہیں اپنی چراگاہوں میں اور مویشیوں پر پانی کی تنگی کی وجہ سے افسوس ہوا تو وہ لوگ اونٹنی کو قتل کرنے پر متفق ہو گئے اور اس کام کے لئے اپنے ساتھی کو پکارا جس کا نام قدار بن سالف تھا، تو اس نے اونٹنی کو پکڑا اور تیز تلوار سے اس کی کونچیں کاٹ دیں اور اسے قتل کر ڈالا۔ (2)

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور ڈر کے فرمان۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا؟

﴿فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ: تو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا؟﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ میرا عذاب اور

---

1 ......خازن، القمر، تحت الآية: ٢٧-٢٨، ٤/٢٠٤، جلالين، القمر، تحت الآية: ٢٧-٢٨، ص٤٤١-٤٤٢، ملتقطاً.

2 ......جلالين مع صاوی، القمر، تحت الآية: ٢٩، ٦/٢٠٦٧، ملخصاً.

میرے ڈر کے فرمان جو عذاب نازل ہونے سے پہلے ان کے پاس میری طرف سے آئے تھے اور اپنے موقع پر واقع ہوئے وہ کیسے ہوئے۔(1)

دوسری تفسیر یہ ہے کہ اے کفارِ قریش! جب میں نے قومِ ثمود کو عذاب دیا تو انہیں میرا عذاب دینا کیسا ہوا؟ کیا میں نے انہیں زلزلے سے ہلاک نہیں کیا اور میں نے جس عذاب سے انہیں ہلاک کیا اس سے بعد والی امتوں کو میرا ڈرانا کیسا ہوا!(2)

اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِیْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے ان پر ایک چنگھاڑ بھیجی جبھی وہ ہو گئے جیسے گھیرا بنانے والے کی بچی ہوئی گھاس سوکھی روندی ہوئی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے ان پر ایک زوردار چیخ بھیجی تو اسی وقت وہ باڑ بنانے والے شخص کی بچ جانے والی روندی ہوئی خشک گھاس کی طرح ہوگئے۔

﴿**اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ صَیْحَةً وَّاحِدَةً: بیشک ہم نے ان پر ایک زوردار چیخ بھیجی۔**﴾ اس آیت میں قومِ ثمود پر آنے والے عذاب کی کیفیت بیان کی گئی ہے، چنانچہ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس دن انہوں نے اونٹنی کو قتل کیا تو اس کے چوتھے دن ان پر حضرت جبریل عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ایک زوردار چیخ ماری جس کی وجہ سے ان کی حالت ایسے ہوگئی جس طرح چرواہے جنگل میں اپنی بکریوں کی حفاظت کے لئے گھاس کانٹوں کا اِحاطہ بنالیتے ہیں، اس میں سے کچھ گھاس بچی رہ جاتی ہے اور وہ جانوروں کے پاؤں میں روند کر ریزہ ریزہ ہوجاتی ہے۔(3)

وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۳۲﴾

---

(1)......جلالین، القمر، تحت الآیة: ٣٠، ص٤٤٢.

(2)......تفسیر طبری، القمر، تحت الآیة: ٣٠، ١١/٥٦١.

(3)......صاوی، القمر، تحت الآیة: ٣١، ٦/٢٠٦٧، مدارك، القمر، تحت الآیة: ٣١، ص١١٨٨، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لیے تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے قرآن کو یاد کرنے/نصیحت لینے کیلئے آسان کردیا تو ہے کوئی یاد کرنے/نصیحت لینے والا؟

﴿وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ: اور بیشک ہم نے قرآن کو یاد کرنے/نصیحت لینے کیلئے آسان کردیا۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ ہم نے اس شخص کے لئے قرآنِ پاک کو آسان کردیا جو اس سے نصیحت حاصل کرنا چاہے تو ہے کوئی ایسا شخص جو قرآن سے نصیحت حاصل کرے اور ان تمام چیزوں کو چھوڑ دے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔[1]

[illegible]

قرآنِ پاک کی ایک آیت حفظ کرنا ہر مُکَلَّف مسلمان پر فرضِ عَین ہے اور پورا قرآن مجید حفظ کرنا فرضِ کفایہ ہے اور سورۂ فاتحہ اور ایک دوسری چھوٹی سورت یا اس کے مثل، مثلاً تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت کو حفظ کرنا واجبِ عَین ہے۔[2]

اَحادیث میں قرآنِ مجید یاد کرنے کے بہت فضائل بیان ہوئے ہیں، ترغیب کے لئے یہاں دو اَحادیث درج ذیل ہیں،

(1)......حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم سے روایت ہے، **رسولُ اللّٰه** صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے قرآن پڑھا اور اس کو یاد کرلیا، اس کے حلال کو حلال سمجھا اور حرام کو حرام جانا، اس کے گھر والوں میں سے دس ایسے شخصوں کے بارے میں **اللّٰه** تعالیٰ اس کی شفاعت قبول فرمائے گا جن پر جہنم واجب ہو چکا تھا۔[3]

(2)......حضرت **عبداللّٰه** بن عمرو رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''صاحبِ قرآن سے کہا جائے گا کہ پڑھ اور چڑھ اور اسی طرح ترتیل کے ساتھ پڑھ جس طرح دنیا میں

1......تفسیر طبری، القمر، تحت الآیة: ٣٢، ١١/٥٦٣.

2......ردالمحتار مع درالمختار، کتاب الصلاة، ٢/٣١٥.

3......ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فضل قارئ القرآن، ٤/٤١٤، الحدیث: ٢٩١٤.

ترتیل کے ساتھ پڑھتا تھا، آخری آیت جو تو پڑھے گا، وہاں تیری منزل ہے۔ [1]

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآنِ مجید یاد کرنے اور اپنے بچوں کو یاد کروانے کی توفیق عطا فرمائے، امین۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۭ بِالنُّذُرِ ﴿۳۳﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ حَاصِبًا اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍؕ نَجَّیْنٰهُمْ بِسَحَرٍۙ ﴿۳۴﴾ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَاؕ كَذٰلِكَ نَجْزِیْ مَنْ شَكَرَ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: لوط کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔ بیشک ہم نے ان پر پتھراؤ بھیجا سوائے لوط کے گھر والوں کے ہم نے اُنہیں پچھلے پہر بچالیا۔ اپنے پاس کی نعمت فرما کر ہم یونہی صلہ دیتے ہیں اسے جو شکر کرے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: لوط کی قوم نے ڈرسنانے والوں (رسولوں) کو جھٹلایا۔ بیشک ہم نے ان پر ایک پتھراؤ بھیجا سوائے لوط کے گھر والوں کے، ہم نے انہیں رات کے آخری پہر بچالیا۔ اپنے پاس سے احسان فرما کر، ہم یونہی شکر کرنے والے کو صلہ دیتے ہیں۔

﴿ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۭ بِالنُّذُرِ: لوط کی قوم نے ڈرسنانے والوں (رسولوں) کو جھٹلایا۔﴾ یہاں سے حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کا حال بیان فرمایا گیا کہ انہوں نے حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا انکار کر کے سب رسولوں کو جھٹلایا کیونکہ ایک نبی کا انکار کرنا گویا تمام پیغمبروں کا انکار ہے۔

﴿ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ حَاصِبًا: بیشک ہم نے ان پر ایک پتھراؤ بھیجا۔﴾ یہاں سے حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر آنے والے عذاب اور ان کی ہلاکت کے بارے میں بتایا گیا، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلانے اور ان کا انکار کرنے کی سزا میں ہم نے ان لوگوں پر چھوٹے چھوٹے سنگریزے برسائے اور ہم نے اپنے پاس سے احسان فرما کر حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی دونوں صاحبزادیوں کو اس عذاب سے محفوظ رکھا اور انہیں صبح ہونے سے پہلے بچالیا، اور یہ حضرت لوط عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لانے والوں کی خصوصیت نہیں بلکہ ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر کرنے والے ہر بندے کو یونہی صلہ دیتے ہیں کہ

[1] ......ابو داؤد، کتاب الوتر، باب استحباب الترتیل فی القراءة، ۲/۱۰٤، الحدیث: ۱٤٦٤.

انہیں مشرکین کے ساتھ عذاب نہیں دیتے۔ یاد رہے کہ شکر گزار بندہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لائے اور ان کی اطاعت کرے۔ (1)

وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿٣٦﴾ وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿٣٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک اس نے انہیں ہماری گرفت سے ڈرایا تو انہوں نے ڈر کے فرمانوں میں شک کیا۔ انہوں نے اسے اس کے مہمانوں سے پھسلانا چاہا تو ہم نے انکی آنکھیں میٹ دیں فرمایا چکھو میرا عذاب اور ڈر کے فرمان۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک اس نے انہیں ہماری گرفت سے ڈرایا تو انہوں نے ڈر کے فرامین میں شک کیا۔ انہوں نے اسے اس کے مہمانوں کے متعلق پھسلانا چاہا تو ہم نے ان کی آنکھوں کو مٹا دیا (اور فرمایا) میرے عذاب اور میرے ڈر کے فرامین کا مزہ چکھو۔

﴿وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا: **اور بیشک اس نے انہیں ہماری گرفت سے ڈرایا۔**﴾ یعنی حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں ہماری گرفت اور ہمارے عذاب سے ڈرایا تو انہوں نے ڈر کے فرمانوں میں شک کیا اور ان کی تصدیق کرنے کی بجائے انہیں جھٹلانے لگے۔ (2)

﴿وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ: **انہوں نے اسے اس کے مہمانوں کے متعلق پھسلانا چاہا۔**﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم نے انہیں ان کے معزز مہمانوں کے متعلق پھسلانا چاہا اور حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہا کہ آپ ہمارے اور اپنے مہمانوں کے درمیان دخل اندازی نہ کریں اور انہیں ہمارے حوالے کر دیں۔ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم نے یہ بات فاسد نیت اور خبیث ارادے سے کہی تھی۔ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام

1 ......جلالین مع صاوی، القمر، تحت الآیة: ٣٤-٣٥، ٦/٢٠٦٨، خازن، القمر، تحت الآیة: ٣٤-٣٥، ٤/٢٠٥، ملتقطاً.

2 ......خازن، القمر، تحت الآیة: ٣٦، ٤/٢٠٥.

کے مہمان فرشتے تھے، انہوں نے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہا کہ آپ اُنہیں چھوڑ دیجئے اور گھر میں آنے دیجئے۔ جیسے ہی وہ گھر میں آئے تو حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے ایک دستک دی تو ہم نے ان کی آنکھوں کو مٹا دیا جس سے وہ فوراً اندھے ہوگئے اور ان کی آنکھیں ایسی ناپید ہوگئیں کہ ان کا نشان بھی باقی نہ رہا اور چہرے سپاٹ ہوگئے۔ وہ لوگ حیرت زدہ مارے مارے پھرتے تھے اور دروازہ ان کے ہاتھ نہ آتا تھا، حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اُنہیں دروازے سے باہر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعے ان سے ارشاد فرمایا کہ میرے عذاب اور میرے ڈر کے فرمانوں کا مزہ چکھو جو تمہیں حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے سنائے تھے۔ (1)

وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳۸﴾ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۹﴾
وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۴۰﴾

ع ۲ / ۱۸ / ۹

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک صبح تڑکے ان پر ٹھہرنے والا عذاب آیا۔ تو چکھو میرا عذاب اور ڈر کے فرمان۔ اور بیشک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لیے تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور بیشک صبح سویرے ان پر ٹھہرنے والا عذاب آیا۔ تو میرے عذاب اور میرے ڈر کے فرمانوں کا مزہ چکھو۔ اور بیشک ہم نے قرآن کو یاد کرنے / نصیحت لینے کیلئے آسان کردیا تو ہے کوئی یاد کرنے / نصیحت لینے والا؟

﴿وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً: اور بیشک صبح سویرے ان پر آیا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بیشک حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر صبح سویرے ٹھہرنے والا عذاب آیا جو کہ آخرت تک باقی رہے گا۔ مراد یہ ہے کہ دُنْیَوی عذاب بَرزخی عذاب سے اور برزخی عذاب اُخروی عذاب سے ملا ہوا ہے لہٰذا نفسِ عذاب دائمی اور قائم ہے۔ اس آیت سے عذابِ قبر کا ثبوت بھی ہوتا ہے کیونکہ اگر عذابِ قبر حق نہ ہوتو ان کا عذاب مُستقر یعنی ٹھہرنے والا نہیں رہتا۔

1 ......خازن، القمر، تحت الآية: ۳۷، ۴/۲۰۵، مدارك، القمر، تحت الآية: ۳۷، ص۱۱۸۹، جلالين، القمر، تحت الآية: ۳۷، ص۴۴۲، ملتقطاً.

﴿ فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَ نُذُرِ: تو میرے عذاب اور میرے ڈر کے فرمانوں کا مزہ چکھو۔﴾ دوسری بار یہ بات اس لئے فرمائی گئی کہ ان پر عذاب دو مرتبہ نازل ہوا تھا، پہلا عذاب خاص ان لوگوں پر ہوا تھا جو حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے گھر میں داخل ہوئے تھے اور دوسرا عذاب سب کو عام تھا۔ (1)

وَ لَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿۴۱﴾ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِیْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک فرعون والوں کے پاس رسول آئے۔ انہوں نے ہماری سب نشانیاں جھٹلائیں تو ہم نے ان پر گرفت کی جو ایک عزت والے اور عظیم قدرت والے کی شان تھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک فرعونیوں کے پاس ڈر سنانے والے (رسول) آئے۔ انہوں نے ہماری سب نشانیوں کو جھٹلا دیا تو ہم نے ان پر ایسی گرفت کی جیسی ایک عزت والے، عظیم قدرت والے کی گرفت کی شان ہوتی ہے۔

﴿ وَ لَقَدْ جَآءَ: اور بیشک آئے۔﴾ یہاں سے فرعون اور اس کی قوم کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک فرعونیوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والے رسول حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام آئے تو فرعونی اُن پر ایمان نہ لائے اور انہوں نے ہماری ان سب نشانیوں کو جھٹلا دیا جو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دی گئیں تھیں تو ہم نے اس جھٹلانے کی وجہ سے ان پر عذاب کے ساتھ ایسی گرفت کی جیسی ایک عزت والے، عظیم قدرت والے کی گرفت ہوتی ہے کہ قدرت والے کی پکڑ سے کوئی چھڑا نہیں سکتا۔ (2)

﴿ فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِیْزٍ مُّقْتَدِرٍ: تو ہم نے ان پر ایسی گرفت کی جیسی ایک عزت والے، عظیم قدرت والے کی گرفت کی شان ہوتی ہے ﴾ سابقہ امتوں نے جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کر کے، اس کے رسول کو جھٹلا کر اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں

1 ......تفسیر کبیر، القمر، تحت الآیة: ۳۹، ۱۰/۳۱۸، ملخصاً.

2 ......روح البیان، القمر، تحت الآیة: ۴۱-۴۲، ۹/۲۸۱-۲۸۲، ملخصاً.

میں مصروف رہ کر اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب سے ڈرانے کے فرمان آنے اور مہلت ملنے کے باوجود اپنی حالت کو نہ سدھارا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بہت سخت گرفت فرمائی اور سابقہ امتوں کی تباہی و بربادی کے واقعات سنانے سے مقصود اس امت کے لوگوں کو اس بات سے ڈرانا ہے کہ اگر انہوں نے بھی ان جیسے اعمال اختیار کئے، اللہ اور اس کے رسول کے فرامین کو پسِ پُشت ڈالا تو ان کی بھی بڑی سخت گرفت ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَ هِیَ ظَالِمَةٌؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تیرے رب کی گرفت ایسی ہی ہوتی ہے جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے جبکہ وہ بستی والے ظالم ہوں بیشک اس کی پکڑ بڑی شدید دردناک ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِؕ ذٰلِكَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌۙ لَّهُ النَّاسُ وَ ذٰلِكَ یَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اس میں اُس کیلئے نشانی ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرے۔ وہ ایسا دن ہے جس میں سب لوگ اکٹھے ہوں گے اور وہ دن ایسا ہے جس میں ساری مخلوق موجود ہوگی۔

اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا رہتا ہے اور جب اس کی پکڑ فرما لیتا ہے تو پھر اسے مہلت نہیں دیتا۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَ هِیَ ظَالِمَةٌؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تیرے رب کی گرفت ایسی ہی ہوتی ہے جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے جبکہ وہ بستی والے ظالم ہوں بیشک اس کی پکڑ بڑی شدید دردناک ہے۔(4)

1 ......هود: ١٠٢.
2 ......هود: ١٠٣.
3 ......هود: ١٠٢.
4 ......بخاری، کتاب التفسیر، باب و کذلك اخذ ربّك ...الخ، ٣/٢٤٧، الحدیث: ٤٦٨٦.

لہٰذا اس امت کے ہر ایک فرد کو ان آیات میں غور کرنا چاہئے اور ہر ایک کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانی سے بچے تاکہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے محفوظ رہے۔

اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓىٕكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تمہارے کافر ان سے بہتر ہیں یا کتابوں میں تمہاری چُھٹی لکھی ہوئی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تمہارے کافر اُن (پہلوں) سے بہتر ہیں یا کتابوں میں تمہارے لئے نجات لکھی ہوئی ہے؟

﴿ اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓىٕكُمْ: کیا تمہارے کافر ان سے بہتر ہیں۔﴾ اس آیت میں کفارِ مکہ کو ڈراتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے اہلِ مکہ! کیا تمہارے کافر حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم، عاد، ثمود، حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم اور فرعون کی قوم سے زیادہ طاقتور اور توانا ہیں یا وہ کفر و عناد میں کچھ ان سے کم ہیں۔ مراد یہ ہے کہ تم سے پہلے کے کافر تم سے زیادہ مضبوط اور طاقتور تھے، اس کے باوجود ان کی سرکشی کی بنا پر جو کچھ ان کے ساتھ ہوا وہ تم نے سن لیا، تو کیا تمہیں یہ امید ہے کہ تمہیں ان جیسا عذاب نہیں ہوگا حالانکہ تمہارا حال ان سے بہت بدتر ہے، یا یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں تمہارے لئے نجات لکھی ہوئی ہے کہ تمہارے کفر کی گرفت نہ ہوگی اور تم عذابِ الٰہی سے امن میں رہو گے اور اس وجہ سے تم اپنے کفر و سرکشی پر ڈٹے ہوئے ہو۔ ایسا تو ہرگز نہیں ہے۔[1]

اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿۴۴﴾ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یا یہ کہتے ہیں کہ ہم سب مل کر بدلہ لے لیں گے۔ اب بھگائی جاتی ہے یہ جماعت اور پیٹھیں پھیر دیں گے۔

---

1 ......خازن، القمر، تحت الآية: ٤٣، ٤/٢٠٥، مدارك، القمر، تحت الآية: ٤٣، ص١١٨٩، روح البيان، القمر، تحت الآية: ٤٣، ٩/٢٨٢، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یا وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم سب بدلہ لے لیں گے۔ عنقریب سب بھگادیئے جائیں گے اور وہ پیٹھ پھیر دیں گے۔

﴿اَمْ یَقُوْلُوْنَ: یا وہ یہ کہتے ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا کفارِ قریش اپنی جہالت اور قوت وشوکت کی وجہ سے یہ کہتے ہیں کہ ہم سب مل کر محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے بدلہ لیں گے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ عنقریب کفارِ مکہ کے گروہ میں شامل سب لوگ بھگادیئے جائیں گے اور وہ پیٹھ پھیر دیں گے اور اس طرح بھاگیں گے کہ ان میں سے ایک بھی قائم نہ رہے گا۔ **شانِ نزول:** جب غزوۂ بدر کے دن ابوجہل نے کہا کہ ہم سب مل کر بدلہ لیں گے تو یہ آیت نازل ہوئی ''سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ'' اور سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے زرہ پہن کر یہ آیت تلاوت فرمائی اور پھر ایسا ہی ہوا کہ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو فتح نصیب ہوئی اور کفار کو ہزیمت وشکست سے دوچار ہونا پڑا۔ [1]

بعض علماء کے نزدیک یہ آیت مدنی ہے اور بعض کے نزدیک مکی ہے، ان دونوں اَقوال میں تطبیق اس طرح ممکن ہے کہ یہ آیت ایک مرتبہ مکے میں اور ایک مرتبہ مدینے میں نازل ہوئی۔

بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ ان کا وعدہ قیامت پر ہے اور قیامت نہایت کڑی اور سخت کڑوی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ ان کا وعدہ قیامت ہے اور قیامت سب سے زیادہ سخت اور سب سے زیادہ کڑوی ہے۔

﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ: بلکہ ان کا وعدہ قیامت ہے۔﴾ یعنی بدر کی شکست کفارِ مکہ کا پورا عذاب نہیں بلکہ اس عذاب کے بعد انہیں قیامت کے دن اصل عذاب کا وعدہ ہے اور قیامت سب سے زیادہ سخت اور سب سے زیادہ کڑوی ہے کہ دُنْیَوی عذاب کے مقابلے میں اس کا عذاب بہت زیادہ سخت ہے کیونکہ دُنْیَوی عذاب جیسے قید ہونا، قتل ہونا اور شکست

1 ......جلالین مع صاوی، القمر، تحت الآیة: ٤٤-٤٥، ٦/ ٢٠٦٩-٢٠٧٠، روح البیان، القمر، تحت الآیة: ٤٤-٤٥، ٩/ ٢٨٢، ملتقطاً.

وقف لازم

کھانا وغیرہ تو اُخروی عذاب کی ایک جھلک ہے۔[1]

اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ﴿۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک مجرم گمراہ اور دیوانے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک مجرم گمراہی اور دیوانگی میں ہیں۔

﴿ اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ: بیشک مجرم۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے، اس کے رسولوں کو جھٹلانے والے، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اور حشر کا انکار کرنے والے مشرکین دنیا میں گمراہ اور دیوانے ہیں کہ نہ سمجھتے ہیں اور نہ راہ یاب ہوتے ہیں۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ تمام مشرکین دنیا میں حق سے گمراہ ہیں اور آخرت میں جہنم میں ہوں گے۔[2]

یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ فِی النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن آگ میں اپنے مونہوں پر گھسیٹے جائیں گے اور فرمایا جائے گا چکھو دوزخ کی آنچ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن وہ آگ میں اپنے چہروں کے بل گھسیٹے جائیں گے (فرمایا جائے گا)، دوزخ کا چھونا چکھو۔

﴿ یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ فِی النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ: جس دن وہ آگ میں اپنے چہروں کے بل گھسیٹے جائیں گے۔﴾ اس آیتِ مبارکہ میں کفار کو جہنم میں منہ کے بل گھسیٹے جانے کا ذکر ہے اور حدیثِ پاک میں بعض ایسے مسلمانوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے جنہیں منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے یہ سنا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جس شخص کے متعلق

---

1 ......روح البیان، القمر، تحت الآیة: ٤٦، ٩/٢٨٢-٢٨٣.

2 ......تفسیر کبیر، القمر، تحت الآیة: ٤٧، ١٠/٣٢٤-٣٢٥، روح البیان، القمر، تحت الآیة: ٤٧، ٩/٢٨٣، ملتقطاً.

فیصلہ کیا جائے گا وہ شہید ہوگا، اس کو بلایا جائے گا اور اسے اس کی نعمتیں دکھائی جائیں گی، جب وہ ان نعمتوں کو پہچان لے گا تو (اللہ تعالیٰ) ارشاد فرمائے گا ’’تم نے ان نعمتوں کے بدلے میں کیا کام کیا؟ وہ عرض کرے گا: میں نے تیری راہ میں جہاد کیا حتّٰی کہ شہید ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹ بولتا ہے، بلکہ تو نے اس لئے جہاد کیا تھا تاکہ تجھے بہادر کہا جائے، لہٰذا وہ تجھے کہہ دیا گیا۔ پھر اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا حتّٰی کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر ایک ایسے شخص کو بلایا جائے گا جس نے علم حاصل کیا، لوگوں کو تعلیم دی اور قرآن پڑھا، اسے اس کی نعمتیں دکھائی جائیں گی، جب وہ ان نعمتوں کو پہچان لے گا تو (اللہ تعالیٰ) اس سے ارشاد فرمائے گا ’’تم نے ان نعمتوں کے بدلے میں کیا کام کیا؟ وہ عرض کرے گا: میں نے علم حاصل کیا اور اس علم کو سکھایا اور تیرے لئے قرآن پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ’’تو جھوٹ بولتا ہے، تم نے اس لئے علم حاصل کیا تاکہ تجھے عالم کہا جائے، تم نے قرآن اس لئے پڑھا تاکہ تجھے قاری کہا جائے، سو تمہیں (عالم اور قاری) کہہ دیا گیا۔ پھر اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا یہاں تک کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر ایک ایسے شخص کو بلایا جائے گا جس پر اللہ تعالیٰ نے وسعت کی اور اسے ہر قسم کا مال عطا فرمایا، اسے بھی اس کی نعمتیں دکھائی جائیں گی اور جب وہ ان نعمتوں کو پہچان لے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا ’’تم نے ان نعمتوں کے بدلے میں کیا کام کیا؟ وہ عرض کرے گا: میں نے ہر اس راستے میں مال خرچ کیا جس میں مال خرچ کرنا تجھے پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا ’’تو جھوٹ بولتا ہے، تم نے یہ کام اس لئے کئے تاکہ تجھے سخی کہا جائے، لہٰذا وہ تمہیں کہہ دیا گیا پھر اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا حتّٰی کہ اسے بھی جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ [1]

اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴿۴۹﴾ وَ مَاۤ اَمْرُنَاۤ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ ﴿۵۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے ہر چیز ایک اندازہ سے پیدا فرمائی۔ اور ہمارا کام تو ایک بات کی بات ہے جیسے

1 ......مسلم، كتاب الامارة، باب من قاتل للرياء والسمعة استحق النار، ص١٠٥٥، الحديث: ١٥٢(١٩٠٥).

پلک مارنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے ہر چیز ایک اندازہ سے پیدا فرمائی۔ اور ہمارا کام تو صرف ایک بات ہے جیسے پلک جھپکنا۔

﴿اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ: بیشک ہم نے ہر چیز ایک اندازہ سے پیدا فرمائی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے ہر چیز حکمت کے تقاضے کے مطابق ایک اندازے سے پیدا فرمائی ہے۔[1] **شانِ نزول:** یہ آیت ان لوگوں کے رد میں نازل ہوئی جو اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت کے منکر ہیں اور نئے واقعات کو ستاروں وغیرہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

تقدیر کے منکروں کے بارے میں احادیث

یہاں تقدیر کے منکر لوگوں کے بارے میں دو اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''ہر امت میں مجوسی ہوتے تھے اور اس امت کے مجوسی وہ لوگ ہیں جو کہیں گے کہ تقدیر کوئی چیز نہیں۔ ان میں سے کوئی مر جائے تو اس کے جنازے میں شریک نہ ہونا اور جو ان میں سے بیمار پڑے اس کی عیادت نہ کرنا، وہ دجال کے ساتھی ہیں اور اللّٰہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ انہیں دجال کے ساتھ ملا دے۔[2]

(2)......حضرت جابر بن عبد اللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بے شک اس امت کے مجوسی وہ لوگ ہیں جو اللّٰہ تعالیٰ کی تقدیر کا انکار کرتے ہیں، اگر وہ لوگ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرنا، اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازے میں حاضر نہ ہونا اور اگر تمہاری ان سے ملاقات ہو جائے تو انہیں سلام تک نہ کرنا۔[3]

یاد رہے کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اللّٰہ تعالیٰ کی تقدیر پر ایمان لائے اور تقدیر کے بارے میں بحث نہ کرے کہ یہ ایمان کی بربادی کا سبب بن سکتی ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ

---

1 ......مدارك، القمر، تحت الآية: ٤٩، ص ١١٩٠.

2 ......ابو داؤد، كتاب السنة، باب الدليل على زيادة الايمان ونقصانه، ٢٩٤/٤، الحديث: ٤٦٩٢.

3 ......ابن ماجه، كتاب السنة، باب في القدر، ٧٠/١، الحديث: ٩٢.

کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ تقدیر کی اچھائی اور برائی پر ایمان نہ لائے، اسی طرح جب تک وہ یہ نہ جان لے کہ جو مصیبت اسے پہنچی ہے وہ اس سے ٹلنے والی نہ تھی اور جو مصیبت اس سے ٹل گئی وہ اسے پہنچنے والی نہ تھی۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم تقدیر کے بارے میں ایک دوسرے سے بحث کررہے تھے (یہ دیکھ کر) آپ کو اتنا جلال آیا کہ چہرۂ اَقدس ایسے سرخ ہوگیا جیسے آپ کے مبارک رخساروں پر انار نچوڑ دیا گیا ہو۔ آپ نے فرمایا ’’کیا تمہیں اس بات کا حکم دیا گیا ہے یا اسی بات کے لئے میں تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں؟ تم سے پہلے لوگوں نے جب اس (تقدیر کے) بارے میں اختلاف کیا تو وہ ہلاک ہوگئے، میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ اس کے بارے میں مت جھگڑو۔[2]

جب صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ جیسی عظیم ہستیوں کو تقدیر کے بارے میں بحث کرنے سے روک دیا گیا تو ہمیں اس سے بدرجہ اَولیٰ باز رہنا چاہئے۔

﴿وَمَاۤ اَمْرُنَاۤ اِلَّا وَاحِدَةٌ: اور ہمارا کام تو صرف ایک بات ہے۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالٰی نے اپنی قدرت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہم جس چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمائیں تو وہ ہمارے صرف ایک مرتبہ حکم فرمانے کے ساتھ ہی اتنی دیر میں ہوجاتی ہے جتنی دیر تم میں سے کسی کو پلک جھپکنے میں لگتی ہے۔[3]

وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَاۤ اَشْیَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے تمہاری وضع کے ہلاک کردیئے تو ہے کوئی دھیان کرنے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے تمہارے جیسے (بہت سے گروہ) ہلاک کردیئے تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔

1 ......ترمذی، کتاب القدر، باب ماجاء انّ الایمان بالقدر خیرہ وشرّہ، ٤/٥٧، الحدیث: ٢١٥١.

2 ......ترمذی، کتاب القدر، باب ماجاء من التشدید فی الخوض فی القدر، ٤/٥١، الحدیث: ٢١٤٠.

3 ......مدارك، القمر، تحت الآیة: ٥٠، ص١١٩٠.

﴿ وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَاۤ اَشْیَاعَكُمْ: اور بیشک ہم نے تمہارے جیسے (بہت سے گروہ) ہلاک کردیئے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جھٹلانے والے کفارِ قریش سے فرمایا کہ اے کفارِ قریش! بے شک ہم نے پہلی امتوں میں سے بہت سے کفار کے گروہ ہلاک کردیئے ہیں، وہ بھی تمہاری طرح اللہ تعالٰی کے ساتھ کفر کرتے اور اس کے رسولوں کو جھٹلاتے تھے تو تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو ان کے انجام سے عبرت اور نصیحت حاصل کرے۔ (1)

وَ كُلُّ شَیْءٍ فَعَلُوْهُ فِی الزُّبُرِ ﴿۵۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہوں نے جو کچھ کیا سب کتابوں میں ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے جو کچھ کیا وہ سب کتابوں میں موجود ہے۔

﴿ وَ كُلُّ شَیْءٍ فَعَلُوْهُ: اور انہوں نے جو کچھ کیا۔﴾ مزید ارشاد فرمایا کہ اے کفارِ قریش! پہلی امتوں میں سے تم جیسے کفار نے جو کچھ کیا وہ سب ان کتابوں میں موجود ہے جنہیں ان پر مقرر فرشتوں نے لکھا ہے۔ بعض مفسرین نے اس آیت کے یہ معنی بھی بیان کئے ہیں کہ بندوں کے تمام اَفعال اَعمال لکھنے والے فرشتوں کے صحیفوں میں موجود ہیں۔ (2)

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ پہلی امتوں کے کفار کی ہلاکت کے بعد ان کا کام ختم نہیں ہوگیا بلکہ ان کی ہلاکت تو ان کا وہ عذاب ہے جو ان پر دنیا میں آیا اور ان کا اُخروی عذاب ابھی آئے گا جو کہ اِن کے اُن اعمال کے بدلے میں تیار کیا گیا ہے جو ان کے اعمال ناموں میں لکھے ہوئے ہیں۔ (3)

وَ كُلُّ صَغِیْرٍ وَّ كَبِیْرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿۵۳﴾

---

1 ......تفسیر طبری، القمر، تحت الآیۃ: ٥١، ١١/٥٧٠.

2 ......تفسیر طبری، القمر، تحت الآیۃ: ٥٢، ١١/٥٧٠، جلالین، القمر، تحت الآیۃ: ٥٢، ص٤٤٣، ملتقطاً.

3 ......تفسیر کبیر، القمر، تحت الآیۃ: ٥٢، ١٠/٣٣٠.

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہر چھوٹی اور بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔

﴿وَكُلُّ صَغِيرٍ وَّكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ: اور ہر چھوٹی اور بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔**﴾** یعنی چھوٹے اور بڑے تمام اعمال اپنی تفصیل کے ساتھ لوحِ محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں۔[1]

ان آیات میں ہر مسلمان کے لئے بڑی نصیحت ہے کہ اس کے تمام اعمال لوحِ محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں اور اَعمال لکھنے والے فرشتے بھی اپنے صحیفوں میں اس کا ہر ہر عمل لکھ رہے ہیں اور پھر قیامت کے دن ہر شخص ان اعمال ناموں کو اپنے سامنے پائے گا۔ اس نازک ترین مرحلے کی منظر کشی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور نامۂ اعمال رکھا جائے گا تو تم مجرموں کو دیکھو گے کہ اس میں جو (لکھا ہوا) ہوگا اس سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! اس نامۂ اعمال کو کیا ہے کہ اس نے ہر چھوٹے اور بڑے گناہ کو گھیرا ہوا ہے اور لوگ اپنے تمام اعمال کو اپنے سامنے موجود پائیں گے اور تمہارا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚۖ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗۤ اَمَدًۢا بَعِيْدًا ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (یاد کرو) جس دن ہر شخص اپنے تمام اچھے اور برے اعمال اپنے سامنے موجود پائے گا تو تمنا کرے گا کہ کاش اس کے درمیان اور اس کے اعمال

[1] ......روح البیان، القمر، تحت الآیۃ: ٥٣، ٩/٢٨٥.

[2] ...... کہف: ٤٩.

نَفْسَهٗ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ [1] کے درمیان کوئی دور دراز کی مسافت (حائل) ہو جائے اور اللہ تمہیں اپنے عذاب سے ڈراتا ہے اور اللہ بندوں پر بڑا مہربان ہے۔

لہٰذا ہر ایک کو چاہئے کہ وہ چھوٹے بڑے تمام گناہوں سے بچے اور جو گناہ سرزد ہو چکے ان سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سچی توبہ کر لے۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''جسے یہ معلوم ہے کہ اس کے اعمال قیامت کے دن اس کے سامنے پیش کئے جائیں گے اور ان اعمال کے مطابق اسے جزا دی جائے گی تو اسے چاہئے کہ اپنے کام درست کرنے کی کوشش کرے اور اپنے اعمال میں اخلاص پیدا کرے اور جو گناہ اس سے ہو چکے ان سے لازمی توبہ کر لے۔ [2] اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ ۙ﴿۵۴﴾ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۵۵﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک پرہیزگار باغوں اور نہر میں ہیں۔ سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک پرہیزگار لوگ باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔ عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور سچ کی مجلس میں ہوں گے۔

﴿اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ: بیشک پرہیزگار لوگ۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں مُتّقی لوگوں کی جزاء بیان کی گئی ہے کہ بے شک وہ لوگ جو کفر اور گناہوں سے بچے رہے، وہ ایسے عظیم الشّان باغوں میں ہوں گے جن میں موجود نعمتوں اور ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی چیزوں کے اوصاف بیان سے باہر ہیں اسی طرح ان کے باغوں اور گھروں میں پانی،

---

[1] ......ال عمران: ٣٠.

[2] ......روح البیان، القمر، تحت الآیة: ٥٣، ٩/٢٨٥.

شراب، شہد اور دودھ کی نہریں ہوں گی اور وہ عظیم قدرت والے بادشاہ کی بارگاہ کے مُقَرَّب ہوں گے۔[1]

جو باغ اور نہریں مُتّقی لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہیں ان کا حال بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَؕ-فِیْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍۚ-وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗۚ-وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ۬ۚ-وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّىؕ-وَ لَهُمْ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس جنت کا حال جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس میں خراب نہ ہونے والے پانی کی نہریں ہیں اور ایسے دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ نہ بدلے اور ایسی شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کیلئے سراسر لذت ہے اور صاف شفاف شہد کی نہریں ہیں اور ان کے لیے اس میں ہر قسم کے پھل اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے۔

---

1 ......روح البیان، القمر، تحت الآیة: ٥٤-٥٥، ٩/٢٨٥، ملخصاً.

2 ......سورہ محمد: ١٥.

مقامِ نزول

سورۂ رحمٰن مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔[1]

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں **3** رکوع، **78** آیتیں، **351** کلمے اور **1636** حروف ہیں۔[2]

’’رحمٰن‘‘ نام رکھنے کی وجہ

اس سورت کا نام ’’سورۂ رحمٰن‘‘ اس لئے رکھا گیا کہ اس کی ابتداء اللّٰہ تعالیٰ کے اَسماءِ حُسنیٰ میں سے ایک اسم ’’اَلرَّحْمٰنُ‘‘ سے کی گئی ہے۔

سورۂ رحمٰن کے فضائل

(1)......حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’ہر چیز کی ایک زینت ہے اور قرآن کی زینت سورۂ رحمٰن ہے۔‘‘[3]

مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’چند وجہ سے سورۂ رحمٰن کو قرآن کی دلہن، زینت فرمایا گیا۔ اس سورت میں اللّٰہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا ذکر ہے اور ذات وصفات پر اعتقاد ایمان کی زینت ہے۔ اس سورت میں جنت کی حوروں، ان کے حسن و جمال، ان کے زیورات کا ذکر ہے (اور) یہ چیزیں جنت کی زینت ہیں۔ اس سورت میں آیتِ مبارکہ ’’فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ‘‘ 31 جگہ ارشاد ہوا اس سے سورت کی زینت زیادہ ہوگئی۔[4]

---

1 ......خازن، تفسیر سورة الرحمن، ٤/٢٠٨.

2 ......جلالین، سورة الرحمن، ص٤٤٣، خازن، تفسیر سورة الرحمن، ٤/٢٠٨، ملتقطاً.

3 ......شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان... الخ، فصل فی فضائل السور والآیات، ٢/٤٩٠، الحدیث: ٢٤٩٤.

4 ......مرآۃ المناجیح، کتاب فضائل القرآن، الفصل الثالث، ٣/٢٨١-٢٨٢، تحت الحدیث: ٢٠٧٤۔

(2)......حضرت فاطمہ زہراء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’سورۂ حدید، سورۂ واقعہ اور سورۂ رحمٰن کی تلاوت کرنے والے کو زمین و آسمان کی بادشاہت میں جنّتُ الفردوس کا مکین پکارا جاتا ہے۔[1]

(3)......اس سورت کی آیات اگرچہ چھوٹی چھوٹی ہیں لیکن ان کی تاثیر بہت مضبوط ہے۔ مروی ہے کہ حضرت قیس بن عاصم مِنْقری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے (اسلام قبول کرنے سے پہلے) سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کی: جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا ہے میرے سامنے اس کی تلاوت کیجئے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس کے سامنے سورۂ رحمٰن پڑھی تو اس نے عرض کی: اسے دوبارہ پڑھئے، حتّٰی کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے (اس کے کہنے پر) تین مرتبہ سورۂ رحمٰن کو پڑھا۔ (سورۂ رحمٰن سن کر) اس نے عرض کی: خدا کی قسم! یہ سورت بہت ہی خوبصورت ہے، اس میں بہت حلاوت ہے، اس کا نیچے والا حصہ سر سبز ہے اور اوپر والا حصہ پھل دار ہے اور یہ کسی انسان کا کلام ہی نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالٰی کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ اللہ تعالٰی کے رسول ہیں۔[2]

سورۂ رحمٰن کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالٰی کی وحدانیّت اور قدرت، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت اور قرآنِ مجید کے اللہ تعالٰی کی وحی ہونے پر دلائل بیان کئے گئے ہیں، نیز اس میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں:

(1)......اس سورت کی ابتدا میں اللہ تعالٰی نے اپنی عظیم نعمتوں جیسے قرآنِ پاک کو نازل کرنے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اس کی تعلیم دینے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دنیا و آخرت کی تمام چیزوں کی تعلیم دینے کا ذکر فرمایا۔

(2)......اس کے بعد سورج، چاند، زمین پر اُگی ہوئی بیلوں، درختوں، آسمانوں، زمینوں، باغات میں پھلوں اور کھیتوں میں فصلوں کا ذکر فرمایا۔

---

1 ......شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان... الخ، فصل فی فضائل السور والآیات، ۲/۴۹۰، الحدیث: ۲۴۹۶.

2 ......تفسیر قرطبی، تفسیر سورة الرحمن، ۹/۱۱۳، الجزء السابع عشر.

(3)......حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ابلیس کی پیدائش، میٹھے اور کھاری سمندروں اور ان سے موتیوں کے نکلنے کو بیان فرمایا گیا۔

(4)......اس جہاں کے فنا ہونے اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے باقی رہنے اور تمام مخلوق کے اللہ تعالیٰ کا محتاج ہونے کا ذکر فرمایا گیا۔

(5)......اس سورت کے آخر میں قیامت، جنت کی نعمتوں اور جہنم کی سختیوں اور ہولناکیوں وغیرہ کا ذکر ہے۔

سورۂ قمر کے ساتھ مناسبت
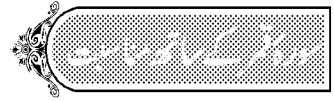
سورۂ رحمٰن کی اپنے سے ماقبل سورت ''قمر'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ قمر میں قیامت، جہنم کی ہولناکیوں، مجرموں کا عذاب، مُتّقی مسلمانوں کا ثواب اور جنت کے اوصاف اِجمالی طور پر بیان کئے گئے اور سورۂ رحمٰن میں یہ چیزیں تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ ۙ﴿۱﴾ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ؕ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: رحمٰن نے۔ اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: رحمٰن نے، قرآن سکھایا۔

﴿اَلرَّحْمٰنُ: رحمٰن۔﴾ اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ جب سورۂ فرقان کی آیت نمبر 60

نازل ہوئی جس میں رحمٰن کوسجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو کفارِ مکہ نے کہا کہ رحمٰن کیا ہے ہم نہیں جانتے ،اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ الرَّحمٰن نازل فرمائی کہ رحمٰن جس کا تم انکار کرتے ہو وہی ہے جس نے قرآن نازل فرمایا۔اور ایک قول یہ ہے کہ اہلِ مکہ نے جب کہا کہ محمد (مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کوکوئی بشر سکھاتا ہے تو یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تَبارَکَ وَتَعَالٰی نے فرمایا کہ رحمٰن نے قرآن اپنے حبیب محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو سکھایا۔[1]

سورۂ رحمٰن کی آیت نمبر1 اور2 سے معلوم ہونے والی باتیں

اِس معنی کے اعتبار سے ان آیات سے 5 باتیں معلوم ہوئیں ،

(1)......قرآنِ پاک اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اسی لئے سب سے پہلے اس کا ذکر فرمایا۔

(2)......حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس قرآن پاک بظاہر حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے واسطے سے آیا لیکن درحقیقت اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو قرآن سکھایا۔

(3)......مخلوق میں سے حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا کوئی استاذ نہیں بلکہ آپ کا علم مخلوق کے واسطے کے بغیر اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہے۔

(4)......حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو قرآنِ پاک کے مُتَشابِہات کا علم بھی دیا گیا ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے سارا قرآن اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو سکھا دیا تو اس میں متشابہات کا علم بھی آ گیا کہ یہ بھی قرآنِ پاک کا حصہ ہی ہیں۔

(5)......اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو تمام اَشیاء کے نام سکھائے ،جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا[2] ‏ **ترجمۂ کنزُالعِرفان**:اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھادیے۔

حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو زِرہ بنانا سکھائی ،چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ[3] ‏ **ترجمۂ کنزُالعِرفان**:اور ہم نے تمہارے فائدے کیلئے اسے

---

1 ......خازن، الرحمن، تحت الآية: ١-٢، ٤/٢٠٨، ملخصاً.

2 ......بقره: ٣١.

3 ......انبياء: ٨٠.

(جنگی) لباس کی صنعت سکھادی۔

حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پرندوں کی زبان سکھائی، جیسا کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے۔

حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو طب، تورات اور انجیل کا علم عطا فرمایا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ یُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِیْلَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ اسے کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل سکھائے گا۔

حضرت خضر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو علمِ لدُنی عطا فرمایا، چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا (3)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اسے اپنا علم لدنی عطا فرمایا۔

اور اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جو کچھ سکھایا اس کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ

اَلرَّحْمٰنُ ۙ(۱) عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: رحمٰن نے قرآن سکھایا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَ اِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِیْمٍ عَلِیْمٍ (4)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (اے محبوب!) بیشک آپ کو حکمت والے، علم والے کی طرف سے قرآن سکھایا جاتا ہے۔

اور ایک جگہ واضح طور پر فرمادیا کہ

وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (5)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آپ کو وہ سب کچھ سکھا دیا جو آپ نہ جانتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ سیّدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا علم تمام اَنبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بلکہ

---

1 ......نمل:١٦.
2 ......اٰل عمران:٤٨.
3 ...... کھف:٦٥.
4 ......نمل:٦.
5 ......النساء:١١٣.

تمام مخلوق سے زیادہ ہے۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ ﴿۳﴾ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ﴿۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا۔ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْن کا بیان اُنہیں سکھایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: انسان کو پیدا کیا۔ اسے بیان سکھایا۔

﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ: انسان کو پیدا کیا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں ''انسان'' اور ''بیان'' کے مِصداق کے بارے میں مفسرین کے مختلف قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہاں انسان سے مراد دو عالَم کے سردار محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں اور بیان سے ''مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ'' یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ آئندہ ہوگا، کا بیان مراد ہے کیونکہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَوّلین و آخرین اور قیامت کے دن کی خبریں دیتے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہاں انسان سے مراد حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں اور بیان سے مراد تمام چیزوں کے اَسماء اور تمام زبانوں کا بیان مراد ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہاں انسان سے اس کی جنس یعنی حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی تمام اولاد مراد ہے اور بیان سے مراد گفتگو کی صلاحیت ہے جس کی وجہ سے انسان دیگر حیوانوں سے ممتاز ہوتا ہے۔ (1)

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: سورج اور چاند حساب سے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: سورج اور چاند حساب سے ہیں۔

﴿اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ: سورج اور چاند حساب سے ہیں۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالٰی نے آسمانی نعمتوں میں دو ایسی نعمتیں بیان فرمائیں جو ظاہری طور پر نظر آتی ہیں اور وہ نعمتیں سورج اور چاند ہیں، ان نعمتوں کی اہمیت کا اندازہ

1 ......خازن، الرحمن، تحت الآية: ٣-٤، ٤/٢٠٨، صاوی، الرحمن، تحت الآية: ٣-٤، ٦/٢٢٧٣-٢٢٧٤، ملتقطاً.

اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اگر سورج نہ ہوتا تو اندھیرا کبھی ختم ہی نہ ہوتا اور اگر چاند نہ ہوتا تو بہت ساری ظاہری نعمتیں ختم ہو کر رہ جاتیں اور ان کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ سورج اور چاند مُعَیَّن اندازے کے ساتھ اپنے اپنے بُروج اور مَنازل میں حرکت کرتے ہیں کیونکہ اگر سورج حرکت کرنے کی بجائے ایک ہی جگہ کھڑا رہے تو اس سے کوئی بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتا اور اگر اس کی گردش لوگوں کو معلوم نہ ہو تو وہ معاملات ٹھیک طرح سے سر انجام نہیں دے سکتے اور ان کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اوقات کے حساب سالوں اور مہینوں کا شمار انہیں کی رفتار سے ہوتا ہے۔[1]

وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدٰنِ ﴿٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور سبزے اور پیڑ سجدہ کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بغیر تنے والی نباتات اور درخت سجدہ کرتے ہیں۔

﴿وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدٰنِ: اور بغیر تنے والی نباتات اور درخت سجدہ کرتے ہیں۔﴾ یہاں ''نجم'' سے مراد زمین سے پیدا ہونے والی وہ نباتات ہیں جو تنا نہیں رکھتیں جیسے سبزہ اور انگور کی بیل وغیرہ اور ''شجر'' سے مراد وہ نباتات ہیں جو تنا رکھتی ہیں جیسے گندم، جَو اور درخت وغیرہ اور ان کے سجدہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ ان کے سائے سجدہ کرتے ہیں، اس کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے:

اَوَلَمْ یَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ یَّتَفَیَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْیَمِیْنِ وَ الشَّمَآىٕلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کیا انہوں نے اس طرف نہ دیکھا کہ اللہ نے جو چیز بھی پیدا فرمائی ہے اس کے سائے اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے دائیں اور بائیں جھکتے ہیں اور وہ سائے عاجزی کر رہے ہیں۔

اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ سجدہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے فرمانبردار ہیں۔[3]

1 ......تفسیر کبیر، الرحمن، تحت الآیة: ٥، ١٠/٣٣٩، مدارك، الرحمن، تحت الآیة: ٥، ص ١١٩١، ملتقطاً.

2 ......نحل: ٤٨.

3 ......ابو سعود، الرحمن، تحت الآیة: ٦، ٥/٦٦٠، تفسیر کبیر، الرحمن، تحت الآیة: ٦، ١٠/٣٤١، خازن، الرحمن، تحت الآیة: ٦، ٤/٢٠٨-٢٠٩، ملتقطاً.

یادر ہے کہ سبزے اور درخت زمین پر اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمتیں ہیں اوران نعمتوں کی اہمیت کا کچھ اندازہ یوں لگا سکتے ہیں کہ اگر یہ نہ ہوں تو انسان رزق کے وافر حصے سے محروم ہو جائے گا اور جانوروں کا گوشت کھانے کو ترس جائے گا کیونکہ جانوروں کی نَشْو ونُما انہیں سے ہوتی ہے اور جب یہ سبزے نہ ہوں گے تو جانور کیسے پلیں بڑھیں گے اور جب جانور پلیں بڑھیں گے نہیں تو انسان ان کا گوشت کہاں سے حاصل کریں گے۔

وَ السَّمَآءَ رَفَعَهَا وَ وَضَعَ الْمِیْزَانَ ﴿۷﴾ اَلَّا تَطْغَوْا فِی الْمِیْزَانِ ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور آسمان کو اللہ نے بلند کیا اور ترازو رکھی۔ کہ ترازو میں بے اعتدالی نہ کرو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آسمان کو اللہ نے بلند کیا اور ترازو رکھی۔ کہ تولنے میں ناانصافی نہ کرو۔

﴿وَ السَّمَآءَ رَفَعَهَا: اور آسمان کو اللہ نے بلند کیا۔﴾ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو محل اور رتبے کے اعتبار سے بلند پیدا فرمایا ہے۔ محل کے اعتبار سے بلندی تو ظاہر ہے کہ آسمان زمین سے اونچا ہے جبکہ رتبے کے اعتبار سے آسمان کی بلندی یہ ہے کہ وہ فرشتوں کا مَسکن ہے اور یہیں سے اللہ تعالیٰ کے اَحکام صادر ہوتے ہیں۔ (1)

﴿وَ وَضَعَ الْمِیْزَانَ: اور ترازو رکھی۔﴾ ایک قول یہ ہے کہ یہاں میزان سے مراد عدل کرنا ہے، اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (مخلوق کے درمیان تمام معاملات میں) عدل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ میزان سے مراد وہ تمام آلات ہیں جن سے اَشیاء کا وزن کیا جائے اور اُن کی مقداریں معلوم ہوسکیں جیسے ترازو، اَشیاء ناپنے کے آلات اور پیمانے وغیرہ۔ اس صورت میں آیت کے اس حصے اور اس کے بعد والی آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر اَشیاء ناپنے اور تولنے کے آلات پیدا فرمائے اور اپنے بندوں پر لین دین کے معاملات میں عدل قائم رکھنے اور برابری کرنے کے اَحکام نافذ فرمائے تاکہ وہ ناپ تول میں ناانصافی نہ کریں اور کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ (2)

1 ......ابو سعود، الرحمن، تحت الآیة: ۷، ۵/۶۶۱، ملخصاً۔

2 ......خازن، الرحمن، تحت الآیة: ۷-۸، ۴/۲۰۹، مدارك، الرحمن، تحت الآیة: ۷-۸، ص۱۱۹۲، ملتقطاً۔

[illegible]

اللہ تعالیٰ کی جس نعمت کا بیان اس آیت میں ہوا اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے با آسانی لگایا جا سکتا ہے کہ لوگ اپنے ساتھ غبن اور دھوکہ دِہی پسند نہیں کرتے اور نہ ہی کوئی اس بات پر راضی ہوتا ہے کہ دوسرا شخص کسی چیز میں اس پر غالب آ جائے چاہے وہ چیز معمولی سی ہی کیوں نہ ہو، لہٰذا اگر ناپ تول کے معاملات میں عدل و انصاف اور برابری نہ ہو تو معاشرے میں جو جھگڑے اور فسادات برپا ہوں گے اور آپس میں جو بغض وعناد پیدا ہو گا وہ کسی عقلمند سے ڈھکا چھپا نہیں۔

حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ''اے انسان! تو دوسروں کے ساتھ اسی طرح انصاف کر جس طرح تجھے پسند ہے کہ تیرے ساتھ انصاف کیا جائے اور تو دوسروں کو اسی طرح پورا پورا ناپ تول کر دے جیسے تجھے پورا پورا ناپ تول کر لینا پسند ہے کیونکہ عدل وانصاف ہی سے لوگوں کے حالات درست رہ سکتے ہیں۔ (1)

وَ اَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور انصاف کے ساتھ تول قائم کرو اور وزن نہ گھٹاؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انصاف کے ساتھ تول قائم کرو اور وزن نہ گھٹاؤ۔

﴿وَ اَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ: اور انصاف کے ساتھ تول قائم کرو۔﴾ یعنی جب تم لوگوں کے لئے کوئی چیز ناپو یا تو لو تو انصاف کے ساتھ ناپ تول کرو اور اس چیز کا وزن کم نہ کرو۔

[illegible]

ناپ تول میں انصاف کرنے کا حکم دیتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اَوْفُوا الْكَیْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَ زِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور جب ماپ کرو تو پورا ماپ کرو اور

1 ......تفسیر طبری، الرحمن، تحت الآیۃ: ۸، ۱۱/۵۷٦.

الْمُسْتَقِيْمِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا [1]

بالکل صحیح ترازو سے وزن کرو۔ یہ بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے اچھا ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

اَوْفُوا الْكَيْلَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ۚ﴿۱۸۱﴾ وَ زِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۚ﴿۱۸۲﴾ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَ لَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے لوگو!) ناپ پورا کرو اور ناپ تول کو گھٹانے والوں میں سے نہ ہو جاؤ۔ اور بالکل درست ترازو سے تولو۔ اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے نہ دو اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو۔

اور کم ناپنے تولنے والوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۫ۖ﴿۲﴾ وَ اِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ؕ﴿۳﴾ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓىِٕكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۙ﴿۴﴾ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۙ﴿۵﴾ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ [3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کم تولنے والوں کیلئے خرابی ہے۔ وہ لوگ کہ جب دوسرے لوگوں سے ناپ لیں تو پورا وصول کریں۔ اور جب انہیں ناپ یا تول کر دیں تو کم کر دیں۔ کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ انہیں اٹھایا جائے گا۔ ایک عظمت والے دن کے لیے۔ جس دن سب لوگ ربُّ العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہماری طرف توجہ فرمائی اور ارشاد فرمایا ''اے مہاجرین! جب تم پانچ باتوں میں مبتلا کر دیئے جاؤ اور میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ تم ان باتوں کو پاؤ۔ پہلی بات یہ ہے کہ جب کسی قوم میں بے حیائی کے کام اعلانیہ ہونے لگ جائیں تو ان میں طاعون اور وہ بیماریاں عام ہو جاتی ہیں جو پہلے کبھی ظاہر نہ ہوئی تھیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب لوگ ناپ تول میں کمی کرنے لگ جاتے ہیں تو ان پر قحط اور مصیبتیں نازل ہوتی ہیں اور بادشاہ ان پر ظلم کرتے ہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ

1 ……بنی اسرائیل: ٣٥.

2 ……شعراء: ١٨١-١٨٣.

3 ……مطففین: ١-٦.

جب لوگ زکوۃ کی ادائیگی چھوڑ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بارش کو روک دیتا ہے، اگر زمین پر چوپائے نہ ہوتے تو آسمان سے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ گرتا۔ چوتھی بات یہ ہے کہ جب لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے عہد کو توڑ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر ان کے غیروں میں سے دشمنوں کو مُسلَّط کر دیتا ہے تو وہ ان کا مال وغیرہ چھین لیتے ہیں۔ پانچویں بات یہ ہے کہ جب مسلمان حکمران اللہ تعالیٰ کے قانون کو چھوڑ کر دوسرا قانون اور اللہ تعالیٰ کے اَحکام میں سے کچھ لیتے اور کچھ چھوڑتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان اختلاف پیدا فرما دیتا ہے۔ (1)

وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ﴿١٠﴾ فِیْهَا فَاكِهَةٌ ﴿صلے﴾ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ﴿١١﴾ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّیْحَانُ ﴿١٢﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿١٣﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور زمین رکھی مخلوق کے لیے۔ اس میں میوے اور غلاف والی کھجوریں۔ اور بُھس کے ساتھ اناج اور خوشبو کے پھول۔ تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس نے مخلوق کے لیے زمین رکھی۔ اس میں پھل میوے اور غلاف والی کھجوریں ہیں۔ اور بھوسے والا اناج اور خوشبودار پھول ہیں۔ تو (اے جن وانسان!) تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ: اور اس نے مخلوق کے لیے زمین رکھی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس مخلوق کے لئے زمین کو فرش کی طرح بچھا دیا جو اس میں رہتی اور بستی ہے تاکہ وہ اس میں آرام کریں اور فائدے اٹھائیں۔

﴿فِیْهَا فَاكِهَةٌ: اس میں پھل میوے ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے چندوہ مَنافع بیان فرمائے ہیں جو اس نے مخلوق کے لئے زمین میں پیدا فرمائے ہیں، ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ زمین میں بے شمار اَقسام کے پھل میوے اور غلاف والی کھجوریں ہیں جن میں بہت برکت ہے اور بھوسے والا اناج جیسے گندم اور جو وغیرہ پیدا فرمایا ہے، بھوسے کا فائدہ یہ ہے کہ اس میں اناج دیر تک محفوظ رہے گا اور جب تم اناج استعمال کر لو تو وہ بھوسا تمہارے

1 ......ابن ماجه، كتاب الفتن، باب العقوبات، ٤/٣٦٧، الحديث: ٤٠١٩.

جانوروں کے چارے میں کام آئے گا اور زمین میں طرح طرح کے خوشبودار پھول پیدا فرمائے تا کہ ان کی خوشبو سونگھ کر تمہیں فرحت حاصل ہو اور وہ پھول تمہاری زیب و زینت میں کام آئیں۔

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو اے جن و انسان! تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن و اِنس کے گروہ! جو نعمتیں تمہارے سامنے بیان کی گئیں، ان میں سے تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ [1]

ہدایت اور نصیحت کرنے کا بہترین اُسلوب

اس سورۂ مبارکہ میں یہ آیت **31** بار آئی ہے اور اس سورت میں بار بار نعمتوں کا ذکر فرما کر یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ تم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ یہ ہدایت اور نصیحت کرنے کا بہترین اُسلوب ہے اور اس اُسلوب کو اختیار کرنے کا مقصد یہ ہے کہ سننے والے کے نفس کو تنبیہ ہو اور اسے اپنے جرم اور کوتاہی کا حال معلوم ہو جائے کہ اُس نے کس قدر نعمتوں کو جھٹلایا ہے اور اسے اپنے کرتوتوں پر شرم آئے اور اس طرح وہ نعمتوں کا شکر ادا کرنے اور فرمانبرداری کرنے کی طرف مائل ہو اور یہ سمجھ لے کہ **اللہ** تعالیٰ کی اس پر بے شمار نعمتیں ہیں۔

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے پاس تشریف لائے اور ان کے سامنے سورۂ رحمٰن شروع سے لے کر آخر تک پڑھی۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ یہ سورت سن کر خاموش رہے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میں نے یہ سورت جنّات کو سنائی تو انہوں نے تم سے اچھا جواب دیا، جب میں یہ آیت ''فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ'' پڑھتا تو وہ کہتے: اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، ہم تیری کسی نعمت کو بھی نہیں جھٹلاتے اور تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں۔ [2]

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۙ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس نے آدمی کو بنایا بجتی مٹی سے جیسے ٹھیکری۔

[1] ......تفسیر طبری، الرحمن، تحت الآیۃ: ۱۳، ۱۱/۵۸۱.

[2] ......ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الرحمن، ۵/۱۹۰، الحدیث: ۳۳۰۲.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس نے انسان کوٹھیکری جیسی بجنے والی سوکھی مٹی سے پیدا کیا۔

﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ: اس نے انسان کوٹھیکری کی طرح بجنے والی سوکھی مٹی سے پیدا کیا۔﴾ یہاں انسان سے مراد حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں اور اس آیت میں **اللہ** تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پیدائش کی کیفیّت کا ایک انداز بیان فرمایا ہے،

قرآنِ پاک میں دیگر مقامات پر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پیدائش کی کیفیت کے اور انداز بھی بیان فرمائے گئے ہیں، چنانچہ ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ[1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے بنایا۔

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے انسان کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِیْنٍ لَّازِبٍ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے انہیں چپکنے والی مٹی سے بنایا۔

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ[4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے انسان کو خشک بجتی ہوئی مٹی سے بنایا جو ایسے سیاہ گارے کی تھی جس سے بُو آتی تھی۔

ان سب آیات کا معنی ایک ہی ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پیدائش سے پہلے ہر قسم کی مٹی جمع فرمائی گئی، پھر اسے پانی سے گوندھا گیا تو وہ مٹی ایسا سیاہ گارہ بن گئی جس سے بو آتی تھی، اس سے **اللہ** تعالیٰ

---

1 ......مؤمن:٦٧.
2 ......مؤمنون:١٢.
3 ......صافات:١١.
4 ......حجر:٢٦.

نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا جسم مبارک بنایا اور جب وہ مٹی خشک ہوگئی تو ہوا گزرنے کی وجہ سے ٹھیکری کی طرح بجنے لگی۔

وَ خَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۚ﴿۱۵﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جن کو پیدا فرمایا آگ کے لوکے سے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس نے جن کو بغیر دھویں والی آگ کے خالص شعلے سے پیدا کیا۔ تو (اے جن وانسان!) تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿وَ خَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ: اور اس نے جن کو بغیر دھویں والی آگ کے خالص شعلے سے پیدا کیا۔﴾ یہاں جن سے مراد ابلیس ہے۔[1]

ابلیس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے پہلے آگ سے پیدا فرمایا، جیسا کہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ الْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے اس سے پہلے جن کو بغیر دھویں والی آگ سے پیدا کیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا، ابلیس کو خالص آگ سے پیدا کیا گیا اور حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اس طرح پیدا کیا گیا جس طرح تمہارے سامنے (اللہ تعالیٰ نے قرآن میں) بیان کیا۔[3]

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو اے جن وانسان! تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے

---

1 ......جلالین، الرحمن، تحت الآیة: ١٥، ص٤٤٤.

2 ......حجر:٢٧.

3 ......مسلم، كتاب الزهد والرقائق، باب فى احاديث متفرقة، ص١٥٩٧، الحديث: ٦٠(٢٩٩٦).

جن وانسان کے گروہ! تمہاری تخلیق کی مختلف ہیئتوں میں اللہ تعالیٰ نے تم پر جو نعمتیں فرمائیں حتّٰی کہ تمہیں مُرَکَّبات میں سے افضل اور کائنات کا خلاصہ بنا دیا، ان میں سے تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟[1]

رَبُّ الْمَشْرِقَیْنِ وَ رَبُّ الْمَغْرِبَیْنِ ﴿۱۷﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: دونوں پورب کا رب اور دونوں پچھّم کا رب۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: وہ دونوں مشرقوں کا رب ہے اور دونوں مغربوں کا رب ہے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

﴿رَبُّ الْمَشْرِقَیْنِ: وہ دونوں مشرقوں کا رب ہے۔﴾ اس آیت میں دونوں مشرق اور دونوں مغرب سے گرمیوں اور سردیوں کے موسم میں سورج طلوع اور غروب ہونے کے دونوں مقام مراد ہیں۔[2]

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔﴾ یعنی سردی اور گرمی کے دونوں مشرقوں اور مغربوں میں جو بے شمار فوائد ہیں جیسے ہوا کا مُعتدل ہونا، مختلف موسموں جیسے سردی گرمی بہار اور خزاں کا آنا اور ہر موسم کی مناسبت سے مختلف چیزوں کا پیدا ہونا وغیرہ، تو ان میں سے تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟[3]

مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ ﴿۱۹﴾ بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ ﴿۲۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۱﴾ یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَ الْمَرْجَانُ ﴿۲۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۳﴾

1 ......بیضاوی، الرحمن، تحت الآیة: ١٦، ٥/٢٧٥.
2 ......خازن، الرحمن، تحت الآیة: ١٧، ٤/٢١٠.
3 ......بیضاوی، الرحمن، تحت الآیة: ١٨، ٥/٢٧٥.

ترجمۂ کنزالایمان: اس نے دو سمندر بہائے کہ دیکھنے میں معلوم ہوں ملے ہوئے۔ اور ہے ان میں روک کہ ایک دوسرے پر بڑھ نہیں سکتا۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔ ان میں سے موتی اور مونگا نکلتا ہے۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس نے دو سمندر بہائے کہ دونوں ملے ہوئے (لگتے) ہیں۔ ان کے درمیان ایک آڑ ہے کہ وہ ایک دوسرے کی طرف بڑھ نہیں سکتے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ان سمندروں سے موتی اور مرجان (موتی) نکلتا ہے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ: اس نے دو سمندر بہائے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ **اللہ** تعالیٰ نے میٹھے اور کھاری دو ایسے سمندر بہائے کہ دیکھنے میں ان کی سطح آپس میں ملی ہوئی لگتی ہے کیونکہ ان کے درمیان فاصلہ کرنے کے لئے ظاہری طور پر کوئی چیز حائل نہیں لیکن **اللہ** تعالیٰ کی قدرت سے ان کے درمیان ایک آڑ ہے جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کی طرف بڑھ نہیں سکتے بلکہ ہر ایک اپنی حد پر رہتا ہے اور دونوں میں سے کسی کا ذائقہ بھی تبدیل نہیں ہوتا حالانکہ پانی کی خاصیت یہ ہے کہ وہ دوسرے پانی میں فوراً مل جاتا ہے اور اس کا ذائقہ بھی تبدیل کر دیتا ہے۔

ان سمندروں کا ذکر کرتے ہوئے ایک اور مقام پر **اللہ** تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ هُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّ هٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌۚ وَ جَعَلَ بَیْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جس نے دو سمندروں کو ملادیا (ان میں) یہ (ایک) میٹھا نہایت شیریں ہے اور یہ (ایک) کھاری نہایت تلخ ہے اور ان کے بیچ میں اس نے ایک پردہ اور روکی ہوئی آڑ بنادی۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ مَا یَسْتَوِی الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآىٕغٌ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور دونوں سمندر برابر نہیں (ان میں

(1)......فرقان: ۵۳.

شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ؕ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ [1]

سے ایک) یہ میٹھا خوب میٹھا ہے اس کا پانی خوشگوار ہے اور یہ (دوسرا) نمکین بہت کڑوا ہے اور (ان دونوں سمندروں میں سے) ہر ایک سے تم (مچھلی کا) تازہ گوشت کھاتے ہو اور وہ زیور (قیمتی موتی) نکالتے ہو جسے تم پہنتے ہو اور تو کشتیوں کو اس میں پانی کو چیرتے ہوئے دیکھے گا تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر ادا کرو۔

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن و انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے میٹھے اور کھاری دو سمندر بہا کر اور ان میں تمہارے پہننے کا زیور رکھ کر تم پر جو انعام کیا، تم ان نعمتوں میں سے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟[2]

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ان سمندروں میں مَنافع پیدا فرما کر تم پر جو انعام کیا تم ان نعمتوں میں سے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟[3]

وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِی الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۚ ﴿٢٤﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٥﴾ ع

النصف ٢٥ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور اسی کی ہیں وہ چلنے والیاں کہ دریا میں اٹھی ہوئی ہیں جیسے پہاڑ۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

1 ......فاطر: ١٢.

2 ......تفسیر طبری، الرحمن، تحت الآیة: ٢١، ١١/٥٨٨.

3 ......تفسیر طبری، الرحمن، تحت الآیة: ٢٣، ١١/٥٩٠.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور دریا میں پہاڑوں جیسی اٹھی ہوئی کشتیاں اسی کی ہیں۔تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَـٰٔتُ فِی الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ: اور دریا میں پہاڑوں جیسی اٹھی ہوئی کشتیاں اسی کی ہیں۔﴾ یعنی جن چیزوں سے وہ کشتیاں بنائی گئیں وہ بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیں اور ان کو ترکیب دینے اور کشتی بنانے اور کاریگری کرنے کی عقل بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کی اور دریاؤں میں ان کشتیوں کا چلنا اور تیرنا یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہے۔[1]

﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے فائدے کے لئے سمندر میں (پہاڑوں کی مانند) بڑی بڑی کشتیاں جاری فرما کر تم پر جو انعام فرمایا، تم ان نعمتوں میں سے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟[2]

كُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾ وَّ یَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ﴿۲۷﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے۔ اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات عظمت اور بزرگی والا۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: زمین پر جتنی مخلوق ہے سب فنا ہونے والی ہے۔ اور تمہارے رب کی عظمت اور بزرگی والی ذات باقی رہے گی۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿ كُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ: زمین پر جتنی مخلوق ہے سب فنا ہونے والی ہے۔﴾ یعنی زمین پر جتنے جاندار ہیں سب ہلاک ہونے والے ہیں کیونکہ دنیا میں انسان (اور دیگر جانداروں) کا وجود عارضی ہے لہٰذا وہ باقی نہیں رہے گا اور جو چیز باقی نہ رہے وہ

1 ……ابو سعود، الرحمن، تحت الآیة: ٢٤، ٥/٦٦٣.

2 ……تفسیر طبری، الرحمن، تحت الآیة: ٢٥، ١١/٥٩١.

فانی ہوتی ہے۔[1]

فرشتوں کو اپنی موت کا یقین ہو گیا

تفسیر روح البیان میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو فرشتوں نے کہا کہ انسان ہلاک ہو گئے اور جب یہ آیت ''كُلُّ نَفْسٍ ذَآىٕقَةُ الْمَوْتِ'' نازل ہوئی تو فرشتوں کو اپنی موت کا بھی یقین ہو گیا۔[2]

﴿ وَ یَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ: اور تمہارے رب کی عظمت اور بزرگی والی ذات باقی رہے گی۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، زمین پر موجود تمام مخلوق فنا ہو جائے گی اور صرف تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کی ذات باقی رہے گی جو عظمت و کبریائی والی ہے اور وہ اپنی عظمت و جلالت کے باوجود اپنے اَنبیاء، اولیاء اور اہلِ ایمان پر لطف و کرم فرمائے گا اور مخلوق کے فنا ہونے کے بعد انہیں دوبارہ زندہ کرے گا اور انہیں اَبدی زندگی عطا فرمائے گا۔[3]

سورۂ رحمٰن کی آیت نمبر 27 کے آخری الفاظ ''ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ'' کی برکت

اس آیت کے آخری الفاظ کو اپنی دعا میں شامل کرنے کی برکت سے دعا قبول ہو جاتی ہے، چنانچہ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اس دعا ''یَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِكْرَام'' کو لازم پکڑ لو اور اس کی کثرت کیا کرو۔[4]

اور حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو ''یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَام'' کہہ رہا تھا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس سے ارشاد فرمایا: ''بے شک تیری دعا قبول کر لی جائے گی تو دعا مانگ۔[5]

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی جو نعمتیں سب کے فنا ہونے پر مُرَتَّب ہیں جیسے دوبارہ زندہ ہونا، دائمی زندگی ملنا اور ہمیشہ باقی رہنے والی نعمتیں عطا ہونا وغیرہ، تم دونوں ان میں سے

1 ......خازن، الرحمن، تحت الآية: ٢٦، ٤/٢١٠.

2 ......روح البيان، الرحمن، تحت الآية: ٢٦، ٩/٢٩٧-٢٩٨.

3 ......خازن، الرحمن، تحت الآية: ٢٧، ٤/٢١١، ملتقطاً.

4 ......ترمذی، كتاب الدعوات، ٩١-باب، ٥/٣١١، الحديث: ٣٥٣٥.

5 ......مصنف ابن ابی شيبه، كتاب الدعاء، ما ذكر فيمن سأل النبی صلی الله عليه وسلم ان يعلّمه ما يدعو به فعلّمه، ٧/٥٦، الحديث: ٧.

اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟[1]

حضرت عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''فنا ہونا اس اعتبار سے نعمت ہے کہ ایمان والے موت کے بعد اَبدی اور سَرمدی نعمتوں کو پائیں گے۔[2]

جیسا کہ حضرت ابوقتادہ بن ربعی انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو آپ نے فرمایا: ''مُسْتَرِیْحٌ وَمُسْتَرَاحٌ مِنْهُ'' صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مُسْتَرِیْحٌ اور مُسْتَرَاحٌ مِنْهُ سے کیا مراد ہے؟ ارشاد فرمایا: ''مومن بندہ جب مرتا ہے تو وہ مصیبتوں سے نجات پا کر اللہ تعالیٰ کی آغوشِ رحمت میں جانا چاہتا ہے اور بدکار آدمی جب مرتا ہے تو اس کے مرجانے سے اللہ تعالیٰ کے بندے، شہر، درخت اور جانور بھی راحت پانا چاہتے ہیں۔[3]

اور حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''موت کو خوش آمدید ہو کیونکہ یہ وہ چیز ہے جو حبیب کو حبیب کے قریب کر دیتی ہے۔[4]

يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍۚ﴿۲۹﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اسی کے منگتا ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں اُسے ہر دن ایک کام ہے۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

1 ......بیضاوی، الرحمن، تحت الآیة: ۲۸، ۵/۲۷٦.

2 ......مدارك، الرحمن، تحت الآیة: ۲۸، ص۱۱۹۳.

3 ......بخاری، کتاب الرقاق، باب سکرات الموت، ۴/۲۵۰، الحدیث: ٦۵۱۲.

4 ......مدارك، الرحمن، تحت الآیة: ۲۸، ص۱۱۹۳.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں سب اسی کے سوالی ہیں، وہ ہر دن کسی کام میں ہے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿ یَسْــٴَـلُهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں سب اسی کے سوالی ہیں۔﴾ یعنی آسمانوں میں رہنے والے فرشتے ہوں یا زمین پر بسنے والے جن، انسان یا اور کوئی مخلوق، الغرض کوئی بھی اللہ تعالیٰ سے بے نیاز نہیں بلکہ سب کے سب اس کے فضل کے محتاج ہیں اور زبانِ حال اور قال سے اسی کی بارگاہ کے سوالی ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمال کی طرف اشارہ ہے کہ ہر مخلوق چاہے وہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو، وہ اپنی ضروریات کو از خود پورا کرنے سے عاجز ہے اور اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے۔ [1]

﴿ كُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ: وہ ہر دن کسی کام میں ہے۔﴾ اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ آیت ان یہودیوں کے رد میں نازل ہوئی جو کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہفتے کے دن کوئی کام نہیں کرتا، چنانچہ اس آیت میں ان کے قول کا باطل ہونا ظاہر فرمایا گیا۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت اپنی قدرت کے آثار ظاہر فرماتا ہے، کسی کو روزی دیتا ہے، کسی کو مارتا ہے اور کسی کو زندہ کرتا ہے، کسی کو عزت دیتا ہے اور کسی کو ذلت میں مبتلا کر دیتا ہے، کسی کو مالدار کرتا ہے اور کسی کو محتاج، کسی کے گناہ بخشتا ہے اور کسی کی تکلیف دور کرتا ہے۔ [2]

یہاں اسی سے متعلق دو اَحادیث اور ایک حکایت ملاحظہ ہو،

(1)...... حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے اس آیت "**كُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ**" کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ: ''اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ گناہ بخشتا ہے، مَصائب و آلام دور کرتا ہے، کسی قوم کو بلندی عطا فرماتا ہے اور کسی قوم کو پستی سے دوچار کر دیتا ہے۔'' [3]

(2)...... حضرت عبید بن عمیر رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے اس آیت "**كُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ**" کے بارے میں مروی ہے ''اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ پریشان حال کی پریشانی دور کرتا ہے، دعا کرنے والے کی دعا قبول فرماتا ہے، مریض کو شفا دیتا

---

1 ......خازن، الرحمن، تحت الآية: ٢٩، ٤/٢١١، جلالين، الرحمن، تحت الآية: ٢٩، ص٤٤٤، ملتقطاً.

2 ......جلالين، الرحمن، تحت الآية: ٢٩، ص٤٤٤، خازن، الرحمن، تحت الآية: ٢٩، ٤/٢١١، ملتقطاً.

3 ......ابن ماجه، كتاب السنّة، باب فيما انكرت الجهميّة، ١/١٣٣، الحديث: ٢٠٢.

ہےاور مانگنے والے کوعطا کرتا ہے۔[1]

منقول ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنے وزیر سے اس آیت کے معنی دریافت کئے تو اُس نے ایک دن کی مہلت چاہی اور انتہائی پریشان وغمزدہ ہوکر اپنے مکان پر چلا آیا۔اس کے ایک حبشی غلام نے وزیر کو پریشان دیکھ کر کہا: اے میرے آقا! آپ کو کیا مصیبت پیش آئی ہے؟ بیان تو کیجئے۔جب وزیر نے ساری بات اس کے سامنے بیان کر دی تو غلام نے کہا ’’میں اس کے معنی بادشاہ کو سمجھا دوں گا۔وزیر نے اس حبشی غلام کو بادشاہ کے سامنے پیش کیا تو غلام نے کہا: اے بادشاہ! اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہےاور دن کو رات میں،مردے سے زندہ نکالتا ہے اور زندے سے مردہ، بیمار کو تندرستی دیتا ہےاور تندرست کو بیمار کرتا ہے،مصیبت زدہ کو رہائی دیتا ہےاور بے غموں کو مصیبت میں مبتلا کرتا ہے،عزت والوں کو ذلیل کرتا ہے اور ذلیلوں کو عزت دیتا ہے، مالداروں کو محتاج کرتا ہے اور محتاجوں کو مالدار بناتا ہے۔بادشاہ کو غلام کا جواب بہت پسند آیا اور اس نے وزیر کو حکم دیا کہ اس غلام کو وزارت کی خِلعت پہنا دے۔غلام نے وزیر سے کہا: اے آقا! یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک شان ہے۔[2]

نوٹ: اس مقام پر ایک بات ذہن نشین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کیلئے ’’مصروف‘‘ اور ’’مشغول‘‘ کا لفظ استعمال نہیں کرسکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان اوصاف سے پاک ہے۔

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن وانسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ کے جو احسانات بیان ہوئے ان کا مشاہدہ کرنے کے باوجود تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟[3]

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَیُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿٣١﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٢﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جلد سب کام نبٹا کر ہم تمہارے حساب کا قصد فرماتے ہیں اے دونوں بھاری گروہ۔تو اپنے رب

1 ......مصنف ابن ابی شیبه، کتاب الزهد، کلام عبید بن عمیر، ٨/٢٢٨، الحدیث: ٩.

2 ......مدارك، الرحمن، تحت الآية: ٢٩، ص١١٩٤.

3 ......ابو سعود، الرحمن، تحت الآية: ٣٠، ٥/٦٦٤.

کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے جنوں اور انسانوں کے گروہ! ابھی ہم تمہارے حساب کا قصد فرمائیں گے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿اَیُّهَ الثَّقَلٰنِ: اے جن اور انسانوں کے گروہ!۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کو خوف دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے جن اور انسانوں کے گروہ! عنقریب ہم تم سے حساب لینے اور تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دینے کا قصد فرمائیں گے۔

جنوں اور انسانوں کو ”ثَقَلان“ فرمانے کی وجوہات

مفسرین نے جنوں اور انسانوں کو ” ثَقَلانِ“ فرمائے جانے کی مختلف وجوہات بیان کی ہیں، ان میں تین وجوہات درج ذَیل ہیں:

(1)......زمین پر موجود دیگر مخلوق کے مقابلے میں صرف جنوں اور انسانوں کو شرعی اَحکام کا مُکَلَّف بنایا گیا، ان کی اس عظمت کی وجہ سے انہیں ” ثَقَلانِ“ فرمایا گیا۔

(2)......زندگی اور موت دونوں صورتوں میں زمین پر ان کا وزن ہے، اس لئے انہیں ” ثَقَلانِ“ فرمایا گیا۔

(3)......انہیں ” ثَقَلانِ“ اس لئے فرمایا گیا کہ یہ گناہوں کی وجہ سے بھاری ہیں۔ [1]

تمام انسانوں کے لئے نصیحت

اس آیت میں تمام انسانوں کے لئے نصیحت ہے کہ دنیا میں وہ جیسے چاہیں زندگی گزاریں لیکن مرنے کے بعد انہیں بہر حال اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے کئے ہوئے اعمال کا حساب دینا ہوگا اور پھر جس طرح کے عمل کئے ہوں گے اسی طرح کی جزا اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے ملے گی۔

نوٹ: اس مقام پر ایک بات ذہن نشین رکھیں کہ اللّٰہ تعالیٰ کے لئے ” فارغ“ کا لفظ استعمال نہیں کر سکتے کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ مصروفیت اور فراغت کے وصف سے پاک ہے۔ اس لئے یہاں آیت میں **”سَنَفْرُغُ“** سے اس کا حقیقی معنی

[1]......قرطبی، الرحمن، تحت الآیة: ٣١، ٩/١٢٥، الجزء السابع عشر، ملخصاً.

''فراغت'' مراد نہیں بلکہ اس کا مجازی معنی ''قصد کرنا'' مراد ہے۔

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: توتم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ کا دیگر نعمتیں عطا کرنے کے ساتھ ساتھ قیامت کے دن اعمال کے حساب کے معاملے میں تمہیں تنبیہ کرنا بھی ایک نعمت ہے، توتم دونوں اپنے اقوال اور اعمال کے ذریعے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟[1]

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۚ﴿۳۳﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے جنّ و انسان کے گروہ اگر تم سے ہو سکے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ، جہاں نکل کر جاؤ گے اُسی کی سلطنت ہے۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے جنوں اور انسانوں کے گروہ! اگر تم سے ہو سکے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ، تم جہاں نکل کر جاؤ گے (وہاں) اسی کی سلطنت ہے۔ توتم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ: اے جنوں اور انسانوں کے گروہ!﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم میری قضاء سے بھاگ سکتے ہو، میری سلطنت اور میرے آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل سکتے ہو تو ان سے نکل جاؤ اور اپنی جانوں کو میرے عذاب سے بچا لو لیکن تم اس بات پر قادر ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ تم جہاں بھی جاؤ گے وہیں میری سلطنت ہے۔ یہ حکم جنوں اور انسانوں کا عجز ظاہر کرنے کے لئے دیا گیا ہے۔[2]

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: توتم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن اور انسان کے

1 ......ابو سعود، الرحمن، تحت الآية: ٣٢، ٥/٦٦٤، ملخصاً.

2 ......ابو سعود، الرحمن، تحت الآية: ٣٣، ٥/٦٦٤، جلالين، الرحمن، تحت الآية: ٣٣، ص٤٤٤، ملتقطاً.

گروہ! اللہ تعالیٰ نے سزا دینے پر قادر ہونے کے باوجود تمہیں تنبیہ کرکے، اپنے عذاب سے ڈرا کر، تم پر آسانی فرما کر اور تمہیں معافی سے نواز کر تم پر جو انعامات فرمائے، تم دونوں ان میں سے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟[1]

يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ۬ وَّ نُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿٣٥﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم پر چھوڑی جائے گی بے دھویں کی آگ کی لپٹ اور بے لپٹ کا کالا دھواں تو پھر بدلہ نہ لے سکو گے۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم پر آگ کا بغیر دھویں والا خالص شعلہ اور بغیر شعلے والا کالا دھواں بھیجا جائے گا تو تم ایک دوسرے کی مدد نہ کرسکو گے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ۬ وَّ نُحَاسٌ: تم پر آگ کا بغیر دھویں والا خالص شعلہ اور بغیر شعلے والا کالا دھواں بھیجا جائے گا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے (کافر) جن اور انسان! قیامت کے دن جب تم قبروں سے نکلو گے تو تم پر آگ کا بغیر دھویں والا خالص شعلہ اور بغیر شعلے والا کالا دھواں بھیجا جائے گا تو اس وقت تم اس عذاب سے نہ بچ سکو گے اور نہ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرسکو گے بلکہ یہ آگ کا شعلہ اور دھواں تمہیں محشر کی طرف لے جائیں گے۔[2]

صدرُ الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں: حضرت مترجم قُدِّسَ سِرُّہٗ (یعنی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ) نے فرمایا: ''لپٹ (یعنی شعلے) میں دھواں ہو تو اس کے سب اجزاء جلانے والے نہ ہوں گے کہ (اس میں) زمین کے (وہ) اجزاء شامل ہیں جن سے دھواں بنتا ہے اور دھوئیں میں لپٹ ہو تو وہ پورا سیاہ اور اندھیرا

1 ......ابو سعود، الرحمن، تحت الآية: ٣٤، ٥/٦٦٤، ملخصاً.

2 ......مدارك، الرحمن، تحت الآية: ٣٥، ص١١٩٥، خازن، الرحمن، تحت الآية: ٣٥، ٤/٢١٢، جلالين، الرحمن، تحت الآية: ٣٥، ص٤٤٤، ملتقطاً.

نہ ہوگا کہ لپٹ کی رنگت شامل ہے، ان پر بے دھوئیں کی لپٹ بھیجی جائے گی جس کے سب اجزاء جلانے والے (ہوں گے) اور بے لپٹ کا دھواں (بھیجا جائے گا) جو سخت کالا، اندھیرا (ہوگا) اور (ہم اس عذاب سے) اسی کے وجہ کریم کی پناہ (چاہتے ہیں)۔[(1)]

یادرہے کہ پہلے سے اس کی خبر دے دینا یہ بھی اللہ تعالیٰ کا لطف وکرم ہے تاکہ اس کی نافرمانی سے باز رہ کر اپنے آپ کو اس بلا سے بچایا جاسکے۔

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! کافر اور گناہگار کا انجام پہلے سے بیان کر دینا اللہ تعالیٰ کا لطف وکرم اور نعمت ہے تو تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟[(2)]

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿۳۷﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب آسمان پھٹ جائے گا تو گلاب کے پھول سا ہو جائے گا جیسے سرخ نری۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب آسمان پھٹ جائے گا تو گلاب کے پھول جیسا (سرخ) ہو جائے گا جیسے سرخ چمڑا۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ: پھر جب آسمان پھٹ جائے گا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ پھر جب قیامت کے دن آسمان اس طرح پھٹ جائے گا کہ جگہ جگہ سے چیرا ہوا ہوگا اور اس کا رنگ گلاب کے پھول کی طرح اور ایسا سرخ ہوگا جیسے بکرے کی رنگی

❶ ......خزائن العرفان، الرحمٰن، تحت الآیۃ: ۳۵، ص۹۸۳۔

❷ ......ابو سعود، الرحمن، تحت الآية: ٣٦، ٥/٦٦٥.

ہوئی کھال ہوتی ہے تو یہ ایسا ہَولناک منظر ہوگا جسے بول کر بیان نہیں کیا جاسکتا۔ [1]

[illegible]

امام جلال الدین سیوطی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ اپنی مشہور تفسیر ''در منثور'' میں نقل کرتے ہیں ''ایک مرتبہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ایک نوجوان کے پاس سے گزرے، وہ نوجوان یہ آیت " **فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ** " پڑھ رہا تھا، آپ وہیں رک گئے اور دیکھا کہ اس نوجوان پر کپکپی طاری ہوگئی ہے اور آنسوؤں نے اس کا گلا بند کردیا ہے، وہ روتا رہا اور یہی کہتا رہا: اس دن میری خرابی ہوگی جس دن آسمان پھٹ جائے گا۔ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے اس نوجوان سے فرمایا ''اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، تیرے رونے کی وجہ سے فرشتے بھی روئے ہیں۔ [2]

اس سے معلوم ہوا کہ قرآنِ مجید میں جہاں کہیں قیامت کے ہَولناک مناظر بیان کئے گئے ہیں، ان کی تلاوت کرتے وقت خوفزدہ ہونا ہمارے بزرگانِ دین کا طریقہ ہے، لہٰذا ہمیں بھی چاہئے کہ ایسے مقامات کی تلاوت کرتے وقت دل میں خوف پیدا کرنے اور آنسو بہانے کی کوشش کرنی اور اللّٰه تعالیٰ سے یہ دعا مانگنی چاہئے کہ وہ ہمیں قیامت کی ہَولناکیوں اور شدّتوں میں امن وسکون نصیب فرمائے، اٰمین۔

﴿ **فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ** : تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی جب قیامت کے دن آسمان اللّٰه تعالیٰ کی ہَیبت سے پھٹ جائیں گے اور اللّٰه تعالیٰ مخلوق کے حساب کا حکم دے گا تو اس وقت وہی تمہیں قیامت کے دن کی ہَولناکیوں سے نجات دے گا، تو اے جن وانسان! تم دونوں اس نعمت کا انکار کس طرح کرسکتے ہو۔ [3]

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّ لَا جَآنٌّ ۚ﴿۳۹﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۰﴾

---

1 ……روح البيان، الرحمن، تحت الآية: ۳۷، ۹/۳۰۲، ملخصاً.

2 ……در منثور، الرحمن، تحت الآية: ۳۷، ۷/۷۰۳.

3 ……تفسير سمرقندى، الرحمن، تحت الآية: ۳۸، ۳/۳۰۹.

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس دن گنہگار کے گناہ کی پوچھ نہ ہوگی کسی آدمی اور جن سے۔تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اس دن کسی آدمی اور جن سے اس کے گناہ کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا۔تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿فَيَوْمَئِذٍ: تو اس دن۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ جب لوگ قبروں سے اُٹھائے جائیں گے اور آسمان پھٹے گا تو اس دن فرشتے مجرموں سے دریافت نہیں کریں گے بلکہ ان کی صورتیں دیکھ کر ہی انہیں پہچان لیں گے اور ان سے سوال دوسرے وقت میں ہوگا جب کہ لوگ حساب کے مقام میں جمع ہوں گے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ جس دن آسمان پھٹے گا تو اس دن قبروں سے نکلتے ہی فوراً کسی آدمی اور جن سے اس کے گناہ کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا بلکہ جب وہ حساب کی جگہ میں اکٹھے ہوں گے تو اس وقت ان سے پوچھا جائے گا۔ (1)

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! تمہیں ان چیزوں کی خبر دینا جن سے ڈر کر تم گناہوں سے باز آ جاؤ اور دنیا میں ہی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر لو، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے، تو تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (2)

یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰهُمْ فَیُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ وَ الْاَقْدَامِ ﴿۴۱﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مجرم اپنے چہرے سے پہچانے جائیں گے تو ماتھا اور پاؤں پکڑ کر جہنم میں ڈالے جائیں گے۔تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

1 ......خازن، الرحمن، تحت الآية: ٣٩، ٤/٢١٢، روح البيان، الرحمن، تحت الآية: ٣٩، ٩/٣٠٣، صاوى، الرحمن، تحت الآية: ٣٩، ٦/٢٠٨٠، ملتقطاً.

2 ......ابو سعود، الرحمن، تحت الآية: ٤٠، ٥/٦٦٥، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مجرم اپنے چہروں سے پہچانے جائیں گے تو انہیں پیشانی اور پاؤں سے پکڑا جائے گا۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰهُمْ: مجرم اپنے چہروں سے پہچانے جائیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ (قیامت کے دن) مجرم اپنے چہروں سے اس طرح پہچانے جائیں گے کہ اُن کے منہ کالے اور آنکھیں نیلی ہوں گی، تو حساب کے بعد جہنم کے خازن انہیں پکڑیں گے اور ان کے ہاتھ گردن سے باندھ دیں گے اور ان کے پاؤں پیٹھ کے پیچھے سے لاکر پیشانیوں سے ملادیں گے، پھر انہیں چہروں کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیں گے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بعض مجرم پیشانیوں سے گھسیٹے جائیں گے اور بعض پاؤں سے گھسیٹ کر جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ (1)

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! فرشتوں کا تم میں سے مجرموں اور اطاعت گزاروں کو ان کی علامات سے پہچان لینا اور صرف مجرموں کو ذلت اور توہین سے دوچار کرنا اور اطاعت گزاروں کو محفوظ رکھنا اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، تو تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (2)

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ یُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ یَطُوْفُوْنَ بَیْنَهَا وَ بَیْنَ حَمِیْمٍ اٰنٍ ﴿۴۴﴾ ج فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۵﴾ ع

وقف لازم ۲ ع ۱۲

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ہے وہ جہنم جسے مجرم جھٹلاتے ہیں۔ پھیرے کریں گے اس میں اور انتہا کے جلتے کھولتے پانی میں۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ وہ جہنم ہے جسے مجرم جھٹلاتے تھے۔ جہنمی جہنم اور انتہائی کھولتے ہوئے پانی میں چکر لگائیں گے۔

1 ......خازن، الرحمن، تحت الآية: ٤١، ٤/٢١٣، تفسير سمرقندى، الرحمن، تحت الآية: ٤١، ٣/٣٠٩، ملتقطاً.

2 ......تفسير طبرى، الرحمن، تحت الآية: ٤٢، ١١/٦٠٠.

توتم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿هٰذِهٖ جَهَنَّمُ: یہ وہ جہنم ہے۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ وہ جہنم جسے مجرم جھٹلاتے تھے وہ ان سے دور نہیں بلکہ ان کے قریب ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ جب کفار جہنم کے قریب ہوں گے تو اس وقت جہنم کے خازن ان سے کہیں گے کہ یہ وہ جہنم ہے جسے تم دنیا میں جھٹلاتے تھے۔ (1)

﴿یَطُوْفُوْنَ: جہنمی چکر لگائیں گے۔﴾ اس آیت میں جہنمیوں کا حال بیان کرتے ہوئے اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جہنمی جہنم اور اس کے انتہائی کَھولتے ہوئے پانی میں چکر لگائیں گے۔ اس کی ایک صورت یہ ہوگی کہ جب وہ جہنم کی آگ سے جل بُھن کر فریاد کریں گے تو اُنہیں اس جگہ لے جایا جائے گا جہاں کھولتے ہوئے پانی کا چشمہ ہے، وہاں انہیں جلتا اور کَھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا اور جب اس عذاب پر فریاد کریں گے تو انہیں اس جگہ لے جایا جائے گا جہاں آگ کا عذاب ہے۔ دوسری صورت یہ ہوگی کہ جہنمیوں پر بھوک کا عذاب مُسلَّط کیا جائے گا، جب وہ کھانے کے لئے چیخیں گے تو انہیں تھوہڑ کھلایا جائے گا اور وہ ان کے حَلق میں چبھ جائے گا، تب پانی کے لئے شور مچائیں گے تو پھر انہیں وہاں لے جایا جائے گا جہاں کَھولتے پانی کا چشمہ ہے۔ جب وہ پانی اپنے چہرے کے قریب کریں گے تو ان کے چہرے کا گوشت گل کر اس میں گر پڑے گا، پھر اسے پئیں گے تو وہ ان کے پیٹوں میں جوش مارے گا اور ان میں موجود ہر چیز نکال دے گا۔ پھر ان پر بھوک مُسلَّط کی جائے گی اور وہ اسی طرح جہنم کے ایک طبقے سے دوسرے طبقے میں چکر لگائیں گے۔ (2)

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: توتم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! اللّٰہ تعالیٰ کا اپنی نافرمانی کے اس انجام سے دنیا میں ہی آگاہ فرما دینا بھی اس کی نعمت ہے، تو تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿٤٦﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٧﴾

---

1 ......تفسير كبير، الرحمن، تحت الآية: ٤٣، ١٠/٣٦٨، تفسير سمرقندي، الرحمن، تحت الآية: ٤٣، ٣/٣٠٩، ملتقطاً.

2 ......خازن، الرحمن، تحت الآية: ٤٤، ٤/٢١٣، جلالين، الرحمن، تحت الآية: ٤٤، ص٤٤٥، تفسير سمرقندي، الرحمن، تحت الآية: ٤٤، ٣/٣٠٩، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ: اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے۔﴾ یہاں سے اللہ تعالیٰ نے وہ نعمتیں بیان فرمائی ہیں جو اس نے اپنی بارگاہ میں کھڑے ہونے سے ڈرنے والے متقی اور مومن بندوں کے لئے تیار فرمائی ہیں۔

اس آیت کا **ایک معنی** یہ ہے کہ جسے دنیا میں قیامت کے دن اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حضور حساب کی جگہ میں حساب کے لئے کھڑے ہونے کا ڈر ہو اور وہ گناہوں کو چھوڑ دے اور فرائض کی بجا آوری کرے تو اس کے لئے آخرت میں دو جنتیں ہیں۔ [1]

اس معنی کی تائید اس آیتِ مبارکہ سے بھی ہوتی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىۙ ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰىؕ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا۔ تو بیشک جنت ہی ٹھکانہ ہے۔

دوسرا معنی یہ ہے کہ جو اس بات سے ڈرے کہ اس کے تمام اعمال اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور وہ اس کے اعمال کی نگرانی رکھتا ہے اور اس خوف کی وجہ سے وہ بندہ گناہ چھوڑ دے تو اس کے لئے آخرت میں دو جنتیں ہیں۔

اس معنی کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے:

اَفَمَنْ هُوَ قَآىٕمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا وہ خدا جو ہر شخص پر اس کے اعمال

1 ……مدارك، الرحمن، تحت الآية: ٤٦، ص١١٩٥، خازن، الرحمن، تحت الآية: ٤٦، ٤/٢١٣، ملتقطاً.

2 ……نازعات: ٤٠، ٤١.

كَسَبَتْ [1] کی نگرانی رکھتا ہے۔

دو جنتوں سے مراد جنتِ عَدن اور جنتِ نعیم ہے اور دو جنتیں ملنے کی وجوہات مفسرین نے مختلف بیان فرمائی ہیں۔

(1)......ایک جنت اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرنے کا صلہ ہے اور ایک نفسانی خواہشات ترک کرنے کا صلہ ہے۔

(2)......ایک جنت اس کے درست عقیدہ رکھنے کا صلہ ہے اور ایک جنت اس کے نیک اعمال کا صلہ ہے۔

(3)......ایک جنت اس کے فرمانبرداری کرنے کا صلہ ہے اور ایک جنت گناہ چھوڑ دینے کا صلہ ہے۔

(4)......ایک جنت ثواب کے طور پر ملے گی اور ایک جنت اللّٰہ تعالیٰ کے فضل کے طور پر ملے گی۔

(5)......ایک جنت اس کی رہائش کے لئے ہوگی اور دوسری جنت اس کی بیویوں کی رہائش کے لئے ہوگی۔ [2]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللّٰہ تعالیٰ کا خوف بڑی اعلیٰ نعمت ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اپنا خوف نصیب کرے۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے زمانۂ مبارک میں ایک نوجوان بہت متقی و پرہیزگار و عبادت گزار تھا، حتّٰی کہ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی اس کی عبادت پر تعجب کیا کرتے تھے۔ وہ نوجوان نمازِ عشاء مسجد میں ادا کرنے کے بعد اپنے بوڑھے باپ کی خدمت کرنے کے لئے جایا کرتا تھا۔ راستے میں ایک خوبرو عورت اسے اپنی طرف بلاتی اور چھیڑتی تھی، لیکن یہ نوجوان اس پر توجہ دیئے بغیر نگاہیں جھکائے گزر جایا کرتا تھا۔ آخر کار ایک دن وہ نوجوان شیطان کے ورغلانے اور اس عورت کی دعوت پر برائی کے ارادے سے اس کی جانب بڑھا، لیکن جب دروازے پر پہنچا تو اسے اللّٰہ تعالیٰ کا یہی فرمانِ عالیشان یاد آ گیا:

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓىٕفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک جب شیطان کی طرف سے پرہیزگاروں کو کوئی خیال آتا ہے تو وہ فوراً حکمِ خدا یاد کرتے

1......رعد:۳۳.

2......خازن، الرحمن، تحت الآیۃ: ۴۶، ۲۱۳/۴، صاوی، الرحمن، تحت الآیۃ: ۴۶، ۲۰۸۱/۶، ملتقطاً.

ہیں پھر اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

اس آیتِ پاک کے یاد آتے ہی اس کے دل پر اللہ تعالیٰ کا خوف اس قدر غالب ہوا کہ وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر گیا۔ جب یہ بہت دیر تک گھر نہ پہنچا تو اس کا بوڑھا باپ اسے تلاش کرتا ہوا وہاں پہنچا اور لوگوں کی مدد سے اسے اٹھوا کر گھر لے آیا۔ ہوش آنے پر باپ نے تمام واقعہ دریافت کیا، نوجوان نے پورا واقعہ بیان کر کے جب اس آیتِ پاک کا ذکر کیا، تو ایک مرتبہ پھر اس پر اللہ تعالیٰ کا شدید خوف غالب ہوا، اس نے ایک زوردار چیخ ماری اور اس کا دم نکل گیا۔ راتوں رات ہی اس کے غسل وکفن ودفن کا انتظام کر دیا گیا۔ صبح جب یہ واقعہ حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ اُس کے باپ کے پاس تعزیت کے لئے تشریف لے گئے اور اس سے فرمایا کہ ”آپ نے ہمیں اطلاع کیوں نہیں دی؟ (تاکہ ہم بھی جنازے میں شریک ہو جاتے)۔ اس نے عرض کی ”امیر المومنین! اس کا انتقال رات میں ہوا تھا (اور آپ کے آرام کا خیال کرتے ہوئے بتانا مناسب معلوم نہ ہوا)۔ آپ نے فرمایا کہ ”مجھے اس کی قبر پر لے چلو۔“ وہاں پہنچ کر آپ نے یہ آیتِ مبارکہ پڑھی:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔

تو قبر میں سے اس نوجوان نے جواب دیتے ہوئے کہا: **یا امیرَ المومنین! بیشک میرے رب نے مجھے دو جنتیں عطا فرمائی ہیں۔**“[1]

﴿ **فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟** ﴾ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! جب اللہ تعالیٰ نے تمہارے اعمال کے ثواب کے لئے جنت بنائی ہے تو تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟[2]

ذَوَاتَاۤ اَفْنَانٍ ﴿۴۸﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۹﴾

---

1 ......ابن عساكر، ذكر من اسمه عمرو، عمرو بن جامع بن عمرو بن محمد... الخ، ٤٥ / ٤٥٠، ذمّ الهوى، الباب الثانى و الثلاثون فى فضل من ذكر ربّه فترك ذنبه، ص ١٩٠-١٩١.

2 ......تفسير سمرقندى، الرحمن، تحت الآية: ٤٧، ٣ / ٣١٠.

ترجمۂ کنزالایمان: بہت سی ڈالوں والیاں ۔تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: شاخوں والی ہیں ۔تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿ذَوَاتَاۤ اَفْنَانٍ: شاخوں والی ہیں ۔﴾ یہاں سے ان دو جنتوں کے اوصاف بیان کئے جا رہے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ان جنتوں کا ایک وصف یہ ہے کہ وہ دونوں جنتیں پھلوں سے لدی ہوئی شاخوں والی ہیں اور ہر شاخ میں قسم قسم کے میوے ہیں ۔(1)

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! اطاعت گزاروں کو ایسا ثواب دے کر اللہ تعالیٰ نے جو تم پر انعام فرمایا تو ان میں سے تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟(2)

فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ﴿۵۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان میں دو چشمے بہتے ہیں ۔تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان میں دو چشمے بہہ رہے ہیں ۔تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ: ان میں دو چشمے بہہ رہے ہیں ۔﴾ یہاں ان جنتوں کا ایک اور وصف بیان ہوا کہ ان میں سے ہر ایک جنت میں صاف اور میٹھے پانی کے دو چشمے بہہ رہے ہیں، ان میں سے ایک کا نام تسنیم اور دوسرے کا نام سلسبیل ہے ۔بعض مفسرین نے فرمایا کہ ایک چشمہ خراب نہ ہونے والے پانی کا ہے اور ایک چشمہ ایسی شراب کا ہے جو پینے والوں کے لئے لذّت بخش ہے ۔(3)

---

(1)……روح البیان، الرحمن، تحت الآیة: ۴۸، ۹/۳۰۶، ملخصاً.

(2)……تفسیر طبری، الرحمن، تحت الآیة: ۴۹، ۱۱/۶۰۴.

(3)……صاوی، الرحمن، تحت الآیة: ۵۰، ۶/۲۰۸۲.

﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴾ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ چشمے عطا کر کے تمہاری نعمت میں اضافہ فرمایا تو تم اس کی قدرت اور نعمت کا انکار کیسے کر سکتے ہو اور تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟[1]

فِیْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿٥٢﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٣﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان میں ہر میوہ دو دو قسم کا۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان دونوں جنتوں میں ہر پھل کی دو دو قسمیں ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿ فِیْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ: ان دونوں جنتوں میں ہر پھل کی دو دو قسمیں ہیں۔ ﴾ دو قسموں سے مراد یہ ہے کہ بعض وہ پھل ہیں جو دنیا میں دیکھے گئے اور بعض وہ عجیب و غریب پھل ہیں جو اس سے پہلے کبھی نہ دیکھے گئے۔ یا اس سے مراد یہ ہے کہ بعض پھل خشک ہیں اور بعض تر۔ یا یہ مراد ہے کہ بعض پھل خالص میٹھے ہیں اور بعض ترشی کی طرف مائل ہیں۔[2]

﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴾ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! تم ان لذیذ نعمتوں میں سے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟[3]

مُتَّكِـِٕیْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآىٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍؕ وَ جَنَا الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ ﴿٥٤﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٥﴾

1 ......تفسیر سمرقندی، الرحمن، تحت الآیة: ٥١، ٣/٣١٠.

2 ......روح البیان، الرحمن، تحت الآیة: ٥٢، ٩/٣٠٦.

3 ......روح البیان، الرحمن، تحت الآیة: ٥٣، ٩/٣٠٧.

ترجمۂ کنزالایمان: ایسے بچھونوں پر تکیہ لگائے جن کا استر قناویز کا اور دونوں کے میوے اتنے جھکے ہوئے کہ نیچے سے چن لو۔تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (جنتی) ایسے بچھونوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے جن کے اندرونی حصے موٹے ریشم کے ہیں اور دونوں جنتوں کے پھل جھکے ہوئے ہوں گے۔تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿مُتَّكِـِٕیْنَ عَلٰى فُرُشٍ: بچھونوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے۔﴾ یعنی جنتی لوگ بادشاہوں کی طرح آرام اور راحت سے ایسے بچھونوں پر ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے ہوں گے جن کے اندرونی حصے موٹے ریشم کے ہوں گے۔[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ’’جب اس بچھونے کے اندرونی حصے کا یہ حال ہے تو ظاہری حصے کا کیا حال ہوگا۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ان بچھونوں کے اندرونی حصے کا حال تو بیان کر دیا لیکن ظاہری حصے کا بیان نہیں کیا کیونکہ زمین میں کوئی ایسی چیز ہے ہی نہیں جس سے ان کے ظاہری حصوں کا حال پہچانا جا سکے۔[2]

﴿وَ جَنَا الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ: اور دونوں جنتوں کا پھل جھکا ہوا ہے۔﴾ یعنی ان دونوں جنتوں کا پھل اتنا قریب ہوگا کہ کھڑا، بیٹھا اور لیٹا ہر شخص اسے چن لے گا جبکہ دنیا کے پھلوں میں یہ خاصیت نہیں ہے۔حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ درخت اتنا قریب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے کھڑے یا بیٹھے جیسے چاہیں گے اس کا پھل چن لیں گے۔[3]

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! ان لذیذ اور باقی رہنے والی نعمتوں میں سے تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟[4]

1 ......روح البیان، الرحمن، تحت الآیة: ٥٤، ٩/٣٠٧.

2 ......خازن، الرحمن، تحت الآیة: ٥٤، ٤/٢١٣.

3 ......خازن، الرحمن، تحت الآیة: ٥٤، ٤/٢١٤.

4 ......روح البیان، الرحمن، تحت الآیة: ٥٥، ٩/٣٠٧.

فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿٥٦﴾ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان بچھونوں پر وہ عورتیں ہیں کہ شوہر کے سوا کسی کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتیں ان سے پہلے انہیں نہ چھوا کسی آدمی اور نہ جِنّ نے۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: ان جنتوں میں وہ عورتیں ہیں کہ شوہر کے سوا کسی کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتیں، جنہیں ان کے شوہروں سے پہلے نہ کسی آدمی نے چھوا اور نہ کسی جن نے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ: ان جنتوں میں وہ عورتیں ہیں کہ شوہر کے سوا کسی کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتیں۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ان جنتوں کے محلات میں جنّتی مَردوں کے لئے ایسی بیویاں ہوں گی جو اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھیں گی اور ان میں سے ہر ایک اپنے شوہر سے کہے گی: مجھے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی عزت و جلال کی قسم! جنت میں مجھے کوئی چیز تجھ سے زیادہ اچھی نہیں معلوم ہوتی، تو اس خدا عَزَّوَجَلَّ کی حمد ہے جس نے تمہیں میرا شوہر بنایا اور مجھے تمہاری بیوی بنایا۔ اور وہ بیویاں ایسی ہوں گی کہ انہیں ان کے جنّتی شوہروں کے علاوہ نہ کسی آدمی نے چھوا ہوگا اور نہ ہی کسی جن نے۔ ان بیویوں سے مراد حورِ عین ہیں کیونکہ وہ جنت میں پیدا کی گئی ہیں، اس لئے ان کے شوہروں کے سوا انہیں کسی نے نہیں چھوا۔ بعض مفسرین نے فرمایا ان سے مراد دنیا کی عورتیں ہیں، انہیں دوبارہ کنواریاں پیدا کیا جائے گا اور اس پیدائش کے بعد انہیں ان کے شوہروں کے علاوہ کسی اور نے نہ چھوا ہوگا۔[1]

آیت ”فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ“ سے معلوم ہونے والے امور

اس آیت سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

(1)......تقویٰ اور شرم و حیا عورت کا بہت بڑا کمال ہے۔

[1]......روح البیان، الرحمن، تحت الآیة: ٥٦، ٩/٣٠٧-٣٠٨، خازن، الرحمن، تحت الآیة: ٥٦، ٤/٢١٤، ملتقطاً.

(2)......اجنبی عورت کا متقی پرہیز گار مرد سے بھی پردہ ہے کیونکہ جنت میں سب متقی ہوں گے، مگر ان سے بھی پردہ ہوگا۔

(3)...... پردہ اللہ تعالیٰ کی وہ نعمت ہے جو جنت میں بھی ہوگی۔

(4)......حوریں پیدا ہوچکی ہیں اور جنت کی تمام نعمتوں کی طرح وہ بھی موجود ہیں۔

(5)......حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اگرچہ جنت میں رہے اور وہاں کی نعمتیں کھائیں، مگر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حوروں کی طرف مائل نہ ہوئے کیونکہ حوریں صرف جزا کے طور پر ملیں گی۔

﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴾ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے تمہاری طبیعت کے موافق تمہارے لئے بیویاں بنائیں اور وہ تمہارے علاوہ کسی اور کی طرف نہیں دیکھتیں تو تم اللہ تعالیٰ کا انکار کس طرح کرتے ہو اور تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟(1)

كَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ وَ الْمَرْجَانُ ﴿۵۸﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: گویا وہ لعل اور مونگا ہیں۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: گویا وہ لعل اور مرجان (موتی) ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿ كَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ وَ الْمَرْجَانُ: گویا وہ لعل اور مرجان (موتی) ہیں۔ ﴾ یعنی جنتی حوریں صفائی اور خوش رنگی میں لعل اور مونگے پتھر کی طرح ہیں۔(2)

جنتی حوروں کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جنتی عورتوں کی پنڈلیوں کی سفیدی ستر جوڑوں کے نیچے سے نظر آئے گی یہاں تک کہ پنڈلیوں کا گودا بھی نظر آئے گا اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''كَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ وَ الْمَرْجَانُ''

1......تفسیر سمرقندی، الرحمن، تحت الآیۃ: ۵۷، ۳/۳۱۰۔

2......مدارك، الرحمن، تحت الآیۃ: ۵۸، ص۱۱۹۶۔

اور یاقوت ایک ایسا پتھر ہے کہ اگر اس میں دھاگہ ڈال کر باہر سے دیکھنا چاہو تو دیکھ سکتے ہو۔[1]

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حورِعین کی پنڈلی کا مغز (لباس کے) ستر جوڑوں کے نیچے گوشت اور ہڈی کے پیچھے سے اس طرح نظر آتا ہے جس طرح شیشے کی صراحی میں سرخ شراب نظر آتی ہے۔[2]

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: توتم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے تمہاری نگاہوں کی لذّت ان حوروں کو دیکھنے میں رکھی تو تم اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور اس کی نعمت کا انکار کس طرح کر سکتے ہو اور تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟[3]

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿٦٠﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦١﴾

ترجمۂ کنزالایمان: نیکی کا بدلہ کیا ہے مگر نیکی۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: نیکی کا بدلہ نیکی ہی ہے۔ توتم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ: نیکی کا بدلہ نیکی ہی ہے۔﴾ یعنی جو (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کھڑے ہونے سے ڈرا اور دنیا میں اس نے اچھے عمل کئے اور اپنے رب تعالیٰ کی فرمانبرداری کی تو آخرت میں اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اس طرح احسان فرمائے گا کہ اسے اس کی دُنْیَوی نیکیوں پر وہ جزا عطا فرمائے گا جو ان آیات میں بیان ہوئی۔[4]

اور حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ جو ''لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ'' کا قائل ہو اور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شریعت پر عامل ہو تو اس کی جزاء جنت ہے۔[5]

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: توتم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن اور انسان کے

1 ......ترمذی، کتاب صفة الجنّة والنار، باب فی صفة نساء اهل الجنّة، ٢٣٩/٤، الحدیث: ٢٥٤١.
2 ......کتاب الجامع فی آخر المصنف، باب الجنّة وصفتها، ٣٤٥/١٠، الحدیث: ٢١٠٣١.
3 ......تفسیر سمرقندی، الرحمن، تحت الآیة: ٥٩، ٣١١/٣.
4 ......تفسیر طبری، الرحمن، تحت الآیة: ٦٠، ٦٠٩/١١.
5 ......خازن، الرحمن، تحت الآیة: ٦٠، ٢١٤/٤.

گروہ! تم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی نعمت کا انکار کس طرح کر سکتے ہو حالانکہ اس نے تمہاری نیکی کا ثواب جنت رکھی اور اسے تمہارے سامنے بیان کر دیا تاکہ تم نیک اعمال کر کے اللہ تعالیٰ کے ثواب اور اس کے احسان کو پا لو۔[1]

وَ مِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿۶۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے سوا دو جنتیں اور ہیں۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان کے علاوہ دو جنتیں (اور) ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴾وَ مِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ: اور ان کے سوا دو جنتیں اور ہیں۔﴿ یعنی جن دو جنتوں کا ذکر اوپر گزرا ان کے علاوہ دو جنتیں اور بھی ہیں مگر یہ دونوں ان پہلی جنتوں سے مرتبے، مقام اور فضیلت میں کم ہیں۔[2]

حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''دو جنتیں تو ایسی ہیں جن کے برتن اور سامان چاندی کے ہیں اور دو جنتیں ایسی ہیں کہ جن کے برتن اور سامان سونے کے ہیں۔[3]

امام ضحاک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''پہلی دو جنتیں سونے اور چاندی کی اور دُوسری دو جنتیں یاقوت اور زَبَرجد کی ہیں۔[4]

جن جنتوں کا اس آیت میں بیان ہوا ان کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ یہ دائیں جانب والوں کے لئے ہیں کیونکہ ان کا مرتبہ ان لوگوں سے کم ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کھڑے ہونے سے ڈرتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ یہ دونوں جنتیں بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کھڑے ہونے سے ڈرنے والوں کے لئے ہیں۔[5]

1 ......تفسیر سمرقندی، الرحمن، تحت الآیة: ٦١، ٣/٣١١.

2 ......روح البیان، الرحمن، تحت الآیة: ٦٢، ٩/٣١٠، ملخصاً.

3 ......بخاری، کتاب التفسیر، سورة الرحمن، باب ومن دونهما جنّتان، ٣/٣٤٤، الحدیث: ٤٨٧٨.

4 ......خازن، الرحمن، تحت الآیة: ٦٢، ٤/٢١٥.

5 ......صاوی، الرحمن، تحت الآیة: ٦٢، ٦/٢٠٨٤.

﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن وانسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے پہلے متقی لوگوں کے لئے دو جنتوں کا ذکر فرمایا اور اب ان کی فضیلت وکرامت میں اضافہ کرتے ہوئے دو اور جنتوں کا ذکر فرمایا تو تم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے فضل وکرامت کا انکار کس طرح کرسکتے ہو۔ (1)

مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿۶۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: نہایت سبزی سے سیاہی کی جھلک دے رہی ہیں۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ دونوں جنتیں نہایت سبز درختوں کی وجہ سے سیاہی کی جھلک دے رہی ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿ مُدْهَآمَّتٰنِ: وہ دونوں جنتیں نہایت سبز درختوں کی وجہ سے سیاہی کی جھلک دے رہی ہیں۔﴾ اس آیت میں ان جنتوں کا وصف بیان کیا گیا ہے کہ ان کے درختوں کے پتے اتنے سبز ہیں کہ وہ سیاہی کی جھلک دے رہے ہیں۔

یہ انتہائی خوشنما رنگ ہے اور نورِ نظر کے لئے بہت مفید ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''سبز رنگ کی طرف دیکھنے سے بصارت میں اضافہ ہوتا ہے۔ (2)

﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن اور انسانوں کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے سبز جنتیں بنائیں کیونکہ سبز رنگ کی طرف دیکھنے سے بصارت میں اضافہ ہوتا ہے تو تم اس کی وحدانیت کا انکار کس طرح کرسکتے ہو۔ (3)

1 ......تفسیر سمرقندی، الرحمن، تحت الآیۃ: ٦٣، ٣/٣١١.
2 ......مسند الشهاب، الباب الاول، النظر الی الخضرة یزید فی البصر... الخ، ١/١٩٣، الحدیث: ٢٨٩.
3 ......تفسیر سمرقندی، الرحمن، تحت الآیۃ: ٦٥، ٣/٣١١.

فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿٦٦﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان میں دو چشمے ہیں چھلکتے ہوئے۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان میں دو چھلکتے ہوئے چشمے ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ: ان میں دو چھلکتے ہوئے چشمے ہیں۔﴾ یعنی ان دونوں جنتوں میں پانی کے چھلکتے ہوئے دو چشمے ہیں جن کا پانی ٹوٹتا نہیں۔

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ان دونوں جنتوں میں اہلِ جنت پر خیر و برکت کے ساتھ پانی کے دو چھلکتے ہوئے چشمے ہیں۔

اور حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ان دونوں جنتوں میں اللّٰہ تعالیٰ کے پیاروں پر مشک اور کافور (کی خوشبو) کے ساتھ پانی کے دو چھلکتے ہوئے چشمے ہیں۔

اور حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''اہلِ جنت کے گھروں میں مشک اور عنبر (کی خوشبو) کے ساتھ پانی کے دو چھلکتے ہوئے چشمے ہیں۔ (1)

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! تم میں سے نیک اعمال کرنے والوں کو ایسا عظیم ثواب عطا کر کے اللّٰہ تعالیٰ نے تم پر انعام کیا تو تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (2)

فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴿٦٨﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان میں میوے اور کھجوریں اور انار ہیں۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

---

1 ......خازن، الرحمن، تحت الآية: ٦٦، ٤/٢١٥.

2 ......تفسير طبرى، الرحمن، تحت الآية: ٦٧، ١١/٦١٣.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان جنتوں میں میوے اور کھجوریں اور انار ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿وَ نَخْلٌ وَّ رُمَّانٌ: اور کھجوریں اور انار۔﴾ یعنی جنتوں میں ہر طرح کے میوے ہوں گے۔ کھجور اور انار اگرچہ میوے میں داخل ہے لیکن ان کی فضیلت اور شرف کی وجہ سے انہیں خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔[1]

کھجور اور انار کے فضائل

یہاں آیت میں کھجور اور انار کا بطورِ خاص ذکر کیا گیا، اسی مناسبت سے ہم یہاں کھجور اور انار کے چند فضائل بیان کرتے ہیں، چنانچہ

حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''درختوں میں سے ایک ایسا بھی ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور اس کی مثال ایک مسلمان جیسی ہے، مجھے بتاؤ وہ کونسا ہے؟ لوگ جنگل کے درختوں کے بارے میں سوچنے لگے اور مجھے خیال آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن مجھے (بولنے سے) شرم آئی (کیونکہ اس وقت بڑے بڑے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ موجود تھے) پھر لوگ عرض گزار ہوئے کہ یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ خود بتا دیجئے کہ وہ کونسا درخت ہے؟ ارشاد فرمایا: وہ کھجور کا درخت ہے۔[2]

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں، سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اے عائشہ! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا، جس گھر میں کھجوریں نہ ہوں وہ لوگ بھوکے ہیں، اے عائشہ! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا، جس گھر میں کھجوریں نہ ہوں وہ لوگ بھوکے ہیں، آپ نے یہ کلمات دو یا تین بار ارشاد فرمائے۔[3]

مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا ''مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ زمین میں ایسا کوئی انار نہیں جس کے دانوں میں جنتی انار کے دانوں سے پیوند کاری نہ کی گئی ہو۔[4]

---

1 ......خازن، الرحمن، تحت الآیۃ: ٦٨، ٢١٥/٤.

2 ......بخاری، کتاب العلم، باب قول المحدّث: حدّثنا او اخبرنا... الخ، ٣٧/١، الحدیث: ٦١.

3 ......مسلم، کتاب الاشربۃ، باب فی ادخال التمر ونحوہ من الاقوات للعیال، ص١١٣١، الحدیث: ١٥٣(٢٠٤٦).

4 ......معجم الکبیر، ومن مناقب عبد اللہ بن عباس واخبارہ، ٢٦٣/١٠، الحدیث: ١٠٦١١.

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: توتم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! اللہ تعالٰی نے تمہارے لئے ایسے پھل پیدا کئے جنہیں کھانے سے تمہیں لذت حاصل ہوتی ہے تو تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟[1]

فِیْهِنَّ خَیْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان میں عورتیں ہیں عادت کی نیک صورت کی اچھی۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان میں اچھے اخلاق والی، حسین شکل والی عورتیں ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿**فِیْهِنَّ: ان میں عورتیں ہیں۔**﴾ یعنی ان دونوں جنتوں میں اخلاق کے اعتبار سے اچھی اور صورت کے اعتبار سے حسین وجمیل عورتیں ہیں۔[2]

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ”جنت میں حورِعین یہ نغمہ گائیں گی ”**نَحْنُ الْخَیْرَاتُ الْحِسَانُ حُبِسْنَا لِاَزْوَاجٍ كِرَامٍ**“ ہم اچھی سیرت اور اچھی صورت والیاں ہیں، ہم معزز ومحترم شوہروں کے لئے روکی گئی ہیں۔[3]

اچھی عادت اچھی صورت سے افضل ہے

یہاں اَخلاقی اچھائی کو اللہ تعالٰی نے پہلے ذکر کیا، اس سے معلوم ہوا کہ اچھی عادت اچھی صورت سے افضل ہے، لہٰذا نکاح کے لئے کسی عورت کا رشتہ دیکھتے وقت اس کے حسن وجمال کے مقابلے میں اس کی اچھی سیرت، اس کے اچھے کردار، اس کی دینداری اور اس کی اچھی عادات کو زیادہ ترجیح دینی چاہئے۔ اَحادیث میں بھی اسی چیز کی ترغیب دی گئی ہے، چنانچہ اس سے متعلق تین اَحادیث ملاحظہ ہوں۔

(1)......حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فرماتے تھے کہ

---

1 ......روح البیان، الرحمن، تحت الآیة: ٦٩، ٩/٣١٢، ملخصاً.

2 ......جلالین، الرحمن، تحت الآیة: ٧٠، ص٤٤٥.

3 ......مصنف ابن ابی شیبه، کتاب الجنّة، ما ذکر فی الجنّة وما فیھا ممّا اعدّ لاھلھا، ٨/٧٢، الحدیث: ٣٥.

تقوے کے بعد مومن کے لیے نیک بیوی سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ اگر وہ اسے حکم کرتا ہے تو وہ اطاعت کرتی ہے اور اسے دیکھے تو وہ خوش کر دیتی ہے اور اس پر قسم کھا بیٹھے تو قسم سچی کر دیتی ہے اور اگر کہیں کو چلا جائے تو اپنے نفس اور شوہر کے مال میں بھلائی کرتی ہے (یعنی اس میں خیانت نہیں کرتی اور نہ ہی اسے ضائع کرتی ہے)۔[1]

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’عورت سے نکاح چار باتوں کی وجہ سے کیا جاتا ہے (یعنی نکاح میں ان چار باتوں کا لحاظ ہوتا ہے) **(1)** مال **(2)** حسب نسب **(3)** حسن و جمال اور **(4)** دین۔ اور تم دین والی کو ترجیح دو۔[2]

(3)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو کسی عورت سے اس کی عزت کی وجہ سے نکاح کرے گا، اللّٰہ تعالیٰ اس کی ذلت میں اضافہ کرے گا اور جو کسی عورت سے اس کے مال کے سبب نکاح کرے گا، اللّٰہ تعالیٰ اس کی محتاجی ہی بڑھائے گا اور جو کسی عورت سے اس کے حسب کی بنا پر نکاح کرے گا تو اللّٰہ تعالیٰ اس کے کمینہ پن میں اضافہ فرمائے گا اور جو اس لیے نکاح کرے کہ اِدھر اُدھر نگاہ نہ اُٹھے اور پاک دامنی حاصل ہو یا صِلۂ رحم کرے تو اللّٰہ تعالیٰ اس مرد کے لیے اس عورت میں برکت دے گا اور عورت کے لیے مرد میں برکت دے گا۔[3]

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! اللّٰہ تعالیٰ نے تمہارے سامنے جنّتی عورتوں کے اوصاف بیان کرکے تم پر انعام فرمایا تو تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟[4]

حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ ﴿۷۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: حوریں ہیں خیموں میں پردہ نشین۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

1......ابن ماجه، كتاب النكاح، باب افضل النساء، ٤١٤/٢، الحديث: ١٨٥٧.

2......بخارى، كتاب النكاح، باب الاكفاء فى الدّين، ٤٢٩/٣، الحديث: ٥٠٩٠.

3......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه: ابراهيم، ١٨/٢، الحديث: ٢٣٤٢.

4......روح البيان، الرحمن، تحت الآية: ٧١، ٣١٣/٩، ملخصاً.

ترجمۂ کنزالعرفان: خیموں میں پردہ نشین حوریں ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿**حُوْرٌ:** حوریں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ان جنتوں میں خیموں میں پردہ نشین حوریں ہیں جو کہ اپنی شرافت اور کرامت کی وجہ سے ان خیموں سے باہر نہیں نکلتیں۔ (1)

جنتی حوروں کے حسن و جمال

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اگر جنتی عورتوں میں سے زمین کی طرف کسی ایک کی جھلک پڑ جائے تو آسمان وزمین کے درمیان کی تمام فضا روشن ہو جائے اور خوشبو سے بھر جائے۔ (2)

اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''مؤمن کے لئے جنت میں ایک کھوکھلے موتی کا خیمہ ہوگا، اس کی لمبائی **60** میل ہوگی، مؤمن کے اہلِ خانہ بھی اس میں رہیں گے، مؤمن ان کے پاس (حقِ زوجیّت ادا کرنے کے لئے) چکر لگائے گا اور ان میں سے بعض بعض کو نہیں دیکھ سکیں گے۔ (3)

﴿**فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ:** تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! اللّٰہ تعالیٰ نے وہ نعمتیں پیدا فرمائیں جو تمہارے لئے پردہ نشین اور (دوسروں سے) چھپی ہوئی ہیں تو تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (4)

لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَ لَا جَآنٌّ ﴿۷۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان سے پہلے انہیں ہاتھ نہ لگایا کسی آدمی اور نہ جِنّ نے۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

---

1 ......خازن، الرحمن، تحت الآية: ٧٢، ٤/٢١٥.

2 ......بخاری، كتاب الرقاق، باب صفة الجنّة والنار، ٤/٢٦٤، الحديث: ٦٥٦٨.

3 ......مسلم، كتاب الجنّة وصفة نعيمها واهلها، باب فی صفة خيام الجنّة وما للمؤمنين فيها من الاهلين، ص١٥٢٢، الحديث: ٢٣(٢٨٣٨).

4 ......روح البيان، الرحمن، تحت الآية: ٧٣، ٩/٣١٣.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کے شوہروں سے پہلے انہیں نہ کسی آدمی نے چھوا اور نہ کسی جن نے ۔تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ: ان کے شوہروں سے پہلے انہیں نہ کسی آدمی نے چھوا۔﴾ یعنی جیسے اُن دو جنتوں کی حوریں اپنے جنتی شوہروں کے علاوہ جن و اِنس کے چھونے سے محفوظ تھیں ایسے ہی اِن دونوں جنتوں کی حوریں بھی محفوظ ہیں ،لہٰذا آیت میں تکرار نہیں ۔

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جنت میں وہ نعمتیں تیار کیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل پر ان کا خیال گزرا تو تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی ان نعمتوں کو جھٹلاؤ گے یا ان کے علاوہ دوسری نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ (1)

مُتَّكِـٕیْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّ عَبْقَرِیٍّ حِسَانٍ ﴿۷۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تکیہ لگائے ہوئے سبز بچھونوں اور منقش خوبصورت چاندنیوں پر۔تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (جنتی) سبز قالینوں اور انتہائی خوبصورت بچھونوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے۔تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿مُتَّكِـٕیْنَ: تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے۔﴾ اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرنے والوں کو جو دو جنتیں عطا ہوں گی ان کے جنتی بچھونوں کا ظاہری حال بیان نہیں کیا گیا جیسا کہ آیت نمبر 54 میں گزرا ، کیونکہ ان بچھونوں کی شان بہت بلند ہے اور ان کا ظاہری حال عقل اور فہم کے اِدراک سے باہر ہے جبکہ دوسری دو جنتوں میں اہلِ جنت کو جو

1 ......جمل، الرحمن، تحت الآية: ٧٥، ٧/٣٨٢.

بچھونے عطا ہوں گے ان کا ظاہری حال یہاں بیان کر دیا گیا کہ وہ سبز اور مُنَقَّش ہوں گے ،اس سے ان بچھونوں میں فرق صاف ظاہر ہو رہا ہے۔ (1)

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴾ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ تم پر کوئی احسان فرمانے والا نہیں، تو تم دونوں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (2)

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِی الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ﴿۷۸﴾ ع

ع ۳ ۱۳ ۳۲

ترجمۂ کنزالایمان: بڑی برکت والا ہے تمہارے رب کا نام جو عظمت اور بزرگی والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمہارے رب کا نام بڑی برکت والا ہے جو عظمت اور بزرگی والا ہے۔

﴿تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ: تمہارے رب کا نام بڑی برکت والا ہے۔﴾ اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ صرف اللہ تعالٰی کی ذات ہی باقی رہے گی اور دنیا کی تمام نعمتیں فانی ہیں۔ نیز اللہ تعالٰی نے اپنی عظمت و بزرگی بیان فرما کر آخرت کی نعمتوں کے بیان کا اختتام فرمایا۔ (3)

حضرت ثوبان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نماز سے فارغ ہونے کے بعد تین بار اِستغفار کرتے اور فرماتے "اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامْ" یعنی اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، تو سلام ہے اور تجھ سے سلامتی ہے اور تو برکت والا ہے (اے) جلالت اور بزرگی والے۔ (4)

1 ......روح البیان، الرحمن، تحت الآیۃ: ٧٦، ٩/٣١٥، ملخصاً.
2 ......جمل، الرحمن، تحت الآیۃ: ٧٧، ٧/٣٨٣.
3 ......خازن، الرحمن، تحت الآیۃ: ٧٨، ٤/٢١٦.
4 ......مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ و بیان صفتہ، ص ٢٩٧، الحدیث: ١٣٥ (٥٩١).

سورۂ واقعہ اس آیت "اَفَبِهٰذَا الْحَدِیْثِ" اور اس آیت "ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ" کے علاوہ مکیہ ہے۔[1]

اس سورت میں **3** رکوع، **96** آیتیں، **378** کلمے اور **1703** حروف ہیں۔[2]

''واقعہ'' قیامت کا ایک نام ہے اور اس سورت کا نام ''واقعہ'' اس کی پہلی آیت میں مذکور لفظ ''اَلْوَاقِعَةُ'' کی مناسبت سے رکھا گیا ہے۔

(1)......حضرت **عبداللہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو شخص روزانہ رات کے وقت سورۂ واقعہ پڑھے تو وہ فاقے سے ہمیشہ محفوظ رہے گا۔[3]

(2)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اپنی عورتوں کو سورۂ واقعہ سکھاؤ کیونکہ یہ سورۃُ الغنیٰ (یعنی محتاجی دور کرنے والی سورت) ہے۔[4]

(3)......مروی ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضرت **عبداللہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس اس وقت تشریف لائے جب وہ مرضِ وفات میں مبتلا تھے۔ حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان سے فرمایا ''آپ

1......جلالين، تفسير سورة الواقعة، ص٤٤٥-٤٤٦.

2......خازن، تفسير سورة الواقعة، ٢١٦/٤، جلالين، تفسير سورة الواقعة، ص٤٤٦، ملتقطاً.

3......شعب الايمان،التاسع عشر من شعب الايمان...الخ،٤٩٢/٢،الحديث: ٢٥٠٠.

4......مسند الفردوس، باب العين، ١٠/٣، الحديث: ٤٠٠٥.

کس چیز کی تکلیف محسوس کررہے ہیں؟ حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جواب دیا: اپنے گناہوں کی تکلیف محسوس کررہا ہوں۔ حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ’’آپ کو کس چیز کی آرزو ہے؟ حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جواب دیا ’’مجھے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کی آرزو ہے۔ حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ’’آپ کسی طبیب کو کیوں نہیں بلوا لیتے۔ حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جواب دیا ’’طبیب ہی نے تو مجھے مرض میں مبتلا کیا ہے۔ حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ’’کیا ہم آپ کو کچھ (مال) عطا کرنے کا حکم نہ کریں! حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جواب دیا ’’مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں۔ حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ’’ہم وہ مال آپ کی بیٹیوں کو دے دیتے ہیں۔ حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جواب دیا ’’انہیں بھی اس مال کی کوئی ضرورت نہیں، میں نے انہیں حکم دیا ہے کہ وہ سورۂ واقعہ پڑھا کریں کیونکہ میں نے رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ ’’جو شخص روزانہ رات کے وقت سورۂ واقعہ پڑھے تو وہ فاقے سے ہمیشہ محفوظ رہے گا۔ (1)

(4)......حضرت مسروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’جسے یہ بات خوش کرے کہ وہ اَوّلین وآخرین کا علم اور دنیا وآخرت کا علم جان جائے تو اسے چاہئے کہ سورۂ واقعہ پڑھ لے۔ (2)

سورۂ واقعہ کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اللّٰہ تعالٰی کی وحدانیّت کے دلائل، حشر کے اَحوال اور لوگوں کا انجام بیان کیا گیا ہے اور اس میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں،

(1)......اس سورت کی ابتداء میں قیامت قائم ہونے اور اس وقت زمین کے تھرتھرانے اور پہاڑوں کے ریزہ ریزہ ہوجانے کا ذکر ہے۔

(2)......حساب کے وقت لوگوں کی تین قسمیں بیان کی گئیں۔ **(1)** دائیں طرف والے۔ **(2)** بائیں طرف والے۔ **(3)** سبقت کرنے والے۔ پھر ان تینوں اَقسام کے لوگوں کا حال اور قیامت کے دن ان کے لئے جو جزا تیار

1......مدارك، الواقعة، تحت الآية:٩٦، ص١٢٠٥.

2......مصنف ابن ابی شیبه، کتاب الزهد، کلام مسروق، ٢١١/٨، روایت نمبر: ٩.

کی گئی ہے اسے بیان فرمایا گیا۔

(3)......اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیّت کے دلائل، انسانوں کی تخلیق، نَباتات کو پیدا کرنے اور پانی نازل کرنے میں اس کی قدرت کے کمال پر دلائل بیان کئے گئے۔

(4)......قرآنِ پاک کا ذکر کیا گیا اور یہ بتایا گیا کہ قرآن پاک سب جہانوں کے پالنے والے رب تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب ہے۔

(5)......اس سورت کے آخر میں ان تین اَقسام کے لوگوں کا حال اور ان کا انجام بیان کیا گیا۔(1) سعادت مند۔ (2) بدبخت، اور (3) نیکیوں میں سبقت کرنے والے۔

سورۂ رحمٰن کے ساتھ مناسبت

سورۂ واقعہ کی اپنے سے ماقبل سورت ''رحمٰن'' کے ساتھ ایک مناسبت یہ ہے کہ دونوں سورتوں میں قیامت کے حالات، جنت کے اَوصاف اور جہنم کی ہَولناکیاں بیان کی گئی ہیں۔ دوسری مناسبت یہ ہے کہ جو چیز سورۂ رحمٰن کے شروع میں ذکر کی گئی اسے سورۂ واقعہ کے آخر میں بیان کیا گیا اور جو چیز سورۂ رحمٰن کے آخر میں بیان کی گئی اسے سورۂ واقعہ کی ابتداء میں بیان کیا گیا جیسے سورۂ رحمٰن کے شروع میں قرآنِ مجید کا ذکر کیا گیا، پھر سورج اور چاند کا، پھر نباتات کا، پھر انسانوں اور جنّات کی تخلیق کا ذکر کیا گیا، پھر قیامت، جہنم اور جنت کی صفات بیان کی گئیں اور سورۂ واقعہ میں پہلے قیامت کی صفات اور اس کی ہَولناکیاں بیان کی گئیں، پھر جنت اور جہنم کی صفات ذکر کی گئیں، پھر انسان کی تخلیق، نباتات، پانی اور آگ کا ذکر کیا گیا، اس کے بعد ستاروں کا اور آخر میں قرآنِ مجید کا ذکر کیا گیا۔[1]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

1......تناسق الدرر، سورة الواقعة، ص ١٢١.

وقف لازم

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۙ﴿۱﴾ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۘ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب ہو لے گی وہ ہونے والی۔ اس وقت اس کے ہونے میں کسی کو انکار کی گنجائش نہ ہوگی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب واقع ہونے والی واقع ہوگی۔ (اس وقت) اس کے واقع ہونے میں کسی کو انکار کی گنجائش نہ ہوگی۔

﴿اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ: جب واقع ہونے والی واقع ہوگی۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب قیامت قائم ہوگی جو کہ ضرور قائم ہونے والی ہے تو اس وقت ہر ایک اس کا اعتراف کرلے گا اور اس کے واقع ہونے کا کوئی انکار نہیں کر سکے گا۔ اور قیامت چونکہ بہر صورت واقع ہوگی اس لئے اس کا نام واقعہ رکھا گیا ہے۔ (1)

قیامت ضرور واقع ہوگی

اس سے معلوم ہوا کہ قیامت ضرور واقع ہوگی اس لئے ہر ایک کو قیامت سے ڈرنا چاہئے اور اس دن کے لئے دنیا کی زندگی میں ہی تیاری کر لینی چاہئے، چنانچہ قیامت کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْــٴًـا وَّ لَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا یُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس دن سے ڈرو جس دن کوئی جان کسی دوسرے کی طرف سے بدلہ نہ دے گی اور نہ کوئی سفارش مانی جائے گی اور نہ اس سے کوئی معاوضہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ اتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَى اللّٰهِ ۗ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر ہر جان کو اس کی کمائی

(1)......مدارك، الواقعة، تحت الآية: ١-٢، ص ١١٩٨، تفسير كبير، الواقعة، تحت الآية: ١-٢، ٣٨٤/١٠، بيضاوى، الواقعة، تحت الآية: ١-٢، ٢٨٣/٥، ملتقطاً.

(2)......بقرہ: ٤٨.

يُظْلَمُوْنَ [1]

بھرپوری دی جائے گی اوران پرظلم نہیں ہوگا۔

اورارشادفرمایا:

فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۟ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیسی حالت ہوگی جب ہم انہیں اس دن کے لئے اکٹھا کریں گے جس میں کوئی شک نہیں اور ہر جان کو اس کی پوری کمائی دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۙ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کسی کو پست کرنے والی کسی کو بلندی دینے والی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کسی کو نیچا کرنے والی، کسی کو بلندی دینے والی۔

﴿خَافِضَةٌ: کسی کو نیچا کرنے والی۔﴾ اس آیت میں قیامت کا ایک وصف بیان کیا گیا کہ یہ کسی قوم کو اس کے اعمال کی وجہ سے جہنم میں گرا کر اسے نیچا کرنے والی ہے اور کسی قوم کو اس کے اعمال کی بنا پر جنت میں داخل کر کے اسے بلندی دینے والی ہے۔ [3]

حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں "قیامت اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو جہنم میں گرا کر ذلیل کرے گی اور اللہ تعالیٰ کے اولیاء کو جنت میں داخل کر کے ان کے مرتبے بلند کرے گی۔ [4]

اور حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جو لوگ دنیا میں اُونچے بنتے تھے قیامت انہیں پست اور ذلیل کرے گی اور جو لوگ دنیا میں کمزور تھے (اور عاجزی و انکساری کیا کرتے تھے) ان

1 ......بقرہ:۲۸۱.

2 ......ال عمران:۲۵.

3 ......تفسیر سمرقندی، الواقعة، تحت الآیة: ۳، ۳/۳۱۳.

4 ......تفسیر ابن ابی حاتم، الواقعة، تحت الآیة: ۳، ۱۰/۳۳۲۹.

کے مرتبے بلند کرے گی۔[1]

اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ۙ﴿۴﴾ وَّ بُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۙ﴿۵﴾ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ۙ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب زمین کانپے گی تھرتھرا کر۔ اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں گے چُورا ہوکر۔ تو ہوجائیں گے جیسے روزن کی دھوپ میں غبار کے باریک ذرّے پھیلے ہوئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب زمین بڑے زور سے ہلادی جائے گی۔ اور پہاڑ خوب چُورا چُورا کردیئے جائیں گے۔ تو وہ ہوا میں بکھرے ہوئے غبار جیسے ہوجائیں گے۔

﴿ **اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا: جب زمین تھرتھرا کر کانپے گی۔** ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب (قیامت قائم ہوگی تو اس وقت) زمین تھرتھرا کر کانپے گی جس سے اس کے اوپر موجود پہاڑ اور تمام عمارتیں گر جائیں گی اور یہ اپنے اندر موجود تمام چیزیں باہر آجانے تک کانپتی رہے گی اور پہاڑ چُورا ہوکر خشک ستو کی طرح ریزہ ریزہ ہوجائیں گے اور وہ اس وجہ سے ہوا میں بکھرے ہوئے غبار جیسے ہوجائیں گے۔[2]

وَّ كُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ؕ﴿۷﴾ فَاَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ۙ۬ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ؕ﴿۸﴾ وَ اَصْحٰبُ الْمَشْــٴَـمَةِ ۙ۬ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَشْــٴَـمَةِ ؕ﴿۹﴾ وَ السّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۚۙ﴿۱۰﴾

---

1 ......خازن، الواقعة، تحت الآية: ۳، ٤/۲۰۹.

2 ......روح البيان، الواقعة، تحت الآية: ٤-٦، ۹/۳۱٦-۳۱۷.

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم تین قسم کے ہو جاؤ گے۔ تو دہنی طرف والے کیسے دہنی طرف والے۔ اور بائیں طرف والے کیسے بائیں طرف والے۔ اور جو سبقت لے گئے وہ تو سبقت ہی لے گئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (اے لوگو!) تم تین قسم کے ہو جاؤ گے۔ تو دائیں جانب والے (جنّتی) کیا ہی دائیں جانب والے ہیں۔ اور بائیں جانب والے (یعنی جہنمی) کیا ہی بائیں جانب والے ہیں۔ اور آگے بڑھ جانے والے تو آگے ہی بڑھ جانے والے ہیں۔

﴿وَكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً: اور تم تین قسم کے ہو جاؤ گے۔﴾ یہاں سے اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن مخلوق کا حال بیان فرمایا اور ان کی تین قسموں کے بارے خبر دی جن میں سے دو جنت میں جائیں گی اور ایک جہنم میں داخل ہوگی، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! تم قیامت کے دن تین قسموں میں تقسیم ہو جاؤ گے۔

پہلی قسم ان لوگوں کی ہوگی جو دائیں جانب والے ہوں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے نامۂ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو میثاق کے دن حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دائیں جانب تھے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو قیامت کے دن عرش کی دائیں جانب ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے دائیں جانب والوں کی شان ظاہر کرنے کے لئے فرمایا کہ وہ کیا ہی اچھے ہیں کہ وہ بڑی شان رکھتے ہیں، سعادت مند ہیں اور وہ جنت میں داخل ہوں گے۔

دوسری قسم ان لوگوں کی ہوگی جو بائیں جانب والے ہوں گے۔ ان کے بارے میں بھی مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے نامۂ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو میثاق کے دن حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بائیں جانب تھے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو قیامت کے دن عرش کی بائیں جانب ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی حقارت ظاہر کرنے کے لئے فرمایا کہ بائیں جانب والے کیا ہی برے ہیں کہ وہ بد بخت ہیں اور وہ جہنم میں داخل ہوں گے۔

تیسری قسم ان لوگوں کی ہوگی جو دوسروں سے آگے بڑھ جانے والے ہیں۔ یہاں آگے بڑھ جانے والوں سے کون لوگ مراد ہیں، اس بارے میں ایک قول یہ ہے کہ اس مقام پر نیکیوں میں دوسروں سے آگے بڑھ جانے والے

مراد ہیں۔حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو ہجرت کرنے میں سبقت کرنے والے ہیں اور وہ آخرت میں جنت کی طرف سبقت کریں گے۔ایک قول یہ ہے کہ ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو اسلام قبول کرنے کی طرف سبقت کرنے والے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ ان سے وہ مہاجرین اور انصار صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ مراد ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نمازیں پڑھیں۔اللہ تعالٰی نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ جنت میں داخل ہونے میں آگے بڑھ جانے والے ہیں۔[1]

أُولَٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿١١﴾ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿١٢﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہی مقرب بارگاہ ہیں۔چین کے باغوں میں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی قرب والے ہیں۔نعمتوں کے باغوں میں ہیں۔

﴿ أُولَٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ: وہی قرب والے ہیں۔﴾ یہاں سے ان تینوں اَقسام کے لوگوں کی جزا بیان فرمائی گئی اور سب سے پہلے آگے بڑھ جانے والوں کی جزا بیان کرتے ہوئے اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں ارشاد فرمایا کہ وہی اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں مُقَرَّب درجات والے ہیں اور وہ نعمتوں کے باغوں میں ہوں گے۔[2]

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٣﴾ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿١٤﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اگلوں میں سے ایک گروہ۔اور پچھلوں میں سے تھوڑے۔

---

1 ......تفسیر سمرقندی، الواقعة، تحت الآية: ٧-١٠، ٣/٣١٣-٣١٤، خازن، الواقعة، تحت الآية: ٧-١٠، ٤/٢١٦-٢١٧، مدارك، الواقعة، تحت الآية: ٧-١٠، ص ١١٩٨-١١٩٩، ملتقطاً.

2 ......تفسیر سمرقندی، الواقعة، تحت الآية: ١١-١٢، ٣/٣١٤.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ پہلے لوگوں میں سے ایک بڑا گروہ ہوگا۔ اور بعد والوں میں سے تھوڑے ہوں گے۔

﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ: وہ پہلے لوگوں میں سے ایک بڑا گروہ ہوگا۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ آگے بڑھ جانے والے پہلے لوگوں میں سے بہت ہیں اور بعد والوں میں سے تھوڑے ہیں۔ پہلے لوگوں سے کون مراد ہیں اس کی تفسیر میں صحیح قول یہ ہے کہ پہلے لوگوں سے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت ہی کے پہلے وہ لوگ مراد ہیں جو مہاجرین و انصار میں سے (اسلام قبول کرنے میں) سابقین اَوّلین ہیں اور بعد والوں سے ان کے بعد والے لوگ مراد ہیں۔[1]

اَحادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، جیسا کہ مرفوع حدیث میں ہے کہ ''یہاں اَوّلین وآخرین اسی اُمت کے پہلے اور بعد والے لوگ ہیں۔''[2]

اور حضرت ابوبکرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے یہ بھی مروی ہے کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ دونوں گروہ میری ہی امت کے ہیں۔[3]

عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ﴿۱۵﴾ مُّتَّكِـِٕیْنَ عَلَیْهَا مُتَقٰبِلِیْنَ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جڑاؤ تختوں پر ہوں گے۔ ان پر تکیہ لگائے ہوئے آمنے سامنے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (جواہرات سے) جڑے ہوئے تختوں پر ہوں گے۔ ان پر تکیہ لگائے ہوئے آمنے سامنے۔

﴿عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ: جڑے ہوئے تختوں پر ہوں گے۔﴾ یہاں سے اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ کے مُقرّب بندوں کا مزید حال بیان کیا جارہا ہے کہ وہ جنت میں ایسے تختوں پر ہوں گے جن میں لعل، یاقوت اور موتی وغیرہ جواہرات جَڑے ہوں گے اور وہ ان تختوں پر عیش ونَشاط کے ساتھ تکیہ لگائے ہوئے ایک دوسرے کے آمنے سامنے موجود ہوں گے اور ایک

1 ......تفسیر کبیر، الواقعة، تحت الآية: ١٣-١٤، ١٠/٣٩٢، تفسیر سمرقندی، الواقعة، تحت الآية: ١٣-١٤، ٣/٣١٤، خازن، الواقعة، تحت الآية: ١٣-١٤، ٤/٢١٧، **خزائن العرفان، البقرة، تحت الآیۃ: ۱۴، ص۹۸۷، ملتقطاً۔**

2 ......ابو سعود، الواقعة، تحت الآية: ١٤، ٥/٦٧٢.

3 ......مسند ابو داود طيالسی، بقية احاديث ابی بكرة رضی الله عنه، ص ١٢٠، الحديث: ٨٨٦.

دوسرے کو دیکھ کر مَسرُور اور دل شاد ہوں گے۔[1]

يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ﴿١٧﴾ بِأَكْوَابٍ وَّأَبَارِيقَ ۙ وَكَأْسٍ مِّنْ مَّعِينٍ ﴿١٨﴾ لَّا يُصَدَّعُونَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُونَ ﴿١٩﴾ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ ﴿٢٠﴾ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ﴿٢١﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے گرد لیے پھریں گے ہمیشہ رہنے والے لڑکے۔ کوزے اور آفتابے اور جام آنکھوں کے سامنے بہتی شراب کے۔ اس سے نہ اُنہیں دردِ سر ہو نہ ہوش میں فرق آئے۔ اور میوے جو پسند کریں۔ اور پرندوں کا گوشت جو چاہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کے اردگرد ہمیشہ رہنے والے لڑکے پھریں گے۔ کوزوں اور صراحیوں اور آنکھوں کے سامنے بہنے والی شراب کے جام کے ساتھ۔ اس سے نہ انہیں سر درد ہوگا اور نہ ان کے ہوش میں فرق آئے گا۔ اور پھل میوے جو جنتی پسند کریں گے۔ اور پرندوں کا گوشت جو وہ چاہیں گے۔

﴿يَطُوفُ عَلَيْهِمْ: ان پر دور چلائیں گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی چار آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حوروں کی طرح اہلِ جنت کی خدمت کے لئے ایسے لڑکے پیدا کئے ہیں جو نہ کبھی مریں گے، نہ بوڑھے ہوں گے اور نہ ہی ان میں کوئی (جسمانی) تبدیلی آئے گی، یہ ہمیشہ رہنے والے لڑکے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے مقرب بندوں پر خدمت کے آداب کے ساتھ کوزوں، صراحیوں اور آنکھوں کے سامنے بہنے والی پاک شراب کے جام کے دَور چلائیں گے، وہ شراب ایسی ہے کہ اسے پینے سے نہ انہیں سر درد ہوگا اور نہ ان کے ہوش میں کوئی فرق آئے گا (جبکہ دنیا کی شراب میں یہ وصف نہیں کیونکہ اسے پینے سے حواس بگڑ جاتے ہیں اور بندے کے اَوسان میں فتور جاتا ہے) اور (شراب پیش کرنے کے ساتھ ساتھ)

---

1 ......ابو سعود، الواقعة، تحت الآية: ١٥-١٦، ٥/٦٧٢، ملتقطاً.

خدمتگار لڑکے وہ تمام پھل میوے اہلِ جنت کے پاس لائیں گے جو وہ پسند کریں گے اوران پرندوں کا گوشت لائیں گے جن کی وہ تمنا کریں گے۔[1]

اہلِ جنت کی خدمت

اہلِ جنت پر کئے گئے ان انعامات کو ذکر کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّ لَحْمٍ مِّمَّا یَشْتَهُوْنَ ﴿۲۲﴾ یَتَنَازَعُوْنَ فِیْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِیْهَا وَ لَا تَاْثِیْمٌ ﴿۲۳﴾ وَ یَطُوْفُ عَلَیْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور پھلوں، میووں اور گوشت جو وہ چاہیں گے ان کے ساتھ ہم ان کی مدد کرتے رہیں گے۔ جنتی لوگ جنت میں ایسے جام ایک دوسرے سے لیں گے جس میں نہ کوئی بیہودگی ہوگی اور نہ گناہ کی کوئی بات۔ اور ان کے خدمت گار لڑکے ان کے گرد پھریں گے گویا وہ چھپا کر رکھے ہوئے موتی ہیں۔

یادرہے کہ خدمت گار لڑکوں کا اہلِ جنت کو پھل اور گوشت پیش کرنا ان کی خصوصی خدمت کے طور پر ہوگا ورنہ جنّتی درختوں پر لگے ہوئے پھل ان کے اتنے قریب ہوں گے کہ وہ کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہر حال میں اسے پکڑ سکیں گے اور جس پرندے کی تمنا کریں گے وہ بھنا ہوا ان کے سامنے حاضر ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ جَنَا الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ[3]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور دونوں جنتوں کے پھل جھکے ہوئے ہوں گے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌ[4]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس کے پھل قریب ہوں گے۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ اگر جنّتی کو پرندوں کا گوشت کھانے کی خواہش ہوگی تو اس کی مرضی کے مطابق پرندہ اڑتا ہوا سامنے آجائے گا، اور ایک قول یہ ہے کہ رِکابی میں (بھنا ہوا) آکر سامنے

---

1 ......خازن، الواقعة، تحت الآية: ١٧-٢١، ٤/٢١٧-٢١٨، مدارك، الواقعة، تحت الآية: ١٧-٢١، ص١١٩٩، ملتقطاً.

2 ......طور: ٢٢-٢٤.

3 ......رحمن: ٥٤.

4 ......حاقه: ٢٣.

پیش ہوگا، اس میں سے جتنا چاہے گا جنتی کھائے گا، پھر وہ اُڑ جائے گا۔[1]

جنتی پرندوں سے متعلق 3 احادیث

آیت نمبر 21 میں اہلِ جنت کے لئے پرندوں کے گوشت کا ذکر کیا گیا، اس مناسبت سے ان پرندوں کے بارے میں 3 اَحادیث ملاحظہ ہوں۔

(1)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک جنت کا پرندہ بُختی اونٹ کی طرح ہوگا اور وہ جنت کے درختوں میں چرے گا۔ (یہ سن کر) حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بے شک وہ پرندہ تو بہت اچھا اور عمدہ ہوگا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' اسے کھانے والا اس سے زیادہ عمدہ اور اعلیٰ ہوگا اور میں یہ امید رکھتا ہوں کہ تم بھی اسے کھاؤ گے۔[2]

(2)......حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' بے شک تم جنت میں اڑتے ہوئے پرندے کو دیکھو اور تمہارے دل میں اسے کھانے کی خواہش پیدا ہو تو وہ اسی وقت بھونا ہوا تمہارے سامنے پیش ہو جائے گا۔[3]

(3)......حضرت میمونہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بے شک جنت میں جب کوئی آدمی پرندے کا گوشت کھانے کی خواہش کرے گا تو بُختی اونٹ کی طرح (بڑا) پرندہ آجائے گا یہاں تک کہ اس کے دسترخوان پر ایسے (بُھن کر) پیش ہو جائے گا کہ اسے کوئی دھواں لگا ہوا ہوگا اور نہ ہی کسی آگ نے اسے چھوا ہوگا، وہ آدمی اس سے پیٹ بھر کر کھائے گا، پھر وہ پرندہ اُڑ جائے گا۔[4]

وَحُوْرٌ عِیْنٌ ﴿۲۲﴾ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ﴿۲۳﴾ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا

---

1 ......خازن، الواقعة، تحت الآية: ٢١، ٤/٢١٨.

2 ......مسند امام احمد، مسند المكثّرين من الصحابة، مسند انس بن مالك، ٤/٤٤١، الحديث: ١٣٣١٠.

3 ......رسائل ابن ابی الدنيا، صفة الجنة، ٦/٣٤٢، الحديث: ١٠٣.

4 ......رسائل ابن ابی الدنيا، صفة الجنة، ٦/٣٤٦، الحديث: ١٢٣.

يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بڑی آنکھ والیاں حوریں۔ جیسے چھپے رکھے ہوئے موتی۔ صلہ ان کے اعمال کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بڑی آنکھ والی خوبصورت حوریں ہیں۔ جیسے چھپا کر رکھے ہوئے موتی ہوں۔ ان کے اعمال کے بدلے کے طور پر۔

﴿وَ حُوْرٌ عِیْنٌ: اور بڑی آنکھ والی خوبصورت حوریں ہیں۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کی بارگاہ کے مُقرّب اہلِ جنت (کی خدمت) کے لئے بڑی آنکھ والی خوبصورت حوریں ہوں گی اور وہ حوریں ایسی ہوں گی جیسے موتی صَدَف میں چھپا ہوتا ہے کہ نہ تو اسے کسی کے ہاتھ نے چھوا، نہ دھوپ اور ہوا لگی اور اس وجہ سے وہ انتہائی صاف اور شفاف ہوتا ہے، الغرض جس طرح یہ موتی اچھوتا ہوتا ہے اسی طرح وہ حوریں اچھوتی ہوں گی۔ یہ بھی مروی ہے کہ حوروں کے تَبَسُّم سے جنت میں نور چمکے گا اور جب وہ چلیں گی تو اُن کے ہاتھوں اور پاؤں کے زیوروں سے تقدیس اور تمجید کی آوازیں آئیں گی اور یاقوتی ہار اُن کے گردنوں کے حسن وخوبی سے ہنسیں گے۔[1]

﴿جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ: ان کے اعمال کے بدلے کے طور پر۔﴾ یعنی بارگاہِ الٰہی کے مُقرّب بندوں کو یہ سب کچھ ان کے دُنْیَوی نیک اعمال اور اللہ تعالٰی کی فرمانبرداری کرنے کے صِلہ میں ملے گا۔[2]

لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا وَّ لَا تَاْثِیْمًا ﴿۲۵﴾ اِلَّا قِیْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس میں نہ سُنیں گے نہ کوئی بیکار بات نہ گنہگاری۔ ہاں یہ کہنا ہوگا سلام سلام۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس میں نہ کوئی بیکار بات سنیں گے اور نہ کوئی گناہ کی بات۔ مگر سلام سلام کہنا۔

1 ......خازن، الواقعة، تحت الآية: ٢٢-٢٣، ٤/٢١٨.

2 ......خازن، الواقعة، تحت الآية: ٢٤، ٤/٢١٨.

﴿لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا: اس میں نہ کوئی بیکار بات سنیں گے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جنت میں کوئی ناگوار اور باطل بات ان کے سننے میں نہ آئے گی البتہ وہ ہر طرف سے سلام سلام کا قول ہی سنیں گے کہ جنتی آپس میں ایک دوسرے کو سلام کریں گے، فرشتے اہلِ جنت کو سلام کریں گے اور اللہ ربُّ الْعِزَّت عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے اُن کی جانب سلام آئے گا۔[1]

وَ اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ ۙ۬ مَاۤ اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ ﴿۲۷﴾ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور دہنی طرف والے کیسے دہنی طرف والے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور دائیں جانب والے کیا دائیں جانب والے ہیں۔

﴿وَ اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ: اور دائیں جانب والے۔﴾ اس سے پہلی آیات میں آگے بڑھ جانے والے، بارگاہِ الٰہی کے مُقَرّب بندوں کی جزا اور ان کا حال بیان کیا گیا، اب یہاں سے اہلِ جنت کے دوسرے گروہ یعنی دائیں جانب والے اَصحاب کا ذکر فرمایا جارہا ہے کہ وہ لوگ جو دائیں جانب والے ہیں ان کی عجیب شان ہے (کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معزز ومُکرّم ہیں) اور ان کی اچھی صفات اور خوبیوں کی وجہ سے ان کے لئے جو کچھ تیار کیا گیا ہے اسے تم نہیں جان سکتے۔[2]

فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴿۲۸﴾ۙ وَّ طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿۲۹﴾ۙ

ترجمۂ کنزالایمان: بے کانٹے کی بیریوں میں۔ اور کیلے کے گچھوں میں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بغیر کانٹے والی بیریوں کے درختوں میں ہوں گے۔ اور کیلے کے گچھوں میں۔

﴿فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ: بغیر کانٹے والی بیریوں کے درختوں میں ہوں گے۔﴾ یہاں سے دائیں جانب والوں کی جزا

1 ......خازن، الواقعة، تحت الآية: ۲۵-۲۶، ۲۱۸/۴، مدارك، الواقعة، تحت الآية: ۲۵-۲۶، ص ۱۲۰۰، ملتقطاً.

2 ......خازن، الواقعة، تحت الآية: ۲۷، ۲۱۸/۴، روح البيان، الواقعة، تحت الآية: ۲۷، ۳۲۴/۹، ملتقطاً.

بیان کی جارہی ہے کہ وہ ایسی جنّتوں میں مزے لوٹیں گے جن میں بیری کے ایسے درخت ہوں گے جن پر کانٹے نہیں لگے ہوں گے۔

بیری کے درخت کی شان

حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ فرمایا کرتے تھے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہمیں دیہاتی مسلمانوں اوران کے (پوچھے گئے) سوالات کی وجہ سے فائدہ پہنچاتا ہے۔ ایک دن ایک دیہاتی مسلمان آئے اورانہوں نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، بے شک اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ایک اذِیّت ناک درخت کا ذکر فرمایا ہے اور میرا یہ گمان نہیں کہ جنت میں کوئی ایسا درخت ہو جواپنے مالک کے لئے تکلیف دِہ ثابت ہو۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس سے ارشاد فرمایا ''وہ کونسا درخت ہے؟ اس نے عرض کی: بیری کا درخت، (یہ اذِیّت ناک اس لئے ہے) کہ اس کے اوپر کانٹے لگے ہوتے ہیں۔ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: (کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا) ''**فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ**'' اللہ تعالیٰ اس کے کانٹے کاٹ دے گا اور ہر کانٹے کی جگہ پھل پیدا فرمائے گا، لہٰذا وہ درخت (کانٹوں کی بجائے) پھل اُگائے گا اوراس کے پھل میں 72 رنگ ظاہر ہوں گے اوران میں سے کوئی رنگ بھی دوسرے کے مشابہ نہ ہوگا۔[1]

﴿ **وَطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ**: اور کیلے کے گچھوں میں۔﴾ یعنی دائیں جانب والے ان جنّتوں میں مزے کریں گے جن میں کیلے کے ایسے درخت ہوں گے جو جڑ سے چوٹی تک کیلے کے گچھوں سے بھرے ہوئے ہوں گے۔

وَّ ظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿۳۰﴾ وَّ مَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہمیشہ کے سائے میں۔ اور ہمیشہ جاری پانی میں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور دراز سائے میں۔ اور جاری پانی میں۔

﴿ **وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ**: اور ہمیشہ کے سائے میں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ دائیں جانب والے ان جنتوں میں ہمیشہ رہنے والے

---

1 ......مستدرك، كتاب التفسير، تفسيرسورة الواقعة، سدر الجنّة مخضود... الخ، ٢٨٧/٣، الحديث: ٣٨٣٠.

درازسائے میں ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جنت میں ایک ایسا درخت ہے جس کے سائے میں سوار شخص سوسال تک دوڑتا رہے تو وہ اسے طے نہ کر سکے گا، اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو ’’ وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ‘‘۔ (1)

جنت میں سایہ ہے یا نہیں؟

جنت میں سایہ ہے یا نہیں، اس بارے میں بعض مفسرین کا قول ہے کہ جنت میں سورج نہ ہونے کے باوجود سایہ ہے، جیسا کہ ابو عبداللّٰہ محمد بن احمد قرطبی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’پوری جنت سائے دار ہے حالانکہ وہاں سورج نہیں ہے۔ (2)

اور بعض مفسرین کے نزدیک جنت میں سایہ نہیں اور آیت میں سائے سے اس کا مجازی معنی مراد ہے، جیسا کہ علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ یہاں آیت میں سائے سے (اس کا حقیقی معنی نہیں بلکہ مجازی معنی) راحت و آرام مراد ہے۔ (3)

﴾ **وَمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ: اور جاری پانی میں۔** ﴿ یعنی دائیں جانب والے ان جنتوں میں ہوں گے جن کی زمینی سطح پر پانی ہمیشہ کے لئے جاری ہوگا اور وہ جب چاہیں جہاں سے چاہیں کسی مشقت کے بغیر پانی حاصل کرلیں گے۔ (4)

وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ﴿۳۲﴾ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ﴿۳۳﴾ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بہت سے میووں میں۔ جو نہ ختم ہوں اور نہ روکے جائیں۔ اور بلند بچھونوں میں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بہت سے پھلوں میں۔ جو نہ ختم ہوں گے اور نہ روکے جائیں گے۔ اور بلند بچھونوں میں

1 ......بخاری، کتاب التفسیر، سورة الواقعة، باب وظلّ ممدود، ۳/۳۴۵، الحدیث: ۴۸۸۱.

2 ......تفسیر قرطبی، الواقعة، تحت الآیة: ۳۰، ۹/۱۵۳، الجزء السابع عشر.

3 ......روح البیان، الواقعة، تحت الآیة: ۳۰، ۹/۳۲۵.

4 ......روح البیان، الواقعة، تحت الآیة: ۳۱، ۹/۳۲۵، ملتقطاً.

ہوں گے۔

﴿وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ:اور بہت سے پھلوں میں ۔﴾اس آیت اوراس کے بعدوالی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ دائیں جانب والے ان جنتوں میں ہوں گے جن میں مختلف اَجناس اوراَقسام کے بہت سے پھل ہیں اور وہ پھل کبھی ختم نہ ہوں گے کیونکہ جب بھی کوئی پھل توڑا جائے گا تو فوراً اس کی جگہ ویسے ہی دو پھل آجائیں گے اور اہلِ جنت کوان پھلوں کے استعمال سے نہ کوئی روک ٹوک ہوگی، نہ شرعی رکاوٹ، نہ طبعی پابندی اور نہ کسی بندے کی طرف سے ممانعت ہوگی۔

﴿وَفُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ:اور بلند بچھونوں میں ہوں گے۔﴾اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ دائیں جانب والے جنتوں میں آرام کے بستروں میں ہوں گے جو جواہرات سے سجے ہوئے اونچے اونچے تختوں پر بچھے ہوئے ہوں گے۔ (1)

إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَاءً ﴿٣٥﴾ فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا ﴿٣٦﴾ عُرُبًا أَتْرَابًا ﴿٣٧﴾ لِّأَصْحَابِ الْيَمِينِ ﴿٣٨﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے ان عورتوں کو اچھی اُٹھان اُٹھایا۔تو انہیں بنایا کنواریاں اپنے شوہر پر پیاریاں۔ اُنہیں پیار دِلاتیاں ایک عمر والیاں۔دہنی طرف والوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے ان جنتی عورتوں کوایک خاص انداز سے پیدا کیا۔تو ہم نے انہیں کنواریاں بنایا۔ محبت کرنے والیاں،سب ایک عمر والیاں۔دائیں جانب والوں کے لیے۔

﴿إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَاءً: بیشک ہم نے ان جنتی عورتوں کوایک خاص انداز سے پیدا کیا۔﴾اس آیت اوراس کے بعدوالی دوآیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک ہم نے ان جنتی عورتوں کوایک خاص انداز سے پیدا کیا تو ہم نے انہیں ایسی کنواریاں بنایا کہ جب بھی ان کے شوہران کے پاس جائیں گے وہ انہیں کنواریاں ہی پائیں گے اور وہ عورتیں اپنے شوہروں سے بے پناہ محبت کرنے والیاں ہیں اوران سب کی عمر بھی ایک ہوگی کہ 33 سال کی جوان ہوں گی،اسی طرح ان کے شوہر

1 ......خازن، الواقعة، تحت الآية: ٣٤، ٢١٩/٤، ملتقطاً.

بھی جوان ہوں گے اور یہ جوانی ہمیشہ قائم رہنے والی ہو گی۔[1]

بعض مفسرین کے نزدیک ان عورتوں سے دنیا کی عورتیں مراد ہیں اور بعض مفسرین کے نزدیک ان سے مراد حوریں ہیں۔[2]

یہاں ہم اسی آیت سے متعلق ایک دلچسپ روایت ذکر کرتے ہیں، چنانچہ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک بوڑھی عورت سے فرمایا کہ جنت میں کوئی بوڑھی عورت نہ جائے گی۔ انہوں نے (پریشان ہو کر) عرض کی: تو پھر ان کا کیا بنے گا؟ (حالانکہ) وہ عورت قرآن پڑھا کرتی تھی۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''کیا تم نے قرآن میں یہ نہیں پڑھا کہ

اِنَّاۤ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴿۳۵﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** بیشک ہم نے ان جنتی عورتوں کو ایک خاص انداز سے پیدا کیا۔ تو ہم نے انہیں کنواریاں بنایا۔[3]

﴿لِاَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ: دائیں جانب والوں کے لیے۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ ہم نے ان عورتوں کو دائیں جانب والوں کے لئے پیدا کیا اور ایک تفسیر یہ ہے کہ جو نعمتیں بیان کی گئیں یہ ان لوگوں کے لئے ہیں جو دائیں جانب والے ہیں۔[4]

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۳۹﴾ وَ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ ﴿۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اگلوں میں سے ایک گروہ۔ اور پچھلوں میں سے ایک گروہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پہلے لوگوں میں سے ایک بڑا گروہ ہے۔ اور بعد والے لوگوں میں سے بھی ایک بڑا گروہ ہے۔

---

1 ......مدارك، الواقعة، تحت الآية: ٣٥-٣٧، ص ١٢٠٠، ملخصاً.

2 ......صاوی، الواقعة، تحت الآية: ٣٥، ٦/٢٠٩١.

3 ......مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب المزاح، الفصل الثانی، ٢/٢٠٠، الحديث: ٤٨٨٨.

4 ......خازن، الواقعة، تحت الآية: ٣٨، ٤/٢١٩.

﴿ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ: پہلے لوگوں میں سے ایک بڑا گروہ ہے۔﴾ اس سے پہلے رکوع میں آگے بڑھ جانے والے اور بارگاہِ الٰہی کے مُقرّب بندوں کی دو جماعتوں کا ذکر کیا گیا تھا اور یہاں اس آیت اوراس کے بعدوالی آیت میں دائیں جانب والوں کے دوگروہوں کا بیان کیا گیا ہے کہ وہ اس اُمت کے پہلوں اور بعدوالوں دونوں گروہوں میں سے ہوں گے، پہلا گروہ سیّدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ ہیں اور بعدوالوں سے قیامت تک کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ سے بعد والے مراد ہیں۔

وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ۬ مَاۤ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ؕ﴿۴۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بائیں طرف والے کیسے بائیں طرف والے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بائیں جانب والے کیا بائیں جانب والے ہیں۔

﴿ وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ: اور بائیں جانب والے۔﴾ اہلِ جنت کے دوگروہوں کا حال اوران کی جزا بیان کرنے کے بعداب اہلِ جہنم کے گروہ کا حال اوراس کا انجام بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ اس آیت میں ارشادفرمایا کہ وہ لوگ جن کے نامۂ اعمال بائیں ہاتھوں میں دیئے جائیں گے، بدبختی میں ان کا حال عجیب ہے۔ (1)

فِیْ سَمُوْمٍ وَّ حَمِیْمٍ ﴿۴۲﴾ وَّ ظِلٍّ مِّنْ یَّحْمُوْمٍ ﴿۴۳﴾ لَّا بَارِدٍ وَّ لَا كَرِیْمٍ ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جلتی ہوا اور کھولتے پانی میں۔ اور جلتے دھوئیں کی چھاؤں میں۔ جو نہ ٹھنڈی نہ عزت کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: شدید گرم ہوا اور کھولتے پانی میں ہوں گے۔ اور شدید سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے۔ جو (سایہ) نہ ٹھنڈا ہوگا اور نہ آرام بخش۔

﴿ فِیْ سَمُوْمٍ: شدید گرم ہوا میں۔﴾ اس آیت اوراس کے بعدوالی دوآیات میں بائیں جانب والوں کے تقریباً چار

1 ......خازن، الواقعة، تحت الآیة: ٤١، ٤/٢٢٠، ملخصاً.

عذاب بیان فرمائے گے۔(1) وہ جہنم کے اندر ایسی شدید گرم ہوا میں ہوں گے جو کہ مَساموں میں داخل ہو رہی ہو گی۔ (2) وہ وہاں کھولتے پانی میں ہوں گے۔(3) اس میں شدید سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے۔(4) وہ سایہ عام سایوں کی طرح نہ ٹھنڈا ہو گا اور نہ ہی خوش منظر اور آرام بخش۔[1]

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِیْنَ ﴿۴۵﴾ وَ كَانُوْا یُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِیْمِ ﴿۴۶﴾ وَ كَانُوْا یَقُوْلُوْنَ ﳔ اَىٕذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۴۷﴾ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ اس سے پہلے نعمتوں میں تھے۔ اور اس بڑے گناہ کی ہَٹ رکھتے تھے۔ اور کہتے تھے کیا جب ہم مر جائیں اور ہڈیاں اور مٹی ہو جائیں تو کیا ضرور ہم اُٹھائے جائیں گے۔ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ اس سے پہلے خوشحال تھے۔ اور بڑے گناہ پر ڈٹے ہوئے تھے۔ اور کہتے تھے: کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ضرور ہم اٹھائے جائیں گے؟ یا کیا ہمارے پہلے باپ دادا بھی۔

﴿اِنَّهُمْ: بیشک وہ۔﴾ یہاں سے بائیں جانب والوں کے عذاب کا مستحق ہونے کا سبب بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک بائیں جانب والے اس عذاب سے پہلے دنیا کے اندر کھانے پینے، اچھی رہائش اور خوبصورت مقامات وغیرہ نعمتوں سے خوشحال تھے اور نفسانی خواہشات کو پورا کرنے میں مُنہمک تھے اور وہ شرک جیسے بڑے گناہ پر ڈٹے ہوئے تھے اور وہ اپنے شرک کے ساتھ ساتھ سرکشی اور عناد کی وجہ سے یہ کہتے تھے: کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہماری کھال اور گوشت مٹی میں مل جائے گی اور ہم ہڈیاں ہو کر رہ جائیں گے تو کیا ضرور ہم زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے؟ یا کیا ہمارے پہلے باپ دادا بھی زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے؟

1 ......خازن، الواقعة، تحت الآية: ٤٢-٤٤، ٤/٢٢٠، جلالين، الواقعة، تحت الآية: ٤٢-٤٤، ص ٤٤٧، ملتقطاً.

یہاں ایک بات ذہن نشین رکھیں کہ اس سے پہلے اہلِ جنت کے دو گروہوں کے حالات بیان ہوئے تو ان کے جنت کا مستحق ہونے کی وجہ بیان نہیں کی گئی جبکہ اہلِ جہنم کے گروہ کے حالات بیان کرتے وقت ان کے جہنمی ہونے کی وجہ بیان کی گئی، اس میں حکمت یہ ہے کہ لوگوں کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ اہلِ جنت اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں داخل نہیں ہوئے بلکہ **اللہ** تعالیٰ کے فضل کی وجہ سے انہیں جنت کا داخلہ نصیب ہوا ہے اور اہلِ جہنم **اللہ** تعالیٰ کے عدل کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوئے ہیں۔[1]

گناہوں پر اصرار کا انجام
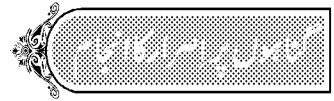
آیت نمبر 46 میں بائیں جانب والوں کے جہنم کے عذاب کا حق دار ہونے کی ایک وجہ یہ بیان کی گئی کہ وہ بڑے گناہ پر ڈٹے ہوئے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ گناہ پر اِصرار ایسی خطرناک چیز ہے جس کے انجام کے طور پر بندے کا ایمان مکمل طور پر سَلب ہوسکتا اور اس کا خاتمہ کفر کی حالت میں ہوسکتا ہے۔

حضرت **عبداللہ** بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’گناہوں پر اِصرار کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو گناہوں پر ڈٹے ہوئے ہیں حالانکہ انہیں معلوم ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔[2]

اور حضرت علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’گناہوں پر اِصرار بہت سے گناہگار مسلمانوں کو کفر پر موت کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے۔[3]

مزید فرماتے ہیں: شیطان گناہوں پر اِصرار کے ساتھ تمہیں مغفرت کی امید دلاتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ تم جو چاہے عمل کرو، بیشک **اللہ** تعالیٰ بخشنے والا ہے، وہ تمہارے سارے گناہ بخش دے گا کیونکہ وہ تمہاری عبادت اور تمہیں عذاب دینے سے بے نیاز ہے۔ بے شک یہ ممکن ہے کہ **اللہ** تعالیٰ بندے کے سارے گناہ بخش دے، لیکن مغفرت کی توقُّع رکھتے ہوئے گناہ پر گناہ کرتے چلے جانا ایسا ہے جیسے کوئی شفا ملنے کی امید پر زہر کھانا شروع کر دے۔ **اللہ** تعالیٰ اگرچہ تمام کریموں

---

1 ……روح البیان، الواقعۃ، تحت الآیۃ: ٤٥-٤٨، ٩/٣٢٨-٣٢٩.

2 ……مسند امام احمد، مسند المکثّرین، مسند عبد اللّٰہ بن عمرو بن العاص رضی اللّٰہ تعالی عنہما، ٢/٥٦٥، الحدیث: ٦٥٥٢.

3 ……روح البیان، الانعام، تحت الآیۃ: ٧٠، ٣/٥١.

سے بڑھ کر کرم فرمانے والا ہے لیکن وہ شدید عذاب دینے والا بھی تو ہے۔ (1)

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ گناہوں پر قائم رہنا چھوڑ دے اور گزشتہ گناہوں پر سچے دل سے نادم ہو کر توبہ کر لے اور اس وقت سے ڈرے جس کے بارے میں اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ ۚ حَتّٰۤى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓىٕكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان لوگوں کی توبہ نہیں جو گناہوں میں لگے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آئے تو کہنے لگے اب میں نے توبہ کی اور نہ ان لوگوں کی (کوئی توبہ ہے) جو کفر کی حالت میں مریں۔ ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، ہمارے ایمان کے نور اور ہمارے عقیدے کی شمع کو زوال کی انتہائی سخت گرجتی آندھی سے محفوظ فرما اور تمام اوقات اور ہر حال میں کلمۂ ایمان پر ہمیں ثابت قدمی نصیب فرما، اٰمین۔

قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْاٰخِرِیْنَ ﴿۴۹﴾ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ۬ اِلٰى مِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۵۰﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَیُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ﴿۵۱﴾ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ﴿۵۲﴾ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَشٰرِبُوْنَ عَلَیْهِ مِنَ الْحَمِیْمِ ﴿۵۴﴾ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِیْمِ ﴿۵۵﴾ هٰذَا نُزُلُهُمْ یَوْمَ الدِّیْنِ ﴿۵۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کہ بیشک سب اگلے اور پچھلے۔ ضرور اکٹھے کئے جائیں گے ایک جانے ہوئے دن کی میعاد پر۔ پھر بیشک تم اے گمراہو جھٹلانے والو۔ ضرور تھوہڑ کے پیڑ میں سے کھاؤ گے۔ پھر اس سے پیٹ بھرو گے۔ پھر اس پر

1 ......روح البيان، الملائكة، تحت الآية: ٥، ٧/ ٣١٩ .

2 ......النساء: ١٨.

کھولتا پانی پیو گے۔ پھر ایسا پیو گے جیسے سخت پیاسے اُونٹ پئیں۔ یہ ان کی مہمانی ہے انصاف کے دن۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: بیشک سب اگلے اور پچھلے لوگ۔ ضرور ایک معین دن کے وقت پر اکٹھے کیے جائیں گے۔ پھر اے گمراہو، جھٹلانے والو! بیشک تم۔ ضرور زقوم (نام) کے درخت میں سے کھاؤ گے۔ پھر اس سے پیٹ بھرو گے۔ پھر اس پر کھولتا ہوا پانی پیو گے۔ تو ایسے پیو گے جیسے سخت پیاسے اونٹ پیتے ہیں۔ انصاف کے دن یہ ان کی مہمانی ہے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ یہاں سے اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی 7 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ فرما دیں کہ تم سے پہلے اور بعد والے لوگ جن میں تم اور تمہارے باپ دادا بھی شامل ہیں، یہ سب ضرور مرنے کے بعد ایک مُعیّن دن کے وقت پر اکٹھے کیے جائیں گے اور وہ قیامت کا دن ہے، پھر اے راہِ حق سے بھٹکنے والو اور حق کو جھٹلانے والو! بیشک تم جب دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے اور حساب کے بعد جہنم میں داخل ہو جاؤ گے تو ضرور زَقّوم نام کے کانٹے دار، کڑوے درخت میں سے کھاؤ گے، اور صرف اسے کھانا ہی تمہارے لئے کافی نہ ہوگا بلکہ بھوک کی شدّت کی وجہ سے تم اس سے پیٹ بھرو گے، پھر جب زقوم کھانے کے بعد تم پر پیاس کا غلبہ ہوگا تو کھولتا ہوا پانی عام طریقے سے نہیں بلکہ ایسے پیو گے جیسے سخت پیاسے اونٹ پیتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ ان پر ایسی بھوک مُسلّط کی جائے گی کہ وہ مجبور ہو کر جہنم کا جلتا تھوہڑ کھائیں گے، پھر جب اُس سے پیٹ بھر لیں گے تو اُن پر پیاس مُسلّط کی جائے گی جس سے مجبور ہو کر ایسا کھولتا ہوا پانی پئیں گے جو ان کی آنتیں کاٹ ڈالے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جو ذکر کیا انصاف کے دن یہ ان کی مہمانی ہے۔[1]

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْ لَا تُصَدِّقُوْنَ ﴿٥٧﴾ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ﴿٥٨﴾ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿٥٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے تمہیں پیدا کیا تو تم کیوں نہیں سچ مانتے۔ تو بھلا دیکھو تو وہ منی جو گراتے ہو۔ کیا تم اس کا

[1] ……روح البيان، الواقعة، تحت الآية: ٤٩-٥٦، ٩/٣٢٩-٣٣٠.

آدمی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم نے تمہیں پیدا کیا تو تم کیوں سچ نہیں مانتے ؟ تو بھلا دیکھو تو وہ منی جو تم گراتے ہو۔ کیا تم اسے (آدمی) بناتے ہو یا ہم ہی بنانے والے ہیں؟

﴾نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ: ہم نے تمہیں پیدا کیا۔﴿ یہاں سے اللہ تعالیٰ نے انسان کی ابتدائی تخلیق سے اپنی قدرت اور وحدانیّت پر اِستدلال فرمایا ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے کافرو! تمہیں یہ بات معلوم ہے کہ تم کچھ بھی نہیں تھے، ہم تمہیں عدم سے وجود میں لے کر آئے تو تم مرنے کے بعد اٹھنے کو کیوں سچ نہیں مانتے حالانکہ جو پہلی بار پیدا کرنے پہ قادر ہے تو وہ دوبارہ پیدا کرنے پر (بدرجۂ اَولیٰ) قادر ہے۔ اور اگر تمہیں اس بات میں کہ ہم تمہیں عدم سے وجود میں لائے ہیں، شک ہے تو یہ بتاؤ کہ منی کے ایک قطرے سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے، کیا اس سے عورتوں کے رحم میں لڑکے یا لڑکی کی شکل وصورت تم بناتے ہو یا ہم ہی اسے انسانی صورت دیتے ہیں اور اسے زندگی عطا فرماتے ہیں؟ جب ہم بے جان نطفے کو انسانی صورت عطا کر سکتے ہیں تو پیدا ہونے کے بعد مر جانے والوں کو زندہ کرنا ہماری قدرت سے کیا بعید ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ کے لئے جمع کا صیغہ استعمال کرنا کیسا ہے؟

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''یاد رکھیں کہ (قرآنِ پاک میں) جب اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے بارے میں جمع کے صیغہ کے ساتھ کوئی خبر دے تو اس وقت وہ اپنی ذات، صفات اور اَسماء کی طرف اشارہ فرما رہا ہوتا ہے، جیسے ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور بیشک ہم خود اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اور جب اللہ تعالیٰ واحد کے صیغہ کے ساتھ اپنی ذات کے بارے میں کوئی خبر دے تو اس وقت وہ صرف اپنی

1 ......خازن، الواقعة،تحت الآية:٥٧-٥٩، ٤/٢٢١، جلالين، الواقعة، تحت الآية: ٥٧-٥٩، ص ٤٤٧، تفسير كبير، الواقعة، تحت الآية: ٥٧-٥٩، ١٠/٤١٥-٤١٦، روح البيان، الواقعة، تحت الآية: ٥٧-٥٩، ٩/٣٣٠-٣٣١، ملتقطاً.

2 ......حجر:٩.

ذات کی طرف اشارہ فرما رہا ہوتا ہے، جیسے ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ [1] **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** بیشک میں ہی اللہ ہوں، سارے جہانوں کا پالنے والا ہوں۔

اور یہ اس وقت ہے جب اللہ تعالیٰ خود خبر دے، البتہ بندے پر لازم ہے کہ وہ (ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے لئے واحد کا صیغہ بولے کبھی جمع کا صیغہ نہ بولے، جیسے) یوں کہے کہ اے اللہ! تو میرا رب ہے، یوں (ہرگز) نہ کہے کہ اے اللہ! آپ میرے رب ہیں، کیونکہ اس میں شرک کا شائبہ ہے جو توحید کے مُنافی ہے۔ [2] یعنی مناسب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے واحد کا صیغہ استعمال کیا جائے۔

نَحْنُ قَدَّرْنَا بَیْنَكُمُ الْمَوْتَ وَ مَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِیْنَ ﴿۶۰﴾ عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَ نُنْشِئَكُمْ فِیْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے تم میں مرنا ٹھہرایا اور ہم اس سے ہارے نہیں۔ کہ تم جیسے اور بدل دیں اور تمہاری صورتیں وہ کر دیں جس کی تمہیں خبر نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم نے تمہارے درمیان موت مقرر کر دی اور ہم پیچھے رہ جانے والے نہیں ہیں۔ اس سے کہ تم جیسے اور بدل دیں اور تمہیں ان صورتوں میں بنا دیں جن کی تمہیں خبر نہیں۔

﴿نَحْنُ قَدَّرْنَا بَیْنَكُمُ الْمَوْتَ: ہم نے تمہارے درمیان موت مقرر کر دی۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے اپنی حکمت اور مَشِیَّت کے تقاضے کے مطابق تم میں موت مقرر کر دی اور تمہاری عمریں مختلف رکھیں، اسی لئے تم میں سے کوئی بچپن میں ہی مر جاتا ہے، کوئی جوان ہو کر، کوئی بڑھاپے اور جوانی کے درمیان عمر میں اور کوئی بڑھاپے

1 ......قصص: ۳۰.

2 ......روح البیان، الواقعة، تحت الآیة: ۵۷، ۹/۳۳۰.

تک پہنچ کر مر جاتا ہے، الغرض جو ہم مقدر کرتے ہیں وہی ہوتا ہے۔ اور ہم اس بات سے پیچھے رہ جانے والے (بے بس) نہیں ہیں کہ تمہیں ہلاک کر کے تم جیسے اور بدل دیں اور تمہیں مَسخ کر کے بندر، سور وغیرہ کی ان صورتوں میں بنا دیں جن کی تمہیں خبر نہیں۔ جب یہ سب ہماری قدرت میں ہے تو تمہیں دوبارہ پیدا کرنے سے ہم عاجز کس طرح ہو سکتے ہیں؟[1]

انسان کو کسی بھی وقت موت آسکتی ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان کو موت کسی بھی وقت آ سکتی ہے اور کسی کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ بڑھاپے میں ہی موت کا شکار ہو بلکہ بھری جوانی میں اور مُتَوَسّط عمر میں بھی موت اپنے پنجے گاڑ سکتی ہے اور اس کیلئے کوئی جگہ بھی خاص نہیں بلکہ کہیں بھی آ سکتی ہے اور اس سے کسی صورت فرار ہونا بھی ممکن نہیں نیز کسی کو بھی اس بات کی خبر نہیں کہ اس کی موت کب اور عمر کے کس حصے میں اور کہاں پر آئے گی، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ ہر وقت نیک اعمال میں مصروف رہے، اپنی لمبی عمر پر بھروسہ نہ کرے اور آخرت کی تیاری سے کسی بھی وقت غفلت نہ کرے۔

حضرت **عبداللّٰہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''دنیا میں ایسے رہو گویا تم مسافر ہو یا راہ گیر اور اپنے آپ کو قبر والوں میں سے شمار کرو۔[2]

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تمہارے درمیان میری مثال اس شخص کی طرح ہے جو اپنی قوم کو نصیحت کرنے والا ہے، اس نے قوم کے پاس آ کر کہا: میں ڈرانے والا ہوں اور موت حملہ آور ہونے والی ہے اور قیامت وعدے کی جگہ ہے۔[3]

حضرت حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے وعظ کے دوران فرماتے ''جلدی کرو، جلدی کرو، کیونکہ یہ چند سانس ہیں، اگر رک گئے تو تم وہ اعمال نہیں کر سکو گے جو تمہیں **اللّٰہ** تعالیٰ کے قریب کر سکتے ہیں۔ **اللّٰہ** تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو اپنی جان کی فکر کرتا ہے اور اپنے گناہوں پر روتا ہے۔[4]

حضرت فُضیل رقاشی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اے فلاں! لوگوں کی کثرت کے باعث اپنے آپ سے

---

1 ......خازن، الواقعة، تحت الآية: ٦٠-٦١، ٤/٢٢١، مدارك، الواقعة، تحت الآية: ٦٠-٦١، ص١٢٠٢، ملتقطاً.

2 ......مشكاة المصابيح، كتاب الرقاق، باب الامل والحرص، الفصل الاول، ٢/٢٥٩، الحديث: ٥٢٧٤.

3 ......معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه: احمد، ١/٣٨، الحديث: ٨٦.

4 ......احياء علوم الدين، كتاب ذكر الموت وما بعده، الباب الثاني، بيان المبادرة الى العمل... الخ، ٥/٢٠٥.

غافل نہ ہو کیونکہ معاملہ خاص تم سے ہوگا ان سے نہیں اور یہ نہ کہو کہ میں وہاں جاتا ہوں اور وہاں جاتا ہوں، اس طرح تمہارا دن ضائع ہو جائے گا اور موت تمہارے اوپر مُتَعَیَّن ہے اور جتنی جلدی نئی نیکی پرانے گناہ کو تلاش کر کر کے پکڑتی ہے اتنی جلدی تم نے کسی کو پکڑتے نہ دیکھا ہوگا۔[1]

وَ لَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْ لَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک تم جان چکے ہو پہلی اُٹھان پھر کیوں نہیں سوچتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک تم پہلی پیدائش جان چکے ہو تو پھر کیوں نصیحت حاصل نہیں کرتے؟

﴿ وَ لَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى: اور بیشک تم پہلی پیدائش جان چکے ہو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ تم اپنی پہلی پیدائش کے بارے میں جان چکے ہو کہ ہم تمہیں عدم سے وجود میں لائے ہیں تو پھر (اسے سامنے رکھتے ہوئے دوسری پیدائش کے متعلق) کیوں غور نہیں کرتے کہ جو ربّ تعالیٰ پہلی بار تمہیں عدم سے وجود میں لاسکتا ہے تو وہ تمہارے مرنے کے بعد تمہیں دوسری بار زندہ کرنے پر بھی یقیناً قادر ہے۔[2]
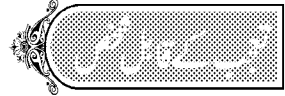
حضرت عبداللّٰہ بن مسور ہاشمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”اس بندے پر انتہائی تعجب ہے جو اللّٰہ تعالیٰ کی مخلوق کو دیکھنے کے باوجود اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت میں شک کرتا ہے۔ اس بندے پر انتہائی تعجب ہے جو پہلی بار کی پیدائش کو دیکھنے کے باوجود دوسری بار کی پیدائش کا انکار کرتا ہے۔ اس بندے پر انتہائی تعجب ہے جو موت کے گھیر لینے کو جھٹلاتا ہے حالانکہ وہ دن رات مرتا اور زندہ ہوتا ہے۔ اس بندے پر انتہائی تعجب ہے جو ہمیشگی کے گھر (یعنی جنت) کی تصدیق کرنے کے باوجود دھوکے کے گھر (یعنی دنیا) کے لئے کوشش میں مصروف ہے۔ اس بندے پر انتہائی تعجب ہے جو اِتراتا اور فخر وغرور کرتا ہے حالانکہ وہ نطفہ سے پیدا ہوا، پھر وہ سڑی

1 ......احیاء علوم الدین، کتاب ذکر الموت وما بعدہ، الباب الثانی، بیان المبادرۃ الی العمل... الخ، ۵/۲۰۶.

2 ......خازن، الواقعۃ، تحت الآیۃ: ۶۲، ۴/۲۲۱، ملخصاً.

ہوئی لاش بن جائے گا اور اِس دوران اُس پر کیا بیتے گی وہ اُسے معلوم ہی نہیں ۔[1]

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿٦٣﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿٦٤﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو بھلا بتاؤ تو جو بوتے ہو۔ کیا تم اس کی کھیتی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو بھلا بتاؤ تو کہ تم جو بوتے ہو۔ کیا تم اس کی کھیتی بناتے ہو یا ہم ہی بنانے والے ہیں؟

﴿اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ: **تو بھلا بتاؤ تو کہ تم جو بوتے ہو۔**﴾ یہاں سے اللہ تعالیٰ نے حشر ونشر پر اپنی قدرت کی ایک اور دلیل بیان فرمائی ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! تم اس کھیتی میں غور کیوں نہیں کرتے جسے تم زمین میں کاشت کرتے ہو، کیا تم اس کی نَشو ونُما کر کے کھیتی بناتے ہو یا ہم ہی اسے کھیتی بنانے والے ہیں اور اس بات میں کوئی شک ہی نہیں کہ اگرچہ زمین میں بیج ڈالنا تم لوگوں کا کام ہے لیکن اس بیج سے بالیں بنانا اور اس میں دانے پیدا کرنا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے اور کسی کا نہیں ہے، تو جب اللہ تعالیٰ بیج سے فصل پیدا کرنے پر قادر ہے تو وہ تمہاری موت کے بعد تمہیں دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔[2]

لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿٦٥﴾ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿٦٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہم چاہیں تو اسے روندن کر دیں پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤ۔ کہ ہم پر چٹّی پڑی۔ بلکہ ہم بے نصیب رہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر ہم چاہتے تو اسے چورا چورا گھاس کر دیتے پھر تم باتیں بناتے رہ جاتے۔ کہ ہم پر تاوان پڑ گیا

---

1 ......مسند شهاب قضاعی، الباب الاوّل، یا عجباً کل العجب... الخ، ۳۴۷/۱، الحدیث: ۵۹۵.

2 ......تفسیر سمر قندی، الواقعة، تحت الآیة:۶۳-۶۴، ۳/۳۱۸، خازن، الواقعة، تحت الآیة: ۶۳-۶۴، ۲۲۱/۴، روح البیان، الواقعة، تحت الآیة: ۶۳-۶۴، ۹/۳۳۲، ملتقطاً.

ہے۔ بلکہ ہم بے نصیب رہے۔

﴿لَوْنَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا: اگر ہم چاہتے تو اسے چورا چورا گھاس کردیتے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم اپنے لطف و رحمت سے اس کھیتی کی نشو ونُما کرتے ہیں اور تم پر رحمت کرتے ہوئے اسے تمہارے لئے باقی رکھتے ہیں ورنہ اگر ہم چاہتے تو زمین میں جو بیج تم بوتے ہو اسے پوری طرح پھلنے پھولنے سے پہلے ہی چُورا چُورا کردیتے جو کسی کام کا نہ رہے، پھر تم حیرت زدہ اور نادم و غمگین ہو کر یہ باتیں بناتے رہ جاتے کہ ہمارا مال بیکار ضائع ہوگیا، بلکہ ہم اپنے رزق سے محروم رہے۔[1]

اَفَرَءَیْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ ﴿٦٨﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿٦٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو بھلا بتاؤ تو وہ پانی جو پیتے ہو۔ کیا تم نے اسے بادل سے اتارا یا ہم ہیں اُتارنے والے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو بھلا بتاؤ تو وہ پانی جو تم پیتے ہو۔ کیا تم نے اسے بادلوں سے اتارا یا ہم ہی اتارنے والے ہیں؟

﴿اَفَرَءَیْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ: تو بھلا بتاؤ تو وہ پانی جو تم پیتے ہو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا تم نے اس پانی پر غور نہیں کیا جو تم زندہ رہنے کے لئے پیتے ہو اور اس سے اپنی پیاس بجھاتے ہو، کیا تم نے اسے بادل سے اتارا ہے، ایسا ہرگز نہیں بلکہ ہم ہی اپنی قدرتِ کاملہ سے اسے اتارنے والے ہیں اور جب تم نے یہ جان لیا کہ ہم ہی اس پانی کو نازل کرنے والے ہیں تو صرف میری عبادت کر کے اس نعمت کا شکر ادا کیوں نہیں کرتے اور دوبارہ زندہ کرنے پر میری قدرت کا انکار کیوں کرتے ہو؟[2]

---

1 ......ابن کثیر، الواقعة، تحت الآية: ٦٥-٦٧، ٨/٢٨، خازن، الواقعة، تحت الآية: ٦٥-٦٧، ٤/٢٢١-٢٢٢، روح البيان، الواقعة، تحت الآية: ٦٥-٦٧، ٩/٣٣٣، ملتقطاً.

2 ......تفسير قرطبی، الواقعة، تحت الآية: ٦٨-٦٩، ٩/١٦١-١٦٢، الجزء السابع عشر، ابو سعود، الواقعة، تحت الآية: ٦٨-٦٩، ٥/٦٧٧، ملتقطاً.

لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْ لَا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہم چاہیں تو اُسے کھاری کردیں پھر کیوں نہیں شکر کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر ہم چاہتے تو اسے سخت کھاری کردیتے پھر تم کیوں شکر نہیں کرتے ؟

﴿ **لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا : اگر ہم چاہتے تو اسے سخت کھاری کردیتے۔** ﴾ ارشاد فرمایا کہ اگر ہم چاہتے تو اس پانی کو سخت کھاری کردیتے، اور ایسا ہوجاتا تو تم نہ اسے پی سکتے تھے، نہ اس سے شجر کاری اور کھیتی باڑی کر سکتے تھے۔ یہ تم پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے تمہاری معاشی بہتری، تمہارے فائدے اور پینے کے لئے میٹھا پانی نازل فرمایا اور تمہیں نقصان سے بچانے کے لئے کھاری پانی نازل نہ فرمایا تو پھر تم اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس کے احسان وکرم کا کیوں شکر نہیں کرتے ؟ (1)

اَفَرَءَیْتُمُ النَّارَ الَّتِیْ تُوْرُوْنَ ﴿۷۱﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَاۤ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِــٴُـوْنَ ﴿۷۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو بھلا بتاؤ تو وہ آگ جو تم روشن کرتے ہو۔ کیا تم نے اس کا پیڑ پیدا کیا یا ہم ہیں پیدا کرنے والے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو بھلا بتاؤ تو وہ آگ جو تم روشن کرتے ہو۔ کیا تم نے اس کا درخت پیدا کیا یا ہم ہی پیدا کرنے والے ہیں؟

﴿ **اَفَرَءَیْتُمُ النَّارَ الَّتِیْ تُوْرُوْنَ : تو بھلا بتاؤ تو وہ آگ جو تم روشن کرتے ہو۔** ﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مجھے اس آگ کے بارے میں بتاؤ جو تم دو تر لکڑیوں سے روشن کرتے ہو، کیا تم نے اس کا درخت پیدا

(1)......تفسیر طبری، الواقعة، تحت الآیة: ۷۰، ۱۱/۶۵۵، خازن، الواقعة، تحت الآیة: ۷۰، ۴/۲۲۲، ملتقطاً.

کیا ہے؟ ایسا ہر گز نہیں بلکہ ہم ہی اسے پیدا کرنے والے ہیں، تو جب تم نے میری قدرت کو پہچان لیا تو میرا شکر ادا کرو اور دوبارہ زندہ کرنے پر میری قدرت کا انکار نہ کرو۔ اہلِ عرب (اس زمانے میں) دو مخصوص لکڑیوں کو ایک دوسرے سے رگڑ کر آگ جلایا کرتے تھے، اوپر والی لکڑی کو وہ زَند اور نیچے والی لکڑی کو زَندہ کہتے تھے اور جن درختوں سے یہ لکڑیاں حاصل ہوتی تھیں انہیں مَرْخ اور عَفار کہتے تھے۔[1]

ایندھن حاصل کرنے کے جدید ذرائع اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہیں

یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے فی زمانہ ہمارے لئے ایندھن حاصل کرنے کے بہت سے ذرائع جیسے کوئلہ، گیس اور تیل وغیرہ ظاہر فرما دیئے ہیں اور ان سے ہم آسانی کے ساتھ اپنی ضروریّات پوری کر رہے ہیں۔ جس طرح اُس درخت کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا جسے رگڑ کر ایندھن حاصل کیا جاتا تھا اسی طرح کوئلہ، گیس اور تیل وغیرہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے، لہٰذا ہر بندے پر لازم ہے کہ وہ ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔

نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّ مَتَاعًا لِّلْمُقْوِیْنَ ﴿۷۳﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ ﴿۷۴﴾

الثلثۃ ع ۲ ۳۶ ۱۵

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے اسے جہنم کی یادگار بنایا اور جنگل میں مسافروں کا فائدہ۔ تو اے محبوب تم پاکی بولو اپنے عظمت والے رب کے نام کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم نے اسے یادگار بنایا اور جنگل میں سفر کرنے والوں کیلئے نفع بنایا۔ تو اے محبوب! تم اپنے عظمت والے رب کے نام کی پاکی بیان کرو۔

﴿نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً: ہم نے اسے یادگار بنایا۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آگ کے دو فوائد بیان فرمائے،

1 ......تفسیر قرطبی، الواقعة، تحت الآية: ۷۱-۷۲، ۹/۱۶۲، الجزء السابع عشر، مدارك، الواقعة، تحت الآية: ۷۱-۷۲، ص۱۲۰۳، ملتقطاً.

پہلا فائدہ یہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے اس آگ کو جہنم کی آگ کی یادگار بنایا تاکہ دیکھنے والا اس آگ کو دیکھ کر جہنم کی بڑی آگ کو یاد کرے اور اللہ تعالیٰ سے اور اس کے عذاب سے ڈرے۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا "تمہاری آگ جہنم کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ عرض کی گئی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ آگ بھی کافی گرم ہے۔ ارشاد فرمایا "وہ اس سے 69 حصے زیادہ گرم ہے اور ہر حصے میں اس کے برابر گرمی ہے۔ [1]

دوسرا فائدہ یہ ارشاد فرمایا کہ آگ کو جنگل میں سفر کرنے والوں کیلئے نفع مند بنایا کہ وہ اپنے سفروں میں شمعیں جلا کر، کھانا وغیرہ پکا کر اور خود کو سردی سے بچا کر اُس سے نفع اُٹھاتے ہیں۔ [2]

﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ: تو اے محبوب! تم اپنے عظمت والے رب کے نام کی پاکی بیان کرو۔﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور قدرت کے دلائل اور تمام مخلوق پر اپنے انعامات ذکر فرمانے کے بعد اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اپنے عظمت والے رب عَزَّوَجَلَّ کے نام کی ان تمام چیزوں سے پاکی بیان کریں جو مشرکین کہتے ہیں۔ [3]

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾ وَ اِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِیْمٌ ﴿۷۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو مجھے قسم ہے ان جگہوں کی جہاں تارے ڈوبتے ہیں۔ اور تم سمجھو تو یہ بڑی قسم ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو مجھے تاروں کے ڈوبنے کی جگہوں کی قسم۔ اور اگر تم سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے۔

﴿فَلَآ اُقْسِمُ: تو مجھے قسم ہے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ستاروں کے ڈوبنے کی جگہوں کی قسم ارشاد فرمائی، ان جگہوں کے بارے میں امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے مختلف اقوال ذکر کئے ہیں۔

(1)......ان سے مَشارق اور مَغارب مراد ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ ان سے صرف مغارب مراد ہیں کیونکہ ستارے

---

1 ......بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة النار وانّها مخلوقة، ۲/۳۹۶، الحدیث: ۳۲۶۵.

2 ......خازن، الواقعة، تحت الآیة: ۷۳، ۴/۲۲۲، ملخصاً.

3 ......خازن، الواقعة، تحت الآیة: ۷۴، ۴/۲۲۲.

اسی جگہ غروب ہوتے ہیں۔

(2)......ان سے آسمان میں بُروج اور (سیاروں یا ستاروں) کی مَنازل مراد ہیں۔

(3)......ان سے شَیاطین کو پڑنے والے شِہابِ ثاقب کے گرنے کی جگہیں مراد ہیں۔

(4)......ان سے قیامت کے دن ستاروں کے مُنتشِر ہونے کے بعد گرنے کی جگہیں مراد ہیں۔ [1]

﴿وَ اِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِیْمٌ: **اور اگر تم سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے۔**﴾ ارشاد فرمایا کہ اگر تمہیں علم ہو تو تم اس قسم کی عظمت جان لو گے کیونکہ یہ اللّٰہ تعالیٰ کی عظیم قدرت اور حکمت کے کمال پر دلالت کرتی ہے۔ [2]

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِیْمٌۙ(۷۷)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک یہ عزت والا قرآن ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک یہ عزت والا قرآن ہے۔

﴿اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِیْمٌ: **بیشک یہ عزت والا قرآن ہے۔**﴾ کفارِ مکہ قرآنِ پاک کو شعر اور جادو کہا کرتے تھے، اللّٰہ تعالیٰ نے ستاروں کے ڈوبنے کی جگہوں کی قسم ارشاد فرما کر ان کا رد کرتے ہوئے اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں فرمایا کہ بے شک جو قرآن سرکارِ دوعالَم، محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر نازل فرمایا گیا یہ شعر اور جادو نہیں اور نہ ہی یہ کسی کا اپنا بنایا ہوا کلام ہے، بلکہ یہ عزت والا قرآن ہے کیونکہ یہ اللّٰہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی وحی ہے اور اللّٰہ تعالیٰ نے اسے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا معجزہ بنایا ہے اور یہ محفوظ اور پوشیدہ کتاب لوحِ محفوظ میں موجود ہے جس میں تبدیل اور تحریف ممکن نہیں اور نہ ہی اس تک شَیاطین پہنچ سکتے ہیں۔ [3]

1......تفسیر کبیر، الواقعة، تحت الآية: ۷۵، ۱۰/۴۲٦.

2......جلالین مع صاوی، الواقعة، تحت الآية: ۷٦، ٦/۲۰۹٦-۲۰۹۷.

3......تفسیر کبیر، الواقعة، تحت الآية: ۷۷-۷۸، ۱۰/۴۲۸، خازن، الواقعة، تحت الآية: ۷۷-۷۸، ۴/۲۲۳، تفسير قرطبی، الواقعة، تحت الآية: ۷۷-۷۸، ۹/۱٦۴، الجزء السابع عشر، ملتقطاً.

فِیْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍۙ(۷۸) لَّا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَؕ(۷۹) تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ(۸۰)

ترجمۂ کنزالایمان: محفوظ نوشتہ میں۔ اسے نہ چھوئیں مگر باوضو۔ اتارا ہوا ہے سارے جہان کے رب کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پوشیدہ کتاب میں (ہے)۔ اسے پاک لوگ ہی چھوتے ہیں۔ یہ تمام جہانوں کے مالک کا اتارا ہوا ہے۔

﴿لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ: اسے پاک لوگ ہی چھوتے ہیں۔﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اس محفوظ اور پوشیدہ کتاب کو فرشتے ہی چھوتے ہیں جو کہ شرک، گناہ اور ناپاک ہونے سے پاک ہیں۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ قرآن پاک کو شرک سے پاک لوگ ہی چھوتے ہیں۔ تیسری تفسیر یہ ہے کہ قرآن پاک کو وہ لوگ ہاتھ لگائیں جو باوضو ہوں اور ان پر غسل فرض نہ ہو۔[1]

حدیث شریف میں بھی اسی چیز کا حکم دیا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''قرآن پاک کو وہی ہاتھ لگائے جو پاک ہو۔[2]

قرآن مجید چھونے سے متعلق 7 احکام

یہاں آیت کی مناسبت سے قرآنِ مجید چھونے سے متعلق 7 اَحکام ملاحظہ ہوں،

(1)......قرآن عظیم کو چھونے کے لئے وضو کرنا فرض ہے۔[3]

(2)......جس کا وضو نہ ہو اسے قرآنِ مجید یا اس کی کسی آیت کا چھونا حرام ہے، البتہ چھوئے بغیر زبانی یا دیکھ کر کوئی آیت پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

1 ......خازن، الواقعة، تحت الآية: ٧٩، ٤/٢٢٣.

2 ......معجم صغير، باب الياء، من اسمه: يحيى، ص ١٣٩، الجزء الثانى.

3 ......نور الايضاح، كتاب الطهارة، فصل فى اوصاف الوضوء، ص ٥٩.

(3)......جس کونہانے کی ضرورت ہو (یعنی جس پر غسل فرض ہو) اسے قرآن مجید چھونا اگرچہ اس کا سادہ حاشیہ یا جلد یا چولی چھوئے، یا چھوئے بغیر دیکھ کر یا زبانی پڑھنا، یا کسی آیت کا لکھنا، یا آیت کا تعویذ لکھنا، یا قرآنِ پاک کی آیات سے لکھا تعویذ چھونا، یا قرآن پاک کی آیات والی انگوٹھی جیسے حروفِ مُقَطَّعات کی انگوٹھی چھونا یا پہننا حرام ہے۔

(4)......اگر قرانِ عظیم جُزدان میں ہو تو جزدان پر ہاتھ لگانے میں حرج نہیں، یو ہیں رومال وغیرہ کسی ایسے کپڑے سے پکڑنا جو نہ اپنا تابع ہو نہ قرآنِ مجید کا تو جائز ہے۔ کرتے کی آستین، دُوپٹے کی آنچل سے یہاں تک کہ چادر کا ایک کونا اس کے کندھے پر ہے تو دوسرے کونے سے قرآن پاک چھونا حرام ہے کیونکہ یہ سب اس کے ایسے ہی تابع ہیں جیسے چولی قرآن مجید کے تابع تھی۔

(5)......روپیہ کے اوپر آیت لکھی ہو تو ان سب کو (یعنی بے وضو اور جنب اور حیض ونفاس والی کو) اس کا چھونا حرام ہے، ہاں اگر روپے تھیلی میں ہوں تو تھیلی اٹھانا جائز ہے۔ یو ہیں جس برتن یا گلاس پر سورت یا آیت لکھی ہو اس کو چھونا بھی انہیں حرام ہے اور اس برتن یا گلاس کو استعمال کرنا ان سب کے لئے مکروہ ہے، البتہ اگر خاص شفا کی نیت سے انہیں استعمال کریں تو حرج نہیں۔

(6)......قرآن کا ترجمہ فارسی یا اردو یا کسی اور زبان میں ہو تو اسے بھی چھونے اور پڑھنے میں قرآنِ مجید ہی کا سا حکم ہے۔

(7)......قرآنِ مجید دیکھنے میں ان سب پر کچھ حرج نہیں اگرچہ حروف پر نظر پڑے اور الفاظ سمجھ میں آئیں اور دل میں پڑھتے جائیں۔[1]

﴿تَنْزِیْلٌ: اتارا ہوا ہے۔﴾ اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا رد کیا جو قرآن پاک کو شعر، جادو یا کہانت کہتے ہیں، اور ارشاد فرمایا کہ یہ قرآن اس ربّ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو سب جہانوں کا مالک ہے تو پھر یہ شعر یا جادو کس طرح ہو سکتا ہے۔[2]

اَفَبِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿٨١﴾ وَ تَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٨٢﴾

---

1 ......بہارِ شریعت، حصہ دوم، غسل کا بیان، ۱/۳۲۶-۳۲۷، ملخصاً۔

2 ......خازن، الواقعة، تحت الآية: ٨٠، ٤/٢٢٤، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا اس بات میں تم سستی کرتے ہو۔ اور اپنا حصّہ یہ رکھتے ہو کہ جھٹلاتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا تم اس بات میں سستی کرتے ہو؟ اور تم اپنا حصہ یہ بناتے ہو کہ تم جھٹلاتے رہو۔

﴿اَفَبِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ: تو کیا تم اس بات میں سستی کرتے ہو؟﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفارِ مکہ کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا کہ اے اہلِ مکہ! تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے اس کلام کی تصدیق کرنے کی بجائے اس کا انکار کرتے ہو اور اس انکار کو معمولی سمجھتے ہو اور تم نے اس عظیم نعمت کا شکر کرنے کی بجائے قرآن کو جھٹلانا ہی اپنا حصہ قرار دے رکھا ہے۔ تفسیر خازن میں ہے، حضرت حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''وہ بندہ بڑا بدنصیب ہے جس کا حصہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو جھٹلانا ہو۔ [(1)]

بعض مفسرین نے اس آیت ''وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ'' کے یہ معنی بھی بیان کئے ہیں: اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو نعمتیں عطا کی ہیں تم نے ان کا شکر کرنے کی بجائے انہیں جھٹلانا اپنا حصہ بنا رکھا ہے۔ [(2)] اور جھٹلانے سے مراد یہ ہے کہ وہ نعمت ملنے کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے کی بجائے اَسباب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

حضرت زید بن خالد جہنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حُدَیْبِیہ کے مقام پر بارش والی رات میں ہمیں صبح کی نماز پڑھائی، جب رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ''کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ نے کیا فرمایا ہے؟ لوگ عرض گزار ہوئے: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں'' ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''میرے بندوں نے صبح کی تو کچھ مجھ پر ایمان رکھنے والے اور کچھ منکر تھے، بہرحال جس نے کہا: اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہم پر بارش برسائی گئی تو وہ مجھ پر ایمان رکھنے والا اور ستاروں کا منکر ہے اور جس نے کہا کہ ہم پر فلاں فلاں ستارے نے بارش برسائی ہے تو وہ میرا منکر اور ستاروں پر یقین رکھنے والا ہے۔ [(3)]

---

1 ......خازن، الواقعة، تحت الآية: ٨٢، ٤/٢٢٤.

2 ......خازن، الواقعة، تحت الآية: ٨٢، ٤/٢٢٤.

3 ......بخاری، کتاب الاذان، باب يستقبل الامام الناس اذا سلّم، ١/٢٩٥، الحديث: ٨٤٦.

فَلَوْلَاۤ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾ وَ اَنْتُمْ حِیْنَىٕذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْكُمْ وَ لٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ فَلَوْلَاۤ اِنْ كُنْتُمْ غَیْرَ مَدِیْنِیْنَ ﴿۸۶﴾ تَرْجِعُوْنَهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۸۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر کیوں نہ ہو کہ جب جان گلے تک پہنچے۔ اور تم اُس وقت دیکھ رہے ہو۔ اور ہم اس کے زیادہ پاس ہیں تم سے مگر تمہیں نگاہ نہیں۔ تو کیوں نہ ہوا اگر تمہیں بدلہ ملنا نہیں۔ کہ اُسے لوٹا لاتے اگر تم سچّے ہو۔

ترجمۂ کنزالعرفان: پھر کیوں نہیں جب جان گلے تک پہنچے۔ حالانکہ تم اس وقت دیکھ رہے ہو۔ اور ہم تم سے زیادہ اس کے قریب ہیں مگر تم دیکھتے نہیں۔ تو اگر تمہیں بدلہ نہیں دیا جائے گا تو کیوں نہیں۔ روح کو لوٹا لیتے، اگر تم سچے ہو۔

﴿فَلَوْلَاۤ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ: پھر کیوں نہیں جب جان گلے تک پہنچے۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی چار آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے کفار! تمہارا حال یہ ہے کہ اگر تمہارے پاس وہ کتاب لائی جائے جس نے تمہیں اپنی مثل لانے سے عاجز کر دیا تو تم کہتے ہو کہ یہ جادو ہے اور یہ خود بنائی ہوئی کتاب ہے، اگر تمہاری طرف سچا رسول بھیجا جائے تو تم اسے جادوگر اور جھوٹا کہنے لگ جاتے ہو اور اگر ہم تمہیں بارش عطا کریں تو تم کہنے لگتے ہو کہ فلاں ستارے کی وجہ سے بارش نازل ہوئی ہے۔ اگر تم اپنی ان باتوں میں سچے ہو اور تمہارے خیال کے مطابق مرنے کے بعد اُٹھنا، اعمال کا حساب کیا جانا اور جزا دینے والا معبود وغیرہ یہ سب کچھ کوئی حقیقت نہیں ہے تو پھر تم ایسا کیوں نہیں کرتے کہ جب تمہارے پیاروں میں سے کسی پر نزع کا وقت طاری ہو اور اس کی روح حلق تک پہنچ چکی ہو تو تم (اپنی طاقت وقوت کے بل بوتے پر) اس کی روح کو لوٹا دو، حالانکہ تم اس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو کہ اس پر موت کی غشی طاری ہے اور اس کی روح بس نکلنے ہی والی ہے لیکن تم اس مرنے والے کی روح لوٹانے اور اس کی جان بچانے پر قادر نہیں البتہ ہم اس وقت اپنے علم وقدرت کے ساتھ تم سے زیادہ اس مرنے والے کے قریب ہوتے ہیں کہ ہر چیز کو جانتے بھی ہیں اور سب کچھ کر بھی سکتے ہیں لیکن تم

اس چیز کو جانتے نہیں۔ جب تمہیں معلوم ہے کہ روح کو لوٹا دینا تمہارے اختیار میں نہیں ہے تو سمجھ جاؤ کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، لہٰذا تم پر لازم ہے کہ اس پر ایمان لاؤ۔(1)

فَاَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ﴿۸۸﴾ فَرَوْحٌ وَّ رَیْحَانٌ ۙ۬ وَّ جَنَّتُ نَعِیْمٍ ﴿۸۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر وہ مرنے والا اگر مقربوں سے ہے۔ تو راحت ہے اور پھول اور چین کے باغ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر وہ فوت ہونے والا اگر مقرب بندوں میں سے ہے۔ تو راحت اور خوشبودار پھول اور نعمتوں کی جنت ہے۔

﴿فَاَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ: پھر وہ فوت ہونے والا اگر مقرب بندوں میں سے ہے۔﴾ یہاں سے موت کے وقت مخلوق کے طبقات کے احوال اور ان کے درجات بیان فرمائے جارہے ہیں، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر مرنے والا آگے بڑھ جانے والے اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں میں سے ہے تو اس کے لئے (موت کے وقت) راحت، خوشبودار پھول اور آخرت میں نعمتوں کی جنت ہے۔

حضرت ابو العالیہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ مُقَرَّبین سے جو کوئی دنیا سے جدا ہوتا ہے تو اس کے پاس جنت کے پھولوں کی ڈالی لائی جاتی ہے، وہ جب اس کی خوشبو لیتا ہے تو اس وقت اس کی روح قبض ہوتی ہے۔(2)

وَ اَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ ﴿۹۰﴾ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ ﴿۹۱﴾

---

1 ......مدارك، الواقعة، تحت الآية: ٨٣-٨٧، ص ١٢٠٤-١٢٠٥، جلالين مع جمل، الواقعة، تحت الآية: ٨٣-٨٧، ٧/٤٠٦-٤٠٧، خازن، الواقعة، تحت الآية: ٨٣-٨٧، ٤/٢٢٤-٢٢٥، ملتقطاً.

2 ......خازن، الواقعة، تحت الآية: ٨٨-٨٩، ٤/٢٢٥.

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر دہنی طرف والوں سے ہو۔ تو اے محبوب تم پر سلام ہے دہنی طرف والوں سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر وہ دائیں جانب والوں میں سے ہو۔ تو (اے حبیب) تم پر دائیں جانب والوں کی طرف سے سلام ہو۔

﴿وَاَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ: اور اگر وہ دائیں جانب والوں میں سے ہو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر مرنے والا دائیں جانب والوں میں سے ہو تو اے اَنبیاء کے سردار! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کا سلام قبول فرمائیں اور ان کے لئے غمگین نہ ہوں وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے سلامت اور محفوظ رہیں گے اور آپ ان کو اسی حال میں دیکھیں گے جو آپ کو پسند ہو۔[1]

بعض مفسرین نے ان آیات کے یہ معنی بھی بیان کئے ہیں کہ اگر مرنے والا دائیں جانب والوں میں سے ہو تو اے دائیں جانب والے! موت کے وقت اور اس کے بعد تمہارے ساتھی تم پر سلام بھیجیں گے۔[2]

وَاَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِیْنَ الضَّآلِّیْنَ ﴿۹۲﴾ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِیْمٍ ﴿۹۳﴾ وَّتَصْلِیَةُ جَحِیْمٍ ﴿۹۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر جھٹلانے والوں گمراہوں میں سے ہو۔ تو اس کی مہمانی کھولتا پانی۔ اور بھڑکتی آگ میں دھنسانا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر مرنے والا جھٹلانے والوں گمراہوں میں سے ہو۔ تو کھولتے ہوئے گرم پانی کی مہمانی۔ اور بھڑکتی آگ میں داخل کیا جانا ہے۔

﴿وَاَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِیْنَ الضَّآلِّیْنَ: اور اگر مرنے والا جھٹلانے والوں گمراہوں میں سے ہو۔﴾ اس آیت

1 ......خازن، الواقعة، تحت الآية: ٩٠-٩١، ٤/٢٢٥.

2 ......روح البيان، الواقعة، تحت الآية: ٩٠-٩١، ٩/٣٤١.

اوراس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر مرنے والا جھٹلانے والوں گمراہوں میں سے ہو جو کہ بائیں جانب والے ہوں گے تو اس کے لئے (آخرت میں) کھولتا ہوا گرم پانی تیار کیا گیا ہے اور اسے جہنم کی بھڑکتی آگ میں داخل کیا جانا ہے۔[1]

إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِينِ ﴿٩٥﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿٩٦﴾

ع ٣ ٢٢ ١٦

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک یہ اعلیٰ درجہ کی یقینی بات ہے۔ تو اے محبوب تم اپنے عظمت والے رب کے نام کی پاکی بولو۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: بیشک یہ اعلیٰ درجہ کی یقینی بات ہے۔ تو اے محبوب! تم اپنے عظمت والے رب کے نام کی پاکی بیان کرو۔

﴿**اِنَّ هٰذَا: بیشک یہ۔**﴾ یعنی مرنے والوں کے اَحوال اور جو مَضامین اس سورت میں بیان کئے گئے، اللہ تعالیٰ کے اولیاء کے لئے تیار کی گئی جن نعمتوں اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے لئے تیار کئے گئے جن عذابات کا ذکر ہوا اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کے جو دلائل بیان ہوئے، یہ بے شک اعلیٰ درجے کی یقینی بات ہے اور اس میں تَرَدُّد کی کوئی گنجائش نہیں۔[2]

﴿**فَسَبِّحْ: تو اے محبوب! تم پاکی بیان کرو۔**﴾ حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں "جب یہ آیت "**فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ**" نازل ہوئی تو سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: "اسے اپنے رکوع میں داخل کرلو اور جب یہ آیت "**سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى**" نازل ہوئی تو فرمایا اسے اپنے سجدوں میں داخل کرلو۔[3]

اس آیت سے ثابت ہوا کہ رکوع و سجود کی تسبیحات قرآنِ کریم سے ماخوذ ہیں۔

---

1 ……خازن، الواقعة، تحت الآية: ٩٢-٩٤، ٤/٢٢٥.

2 ……خازن، الواقعة، تحت الآية: ٩٥، ٤/٢٢٥.

3 ……ابوداؤد، كتاب الصلاة، باب مايقول الرجل فى ركوعه وسجوده، ١/٣٣٠، الحديث: ٨٦٩.

سورۂ حدید کے مقامِ نزول کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ مکیہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ مدنیہ ہے۔[1]

اس سورت میں **4** رکوع، **29** آیتیں، **544** کلمے اور **2476** حروف ہیں۔[2]

عربی میں لوہے کو حدید کہتے ہیں اور اس سورت کی آیت نمبر **25** میں اللہ تعالیٰ نے حدید یعنی لوہے کے فوائد بیان فرمائے ہیں، اسی مناسبت سے اس سورت کا نام ''سورۂ حدید'' رکھا گیا۔

حضرت عرباض بن ساریہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سونے سے پہلے مُسَبِّحَاتْ (سورتوں) کی تلاوت فرماتے اور ارشاد فرماتے ''ان سورتوں میں ایک ایسی آیت ہے جو ہزار آیتوں سے بہتر ہے۔[3]

یاد رہے کہ مُسَبِّحَات سے مراد وہ سورتیں ہیں جن کی ابتداء میں تسبیح کی آیات ہیں، جیسے سورۂ حدید، سورۂ حشر، سورۂ صف، سورۂ جمعہ اور سورۂ تغابُن۔

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں عقیدے اور ایمان سے متعلق، جہاد اور راہِ خدا میں خرچ کرنے

---

1 ......جلالین، تفسیر سورة الحديد، ص٤٤٨.

2 ......خازن، تفسير سورة الحديد، ٢٢٥/٤.

3 ......ترمذی، کتاب فضائل القرآن، ٢١-باب، ٤٢٢/٤، الحديث: ٢٩٣٠.

کے بارے میں اوران کے علاوہ دیگر چیزوں سے متعلق شرعی اُمور بیان کئے گئے ہیں، نیز اس میں یہ مضامین ذکر کئے گئے ہیں۔

(1)......اس سورت کی ابتدا میں اللّٰہ تعالیٰ کی صفات،اس کے اسماءِ حسنیٰ اور کائنات کی تخلیق میں اس کی عظمت وقدرت کے آثار کے ظہور کا بیان ہے۔

(2)......مسلمانوں کو دینِ اسلام کی سربلندی اوراس کے اعزاز کی خاطر اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

(3)......دنیااور آخرت کی حقیقت کو واضح کیا گیا اور بتایا گیا کہ دنیا فنا ہونے والا گھر اور کھیل تماشے کی طرح ہے جبکہ آخرت ہمیشہ باقی رہنے والا گھر،سعادت اور بڑی راحت کی جگہ ہے اوراس کے ساتھ دنیا کے دھوکے میں مبتلا ہونے سے ڈرایا گیا اور آخرت کی بہتری کے لئے عمل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

(4)......مسلمانوں کو مصیبتوں پر صبر کرنے کی تلقین کی گئی اور تکبُّر وبخل کی مذمت بیان کی گئی نیز اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرنے اور اَنبیاء ورُسُل عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے راستے کی پیروی کرنے کا حکم دیا گیا۔

(5)......اس سورت کے آخر میں سابقہ امتوں کے حالات سے نصیحت حاصل کرنے کا کہا گیا اوراس سلسلے میں حضرت نوح عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور حضرت ابراہیم عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے واقعات بیان کئے گئے۔ مُتّقی لوگوں کے ثواب کو واضح کیا گیا اوراپنے رسولوں پر ایمان لانے والوں کے لئے دگنے اجر کا بیان ہوا،اوراس کے ساتھ یہ بھی بتادیا گیا کہ رسالت اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے ایک چناؤ اوراس کا فضل ہے،وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے یہ رتبہ عطا کردے۔حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری کے بعد اللّٰہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ ختم فرمادیا ہے اب قیامت تک کسی کو نبوت نہیں ملے گی۔

سورۂ واقعہ کے ساتھ مناسبت

سورۂ حدید کی اپنے سے ماقبل سورت ''واقعہ'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ واقعہ کے آخر میں تسبیح کرنے کا حکم دیا گیا اور سورۂ حدید کی ابتدا میں تسبیح بیان کرکے گویا ہمیں اس کا طریقہ سکھادیا گیا یا آسمان وزمین میں موجود چیزوں کی تسبیح کا ذکر کرکے ایک اور انداز میں ترغیب دی گئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ کی پاکی بیان کی ہر اس چیز نے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی عزت والا، حکمت والا ہے۔

﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: اللّٰہ کی پاکی بیان کی ہر اس چیز نے جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو کچھ زمین و آسمانوں میں ہے چاہے وہ جاندار ہو یا بے جان، سب زبانِ حال اور زبانِ قال سے اللّٰہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں یعنی یہ کہ وہ اللّٰہ ذات میں، صفات میں، اَفعال میں اور اَحکام میں ہر نقص و عیب سے پاک ہے اور اس کے رب ہونے کا اقرار کرتے اور اس کی اطاعت کا یقین رکھتے ہیں اور وہی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ غالب اور کامل قدرت والا اور اپنے تمام افعال میں حکمت والا ہے۔[1]

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اُسی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت جلاتا ہے اور مارتا اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

1 ......تفسیر کبیر، الحدید، تحت الآیة: ١، ٤٤١/١٠، تفسیر طبری، الحدید، تحت الآیة: ١، ٦٦٩/١١، خازن، الحدید، تحت الآیة: ١، ٢٢٦/٤، ملتقطاً.

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آسمانوں اورزمین کی سلطنت سب اسی کے لیے ہے، وہ زندگی اور موت دیتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

﴿لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: آسمانوں اورزمین کی سلطنت سب اسی کے لیے ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ آسمانوں اور زمین اور ان میں موجود تمام چیزوں پر اللہ تعالیٰ کا مکمل طور پر تَصَرُّف ہے اور ان سب میں اس کا حکم نافذ ہے، وہ اپنی تمام مخلوق سے بے پرواہ ہے اور سب اسی کے محتاج ہیں، اس کی شان یہ ہے کہ وہ مخلوق کو پیدا کر کے انہیں زندگی دیتا ہے اور قیامت کے دن بھی مُردوں کو زندہ فرمائے گا اور وہ دنیا میں زندوں کو موت دیتا ہے اور وہ ہر ممکن چیز پر قادر ہے۔ (1)

هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ ۚ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہی اوّل وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی اول اور آخر اور ظاہر اور باطن ہے اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔

﴿هُوَ الْاَوَّلُ: وہی اول۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی پانچ صفات بیان ہوئی ہیں۔

پہلی صفت: وہی اول ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے ہر چیز سے پہلے ہے کہ وہ اس وقت بھی تھا جب کسی چیز کا وجود نہ تھا، اس کے لئے کوئی ابتداء نہیں۔

دوسری صفت: وہی آخر ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کے ہلاک اور فنا ہونے کے بعد رہنے والا ہے کہ سب فنا ہو جائیں گے اور وہ ہمیشہ رہے گا، اس کے لئے کوئی انتہا نہیں۔

تیسری صفت: وہی ظاہر ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دلائل و براہین سے ایسا ظاہر ہے کہ ذرے ذرے میں اس کے وجود پر دلالت کرنے والے دلائل موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ظاہر ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ ہر چیز پر غالب ہے۔

---

1 ……روح البیان، الحدید، تحت الآیۃ: ۲، ۹/۳۴۶، خازن، الحدید، تحت الآیۃ: ۲، ۴/۲۲۶، جلالین، الحدید، تحت الآیۃ: ۲، ص۴۴۸، ملتقطاً.

چوتھی صفت: وہی باطن ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ حواس اللہ تعالیٰ کا اِدراک کرنے سے عاجز ہیں اور اس کی ذات ایسی پوشیدہ ہے کہ عقل کی اس تک رسائی نہیں اور یہ پوشیدگی دنیا اور آخرت دونوں میں ہے۔

پانچویں صفت: وہی ہمیشہ سے ہمیشہ تک ہر شے کو ہر طرح سے جانتا ہے۔[1]

نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بھی اول، آخر، ظاہر اور باطن ہیں

حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے سیرت کے موضوع پر اپنی مشہور کتاب ''مدارج النُّبوۃ'' کے خطبے میں ذکر کیا ہے کہ یہ پانچوں صفات حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بھی ہیں۔ ان کا ذکر کردہ کلام بعض مقامات پر کچھ تبدیلی کے ساتھ پیشِ خدمت ہے۔

سیّدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اوّل بھی ہیں، آخر بھی ہیں، ظاہر بھی ہیں، باطن بھی ہیں اور سب کچھ جانتے بھی ہیں۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اَوّلِیَّت اس بنا پر ہے کہ موجودات کی تخلیق میں سب سے اول ہیں (جیسا کہ) حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اے جابر! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ، ''اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ'' **اللہ تعالیٰ** نے سب سے پہلے میرے نور کو وجود بخشا۔

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مرتبۂ نبوت میں بھی سب سے اول ہیں۔ حضرت عبداللہ بن شقیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، ایک شخص نے سیّدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سوال کیا کہ آپ کب سے نبی ہیں؟ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''میں اس وقت بھی نبی تھا جب حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام روح اور جسم کے درمیان تھے۔[2]

میثاق کے دن سب جہاں والوں سے پہلے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جواب دیا۔

قیامت کے دن جب زمین شق ہوگی تو سب سے پہلے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کیلئے زمین شق ہوگی۔

---

1 ......روح البیان، الحدید، تحت الآیة: ٣، ٩/٣٤٦، خازن، الحدید، تحت الآیة: ٣، ٤/٢٢٦، جلالین، الحدید، تحت الآیة: ٣، ص٤٤٨-٤٤٩، ملتقطاً۔

2 ......مصنف ابن ابی شیبه، کتاب المغازی، ماجاء فی مبعث النبیّ صلی اللّٰہ علیه وسلم، ٨/٤٣٨، الحدیث: ١.

شفاعت کا دروازہ سب سے پہلے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے کھلے گا۔

جنت میں سب سے پہلے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ داخل ہوں گے۔

اس اَوَّلِیَّت کے باوجود بِعْثَت ورسالت میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سب سے آخر ہیں۔ کتابوں میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر نازل ہونے والی کتاب قرآنِ کریم اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا دین سب سے آخری ہے۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ظاہر سے مراد یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہی کے اَنوار نے پورے آفاق کو گھیر رکھا ہے جس سے سارا جہان روشن ہے، مخلوق میں سے کسی کا ظہور آپ کے ظہور کی مانند اور کسی کا نور آپ کے نور کے ہم پلہ نہیں اور باطن سے مراد آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وہ اَسرار ہیں جن کی حقیقت کا اِدراک مخلوق کے لئے ناممکن ہے اور دور و نزدیک کے لوگ آپ کے جمال اور کمال میں کھو کر رہ گئے۔

اور آخر میں فرماتے ہیں کہ "وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ" کا ارشاد بلاشبہ حضور اِکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے (بھی) ہے کیونکہ "وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ" (یعنی اور ہر علم والے سے اوپر علم والا ہے) کی صفات آپ ہی میں موجود ہیں۔ (1)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

نمازِ اقصیٰ میں تھا یہی سِرّ عیاں ہوں معنیٔ اوّل آخر   کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ؕ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ

(1)......مدارج النبوہ، حصہ اول، ص ۲، ملتقطاً۔

وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۴﴾ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں پیدا کئے پھر عرش پر استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے جانتا ہے جو زمین کے اندر جاتا ہے اور جو اس سے باہر نکلتا ہے اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم کہیں ہو اور اللّٰہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ اسی کی ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت اور اللّٰہ ہی کی طرف سب کاموں کی رجوع۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں پیدا کیے پھر عرش پر استوا فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے، وہ جانتا ہے جو کچھ زمین کے اندر جاتا ہے اور جو کچھ اس سے باہر نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو اور اللّٰہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی سلطنت اسی کیلئے ہے اور اللّٰہ ہی کی طرف سب کاموں کو لوٹایا جاتا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ: وہی ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں پیدا کیے۔﴾ یہاں سے اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور علم کے بارے میں بیان فرمایا، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ وہی ہے جس نے آسمان اور زمین دنیا کے اَیّام کے حساب سے چھ دن میں پیدا کئے۔ حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ اگر اللّٰہ تعالیٰ چاہتا تو پلک جھپکنے میں زمین و آسمان پیدا کر دیتا لیکن اس کی حکمت کا یہی تقاضا ہوا کہ چھ دن کو اصل بنائے اور ان پر مدار رکھے۔ اور ارشاد فرمایا کہ پھر اللّٰہ تعالیٰ نے عرش پر اِستواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے، جو کچھ زمین کے اندر جاتا ہے خواہ وہ دانہ ہو یا پانی کا قطرہ، خزانہ ہو یا مردہ، اور جو کچھ اس سے باہر نکلتا ہے خواہ وہ نباتات ہو یا دھات یا اور کوئی چیز اور جو کچھ آسمان سے اُترتا ہے جیسے رحمت و عذاب، فرشتے اور بارش اور جو کچھ آسمان میں چڑھتا ہے جیسے اَعمال اور دعائیں، ان سب کو اللّٰہ تعالیٰ جانتا ہے اور وہ عام طور پر اپنے علم و قدرت کے ساتھ اور خاص طور پر

اپنے فضل و رحمت کے ساتھ تمہارے ساتھ ہے چاہے تم جہاں بھی ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے کام دیکھ رہا ہے تو وہ قیامت کے دن تمہیں تمہارے اعمال کے مطابق جزا دے گا۔[1]

اس آیت میں غفلت کی نیند سونے والوں اور گناہوں میں مصروف لوگوں کے لئے بڑی نصیحت ہے، انہیں چاہئے کہ اپنی غفلت کی نیند سے بیدار ہو جائیں اور گناہ کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور اس سے حیا کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ان کے اعمال معلوم ہیں اور وہ ان کا ہر کام دیکھ رہا ہے اور یہ جہاں بھی چلے جائیں اور جو حیلہ اور تدبیر اپنا لیں، مگر کسی جگہ اور کسی صورت اللہ تعالیٰ سے چھپ نہیں سکتے اور وہ ان کے اعمال کے مطابق انہیں جزا اور سزا دینے پر قدرت بھی رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا خوف نصیب فرمائے اور گناہوں سے بچنے اور نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۭ وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۶

ترجمۂ کنزالایمان: رات کو دن کے حصّے میں لاتا ہے اور دن کو رات کے حصّے میں لاتا ہے اور وہ دلوں کی جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور وہ دلوں کی بات جاننے والا ہے۔

﴿يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ: رات کو دن میں داخل کرتا ہے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ (کسی موسم میں) رات کی مقدار کم کر کے اور دن کی مقدار بڑھا کر رات کے کچھ حصے کو دن میں داخل کرتا ہے اور (کسی موسم میں) دن کی مقدار کم کر کے اور رات کی مقدار بڑھا کر دن کے کچھ حصے کو رات میں داخل کرتا ہے اور وہ دِل کے عقیدے اور قلبی اَسرار سب کو جانتا ہے۔[2]

1 ......مدارك، الحديد، تحت الآية: ٤، ص١٢٠٧، جلالين، الحديد، تحت الآية: ٤، ص٤٤٩، ملتقطاً.

2 ......جلالين، الحديد، تحت الآية: ٦، ص٤٤٩، ملخصاً.

نوٹ: رات اور دن میں کمی زیادتی کا بیان اس سے پہلے سورہ اٰلِ عمران، سورہ حج، سورۂ لقمان اور سورۂ فاطر میں گزر چکا ہے، یہاں ایک بار پھر ذکر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں غور و فکر کریں اور اس کی وحدانیت پر ایمان لائیں۔

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْهِ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ اَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِیْرٌ ﴿۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی راہ میں کچھ وہ خرچ کرو جس میں تمہیں اَوروں کا جانشین کیا تو جو تم میں ایمان لائے اور اس کی راہ میں خرچ کیا اُن کے لیے بڑا ثواب ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی راہ میں اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اللہ نے تمہیں دوسروں کا جانشین بنایا ہے تو تم میں جو ایمان لائے اور انہوں نے خرچ کیا ان کے لیے بڑا ثواب ہے۔

﴿ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ: **اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔** ﴾ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرنے والی مختلف چیزیں بیان کرنے کے بعد اب بندوں کو ایمان قبول کرنے، محبتِ دنیا کو چھوڑ دینے اور نیک کاموں میں مال خرچ کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اس آیت کی **ایک تفسیر** یہ ہے کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کر کے اور جن چیزوں کو نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں اُن میں اِن کی تصدیق کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور ان کی پیروی کرو اور جو مال اس وقت تمہارے قبضے میں ہے، تم وراثت کے طور پر اس میں دوسروں کے جانشین بنے ہو اور عنقریب یہ تمہارے بعد والوں کی طرف منتقل ہو جائے گا لہٰذا تم پہلے لوگوں سے نصیحت حاصل کرو اور اس مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے بخل نہ کرو، اور تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنا مال اسی طرح خرچ کیا جیسے انہیں حکم دیا گیا تھا تو اس بنا پر ان کے لئے بڑا ثواب ہے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور جو مال تمہارے قبضے میں ہے یہ

سب اللہ تعالیٰ کے ہیں، اس نے تمہیں نفع اُٹھانے کے لئے دے دیئے ہیں، تم حقیقی طور پران کے مالک نہیں بلکہ نائب اور وکیل کی طرح ہو، انہیں راہِ خدا میں خرچ کرو اور جس طرح نائب اور وکیل کو مالک کے حکم سے خرچ کرنے میں کوئی تأمُّل نہیں ہوتا تو تمہیں بھی کوئی تأمُّل وتَرَدُّد نہ ہو۔ اور تم میں سے جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کیا ان کے لیے بڑا ثواب ہے۔ (1)

وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۸

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہیں کیا ہے کہ اللہ پر ایمان نہ لاؤ حالانکہ یہ رسول تمہیں بلا رہے ہیں کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ اور بیشک وہ تم سے پہلے ہی عہد لے چکا ہے اگر تمہیں یقین ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (اے لوگو!) تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہ لاؤ حالانکہ رسول تمہیں بلا رہے ہیں کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ اور بیشک اللہ تم سے عہد لے چکا ہے۔ اگر تم یقین رکھتے ہو۔

﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ: اور تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہ لاؤ۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لا رہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے رسول تمہیں بلا رہے ہیں کہ تم اپنے رب تعالیٰ کی وحدانیّت کا اقرار کر کے اس پر ایمان لاؤ اور وہ تمہارے سامنے (اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور اپنی رسالت کی) دلیلیں پیش کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی کتاب سنا رہے ہیں، اب تمہیں ایمان قبول کرنے سے کیا عذر ہو سکتا ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ تم سے اس وقت عہد لے چکا ہے جب اس نے تمہیں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پشت سے نکالا تھا کہ اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اگر تم اس عہد پر یقین رکھتے ہو تو ایمان لے آؤ۔ (2)

---

1 ......صاوی، الحدید، تحت الآیۃ: ۷، ۶/۲۱۰۲-۲۱۰۳، تفسیر طبری، الحدید، تحت الآیۃ: ۷، ۱۱/۶۷۱-۶۷۲، روح البیان، الحدید، تحت الآیۃ: ۷، ۹/۳۵۳-۳۵۴، ملتقطاً۔

2 ......تفسیر طبری، الحدید، تحت الآیۃ: ۸، ۱۱/۶۷۲، خازن، الحدید، تحت الآیۃ: ۸، ۴/۲۲۷، ملتقطاً۔

هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِؕ-وَ اِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ(۹)

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے کہ اپنے بندہ پر روشن آیتیں اُتارتا ہے کہ تمہیں اندھیریوں سے اُجالے کی طرف لے جائے اور بیشک اللّٰہ تم پر ضرور مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی ہے جو اپنے بندہ پر روشن آیتیں اتارتا ہے تا کہ تمہیں اندھیروں سے نور کی طرف لے جائے اور بیشک اللّٰہ تم پر ضرور مہربان رحمت والا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ: وہی ہے جو اپنے بندہ پر روشن آیتیں اتارتا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللّٰہ تعالٰی وہی ہے جو حضرت جبریل کے واسطے سے اپنے بندے محمد مصطفٰی صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ پر حکم اور مُمانعت، حلال اور حرام کے اَحکام پر مشتمل روشن آیتیں اتارتا ہے تا کہ اے میرے نبی صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی امت! یہ رسول صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تمہیں کفر، شرک، شک، جہالت اور مخالفت کے اندھیروں سے ایمان، توحید، یقین، علم اور مُوافقت کے نور کی طرف لے جائیں اور بیشک اللّٰہ تعالٰی تم پر ضرور مہربان اور رحمت والا ہے کہ اس نے تمہاری طرف اپنے حبیب صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو بھیجا اور ان پر قرآنِ پاک کی آیات نازل فرمائیں۔ (1)

یہی مضمون ایک دوسری آیت میں بیان ہوا ہے

الٓرٰ- كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ﳔ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ ایک کتاب ہے جو ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تا کہ تم لوگوں کو ان کے رب کے حکم سے اندھیروں سے اجالے کی طرف، اس (اللّٰہ) کے راستے کی طرف نکالو جو عزت والا، سب خوبیوں والا ہے۔

(1) روح البیان، الحدید، تحت الآیۃ: ۹، ۹/۳۵۵.

(2) ابراھیم: ۱.

وَ مَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَؕ اُولٰٓىٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْاؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰىؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ۠ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہیں کیا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو حالانکہ آسمانوں اور زمین سب کا وارث اللہ ہی ہے تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتحِ مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں اُن سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو حالانکہ آسمانوں اور زمین سب کا وارث اللہ ہی ہے۔ تم میں فتح سے پہلے خرچ کرنے والے اور جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں، وہ بعد میں خرچ کرنے والوں اور لڑنے والوں سے مرتبے میں بڑے ہیں اور ان سب سے اللہ نے سب سے اچھی چیز کا وعدہ فرمالیا ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

﴿ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ: اور تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو۔ ﴾ یعنی تم کس وجہ سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کررہے حالانکہ آسمانوں اور زمین سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے وہی ہمیشہ رہنے والا ہے جبکہ تم ہلاک ہو جاؤ گے اور تمہارے مال اسی کی مِلکیّت میں رہ جائیں گے اور تمہیں خرچ نہ کرنے کی صورت میں ثواب بھی نہ ملے گا، تمہارے لئے بہتر یہ ہے کہ تم اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کردو تاکہ اس کے بدلے ثواب تو پاسکو۔[1]

[1] ......خازن، الحدید، تحت الآیة: ١٠، ٢٢٨/٤.

قرآن وحدیث میں بکثرت مقامات پر راہِ خدا میں خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ یُّوَفَّ اِلَیْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم جو اچھی چیز خرچ کرو تو وہ تمہارے لئے ہی فائدہ مند ہے اور تم اللّٰہ کی خوشنودی چاہنے کیلئے ہی خرچ کرو اور جو مال تم خرچ کرو گے وہ تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تم پر کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی۔

اور ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً یَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿۲۹﴾ لِیُوَفِّیَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَیَزِیْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جو اللّٰہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو ہرگز تباہ نہیں ہوگی۔ تاکہ اللّٰہ انہیں ان کے ثواب بھرپور دے اور اپنے فضل سے اور زیادہ عطا کرے بیشک وہ بخشنے والا، قدر فرمانے والا ہے۔

اور حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اے ابنِ آدم! اگر تم اپنا ضرورت سے زائد مال خرچ کر دو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر تم اسے روکے رکھو گے تو یہ تمہارے حق میں برا ہے اور تمہیں اتنے مال پر ملامت نہ کی جائے گی جو تمہیں قناعت کی صورت میں لوگوں کی محتاجی سے

1 ...... بقرہ: ۲۷۲.
2 ...... فاطر: ۲۹، ۳۰.

محفوظ رکھے اور اپنے خرچ کی ابتدا اپنے زیرِ کفالت لوگوں سے کرو اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ [1]

اور حضرت ابوذر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس وقت کعبہ کے سائے میں تشریف فرما تھے۔ جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھے دیکھا تو فرمایا ''ربِ کعبہ کی قسم! وہی لوگ خسارے میں ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیٹھ گیا لیکن ابھی ٹھیک سے بیٹھ نہ پایا تھا کہ اٹھ کھڑا ہوا اور عرض کی ''یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میرے ماں باپ آپ پر قربان! کون سے لوگ خسارے میں ہیں؟ ارشاد فرمایا ''وہ لوگ جو بڑے سرمایہ دار ہیں البتہ ان میں سے جو اِدھر اُدھر، آگے پیچھے، دائیں بائیں (راہِ خدا میں) خرچ کرتے ہیں (وہ خسارے میں نہیں) لیکن ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں۔ [2]

﴿ **لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ:** تم میں فتح سے پہلے خرچ کرنے والے اور جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی فضیلت بیان فرمائی ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنے میں سبقت کی، چنانچہ ارشاد فرمایا ''اے میرے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابہ! مکہ کی فتح سے پہلے جب کہ مسلمان کم اور کمزور تھے، اس وقت جنہوں نے خرچ کیا اور جہاد کیا وہ فضیلت میں دوسروں کے برابر نہیں اور وہ فتحِ مکہ کے بعد خرچ کرنے والوں اور لڑنے والوں سے درجے کے اعتبار سے بڑے ہیں اور فتح سے پہلے خرچ کرنے والوں سے بھی اور فتح کے بعد خرچ کرنے والوں سے بھی اللہ تعالیٰ نے سب سے اچھی چیز یعنی جنت کا وعدہ فرمالیا ہے البتہ جنت میں ان کے درجات میں فرق ہے کہ فتحِ مکہ سے پہلے خرچ کرنے والوں کا درجہ بعد میں خرچ کرنے والوں سے اعلیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

آیت کے اس حصے ''**اُولٰٓىٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً**'' سے معلوم ہوا کہ مہاجرین اور انصار صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی عظمت اور ان کا مقام دیگر صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے بہت بلند ہے۔ انہیں میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ بھی شامل ہیں اور ان کی عظمت کی گواہی خود

1 ......مسلم، كتاب الزكاة، باب بيان ان اليد العليا خير من اليد السفلى... الخ، ص٥١٥، الحديث: ٩٧(١٠٣٦).

2 ......مسلم ، كتاب الزكاة، باب تغليظ عقوبة من لا يؤدى الزكاة، ص٤٩٥، الحديث: ٣٠(٩٩٠).

اللّٰہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں دے رہا ہے۔اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو ان کی شان میں زبانِ طعن دراز کرتے اور انہیں برے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’میرے صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو برا بھلا نہ کہو کیونکہ (ان کی شان یہ ہے کہ) تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کردے تو وہ صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ میں سے کسی کے ایک مُد بلکہ اس کے نصف (خیرات کرنے) تک نہیں پہنچ سکتا۔[1]

حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شان

یہاں حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شان کے بارے میں ایک انتہائی ایمان افروز واقعہ ملاحظہ فرمائیں، چنانچہ حضرت عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ہم تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر تھے اور ان کے پاس حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی حاضر تھے اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک عباء (یعنی پاؤں تک لمبا کوٹ) پہنے ہوئے تھے اور اسے آگے سے باندھا ہوا تھا۔اس وقت حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نازل ہوئے اور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے سلام پیش کیا اور عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ کیا بات ہے کہ میں حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اس حال میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ ایک ایسی عباء (یعنی پاؤں تک لمبا کوٹ) پہنے ہوئے ہیں جسے سامنے سے کانٹوں کے ساتھ جوڑا ہوا ہے۔رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اے جبریل! عَلَیْہِ السَّلَام، (ان کی یہ حالت اس لئے ہے کہ) انہوں نے اپنا سارا مال مجھ پر خرچ کر دیا تھا۔حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: آپ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سلام پیش کیجئے اور ان سے فرمایئے کہ اللّٰہ تعالیٰ آپ سے فرما رہا ہے کہ تم اپنے اس فقر پر مجھ سے راضی ہو یا ناراض۔حضورِ پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی طرف توجہ فرمائی اور ارشاد فرمایا: اے ابوبکر! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام تمہیں اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے سلام پیش کررہے ہیں اور اللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اپنے اس فقر میں مجھ سے راضی ہو یا ناراض۔(یہ سن کر) حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور عرض کرنے لگے: کیا میں اپنے رب تعالیٰ سے ناراض ہوسکتا ہوں،

1 ......بخاري، كتاب فضائل اصحاب النبي، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم... الخ، ٥٢٢/٢، الحديث: ٣٦٧٣.

میں اپنے رب سے راضی ہوں، میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ (1)

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَ لَهٗۤ اَجْرٌ كَرِیْمٌ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کون ہے جو اللّٰہ کو قرض دے اچھا قرض تو وہ اس کے لیے دونے کرے اور اس کو عزت کا ثواب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کون ہے جو اللّٰہ کو اچھا قرض دے تو اللّٰہ اس کیلئے اس کو کئی گنا بڑھا دے گا اور اس کیلئے اچھا اجر ہے۔

﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا: کون ہے جو اللّٰہ کو اچھا قرض دے۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے تاکید کے ساتھ لوگوں کو مسلمانوں کی حمایت میں، کفار کے ساتھ جہاد کرنے میں اور فقیر ومحتاج مسلمانوں کی مدد کرنے میں اپنا مال خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ کون ہے جو خوش دلی کے ساتھ اپنا مال راہِ خدا میں خرچ کرے تا کہ اللّٰہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کے خرچ کرنے کا ثواب اسے کئی گُنا تک بڑھا کر دے اور اس اضافے کے ساتھ ساتھ اس کے لئے اچھا اجر ہے اور اسے اس کے اعمال کا ثواب اللّٰہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی بارگاہ میں قبولیت کے ساتھ دیا جائے گا۔

یہاں آیت میں اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کو قرض سے اس طور پر تعبیر فرمایا گیا ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اپنی راہ میں خرچ کرنے پر جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ (2)

راہِ خدا میں خرچ کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے اور اس کا ثواب بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

1 ......حلیة الاولیاء، سفیان الثوری، ۷/۱۱۵، الحدیث: ۹۸۴۵.

2 ......تفسیر کبیر، الحدید، تحت الآیة: ۱۱، ۱۰/۴۵٤، مدارك، الحدید، تحت الآیة: ۱۱، ص۱۲۰۸، جلالین مع صاوی، الحدید، تحت الآیة: ۱۱، ٦/۲۱۰۵، ملتقطاً.

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِیْرَةًؕ وَ اللّٰهُ یَقْبِضُ وَ یَبْصُۜطُ۪ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہے کوئی جو اللہ کو اچھا قرض دے تو اللہ اس کے لئے اس قرض کو بہت گنا بڑھا دے اور اللہ تنگی دیتا ہے اور وسعت دیتا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

اور ارشاد فرمایا:

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍؕ وَ اللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانے کی طرح ہے جس نے سات بالیاں اگائیں، ہر بالی میں سو دانے ہیں اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لئے چاہے اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے معاملے میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کے جذبے کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''جب یہ آیت ''مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا'' نازل ہوئی تو حضرت ابو دحداح انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہم قرض دیں؟ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''ہاں اے ابو دحداح! حضرت ابو دحداح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اپنا دستِ اقدس مجھے دکھائیے، حضرت ابو دحداح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دستِ اقدس تھام کر عرض کی: میں نے اپنا باغ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں بطورِ قرض پیش کر دیا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''ان کے باغ میں 600 کھجور کے درخت تھے اور اُمِّ دحداح اور ان کے بچے بھی اسی میں رہتے تھے، حضرت ابو دحداح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ آئے اور انہوں نے پکارا: اے اُمِّ دحداح! انہوں نے عرض کی: لبیک میں حاضر ہوں، حضرت ابو دحداح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے

1 ……بقرہ: ٢٤٥.
2 ……بقرہ: ٢٦١.

فرمایا: آپ اس باغ سے نکل چلیں کیونکہ میں نے اس باغ کو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں بطورِ قرض پیش کر دیا ہے۔[1]

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن تم ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھو گے کہ اُن کا نور ان کے آگے اور ان کے دہنے دوڑتا ہے ان سے فرمایا جارہا ہے کہ آج تمہاری سب سے زیادہ خوشی کی بات وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہیں تم اُن میں ہمیشہ رہو یہی بڑی کامیابی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن تم مومن مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں جانب دوڑ رہا ہے (فرمایا جائے گا کہ) آج تمہاری سب سے زیادہ خوشی کی بات وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں تم ان میں ہمیشہ رہو، یہی بڑی کامیابی ہے۔

﴾يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ: جس دن تم مومن مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھو گے۔﴿ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے بارے میں خبر دی کہ قیامت کے دن تم مومن مَردوں اور ایمان والی عورتوں کو پل صراط پر اس حال میں دیکھو گے کہ ان کے ایمان اور بندگی کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں جانب دوڑ رہا ہے اور وہ نور جنت کی طرف اُن کی رہنمائی کر رہا ہے اور (پل صراط سے گزر جانے کے بعد) ان سے فرمایا جائے گا کہ آج تمہاری سب سے زیادہ خوشی کی بات وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، تم ان میں ہمیشہ رہو گے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔[2]

1 ......شعب الايمان ، باب الثاني والعشرين من شعب الايمان ... الخ، فصل فی الاختيار فی صدقة التطوّع ... الخ، ٣/٢٤٩، الحديث: ٣٤٥٢.

2 ......مدارك، الحديد، تحت الآية: ١٢، ص١٢٠٨-١٢٠٩، خازن، الحديد، تحت الآية: ١٢، ٤/٢٢٨-٢٢٩، ملتقطاً.

اسی نور کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًاؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ یُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُۙ یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗۚ نُوْرُهُمْ یَسْعٰى بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ بِاَیْمَانِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَ اغْفِرْ لَنَاۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (1)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جس کے بعد گناہ کی طرف لوٹنا نہ ہو، قریب ہے کہ تمہارا رب تمہاری برائیاں تم سے مٹادے اور تمہیں ان باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں رواں ہیں جس دن اللہ نبی اور ان کے ساتھ کے ایمان والوں کو رسوا نہ کرے گا، ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں دوڑتا ہوگا، وہ عرض کریں گے، اے ہمارے رب! ہمارے لیے ہمارا نور پورا کردے اور ہمیں بخش دے، بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "**یَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ**" کے بارے میں فرماتے ہیں "ایمان والوں کو ان کے اعمال کے مطابق نور عطا کیا جائے گا (جس کی روشنی میں وہ پل صراط پار کریں گے، حتّٰی کہ) ان میں سے بعض مومن ایسے ہوں گے جن کا نور پہاڑ کی مانند ہوگا اور بعض مومن ایسے ہوں گے جن کا نور کھجور کے درخت کی مثل ہوگا اور ان میں سے سب سے کم نور اس شخص کا ہوگا جس کا نور اس کے انگوٹھے پر ہوگا جو کہ کبھی روشن ہوگا اور کبھی بجھ جائے گا۔ (2)

یَوْمَ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْۚ قِیْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًاؕ فَضُرِبَ بَیْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌؕ بَاطِنُهٗ فِیْهِ الرَّحْمَةُ وَ ظَاهِرُهٗ

1 ...... تحریم: ۸۔

2 ...... مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزھد، کلام ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ۸/۱۶۴، الحدیث: ۴۳۔

مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے کہ ہمیں ایک نگاہ دیکھو ہم تمہارے نور سے کچھ حصہ لیں کہا جائے گا اپنے پیچھے لوٹو وہاں نور ڈھونڈو وہ لوٹیں گے جبھی ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہے اس کے اندر کی طرف رحمت اور اس کے باہر کی طرف عذاب۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے کہ ہم پر نظر کردو تاکہ ہم تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں، کہا جائے گا: تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ تو وہاں نور ڈھونڈو، جبھی ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا جس کے اندر کی طرف رحمت اور اس کے باہر کی طرف عذاب ہوگا۔

﴿ یَوْمَ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے۔**﴾** یہاں سے منافقوں کے بارے خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن جب مسلمان بڑی تیزی کے ساتھ جنت کی طرف جارہے ہوں گے تو اس وقت منافق مرد اور منافقہ عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے کہ ’’ہم پر بھی ایک نظر کردو تاکہ ہم تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں اور اس روشنی میں ہم بھی تمہارے ساتھ چلیں۔ مومنوں کی طرف سے انہیں کہا جائے گا کہ تم جہاں سے آئے تھے وہیں لوٹ جاؤ اور وہاں نور ڈھونڈو۔ اس کے ایک معنی یہ ہیں کہ تم حساب کی جگہ کی طرف لوٹ جاؤ جہاں ہمیں نور دیا گیا ہے اور وہاں سے نور طلب کرو۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ تم ہمارا نور نہیں پاسکتے لہٰذا نور کی طلب کے لئے پیچھے لوٹ جاؤ۔ پھر وہ نور کی تلاش میں واپس ہوں گے اور کچھ نہ پائیں گے، دوبارہ مومنین کی طرف پھریں گے تو اس وقت ان مومنین اور منافقین کے درمیان ایک دیوار کھڑی کردی جائے گی اور اس میں ایک دروازہ ہوگا جس سے جنتی جنت میں چلے جائیں گے، اس دروازے کے اندر کی طرف جنت اور اس کے باہر کی طرف عذاب ہوگا۔ اس دیوار کے بارے میں بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہی اَعراف ہے۔ [1]

(1)......روح البیان، الحدید، تحت الآیۃ: ۱۳، ۹/۳۶۰-۳۶۲، مدارک، الحدید، تحت الآیۃ: ۱۳، ص۱۲۰۹، ملتقطاً۔

نوٹ: اس دیوار کے بارے میں مفسرین کے اور بھی اَقوال ہیں۔

يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: منافق مسلمانوں کو پکاریں گے کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے وہ کہیں گے کیوں نہیں مگر تم نے تو اپنی جانیں فتنہ میں ڈالیں اور مسلمانوں کی برائی تکتے اور شک رکھتے اور جھوٹی طمع نے تمہیں فریب دیا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ گیا اور تمہیں اللہ کے حکم پر اس بڑے فریبی نے مغرور رکھا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: منافق مسلمانوں کو پکاریں گے: کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں، مگر تم نے تو اپنی جانوں کو فتنے میں ڈالا اور (مسلمانوں کے نقصان کے) منتظر رہے اور شک میں پڑے رہے اور جھوٹی خواہشات نے تمہیں دھوکے میں ڈالے رکھا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ گیا اور بڑے فریبی نے تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکے میں ڈالے رکھا۔

﴿يُنَادُوْنَهُمْ: وہ مسلمانوں کو پکاریں گے۔﴾ اس آیت میں منافقین اور مومنین کے درمیان ہونے والے مکالمے کو بیان کیا گیا ہے، چنانچہ دیوار کھڑی ہو جانے اور عذاب کا مشاہدہ کرنے کے بعد منافق مسلمانوں کو اس دیوار کے پیچھے سے پکاریں گے اور کہیں گے کہ کیا دنیا میں ہم تمہارے ساتھ نمازیں نہیں پڑھتے تھے اور تمہارے ساتھ روزے نہیں رکھتے تھے؟ مومنین کہیں گے: کیوں نہیں، تم ظاہری طور پر ہمارے ساتھ ہی تھے لیکن تم نے تو منافقت اور کفر اختیار کر کے اپنی جانوں کو فتنے میں ڈالا اور گناہوں میں اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی میں لگے رہے اور مسلمانوں کے نقصان کے منتظر رہے اور دینِ اسلام کی حقانیت میں شک کرتے رہے اور جھوٹی خواہشات نے تمہیں دھوکے میں

ڈالے رکھا اور تم ان باطل امیدوں میں رہے کہ مسلمانوں پر مصائب آئیں گے تو وہ تباہ ہو جائیں گے یہاں تک کہ موت کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا اور بڑے فریبی شیطان نے تمہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکے میں ڈالے رکھا کہ اللہ تعالیٰ بڑا حلیم ہے، تم پر عذاب نہ کرے گا اور نہ مرنے کے بعد اُٹھنا ہے نہ حساب ہوگا، تم اس کے اس فریب میں آ گئے۔[1]

اس آیت میں بیان کی گئی منافقین کی صفات کو سامنے رکھتے ہوئے ہر مسلمان کو اپنی حالت پر غور کرنا چاہئے کہ ان میں سے کوئی صفت اس میں تو نہیں پائی جاتی، اگر پائی جاتی ہو تو فوراً اس سے چھٹکارا پانے کی کوشش کرے تاکہ وہ اُخروی رسوائی سے بچ سکے۔

فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ؕ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے اور نہ کھلے کافروں سے تمہارا ٹھکانہ آگ ہے وہ تمہاری رفیق ہے اور کیا ہی بُرا انجام۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ہی کھلے کافروں سے۔ تمہارا ٹھکانہ آگ ہے، وہ آگ ہی تمہاری ساتھی ہے اور کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

﴿فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ: تو آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے گا۔﴾ جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ منافقوں کو مسلمانوں سے ممتاز کر دے گا تو ارشاد فرمائے گا ”اے منافقو! آج تم سے کوئی فدیہ نہیں لیا جائے گا جسے دے کر تم اپنی جان کو عذاب سے بچا سکو اور نہ ہی کھلے کافروں سے فدیہ لیا جائے گا۔ تمہارا ٹھکانہ آگ ہے اور تم اس کے علاوہ کسی اور

---

1 ......روح البيان، الحديد، تحت الآية: ١٣، ٩/٣٦٢، خازن، الحديد، تحت الآية: ١٣، ٤/٢٢٩، مدارك، الحديد، تحت الآية: ١٣، ص١٢٠٩، ملتقطاً.

ٹھکانے کی طرف کبھی نہیں لوٹو گے، وہ آگ ہی تمہاری ساتھی ہے اور وہ آگ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ فدیہ نہ لئے جانے کا معنی یہ ہے کہ آج تم سے ایمان قبول کیا جائے گا اور نہ ہی توبہ قبول کی جائے گی۔ [1]

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَ لَا یَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ كَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ایمان والوں کو ابھی وہ وقت نہ آیا کہ اُن کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد اور اس حق کے لیے جو اترا اور ان جیسے نہ ہوں جن کو پہلے کتاب دی گئی پھر ان پر مدت دراز ہوئی تو ان کے دل سخت ہوگئے اور ان میں بہت فاسق ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا ایمان والوں کیلئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد اور اس حق کے لیے جھک جائیں جو نازل ہوا ہے اور مسلمان ان جیسے نہ ہوں جنہیں پہلے کتاب دی گئی پھر ان پر مدت دراز ہوگئی تو ان کے دل سخت ہوگئے اور ان میں بہت سے فاسق ہیں۔

﴿ اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا: کیا ایمان والوں کیلئے ابھی وہ وقت نہیں آیا۔﴾ اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ (اپنے دولت سرائے اقدس سے) باہر آئے اور مسجد میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے، وہ لوگ آپس میں ہنس رہے تھے۔ آپ ان کے پاس اس حال میں آئے کہ آپ کی چادر مبارک گھسٹ رہی تھی اور چہرۂ انور سرخ تھا۔ آپ نے (ان سے) ارشاد فرمایا ''تم ہنس رہے ہو حالانکہ ابھی تک تمہارے رب کی طرف سے امان نہیں آئی کہ اس نے

[1] ......تفسیر طبری، الحدید، تحت الآیۃ: ١٥، ١١/٦٨٠، روح البیان، الحدید، تحت الآیۃ: ١٥، ٩/٣٦٢-٣٦٣، خازن، الحدید، تحت الآیۃ: ١٥، ٤/٢٢٩، ملتقطاً۔

تمہیں بخش دیا ہے اور تمہارے ہنسنے پر یہ آیت نازل ہوئی ہے ” اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ “ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اس ہنسی کا کفارہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا اتنا ہی رونا۔ (1)

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے اور قرآن کی آیتیں پڑھی جائیں تو ان کے دل نرم پڑ جائیں۔

حضرت نافع رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا جب اس آیتِ مبارکہ ” اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ “ کی تلاوت کرتے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور اتنا روتے کہ آپ بے حال ہو جاتے۔ (2)

اور اسی آیتِ مبارکہ کو سن کر بہت سے لوگ اپنے گناہوں سے تائب ہوئے اور ولایت کی عظیم منازل پر فائز ہوئے، یہاں ہم اس کے دو واقعات ذکر کرتے ہیں۔

[illegible]

حضرت فضل بن موسیٰ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ” حضرت فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ (توبہ سے پہلے) ڈاکو تھے اور ” ابیورد “ اور ” سرخس “ کے درمیان ڈاکہ زنی کیا کرتے تھے، ان کی توبہ کا سبب یہ ہوا کہ انہیں ایک لونڈی سے عشق ہو گیا، ایک مرتبہ وہ اس کے پاس جانے کے لئے دیوار پر چڑھ رہے تھے کہ اس وقت کسی نے یہ آیت پڑھی ” اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ “ جونہی یہ آیت آپ نے سنی تو بے اختیار آپ کے منہ سے نکلا ” کیوں نہیں میرے پروردگار! اب اس کا وقت آ گیا ہے۔ چنانچہ آپ دیوار سے اتر پڑے اور رات کو ایک سنسان اور بے آباد کھنڈر نما مکان میں جا کر بیٹھ گئے۔ وہاں ایک قافلہ موجود تھا اور شرکائے قافلہ میں سے بعض کہہ رہے تھے کہ ہم سفر جاری رکھیں گے اور بعض نے کہا کہ صبح تک یہیں رک جاؤ کیونکہ فضیل بن عیاض ڈاکو اسی اَطراف میں رہتا ہے، کہیں وہ ہم پر حملہ نہ کر دے۔ آپ نے قافلے والوں کی باتیں سنیں تو غور کرنے لگے اور کہا: (افسوس) میں رات کے

1 ......در منثور، الحدید، تحت الآیۃ: ۱۶، ۵۷/۸.

2 ......ابن عساکر، عبد اللہ بن عمر بن الخطاب... الخ، ۱۲۷/۳۱.

وقت بھی گناہ کرتا ہوں اور (میرے گناہوں کی وجہ سے) مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ وہ یہاں مجھ سے خوفزدہ ہو رہے ہیں حالانکہ اللّٰہ تعالیٰ مجھے ان کے پاس اس حال میں لایا ہے کہ میں اب اپنے جرم سے رجوع کر چکا ہوں ، اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ ، میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور اب میں (ساری زندگی) کعبةُ اللّٰہ کی مجاوری میں گزاروں گا۔[1]

حضرت مالک بن دینار رَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ (توبہ سے پہلے) نشہ کے عادی تھے ، آپ کی توبہ کا سبب یہ بنا کہ آپ اپنی ایک بیٹی سے بہت محبت کیا کرتے تھے ، اس کا انتقال ہوا تو آپ نے شعبان کی پندرھویں رات خواب دیکھا کہ آپ کی قبر سے ایک بہت بڑا اژدھا نکل کر آپ کے پیچھے رینگنے لگا ہے ، آپ جب تیز چلنے لگتے تو وہ بھی تیز ہو جاتا ، پھر آپ ایک کمزور سن رسیدہ شخص کے قریب سے گزرے تو اس سے کہا ’’ مجھے اس اژدھے سے بچائیں۔ انہوں نے جواب دیا ’’ میں کمزور ہوں ، رفتار تیز کرلو شاید اس طرح اس سے نجات پاسکو۔ تو آپ مزید تیز چلنے لگے ، اژدھا پیچھے ہی تھا یہاں تک کہ آپ آگ کے ابلتے ہوئے گڑھوں کے پاس سے گزرے ، قریب تھا کہ آپ اس میں گر جاتے ، اتنے میں ایک آواز آئی : تو میرا اہل نہیں ہے۔ آپ چلتے رہے حتّٰی کہ ایک پہاڑ پر چڑھ گئے ، اس پر شامیانے اور سائبان لگے ہوئے تھے ، اچانک ایک آواز آئی : اس نا امید کو دشمن کے نرغے میں جانے سے پہلے ہی گھیر لو۔ تو بہت سے بچوں نے انہیں گھیر لیا جن میں آپ کی وہ بیٹی بھی تھی ، وہ آپ کے پاس آئی اور اپنا دایاں ہاتھ اس اژدھے کو مارا تو وہ بھاگ گیا اور پھر وہ آپ کی گود میں بیٹھ کر یہ آیت پڑھنے لگی : ’’ اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ‘‘ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی اس بیٹی سے پوچھا ’’ کیا تم (فوت ہونے والے) قرآن بھی پڑھتے ہو؟ تو اس نے جواب دیا : ’’ جی ہاں ! ہم آپ (یعنی زندہ لوگوں) سے زیادہ اس کی معرفت رکھتے ہیں۔ پھر آپ نے اس سے اس جگہ ٹھہرنے کا مقصد پوچھا تو اس نے بتایا : ’’ یہ بچے قیامت تک یہاں ٹھہر کر اپنے ان والدین کا انتظار کریں گے جنہوں نے انہیں آگے بھیجا ہے۔ پھر اس اژدھے کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا ’’ وہ آپ کا برا عمل ہے۔ پھر اس ضعیف العمر شخص کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا : ’’ وہ آپ کا نیک عمل ہے ، آپ نے اسے اتنا کمزور کر دیا ہے کہ اس میں آپ کے برے عمل کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں ، لہٰذا آپ اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کریں اور ہلاک ہونے سے

---

[1] ......شعب الایمان، السابع والاربعون من شعب الایمان... الخ، فصل فی محقرات الذنوب، ٥/٤٦٨، الحدیث: ٧٣١٦.

بچیں ۔پھر وہ بلندی پر چلی گئی جب آپ بیدار ہوئے تو اسی وقت سچی توبہ کر لی ۔[1]

﴿ وَلَا یَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ: اور مسلمان ان جیسے نہ ہوں جنہیں پہلے کتاب دی گئی ۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان یہودیوں اور عیسائیوں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا جنہیں ان سے پہلے کتاب (تورات اور انجیل) دی گئی، جب ان پر (ان کے اور ان کے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے درمیان کی) مدت دراز ہوگئی تو (ان کا حال یہ ہوا کہ) انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تبدیلی کر دی اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت حاصل کر لی اور اس کتاب کو اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا اور مختلف نظریات اور عجیب وغریب اَقوال کے درپے ہوئے اور دینِ الٰہی کے اَحکام پر لوگوں کے کہنے کے مطابق عمل کرنے لگے اور انہوں نے اپنے علماء اور راہبوں کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ اپنا رب مان لیا تو اس وقت ان کے دل سخت ہو گئے اور (اس سختی کی وجہ سے ان کا یہ حال ہوا کہ وہ) کسی نصیحت کو قبول کرتے ہیں اور نہ ہی جنت کی بشارت اور جہنم کی وعید سن کر ان کے دل نرم ہوتے ہیں ۔ان کے دل بھی فاسد اور اعمال بھی باطل ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّیْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَ جَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِیَةً ۚ یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَ نَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ان کے عہد توڑنے کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دل سخت کر دیئے ۔وہ اللہ کی باتوں کو ان کے مقامات سے بدل دیتے ہیں اور انہوں نے ان نصیحتوں کا بڑا حصہ بھلا دیا جو انہیں کی گئی تھیں ۔

یعنی، ان کے دلوں میں فساد آ چکا تھا جس کی وجہ سے وہ سخت ہو گئے تھے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تحریف کرنا ان کی فطرتِ ثانیہ بن چکی تھی، انہوں نے وہ کام کرنے چھوڑ دیئے جن کے کرنے کا انہیں حکم دیا گیا تھا اور ان کاموں کو کرنے لگ گئے جنہیں کرنے سے انہیں منع کیا گیا تھا، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اُمورِ اصلیہ اور فرعیہ (یعنی عقائد و اَحکام) میں سے کسی ایک چیز میں بھی ان کی مشابہت کرنے سے منع فرمایا ہے ۔[3]

اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو سامنے رکھتے ہوئے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو اپنی صورت اور سیرت

---

1 ......روض الرياحين، الفصل الثاني في اثبات كرامات الاولياء، الحكاية الحادية والخمسون بعد المئة، ص۱۷۳ .

2 ......مائدہ:۱۳ .

3 ......ابن كثير، الحديد، تحت الآية: ۱۶، ۸/۵۳ .

یہودیوں اور عیسائیوں جیسی بناتے اور اس پر فخر محسوس کرتے ہیں اور ان لوگوں کو بھی نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو مسلمان کہلانے کے باوجود مسلمانوں کو یہودی اور عیسائی نظریات اور ان کے طور طریقے اپنانے کی کسی بھی انداز میں ترغیب دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے، اٰمین۔

اِعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَاؕ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جان لو کہ اللہ زمین کو زندہ کرتا ہے اس کے مرے پیچھے بے شک ہم نے تمہارے لیے نشانیاں بیان فرمادیں کہ تمہیں سمجھ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جان لو کہ اللہ زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے بیشک ہم نے تمہارے لیے نشانیاں بیان فرمادیں تا کہ تم سمجھو۔

﴿ اِعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا: جان لو کہ اللہ زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے۔﴾ یعنی اے لوگو! تم جان لو کہ زمین کے خشک ہوجانے کے بعد اللہ تعالیٰ بارش برسا کر اور سبزہ اگا کر زمین کو زندہ کرتا ہے اور ایسے ہی دِلوں کو سخت ہوجانے کے بعد نرم کرتا ہے اور انہیں علم و حکمت سے زندگی عطا فرماتا ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا ''یہ ذکر کے دِلوں میں اثر کرنے کی ایک مثال ہے کہ جس طرح بارش سے زمین کو زندگی حاصل ہوتی ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دِل زندہ ہوتے ہیں۔ [1]

دل کی سختی کے اسباب اور اس کی علامات

یاد رہے کہ دل کی نرمی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اور دل کی سختی بہت بڑی آفت ہے کیونکہ دل کی سختی کا انجام یہ ہوتا ہے کہ اس میں وعظ و نصیحت اثر نہیں کرتا، انسان کبھی اپنے سابقہ گناہوں کو یاد کر کے نہیں روتا اور اللہ تعالیٰ کی

[1] ......خازن، الحدید، تحت الآیة: ١٧، ٤/٢٣٠، مدارك، الحدید، تحت الآیة: ١٧، ص ١٢١٠، ملتقطاً.

آیات میں غور وفکر نہیں کرتا۔ دل کی سختی کے مختلف اَسباب اور علامات ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

(1)......اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غفلت برتنا۔

(2)......قرآنِ پاک کی تلاوت نہ کرنا۔

(3)......موت کو یاد نہ کرنا۔

(4)......بیکار باتیں زیادہ کرنا۔

(5)......فحش گوئی کرنا۔

اب ان سے متعلق 6 اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)......حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے۔ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اس کی مثال جو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرے اور جو نہ کرے زندہ اور مردہ کی سی ہے۔''(1)

(2)......حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے۔ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس گھر میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے اور جس گھر میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا جائے ان کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے۔''(2)

(3)......حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر زیادہ باتیں (یعنی بیکار باتیں) نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ زیادہ باتیں دل کی سختی ہے اور لوگوں میں اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ دور سخت دل والا ہے۔''(3)

(4)......حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''یہ دل ایسے زنگ آلود ہوتے رہتے ہیں جیسے لوہا پانی لگنے سے زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ عرض کی گئی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ان دلوں کی صفائی کس چیز سے ہوگی؟ ارشاد فرمایا ''موت کو زیادہ یاد کرنے سے اور قرآنِ

---

1 ......بخاری، کتاب الدعوات، باب فضل ذکر اللّٰہ عزوجل، ٤/٢٢٠، الحدیث: ٦٤٠٧.

2 ......مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب صلاۃ النافلۃ... الخ، ص٣٩٣، الحدیث: ٢١١(٧٧٩).

3 ...... ترمذی، کتاب الزھد، ٦٢-باب منہ، ٤/١٨٤، الحدیث: ٢٤١٩.

کریم کی تلاوت کرنے سے۔[1]

(5)......حضرت ربیع بن انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''دنیا سے بے رغبت ہونے اور آخرت کی طرف راغب ہونے کے لئے موت کو یاد کرنا کافی ہے۔[2]

(6)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''شرم وحیا ایمان سے ہے اور ایمان جنت میں ہے اور فحش گوئی سخت دلی سے ہے اور سخت دلی آگ میں ہے۔[3]

اللّٰہ تعالٰی ہمیں دل کی سختی سے محفوظ فرمائے اور دل کی نرمی عطا فرمائے، اٰمین۔

﴿قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ: بیشک ہم نے تمہارے لیے نشانیاں بیان فرمادیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! بیشک ہم نے تمہارے لیے اپنی وحدانیَّت اور قدرت پر دلالت کرنے والی نشانیاں بیان فرمادیں تاکہ تم ان سے اللّٰہ تعالٰی کی قدرت کو سمجھو اور ان نشانیوں کے تقاضوں کے مطابق عمل کرکے دنیا وآخرت میں کامیاب ہو جاؤ۔[4]

اِنَّ الْمُصَّدِّقِیْنَ وَ الْمُصَّدِّقٰتِ وَ اَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعَفُ لَهُمْ وَ لَهُمْ اَجْرٌ كَرِیْمٌ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور وہ جنہوں نے اللّٰہ کو اچھا قرض دیا ان کے دُونے ہیں اور ان کے لیے عزت کا ثواب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور وہ جنہوں نے اللّٰہ کو اچھا قرض دیا ان کیلئے کئی گنا بڑھا دیا جائے گا اور ان کے لیے عزت کا ثواب ہے۔

---

1 ......شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان... الخ، فصل فی ادمان تلاوۃ القرآن، ۲/۳۵۲، الحدیث: ۲۰۱۴.

2 ......شعب الایمان، الحادی والسبعون من شعب الایمان... الخ، ۷/۳۵۲، الحدیث: ۱۰۵۵۴.

3 ......ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی الحیاء، ۳/۴۰۶، الحدیث: ۲۰۱۶.

4 ......خازن، الحدید، تحت الآیة: ۱۷، ۴/۲۳۰، ابو سعود، الحدید، تحت الآیة: ۱۷، ۵/۶۸۶، ملتقطاً.

﴿اِنَّ الْمُصَّدِّقِیْنَ وَ الْمُصَّدِّقٰتِ: بیشک صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بے شک وہ مرد اور عورتیں جنہوں نے خوش دلی اور نیک نیت کے ساتھ حق داروں کو صدقہ دیا اور راہِ خدا میں خرچ کیا تو ان کیلئے صدقہ کرنے اور راہِ خدا میں خوش دلی کے ساتھ خرچ کرنے کا ثواب کئی گنا بڑھا دیا جائے گا اور ان کے لیے عزت کا ثواب ہے اور وہ جنت ہے۔(1)

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖۤ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ ﱖ وَ الشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْؕ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَ نُوْرُهُمْؕ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ۠ ﴿۱۹﴾

ع ۱۸ ۲

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں وہی ہیں کامل سچے اور اَوروں پر گواہ اپنے رب کے یہاں ان کے لیے ان کا ثواب اور اُن کا نور ہے اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ دوزخی ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں وہی اپنے رب کے نزدیک صدّیق اور گواہ ہیں۔ ان کے لیے ان کا ثواب ہے اور ان کا نور ہے اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ دوزخی ہیں۔

﴿وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ: اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں اور منافقوں کا حال بیان فرمایا اور اس آیت میں ایمان والوں اور کافروں کا حال بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں، ان کا اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک مقام یہ ہے کہ وہی کامل سچے اور گزری ہوئی امتوں میں سے جھٹلانے والوں پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ہیں۔ ان کے لیے ان کے نیک عمل کا وہ ثواب ہے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے اور ان کا وہ نور ہے جو حشر میں ان کے ساتھ ہوگا اور

1 ......مدارك، الحديد، تحت الآية: ١٨، ص ١٢١٠، خازن، الحديد، تحت الآية: ١٨، ٤/٢٣٠، ملتقطاً.

جنہوں نے کفر کیا اور ہماری قدرت و وحدانیت پر دلالت کرنے والی آیتیں جھٹلائیں وہ دوزخی ہیں۔[1]

اِعْلَمُوْۤا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِیْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِؕ كَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَكُوْنُ حُطٰمًاؕ وَ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیْدٌۙ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌؕ وَ مَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جان لو کہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کود اور آرائش اور تمہارا آپس میں بڑائی مارنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنا اس مینھ کی طرح جس کا اُگایا سبزہ کسانوں کو بھایا پھر سوکھا کہ تو اسے زرد دیکھے پھر روندن ہو گیا اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور اللّٰہ کی طرف سے بخشش اور اس کی رضا اور دنیا کا جینا تو نہیں مگر دھوکے کا مال۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جان لو کہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل کود اور زینت اور آپس میں فخر وغرور کرنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنا ہے۔ (دنیا کی زندگی ایسے ہے) جیسے وہ بارش جس کا اُگایا ہوا سبزہ کسانوں کو اچھا لگا پھر وہ سبزہ سوکھ جاتا ہے تو تم اسے زرد دیکھتے ہو پھر وہ پامال کیا ہوا (بے کار) ہو جاتا ہے اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور اللّٰہ کی طرف سے بخشش اور اس کی رضا (بھی ہے) اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔

﴿اِعْلَمُوْۤا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا: جان لو کہ دنیا کی زندگی تو صرف۔﴾ آخرت اور اس میں مخلوق کے اَحوال ذکر کرنے کے بعد اس آیت میں دنیا کی حقیقت بیان کی جا رہی ہے تاکہ مسلمان اس کی طرف راغب نہ ہوں کیونکہ دنیا بہت کم نفع

1 ......تفسیر کبیر، الحدید، تحت الآیة: ۱۹، ۱۰/۴۶۲، جلالین، الحدید، تحت الآیة: ۱۹، ص ۴۵۰، خازن، الحدید، تحت الآیة: ۱۹، ۴/۲۳۰، ملتقطاً.

والی اور جلد ختم ہو جانے والی ہے۔اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کے بارے میں پانچ چیزیں اور ایک مثال بیان فرمائی ہے۔وہ پانچ چیزیں یہ ہیں

(2،1)......دنیا کی زندگی تو صرف کھیل کود ہے جو کہ بچوں کا کام ہے اور صرف اس کے حصول میں محنت و مشقت کرتے رہنا وقت ضائع کرنے کے سوا کچھ نہیں۔

(3)......دنیا کی زندگی زینت و آرائش کا نام ہے جو کہ عورتوں کا شیوہ ہے۔

(5،4)......دنیا کی زندگی آپس میں فخر وغرور کرنے اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنے کا نام ہے۔اور جب دنیا کا یہ حال ہے اور اس میں ایسی قباحتیں موجود ہیں تو اس میں دل لگانے اور اس کے حصول کی کوشش کرتے رہنے کی بجائے ان کاموں میں مشغول ہونا چاہئے جن سے اُخروی زندگی سنور سکتی ہے۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دُنْیَوی زندگی کی ایک مثال ارشاد فرمائی کہ دنیا کی زندگی ایسی ہے جیسے وہ بارش جس کا اُگایا ہوا سبزہ کسانوں کو اچھا لگتا ہے، پھر وہ سبزہ کسی زمینی یا آسمانی آفت کی وجہ سے سوکھ جاتا ہے تو تم اس کی سبزی (سبز رنگ) جاتے رہنے کے بعد اسے زرد دیکھتے ہو، پھر وہ پامال کیا ہوا بے کار ہو جاتا ہے۔یہی حال دنیا کی اس زندگی کا ہے جس پر دنیا کا طلبگار بہت خوش ہوتا ہے اور اس کے ساتھ بہت سی امیدیں رکھتا ہے لیکن وہ انتہائی جلد گزر جاتی ہے۔اس دنیا کے مقابلے میں آخرت ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا سخت عذاب بھی ہے جو دنیا کے طلبگاروں، لَہْو ولَعِب میں زندگی گزارنے والوں اور آخرت سے بے پرواہ لوگوں کیلئے ہے جو بطورِ خاص کفار ہیں جبکہ دوسری طرف آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش اور اس کی خوشنودی بھی ہے جو اس آدمی کیلئے ہے جس نے دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دی۔اور حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔دنیا دھوکے کا سامان اس کے لئے ہے جو دنیا ہی کا ہو جائے اور اس پر بھروسہ کرلے اور آخرت کی فکر نہ کرے اور جو شخص دنیا میں رہ کر آخرت کا طلبگار رہو اور دُنْیَوی اَسباب سے بھی آخرت ہی کے لئے تعلق رکھے تو اس کے لئے دنیا آخرت کی کامیابی کا ذریعہ ہے۔[1]

دنیا کے بارے میں احادیث اور اقوال

یہاں دنیا سے متعلق چند اَحادیث اور بزرگانِ دین کے اَقوال ملاحظہ ہوں، چنانچہ

---

1 ......صاوی، الحدید، تحت الآیة: ٢٠، ٦/٢١٠٩-٢١١٠، تفسیر کبیر، الحدید، تحت الآیة: ٢٠، ١٠/٤٦٣-٤٦٤، خازن، الحدید، تحت الآیة: ٢٠، ٤/٢٣٠-٢٣١، مدارك، الحدید، تحت الآیة: ٢٠، ص١٢١٠-١٢١١، ملتقطاً۔

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’دنیا ملعون ہے اور اس کی ہر چیز بھی ملعون ہے البتہ دنیا میں سے جو اللّٰہ تعالیٰ کے لئے ہے وہ ملعون نہیں۔‘‘[1]

حضرت عبداللّٰہ بن مسور ہاشمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اس بندے پر انتہائی تعجب ہے جو آخرت کے گھر کی تصدیق کرتا ہے لیکن وہ دھوکے والے گھر (یعنی دنیا) کے لئے کوشش کرتا ہے۔‘‘[2]

حضرت ذو النُّون رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ اے مریدین کے گروہ! دنیا طلب نہ کرو اور اگر طلب کرو تو اس سے محبت نہ کرو، یہاں سے صرف زادِ راہ لو کیونکہ آرام گاہ تو اور ہے (یعنی آخرت ہے۔)[3]

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اشعار کی صورت میں نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

دنیا کو تو کیا جانے یہ بِس کی گانٹھ ہے حرّافہ	صورت دیکھو ظالم کی تو کیسی بھولی بھالی ہے
شہد دکھائے، زہر پلائے، قاتل، ڈائن، شوہر کُش	اس مُردار پہ کیا للچایا دنیا دیکھی بھالی ہے

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں دنیا میں رہ کر اپنی آخرت کی تیاری کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

نوٹ: دنیا کی حقیقت اور اس کے بارے میں مزید تفصیل جاننے کے لئے امام غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی مشہور تصنیف ’’احیاء العلوم‘‘ کی تیسری جلد میں موجود باب ’’دنیا کی مذمت‘‘ کا مطالعہ فرمائیں۔

سَابِقُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴿۲۱﴾

---

1 ......كنز العمال، كتاب الاخلاق، قسم الاقوال، حرف الزاى الزهد، ٢/٧٧، الجزء الثالث، الحديث: ٦٠٨٠.

2 ......مسند شهاب، الباب الثالث، الجزء الخامس، يا عجبا كل العجب... الخ، ١/٣٤٧، الحديث: ٥٩٥.

3 ......مدارك، الحديد، تحت الآية: ٢٠، ص١٢١٠-١٢١١.

ترجمۂ کنزالایمان: بڑھ کر چلو اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی جیسے آسمان اور زمین کا پھیلاؤ تیار ہوئی ہے ان کے لیے جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف ایک دوسرے سے آگے بڑھ جاؤ جس کی چوڑائی آسمان وزمین کی وسعت جیسی ہے۔ اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لانے والوں کیلئے تیار کی گئی ہے، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

﴿ سَابِقُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ: اپنے رب کی بخشش کی طرف ایک دوسرے سے آگے بڑھ جاؤ۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کے حقیر ہونے اور آخرت کے عظیم ہونے کو بیان فرمایا اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ان اعمال میں جلدی کرنے اور ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی ترغیب دی ہے جن کی بنا پر بندہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی بخشش اور جنت کا حق دار قرار پاتا ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! دنیا کی زندگی بہت قلیل ہے، اس لئے وہ اعمال کرنے میں جلدی کرو اور ان میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جاؤ جن کی وجہ سے تم اللہ تعالیٰ کی بخشش اور اس جنت کے حق دار ٹھہرو جس کی چوڑائی ایسی ہے کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینوں کے ٹکڑے ایک دوسرے سے ملا دیئے جائیں تو جتنے چوڑے وہ ہوں گے اتنی جنت کی چوڑائی ہے۔ یہ جنت ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کا اقرار کرتے اور اس کے سب رسولوں کی تصدیق کرتے اور ان پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ جنت اللہ تعالیٰ کا وہ فضل ہے جو اس نے مسلمانوں پر فرمایا اور اللہ تعالیٰ اپنا فضل اپنی مخلوق میں سے جسے چاہے دے اور اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے کہ اسی نے دنیا میں لوگوں پر رزق وسیع کیا، انہیں نعمتیں عطا فرمائیں اور انہیں شکر کے مقامات کی پہچان کرائی پھر اپنی اطاعت و فرمانبرداری کرنے پر آخرت میں انہیں وہ جزا عطا فرمائی جو اس نے اطاعت گزاروں کے لئے تیار فرمائی ہے اور اس کا (کچھ) وصف ابھی بیان ہوا۔[1]

1 ......مدارك، الحديد، تحت الآية: ٢١، ص ١٢١١، خازن، الحديد، تحت الآية: ٢١، ٤/ ٢٣١، تفسير طبرى، الحديد، تحت الآية: ٢١، ١١/ ٦٨٥، ملتقطاً.

دعائے مغفرت نہایت محبوب شے ہے لہٰذا مسلمان بندے کو اپنی بخشش کی دعا کرتے رہنا چاہیے اور خصوصاً اگر گناہوں سے توبہ کر کے ہو اور نورٌ علیٰ نور یہ کہ بارگاہِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر ہو کر اپنی بخشش کی دعا کی جائے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ سے بخشش مانگو، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ یَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو کوئی برا کام کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے مغفرت طلب کرے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔

اور حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اے انسان! جب تک تو مجھ سے دعا کرتا اور امید رکھتا رہے گا میں تیرے گناہ بخشتا رہوں گا، چاہے تجھ میں کتنے ہی گناہ ہوں مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ اے انسان! اگر تیرے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں، پھر تو بخشش مانگے تو میں بخش دوں گا مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ اے انسان! اگر تو زمین بھر گناہ بھی میرے پاس لے کر آئے لیکن تو نے شرک نہ کیا ہو تو میں تجھے اس کے برابر بخشش دوں گا۔ [3]

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تم میں سے کوئی اس طرح نہ کہے ''یا اللہ! عَزَّوَجَلَّ، اگر تو چاہے تو مجھے بخش۔ یا اللہ! عَزَّوَجَلَّ، اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم فرما۔ بلکہ یقین کے ساتھ سوال کرنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں۔ [4]

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

---

1 ......مزمل: ۲۰.

2 ......نساء: ۱۱۰.

3 ......ترمذی، کتاب الدعوات، باب فی فضل التوبة، والاستغفار... الخ، ۳۱۸/۵، الحدیث: ۳۵۵۱.

4 ......ترمذی، کتاب الدعوات، ۷۷-باب، ۲۹۹/۵، الحدیث: ۳۵۰۸.

وَ الَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ۫ وَ مَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ۪ۚ وَ لَمْ یُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ [1]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ لوگ کہ جب کسی بے حیائی کا ارتکاب کرلیں یا اپنی جانوں پرظلم کرلیں تو اللہ کو یاد کرکے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور اللہ کے علاوہ کون گناہوں کو معاف کرسکتا ہے اور یہ لوگ جان بوجھ کر اپنے برے اعمال پر اصرار نہ کریں۔

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا [2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پرظلم کربیٹھے تھے تو اے حبیب! تمہاری بارگاہ میں حاضر ہوجاتے پھر اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (بھی) ان کی مغفرت کی دعا فرماتے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، مہربان پاتے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صدقے ایمان پر قائم رہنے اور گناہوں سے توبہ واستغفار کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَاؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌۚۖ (۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں اور نہ تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں ہے قبل اس کے کہ ہم اُسے پیدا کریں بے شک یہ اللہ کو آسان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: زمین میں اور تمہاری جانوں میں جو مصیبت پہنچتی ہے وہ ہمارے اسے پیدا کرنے سے پہلے (ہی) ایک کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے بیشک یہ اللہ پر آسان ہے۔

---

1 ......اٰل عمران: ۱۳۵.

2 ......النساء: ۶۴.

﴿مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ : زمین میں اور تمہاری جانوں میں جو مصیبت پہنچتی ہے۔﴾

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قضاء اور تقدیر کا بیان فرمایا ہے کہ اے لوگو! زمین میں قحط کی، بارش رک جانے کی، پیداوار نہ ہونے کی، پھلوں کی کمی کی اور کھیتیوں کے تباہ ہونے کی، اسی طرح تمہاری جانوں میں بیماریوں کی اور اولاد کے غموں کی جو مصیبت تمہیں پہنچتی ہے وہ ہمارے اسے (یعنی زمین کو یا جانوں کو یا مصیبت کو) پیدا کرنے سے پہلے ہی ہماری ایک کتاب لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہوتی ہے اور انہیں لوحِ محفوظ میں لکھ دینا ہمارے لئے آسان ہے۔[1]

یاد رہے کہ بندے کو پہنچنے والی ہر مصیبت اس کی تقدیر میں لکھی ہوئی ہے اور ہر مصیبت اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی پہنچتی ہے جیسا کہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ[2] ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہر مصیبت اللہ کے حکم سے ہی پہنچتی ہے۔

البتہ بعض مصیبتیں بعض وجوہات کی بنا پر بھی آتی ہیں اور یہ وجوہات بھی لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہیں، ان وجوہات میں سے ایک وجہ گناہ کرنا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَاۤ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ وَ یَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍ[3] ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ تمہارے ہاتھوں کے کمائے ہوئے اعمال کی وجہ سے ہے اور بہت کچھ تو وہ معاف فرما دیتا ہے۔

اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''بندے کو جو چھوٹی یا بڑی مصیبت پہنچتی ہے وہ کسی گناہ کی وجہ سے پہنچتی ہے اور جو گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے وہ اس سے بہت زیادہ ہوتے ہیں۔[4]

اور بسا اوقات مومن کے گناہوں کو معاف کرنے اور اس کے درجات کی بلندی کے لئے اسے مصیبت پہنچتی

1 ......مدارك، الحديد، تحت الآية: ٢٢، ص ١٢١١، خازن، الحديد، تحت الآية: ٢٢، ٤/٢٣١، ملتقطاً.
2 ......تغابن: ١١.
3 ......شورى: ٣٠.
4 ......ترمذي، كتاب التفسير، باب ومن سورة الشورى، ٥/١٦٩، الحديث: ٣٢٦٣.

ہے، جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَاسے روایت ہے، تاجدارِرسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’مومن کو کانٹا چبھنے یا اس سے بڑی کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس کی وجہ سے اللّٰہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے یا اس کی ایک خطا مٹا دیتا ہے۔[1]

لہٰذا جس شخص پر کوئی مصیبت آئے تو اسے چاہئے کہ وہ اس بات پر یقین رکھے کہ یہ مصیبت اس کے نصیب میں لکھی ہوئی تھی اور اس بات پر غور کرے کہ کہیں اس سے کوئی ایسا گناہ صادر نہ ہوا ہو جس کے نتیجے میں اس پر یہ مصیبت آئی، نیز اللّٰہ تعالیٰ سے یہ امید رکھے کہ وہ اس مصیبت کے سبب اس کے گناہ مٹا دے اور اس کے درجات بلند فرما دے۔ ایسا کرنے سے ذہن کو سکون نصیب ہوگا، دل کو تسلی حاصل ہوگی اور مصیبت پر صبر کرنا بھی آسان ہو جائے گا۔ اللّٰہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَاۤ اٰتٰىكُمْؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِۙ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس لیے کہ غم نہ کھاؤ اس پر جو ہاتھ سے جائے اور خوش نہ ہو اس پر جو تم کو دیا اور اللّٰہ کو نہیں بھاتا کوئی اترونا بڑائی مارنے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تا کہ تم اس پر غم نہ کھاؤ جو تم سے جاتی رہے اور اس پر اتراؤ نہیں جو تمہیں اللّٰہ نے دیا ہے اور اللّٰہ ہر متکبر، بڑائی جتانے والے کو ناپسند کرتا ہے۔

﴿لِكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ: تا کہ تم اس پر غم نہ کھاؤ جو تم سے جاتی رہے۔﴾ یعنی تمہیں پہنچنے والی مصیبتیں لوحِ محفوظ میں لکھ دینے کی حکمت یہ ہے کہ دنیا کا جو ساز و سامان تمہارے ہاتھ سے جاتا رہے تم اس پر غم نہ کھاؤ اور دنیا کا جو مال و متاع اللّٰہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے تم اس پر خوش نہ ہو اور یہ سمجھ لو کہ جو اللّٰہ تعالیٰ نے مقدر فرمایا ہے ضرور ہونا ہے، نہ غم کرنے

1 ......مسلم، كتاب البر والصلة والاداب، ص ١٣٩١، الحديث: ٤٧(٢٥٧٢).

سے کوئی ضائع شدہ چیز واپس مل سکتی ہے اور نہ فنا ہونے والی چیز اِترانے کے لائق ہے، تو ہونا یہ چاہیے کہ خوشی کی جگہ شکر اور غم کی جگہ صبر اختیار کرو۔

یہاں غم کی مذمت بیان ہوئی ہے اس غم سے مراد انسان کی وہ حالت ہے جس میں صبر نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہنا نہ پایا جائے اور ثواب کی امید بھی آدمی نہ رکھے جبکہ خوشی سے وہ اِترانا مراد ہے جس میں مست ہو کر آدمی شکر سے غافل ہو جائے البتہ وہ رنج و غم جس میں بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور اس کی رضا پر راضی ہو ایسے ہی وہ خوشی جس پر حق تعالیٰ کا شکر گزار ہو ممنوع نہیں۔

حضرت امام جعفر صادق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''اے فرزندِ آدم! کسی چیز کے فُقدان پر کیوں غم کرتا ہے؟ یہ اس کو تیرے پاس واپس نہ لائے گا اور کسی موجود چیز پر کیوں اِتراتا ہے؟ موت اس کو تیرے ہاتھ میں نہ چھوڑے گی۔''(1)

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو آپ بخل کریں اور اَوروں سے بخل کو کہیں اور جو منہ پھیرے تو بے شک اللہ ہی بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جو بخل کریں اور لوگوں کو بخل کرنے کا کہیں اور جو منہ پھیرے تو بیشک اللہ ہی بے نیاز، حمد کے لائق ہے۔

﴿**اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ: وہ جو بخل کریں۔**﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند نہیں فرماتا جو اپنے پاس مال اور دنیا کا ساز و سامان ہونے کے باوجود اس مال و دولت سے محبت اور اپنے نزدیک اس کی قدر کی وجہ سے

1 ......مدارک، الحدید، تحت الآیۃ: ۲۳، ص ۱۲۱۱-۱۲۱۲، خازن، الحدید، تحت الآیۃ: ۲۳، ۴/۲۳۱-۲۳۲، ملتقطاً.

اُس مال میں بخل کرتے ہیں اوراس مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور نیک کاموں میں خرچ نہیں کرتے اور وہ صرف اپنے بخل کو ہی کافی نہیں سمجھتے بلکہ لوگوں کو بھی بخل کرنے کا حکم دیتے ہیں اور اپنا مال روک لینے کی ترغیب دیتے ہیں، اور جو واجب صدقات سے منہ پھیرے تو بیشک اللّٰہ تعالیٰ ہی تمام مخلوق سے بے نیاز اور حمد کے لائق ہے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ وہ یہودی جو سابقہ کتابوں میں لکھے ہوئے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوصاف چھپاتے ہیں اور ان کے اوصاف بیان کرنے سے خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کا حکم دیتے ہیں تو ان کے لئے سخت وعید ہے اور جو ایمان لانے اور اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرنے سے منہ پھیرے تو بیشک اللّٰہ تعالیٰ ہی اپنی تمام مخلوق سے بے نیاز اور حمد کے لائق ہے تو ان سے کس طرح بے نیاز نہ ہوگا۔[1]

راہِ خدا میں مال خرچ کرنے سے بخل کرنے اور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوصاف چھپانے کی مذمت

اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے بخل کرنے والوں کے بارے میں اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ یَّبْخَلُ ۚ وَ مَنْ یَّبْخَلْ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ الْغَنِیُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا یَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ[2]

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہاں ہاں یہ تم ہو جو بلائے جاتے ہو تاکہ تم اللّٰہ کی راہ میں خرچ کرو تو تم میں کوئی بخل کرتا ہے اور جو بخل کرے وہ اپنی ہی جان سے بخل کرتا ہے اور اللّٰہ بے نیاز ہے اور تم سب محتاج ہو اور اگر تم منہ پھیرو گے تو وہ تمہارے سوا اور لوگ بدل دے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔

اور سیّدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوصاف چھپانے والوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جو ہماری اتاری ہوئی

---

1 ......خازن، الحديد، تحت الآية: ٢٤، ٤/٢٣٢، مدارك، الحديد، تحت الآية: ٢٤، ص١٢١٢، جلالين، الحديد، تحت الآية: ٢٤، ص٤٥١، ملتقطاً.

2 ......سوره محمد: ٣٨.

وَ الْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الْكِتٰبِۙ اُولٰٓىٕكَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ (1)

روشن باتوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں حالانکہ ہم نے اسے لوگوں کے لئے کتاب میں واضح فرما دیا ہے تو ان پر اللہ لعنت فرماتا ہے اور لعنت کرنے والے ان پر لعنت کرتے ہیں۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ٘ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَ اشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًاؕ فَبِئْسَ مَا یَشْتَرُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اَتَوْا وَّ یُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (2)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب اللہ نے ان لوگوں سے عہد لیا جنہیں کتاب دی گئی کہ تم ضرور اس کتاب کو لوگوں سے بیان کرنا اور اسے چھپانا نہیں تو انہوں نے اس عہد کو اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت حاصل کرلی تو یہ کتنی بری خریداری ہے۔ ہرگز گمان نہ کروان لوگوں کو جو اپنے اعمال پر خوش ہوتے ہیں اور پسند کرتے ہیں کہ ان کی ایسے کاموں پر تعریف کی جائے جو انہوں نے کئے ہی نہیں، انہیں ہرگز عذاب سے دور نہ سمجھو اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے بخل کرنا، لوگوں کو بخل کرنے کی ترغیب دینا، یونہی حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوصاف چھپانا اور ان اوصاف کو چھپانے کی ترغیب دینا انتہائی مذموم اعمال ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے محفوظ رکھے، اٰمین۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِۚ وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ لِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ وَ رُسُلَهٗ بِالْغَیْبِؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴿۲۵﴾ع

ع ۳ ۶ ۱۹

1 ......بقرہ: ۱۵۹۔
2 ......اٰل عمران: ۱۸۷، ۱۸۸۔

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو روشن دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور عدل کی ترازو اُتاری کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں اور ہم نے لوہا اُتارا اس میں سخت آنچ اور لوگوں کے فائدے اور اس لیے کہ اللہ دیکھے اس کو جو بے دیکھے اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے بے شک اللہ قوت والا غالب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے اپنے رسولوں کو روشن دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور عدل کی ترازو اتاری تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں اور ہم نے لوہا اتارا، اس میں سخت لڑائی (کا سامان) ہے اور لوگوں کے لئے فائدے ہیں اور تاکہ اللہ اس شخص کو دیکھے جو بغیر دیکھے اللہ اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے، بیشک اللہ قوت والا، غالب ہے۔

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ: بیشک ہم نے اپنے رسولوں کو روشن دلیلوں کے ساتھ بھیجا۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو ان کی امتوں کی طرف روشن دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ ان چیزوں کو نازل فرمایا۔

(1)......دین کے اَحکام اور مسائل بیان کرنے والی کتاب۔

(2)......ترازو۔ ایک قول یہ ہے کہ یہاں ترازو سے مراد عدل ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہے کہ ہم نے عدل کا حکم دیا، اور ایک قول یہ ہے کہ ترازو سے وزن کرنے کا آلہ ہی مراد ہے، اور ترازو نازل کرنے سے مقصود یہ ہے کہ لوگ آپس میں تول کر چیزیں لینے دینے کے معاملے میں انصاف پر قائم ہوں اور کوئی کسی کی حق تلفی نہ کرے۔ مروی ہے کہ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس ترازو لائے اور فرمایا کہ اپنی قوم کو حکم دیجئے کہ اس سے وزن کریں۔

(3)......لوہا۔ مفسرین نے فرمایا کہ یہاں آیت میں ''اتارنا'' پیدا کرنے کے معنی میں ہے اور مراد یہ ہے کہ ہم نے لوہا پیدا کیا اور لوگوں کے لئے مَعادِن سے نکالا اور انہیں اس کی صنعت کا علم دیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے چار بابرکت چیزیں آسمان سے

زمین کی طرف اتاریں،(1)لوہا۔(2)آگ۔(3)پانی۔(4)نمک۔[1]

اورلوہے کا فائدہ یہ ہے کہ اس میں انتہائی سخت قوت ہے، یہی وجہ ہے کہ اس سے اسلحہ اور جنگی ساز وسامان بنائے جاتے ہیں اوراس میں لوگوں کیلئے اور بھی فائدے ہیں کہ لوہا صنعتوں اور دیگر پیشوں میں بہت کام آتا ہے۔

آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ لوہا نازل کرنے سے مقصود یہ ہے کہ اللّٰہ تعالٰی اس شخص کو دیکھے جو جہاد میں لوہے کواستعمال کر کے اللّٰہ تعالٰی کے دین کی مدد کرتا ہے حالانکہ اس نے اللّٰہ تعالٰی کو دیکھا نہیں ہوا، بیشک اللّٰہ تعالٰی قوت والا، غالب ہے،اس کوکسی کی مدد درکار نہیں اور دین کی مدد کرنے کا اس نے جو حکم دیا یہ انہیں لوگوں کے فائدے کے لئے ہے۔[2]

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ اِبْرٰهِیْمَ وَ جَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍۚ وَ كَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿٢٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ہم نے ابراہیم اور نوح کو بھیجا اور اُن کی اولاد میں نبوّت اور کتاب رکھی تو ان میں کوئی راہ پر آیا اور ان میں بہتیرے فاسق ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی تو ان میں کوئی ہدایت یافتہ ہے اور ان میں بہت زیادہ فاسق ہیں۔

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ اِبْرٰهِیْمَ: اور بیشک ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا۔﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللّٰہ تعالٰی نے حضرت نوح اور حضرت ابراہیم عَلَیْهِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو منصبِ رسالت سے مُشرَّف فرمایا اور نبوت اور کتاب ان دونوں کی اولاد میں رکھی۔ چنانچہ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد تمام انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان کی اولاد

1 ......مسند الفردوس، باب الالف، ١/١٧٥، الحديث: ٦٥٦.

2 ......خازن، الحديد،تحت الآية: ٢٥، ٤/٢٣٢، مدارك، الحديد، تحت الآية: ٢٥، ص١٢١٢، روح البيان، الحديد، تحت الآية: ٢٥، ٩/٣٧٩-٣٨٠، جلالين، الحديد، تحت الآية: ٢٥، ص٤٥١، ملتقطاً.

سے ہوئے اور چاروں کتابیں یعنی توریت، انجیل، زبور اور قرآنِ پاک حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد میں سے منصبِ رسالت پر فائز ہونے والوں پر نازل ہوئیں۔ آخر میں ارشاد فرمایا کہ ان دونوں رسولوں کی اولاد میں سے کچھ لوگ ہدایت یافتہ ہیں اور ان میں بہت زیادہ فاسق ہیں۔[1]

ثُمَّ قَفَّیْنَا عَلٰۤی اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَ قَفَّیْنَا بِعِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ وَ اٰتَیْنٰهُ الْاِنْجِیْلَ ﳔ وَ جَعَلْنَا فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّ رَحْمَةًؕ وَ رَهْبَانِیَّةَ ﹰابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَیْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَایَتِهَاۚ فَاٰتَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْۚ وَ كَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ہم نے ان کے پیچھے اسی راہ پر اپنے اَور رسول بھیجے اور اُن کے پیچھے عیسٰی بن مریم کو بھیجا اور اسے انجیل عطا فرمائی اور اس کے پیروؤں کے دل میں نرمی اور رحمت رکھی اور راہب بننا تو یہ بات انہوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالی ہم نے ان پر مقرر نہ کی تھی ہاں یہ بدعت انہوں نے اللّٰہ کی رضا چاہنے کو پیدا کی پھر اُسے نہ نباہا جیسا اس کے نباہنے کا حق تھا تو ان کے ایمان والوں کو ہم نے ان کا ثواب عطا کیا اور ان میں بہتیرے فاسق ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر ہم نے ان کے پیچھے ان کے قدموں کے نشانات پر اپنے (مزید) رسول بھیجے اور ان کے پیچھے عیسٰی بن مریم کو بھیجا اور اسے انجیل عطا فرمائی اور اس کے پیروکاروں کے دل میں نرمی اور رحمت رکھی اور رہبانیت (دنیا سے قطع تعلقی) کو انہوں نے خود ایجاد کیا، ہم نے ان پر یہ مقرر نہ کیا تھا ہاں اللّٰہ کی رضا طلب کرنے کے لیے

[1] ......خازن، الحدید، تحت الآیة: ۲۶، ۲۳۲/۴، جلالین، الحدید، تحت الآیة: ۲۶، ص ۴۵۱، ملتقطاً.

(انہوں نے یہ بدعت ایجاد کی) پھر اس کی ویسی رعایت نہ کی جیسی رعایت کرنے کا حق تھا تو ان میں ایمان والوں کو ہم نے ان کا ثواب عطا کیا اور ان میں سے بہت سے نافرمان ہیں۔

﴿ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا: پھر ہم نے ان کے پیچھے ان کے قدموں کے نشانات پر اپنے (مزید) رسول بھیجے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانے تک یکے بعد دیگرے اپنے مزید رسول بھیجے اور ان کے بعد حضرت عیسیٰ بن مریم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بھیجا اور انہیں انجیل عطا فرمائی اور دین میں ان کی پیروی کرنے والے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت وشفقت رکھتے ہیں اور راہب بننا یعنی پہاڑوں، غاروں اور تنہا مکانوں میں خَلْوَت نشین ہونے، صَومَعہ بنانے، دنیا والوں سے میل جول ترک کرنے، عبادتوں میں اپنے اوپر زائد مشقتیں بڑھا لینے، نکاح نہ کرنے، نہایت موٹے کپڑے پہننے اور ادنیٰ غذا انتہائی کم مقدار میں کھانے کے عمل کو انہوں نے خود ایجاد کیا تھا اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ چیزیں مقرر نہ کی تھیں، البتہ یہ بدعت انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرنے کیلئے ایجاد کی لیکن پھر ان کے بعد والے اس کی ویسی رعایت نہ کر سکے جیسی رعایت کرنے کا حق تھا بلکہ اس کو ضائع کر دیا اور تثلیث واتحاد (یعنی تین خدا ماننے اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں خدائی اور انسانیّت کا اتحاد ماننے) میں مبتلا ہوئے اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دین سے کفر کر کے اپنے بادشاہوں کے دین میں داخل ہو گئے اور ان میں سے کچھ لوگ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دین پر قائم اور ثابت بھی رہے اور جب حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مبارک زمانہ پایا تو حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر بھی ایمان لائے تو ان میں سے ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ نے ان کا ثواب عطا کیا اور ان میں سے بہت سے لوگ جنہوں نے رہبانیّت کو ترک کیا اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دین سے مُنْحَرِف ہو گئے، وہ نافرمان ہیں۔ [1]

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں ''اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رہبانیّت اختیار کرنے پر ان کی مذمت نہیں فرمائی بلکہ اس پر جیسے عمل کرنے کا حق تھا (بعد والوں کے) ویسے عمل نہ کرنے پر ان کی مذمت فرمائی ہے اور ان کے ایجاد کئے ہوئے فعل کو بدعت کہا گیا اور ان کے برخلاف اس امت نے جس نئے کام کو نیکی کے طریقے کے طور پر

1 ......خازن، الحدید، تحت الآیۃ: ٢٧، ٤/٢٣٣.

ایجاد کیا، ان کی عظمت و شرافت کی وجہ سے اسے سنت (یعنی طریقہ) کہا گیا جیسا کہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: "مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً" جس نے اسلام میں اچھی سنت (طریقہ) ایجاد کیا۔ (1)

اس حدیث میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہمیں اسلام میں نیک طریقے نکالنے کی اجازت دی ہے اور اس کا نام سنت رکھا ہے اور اس طریقے کو نکالنے والوں اور اس طریقے پر عمل کرنے والوں کو اجر و ثواب کی بشارت دی ہے۔ (2)

ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ہر نیا کام بدعت ہے تو جو اچھی بدعت نکالے اسے چاہئے کہ وہ اس پر ہمیشہ قائم رہے اور اس کی ضد (یعنی مخالف چیز) کی طرف عدول نہ کرے ورنہ وہ اس آیت (میں مذکور فسق) کی وعید میں داخل ہوگا۔ (جبکہ وہ مخالفت شریعت کے برخلاف ہو۔) (3)

حضرت علامہ مفتی نعیم الدین مرادآبادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں "اس آیت سے معلوم ہوا کہ بدعت یعنی دین میں کسی بات کا نکالنا اگر وہ بات نیک ہو اور اس سے رضائے الٰہی مقصود ہو تو بہتر ہے اس پر ثواب ملتا ہے اور اس کو جاری رکھنا چاہیے، ایسی بدعت کو بدعتِ حَسنہ کہتے ہیں البتہ دین میں بری بات نکالنا بدعتِ سَیِّئہ کہلاتا ہے، وہ ممنوع اور ناجائز ہے اور بدعتِ سَیِّئہ حدیث شریف میں وہ بتائی گئی ہے جو خلافِ سنت ہو، اس کے نکالنے سے کوئی سنت اُٹھ جائے۔ اس سے ہزارہا مسائل کا فیصلہ ہو جاتا ہے جن میں آج کل لوگ اختلاف کرتے ہیں اور اپنی ہوائے نفسانی سے ایسے اُمورِ خیر کو بدعت بتا کر منع کرتے ہیں جن سے دین کی تقوِیَت و تائید ہوتی ہے اور مسلمانوں کو اُخروی فوائد پہنچتے ہیں اور وہ طاعات و عبادات میں ذوق و شوق کے ساتھ مشغول رہتے ہیں، ایسے اُمور کو بدعت بتانا قرآنِ مجید کی اس آیت کے صریح خلاف ہے۔ (4)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ

---

1 ......مسلم، كتاب الزكاة، باب الحثّ على الصدقة ولو بشقّ تمرة... الخ، ص٥٠٨، الحديث: ٦٩(١٠١٧).

2 ......روح البيان، الحديد، تحت الآية: ٢٧، ٩/٣٨٤.

3 ......تفسير قرطبی، الحديد، تحت الآية: ٢٧، ٩/١٩٣، الجزء السابع عشر.

4 ......خزائن العرفان، الحدید، تحت الآیۃ: ۲۷، ص۹۹۹۔

مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَ یَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۟ۙ (۲۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللّٰہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ وہ اپنی رحمت کے دو حصے تمہیں عطا فرمائے گا اور تمہارے لیے نور کر دے گا جس میں چلو اور تمہیں بخش دیگا اور اللّٰہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان لانے والو! اللّٰہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ تو وہ اپنی رحمت کے دو حصے تمہیں عطا فرمائے گا اور وہ تمہارے لیے ایک ایسا نور کر دے گا جس کے ذریعے تم چلو گے اور وہ تمہیں بخش دے گا اور اللّٰہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ: اے ایمان لانے والو! اللّٰہ سے ڈرو۔﴾ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ عَلَیْهِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لانے والو! رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے معاملے میں اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کے رسول محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لاؤ تو اللّٰہ تعالیٰ تمہیں دگنا اجر دے گا کیونکہ تم پہلی کتاب اور پہلے نبی پر بھی ایمان لائے اور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اور قرآنِ پاک پر بھی ایمان لائے اور وہ قیامت کے دن تمہارے لیے پل صراط پر ایک ایسا نور کر دے گا جس (کی روشنی) کے ذریعے تم چلو گے اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانے سے پہلے کے تمہارے سب گناہ بخش دے گا اور اللّٰہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ (1)

اہلِ کتاب میں سے ایمان لانے والوں کے لیے دگنا اجر

اس آیت کی نظیر یہ آیتِ مبارکہ ہے

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جن لوگوں کو ہم نے اس (قرآن) سے

1 ......خازن، الحدید، تحت الآیة: ۲۸، ۴/۲۳۴.

يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ﴿۵۳﴾ اُولٰٓىٕكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا [1]

پہلے کتاب دی وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔اور جب ان پر یہ آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں: ہم اس پر ایمان لائے ، بیشک یہی ہمارے رب کے پاس سے حق ہے۔ہم اس (قرآن) سے پہلے ہی فرمانبردار ہو چکے تھے۔ان کو ان کا اجر دُگنا دیا جائے گا کیونکہ انہوں نے صبر کیا۔

اور حضرت ابو بردہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’تین آدمیوں کے لئے دُگنا اجر ہے۔(1) اہلِ کتاب میں سے وہ شخص جو اپنے نبی پر ایمان لایا اور محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر (بھی) ایمان لایا۔(2) وہ غلام جو اللّٰہ تعالیٰ کا حق بجالائے اور اپنے مالکوں کے حقوق (بھی) پورے کرے۔(3) وہ آدمی جس کے پاس لونڈی ہو تو وہ اس سے وطی کرے اور اسے تہذیب و تعلیم کے زیور سے خوب آراستہ کرے، پھر اسے آزاد کرنے کے بعد اس کے ساتھ نکاح کر لے تو اس کے لئے دُگنا ثواب ہے۔ [2]

لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: یہ اس لیے کہ کتاب والے کافر جان جائیں کہ اللّٰہ کے فضل پر ان کا کچھ قابو نہیں اور یہ کہ فضل اللّٰہ کے ہاتھ ہے دیتا ہے جسے چاہے اور اللّٰہ بڑے فضل والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تاکہ اہلِ کتاب جان لیں کہ وہ اللّٰہ کے فضل میں سے کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے اور یہ کہ سارا فضل اللّٰہ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللّٰہ بڑے فضل والا ہے۔

1 ......قصص:٥٢-٥٤.

2 ......مشكاة المصابيح، كتاب الايمان، الفصل الاول، ١/٢٣، الجزء الاول، الحديث: ١١.

﴿لِئَلَّا یَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ: تاکہ اہلِ کتاب جان لیں۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب اوپر والی آیت نازل ہوئی اور اس میں اہلِ کتاب میں سے مومنین کو سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوپر ایمان لانے پر دُگنے اجر کا وعدہ دیا گیا تو اہلِ کتاب میں سے کفار نے کہا "اگر ہم حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائیں تو ہمیں دگنا اجر ملے گا اور اگر ایمان نہ لائیں تو ہمارے لئے ایک اجر جب بھی رہے گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اُن کے اس خیال کو رد کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب کو آخری نبی پر ایمان لانے کا حکم اس لئے دیا ہے تاکہ اہلِ کتاب جان لیں کہ محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائے بغیر وہ اللّٰہ تعالیٰ کے فضل یعنی دُگنے اجر، نور اور مغفرت میں سے کچھ نہیں پاسکتے کیونکہ جب وہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان نہیں لائے تو ان کا پہلے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لانا بھی ان کے لئے مفید نہ ہوگا، اور وہ یہ بھی جان لیں کہ سارا فضل اللّٰہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے دیتا ہے کیونکہ وہ قادر اور مختار ہے اور اللّٰہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ (1)

---

1 ......خازن، الحدید، تحت الآیۃ: ۲۹، ۴/۲۳۴.

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مؤلف	مطبوعات
❁	قرآن مجید	کلامِ الٰہی	❁ ❁ ❁ ❁ ❁
1	كنز الإيمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی
2	كنز العرفان	شیخ الحدیث والتفسیر ابوالصالح مفتی محمد قاسم قادری	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

كتب التفسير وعلوم القرآن

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مؤلف	مطبوعات
1	تفسیرِ طبری	امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
2	تفسیرابن ابی حاتم	حافظ عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس رازی ابن ابی حاتم، متوفی ۳۲۷ھ	مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، ریاض ۱۴۱۷ھ
3	تاویلات اهل السنّة	امام ابومنصور محمد بن منصور ماتریدی، متوفی ۳۳۳ھ	پشاور
4	تفسیرِ سمرقندی	ابواللیث نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی، متوفی ۳۷۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۳ھ
5	الوسیط=تفسیر واحدی	ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیسابوری، متوفی ۴۶۸ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۵ھ
6	تفسیرِ بغوی	امام ابومحمد حسین بن مسعود فراء بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۴ھ
7	تفسیرِ کبیر	امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی، متوفی ۶۰۶ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ
8	تفسیرِ قرطبی	ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، متوفی ۶۷۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
9	تفسیرِ بیضاوی	ناصر الدین عبداللہ بن ابوعمر بن محمد شیرازی بیضاوی، متوفی ۶۸۵ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
10	تفسیرِ مدارك	امام عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی، متوفی ۷۱۰ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
11	غرائب القرآن	نظام الدین حسن بن محمد قمی نیسابوری، متوفی ۷۲۸ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۶ھ
12	تفسیرِ خازن	علاء الدین علی بن محمد بغدادی، متوفی ۷۴۱ھ	مطبعہ میمنیہ، مصر ۱۳۱۷ھ
13	البحرُ المحيط	ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی، متوفی ۷۴۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
14	تفسیر ابن كثير	ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی شافعی، متوفی ۷۷۴ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ

15	تفسیرِ جلالین	امام جلال الدین محلی، متوفی ۸٦۴ھ وامام جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	باب المدینہ کراچی
16	تفسیرِ دُر منثور	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۰۳ھ
17	تناسق الدرر	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰٦ھ
18	تفسیرِ ابو سعود	علامہ ابوسعود محمد بن مصطفیٰ عمادی، متوفی ۹۸۲ھ	دار الفکر، بیروت
19	روحُ البیان	شیخ اسماعیل حقی بروسی، متوفی ۱۱۳۷ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۰۵ھ
20	تفسیرِ جمل	علامہ شیخ سلیمان جمل، متوفی ۱۲۰۴ھ	باب المدینہ کراچی
21	تفسیرِ صاوی	احمد بن محمد صاوی مالکی خلوتی، متوفی ۱۲۴۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۱ھ
22	روح المعانی	ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی، متوفی ۱۲۷۰ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ
23	خزائن العرفان	صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی، متوفی ۱۳٦۷ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی
24	نور العرفان	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	پیر بھائی کمپنی، مرکز الاولیاء لاہور
25	تفسیر منیر	وہبہ بن مصطفیٰ زحیلی	پشاور

کتب الحدیث و متعلقاته

1	کتاب الجامع	حافظ معمر بن راشد ازدی، متوفی ۱۵۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
2	موطا امام مالك	امام مالک بن انس اصبحی، متوفی ۱۷۹ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
3	مسند ابو داؤد طیالسی	سلیمان بن داود بن جارود فارسی الشہیر بابی داود طیالسی، متوفی ۲۰۴ھ	دار المعرفہ، بیروت
4	مصنف ابن ابی شیبه	حافظ عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ کوفی عبسی، متوفی ۲۳۵ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
5	مسندِ امام احمد	امام احمد بن محمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
6	بخاری	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵٦ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
7	مسلم	امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲٦۱ھ	دار ابن حزم، بیروت ۱۴۱۹ھ

8	ابن ماجه	امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
9	ابو داؤد	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۱ھ
10	ترمذی	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
11	مسند البزار	امام ابوبکر احمد عمرو بن عبد الخالق بزار، متوفی ۲۹۲ھ	مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ ۱۴۲۴ھ
12	سنن نسائی	امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۶ھ
13	تهذيب الآثار	امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ	مطبعۃ المدنی، قاہرہ
14	معجم الكبير	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۲ھ
15	معجم الاوسط	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
16	معجم الصغير	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۳ھ
17	مستدرك	امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری، متوفی ۴۰۵ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
18	حلية الاولياء	حافظ ابونعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی شافعی، متوفی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
19	مسند الشهاب	قاضی ابوعبداللہ محمد بن سلامہ قضاعی، متوفی ۴۵۴ھ	مؤسسۃ الرسالہ، بیروت ۱۴۰۵ھ
20	شعب الايمان	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
21	سنن الكبرى	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
22	تاريخ بغداد	حافظ ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ
23	شرح السنّة	امام ابومحمد حسین بن مسعود بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
24	مسند الفردوس	ابومنصور شہردار بن شیرویہ بن شہردار دیلمی، متوفی ۵۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۶ھ
25	ابن عساكر	امام ابوالقاسم علی بن حسن شافعی، متوفی ۵۷۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ
26	جامع الاصول	امام مبارک بن محمد شیبانی معروف بابن اثیر جزری، متوفی ۶۰۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
27	الترغيب والترهيب	امام زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری، متوفی ۶۵۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ

28	مشكاة المصابيح	علامہ ولی الدین تبریزی، متوفی ۷۴۲ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
29	جامع العلوم والحکم	عبدالرحمٰن بن شہاب الدین بن احمد بن رجب حنبلی، متوفی ۷۹۵ھ	المکتبۃ الفیصلیۃ، مکۃ المکرّمہ
30	جامع صغیر	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۵ھ
31	کنز العمال	علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری، متوفی ۹۷۵ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ

کتب شروح الحدیث

1	فتح الباری	حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۵ھ
2	مرقاۃ المفاتیح	علی بن سلطان محمد ہروی قاری حنفی، متوفی ۱۰۱۴ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
3	فیض القدیر	علامہ محمد عبدالرءوف مناوی، متوفی ۱۰۳۱ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
4	اشعة اللمعات	شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	کوئٹہ
5	مرآۃ المناجیح	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	مکتبہ اسلامیہ، مرکز الاولیاء لاہور

کتب الفقه

1	نور الایضاح	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی شرنبلالی، متوفی ۱۰۶۹ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی، ۱۴۳۲ھ
2	ردّ المحتار	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ	دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
3	فتاویٰ رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	رضا فاؤنڈیشن، لاہور
4	بہارِ شریعت	مفتی محمد امجد علی اعظمی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی
5	فتاویٰ امجدیہ	مفتی محمد امجد علی اعظمی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبہ رضویہ، باب المدینہ کراچی ۱۴۱۹ھ

کتب التصوف

1	رسائل ابن ابی الدنیا	حافظ امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد قُرشی، متوفی ۲۸۱ھ	مکتبۃ العصریہ، بیروت ۱۴۲۶ھ
2	احیاء علوم الدین	امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	دارصادر، بیروت ۲۰۰۰ء

3	منهاج العابدين	امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	مؤسسۃ السیر وان، بیروت ۱۴۱۶ھ
4	ذم الهوی	ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	پشاور
5	الروض الفائق	شعیب بن عبداللہ بن سعد حریفیش، متوفی ۸۱۰ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۱۶ھ
6	شرح الصدور	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	مرکز اہلسنّت برکات رضا، ہند

کتب السيرة والطبقات

1	سیرت نبویه	ابومحمد عبدالملک بن ہشام، متوفی ۲۱۳ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
2	اخلاق النبی	حافظ عبداللہ بن محمد اصبہانی معروف بابی الشیخ، متوفی ۳۶۹ھ	دارالکتاب العربی بیروت، ۱۴۲۸ھ
3	الشفا	قاضی ابوالفضل عیاض مالکی، متوفی ۵۴۴ھ	مرکز اہلسنّت برکات رضا، ہند
4	شفاء السقام	تقی الدین علی بن عبدالکافی سبکی شافعی، متوفی ۷۵۶ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۹ھ
5	شواهد النبوة	مولانا عبدالرحمٰن جامی، متوفی ۸۹۸ھ	مکتبہ حقیقیہ استنبول، ۱۴۱۵ھ
6	سبل الهدی والرشاد	محمد بن یوسف صالحی شامی، متوفی ۹۴۲ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۸ھ
7	مدارج النبوت	شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	مرکز اہلسنّت برکات رضا، ہند
8	شانِ حبیب الرحمٰن	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	نعیمی کتب خانہ، گجرات

الكتب المتفرقة

1	روض الرياحين	عبداللہ بن اسعد بن علی یافعی مالکی، متوفی ۷۶۸ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
2	تذکرۃ الموتی والقبور (مترجم)	قاضی ثناء اللہ پانی پتی، متوفی ۱۸۱۰ء	نوری کتب خانہ، مرکز الاولیاء لاہور
3	ملفوظات اعلیٰ حضرت	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی
4	جہنم کے خطرات	مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی، متوفی ۱۴۰۶ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

ضمنی فہرست

نظریات و معمولاتِ اہلسنّت

قرآنِ کریم

اَحکامُ القرآن وفقہی مسائل

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قرآن سے خالی دل ویران گھر کی طرح ہے

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: بیشک جس کے سینے میں قرآن نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے۔ (ترمذی، کتاب فضائل القرآن، ۱۸-باب، ۴/۴۱۹، الحدیث: ۲۹۲۲)

اس حدیث کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: گھر کی آبادی انسان وسامان سے ہے (اور) دل کی آبادی قرآن سے، تو جسے قرآن بالکل یاد نہ ہو یا اگرچہ یاد تو ہو مگر کبھی اس کی تلاوت نہ کرے یا اس کے خلاف عمل کرے، اس کا دل ایسا ہی ویران ہے جیسے انسان وسامان سے خالی گھر۔

(مرآۃ المناجیح، کتاب فضائل القرآن، الفصل الثانی، ۳/۲۵۷)

ISBN 978-969-631-768-5
0126226

MC 1286

فیضانِ مدینہ، محلّہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، باب المدینہ (کراچی)
UAN: +92 21 111 25 26 92 Ext: 2650
Web: www.dawateislami.net / Email: ilmia@dawateislami.net